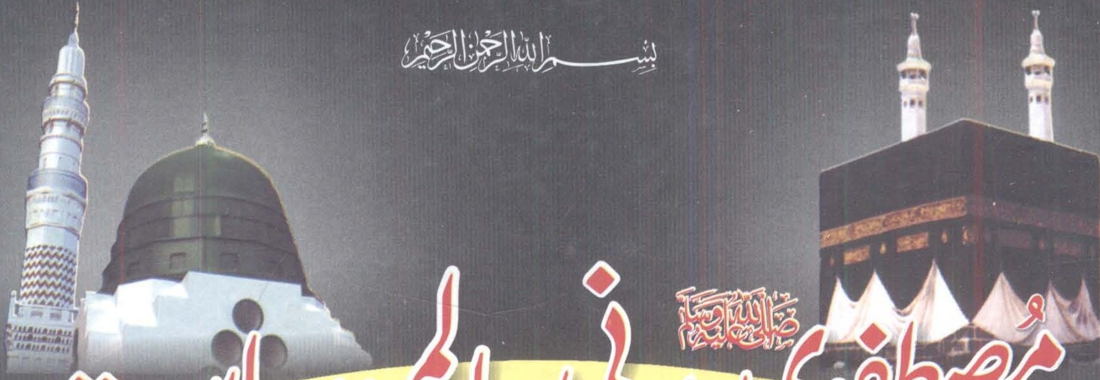
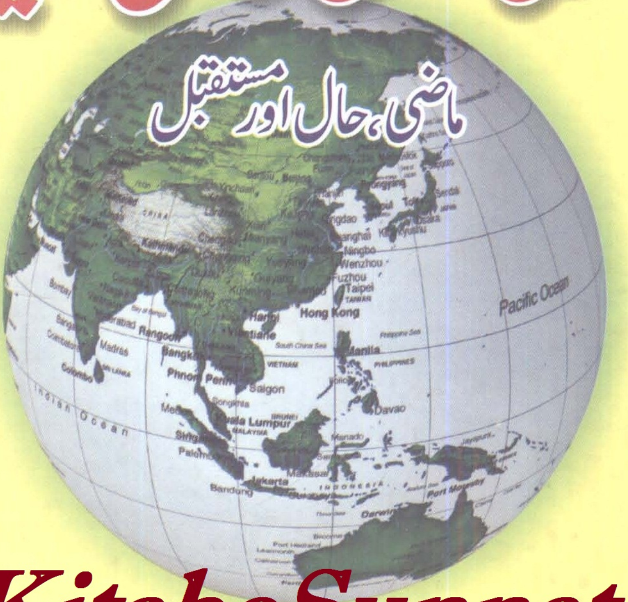
بسم اللہ الرحمن الرحیم



مُصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست

ماضی، حال اور مستقبل



www.KitaboSunnat.com

فاروق احمد

مجلس التحقیق والنشر الاسلامی، لاہور، پاکستان

56۔ حبیب پارک، بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور

فون: 03074654725, 0300-6811310

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدنی عالمی ریاست

ماضی، حال اور مستقبل

فاروق احمد

مجلس التحقیق والنشر الاسلامی لاہور پاکستان
56۔حبیب پارک، بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور
فون:307-4654725,0300-6811310

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام اور باعمل مسلمانوں کا غلبہ یقینی ہے

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (النور: 24 55تا57)

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رسول کی اطاعت کرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔''

مصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست

ماضی، حال اور مستقبل

مرتبہ: فاروق احمد حفظہ اللہ تعالیٰ

رعائتی قیمت: -/750 روپے

ملنے کا پتہ

کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور فون: 042-37320318

مجلس التحقیق والنشر الاسلامی لاہور پاکستان

56۔ حبیب پارک، بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور

فون: 307-4654725,0300-6811310

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ''مجلس التحقیق والنشر الاسلامی'' محفوظ ہیں۔

نام کتاب ـــــــ مصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست، ماضی، حال اور مستقبل

مرتب ـــــــ فاروق احمد

ناشر ـــــــ طارق فاروق (مسعود آباد کالونی لودھراں)

فون:0300-6811310(Email:tariqld@gmail.com)

طبع اول ـــــ اکتوبر 2012ء

قیمت ـــــــ Rs 750.00

ملنے کے پتے

علی احمد چودھری، 56 حبیب پارک بالمقابل منصورہ لاہور

کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور فون:042-37320318

الفیصل ناشران وتاجران کتب

غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور، فون:042-37231387

البدر پبلی کیشنز

23 راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور:0300-6811310,.42-37245030

اسلامک پبلی کیشنز منصورہ ملتان روڈ لاہور

ادارہ معارف اسلامی

ملتان روڈ منصورہ لاہور:042-37248676-042-35432419

ڈاکٹر غلام رسول ڈیرہ حکیم غلام رسول 4 کلومیٹر ترنڈہ روڈ بالمقابل

گرڈ اسٹیشن سلطان پور رحیم یار خان، فون:0302-7637001

طارق فاروق، مسعود آباد کالونی (نہر کنارہ) لودھراں فون:0300-6811310

مولانا عبدالرزاق صاحب جامع العلوم معصوم شاہ روڈ ملتان 0300-7354393

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

259
ف ا ر - م

انتساب

خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جنہوں نے منہاج نبوت کے مطابق حکمرانی کی۔ نیز بقیہ ان خلفائے راشدین مہدیین کے نام جو منہاج نبوت کا دامن تھام کر عالمی سطح پر مصطفوی مدنی ریاست قائم کر کے دنیا کو امن کا گہوارہ بنا کر ظلم کا خاتمہ کر دیں گے اور ریاست کے ہر فرد کو عدل و انصاف مہیا کر کے سب کو خوشحالی کا تحفہ دیں گے۔ سلام اے آنے والے خلفائے راشدین تم پر کروڑوں سلام

فاروق احمد

۱۶ محرام الحرام ۱۴۳۳ھ

بمطابق 21۔ جولائی 2012ء

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 1833
31 Babar Block, Garden Town, Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

سیرت سرور کائنات، وہ سدا بہار، پاکیزہ، ہر دلعزیز، دل پسند اور محبوب موضوع ہے۔ جسے شاعر اسلام سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک پوری اسلامی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، آپ کے پاکیزہ و تاباں اخلاق، اعمال و افعال اور حیات طیبہ کے جملہ گوشوں پر مسلسل کہا اور لکھا گیا ہے اور مستقبل میں لکھا اور کہا جاتا رہے گا۔ اس کے باوجود یہ موضوع اتنا وسیع، عمیق اور طویل ہے کہ اس پر مزید لکھنے کا تقاضا اور داعیہ موجود رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو حیطۂ تحریر میں منضبط کرنے کی ایک کوشش مولانا فاروق احمد صاحب نے بھی کی ہے۔ موصوف نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گوشوں میں سے ''بعثت نبوی کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام'' کو منتخب کیا ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب انفرادیت کی حامل ہے۔ میرے علم کی حد تک اردو زبان میں اس سے پہلے اس موضوع کو اس طرح زیر بحث نہیں لایا گیا۔ جس انداز سے موصوف نے اس کے متعلق مواد جمع کیا ہے۔ یہ تالیف 1424 صفحات اور 35 ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

باب ۱۔ بعثت نبوی سے ہجرت حبشہ تک، باب ۲۔ کارکن ملتے گئے کارواں بنتا گیا، باب ۳۔ ہجرت حبشہ اور اس کے نتائج و اثرات، باب ۴۔ قید شعب ابی طالب اور اس کا پیغام امت مسلمہ کے نام، باب ۵۔ سفر طائف اور اس کے ثمرات و نتائج، باب ۶۔ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور مدنی اسلامی ریاست کا قیام، باب ۔ ۷۔ معراج مجتبیٰ اور اس کے تحائف، باب ۔ ۸۔ سورۂ بنی اسرائیل کے مضامین پر ایک نظر، باب ۹۔ معراج مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد اور پیغامات، باب ۔ ۱۰۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کا تحفہ۔ مقاصد و پیغامات، باب ۱۱۔ معراج مجتبیٰ اور اسلامی حکومت کے لیے منشور ربانی، باب ۱۲۔ نماز تحفۂ معراج مقاصد و پیغامات، باب ۱۳ ہجرت الی المدینہ، باب ۱۴۔ مدنی دور کا باقاعدہ آغاز، باب ۱۵۔ اسلامی مواخات ضرورت و اہمیت، باب ۱۶۔ اسلامی حکومت مدینہ کا آفاقی دستور العمل، باب ۱۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی ریاست کے خلاف قریش مکہ کی سرگرمیاں، باب ۱۸۔ مدنی دور نبوت اور اسلامی نظام زندگی کی ترویج و تنفیذ، باب ۱۹۔ مدنی حکومت کے قیام کے بعد اس کی توسیع و استحکام، باب ۲۰۔ غزوہ احزاب اور اس کے نتائج، باب ۲۱۔ طواف بیت اللہ کا خواب، معاہدہ صلح حدیبیہ اور فتح مبین، باب ۲۲۔ بادشاہوں اور حکام کے نام مکتوبات نبوی، باب ۲۳۔ غزوہ خیبر اور بد عہد یہود کا استیصال، باب ۲۴۔ بدوؤں کے خلاف تادیبی کاروائی، باب ۲۵۔ منافقین مدینہ کے گھناؤنے کردار کی چند جھلکیاں، باب ۲۶۔ عمرۃ القضاء، باب ۲۷۔ معرکہ موتہ اور عالمی انقلاب کا آغاز، باب ۲۸۔ فتح مکہ اور اسباب و متعلقات، باب ۔ ۲۹۔ زکوۃ کی وصولی کے لیے عمال کا تقرر اور بکثرت وفود کی آمد، باب ۳۰۔ غزوہ تبوک، باب ۳۱۔ حج بیت اللہ زیر امارت ابی بکر رضی اللہ عنہ، باب ۳۲۔ حجۃ الوداع یوم تکمیل دین اور انسانیت کے نام امن کا پیغام، باب ۳۳۔ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار، باب ۳۴۔ جیش اسامہ اور آخری عسکری مہم، باب ۳۵۔ کیا دور حاضر میں اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہے۔ مذکورہ موضوعات کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ فریضۂ اقامت دین ایسا اہم موضوع ہے جس کے قیام کے لیے اللہ رب العالمین نے انبیاء و رسل کو مختلف اوقات میں مختلف علاقوں اور خطوں میں مبعوث فرمایا۔ پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام اور سب سے آخری خاتم النبیین کا تاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اعلان فرما دیا کہ اب ان کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آئے گا۔اس کے باوجود اگر کوئی نبوت کا دعویدار بنے گا، وہ کذاب اور جھوٹا ہوگا۔

آپؐ نے مکے میں تیرہ سال مسلسل تذکیر و موعظت اور دعوت کے ذریعے عقائد و نظریات کی اور رسوم و رواج کی اصلاح کی شب و روز جدو جہد اور کوشش کی اور دس سال مدینہ منورہ میں تبلیغ دین کی خدمت انجام دی۔مکی دور کی تیرہ سالہ کاوش کے نتیجہ میں جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے انہیں جماعتی نظم میں منظم کر کے اقامت دین کے لیے وقف کر دیا۔اقامت دین کی جدو جہد کا ماحصل دین اسلام کا غلبہ ہے۔اسی غلبہ کا دوسرا نام اقتدار و حکمرانی و فرمانروائی ہے۔

نبی کریمؐ کی بعثت کا بنیادی اور اساسی مقصد بھی اسلامی حکومت کا قیام تھا۔اسی مقصد کی کامیابی اور کامرانی کے لیے ساری زندگی وقف کیے رکھی۔اس دوران میں آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو نہایت کٹھن حالات سے دوچار ہونا پڑا اور مشکل ترین اوقات سے گزرنا پڑا۔آخر کار کامیابی و کامرانی سے سرفراز و سرخرو ہوئے۔موصوف کے بقول بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہل یثرب کو اس اعزاز سے سرفراز فرمایا اور انہوں نے بعثت نبوی کے بنیادی مقصد کے حصول میں مدد و تعاون دینے کے لیے بلا کسی خوف و خطر اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا جس کے نتیجہ میں انقلاب اسلامی کی راہیں کھل گئیں اور تبلیغ دین میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو معراج کی سعادت سے نوازا۔معراج دراصل عالمگیر قیادت و سیادت کی منتقلی کا اعلان تھا۔امامت انبیاء و رسل مشاہدات دوران سفر بیت المقدس، نظام سماوی، ملائکہ اور سابق انبیاء و رسل سے شرف ملاقات سے مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ جنت کی سیر، مناظر جہنم کے مشاہدہ کے بعد اللہ جل جلالہ کی جناب سے تحائف وصول کر کے جب واپس دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو گویا حکومت کے نظم و نسق کی تعلیمات اور تربیت کا کورس مکمل کر لیا۔اس طرح معراج سے واپسی کے ساتھ ہی مدنی اسلامی ریاست کے قیام کے آغاز اور بعثت نبوی کی اغراض کو پایہ تکمیل پہنچنے کا موقع فراہم ہو گیا۔

اس مختصر سی گفتگو سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولانا فاروق احمد صاحب اپنے ذہنی منصوبہ کے مطابق سیرت سرور کائنات کی روشنی میں ''بعثت نبوی کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام'' کے لیے مواد جمع کرنے اور اس کا نتیجہ اخذ کرنے میں بڑی عمدگی سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔

صمیم قلب اور دل کی پوری حضوری کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خلوص پر مبنی کاوش کو اپنے حضور شرف قبولیت سے نوازے۔دین و دنیا کی فلاح و بہبود سے سرفراز فرمائے اور قارئین کرام کے لیے رہنمائی اور اصلاح احوال کا ذریعہ بنائے اور عوام کو اقامت دین کی جدو جہد میں عملاً شرکت و تعاون کی دولت و سعادت عطا فرمائے۔مولانا موصوف کا اسلوب بیان سادہ، سلیس، عام فہم، طرز نگارش دل نشین اور دلوں کو گرمانے والا ہے۔دعا ہے کہ اس علمی کاوش و کوشش کو قبولیت عام کا شرف حاصل ہو اور اقامت دین کی جدو جہد کے ثمرات اسلامی حکومت کے قیام کی صورت میں نمایاں اور ظاہر ہوں اور دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔آمین

عبد الوکیل علوی

106۔حبیب پارک منصورہ ملتان روڈ۔لاہور

16۔محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعارف کتاب

یہ کتاب ''مصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست'' ماضی، حال اور مستقبل، آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب کا پہلا نام ''بعثت نبوت کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا، جو دو جلدوں میں چودہ سو چوبیس صفحات پر پھیلی ہوئی تھی، جو محرم الحرام ۱۴۳۰ھ سے مالی وسائل نہ ہونے کے باعث زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ سیرتِ طیبہ کا یہ ایک منفرد پہلو ہے جسے سیرت نگاروں نے کما حقہ، اجاگر نہیں کیا۔ اس لئے چند ابواب حذف کر کے، نام کی تبدیلی کے ساتھ اس کتاب کو طبع کرانے کا فیصلہ کیا گیا ہے، تاکہ سنتوں میں سے ایک بڑی سنت کے احیا کے لئے امت کو کھڑا کیا جا سکے ایسی سنت جو در حقیقت فرض عین ہے اور جس کی امت اس وقت ضرورت مند بھی ہے۔ اگر پوری کتاب کوئی ادارہ یا فرد طبع کرانا پسند کرے تو اسے طباعت کے حقوق دیئے جا سکتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ ''تقریظ'' کو کسی قسم کی تبدیلی کیے بغیر اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ میرے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ مولانا عبدالوکیل علوی حفظہ اللہ نے محض تقریظ ہی رقم نہیں فرمائی بلکہ پوری کتاب پر نظر ثانی فرمائی ہے۔ پروف ریڈنگ ایسا اہم کام از خود اپنے ذمہ لیا اور نہایت مفید مشوروں سے نوازا۔ مولانا موصوف سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے بڑے پائے کے عالم اور با عمل شخصیت ہیں۔ سیرت سرور عالم ﷺ مرتب کرنے میں موصوف کا کلیدی کردار ہے تفہیم الاحادیث جو آٹھ جلدوں میں ہے اس کی تخریج سمیت مرتب کرنا ان کا ایک بڑا علمی کارنامہ ہے، اس طرح تفہیم الاحکام وغیرہ بھی ان کی کاوشوں میں سے ایک ہے غرض آپ ادارہ معارف اسلامی کے عظیم ریسرچ سکالر ہیں۔ یہاں سے طبع ہونے والی تمام کتب پر کام ان کا مرہون منت ہے۔'' اللہ تعالیٰ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

''مصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست'' ماضی، حال اور مستقبل کتاب کا موضوع فریضہ اقامت دین ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور آنحضرتؐ بھی اس دنیا میں غلبہ دین کے لئے مبعوث فرمائے گئے چنانچہ اسوہ احمد مجتبیٰ ﷺ یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی جدوجہد کے ذریعے بالفعل دین کو غالب کر دیا دین اسلام کیسے نظام زندگی میں ڈھل گیا اور وہ حکمران بن گیا۔ اس کتاب میں اس کی تفصیلات اور مراحل بیان کیے گئے ہیں۔...... اقامت دین...... کی جدوجہد کا حاصل غلبہ دین ہے اور غلبہ دین کا دوسرا نام اقتدار و حکمرانی ہے اور یہ اسلام کی اولین ترجیح ہے اس حوالے سے جب آپ بغور احمد مجتبیٰ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ امر دو اور دو چار کی طرح آپ پر واضح ہو جائے گا۔ کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہدایات ربانی کی روشنی میں آپؐ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا وہ یہ تھا کہ تاجِ نبوت و رسالت سر پر سجاتے ہی آپؐ نے مکہ مکرمہ میں منتخب افراد سے رابطہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مفوضہ مشن تھا اپنے ساتھیوں اور سنجیدہ لوگوں کو اعتماد میں لے کر ان کو اس مشن سے آگاہ کیا یوں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی ایک جماعت بنائی، وحی الٰہی کی روشنی میں ان کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کا اہتمام فرمایا اور عمدہ تنظیم کے ذریعہ دعوتی کام کو وسعت عطا فرمائی اور صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر جو پہلے عوامی اجتماع سے خطاب فرمایا اس میں جہاں اسلامی عقیدہ کا اعلان فرمایا وہاں غلبہ اسلام کی نوید سناتے ہوئے اپنے آخری ہدف اسلامی حکومت کے قیام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایجنڈا کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے دعوتی، تربیتی اور تنظیمی سرگرمیوں کو مزید منظم فرمایا۔ مکہ کی گلی بازار، گھر گھر اور ہر مرد وعورت تک دعوت پہنچائی۔ موسم حج کے موقع پر آنے والے قبائل وافراد تک پہنچنے کے لیے بازار عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز پہنچے۔ لوگوں کو دعوت اسلام دی اور روشن مستقبل کی نوید سنائی۔ ہر طرف سے ردعمل سخت تھا تاہم استقلال سے اپنے ہدف کے حصول کی طرف پیش قدمی جاری رہی تاہم ابتلاو آزمائش میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا...... یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی یہ ہجرت باعث برکت ثابت ہوئی کہ یہ ہجرت بعثت نبوی کے بنیادی مقصد کے حصول میں مددگار بن گئی۔ دعوتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کارکن ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ اس کاروان اسلام اور اس کے قائد پر کیا گزری۔ وہ سب کچھ ہدف تک پہنچنے کے لیے برداشت کیا گیا۔ شعب ابی طالب کی قید اور طائف میں پر تشدد مظالم کا سامنا کیا گیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہل یثرب کو یہ اعزاز بخشا کہ یثرت کے لوگوں نے بعثت نبوی کے بنیادی مقصد کے حصول میں مدد دینے کے لیے آپ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے......دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ ﷺ کو معراج نصیب فرمایا۔ معراج کیا تھا عالمی قیادت کی منتقلی کا اعلان تھا۔ امامت انبیاو رسل، مشاہدات سفر و بیت المقدس، نظام سمٰوٰت، ملائکہ کا مشاہدہ، انبیاء ورسل سے ملاقاتیں، جنت کی سیر، مناظر جہنم و دجال وغیرہ کا مشاہدہ۔ ملاقات رب ذوالجلال، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحائف اور ان سب کے مقاصد و پیغامات کو حاصل کر کے جب واپس تشریف لائے تو گویا حکومت کو چلانے کی تعلیمات ربانیہ کے ریفریشر کورس کو مکمل کر لیا۔ لہٰذا معراج سے واپسی کے ساتھ ہی مدنی اسلامی ریاست کے قیام سے بعثت نبوی کا بنیادی مقصد حاصل ہو گیا۔

اسلامی ریاست کے وجود میں آجانے کے بعد عبادات کے لئے مساجد کا قیام اور نظام وضع کیا گیا۔ اسلامک صفہ سنٹر وجود میں آیا۔ اسلامی ریاست کے لئے ترجیحات کا تعین کیا گیا۔ اسلامی مواخات کے نظام کو وسعت دی گئی اور اس کے آداب وتقاضے بتائے گئے۔ اسلامی حکومت کے آفاقی دستور العمل کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اسلامی ریاست کے خلاف قریش مکہ، یہود مدینہ، بدوؤں اور منافقین کی سرگرمیوں اور جارحیت کے جواب میں اسلامی ریاست کی دفاعی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ اور اس کے آداب سکھائے گئے۔ اور اسلامی نظام زندگی کی ترویج وتنفیذ کا اہتمام کیا گیا۔ نیز مدنی حکومت کے دفاع، توسیع واستحکام کے نظام کو بروئے کار لاتے ہوئے غزوات وسرایا کے میدان کارزار میں اترنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے نتیجے میں جزیرۃ العرب فتح ہو گیا اور عالمی سطح پر فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اقامت دین کا فریضہ انجام دے کر امت کے لیے خلافت راشدہ کی صورت میں یہ اسوہ چھوڑا کہ امت محمدیہ ﷺ تا قیامت اس اسوہ حسنہ پر قائم رہے اور اگر یہ خلافت راشدہ کا نظام کہیں کمزور ہونے لگے تو مسلمان من حیث الامت اس اسوہ کے احیا کے لئے اپنی توانیاں بروئے کار لائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا دور آیا اور دنیا میں کلمہ طیبہ کا علم لہراتا رہا جب حضرت علیؓ کی وفات ہوئی تو یہ دور اپنے اختتام کو پہنچا اس کے بعد خلافت کے نام سے حکومت کا نظام تو چلتا رہا لیکن وہ خلافت راشدہ کے مقام کو نہ پہنچ سکا۔ ہاں اچھی حکومتیں بھی آئیں اور بری بھی لیکن جو معیار مطلوب تھا وہ کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ خلافت راشدہ کا قیام امت محمد ﷺ پر آج تک قرض ہے۔ اس قرض کا تقاضا ہے کہ مسلمان حکمران اور مسلم قوم من حیث القوم اقامت دین کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اسوہ احمد مجتبیٰ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں دنیا کے اندر ایک اسلامی ریاست کو وجود میں لائیں قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی بشارات کے مطابق ہر حال میں ایک مرتبہ پھر کسی ایک ملک میں نہیں دنیا بھر میں اسلام نے غالب ہو کر رہنا ہے، عزم واستقلال کی ضرورت ہے، عمل پیہم کی ضرورت ....''

پس انقلاب آ رہا ہے۔ اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے جس طرح سورج کے طلوع ہونے میں کوئی شک نہیں پس بیدار ہو جائیے کیونکہ طلوع سحر کا وقت آن پہنچا ہے اور وضو کیجئے، تہجد کے نوافل ادا کیجئے۔ اذان فجر دیجئے۔ سنت فجر ادا کیجئے۔ صفیں درست اور سیدھی کیجئے اور اس میں کسی بھی قسم کی کجی باقی نہ رہنے دیجئے۔ اقامت کے لیے نعرہ تکبیر بلند کیجئے صف بستہ اور بنیان مرصوص بن جائیے کہ یہی حکم خداوندی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصف: 4:61)

''اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

باجماعت نماز ادا کیجئے کہ یہی حکم ربانی ہے۔

﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

''اور اے نبیؐ جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنے اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی آ کر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنے اسلحہ لیے رہے، کیونکہ کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ البتہ تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر پھر بھی چوکنے رہو۔ یقین رکھو اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔'' (النسآء: 102:4)

﴿وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (النساء ۴۔ ۱۰۴)

''اس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے۔''

تھوڑا سا انتظار کیجئے طلوع آفتاب ہوا چاہتا ہے۔ اس لئے روشنی چہار سو پھیل گئی ہے اور لوگ اسلام کے سورج طلوع ہونے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا استقبال کرنے کے لیے بیتاب کھڑے ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے اپنے مدعا کو قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔مکی دور کو بالعموم دعوتی دور سمجھا اور بیان کیا جاتا ہے اس لئے مکی دور کی دعوتی جدوجہد کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔حتیٰ کہ بعض جزیات کو بھی تفصیلاً قارئین کے سامنے رکھا ہے اور بتایا ہے کہ دعوت صرف پیغام ربانی کو لوگوں تک پہنچانے کا نام نہیں ہے بلکہ دعوت کے ذریعہ مسلم امہ کی شیرازہ بندی کر کے اور ان کو اسلام کے نظام تربیت سے گزار کر بالفعل دین کو غالب کرنا ہے۔یہی اسوہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا علانیہ آغاز آپؐ نے کوہ صفا سے فرمایا تھا اور بلاتوقف یہ جدوجہد جاری رکھی تاآنکہ جزیرۃ العرب فتح ہو گیا اور جنگ موتہ وتبوک کے ذریعہ آپؐ نے عالمی انقلاب کے لیے راہ ہموار فرمائی اور جیش اسامہ کی روانگی کے ساتھ آپؐ دار فانی کی طرف بلا لئے گئے .... مکی زندگی کی دعوتی دوڑ دھوپ کو جہاں اجاگر کیا گیا ہے وہاں توسیع دعوت، تنظیم وتربیت کے پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا گیا ہے جس کو قاری جگہ جگہ محسوس کرے گا۔ پھر واقعات وحالات کے ضمن میں سیرت کا جو دعوتی پیغام ہے وہ آپ کو ہر جگہ ملے گا......دعوتی جدوجہد اور کشمکش میں کہیں بے صبری اور عجلت بھی نظر نہیں آئی وہ مکہ کی حدود کے اندر دعوتی میدان ہو یا شعب ابی طالب کا تنگ وتاریک دائرہ ہجرت حبشہ کے مراحل ہوں یا طائف کا سفر اور گلی کوچے ہوں۔تاآنکہ ہجرت نبویؐ کے ساتھ ہی اللہ کا دین غالب آ گیا اور مقتدر دعوتی دور کے سیلاب یا طوفان میں تمام مخالف قوتیں خس وخاشاک کی طرح بہہ گئیں یا ڈوب مریں۔اور قیصر وکسریٰ اپنے اپنے اقتدار کے ایوانوں میں لرزہ براندام ہو گئے جو خلافت راشدہ کے دور میں اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔مدنی دور اسلام کے غلبے اور اقتدار کا دور ہے یہاں تجزیے اور تبصروں کی بجائے اسلام کے عملی نفاذ کو بیان کیا گیا ہے اور اسلامی حکومت کے استحکام وتوسیع کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے جو حقیقی معنوں میں اسلام کے تمکن فی الارض کی عملی تفسیر ہے۔اس تناظر میں جب آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ کتاب محض سیرت کی کتاب نہیں بلکہ سیرت کی روشنی میں فریضہ اقامت دین کی جدوجہد کو بیان کیا گیا ہے۔جس کو اسوہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بنیادی اور مرکزی ہدف اور مقصد قرار دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں آنے والے فتنوں اور ابتلاء وآزمائش کا تذکرہ بھی موجود ہے جن کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اسلام کے بار بار غالب ہونے کے جملہ مراحل کو بھی بیان فرمایا ہے جو تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔اس میں ائمۃ الاسلام کو کیا کرنا چاہیے اور اہل ایمان کا کیا کردار ہوگا مستقبل اسلام کا ہے کے عنوان سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔جس کا تذکرہ جگہ جگہ آپ کو ملے گا۔بالخصوص کتاب کے آخری باب کو اسی موضوع کے لئے وقف کیا گیا ہے کہ کیا دور حاضر میں غلبہ اسلام ممکن ہے؟ ممکن ہی نہیں غلبہ اسلام یقینی ہے۔اس کے لئے قرآن وحدیث سے فراوانی کے ساتھ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ان چند معروضات کے ساتھ ہم یہ کتاب قائدین تحریکات اسلامی اور کارکنان تحریکات اسلامی کی نذر کرتے ہیں۔اس امید کے ساتھ کہ یہ کتاب ہمارے مخاطب بغور پڑھیں اور یہ پیغام مغرب سے مشرق تک اور شمال سے جنوب تک بنوآدم کو پہنچایا جائے اور اقامت دین کی جدوجہد کے ذریعہ اسوہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کر اسلام کی دعوت کا علم اٹھاتے ہوئے کارکنان اسلام کی تربیت کے ذریعے اپنی تنظیمی صلاحیتوں کا جوہر اجتہاد بروئے کار لا کر اسلامی حکومت کے قیام کا ہدف سر کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تعارف کتاب'' کے ضمن میں مولانا عبدالوکیل علوی صاحب مدظلہ العالی کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے پیرانہ سالی میں اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور کتاب کو مزید بہتر بنانے کے لیے مفید مشورے دیئے نیز نظر ثانی کے دوران عمومی پروف ریڈنگ کے مشکل ترین کام بھی از خود اپنے ذمے لیا اور اصلاح کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس کتاب کی کمپوزنگ عزیزم طارق فاروق صاحب اور جناب محمد اسلام خان صاحب نے کی ہے۔ ان حضرات نے جس محنت اور لگن سے یہ کام کیا ہے اس پر میں ان کا ممنون ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العالمین ان کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اسی طرح پروفیسر علی احمد چودھری صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے پروف ریڈنگ میں میری درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

فاروق احمد

۱۶ محرام الحرام ۱۴۳۳ھ

بمطابق 21۔ جولائی 2012ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

"بعثت نبویؐ کے آغاز سے ہجرت حبشہ تک"

دعوت کا آغاز، اثرات، ردعمل، مفاہمت اور مزاحمت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو روئے زمین پر جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے وہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے اور بعثت کے بعد آپؐ نے جو اسلامی انقلاب بپا کردینے کے حوالے سے جو جدوجہد فرمائی ہے، وہ بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾ (الم نشرح ۹۴:۴)

"اور بلند کردیا ہم نے تمہاری خاطر (اے محمد ﷺ) تمہارا ذکر۔"

اور سورہ الضحیٰ میں ارشاد ربانی ہے

﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝﴾ (الضحیٰ ۹۳:۴)

اور یقیناً بعد کا دور بہتر ہے تمہارے لئے پہلے دور سے"

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝﴾ (الضحیٰ ۹۳:۵)

"اور عنقریب (وہ کچھ) عطا کرے گا تمہیں تمہارا رب کہ خوش ہو جاؤ گے تم۔"

سیرت طیبہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر لکھنے والے دور نبوت سے لکھ رہے ہیں اور تا حال لکھا جا رہا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس کتاب میں سیرت سرور عالم ﷺ کے صرف ایک پہلو کو اجاگر کرنا مطلوب ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد کیا تھا؟ کیا وہ مقصد حاصل ہوا؟ آپؐ نے بعثت کے بنیادی مقصد کو کیسے حاصل کیا؟ اور حصول مقصد کے لیے کیا کیا تدابیر اختیار کیں؟ آیئے اس پر غور وخوض کرتے ہیں۔

بعثت محمدی ﷺ کا بنیادی مقصد دین حق کا غلبہ تھا جو بالفعل غالب ہو گیا

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد دین حق کا غلبہ تھا جو اسلامی حکومت کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (التوبۃ۹:۳۳ صف ۶۱:۹)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنس دین پر غالب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ناگوار ہو۔"

سورہ الفتح میں "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" کی بجائے "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" (الفتح:۴۸:۲۸) کے الفاظ آئے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہے "اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

"لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" اس جملہ پر بار بار غور کیجئے جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو منصب رسالت عطا کرتے ہی "ہدایت اور دین حق" دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین حق کو جملہ ادیان پر غالب کر دیں۔

"ظ۔ ہ۔ ر" کے مادہ سے یہ لفظ کئی معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ "ظَهَرَ" باب فتح سے: ظَهَرَ فُلَانٌ: غَلَبَهٗ یعنی فلاں آدمی غالب آیا۔ اَظْهَرَهٗ عَلٰى عَدُوِّهٖ "دشمن پر غالب کرانا" وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَدُوِّهٖ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں پر غلبہ عطا کیا۔

"ظَهَرَ عَلَيْهِ" وہ اس پر غالب آ گیا۔ "ظَاهَرْتُهٗ" میں نے اس کی مدد کی "ظَاهَرَ عَلَيْهِ" کے معنی ہیں اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی۔ "اَلظَّهِيْرُ" مددگار۔ لہٰذا اس لفظ کے معنی ہوئے "مدد کرنا، غالب ہونا، کھلنا، بلند کرنا، قوی پشت ہونا اور کھڑا ہونا، جم جانا، ظاہر ہونا، ثابت قدم ہونا، درست ہونا، معتدل ہونا۔

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ جو ہدایت اور دین حق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دیا اس دین حق کو جملہ ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے کی جدو جہد کرنا، اور اسکے غلبہ تک جدو جہد جاری رکھنا آپ ﷺ پر فرض تھا۔ غلبہ دین کے لئے اُٹھ کھڑے ہونا، اس کو نمایاں اور واضح کرنا، اس کو بلند و برتر بنانا، اس کا اظہار کرنا اور باہر آنا اور مصائب و مشکلات میں پشت کو قوی و مضبوط رکھنا، ثابت قدم رہنا اور درست اور معتدل طریق کار اپنا کر کامیابی کی منزل تک پہنچنا اور اس کام میں معاونین و مددگار تلاش کرنا اور بالفعل اس کام میں لگانا اور دین کے غلبہ کے لئے دیگر اقدامات کا اہتمام کرنا یہ سب رسول کریم ﷺ کے فرائض میں شامل تھا۔ اور الحمدللہ آپ نے عملاً ہدایت ربانی کے مطابق دین حق کو غالب کر دیا۔

دین حق کیا ہے؟

یہ دین حق کیا ہے؟ کہ جس کو غالب اور سربلند کرنے کا آنحضرت ﷺ کو پابند کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کے لئے اس کا سمجھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۳:۱۹)

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

اور یہ دین جس کے معنی طریق زندگی یا نظامِ زندگی یا طرزِ فکر و عمل کے ہیں جس کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو یہ ایسا دین ہے جو تمام انبیا کا تھا اور اصولی طور پر وہی دین اسلام آنحضرت ﷺ کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَيۡهِ ؕ اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ:۴۲:۱۳)

''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے۔ جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔'' اور سورہ یوسف میں ارشاد ہے

﴿اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾﴾ (یوسف:۱۲:۴۰)

''فرمانروائی کا اختیار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے، اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو، یہی ٹھیٹھ سیدھا طریق زندگی ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے کام کی شہادت جن الفاظ میں بیان کی وہ ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ہے۔

﴿وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾﴾ (البقرۃ:۲:۱۳۲)

''اسی طریقے پر چلنے کی ہدایت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ ''میرے بچو، اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے۔ لہٰذا مرتے دم تک تم مسلم ہی رہنا۔''

''دین'' اسلامی نظامِ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اس نظام زندگی کو اختیار کرنے یا اختیار نہ کرنے میں انسان آزاد ہے۔ جبراً کسی کو اس طریقِ زندگی کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۵۶﴾﴾ (البقرۃ:۲:۲۵۶)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''

متذکرہ بالا دلائل کی رو سے پہلی بات یہ واضح ہوگئی کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد دین حق کا غلبہ تھا۔ اور دین حق اسلامی نظامِ زندگی کا نام ہے۔ اور اسلامی نظام زندگی کسی ایک شعبہ یا چند معاملات تک محدود نہیں بلکہ انفرادی زندگی کے جملہ امور کا اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات کا نام ہے اور یہ بھی کہ یہ نظام کسی ایک دور کے لئے نہیں بلکہ تا قیامت تمام ادوار کے لئے ایک حقیقی اور صحیح نظام زندگی اور صحیح طرزِ فکر و عمل کا نام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری چیز یہ واضح ہوئی کہ جو مقصد بعثت رسول کریم ﷺ کا تھا وہی مقصد جملہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے دین اسلام کے لئے ساڑھے نو سو سال جدوجہد کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی گھر کے اندر باپ کو مخاطب کیا، یا قوم سے کشمکش ہوئی یا نمرود سے مناظرہ و مباحثہ ہوا اور ٹکر ہوئی وہ بھی غلبہ دین کے لئے ہوئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو کشمکش فرعون کے ساتھ ہوئی تو اس کا بنیادی مقصد بھی اسلام کو بالفعل غالب کرنا مطلوب تھا یہی وجہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم سے جس خطرے کا اظہار کیا وہ یہی تھا کہ

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ (المؤمن:۲۶:۴۰)

''ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا'' چھوڑ دو مجھے، میں اس موسیٰ کو قتل کئے دیتا ہوں اور پکار دیکھے یہ اپنے رب کو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا، یا ملک میں فساد برپا کرے گا۔''

(مزید ملاحظہ فرمایئے: الاعراف:۷:۱۱۰، ۱۲۳، ۱۲۷۔ اور الشعراء:۲۶:۳۵)

اور آنحضرت ﷺ کو جب رب ذوالجلال نے دین کو غالب کردینے کا مشن سونپا تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے اپنے عقیدے کا اعلان کیا۔ جس پر اہل مکہ کا شدید ردعمل سامنے آیا اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا" كَبُرَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ" یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے۔ جس کی طرف (اے محمدؐ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔

اب آئیں اس پہلو کا جائزہ لیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو غلبہ دین کی جدوجہد کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے کیا کیا اقدامات دین کو عملاً غالب کرنے کے لئے اٹھائے۔

نزول قرآن کا آغاز اور ورقہ بن نوفل کا تبصرہ

جب سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات عرش سے لے کر جبریل امین غار حرا میں پہنچے جہاں آمنہ کے لال، عبداللہ کے لخت جگر ایک عرصے سے بندگی رب میں مصروف اور بت پرستی و بے حیائی اور فسق و فجور میں مبتلا انسانیت کے بارے میں متفکر و پریشان حال ہدایت ربانی کے متلاشی تھے کہ اس کیفیت میں آواز آئی

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ (العلق۹۶: ۱تا۵)

''پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

یہ وحی اخذ کرنے میں کتنی دقت اور دشواری پیش آئی یہ کتب احادیث کے تفصیلی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا۔ یہاں رک کر ذرا تصور فرمایئے کہ پہاڑ کی ایک غار میں جہاں آپ تنہا ہیں وہاں اچانک ایک فرشتے کے آجانے سے آپ کو کس قدر حیرت اور پریشانی ہوئی ہوگی۔ صحیح بخاری میں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(" فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَىٰ خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي... فَزَمَّلُوهُ حَتَّىٰ ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ")

" رسول اکرم ﷺ نے (درج بالا) آیتوں کو دہرایا (مگر) آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے) کانپ رہا تھا۔ پھر آپؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ، انہوں نے آپ کو کمبل اُڑھادیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا۔"

اس کے بعد آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو پورا قصہ سنایا اور فرمایا کہ (" لَقَدْ خَشِيتُ عَلَىٰ نَفْسِي ") مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے جواباً چالیس سالہ سیرتِ طیبہ کا نچوڑ بیان کر کے ان الفاظ میں آپؐ کو تسلی و دلاسہ دیا کہ

(" كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَىٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ ") (بخاری باب بدء الوحی حدیث: ۲)

" ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو کنبہ پرور (یعنی صلہ رحمی کرنے والے)، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے ہیں۔"

تسلی و تشفی کے ان الفاظ کے بعد وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، انجیل کو عبرانی زبان میں لکھتے تھے، نہایت ضعیف، بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے کہا اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی بات سنیئے۔ چنانچہ آپؐ نے ساری صورتحال بیان فرمائی تب ورقہ بن نوفل نے وہ تاریخی تبصرہ یا تعبیر بیان کی جو رہتی دنیا تک بار بار دہرائی جاتی رہے گی۔ انہوں نے کہا

(" هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللهُ عَلَىٰ مُوسَىٰ يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ تُوُفِّيَ .... ")

(بخاری کتاب بدء الوحی: حدیث نمبر ۳)

" یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس عہد (نبوت) میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ رہتا، جبکہ آپ کی قوم آپ کو (مکہ سے) نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں، جو شخص بھی اس طرح کی چیز لے کر آیا جیسی آپ لائے ہیں لوگ اس کے دشمن ہو گئے، اگر مجھے آپ (کی نبوت) کا زمانہ مل گیا تو آپ کی پوری مدد کرونگا، پھر کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

ورقہ بن نوفل نے محمد کریم ﷺ کی زبانی واقعہ سن کر تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سے جس نبی کا نام اس موقع پر منتخب کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے تورات نازل کی تھی اور جن کی کشمکش فرعون کے ساتھ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جو رہتی دنیا تک عبرت کا نشان رہے گا۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی کشمکش عرب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان زدِ عام تھی۔ اسی لئے ورقہ بن نوفل نے کہا کہ "هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی" یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ ناموس لغت میں راز داں کو کہتے ہیں ایسا راز داں جو اپنا بھی خواہ و ہمدرد ہو۔ ناموس کے مقابلے میں جاسوس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو دشمن بن کر آدمی کے راز معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ یہاں لفظ ناموس استعمال کر کے ورقہ بن نوفل نے محمد ﷺ کو تسلی دی اور یقین دلایا کہ خوف اور خطرے کی کوئی بات نہیں یہ آنے والا وہ فرشتہ ہے جو وحی لیکر حضرت موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے ویسے ہی آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

دوسری بات جو ورقہ بن نوفل نے تسلی کے انداز میں کہی وہ یہ ہے کہ "کاش میں اس عہد (نبوت) میں جوان ہوتا کاش میں اس وقت زندہ رہتا جب "اِذْ یُخْرِجُكَ قَوْمُكَ" آپ ﷺ کی قوم آپ کو (مکہ) سے نکال دے گی اور آپ کے سوال کہ "اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ" وہ لوگ مجھے نکال دیں گے، کے جواب میں ورقہ بن نوفل نے ایک تاریخی حقیقت کو جن الفاظ کا جامہ پہنایا وہ یہ ہیں۔ کہ "لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَاجِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ" ہاں جو شخص بھی اس طرح کی چیز لے کر آیا جیسی آپ لائے ہیں لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ انہوں نے پھر ایک مرتبہ آپ کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کی پوری مدد کرونگا۔ پھر ورقہ بن نوفل کی مہلت عمل ختم ہوئی اور وہ انتقال کر گئے لیکن اپنا یہ پیغام چھوڑ گئے کہ محمد ﷺ ویسے ہی اللہ کے نبی و رسول ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، اور جو کلام آپ لائے ہیں ویسا ہی کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کشمکش فرعون و ہامان اور دیگر سرداران سے ہوئی تھی اسی طرح آپ کی کشمکش سرداران قریش سے ہوگی اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کشمکش اور مخالفت و محاذ آرائی کے نتیجہ میں مصر چھوڑنا پڑا تھا اسی طرح آپ کو بھی مکہ سے نکلنا پڑے گا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ سرداران قریش کا خاتمہ کر کے آپ کو فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس ملاقات کے بعد آپ کو حوصلہ ملا۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التعبیر میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی تسکین کے بعد جب آپ نے ورقہ کی بات سنی تو آپ کو حق کا یقین آ گیا اور آپ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس یقین میں مزید اضافے کے لئے کئی طریقوں سے یہ بات ذہن نشین فرمائی۔ مثلاً حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو اسلام کے اعلانِ عام کے بعد ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک نامور صحابی ہیں بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) میں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ (اللہ کے) نبی ہیں نیز آپ کو یقین کیسے ہوا؟ آپؐ نے فرمایا، اے ابوذرؓ! میں مکہ کی وادی بطحاء میں کسی جگہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہا۔ ان میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے استفسار کیا کہ یہ وہی شخص ہے؟ (جس کے بارے میں رب العزت نے ہمیں فرمایا ہے کہ میرے ایک نبی ہیں ان کے پاس جاؤ) فرشتے نے جواب دیا ہاں۔ (یہی وہ شخص ہیں) پھر پہلے فرشتے نے کہا ایک آدمی کے ساتھ ان کا وزن کرو (آپؐ نے فرمایا) میرا وزن ایک شخص کے ساتھ کیا گیا لیکن میں اس شخص سے بھاری نکلا۔ پھر فرشتے نے کہا کہ (اب) دس اشخاص کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ (آپؐ نے فرمایا) چنانچہ دس اشخاص کے ساتھ میرا وزن کیا گیا لیکن میں ان سے بھاری رہا۔ پھر اس فرشتے نے کہا (اب) 100 اشخاص کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ان کا وزن کرو (آپؐ نے فرمایا) چنانچہ 100 اشخاص کے ساتھ میرا وزن کیا گیا لیکن میں ان سے بھاری رہا۔ پھر اس فرشتے نے کہا (اب) ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو (آپؐ نے فرمایا) چنانچہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا لیکن میں (پھر بھی) ان سے بھاری رہا۔ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا تھا کہ وہ پلڑا (میرے پلڑے کے مقابلے میں) اتنا ہلکا اور بلند تھا کہ مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ سب میرے اوپر گر جائیں گے۔ (آپؐ نے فرمایا) ان دونوں فرشتوں میں ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر تم ان کا وزن تمام امت کے ساتھ کرو تو تب بھی یہ بھاری رہیں گے۔ (مشکوٰۃ: حدیث نمبر ۵۷۷۴۔ بحوالہ سنن دارمی)

متذکرہ بالا حدیث (اور دیگر ایسے واقعات) سے آپ کو اپنی نبوت کا علم اور یقین کامل ہو گیا لیکن اس مضمون کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو غلبہ دین کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ نے بالفعل اسلامی ریاست قائم کر کے اسلام کا علم بلند کر دیا اس حوالہ سے ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے (ہتھیلی کے برابر) زمین کو سمیٹا (اور پھر مجھے دکھایا) میں نے زمین کو مشرق سے مغرب تک دیکھا۔ بلاشبہ عنقریب میری امت کی بادشاہی وہاں تک وسیع ہوگی جہاں تک مجھے (زمین) سمیٹ کر دکھائی گئی تھی۔ نیز مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا کئے گئے۔ (مراد سونا اور چاندی) اور میں نے (اپنے پروردگار سے) اپنی امت کے لئے التجا کی کہ اسے عام قحط سے ہلاک نہ کیا جائے۔ جو ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دے اور (ان التجاؤں کے جواب میں) میرے رب نے فرمایا، اے محمد ﷺ بلاشبہ جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جا سکتا اور میں آپ کو اپنا یہ عہد دیتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ان پر ان کے علاوہ کسی غیر دشمن کو مسلط کروں گا جو ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دے اگرچہ ان کے خلاف اطراف واکناف (سبھی دشمن حملہ کرنے کے لئے) اکٹھے ہو کر ہی کیوں نہ آجائیں البتہ یہ لوگ آپس میں ہی ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید و بند کریں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن۔ حدیث نمبر ۷۲۵۸ وسنن ابوداؤد ۴۲۵۳ وجامع الترمذی ۲۱۷۶ وسنن ابن ماجہ ۳۹۵۲)

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں آپ نے کارِ نبوت کا آغاز فرمایا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خواتین میں سب سے پہلے ایمان لائیں اور اپنا کُل اثاثہ تحریکِ اقامت دین کے لئے وقف کر دیا اور ہر موڑ پر دامے، درمے، سخنے حمایت و تعاون کا حق ادا کرتی رہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام بطور نظامِ زندگی قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور بچوں میں سے کم سن عمر کے باوجود حضرت علی نے ایمان کی لازوال دولت کو سمیٹ لیا، اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بحیثیت مسلم اور محب رسول ﷺ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ اس طرح شمع رسالت کے گرد تین سال کے رابطوں اور جدوجہد کے نتیجہ میں ۱۳۳ کے لگ بھگ پروانے جمع ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قرابت داروں کے اجتماع سے دعوت کا آغاز

آنحضرت ﷺ نے ابتدائی دور میں ان لوگوں کو دعوتِ دین کیلئے منتخب کیا جن کے ساتھ گہرا ربط و تعلق تھا، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام جاری رہا اور آہستہ آہستہ دائرے میں توسیع پیدا ہوتی چلی جارہی تھی اور سورہ المدثر کی ابتدائی آیات کے بعد وحی کی آمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے تسلسل سے اور تیز رفتاری سے شروع ہو چکی تھی، نما فجر اور عشا کی دو، دو رکعت پڑھنے کا بھی اہل ایمان نے سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ حکم ربانی نازل ہوا

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء ۲۶: ۲۱۴)

آپ اپنے نزدیک ترین قرابتداروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے۔"

دعوت دین کے دائرہ کو مزید وسعت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ الشعراء نازل فرمائی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ورقہ بن نوفل نے اپنی گفتگو کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ کس طرح آپ کی نبوت کا آغاز ہوا پھر آخر میں انہوں نے بنی اسرائیل سمیت ہجرت کر کے فرعون اور قوم فرعون سے نجات پائی اور فرعون و آلِ فرعون کو غرق کیا گیا۔ بہ الفاظ دیگر یہ تذکرہ ان تمام مراحل پر مشتمل ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قومِ فرعون کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے گزرے تھے۔ نیز اس سورہ میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی اقوام مثلاً فرعون اور قومِ فرعون کے علاوہ قوم نوح، عاد، ثمود، قومِ ابراہیم، قومِ لوط اور اصحاب الایکہ کے انجام کا بھی ذکر ہے۔

اس کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ کو انذار کا حکم دیا گیا ہے کہ اب کھلم کھلا دعوت دینے کا آغاز ہوا چاہتا ہے، تو اس موقع پر تکذیب اور ظلم و زیادتی سے بھی سابقہ پیش آئیگا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے یہ نمونہ موجود ہو۔ نیز جو لوگ آپکو جھٹلائیں انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ تکذیب اور اس پر اصرار کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد دو اہم قدم اٹھائے۔ پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے اپنے قریب ترین عزیزوں اور قرابتداروں کی ضیافت کا اہتمام کیا (بعض روایات کے مطابق بارہا ضیافت کا انتظام کیا) (جو چالیس یا پینتالیس افراد یا اس کے لگ بھگ تھے۔ پہلے اجتماع کے موقع پر کھانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت پیش کی۔ اس دعوتی اجتماع کی تفصیلات، کتب احادیث، کتب سیرت و تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہاں صرف منفی ردِ عمل کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ نے کیا دعوت پیش فرمائی۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے الرحیق المختوم میں ابن الاثیر کی فقہ السیر ہ ص: ۷۷، ۷۸ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس اجتماع کے اندر شرکت کرنے والے آپ کے چچا ابولہب نے بات کاٹ دی اور بولا دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھا ئی ہیں بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو، اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمہیں پکڑ لوں۔ پس تمہارے لئے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی امداد کریں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لئے تم سے بڑھ کر شر (اور تباہی) کا باعث ہوگا۔

ان الفاظ کو بار بار پڑھئے اور نتیجہ اخذ کیجئے کہ (تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا) کا کیا مطلب ہے یہی نا کہ جس کلمے کی طرف میں آپ کو بلا رہا ہوں اس نے دنیا میں بلند ہو کر رہنا ہے۔ اس لئے تم خود بھی اسے قبول کرو اور اس کو بلند کرنے میں میری مدد کرو۔ نیز ان الفاظ پر بھی غور کریں کہ (اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بقیہ عرب بھی ان کی امداد کریں گے) کا کیا مطلب ہے بالکل یہی مطلب ہے کہ اگر آپ نے دنیا پر اسلامی نظام کے غلبے کی بات کی تو صرف قبائل قریش ہی نہیں سارا عرب تمہارا دشمن ہو جائے گا اور اگر ذرا رک کر ان الفاظ پر بھی آپ غور کر لیں کہ (پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لئے تم سے بڑھ کر شر (اور تباہی) کا باعث ہوگا) کا مطلب بڑا واضح ہے کہ اس کا نقصان محض آپ کو نہیں ہوگا بلکہ پورے خاندان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس لئے ابولہب نے کہا کہ (بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو) اس کا مطلب بھی صاف یہی ہے کہ اسلام کی حکمرانی کا خواب دیکھنا نادانی کی بات ہے اس لئے بھتیجے ایسی بات مت کرو۔

ابولہب کی اس گفتگو کے بعد آنحضرت ﷺ اس موقع پر مصلحتاً خاموش ہو گئے تاہم پھر آپ نے قرابتداروں کو ضیافت پر بلایا کھانے کے فوراً بعد آپ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا: "ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں، اسی پر ایمان رکھتا ہوں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں" پھر آپؐ نے فرمایا "رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول (فرستادہ) ہوں۔ بخدا تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لئے جنت ہے یا ہمیشہ کے لئے جہنم ...... اس خطاب کے جواب میں آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی مدد کا اعلان کیا تاہم اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ کے چچا ابولہب نے کہا "خدا کی قسم یہ برائی ہے، اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو" اسکے جواب میں آپؐ کے چچا ابو طالب نے کہا "خدا کی قسم جب تک جان میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے"

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الشعرآء ۲۶:۲۱۴) کی تفسیر میں مفسر کبیر حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کی ایک حدیث بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت ﷺ نے بنو عبد المطلب کو گھر پر جمع کیا یہ ایک جماعت تھی۔ یہ لوگ بڑے کھانے پینے والے لوگ تھے۔ ایک ایک شخص بکری کا دو سال کا بچہ کھا جاتا تھا۔ اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ پی جاتا تھا۔ آپ نے ان سب کے کھانے کیلئے صرف تین پاؤ (آٹے) کے قریب کھانا پکوایا لیکن خدا تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب (دودھ) پی چکے تو نہ کھانے میں (کوئی) کمی نظر آتی تھی اور نہ (دودھ) میں کوئی کمی محسوس ہوتی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا "اے اولاد عبد المطلب میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس وقت کھانے پینے کے حوالے سے تم میرا ایک معجزہ بھی دیکھ چکے۔ اب تم میں سے کون ہے جو مجھ سے بیعت کرے اور میرا بھائی اور میرا ساتھی ہو۔ ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا سوا میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ میرے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ آپ نے میری بیعت لی۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت) ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الشعرآء ۲۶:۲۱۴)

مسند احمد و تفسیر ابن کثیر حوالہ حیاۃ الصحابۃ ج:۱ تالیف مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ: ص ۱۰۹ مطبوعہ دمشق عن علیؓ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوہِ صفا پر پہلا دعوتی اجتماع عام

آنحضرت ﷺ اپنے ابتدائی تین سالہ دورِ نبوت میں اپنے رفقاء واحباب کو اسلام کی دعوت پیش کر رہے تھے اور گھر پر اعزہ واقربا کی ضیافت پر ضیافت کر کے انہیں دین اسلام کی دعوت پہنچائی جارہی تھی اور وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آ گیا کہ

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾﴾ (الحجر: ۱۵:۹۴)

''سو (اے نبی) ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دو ان باتوں کا جن کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اور پروا نہ کرو مشرکوں کی۔''

بس اس حکم کے بعد آنحضرت ﷺ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور با آواز بلند اعلان فرمایا "یَا صَبَاحَاہ، یَا صَبَاحَاہ" ہائے صبح کا خطرہ، ہائے صبح کا خطرہ۔ پھر آپ نے لوگوں کو جمع ہونے کیلئے بلایا اور ایک ایک قبیلے کا نام لے لے کر پکارا یہاں تک کہ اہل مکہ صفا کے دامن میں جمع ہو گئے۔ جو نہیں آ سکتا تھا اس نے اپنا نمائندہ بنا کر کسی نہ کسی کو بھیجا یہ مکہ مکرمہ میں اپنی نوعیت کا پہلا عوامی اجتماع عام تھا۔ جس میں ہر قبیلے بلکہ ہر گھر سے نمائندے آئے ہوئے تھے۔ آپ کوہِ صفا پر کھڑے تھے گویا کوہِ صفا عوامی اجتماع کے لئے سٹیج کا کام دے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

(("اَرَئَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟ قَالُوْا نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقاً. قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ"))

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ سبا۔ حدیث نمبر ۴۸۰۱ وصحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر ۵۰۸ وترمذی ۳۳۶۳)

''تم مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی اوٹ سے نکل رہا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک لشکر وادیِ (فاطمہ) سے نکل رہا ہے، اس کا مقصد قتل وغارت گری کرنا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھ لو گے؟ ان سب نے اثبات میں جواب دیا (اور کہا) کہ ہم نے آپ کے بارے میں ہمیشہ سچائی ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، میں تم لوگوں کو اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے سامنے پیش (آنے والا) ہے''

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ("وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾" نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور مروہ پہاڑی پر چڑھ گئے اور آپ نے پکار کر (تمام قبائل کو) کہا:

(("اِنَّ اللهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُنْذِرَ عَشِيْرَتِيَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاَنْتُمُ الْاَقْرَبُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ، وَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ حَظًّا وَلَا مِنَ الْاٰخِرَةِ نَصِيْباً اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ فَاَشْهَدُ بِهَا لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ وَتَدِيْنُ لَكُمُ الْعَرَبُ وَتَذِلُّ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ"))

(حیاۃ الصحابۃ جلد: ۱ص ۹۱ مطبوعہ دمشق، طبقات ابن سعد اخبار النبی ﷺ ج: ۱ص ۱۱۲ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، کذافی کنز العمال: ۱ص ۲۷۷)

''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان والوں کو ڈراؤں اور قریش میں میرے قریب ترین لوگ تم ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، میں تم لوگوں کو (دنیا میں) اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی حصے کا مالک بنا سکتا ہوں اور نہ آخرت سے کوئی چیز دلا سکتا ہوں بجز اس صورت کے کہ تم کہو 'لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اس صورت میں، میں تمہارے پروردگار کے روبرو تمہارے حق میں شہادت دونگا اور تمام عرب تمہارا ہی دین اختیار کرے گا، تمہارے طریقہ کی پیروی کرے گا اور تمام عجم تمہارا تابع و مطیع ہو جائے گا۔''

اس پہلے عوامی اجتماع میں آنحضرت ﷺ نے تین بڑی اہم اور کلیدی باتیں ارشاد فرمائی ہیں اولاً یہ کہ تم کہو'لا اله اِلَّا اللّٰهُ'' لَآ نہیں ہے اِلٰه کوئی الٰہ (یعنی معبود) اِلَّا اللّٰه، اللہ کے سوا۔ یہاں لانفی جنس کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ انسانوں میں اور نہ جنات میں اور نہ اس کی دیگر مخلوقات میں، وہ سورج ہو یا چاند، ستارے، آگ ہو یا پہاڑ اور نہ اس کا اپنا نفس۔ ہر لحاظ سے ''اِلٰہ'' ایک ہے اور وہ اللہ جلّ جلالہ ہے۔

لَآ اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ لفظی اعتبار سے ایک انتہائی مختصر کلمہ ہے لیکن معنوی اعتبار سے بے حد عمیق ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ اس کلمہ کا کیا مطلب ہے۔ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مکہ کے محلہ اجیاد میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ اے محمد ﷺ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا

("اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَتَخْلَع مَااَنتَ عَلَيْهِ مِن عِبَادَةِ حَجَرٍ لَايَسْمَعُ وَلَا يَضُرُّ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يَنفَعُ وَلَا يَدْرِى مَن عَبَدَهٗ مِمَّن لَا يَعبده!!")

میں تم کو ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور ان پتھروں کی عبادت چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

(حیاۃ الصحابۃ: ج ۱، ص ۷۲۔ البدایہ والنہایہ: ج ۳، ص: ۳۲ والحاکم فی المستدرک: ج ۳، ص: ۲۴۸)

اور اسی طرح جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس مذاکرات کیلئے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو انکو جواب دیتے ہوئے آپ نے دریافت فرمایا

("يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ مِنْ اِلٰهٍ؟ قَالَ: سَبْعًا فِي الْاَرْضِ وَوَاحِداً فِي السَّمَآءِ. قَالَ: فَإِذَا اَصَابَكَ الضُّرُّ مَنْ تَدْعُوْا؟ قَالَ: الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ. قَالَ فَإِذَا هَلَكَ الْمَالُ مَنْ تَدْعُوْا؟ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ. قَالَ فَيَسْتَجِيبُ لَكَ وَحْدَهٗ وَتُشْرِكُهُمْ مَعَهٗ اَرْضِيتَهٗ فِي الشُّكْرِ اَمْ تَخَافُ اَنْ يَّغْلِبَ عَلَيْكَ؟ قَالَ: وَلَا وَاحِدَةً مِنْ هَاتَيْنِ. قَالَ: وَعَلِمتُ اَنِّيْ لَمْ اُكَلِّمْ مِثْلَهٗ. قَالَ: يَا حُصَيْنُ اَسْلِمْ تَسْلَمْ. قَالَ اِنَّ لِيْ قَوْماً وَعَشِيْرَةً فَمَا ذَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: قُل: اَللّٰهُمَّ اَسْتَهْدِيْكَ لِاَرْشَدِ اَمْرِيْ وَزِدْنِيْ عِلْماً يَنفَعُنِي. فَقَالَهَا حُصَيْنُ فَلَمْ يَقُمْ حَتّٰى اَسْلَمْ)

(حیاۃ الصحابۃ ج ۱: ص: ۷۵، ۷۶۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۱: ص ۳۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے حصین اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حضرت حصینؓ نے کہا میرے سات خدا زمین پر ہیں اور ایک خدا آسمان میں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا (یہ بتاؤ کہ) جب تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے تو کس خدا کو پکارتے ہو؟ حضرت حصین نے کہا کہ آسمان والے خدا کو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (اچھا یہ بھی بتاؤ کہ) جب مال ہلاک ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟ حضرت حصین نے کہا آسمان والے کو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ تمہاری پکار پر وہ اکیلا تمہاری فریادرسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کرتے ہو۔ کیا تم آسمان والے کی رضا و اجازت سے ان دیوتاؤں کو شریک کرتے ہو۔ یا ان دیوتاؤں سے ڈرتے ہو کہ اگر تم ان کو شریک نہیں کرو گے تو وہ تم پر غالب آجائیں گے۔ حضرت حصین نے کہا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے۔"

حضرت حصین کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ آج تک ان جیسی بڑی ہستی سے میں نے بات نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے حصین! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ حضرت حصین نے کہا، میری قوم ہے، اور میرا خاندان ہے (اگر اسلام قبول کر لیا تو ان سے مجھے خطرہ ہے) اس لئے اب میں کیا کہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو "اَللّٰھُمَّ اَسْتَھْدِیْكَ لِاَرْشَدَ اَمْرِیْ وَزِدْنِیْ عِلْماً یَنْفَعُنِیْ" ، اے اللہ میں اپنے معاملے میں زیادہ رشد و ہدایت والے راستے کی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع زیادہ عطا فرما۔ حضرت حصین نے یہ دعا پڑھی تو وہاں سے اٹھنے سے پہلے وہ اسلام لے آئے۔

'اِلٰہ' کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کھول کھول کر بیان فرمادیا کہ وہ اس طاقت کا نام ہے جس کی غلامی کی جائے، جس پر انسان والہانہ طور پر فدا ہو، جسکی عظمت مان کر اس کی پرستش کرے، جس کی حمد وثنا کے گن گائے اور تحمید و تقدیس بیان کرے، جس کو نذر پیش کرے، اور بھلائی کی امیدیں لگائے، اور جس کی سزا سے خوف کھائے، اِلٰہ وہ ہے جس کی ذات سے جزا کا امیدوار ہو، اور جس کی گرفت سے ڈرے۔ اِلٰہ وہ ہے جس کو اپنا مالک و مختار سمجھے، فرمانروا، اور قانون ساز مانے، جس کے مطالبات کو پورا کرے اور جس کے منع کردہ امور سے باز رہے، جس کے عطا کردہ اصولوں کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنائے اور اس کی مقرر کردہ حدوں کی پابندی کرے۔ جس کے ضابطہ حلال و حرام کو بلاچون و چرا قبول کرے، اور اس ذات کو سرچشمہ ہدایت تسلیم کرے، الٰہ العلمین کی مرضی کے مطابق نظامِ حیات کی تشکیل کرے، اس کے پسندیدہ لوگوں کا احترام کرے اور اس کا انکار کرنے والوں کی مخالفت کرے اور الٰہ العلمین کے اشاروں پر تن من دھن کی بازی لگا دے اور اس کی رضا کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے" یہ کوہِ صفا و مروہ کے خطابات کا خلاصہ تھا جو آپ نے بس اس جملہ میں بیان فرمادیا کہ تم کہو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" نہیں ہے کوئی خدا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا مگر وہی۔

دوسری جو بات آپ نے اس خطاب میں ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ "وَتَدِیْنُ لَکُمُ الْعَرَبُ" اور تمام عرب تمہارا ہی دین (یعنی نظام زندگی) اختیار کرے گا۔ اور تمہارے طریقہ کی پیروی کرے گا۔ "وَتَدِیْنُ لَکُمُ الْعَرَبُ" سارے کا سارا عرب تمہارا دین اختیار کر لے گا، پیروی اختیار کرے گا، تمہاری فرمانبرداری کرے گا، تمہارے حکم پر چلے گا۔ بعض روایات میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں "کَلِمَةً وَاحِدَةً تُعْطُوْنِیْھَا تَمْلِکُوْنَ الْعَرَبَ وَتَدِیْنُ لَکُمْ بِھَا الْعَجَمُ" میری ایک بات مان لو عرب اور عجم سب تمہارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابع ہو جائیں گے۔ تم عرب کے بادشاہ یعنی حکمران و مالک اور فرمانروا بن جاؤ گے۔

تیسری چیز آپ نے جو اس خطاب میں ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "تَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ" اور تمام کا تمام عجم تمہارا تابع و مطیع (فرمان) ہو جائیگا۔ تدِیْن، دُلّ، ذِلت کے معنی بے عزت ہونا، عاجزی کے ساتھ اطاعت کرنا، ذلیل، تذلیل، ذلت وغیرہ اردو میں استعمال ہونے والے یہ الفاظ عربی کے اسی لفظ سے ماخوذ ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" کا عقیدہ صرف آپ کو حکمرانی ہی نہیں دے گا بلکہ جو آپ کے اس نظام کو اختیار نہیں کرے گا اسے عملاً ذلت و رسوائی کے ساتھ آپ کے تابع و مطیع فرمان بن کر رہنا پڑے گا۔

کارِ نبوت کا بنیادی ہدف

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العلمین نے آنحضرت ﷺ کو کتاب ہدایت عطا کر کے اس بات کا پابند کیا کہ دنیا میں رائج تمام طریقوں، ضابطوں کو ختم کر کے انہیں مٹا کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین حق کو غالب کر کے رائج کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ابتدائی دور میں قریبی احباب و رفقاء اور اعزہ و اقربا کو دعوت دی اور دین حق کو غالب دین کی حیثیت سے رائج کرنے کے لئے لوگوں کو مدد و نصرت کے لئے بلایا اور مزید اعوان و انصار کی تلاش و جستجو کو آگے بڑھاتے ہوئے کوہِ صفا و مروہ پر کھڑے ہو کر اعلانیہ آپ نے کام کا آغاز کیا اور فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر سردارانِ قوم اور قبائل کو مخاطب کیا اور انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے اور اس کے نظام کو غالب کرنے کی جدوجہد میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ سیاسی غلبے اور اسلامی نظام کو بالفعل اختیار کرنے اور دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات کا اتنی کثرت کے ساتھ ذکر کیا کہ اس کا احاطہ کرنا انسانی بس میں نہیں۔ یہاں چند واقعات برائے نمونہ پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ (وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)
(صحیح بخاری کتاب التیمم ۳۳۵۔۴۳۸۔۳۱۲۲ و صحیح مسلم کتاب المساجد ۱۱۶۳ و سنن نسائی ۴۳۰ و ۷۳۵)

"(مجھ سے پہلے) ہر نبی کو خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، جب کہ میں تمام لوگوں کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔

۲۔ ایک اور ارشاد نبوی ہے۔

(وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ)، (صحیح مسلم ۱۱۶۷۔ ترمذی ۱۵۵۳۔ سنن ابن ماجہ ۵۶۷)

"مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا، اور نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔

یعنی مجھے آخری نبی بنا کر بھیجا گیا ہے"

۳۔ (بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي) (صحیح بخاری ۷۰۱۳ و ۲۹۷۷ و صحیح مسلم ۱۱۶۷، و سنن ۳۰۸۷)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، مجھے رعب کے ذریعہ نصرت عطا کی گئی اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا"

۴۔ حضرت عطا بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کے بارے میں بتائیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا ضرور بتاؤں گا۔ اللہ کی قسم! تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات وہ ہیں جو قرآن پاک میں (مذکور) ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴾ (الاحزاب: ۳۳:۴۵)

"اے نبیؐ بلاشبہ ہم نے آپ کو (اہل ایمان پر) گواہ (جنت کی) خوشخبری دینے والا اور گناہ گاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

نیز آپ ناخواندہ لوگوں کی جائے پناہ ہیں، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپکا نام متوکل رکھا ہے، آپ بدخُلق نہیں، نہ سخت مزاج ہی ہیں، نہ بازاروں میں شور وشغب ہی کرنے والے ہیں اور نہ آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے ہی دیتے ہیں، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور (دعائے) مغفرت کرتے ہیں اور اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک فوت نہیں کریں گے جب تک آپ کے سبب گمراہ قوم کو راہِ راست پر نہ لے آئیں گے۔

اس طرح کہ وہ لوگ 'لَا اِلٰهَ اِلَّا الله' کا اقرار کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس (کلمہ توحید) کی وجہ سے ان کی اندھی آنکھیں کھول دے گا، ان کے بہرے کانوں کو قابل سماعت بنا دے گا اور ان کے بے حس دلوں کو حکمت عطا کرے گا"

(صحیح بخاری کتاب البیوع حدیث نمبر ۲۱۲۵ و ۴۸۳۸ ومسند: ۲/ ۱۷۴)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

۵۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ رسولؐ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

("اِنِّيْ عِنْدَ اللهِ مَكْتُوْبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ، وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ، دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ، وَبِشَارَةُ عِيْسٰى، وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرَ الشَّامِ") (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۷۵۹۔ بحوالہ شرح السنہ)

"میں اللہ تعالیٰ کے ہاں آخری نبی لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی گندھی ہوئی مٹی میں تھے، اور میں تمہیں اپنے آغاز کے بارے میں بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے روشنی نکلی جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے"

اللہ تعالیٰ کے ان اشارات اور دلائل و براہین اور روشن آیات سے سرشار اور لبریز ہو کر آپؐ میدانِ دعوت میں نکلے، ہر قسم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات کا سامنا کیا، بھوک پیاس کو برداشت کیا "تبًا لک یا محمدؐ" ایسے کلمات کو گوارا کیا، گالیاں سنیں، مجنون اور دیوانہ، شاعر و جادوگر جیسے الفاظ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا، بال نوچے گئے، معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کے نتیجے میں شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا، مقدس گھر یعنی بیت اللہ جیسے مقام میں دوران نماز اوجھڑی پشت مبارک پر رکھی گئی، استہزاء مذاق اُڑایا گیا، تشدد و ستم ڈھائے گئے، بیٹیوں کو طلاق کے پروانے ہاتھ میں تھما دیئے گئے، جڑ کٹا کہا گیا، ظلم و جور کے پہاڑ توڑے گئے، قتل کے منصوبے بنائے گئے اس سب کچھ کے باوجود آپؐ نے پورے اطمینان و سکون، اعتماد و ثوق کے ساتھ جس بات کو کثرت سے دہرایا اور بار بار پکار کر کہا وہ بات وہی تھی کہ لوگو یہ کلمہ توحید کا اقرار و اعلان کرو غلبہ و اقتدار تمہارا مقدر ہوگا، حکمرانی تمہاری ہوگی، حکم تمہارا چلے گا، اس کلمے کے نظام کے نتیجے میں امن و امان قائم ہوگا، خون کے پیاسے باہم دشمنیاں، محبت و بھائی چارے میں تبدیل ہو جائیں گی اور خدا کی رحمتوں کی نہریں اور دریا نہیں سمندر چل پڑیں گے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سبز انقلاب آ جائیگا اور تم عرب ہی نہیں عجم کے بادشاہ اور حکمران بن جاؤ گے یہ نوشتۂ دیوار ہے اسے پڑھ لو لوگو! پہلے آؤ گے تو دنیا و آخرت میں مقام بلند پاؤ گے ورنہ ذلیل و خوار ہو کر دنیا و آخرت میں نشان عبرت بن جاؤ گے۔

دعوت الی اللہ کا یہ نعرہ مستانہ لے کر آپ فرد، فرد کے پاس بھی جا رہے تھے اور اجتماعی طور پر بھی لوگوں کو بلا رہے تھے، مرد بھی مخاطب تھے اور خواتین بھی یہ کام جس طرح دن کی روشنی میں ہو رہا تھا ویسے ہی رات کی تاریکی میں بھی انجام دیا جا رہا تھا، گرمی کی حدت اور سردی کی شدت داعی کو اور پُرعزم بنائے جا رہی تھی، ماننے اور دعوت کو قبول کرنے والوں کے حوصلے بلند ہو رہے تھے اور جماعتی نظم و نظام پروان چڑھتا جا رہا تھا۔ اور دعوت کو نہ ماننے والوں اور اسے مسترد کر دینے والوں کے قول و کردار کا عزائم و اہداف پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔ بس قافلہ تھا کہ کارواں بنتا چلا جا رہا تھا اور میر کارواں تیز تر اور تیز گام چلتا جا رہا تھا۔ رکاوٹیں کھڑی کرنے والے پریشان حال اور لرزہ براندام تھے اور یہ کیفیت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی اور رحمت کا سمندر حبشہ تک پہنچ گیا تھا اور مدینہ طیبہ میں اس نے جڑ پکڑلی تھی اور پتھر، پہاڑ اپنی جگہ پر پڑے اور کھڑے رہ گئے اور آب رحمت نے شام و روم اور ایران کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور علم اسلام ہر طرف لہراتا ہوا نظر آنے لگا۔ یہ سفر کیسے طے ہوا صرف ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

عمرو بن عبسہ کا ایمان اور پُرخطر حالات میں ان کو غلبہ اسلام کی نوید

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے (حیاۃ الصحابہ جلد اول ص ۸۵۔۸۶) میں حضرت عمرو بن عبسہؓ کے ایمان لانے کے واقعہ کو مسند احمد، طبقات ابن سعد، مسلم، طبرانی اور الاصابہ کے حوالے سے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ

"حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا، وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کے درپے آزار ہے۔ اور بہت بے باک ہے اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو۔ پھر میں نے عرض کیا، کیا واقعی آپ کو اللہ نے پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے، اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد، اور ایک غلام، میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ اور حضرت بلال تھے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا:

("إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا وَلٰكِنِ ارْجِعْ إِلَىٰ أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ بِالْحَقِّ بِي. قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَىٰ أَهْلِي وَقَدْ أَسْلَمْتُ") (مسند احمد ج: ۴، ص: ۱۱۲)

فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے، اس لئے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا"

حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور آپ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی (یعنی محمد ﷺ) جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے اس کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ قتل نہ کر سکے، اور نصرتِ الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ کو پہنچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں وہی ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں۔ (مسند احمد ج: ۴، ص: ۱۱۴، ابن سعد: ا، ص: ۱۵۸ عن عمرو بن عبسہ مطولاً)

ایک اور حدیث میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ "میں (عمرو بن عبسہ) نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ا۔ صلہ رحمی کی جائے ۲۔ اور انسانی جانوں کی حفاظت کی جائے ۳۔ اور راستوں کو پر امن رکھا جائے ۴۔ اور بتوں کو توڑا جائے۔ ۵۔ اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا یہ احکامات جو اللہ نے آپ کو دے کر بھیجا ہے بہت اچھے ہیں اور میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں، کیا میں آپ کے ساتھ ٹھہر جاؤں یا آپ جو مناسب سمجھیں۔ آپ نے فرمایا: "قَدْ تَرَىٰ كَرَاهَةَ النَّاسِ لِمَا جِئْتُ بِهِ فَامْكُثْ فِي أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ خَرَجْتُ فَأْتِنِي"

(مسند احمد ج: ۴، ص: ۱۱۱، واخرجہ ایضاً مسلم والطبرانی وابو نعیم کما فی الاصابہ ۳/ ۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم خود دیکھ رہے ہو کہ جس دین کو لے کر میں آیا ہوں لوگ اسے کتنا برا سمجھ رہے ہیں، لہٰذا اب تم اپنے گھر جا کر رہو اور جب تم میرے متعلق یہ سن لو میں اپنی ہجرت والی جگہ پہنچ گیا ہوں تو اس وقت میرے پاس آ جانا"

حضرت عمرو بن عبسہؓ کے ایمان لانے کے اس واقعہ سے کئی باتیں کھل کر ہمارے سامنے آئیں ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ دعوتِ عام کا ابتدائی مکی دور نہایت مشکل ترین دور تھا جس میں آنحضرت ﷺ نے کام منظم کیا جس میں بعض صحابہ کرام کو آپ نے مکہ سے واپس گھر جانے کا مشورہ دیا اور وہ واپس چلے گئے اور آپ ﷺ نے اپنی جدو جہد کے ذریعہ دین حق کو غالب کر دیا اور عملاً حکومت قائم ہوگئی تو لوگ مدینہ طیبہ میں واپس آئے۔

۲۔ دوسری بات یہ سامنے آئی کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ جتنا یقین انسان کو سورج کے طلوع ہونے کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کا سورج طلوع ہو کر رہا اور آپ اسلامی ریاست کے پہلے حکمران تھے۔

۳۔ آپ دینِ حق یا دوسرے الفاظ میں کامل نظام زندگی لے کر آئے جس میں عبادات بھی تھیں، عقائد بھی اور امن کا نظام بھی جس میں ہر انسان کو جان کا تحفظ حاصل تھا اور راستوں کو پرامن رکھنے کا لائحہ عمل تک موجود تھا۔

۴۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ نظام زندگی اپنی سوچ اور نقطہ نظر پر مبنی نہیں تھا بلکہ اللہ رب العلمین کا عطا کردہ تھا، اور دائمی و لازوال بھی اور یہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے تھا۔ اور یہ طریقِ زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تھا، ہے اور رہے گا۔

۵۔ اور آخری بات کہ یہ نظام زندگی غلبہ چاہتا ہے، اقتدار چاہتا ہے، حکومت کا طلبگار ہے اور اس کلمہ توحید اور اسکے نظام وتہذیب کو قائم کرنے، اسے برپا کرنے کیلئے انسان اُٹھ کھڑا ہو تو یہ اپنے اندر اتنی قوت و طاقت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سربلندی و سرفرازی کے لئے راستے ہموار کر دیتا ہے اور اس کے لئے جدو جہد کرنے والوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرتا ہے۔

بنو عامر بن صعصعہ کا حکومت میں شرکت کا مطالبہ

امام زہری کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ بنو عامر بن صعصعہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا کہ (وہ آپ کی مدد کریں) ان میں سے بحیرہ بن فراس نامی آدمی نے کہا کہ

["وَاللهِ لَوْاِنِّي أَخَذْتُ هٰذَا الْفَتَى مِنْ قُرَيْشٍ لَاَكَلْتُ بِهِ الْعَرَبَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَرَأَيْتَ اِنْ نَحْنُ تَابَعْنَاكَ عَلٰى اَمْرِكَ ثُمَّ أَظْهَرَكَ اللهُ عَلٰى مَنْ يُخَالِفُكَ اَيَكُونُ لَنَا الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ ﷺ: الْاَمْرُ لِلّٰهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: اَفَتُهْدِفُ نُحُوْرَنَا لِلْعَرَبِ دُوْنَكَ فَاِذَا اَظْهَرَكَ اللهُ كَانَ الْاَمْرُ لِغَيْرِنَا، لَا حَاجَةَ لَنَا بِاَمْرِكَ. فَاَبَوْا عَلَيْهِ۔]

(حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۹۶، بحوالہ البدایہ والنہایہ: ج:۳، ص:۱۳۹)

"اگر میں قریش کے اس نوجوان کا دامن پکڑ لوں تو میں اس کے ذریعے سارے عرب کو ختم کر سکتا ہوں، پھر اُس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے کام میں ہم آپ کا ساتھ دیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفوں پر غالب کر دے تو آپ کے بعد کیا حکومت ہمیں مل جائیگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اس کا اختیار تو اللہ کو ہے وہ جسے چاہے دے" اس نے کہا واہ واہ! ہم آپ کو بچانے کیلئے عربوں کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں اور جب اللہ آپ کو غالب کر دے تو حکومت دوسروں کو مل جائے۔ ہمیں آپ کے کام کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہہ کر ان سب نے آنحضرت ﷺ کا انکار کر دیا۔

عکاظ، مَجنّہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں دعوتی سرگرمیاں اور اس کا ردّعمل

اعلان نبوت کے بعد آپ نے اپنی دعوتی سرگرمیاں تیز بلکہ تیز تر کر دیں، آپ مکہ کے ہر گھر اور گھر کے ہر فرد تک پہنچے اور انہیں دعوت پیش کی، قبائل کے سرداروں تک پہنچے، عام رعایا یہاں تک غلاموں، بے سہارا لوگوں، غرباء و مساکین اور پسے ہوئے طبقات تک پہنچے، آنے والے مسافروں، عمرہ و حج پر آنے والے لوگوں، مویشی منڈیوں، غلہ منڈیوں، یہاں تک کہ میلے کے مراکز بازار عکاظ، مجنّہ اور ذی المجاز میں آنے والے حجاج اور میلے ٹھیلے کے تماشبینوں غرض ہر فرد اور قبیلے تک پہنچ کر آپ نے اپنی دعوت بھی پیش کی اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے لئے مدد و تعاون بھی مانگا۔ اس حوالے سے چند واقعات کو اس تناظر میں دیکھیں کہ اس دعوتی مہم کی غرض و غایت کیا ہے۔ واضح طور پر معلوم ہوگا کہ اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد ہے کشمکش ہے افہام و تفہیم ہے، معاونین و انصار کی تلاش ہے اور جنہیں دعوت دی جا رہی ہے ان کا دوٹوک الفاظ میں مطالبہ ہے کہ اس جدوجہد کی کامیابی کے بعد ہمیں کیا ملے گا۔ کیا ہمیں حکومت میں حصہ ملے گا؟ کیا ہماری بھی حکومت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔

۱۔ حضرت وابصہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ (ہم موسم حج میں) منٰی میں جمرہ اولیٰ جو مسجدِ خیف کے قریب ہے، اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ ہمارے پاس ہماری قیام گاہ میں تشریف لائے اور آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے حضرت زید بن حارثہؓ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ہمیں دعوت دی جسے ہم نے اللہ کی قسم قبول نہیں کیا اور یہ ہم نے اچھا نہیں کیا اور ہم نے اسی موسم حج میں آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں سن رکھا تھا۔ آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر دعوت دی جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت میسرہ بن مسروق عبسیؓ بھی تھے وہ کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس آدمی کی بات غالب ہو کر رہے گی۔ حتیٰ کہ دنیا میں ہر جگہ پہنچ جائے گی" قوم نے میسرہؓ سے کہا ان باتوں کو چھوڑو، ایسی بات ہم پر کیوں پیش کرتے ہو جس کے برداشت کی ہمیں طاقت نہیں......

(جب یہ لوگ واپس اپنے گھروں کی طرف جا رہے تھے تو قوم سے) حضرت میسرہؓ نے کہا کہ آؤ فدک چلتے ہیں کیونکہ وہاں یہودی رہتے ہیں، ان سے ہم اس آدمی کے بارے میں پوچھیں گے چنانچہ وہ لوگ یہودیوں کے پاس گئے (اور ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا) وہ اپنی کتاب نکال کر لائے اور سامنے رکھ کر اس میں سے آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک پڑھنے لگے، اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ ان پڑھ اور عربی نبی ہیں۔ اونٹ پر سوار ہوا کریں گے۔ معمولی چیز پر یا ٹکڑے پر گزارہ کر لیں گے۔ ان کا قد نہ زیادہ لمبا ہوگا اور نہ چھوٹا۔ اور ان کے بال نہ گھنگریالے ہوں گے نہ بالکل سیدھے۔ انکی آنکھوں میں سرخ ڈورا ہوگا، اور ان کا رنگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفید سرخی مائل ہوگا۔ اتنا پڑھنے کے بعد یہودیوں نے یہ کہا جس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے اگر وہ ایسا ہی ہے تو تم اس کی دعوت قبول کرلو اور اسکے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ ہم حسد کی وجہ سے ان کی اتباع نہیں کریں گے اور ہمارے ان سے زبردست معرکے ہوں گے، عرب کا رہنے والا ہر آدمی یا تو آپ کی اتباع کرے گا یا آپ سے جنگ لڑے گا۔

(اخرجہ ابونعیم ص:۱۰۲ و فی البدایہ ج:۳ ص:۱۴۵)

اسی طرح آپ عکاظ کے بازار میں قبیلہ کندہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا'' میں تمہیں ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم میری بھی حفاظت کرو۔ پھر اگر میں غالب آ گیا تو تمہیں اختیار ہوگا۔ اکثر قبیلے والوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن ہم انہی خداؤں کی عبادت کریں گے، جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ قوم میں سے ایک چھوٹی عمر والے نے کہا اے میری قوم! دوسروں کے ماننے اور ساتھ لے جانے سے پہلے تم انکی بات مان کر اپنے ساتھ لے جاؤ'' اللہ کی قسم! اہل کتاب بیان کرتے ہیں کہ ایک نبی حرم سے ظاہر ہوگا جس کا زمانہ قریب آ چکا ہے۔ قوم میں ایک کانا آدمی تھا اس نے کہا چپ کرو میری بھی سنو۔ اس کو تو اس کے خاندان نے نکال دیا ہے اور تم پناہ دے کر پورے عرب کی لڑائی مول لینا چاہتے ہو۔ نہیں، نہیں، ایسا ہرگز نہ کرو...... اور وہ لوگ اپنی قوم میں واپس گئے اور ان کو اپنے سارے حالات سنائے تو ایک یہودی نے ان سے کہا تم نے بڑا سنہری موقع ضائع کر دیا۔ اگر تم دوسروں سے پہلے اس آدمی کی مان لیتے تو تمام عرب کے سردار بن جاتے۔ انکی صفات اور حلیہ کا بیان ہماری کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان کا ظہور مکہ میں ہوگا اور وہ ہجرت کر کے یثرب (مدینہ) جائیں گے۔ اس یہودی کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے سنا کہ مرتے وقت وہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کر رہا تھا اور ایمان کا اظہار کر رہا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۱۱۷، ۱۱۸ بحوالہ ابونعیم فی دلائل النبوہ ص:۱۰۳)۔

مکی زندگی کے ناقابل برداشت مصائب کی ایک جھلک اور اس میں روشن مستقبل کی نوید

اس کتاب میں مکی زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ مطلوب نہیں ہے، اس گفتگو کا مرکزی نکتہ تو یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعثت کی غرض و غایت دین اسلام کو غالب کر دینے کی تھی اور آپ نے لوگوں کے سامنے جب دعوت پیش کی تو اس نکتے کو ہر حوالے سے اجاگر کیا کہ حق غالب ہونے کے لیے آیا ہے اور اس نے ہر حال میں غالب ہو کر رہنا ہے اور کسی بھی صورت اس کا راستہ نہیں روکا جا سکتا نیز مخالفین منہ کی کھائیں گے اور دین حق کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ تاہم اس جدوجہد میں کسی قسم کا نفاق قبول نہیں۔ اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو کر جدوجہد منظم کرنے کی ضرورت ہے اور اس جدوجہد کے راستے میں آزمائش و ابتلا اور مصائب و آلام کا آنا بھی ناگزیر ہے بلکہ کامیابی کا راستہ کانٹوں بھرے جنگل سے گزرتا ہے۔ یہاں میں دو واقعات کا تذکرہ اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ داعیان الی اللہ کو یہ باور رہنا چاہیے کہ یہ راستہ کتنا مشکل ہے اور ان مشکلات کے باوجود کامیابی کتنی یقینی ہے۔

جنگ احد میں رسول اکرم ﷺ کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے، رخسار مبارک زخمی ہو گئے تھے سر مبارک میں خود کی کڑیاں کھب گئی تھیں، فضا اتنی ناساز گار بن گئی تھی کہ آپ پر ضربوں کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی تھی اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے تھے آپ کو اٹھا کر ایک پہاڑی پر لے جایا گیا۔ مدینہ طیبہ واپسی کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے ایک سوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کیا کہ "کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی گزرا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سخت اور شدید رہا ہو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عائشہؓ تمہاری قوم قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گزرا عقبہ کا دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن کلال کے سامنے پیش کیا۔لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو میں پریشان حال متفکر وہاں سے چلا اور جب میں قرن الثعالب پہنچا تب ذرا غم ہلکا ہوا تو میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے پکار کر کہا آپؐ کی قوم نے جو باتیں آپؐ سے کہیں اور جس شکل میں انہوں نے آپؐ کی دعوت کا جواب دیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور آپ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا انتظام کرنے والے فرشتہ کو بھیجا ہے، آپؐ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ وہ منکرین حق کے سلسلہ میں آپؐ کا حکم بجالائے گا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ) پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے (مجھے) آواز دی، سلام کیا، پھر کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی قوم نے آپؐ سے جو باتیں کہیں۔ اسے اللہ نے سنا اور میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں اور میرے رب نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں تو جو کچھ آپ چاہتے ہیں بتایئے۔ اگر آپؐ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملا دوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَّنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا" بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی بندگی کریں گے۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق: ۳۲۳۱، ۷۳۸۹، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر: ۴۶۵۳)

اس روداد الم کا تعلق براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ بنیادی سوال تو یہ تھا کہ احد کی جنگ میں آپ کو ذاتی طور پر دکھ، تکلیف اور رنج والم پہنچا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی آپؐ کو اپنی زندگی میں کبھی کوئی اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی کا المناک ترین طائف کا دن یاد آ گیا اور آپ نے فرمایا "عائشہؓ تمہاری قوم قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گزرا عقبہ کا دن تھا" اس کی تفصیلات سیرت طیبہ کا موضوع ہے۔ داعیان الی اللہ کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ میں بھی اس کا مختصر تذکرہ آئندہ چل کر کروں گا یہاں میں صرف اس موقع پر کی جانے والی دعا پیش کرتا ہوں۔ جس سے اس دن کی سنگینی اور شدت کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل طائف کے ظلم و ستم سے چھٹکارے کے بعد دوگانہ نماز پڑھی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ دعا نکلی۔

"الٰہی! اپنی قوت کی کمی، اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے پر اپنی بے بسی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے، درماندہ بے کسوں کا پروردگار تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے۔ آخر تو مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے۔ کیا اس حریف بے گانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے۔ یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملے پر قابو رکھتا ہے لیکن اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔ پس تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ میں اس بات کے مقابلے میں کہ تیرا غضب مجھ پر پڑے یا تیرا عذاب مجھ پر وارد ہو، تیرے ہی نور جمال کی پناہ طلب کرتا ہوں، جس سے ساری تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس کے ذریعے دین و دنیا کے جملہ معاملات سنور جاتے ہیں۔ مجھے تو تیری رضامندی اور خوشنودی کی طلب ہے، بجز تیرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں سے کوئی قوت وطاقت نہیں مل سکتی۔"

دوسری بات یہ سامنے آئی کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کو ٹھیک ٹھیک ضابطوں کے مطابق چلا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک الجبال آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت جبریل امین کی موجودگی میں تشریف لائے۔ اور کہا "اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے آپؐ سے جو باتیں کہیں۔ اسے اللہ نے سنا اور میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں اور میرے رب نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں تو جو کچھ آپ چاہتے ہیں بتایئے۔ اگر آپؐ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملا دوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔

تیسری بات جو اس واقعہ کی روح ہے جو آنحضرت ﷺ کی سیرت کا زندہ وجاوید کردار ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے اہل ایمان کے لیے اسوہ حسنہ ہے، اغیار وکفار کے سامنے ایسی برہان ودلیل ہے جس کا ان کے پاس جواب نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت ﷺ امن کے پیامبر ہیں کہ قدرت واختیار کے حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ نے منتقمانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے دعائیہ کلمات کے ساتھ ملک الجبال کو رخصت کیا۔

چوتھی چیز جو سامنے آئی کہ پیغمبر آخر الزماں کی نظریں حال پر نہیں مستقبل پر ہیں کہ آج اہل طائف نے نہایت برے انداز میں دعوت کو ٹھکرا دیا ہے، اوباش لونڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا ہے کہ انہوں نے اتنا لاٹھی چارج اور سنگ باری کی ہے کہ آپ ﷺ خون میں نہا گئے۔ اتنے بدترین ظلم وتشدد کے باوجود جذباتی کیفیت آپ پر طاری نہیں ہے۔ چکی کے دو پاٹوں میں پیس دینے کی پیش کش کے باوجود روشن مستقبل کا اشارہ دیتے ہوئے آپؐ نے جو بات ملک الجبال سے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ" بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی بندگی کریں گے۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" چنانچہ طائف آپ کی زندگی میں فتح ہو کر اسلامی حکومت کا جزو لاینفک بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا وپیش گوئی کو قبول کر کے سچ ثابت کر دکھایا کہ ان کی اولادیں توحید خالص کی علمبردار بنیں بلکہ سپہ سالار بنیں۔ ان میں ایک سترہ سالہ نوجوان جسے تاریخ اسلام میں محمد بن قاسم کے نام سے جانا جاتا ہے طائف سے چلا اور مکران کے ساحل پر اترا اور راجہ داہر سے ٹکرا کر سندھ کو باب الاسلام کا درجہ دے کر ملتان کو سر کیا اور اس طرح برصغیر اسلام کا گڑھ اور قلعہ بن گیا جو تا قیامت تاریخ اسلام میں سنہری باب کے طور پر پڑھا جاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

دوسرا واقعہ مکی زندگی کے اس دور کا ہے جب سرداران مکہ کے جور وستم اور مظالم شباب پر تھے۔ صحابہ کرام کو برسر عام اس قدر پیٹا جاتا تھا کہ وہ بے ہوش ہو جاتے، جسم حتیٰ کے منہ پر ورم آ جاتا کہ لوگ انہیں پہچان نہ سکتے، تپتی ریت پر لٹا کر اوپر پتھر رکھ دیا جاتا، انگاروں کا بستر بچھا کر اوپر لٹا دیا جاتا، الٹا لٹکا دیا جاتا۔ غرض تاریخ نے اب تک جو مظالم کی شکلیں متعارف کرائی تھیں۔ صحابہ کرام اور صحابیات کو ان کا سامنا تھا کہ اس حال میں حضرت خباب بن ارتؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت خباب کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ "آپ ہمارے لیے اللہ کی مدد طلب نہیں کرتے؟ آپؐ اس ظلم کے خاتمہ کی دعا نہیں کرتے؟ (آخر یہ سلسلہ کب تک دراز ہوگا؟ کب یہ مصائب ختم ہوں گے؟) آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اسے اس گڑھے میں کھڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جاتا، پھراوپر سے آرا لایا جاتا اور اس سے اسکے جسم کو چیرا جاتا، یہاں تک کہ اسکے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے پھر بھی وہ دین سے نہ پھرتا، اور اسکے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ اللہ کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔" "وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ اللهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَ مَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ أَوِالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ" قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء (یمن) سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستہ میں اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ البتہ چرواہے کو صرف بھیڑیئے کا خوف رہے گا کہ کہیں بکری اٹھا کر نہ لے جائے۔ لیکن افسوس تم لوگ جلدی کرتے ہو۔" (صحیح بخاری کتاب المناقب ۳۶۱۲)

اس حدیث پاک میں چار چیزیں بیان ہوئی ہیں جن پر غور کرنا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اولاً یہ کہ بیت اللہ میں استراحت جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی دعوتی کاموں سے فراغت کے بعد ہی یہاں آرام فرماتے تھے جہاں حاضر ہو کر حضرت خباب ؓ نے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرنے اور مکہ میں اہل ایمان پر ظلم وستم کے خاتمے کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ دوسرے الفاظ میں بیت اللہ قائد تحریک کا مرکز تھا اور کارکنان تحریک کا بھی، یہی حیثیت آپ ؐ کے دور میں مساجد کی تھی۔ قبا میں تین دن کا قیام تھا اس عرصہ میں مسجد تعمیر کی اور مسجد مرکز اسلام قرار پایا اور جب مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد تعمیر کی اور صفہ بنا کر مبلغین کو بڑے پیمانے پر تیار کر کے عالمی سطح پر دعوت پہنچانے اور دین کو غالب کرنے کا اہتمام فرمایا۔ آج بھی عمدہ ترین مراکز اللہ تعالیٰ کے یہ گھر ہیں، جنہیں اس حوالہ سے آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

ثانیاً حضرت خباب بن ارت ؓ کی درخواست دعا، اور نصرت الٰہی کی طلب سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات بہت ہی زیادہ بگڑ گئے تھے اور ظلم وستم برداشت سے باہر ہو گیا تھا کہ جس حال میں خباب ؓ حاضر ہوئے، لفظ قُلْنا سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خباب ؓ اکیلے نہیں با جماعت آئے تھے، اور درخواست فرد کی نہیں جماعت کی تھی جو حضرت خباب نے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کی۔ یہ درخواست کوئی ناجائز نہیں بالکل جائز، درست اور برمحل تھی اس لئے کہ مصائب ومشکلات میں بندگان خدا کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور آزمائش وابتلا میں اسی وحدہٗ لاشریک کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ بندگان خدا حسب حالات اپنے سے افضل واعلیٰ بزرگوں کی خدمت میں پیش ہو کر دعا کی درخواست کر سکتے ہیں۔ اسی واقعہ میں یہ بات موجود ہے کہ دعا کی درخواست کرنے والوں نے درخواست کی اور آنحضرت ﷺ نے اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی بلکہ اس موقع پر عزیمت کا راستہ بتایا۔

ثالثاً یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہوگئی کہ تحریک اقامت دین، یا غلبہ اسلام کی جدوجہد یا حکومت الٰہیہ کا قیام پھولوں کی سیج پر سو کر یا اس پر چل کر کبھی بھی نہیں آیا بلکہ جب بھی یہ فریضہ جن لوگوں نے انجام دینے کا بیڑا اٹھایا ہے تو انہیں سخت سے سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ فرعون وکلیم کی کشمکش ہو یا نمرود وابراہیم کا معرکہ، وہ اصحاب کہف کا معاملہ ہو یا اصحاب خندق کا بہر حال غلبہ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا لازمی تقاضا ہے کہ مشکلات آئیں گی ابتلا وآزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور صبر کے ساتھ کام کو جاری رکھتے ہوئے آزمائشوں کی بھٹی سے گزر کر کانٹوں پر چلتے ہوئے جان ہتھیلی پر رکھ کر اس چوٹی کو سر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا اسی تناظر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت خبابؓ کے وفد کو یہ جواب عطا فرمایا "تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا جاتا، پھر اوپر سے آرا لایا جاتا اور اسکے جسم کو چیرا جاتا، یہاں تک کہ اسکے جسم کے دو ٹکڑے ہوجاتے پھر بھی وہ دین سے نہ پھرتا، یا اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ اللہ کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔"

غلبہ اسلام اور امن وامان کی نوید

رابعاً آنحضرت ﷺ نے "وَاللهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ" قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہوکر رہے گا یہ کہہ کر اہل ایمان کو یقین دلا دیا کہ حالات یہ نہیں رہیں گے بلکہ جلد تبدیل ہوجائیں گے، اتنے حالات تبدیل ہوجائیں گے کہ ٹریفک پولیس کے بغیر ایک مسافر عرب کے ایک کونے سے چلے گا اور دوسرے کونے تک پہنچے گا اور اس کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا کوئی نہیں ہوگا، ہاں بکری کے چرواہے کو یہ خوف ضرور لاحق رہے گا کہ کہیں کوئی بھیڑیا اسکی بکری کو اٹھا کر نہ لے جائے۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ اس امن وامان کی حقیقی وجہ بھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا کہ جس کے باعث شب خون مارنے کا یہ نظام ختم ہوجائے گا اور راستے محفوظ اور پرامن ہوجائیں گے اور پورے عرب میں ظلم وستم، جبر واکراہ اور اس آزمائش وابتلا کا لازماً خاتمہ ہوکر رہے گا تاہم اس نظام کو قائم کرنے کے لیے مزید جدوجہد کی ضرورت ہے، مزید قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت ہے، صبر وثبات اور پرامید رہ کر دعوت کو عام کرنے، افراد کار کو تلاش کرنے اور انہیں منظم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر رضائے الٰہی کے حصول کی تڑپ بیدار کرنے اور زندگی کے ہر گوشہ میں خدا کا خوف اجاگر کرنے کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہوگا تو قسم بخدا اسلامی انقلاب آکر رہے گا مگر تم لوگ "تَسْتَعْجِلُوْنَ" جلدی کرتے ہو۔

حدیث خباب بن ارتؓ کے اس آخری حصہ پر بار بار غور فرمایئے اور دیکھئے کہ نہایت پرآشوب اور پرخطر حالات میں بھی آنحضرت ﷺ کی گفتگو میں کتنا اعتماد ویقین ہے کہ یہ دور ستم ختم ہوجائے گا جبکہ دور دور تک کہیں کوئی فکر قرآنی کی کامیابی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ آج بھی غلبہ دین کی جدوجہد کرنے والوں کو ہر وقت یہ الفاظ اپنے دل ودماغ پر حاوی رکھنے چاہیں کہ "قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہوکر رہے گا یہاں تک کہ سوار صنعا (یمن) سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔"

کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ کے ساتھ ایک تاریخی مکالمہ

آنحضرت ﷺ ایک دن حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے، بیت اللہ نظروں کے سامنے تھا رہ رہ کر بار بار دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ سرداران قریش جو اپنے کفر وشرک کی وجہ سے ناپاک ہیں وہ حرم پاک میں جب آتے ہیں تو وہ بیت اللہ کا مقفل دروازہ کھول کر اندر داخل ہوکر اپنے اپنے طرز کی عبادت کرتے ہیں تو آج کیوں نہ کلید بردار کعبہ سے کہوں کہ وہ میرے لیے بھی بیت اللہ کا دروازہ کھول دے تاکہ میں اس کے اندر دو رکعت نماز ادا کروں اور بارگاہ ذوالجلال والاکرام میں دعا والتجا اور مناجات سے لطف اندوز ہوسکوں۔ بس اس خواہش وتمنا کی تکمیل کے لیے آپؐ نے عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ سے کہا "اے عثمان میرے لیے بیت اللہ کا دروازہ کھول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو، اس نے (صاف صاف) انکار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (اے عثمان) اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی، اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ عثمان نے جواب دیا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ (نہیں) وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔ (رحمۃ العالمین ج:۱ص:۱۱۹)

اس فرمان رسولؐ کا مطلب بڑا واضح ہے کہ آج بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور بیت اللہ کا دروازہ کھولنا یا نہ کھولنا آپ کے اختیار میں ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آج میں بزور طاقت آپ سے چابی لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھول سکتا ہوں اور نہ کھلوا سکتا ہوں تاہم جس دین حق کا علمبردار ہوں اس کا غالب ہونا یقینی ہے اور وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ چابی کل آپ کے ہاتھ میں نہیں رہے گی اور یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور اس وقت میں مکہ مکرمہ کا حکمران ہوں گا اور اتنا با اختیار ہوں گا کہ یہ چابی میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔

عثمان بن طلحہ کے اس سوال کا جواب کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے؟ کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ایک اور پیش گوئی فرمائی کہ نہیں اس دن قریش ذلیل و تباہ نہیں بلکہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔ چنانچہ آگے چل کر یہ سب کچھ وقوع پذیر ہوا۔

مصائب و آلام کا تیرہ سالہ مکی دور

مکہ کا تیرہ سالہ دور نبوت ہر حوالے سے ابتلا و آزمائش اور مصائب و آلام کا دور تھا اس کو ''تیرہ سالہ خونی دور کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔'' آنحضرت ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے مسلمان اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اسلامی حکومت کے قیام کا لازمی تقاضا ہے کہ کشمکش ہوگی ظلم و تشدد سے واسطہ پڑے گا اور جان کی بازی تک لگانا پڑے گی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے اور استقامت کے لئے مستعد تھے۔ اگر آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش مکہ نے جو سلوک کیا اسکی مختصراً تصویر یہ بنتی ہے کہ جب آپ ﷺ نے قرآن پاک لوگوں کے سامنے رکھا تو وہ بوکھلا گئے اور ہرزہ سرائی پر اتر آئے، اسلام کا راستہ روکنے اور اسلامی ریاست کے قیام میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے سرداران قریش فرداً فرداً منصوبہ بناتے رہتے تھے اور اجتماعی طور پر بھی سوچ و بچار کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر قریش مکہ کی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا، سب نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں لیکن ولید بن مغیرہ نے ہر بات اور تجویز کو رد کر دیا اور جب ارکان پارلیمنٹ نے کہا کہ اے ولید! آپ کچھ بتایئے کہ اس قرآن کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ محمد ﷺ کا راستہ کس طرح روکا جائے تو ولید نے کہا کہ اچھا مجھے سوچ لینے دو پھر سوچ سوچ کر کہا: ''قریب ترین بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم عرب کے لوگوں سے (حج کے موقع پر) کہو یہ شخص جادوگر ہے، یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے جو آدمی کو اس کے باپ، بھائی، بیوی بچوں اور سارے خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ ولید کی اس بات کو سب نے قبول کر لیا..........''

چنانچہ سورہ المدثر آیات ۱۱ تا ۲۵ میں ولید بن مغیرہ کے رویہ پر یوں تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (ترجمہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا، بہت سا مال اس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے، اور اس کے لیے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں۔ وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے، میں اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی پر چڑھاؤں گا۔'' اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا، پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا، پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔(فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾)(المدثر: ۷۴: ۲۴۔۲۵) آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔''

چنانچہ یہ تکذیب ہنسی مذاق، اور ٹھٹھے، استہزاد تحقیر کا روپ دھار گئی تا کہ مسلمانوں کو بددل کر کے ان کے حوصلے توڑ دیئے جائیں اور آنحضرتؐ پر تہمتیں لگائی گئیں اور آپؐ کو گالیوں کا نشانہ بنایا گیا آپ ﷺ کو جادوگر کے ساتھ ساتھ نعوذ باللہ پاگل اور دیوانہ کہا جانے لگا۔ جیسا کہ سورہ الحجر: ۱۵: ۶ میں ہے۔

﴿وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٦﴾﴾

''یہ لوگ کہتے ہیں'' اے وہ شخص جس پر یہ ذکر نازل ہوا ہے یقیناً دیوانہ ہے۔''

اور سورہ ص: ۳۸: ۴ میں ارشاد فرمایا

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٤﴾﴾

''ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ ایک ڈرانے والا خود انہیں میں سے آ گیا منکرین کہنے لگے۔ یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔''

سورہ القلم میں ہے۔

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾﴾

(القلم: ۶۸: ۵۱)

''جب یہ کافر لوگ کلام نصیحت سنتے ہیں تو تمہیں ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔''

اور کفار مکہ اہل ایمان کا مذاق کس طرح اڑاتے تھے اس کا ایک نمونہ سورہ المطففین میں ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾﴾(المطففین: ۸۳: ۲۹ تا ۳۳)

مجرم دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر انکی طرف اشارے کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے تھے کہ یہ بھکے ہوئے لوگ ہیں، حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔"

کفار مکہ اور سرداران قریش جہاں آپ کو جادوگر، پاگل، سخت جھوٹا کہہ رہے تھے، وہاں اہل ایمان کا مذاق اڑانا بھی روز کا معمول بن چکا تھا۔ اب محاذ آرائی کی ایک اور قسم کو بھی انہوں نے متعارف کرانا شروع کر دیا تھا اور وہ یہ کہ "اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ان کا وطیرہ بن کر رہ گیا تھا، جھوٹا پروپیگنڈہ اور مسلمانوں کو واہیات اعتراضات کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور یہ کام اس کثرت سے انجام دیا جا رہا تھا کہ لوگ اس فضول بحث ومباحثہ سے فارغ ہی نہ ہو سکیں اور انہیں آنحضرتؐ کی دعوت پر غور کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے چنانچہ قرآن پاک کے خلاف ان کی ہرزہ سرائی کو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۝ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾ (الفرقان:۲۵:۴-۵)

"جن لوگوں نے نبیؐ کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے۔ جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ یہ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح وشام سنائی جاتی ہیں۔"

قرآن مجید میں ایک جگہ اس بات کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ﴾ (النحل:۱۶:۱۰۳)

ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا پڑھاتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

"کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے، اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نہ اسکے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اسکے ساتھ رہتا اور (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟ یا اور کچھ نہیں تو اس کے لیے کوئی خزانہ ہی اتار دیا جاتا، یا اسکے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے یہ (اطمینان کی) روزی حاصل کرتا" اور ظالم کہتے ہیں "تم لوگ ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو۔" (الفرقان:۲۵:۷-۸)

تحریک اقامت دین کی منزل کو کھوٹا کرنے کے لیے ایک نیا ثقافتی پروگرام بھی قریش نے مکہ مکرمہ میں خوب متعارف کرایا۔ یہ پروگرام اپنی نوعیت کا ایک منفرد پروگرام تھا، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝﴾ (لقمٰن:۳۱:۶)

"اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑادے، ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔"

قرآن کی تاثیر کا مقابلہ کرنے کے لیے کفار مکہ نے "لَهْوَ الْحَدِيْثِ" کو ذریعہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ لھوالحدیث کے لغوی اور اصطلاحی مفہومات کو مفسرین نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے تاہم حقیقی اور عملی طور پر "لھوالحدیث" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنا مال صرف کر کے کوئی بے ہودہ چیز خریدے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑادے۔"

یہ آیت جس پس منظر میں نازل ہوئی، وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی دعوت کفار مکہ کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو قریش کے ایک سردار نضر بن حارث نے اپنی پارلیمنٹ میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جس طرح تم محمد ﷺ کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے تمہیں کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوگی۔" یہ شخص تمہارے درمیان بچپن سے ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے۔ آج تک وہ اپنے اخلاق میں تمہارا سب سے بہتر آدمی ہے۔ سب سے زیادہ سچا، اور سب سے زیادہ بڑھ کر امانت دار تھا۔ اب تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے، ساحر ہے، شاعر ہے، مجنون ہے۔ آخر ان باتوں کو کون باور کرے گا۔ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس قسم کی باتیں بنایا کرتے ہیں؟ کیا لوگ شعر و شاعری سے ناواقف ہیں؟ کیا لوگوں کو جنون کی کیفیات کا علم نہیں ہے؟ ان الزامات میں سے آخر کونسا الزام محمدؐ پر چسپاں ہوتا ہے کہ اس کا یقین دلا کر تم عوام کو اسکی طرف متوجہ ہونے سے روک سکو گے۔ ٹھہر و اس کا علاج میں کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مکہ سے عراق گیا اور وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم و اسفندیار کی داستانیں لاکر اس نے قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنی شروع کر دیں تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹ جائے اور وہ ان کہانیوں میں کھو جائیں۔" (سیرت ابن ہشام ج:۱ ص: ۳۲۰، ۳۲۱)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ "نضر بن حارث نے اس مقصد کے لیے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں۔ جس کسی کے متعلق وہ سنتا کہ نبی ﷺ کی باتوں سے متاثر ہو رہا ہے اس پر اپنی ایک لونڈی مسلط کر دیتا اور اس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہو کر اس کا دل ادھر سے ہٹ جائے۔ (فتح القدیر للشوکانی ج: ۴ ص: ۲۳۶)

نضر بن حارث ہی نہیں ہر دور میں اسلام کا راستہ روکنے کے لیے اکابر مجرمین لوگوں کو کھیل تماشوں، رقص و سرود کے کلچر میں غرق کر دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ انہیں زندگی کے سنجیدہ مسائل کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہ رہے اور اس عالم مستی میں ان کو سرے سے یہ محسوس ہی نہ ہونے پائے کہ انہیں کس تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ چنانچہ غلبہ اسلام کی اس تحریک کو روکنے کے لیے قریش مکہ نے بھی یہ حربہ استعمال کیا لیکن وہ اپنے ناپاک عزائم میں پھر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ ہر آنے والا دن اللہ کے نبیؐ کے لیے گزرے ہوئے دن سے بہتر تھا، قوت میں اضافہ ہو رہا تھا، اعوان و انصار جو ملتے چلے جا رہے تھے، وہ پر جوش، پر عزم، صبر و ثبات اور استقلال میں اپنی مثال آپ تھے۔ قریش مکہ کو اس کا بھی پورا احساس اور ادراک تھا۔ چنانچہ اس تناظر میں سودے بازیوں کا بھی انہوں نے ایک موقع پر آکر سلسلہ شروع کر دیا، وہ ایک سٹیج پر یہ چاہتے تھے کہ اسلام اور جاہلیت کے ایک ساتھ چلنے کا کوئی راستہ نکل آئے یعنی "کچھ لو اور کچھ دو" کے اصول پر کچھ باتیں کفار مکہ چھوڑنا اور چھڑوانا چاہتے تھے اور کچھ باتیں ماننا اور منوانا چاہتے تھے۔

قرآن مجید نے ان کی اس ذہنی و فکری سوچ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ (القلم ۶۸:۹)

"یہ تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم مداہنت کرو تو یہ بھی مداہنت کریں۔"

بعض روایات میں آیا ہے کہ سرداران مکہ نے اس پالیسی کو بطور تجویز آنحضرتؐ کے سامنے رکھا کہ "ایک سال آپؐ ان کے معبودوں کی پوجا کیا کریں اور ایک سال وہ آپؐ کے رب کی عبادت کیا کریں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ "اگر آپؐ ہمارے معبودوں کو قبول کر لیں تو ہم بھی آپؐ کے خدا کی عبادت کریں گے۔" (فتح القدیر للشوکانی ج:۵ ص:۵۰۸)

"ایک مرتبہ آنحضرتؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ یہ سب اپنی قوم کے بڑے لوگ تھے، بولے! اے محمد ﷺ آؤ جسے تم پوجتے ہو، اسے ہم بھی پوجیں، اور جسے ہم پوجتے ہیں، اسے تم بھی پوجو۔ اس طرح ہم اور تم اس کام میں مشترک ہو جائیں۔ اب اگر تمہارا معبود ہمارے معبود سے بہتر ہے تو ہم اس سے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہوں گے اور اگر ہمارا معبود تمہارے معبود سے بہتر ہو تو تم اس سے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہو گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورہ الکافرون نازل فرمائی

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶﴾ (الکفرون:۱۰۹:۱تا۶)

"کہہ دو اے کافرو، میں انکی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے اور نہ تم اسکی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

(سیرت ابن ہشام ج:۱ ص:۲۶۲)

اس روشن خیالی، (کچھ لو اور کچھ دو) کے جواب میں اللہ نے آپؐ کی زبانی قرآن مجید میں فرمایا

﴿قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۱۱ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۲ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۳ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝۱۴ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝۱۵﴾ (الزمر ۳۹: ۱۵:۱۳)

"اے نبیؐ ان سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلم بنوں۔ کہو، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں گا۔ تم اس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہو کرتے رہو۔

سورہ الزمر:۳۹ کی آیات: ۶۴ تا ۶۶ میں دوٹوک ارشاد فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''اے نبی! ان سے کہو پھر کیا اے جاہلو، تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟ (یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے کیونکہ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔''

قرآن مجید کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ کو اعلان نبوت کے بعد کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور اہل ایمان نے کتنے مشکل ترین حالات میں آنحضرت ﷺ کا دامن تھاما اور صرف دعوت دین قبول ہی نہیں کی بلکہ داعی الی اللہ بن کر اسلام کا علم اٹھایا اور مخالفت کے طوفانوں میں پہاڑ بن کر سینہ تان کر دشمنان دین کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جن لوگوں نے آج دعوت دین کا علم اٹھا رکھا ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تاکہ وہ جان سکیں کہ اعلائے کلمۃ الحق کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اور وہ کیونکر پورے کیے جا سکتے ہیں؟ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے اس گوشے کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ آزمائشوں کے بھنور میں

آنحضرتؐ ﷺ کو سب سے پہلے اپنے چچا ابولہب کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ قرابتداروں کے اجتماع میں بھی مخالفت کے لیے ابولہب کھڑا ہوا اور کوہ صفا کے پہلے اجتماع کے موقع پر بھی سب سے شدید ردعمل ابولہب کا تھا اور وہ یہ کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت پیش کی تو یہ بد بخت کھڑا ہوا اور اس نے کہا ''تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا'' ستیاناس ہو جائے تیرا، کیا اس لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا'' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے پتھر اٹھایا تاکہ رسول اللہ ﷺ پر کھینچ مارے۔

(مسند احمد صحیح بخاری کتاب التفسیر: ۴۷۷۰، ۳۵۲۶، ۴۸۰۱، ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳ صحیح مسلم کتاب الایمان: ۵۰۸۔ جامع ترمذی ۳۳۶۳)

ابولہب آنحضرت ﷺ کا قریبی ہمسایہ بھی تھا۔ دونوں کے گھروں کے بیچ ایک دیوار واقع تھی۔ اس کے علاوہ حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء الثقفی اور ابن الاصداء الھذلی یہ سب آپ ﷺ کے ہمسائے تھے۔ یہ بدطینت لوگ گھر میں بھی آپؐ کو چین نہیں لینے دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کبھی گھر میں نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اوپر سے بکری کا اوجھ پھینک دیتے۔ کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل کا کردار اس سے بھی زیادہ گھناؤنا تھا کہ راتوں کو آنحضرتؐ کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی تاکہ صبح سویرے جب آپؐ یا آپؐ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا پاؤں میں چبھ جائے۔ (بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن عساکر، بلاذری، ابن ہشام)

جس طرح ابولہب کا نام لے کر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝﴾ (اللھب: ۱۱۱:۱)

''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی بیوی کے کردار کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا

﴿وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾ (اللھب: ۱۱۱:۴۔۵)

"اور اسکی جورو بھی لگائی بجھائی کرنے والی، اسکی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی..........."

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا خطاب پانے والی یہ عورت جس کا نام اروی اور کنیت ام جمیل تھی۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ دشمنی اور عداوت میں اپنے شوہر سے کم نہ تھی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جب سورہ اللھب نازل ہوئی اور ام جمیل نے اس کو سنا تو وہ بپھری ہوئی آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلی۔ اس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے تاکہ ان سے آپ کو مارے، اور وہ آپ ﷺ کی ہجو میں اپنے ہی کچھ اشعار پڑھتی جاتی تھی۔ مثلاً "مُذَمَّمًا عَصَيْنَا ۔ وَ اَمْرَهٗ اَبَيْنَا ۔ وَ دِيْنَهٗ قَلَيْنَا ۔" ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ اس کے امر کو تسلیم نہ کیا اور اس کے دین کو نفرت و حقارت سے چھوڑ دیا۔ یہ کہتے کہتے وہ حرم میں پہنچی تو وہاں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ آرہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپؐ کو دیکھ کر یہ بے ہودگی کرے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپؐ کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپ کو نہ دیکھ سکی اور اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اس گھر (بیت اللہ) کے خدا کی قسم آنحضرت ﷺ نے تو تمہاری ہجو نہیں کی۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔ (اس سے ملتا جلتا واقعہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی بزار نے نقل کیا ہے) (ابن ابی حاتم، ......ابن ہشام: ج:۱ ص ۱۳۵۔۱۳۶۔ بزار......) مشرکین مکہ کا یہ معمول تھا کہ وہ آنحضرتؐ کو محمد کی بجائے مذمم کہتے تھے جس کا ترجمہ محمد کے معنی کے بالکل برعکس ہے۔ محمد وہ شخص ہے جس کی تعریف کی جائے اور مذمم: وہ شخص جس کی مذمت اور برائی کی جائے۔ اس لیے آنحضرت صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ قریش مکہ تو مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں جبکہ میں محمدؐ ہوں چنانچہ ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَ لَعْنَهُمْ ؟ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَ اَنَا مُحَمَّدٌ" (صحیح بخاری کتاب المناقب۔ ۳۵۳۳)

(حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش (مکہ) کی گالی گلوچ اور لعنت سے کس طرح محفوظ رکھا؟ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں جبکہ میں محمدؐ ہوں۔"

ابولہب دشمن خدا بھی تھا اور دشمن رسول ﷺ بھی اس نے ہر طریقے سے آنحضرت ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچائی۔ نبوت سے پہلے آپؐ کی دو بیٹیاں ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے عقد نکاح میں تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے دعوت توحید کا علم بلند کیا تو ابولہب نے جہاں آنحضرت ﷺ اور آپ کی دعوت دین کے خلاف اور ہتھکنڈے استعمال کیے وہاں اس نے دشمنی و عداوت کی یہ انتہا کر ڈالی کہ اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرے لیے تم سے ملنا حرام ہے اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دے دی۔ باپ اور ماں کی طرح عتیبہ تو جہالت میں بہت ہی آگے بڑھ گیا کہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر اس نے کہا کہ میں (وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝) النجم: ۵۳:۱ اور (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝) النجم: ۵۳:۸ کا انکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے آنحضرت ﷺ کی طرف تھوکا جو آپؐ پر نہیں پڑا۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، الاصابہ لابن حجر، انساب الاشراف للبلاذری، دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی، روض الانف للسہیلی) بحوالہ سیرت سرور عالم ﷺ ج:۲ ص:۵۰۰، ۵۰۱)

یہاں نہ تو سورہ النجم کے مضامین کا احاطہ کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ تجزیہ کرنا مطلوب ہے بس اتنا بیان کرنا مطلوب ہے کہ ابولہب اور اسکا پورا خاندان نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی مخالفت اور آپؐ کی دعوت کو روکنے اور آپؐ پر سب وشتم اور مظالم کے پہاڑ توڑنے پر تلا بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ ابولہب ذلیل حرکتوں پر اتر آیا تھا کہ جب آنحصرتؐ کے صاحبزادے قاسم کے بعد دوسرے صاحبزادے عبداللہ کا انتقال ہوا تو یہ اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کی بجائے خوشی خوشی دوڑا ہوا قریش کے سرداروں کے پاس پہنچا اور ان کو خبر دی کہ لو آج محمد (ﷺ) بے نام ونشان ہو گئے۔ چنانچہ یہ لوگ بہت خوش ہونے لگے، اور تالیاں بجانے لگے اور ایک دوسرے کو مبارکباد کے طور پر کہنے لگے۔ ''بُتِرَ مُحَمَّدٌ۔'' محمد کی دم کٹ گئی۔ محمد لاولد ہو گئے، ان کا مطلب یہ تھا کہ محمد ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد تو رہی نہیں۔ اس کا معاملہ بس اسکی اپنی زندگی تک ہی محدود ہے اس کے بعد ان کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الکوثر نازل فرمائی۔ ارشاد ہوا۔

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝﴾ (الکوثر:۱۰۸: ۱تا۳)

''(اے نبیؐ) ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔''

یعنی قاسم اور عبداللہ جس کو طیب اور طاہر کے ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا کی وفات کا صدمہ بجا لیکن اہل مکہ اور سرداران قریش کی یہ دشمنی و بدخواہی، کینہ پروری اور عداوت اور بغض وحسد اور کمینگی کا یہ آخری درجہ ہے اور اس پر آپ کو اے محمد ﷺ کوثر کی خوشخبری کے ساتھ یقین دلایا جاتا ہے کہ آپ کا ذکر خیر تو ہمیشہ ہمیشہ رہیگا۔'' ابتر'' آپؐ نہیں بلکہ آپ کے یہ دشمن ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر کرنے والے نام لیوا آج تک موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گے لیکن ابتر کہنے والوں کی جڑ کٹ گئی اور وہ دنیا میں بدترین انجام کو پہنچ چکے ہیں اور آخرت میں ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہے۔ ابولہب کی شرمناک داستان جرم بہت لمبی ہے۔ میں یہاں صرف ایک پہلو کہ اس نے دعوت محمدی کو کس طرح روکنے کی کوشش کی۔ اس کا مختصر تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

یوں تو ابولہب شب وروز، گھر اور گھر سے باہر ہر وقت آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش رہتا تھا لیکن بالخصوص جہاں آپ کسی فرد کو دعوت دیتے یا اجتماع میں گفتگو فرماتے تو ابولہب وہاں پہنچ کر آپ کی مخالفت کرتا اور لوگوں کو آپ کی بات ماننے سے روکتا۔ چنانچہ آپ قریہ قریہ، بستی بستی، اور قبائل کی قیام گاہوں میں پہنچ کر دعوت دیتے رہے۔ دعوت کے ایک مرحلہ پر'' آپؐ بنو محارب بن حفصہ کے پاس تشریف لے گئے ان میں آپ ﷺ کو ایک بوڑھا ملا، جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور کہا وہ آپ ﷺ کی مدد اور حفاظت کی ذمہ داری قبول کرے تاکہ آپؐ اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکیں تو اس نے کہا او آدمی! تیری قوم تیرے حالات کو ہم سے زیادہ جانتی ہے، اللہ کی قسم! جو بھی تجھے اپنے ساتھ اپنے علاقے میں لے جائے گا، وہ حاجیوں میں سے سب سے زیادہ بری چیز کو لے کر جائے گا (نعوذ باللہ) اپنے آپ کو ہم سے دور رکھو، یہاں سے چلے جاؤ۔'' ابولہب (حسب معمول) وہاں کھڑا ہوا اس محاربی بوڑھے کی باتیں سن رہا تھا، وہ اس محاربی بوڑھے کو کہنے لگا اگر سارے حاجی تیری طرح (

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت جواب دینے والے) ہوتے تو یہ آدمی یعنی محمدؐ اپنے دین کو چھوڑ دیتا۔ (نعوذ باللہ) یہ ایک بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔ اس محاربی بوڑھے نے ابولہب کو جواب دیا کہ تم اس کو زیادہ جانتے ہو یہ تمہارا بھتیجا اور رشتہ دار ہے۔ اے ابوعتبہ! شاید اسے جنون ہے ہمارے ساتھ قبیلہ کا ایک آدمی ہے جو اس کا علاج جانتا ہے۔ ابولہب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن وہ جب بھی آپؐ کو عرب کے کسی قبیلہ کے پاس کھڑا ہوا دیکھتا تو دور ہی سے چلا کر کہتا یہ بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔

(حیاۃ الصحابہ ج:۱ص:۱۱۵ بحوالہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ ص:۱۰۱)

ابولہب کا روزمرہ کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے جاتے یہ آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکتا۔ ربیعہ بن عباد الدیلی کا بیان ہے کہ میں نوعمر تھا جب اپنے باپ کے ساتھ ذوالمجاز کے بازار میں گیا وہاں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کہہ رہے تھے۔ ''لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، فلاح پاؤ گے۔'' آپؐ کے پیچھے پیچھے ایک شخص کہتا جا رہا تھا کہ ''یہ جھوٹا ہے، دین آبائی سے پھر گیا ہے۔'' میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا یہ انکا چچا ابولہب ہے۔ (مسند احمد: ۴/۳۴۱، ۳۴۲ طبرانی، بیہقی)

ایک اور روایت میں حضرت ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ ایک ایک قبیلے کے پڑاؤ پر جاتے ہیں اور فرماتے ہیں ''اے بنی فلاں، میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تم میری تصدیق کرو اور میرا ساتھ دو تاکہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔'' آپؐ کے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اے بنی فلاں، یہ تم کو لات اور عزیٰ سے پھیر کر اس بدعت اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے۔ اسکی بات ہرگز نہ مانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔'' میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا کہ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۱۱۳۵ بحوالہ مسند احمد، طبرانی، ابن ہشام طبری)

طارق بن عبداللہ المحاربی کی روایت یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ''میں نے ذوالمجاز کے بازاروں میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ باآواز بلند پکارتے جا رہے ہیں کہ لوگو! ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہو فلاح پاؤ گے اور پیچھے پیچھے ایک شخص چل رہا ہے جو آپ کو پتھر مارے جاتا ہے، یہاں تک کہ آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی ہیں اور وہ کہتا جاتا ہے کہ ''یہ جھوٹا ہے اسکی بات نہ مانو'' میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔

(حیاۃ الصحابہ: ۱۱۳۵ بحوالہ ابن ابی شیبہ، ابویعلی، ابن حبان، حاکم، طبرانی، نیز یہ روایت مختصراً نسائی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے)

شعب ابی طالب کی تین سالہ محصوری جس کے دوران قریش مکہ کے تمام خاندانوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کیا تو تنہا یہی ابولہب تھا جس نے اپنے خاندان کو چھوڑ کر کفار قریش کا ساتھ دیا۔ اس دوران ابولہب کا حال یہ رہا کہ جب مکہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا اور شعب ابی طالب کے محصورین میں سے کچھ لوگ خوراک کا سامان خریدنے کے لیے اس کے پاس جاتے تو یہ تاجروں سے پکار کر کہتا کہ ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں۔ تمہیں جو خسارہ بھی ہوگا اسے میں پورا کروں گا۔ چنانچہ وہ بے تحاشا قیمت طلب کرتے اور خریدار بیچارہ اپنے بھوک سے تڑپتے ہوئے بال بچوں کے پاس خالی ہاتھ پلٹ جاتا۔ پھر ابولہب انہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاجروں سے وہی چیزیں بازار کے بھاؤ خرید لیتا۔ (ابن سعد وابن ہشام)

ابولہب کی مخالفت اسلام کی دعوت میں ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی دعوت کے دوران جب آپ کا چچا مخالفت کے لیے کھڑا ہوجاتا تو عرب کی معروف روایات کے لحاظ سے یہ بات خلاف توقع سمجھی جاتی تھی کہ کوئی چچا بلاوجہ دوسروں کے سامنے خود اپنے بھتیجے کو برا بھلا کہے اور اسے پتھر مارے اور اس پر الزام تراشیاں کرے۔ اس وجہ سے وہ ابولہب کی بات سے متاثر ہوکر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شک میں پڑ جاتے اور کہتے کہ آپ کے رشتہ دار آپ کو زیادہ جانتے ہیں۔ صرف ابولہب اور اسکی بیوی، بیٹے ہی نہیں بلکہ آنحضرتؐ کی مخالفت کا یہ بازار عام گرم تھا، ہر آدمی اور ہر قبیلے کی مخالفت کے انداز مختلف اور متنوع تھے۔ ابو لہب اور اسکے خاندان کی مخالفت کے طور طریقے آپ نے دیکھ لیے اب ذرا ایک اور سردار مکہ کا کردار ملاحظہ کیجیے جس کو ابوجہل کے نام سے دنیا جانتی ہے۔

ابوجہل کا گھناؤنا کردار

سرداران قریش میں سے ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا، اس کا کردار نہایت ہی گھناؤنا تھا۔ وہ آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتا تھا لیکن ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ ہر وقت آپ کو اذیت دینے اور اللہ کی راہ سے روکنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ کی نماز کی ادائیگی سے بے پناہ چڑ تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ (ایک بار سرداران قریش سے) ابوجہل نے کہا کہ محمد ﷺ آپ حضرات کے روبرو اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہے؟ جواب دیا گیا ہاں! اس نے کہا لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں نے (اس حالت میں) اسے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند دونگا اور اس کا چہرہ مٹی میں رگڑ دونگا۔ اس کے بعد اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس زعم میں چلا کہ آپؐ کی گردن روندے گا۔ لیکن لوگوں نے اچانک دیکھا کہ وہ ایڑی کے بل پلٹ رہا ہے اور دونوں ہاتھوں سے بچاؤ کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا، ابوالحکم تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میرے اور اسکے درمیان آگ کی خندق ہے، ہولناکیاں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔" (مسلم: کتاب صفات المنافقین واحکامھم باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار حدیث نمبر ۷۰۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے۔ مکہ کے سات بڑے سردار حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ابوجہل نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو فلاں جگہ جائے جہاں فلاں قبیلے نے جانور ذبح کر رکھا ہے اس کی اوجھڑی ہمارے پاس لے آئے، پھر ہم وہ اوجھڑی محمد (ﷺ) کے اوپر ڈال دیں گے۔ ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط گیا اور اس نے اوجھڑی لاکر آنحضرتؐ کے کندھوں پر ڈال دی، جبکہ آپ سجدے میں تھے۔ (حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ) میں وہاں کھڑا تھا میرے اندر بولنے کی ہمت بھی نہیں تھی اور میں اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتا تھا، میں وہاں سے جانے لگا کہ اتنے میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے یہ خبر سنی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور آپؐ کے کندھوں سے اوجھڑی کو انہوں نے اتارا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص: ۴۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اوجھڑی ڈالنے کے بعد وہ لوگ زور زور سے ہنسنے لگے اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوضو حدیث نمبر ۲۴۰)

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا سبب بھی آنحضرت ﷺ پر ابوجہل کا ظلم وتشدد بنا وہ اس طرح کہ "ایک روز ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ کو ایذا پہنچائی اور سب وشتم کیا اور سخت سست کہا۔ آنحضرت ﷺ خاموش رہے اور کچھ بھی نہ کہا لیکن اس کے بعد اس نے آپؐ کے سر پر ایک پتھر دے مارا۔ جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ کمان حمائل کیے شکار سے واپس تشریف لائے تو اس نے ابوجہل کی ساری حرکت کہہ سنائی۔ حضرت حمزہ غصے سے بھڑک اٹھے۔ مسجد حرام میں ابوجہل کے قریب پہنچ کر اسے کہا او بزدل تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ میں بھی اس کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان اس زور سے ماری کہ اس کے سر پر بدترین قسم کا زخم آ گیا۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم اور حضرت حمزہ کے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے۔ لیکن ابوجہل نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرا دیا کہ ابوعمارہ کو جانے دو۔ میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بری گالی دی تھی۔ (مختصر السیرہ شیخ محمد بن عبدالوہاب ص:۶۶ رحمۃ للعالمین: ج:۱: ص:۶۸ ابن ہشام ج:۱۔ص:۲۹۱۔۱۹۱)

قریش مکہ کا آخری وفد جناب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت ﷺ کو مذاکرات کے لیے بلایا گیا تو شرکائے وفد کی باتیں سنکر آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ آپ لوگ یہ بتائیں اگر میں ایک ایسی بات پیش کروں جس کے اگر آپ قائل ہو جائیں تو عرب کے بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے زیرنگین آ جائے تو آپ کی رائے کیا ہوگی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے اپنے چچا ابوطالب (جن کے گھر میں یہ مذاکرات ہو رہے تھے) کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "میں ان سے ایک ایسی بات چاہتا ہوں جس کے یہ قائل ہو جائیں تو عرب ان کے تابع فرمان بن جائے اور عجم انہیں جزیہ ادا کریں۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا! چچا جان آپ کیوں نہ انہیں ایک ایسی بات کی طرف بلائیں، جو ان کے حق میں بہتر ہے!" انہوں نے کہا تم انہیں کس بات کی طرف بلانا چاہتے ہو؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "آپ لوگ ایک بات مان لیں جس کی بدولت آپ عرب کے بادشاہ بن جائیں گے اور عجم آپ کے زیرنگیں آ جائے گا۔"

جب یہ بات آپ نے (بار بار کئی انداز میں) کہی تو وہ لوگ کسی قدر توقف میں پڑ گئے اور سٹپٹا سے گئے۔ وہ حیران تھے کہ صرف ایک بات جو اس قدر مفید ہے، اسے مسترد کیسے کر دیں؟ آخر کار ابوجہل نے کہا۔ "اچھا بتاؤ تو وہ بات ہے کیا؟ تمہارے باپ کی قسم! ایسی ایک بات کیا دس باتیں بھی پیش کرو تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "آپ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں اور اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں، اسے چھوڑ دیں۔" اس پر انہوں نے ہاتھ پیٹ پیٹ کر اور تالیاں بجا بجا کر کہا۔ "محمد (ﷺ) تم یہ چاہتے ہو کہ سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالو؟ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔" اس کے بعد وہ یکبارگی اٹھ کھڑے ہوئے اور سورہ ص کی ابتدائی آیات میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ کہتے ہوئے مذاکرات کا بائیکاٹ کر کے باہر چلے گئے۔ وہ آیات قرآنی یہ ہیں۔

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ ﴾ (ص ۳۸: ۱تا۸)

ص، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی بلکہ یہی لوگ جنہوں نے ماننے سے انکار کیا ہے، سخت تکبر اور ضد میں مبتلا ہیں۔ ان سے پہلے ہم ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ (اور جب ان کی شامت آئی) تو وہ چیخ اٹھے ہیں، مگر وہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ ایک ڈرانے والا خود انہی میں سے آ گیا۔ منکرین کہنے لگے کہ "یہ ساحر، سخت جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔" اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ "چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں کی عبادت پر۔ یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے۔ یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سنی یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر نازل کر دیا گیا؟"

(تفسیر طبری ۲۳: ۱۴۹، ۱۵۰ ومسند احمد ۱/ ۳۶۲ وسنن نسائی ۶/ ۴۴۲۔ حدیث نمبر ۱۱۴۳۶۔ جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۲۳۲)

مفسر ابن کثیر نے یہ واقعہ دوسرے الفاظ میں اپنی تفسیر سورہ الانعام ۶: ۱۰۸ میں بایں الفاظ بیان کیا ہے۔ کہ وفد کی آمد پر جناب ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو بلایا اور کہا کہ یہ تمہاری ہی قوم ہے اور تمہارے ہی چچا کی اولاد ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا چچا کیا بات ہے؟ اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ تو وہ (شرکائے وفد) کہنے لگے ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خداؤں سے دستبردار ہو جاؤ اور ہم بھی تم سے اور تمہارے خدا تعالیٰ سے دستبردار ہو جائیں گے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات بتاؤں کہ اگر تم نے اس کو اپنا لیا تو تم عرب اور عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور سب ملکوں سے تمہارے پاس خراج کی دولت آنے لگے گی تو ابو جہل بولا کہ تمہاری ایسی ایک بات نہیں دس باتیں بھی قبول کر لینگے۔ بتاؤ وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو "لا الہ الا اللہ" تو انہوں نے انکار کر دیا اور منہ بنا لیا۔ جناب ابو طالب کہنے لگے اے بھتیجے! اس کے سوا دوسری بات بتاؤ، تمہاری قوم اس کلمہ سے تو اور بھڑکتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "يَا عَمِّ مَا اَنَا بِالَّذِيْ يَقُوْلُ غَيْرَهَا، حَتّٰى يَاْتُوْا بِالشَّمْسِ فَيَضَعُوْهَا فِيْ يَدِيْ، وَلَوْ اَتَوْا بِالشَّمْسِ فَوَضَعُوْهَا فِيْ يَدِيْ مَا قُلْتُ غَيْرَهَا۔"

"چچا! مجھے کیا حق ہے کہ اسکے سوا کوئی اور بات کہوں، اگر سورج کو بھی لا کر وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو میں اس (کلمے) کے سوا تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔" آنحضرت ﷺ کا یہ جواب سن کر وہ مایوس ہو گئے اور غصے میں بھر گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے خدا کو گالیاں دینگے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ ﴾ (الانعام ۶: ۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور اے ایمان لانے والو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں (تفسیر الطبری۔ ۷/ ۳۰۴ھ تفسیر عبدالرزاق)

قرآن مجید کی یہ آیات بھی ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝﴾ (القیمہ ۷۵: ۳۱ تا ۳۵)

"مگر اس نے سچ نہ مانا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور پلٹ گیا، پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔ یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔ ہاں یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔"

ابوجہل کا نماز کے ساتھ دشمنی کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔ لیکن یہاں اس کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے کہ اب ابوجہل کو سختی کے ساتھ جواب دینے کا وقت آ گیا تھا۔ ابوجہل نے پہلے دن جب نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسی دن سے آپؐ کو نماز سے روکا۔ ایک بار آنحضرت ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل کا گزر ہوا دیکھتے ہی بولا۔ محمد (ﷺ) کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا تھا؟ ساتھ دھمکی بھی دی۔ (اس موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے بھی ڈانٹ کر سختی سے جواب دیا۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ اے محمدؐ مجھے کا ہے کی دھمکی دے رہے ہو۔ دیکھو خدا کی قسم، اس وادی (مکہ) میں میری محفل سب سے بڑی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝﴾ (العلق: ۹۶: ۶ تا ۱۹)

"ہرگز نہیں انسان سرکشی کرتا ہے، اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہ راست پر ہو یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور خطا کار ہے وہ بلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے، ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مانو، اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔"

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوجہل کا گریبان گلے سے پکڑ لیا اور جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا

﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝﴾ (القیمہ: ۷۵: ۳۴: ۳۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔ ہاں یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔"

اس پر اللہ کا دشمن کہنے لگا۔ "اے محمدؐ مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ خدا کی قسم تم اور تمہارا پروردگار میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ میں مکے کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے پھرنے والوں میں سے سب سے زیادہ معزز ہوں۔"

(مسند احمد، ترمذی، نسائی حدیث ۱۱۶۳۸، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ)

حضرت برہ بنت ابی تجراہ کا بیان ہے کہ ایک دن ابوجہل اور اسکے چند ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ کا راستہ روکا اور آپؐ کو سخت تکلیف پہنچائی تو اس پر حضرت طلیب بن عمیرؓ ابوجہل کی طرف بڑھے اور اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت طلیب کو پکڑ لیا۔ ابولہب طلیب کی مدد کے لیے کھڑا ہوا۔ (حضرت طلیب کی والدہ) حضرت اروی ؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ طلیب کی زندگی کا بہترین دن وہ ہے جس دن اس نے اپنے ماموں زاد بھائی (آنحضرت ﷺ) کی مدد کی۔ لوگوں نے ابولہب سے کہا (تمہاری بہن) اروی بے دین ہو گئی۔ ابولہب حضرت اروی ؓ کے پاس گیا اور ان سے ناراض ہونے لگا تو حضرت اروی نے کہا۔

["قُمْ دُوْنَ ابْنِ أَخِيكَ فَإِنَّهُ إِنْ يَظْهَرْ كُنْتَ بِالْخِيَارِ وَإِلَّا كُنْتَ قَدْ أَعْذَرْتَ فِي ابْنِ أَخِيكَ.
فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: وَلَنَا طَاقَةٌ بِالْعَرَبِ قَاطِبَةً؟ إِنَّهُ جَاءَ بِدِيْنٍ مُحْدَثٍ!!]

"تم اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ کیونکہ اگر وہ غالب آ گئے تو تمہیں اختیار ہوگا۔ ورنہ تمہیں اپنے بھتیجے کے بارے میں معذور سمجھا جائے گا۔ ابولہب نے کہا کہ کیا ہم تمام عربوں (سے لڑنے) کی طاقت رکھتے ہیں؟ اور وہ تو ایک نیا دین لے کر آیا ہے۔ (الاصابہ: ۴ص ۲۲۷ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ج:۱ص:۲۷۳ مطبوعہ دمشق)

ابوجہل نے قریش کے سامنے آنحضرت ﷺ کے قتل کی تجویز پیش کر دی۔ ابوجہل کی شرارتوں اذیتوں اور جور و ستم کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک دن ابوجہل نے کہا "اے برادران قریش! آپ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ ہمارے دین کی عیب چینی، ہمارے آباء واجداد کی بدگوئی، اور ہمیں بے وقوف قرار دے کر ہمارے معبودوں کی تذلیل و توہین کرنے سے باز نہیں آ رہا۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ایک بھاری اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اسی پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ اب اسکے بعد چاہے تم لوگ مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دو، چاہے میری حفاظت کرو، اور بنو عبد مناف بھی اسکے بعد جو جی چاہے کریں۔ لوگوں نے کہا "ہرگز نہیں قسم بخدا! ہم تمہیں کبھی کسی معاملے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔

علی الصبح ابوجہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر آنحضرتؐ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب حضور اکرمؐ بیت اللہ میں حسب معمول تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے (قریش بھی ابوجہل کی یہ کارروائی دیکھنے کے لیے پہنچ چکے تھے۔) یہاں تک کہ آپ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور آگے بڑھا تا کہ آپ کے سر مبارک پر پتھر دے مارے لیکن جب آپؐ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب پہنچا تو خوفزدہ حالت میں واپس بھاگا۔اس حال میں کہ اس کا رنگ اڑا ہوا اور وہ اس قدر مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پتھر کے ساتھ چپک کر رہ گئے اور وہ بمشکل پتھر پھینک سکا۔قریش کے لوگ بھاگے بھاگے اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔"ابوالحکم! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔؟ابوجہل نے کہا" میں نے رات جو منصوبہ قتل آپ کے سامنے رکھا تھا اسکی تکمیل کے لیے جب محمد ﷺ کے قریب پہنچا اور پتھر مارنے لگا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا۔واللہ! میں نے کبھی کسی اونٹ کی ایسی کھوپڑی، ویسی گردن، ویسے دانت نہیں دیکھے۔وہ اونٹ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔" محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔مجھے بتایا گیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اگر ابوجہل قریب آتا تو اسے وہ دبوچ لیتے۔(سیرت ابن ہشام ج:۱ص:۲۹۸،۲۹۹)

ابوجہل ہمیشہ اپنے دل میں یہ حسرت لئے پھرتا رہا۔ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب قریش نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ طاقت پکڑتے جا رہے ہیں، بلاخوف وتردد کعبۃ اللہ میں آ کر بیٹھتے ہیں تو وہ مسلمانوں کی جرأت و بے باکی پر حیران ہوئے اور ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ہمارے بزرگ اور ہم سب میں افضل ہیں۔ان بے وقوف مسلمانوں نے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ کے ساتھ مل کر جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔وہ ہمارے معبودوں کو چھوڑ کر ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ہمارے نوجوانوں کو احمق کہتے ہیں۔قریش نے کہا۔ہم آپ کے پاس (عمارہ بن الولید بن المغیرہ کو اپنے ساتھ لائے ہیں) عمدہ نسب، مکہ کا خوبصورت اور بہادر جوان اور شعر گوئی کے ماہر شخص کو آپ کے حوالے کرتے ہیں تا کہ اسکی مدد و میراث آپ کے لیے ہو۔آپ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم اسے قتل کر دیں۔قریش نے کہا کہ یہ طریقہ خاندان کو باہم ملانے والا اور انجام کار کے اعتبار سے بہترین ثابت ہوگا۔

ابوطالب نے کہا" قسم بخدا! تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا،تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو تا کہ میں تمہارے لئے اس کی پرورش کروں اور تمہیں اپنا بھتیجا دیدوں تا کہ تم اسے قتل کر دو، یہ تو انصاف نہ ہوا۔تم لوگ مجھ سے غریب اور ذلیل کا سا سودا کرتے ہو۔ (اس موقع پر مطعم بن عدی نے کہا: اے ابوطالب! خدا کی قسم تم سے تمہاری قوم نے انصاف کی بات کہی اور جو صورت تمہیں ناگوار ہے اس سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بات قبول نہیں کرنا چاہتے۔اس کے جواب میں ابوطالب نے کہا کہ قسم بخدا تم لوگوں نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی ہے بلکہ تم بھی میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالف لوگوں کی مدد پر تلے ہو تو ٹھیک ہے جو چاہو کر لو۔(سیرت ابن ہشام ج:۱ص:۲۶۶،۲۶۷)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ ہم ان (ابوطالب) کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے۔اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ محمد (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کیا جائے۔(اس دھمکی کے بعد) جب پہلی شب گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو آنحضرت ﷺ گم ہو گئے آپ کے چچا ابوطالب قیام گاہ پر آئے مگر آپ کو موجود نہ پایا۔ابوطالب کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں قریش نے آپ (ﷺ) کو قتل نہ کر دیا ہو، انہوں نے بنو ہاشم و بنو مطلب کے نوجوان جمع کیے اور ایک ایک تلوار دیکر انہیں کہا کہ میرے ساتھ چلو۔جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہیئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابوجہل بھی ہو کیونکہ اگر محمد ﷺ قتل کر دیے گئے ہیں تو اس میں ابوجہل کا ہاتھ ضرور ہوگا۔تمام نوجوانان بنو ہاشم و بنو مطلب نے بھرپور تعاون اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانبرداری کا یقین دلایا۔

اس حال میں حضرت زید بن حارثہ ابو طالب کے پاس آئے، ابو طالب نے پوچھا زید تم نے میرے بھتیجے کو کہیں دیکھا ہے انہوں نے کہا جی ہاں میں ابھی انہی کو مل کر آیا ہوں۔ ابو طالب نے کہا میں جب تک محمد کو دیکھ نہ لوں گھر نہیں جاؤں گا۔ زید دوڑتے ہوئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (کوہ صفا کے ایک مکان سے جہاں آپ صحابہ کرام سے محو گفتگو تھے) بلا لائے۔ جب آپ ابو طالب کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا بھتیجے تم کہاں تھے؟ خیریت سے تو تھے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ خیر خیریت کے بعد انہوں نے آپؐ کو کہا گھر جایئے چنانچہ آپؐ گھر چلے گئے، علی الصبح جناب ابو طالب آنحضرتؐ کو لے کر ہاشمی و مطلبی نوجوانوں کے ساتھ قریش کی مجالس میں گئے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر انکے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا

"اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کیا قصد کیا تھا؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ ابو طالب نے انہیں یہ سارا واقعہ بتایا اور ہاشمی و مطلبی نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو۔ نوجوانوں نے جو کچھ ان کے ہاتھوں میں تھا جب کھولا تو ہر نوجوان کے پاس تیز تلوار تھی۔ ابو طالب نے کہا کہ "واللہ اگر تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہم اور تم آپس میں فنا ہو جاتے۔ یہ سن کر ساری قوم بھاگی مگر ان میں سے سب سے زیادہ تیز بھاگنے والا ابو جہل تھا۔ (طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۲۹۹ تا ۳۰۲)

ابو جہل قتل کی یہ حسرت اپنے دل میں لئے پھرتا رہا یہاں تک کہ ہجرت سے ایک سال پہلے دارالندوہ کی قریش کی پارلیمنٹ میں اپنی تجویز کا اعادہ کیا اور پارلیمنٹ نے قتل کے لیے گیارہ رکنی کمیٹی بنائی جن کے نام درج ذیل ہیں۔ ۱۔ ابو جہل بن ہشام ۲۔ حکم بن عاص ۳۔ عقبہ بن ابی معیط ۴۔ نضر بن حارث ۵۔ امیہ بن خلف ۶۔ زمعہ بن الاسود ۷۔ طعیمہ بن عدی ۸۔ ابولہب ۹۔ ابی بن خلف ۱۰۔ نبیہ بن الحجاج ۱۱۔ منبہ بن الحجاج (زاد المعاد ج:۲ ص:۵۲)

مکہ کی پارلیمنٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا فیصلہ اور اس میں ابو جہل کا کردار

ابو جہل کی اسلام دشمنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کے واقعات کا احاطہ ممکن نہیں اور نہ یہاں ہجرت کی رات پیش آنے والے حالات کا احاطہ مطلوب ہے۔ اتنا بتانا ضروری ہے کہ قریش مکہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ میں بحث و تمحیص کے بعد طے پا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا جائے، اس کام کی تکمیل کے لیے آخری قرارداد ابو جہل ہی نے پیش کی جو من و عن منظور ہوئی اور وہ قرارداد یہ تھی۔ ابو جہل نے کہا "میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلے سے ایک مضبوط، صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کریں، پھر ہر ایک کو ایک ایک تیز تلوار دیں۔ اسکے بعد سب کے سب اس شخص کا رخ کریں اور اس طرح یکبارگی تلوار مار کر قتل کر دیں۔ جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو۔ یوں ہمیں اس شخص سے راحت مل جائے گی اور اس طرح قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس شخص کا خون سارے قبائل میں بکھر جائے گا اور عبد مناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ (سیرت ابن ہشام ج:۱ ص:۴۸۰۔ ۴۸۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ قرارداد کے مطابق گیارہ سردار منتخب ہوئے جن میں ابوجہل کا نام سرفہرست تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رات ذرا تاریک ہوگئی تو یہ لوگ گھات لگا کر نبی ﷺ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ ﷺ سوجائیں تو یہ لوگ آپؐ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ (سیرت ابن ہشام ج:۱ص:۴۸۲)

منتخب لیڈر طے کردہ وقت کے مطابق آنحضرت ﷺ کے مکان پر پہنچے اور اس کا گھیراؤ کرلیا قتل کے لیے آدھی رات کا وقت مقرر تھا اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گزار رہے تھے۔ ان لوگوں کا پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہو کر رہے گی۔ یہاں تک کہ ابوجہل نے بڑے متکبرانہ اور پرغرور انداز میں مذاق اور استہزا کرتے ہوئے کہا

[إِنَّ مُحَمَّدًا يَزْعَمُ أَنَّكُمْ إِنْ تَابَعْتُمُوهُ كُنْتُمْ مُلُوكُ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ، ثُمَّ بُعِثْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ فَجُعِلَتْ لَكُمْ جِنَانٌ كَجِنَانِ الْأُرْدُنِ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ لَهُ فِيكُمْ ذِبْحٌ. ثُمَّ بُعِثْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ، ثُمَّ جُعِلَتْ لَكُمْ نَارٌ تُحْرَقُونَ فِيهَا۔]

محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اسکی پیروی کرو گے تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لئے اردن کے باغات جیسی نعمتیں ہوں گی۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو انکی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لئے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے۔ (سیرت ابن ہشام۔ ج:۱ص:۴۸۳)

جی ہاں ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کی صحیح ترجمانی کی۔ ابن ہشام نے عمرو بن العاص کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین حطیم کعبہ میں جمع تھے میں بھی موجود تھا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر چھیڑا اور کہنے لگے۔ "اس شخص کے معاملے میں ہم نے جیسا صبر کیا ہے اسکی مثال نہیں۔ درحقیقت ہم نے اس معاملے میں بہت ہی بڑی بات پر صبر کیا ہے۔" یہ گفتگو چل رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آتے ہی سب سے پہلے حجر اسود کو چوما پھر طواف کرتے ہوئے مشرکین کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے کچھ کہہ کر طعنہ زنی کی جس کا اثر آپ کے چہرے پر دیکھا گیا۔ اس کے بعد جب دوبارہ آپ کا گزر ہوا تو مشرکین نے پھر لعن طعن کی۔ اب کی بار آپ ٹھہر گئے اور فرمایا "قریش کے لوگو! سن رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس (تمہارے) قتل وذبح (کا حکم) لے کر آیا ہوں"..........

دوسرے دن قریش پھر اسی طرح جمع ہو کر آپ کا ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ دیکھتے ہی سب (یکجان ہو کر) ایک آدمی کی طرح آپؐ پر پل پڑے اور آپ کو گھیر لیا۔ پھر میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے گلے کے پاس سے آپ کی چادر پکڑ لی (اور بل دینے لگا) حضرت ابوبکرؓ آپ کے بچاؤ میں لگ گئے۔ وہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ "أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ۔" کیا تم لوگ ایک ایسے آدمی کو قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔" اس کے بعد وہ لوگ آپؐ کو چھوڑ کر پلٹ گئے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ یہ سب سے سخت ترین ایذا رسانی تھی جو میں نے قریش کو کبھی کرتے ہوئے دیکھی۔ (سیرت ابن ہشام۔ ج:۱ص:۲۸۹۔۲۹۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آنحضرت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ گئے اور کفر و اسلام کا پہلا معرکہ حق و باطل برپا ہوا۔ یوم بدر "یوم الفرقان" بن گیا۔ شکست کے آثار نمایاں دیکھ کر ابوجہل نے للکار کر کہا اور تکبر و غرور میں دھنسا ہوا کہتا جا رہا تھا کہ (اے لشکر قریش) سراقہ کی کنارہ کشی سے تمہیں پست ہمت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس نے محمدؐ کے ساتھ پہلے سے ساز باز کر رکھی تھی۔ تم پر عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کا ہول بھی سوار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا۔ لات و عزیٰ کی قسم! ہم واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ انہیں رسیوں میں جکڑ لیں۔ دیکھو تمہارے آدمی انکے کسی آدمی کو قتل نہ کریں بلکہ انہیں پکڑو اور گرفتار کرو تا کہ ہم ان کی بری حرکت کا انہیں مزہ چکھائیں۔

یہ پھوں پھاں ہوا ہوگئی جب لشکر اسلام کے دو کم سن نوعمر (مُعاذ بنِ عَمرو بن جَمُوح اور مُعَوِّذ بن عَفرا) نے یکبارگی حملہ کیا اور شاتم رسول ﷺ کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کا سر قلم کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کا نظارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا۔ واقعی اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ' تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ پھر فرمایا۔ "چلو مجھے اس کی لاش دکھاؤ" ہم نے آپ کو لے جا کر لاش دکھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ امت کا فرعون ہے اور دوسری ساعت اس فرعون کی لاش کو دوسری لاشوں کیساتھ لاٹھی سے دھکیل کر اندھے کنویں میں پھینک دیا گیا جو ابدالآباد جہنم رسید ہو کر رہتی دنیا تک کے لیے نشان عبرت بن چکا ہے۔

ابولہب اور اس کا خاندان یا ابوجہل ہی صرف مخالفت کرنے والے نہیں تھے بلکہ ایسے بے شمار لوگ تھے جو آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچا رہے تھے۔ ابن سعد نے جو نام لکھے ہیں وہ ایک خاص نقطہ نظر سے میں یہاں درج کر رہا ہوں آگے چل کر میں اس حوالے سے کچھ عرض کروں گا۔ وہ رقمطراز ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے عداوت و دشمنی رکھنے والے اور جھگڑے اور فساد کے خواہاں (لوگوں میں سے نمایاں) لوگ یہ تھے۔

۱۔ ابوجہل بن ہشام ۲۔ ابولہب بن عبدالمطلب ۳۔ اسود بن عبدیغوث ۴۔ حارث بن قیس (جس کی ماں کا نام غیطلہ تھا) ۵۔ ولید بن المغیرہ ۶۔ امیہ بن خلف ۷۔ ابی بن خلف ۸۔ فرزندان ابی ابن خلف ۹۔ ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ ۱۰۔ عاص بن وائل ۱۱۔ نضر بن الحارث ۱۲۔ منبہ بن الحجاج ۱۳۔ زہیر بن امیہ ۱۴۔ سائب بن صفی بن عابد ۱۵۔ اسود بن عبدالاسد ۱۶۔ عاص بن سعید ابن العاص ۱۷۔ عاص بن ہاشم ۱۸۔ عقبہ بن ابی معیط ۱۹۔ ابن الاصدی الھذلی ۲۰۔ حکم بن ابی العاص ۲۱۔ عبد بن الحمرا

ابن سعد اس پر مزید لکھتے ہیں کہ ابوجہل، ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کی عداوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب عداوت میں سخت تھے تاہم یاوہ گوئی نہیں کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص: ۲۹۸:۲۹۹)

عُقبہ بن ابی معیط

مخالفین کا دائرہ بڑا وسیع تھا مکہ کی پارلیمنٹ نے اسلام کا راستہ روکنے اور آنحضرت ﷺ کو راستے سے ہٹانے کے لیے پچیس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکنی کمیٹی سرداران قریش پر مشتمل قائم کر رکھی تھی اور وہ اپنا کام مسلسل انجام دے رہی تھی۔اس کمیٹی کا ایک ممبر عقبہ بن ابی معیط تھا جس کا شمار آپ کے مخالفین میں صف اول میں ہوتا تھا۔عقبہ بن ابی معیط کا ذکر ضمناً پہلے آ چکا ہے کہ اس نے ابو جہل کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک اونٹ کا اوجھ لا کر آنحضرتؐ کی پشت پر اس وقت رکھ دیا جب آپ سجدے کی حالت میں تھے۔

(بخاری احادیث نمبر: ۲۴۰، ۵۲۰، ۲۹۳۴، ۳۸۵۴، ۳۹۶۰)

عقبہ بن ابی معیط کی شرارتیں بھی متنوع قسم کی تھیں۔"ایک مرتبہ اس نے آنحضرت ﷺ کی گردن مبارک حالت نماز میں اس زور سے روندی کہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں گی۔

(مختصر السیر ہ شیخ عبداللہ ص: ۱۳۵، الاستیعاب، الاصابہ، دلائل النبوۃ، الروض الانف)

امیہ کا بھائی ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کا گہرا دوست تھا۔ایک بار عقبہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر کچھ سنا۔ابی بن خلف کو معلوم ہوا تو وہ عقبہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو محمد ﷺ کے پاس بیٹھتا ہے اور اس کی باتیں سنا کرتا ہے؟ پھر اس نے کہا کہ تو نے اس کی بات سنی یا اس کے پاس بیٹھا تو میرے لیے تیری صورت کا دیکھنا حرام ہوگا۔اور اس کو کڑی کڑی قسمیں دے کر اس سے مطالبہ کیا کہ وہ محمد ﷺ کے منہ پر تھوک آئے، اس بدبخت نے ایسا ہی کیا،لیکن روایات میں آیا ہے کہ جب اس نے تھوکا تو اس کا تھوک اسی کے منہ پر گر پڑا اور اسکے چہرے پر برص پیدا ہوگئی۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾﴾ (الفرقان: ۲۵: ۲۷ تا ۲۹)

"ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا، کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اس کے بہکاوے میں آ کر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔"

اور اس کے فوراً بعد ابی بن خلف آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی اٹھا کر لایا اور اس کو اپنے دونوں ہاتھوں میں چورا چورا کر کے آپؐ کی طرف منہ کر کے اسے پھونک کر اڑا دیا اور کہا "اے محمد (ﷺ) تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے گل سڑ جانے کے بعد اسے اٹھائے گا۔تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں (اے ابی بن خلف) میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد اسی طرح اٹھائے گا اور جہنم رسید کرے گا تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾﴾ (یٰسین: ۳۶: ۷۸ تا ۸۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔کہتا ہے ''کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔؟ ان سے کہو، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔وہی جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولہے روشن کرتے ہو۔''

پہلے آنحضرتؐ کے ہمسایوں کا تذکرہ آ چکا ہے۔تاہم آنحضرتؐ کا گھر عقبہ بن ابی معیط اور ابولہب کے گھروں کے درمیان واقع تھا۔طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں دو بدترین ہمسایوں کے درمیان تھا ایک ابولہب، دوسرے عقبہ۔ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ جو گرد وہ گھر کے اندر آنحضرتؐ کو اذیت دیا کرتا تھا۔وہ یہ تھا: ابولہب، حکم بن ابی العاص، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراثقفی، ابن الاصداء ھذلی یہ سب کے سب آپؐ کے پڑوسی تھے اور ان میں سے صرف حکم بن ابی العاص مسلمان ہو گئے، انکے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپؐ نماز پڑھتے تو کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اس طرح لٹکا کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپؐ کے اوپر گرتی۔چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔آنحضرتؐ نے مجبور ہو کر ایک گھراؤندا بنا لیا تھا تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔بہر حال جب آپؐ پر یہ گندگی پھینکی جاتی تو آپؐ اسے لکڑی پر لے کر نکلتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے ''اے بنی عبدمناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ پھر اسے ایک طرف ڈال دیتے۔جو انجام ابوجہل کا ہوا سو انجام عقبہ بن ابی معیط کا ہوا کہ بدر کی آگ میں اس طرح پہنچا کہ پھر اس سے نکلنا نصیب نہیں ہو سکا۔(سیرت ابن ہشام ج:۱۔ص:۴۱۶؛ بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن جریر، بلاذری)

امیہ بن خلف

امیہ بن خلف کا مستقل معمول تھا کہ جب وہ آنحضرت کو دیکھتا تو لعن طعن کرتا اس کے کردار کی عکاسی ان آیات میں کی گئی ہے۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١﴾ (الھمزۃ ۱۰۴:۱)

''تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔''

(سیرت ابن ہشام ج:۱ ص:۳۵۶۔۳۵۷)

اخنس بن شریک

اخنس بن شریک ثقفی بھی آنحضرتؐ کے ستانے والوں میں سے تھا قرآن مجید میں اسکے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝١٣ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝١٤ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ۝١٥ سَنَسِمُهُۥ عَلَى ٱلْخُرْطُومِ ۝١٦﴾ (القلم ۶۸:۱۰ تا ۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے۔ طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم وزیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے۔ سخت بد اعمال ہے، جفا کار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے۔ اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے۔ جب ہماری آیات اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے وقتوں کے افسانے ہیں۔ عنقریب ہم اسکی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔ (سیرت ابن ہشام ج:۱ص:۳۶۴)

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ بھی آپ کے مخالفین میں پیش پیش تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محمد ﷺ پر تو وحی نازل ہو اور مجھے چھوڑ دیا جائے حالانکہ میں قریش کا بڑا شخص اور سردارِ قریش ہوں۔ پھر (یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ) ابوعروہ بن مسعود الثقفی کو چھوڑ دیا جو بنی ثقیف کا سردار ہے۔ پس ہم دونوں ان دونوں بستیوں (مکہ و طائف) کے بڑے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾﴾ (الزخرف:۴۳:۳۱)

"کہتے ہیں یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔"

عاص بن وائل

عاص بن وائل بھی منکرین آخرت میں سے تھا، ایک قرآن مجید اور دوسرے اہل ایمان اس کے نشانے پر تھے۔ ایک مرتبہ اس نے حضرت خباب بن الارت ؓ سے چند تلواریں بنوائیں تو حسب وعدہ جب وہ اپنے مال کی رقم لینے کے لیے گئے تو اس نے جواب دیا۔ اے خباب! تمہارے دوست محمدؐ جس کے دین پر تم ہو ان کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ جنت میں سونا چاندی، کپڑے، خادم غرض ہر وہ چیز ہے جو جنت والے چاہیں۔ تو اے خباب! مجھے قیامت تک کے لیے مہلت دے دو کہ جب میں اس گھر (آخرت) کی جانب لوٹوں گا تو وہاں تمہارا حق ادا کردوں گا کیونکہ واللہ! تم اور تمہارے ساتھی اللہ کے پاس جنت میں ان نعمتوں کے مجھ سے زیادہ حق دار و حصہ دار نہیں ہوں گے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾﴾ (مریم:۱۹:۷۷تا۸۰)

"پھر تو نے دیکھا اس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا؟ کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا ہے یا اس نے رحمان سے کوئی عہد لے رکھا ہے۔ ہرگز نہیں جو کچھ یہ بکتا ہے اسے ہم لکھ لیں گے اور اسکے لیے سزا میں اور زیادہ اضافہ کریں گے۔ جس سرو سامان اور لاؤ لشکر کا یہ ذکر کر رہا ہے وہ سب ہمارے پاس رہ جائے گا اور یہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔" (سیرت ابن ہشام ج:۱ص۳۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نضر بن حارث

نضر بن حارث کا شمار بھی آنحضرت ﷺ کے سخت ترین مخالفین میں ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے اپنی دعوت لوگوں کے سامنے رکھتے، موقع و مناسبت سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، حاضرین کو ان عذابوں سے ڈراتے جو سابقہ امتوں پر آ چکے تھے۔ دعوت سے فارغ ہو کر جب آپؐ چلے جاتے تو وہ آپؐ کی جگہ پر بیٹھ کر انہی لوگوں کے سامنے رستم، اسفند یار اور شاہان فارس کے قصے کہانیاں بیان کرتا اور پھر کہتا واللہ! محمد (ﷺ) مجھ سے بہتر بیان کرنے والا نہیں اور اس کی باتیں تو صرف پرانے قصے ہیں۔ اس نے بھی ان قصوں کو ویسا ہی لکھ لیا، جس طرح میں نے لکھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

﴿وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (الفرقان:۲۵: ۵-۶)

"کہتے ہیں، یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں، جنہیں یہ شخص نقل کرتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔" اے نبیؐ ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمان کا بھید جانتا ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔"

اور فرمایا

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ (القلم:۶۸: ۱۵)

"جب ہماری آیات اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کے افسانے ہیں۔"

اور ارشاد فرمایا

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـَٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ (الجاثیہ:۴۵: ۷ تا ۹)

"تباہی ہے ہر اس جھوٹے بد اعمال شخص کے لیے جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ ان کو سنتا ہے پھر پورے غرور کے ساتھ اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مژدہ سنا دو۔ ہماری آیات میں سے کوئی بات جب اس کے علم میں آتی ہے تو ان کا مذاق بنا لیتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔"

(سیرت ابن ہشام ج: ص: ۳۶۰-۳۶۱)

قصہ گوئیوں اور افسانوں سے قرآن مجید کا مقابلہ کرنا اور لوگوں کو اس میں الجھائے اور پھنسائے رکھنا نضر بن الحارث کا نصب العین تھا۔ اس نے ایک بار قریش کو مخاطب ہو کر کہا "قریش کے لوگو! خدا کی قسم تم پر ایسی افتاد آن پڑی ہے کہ تم لوگ اب تک اس کا کوئی توڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لا سکے۔ محمد (ﷺ) تم میں جوان تھے تو تمہارے سب سے پسندیدہ آدمی تھے، سب سے زیادہ سچے اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھے۔ اب جب ان کی کنپٹیوں میں سفیدی پڑ گئی ہے (یعنی ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے ہیں) اور وہ تمہارے پاس کچھ باتیں لے کر آئے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہیں۔ نہیں بخدا وہ جادوگر نہیں، ہم نے جادوگر دیکھے ہیں، ان کی جھاڑ پھونک اور گرہ بندی بھی دیکھی ہے اور تم کہتے ہو وہ کاہن ہیں۔ نہیں بخدا وہ کاہن بھی نہیں۔ ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں۔ انکی الٹی سیدھی حرکتیں بھی دیکھی ہیں اور ان کی فقرہ بندیاں بھی سنی ہیں تم لوگ کہتے ہو وہ شاعر ہیں بخدا وہ شاعر بھی نہیں، ہم نے شعر بھی دیکھا ہے اور اسکے سارے اصناف، ہجز، رجز وغیرہ سنے ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ پاگل ہے۔ نہیں، بخدا وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم نے پاگل پن دیکھا ہے یہاں نہ اس طرح کی گھٹن ہے، نہ ویسی بہکی بہکی باتیں اور نہ ان جیسی فریب کارانہ باتیں۔ قریش کے لوگو! سوچو خدا کی قسم تم پر زبردست افتاد آن پڑی ہے۔

اس کے بعد نضر بن الحارث حیرہ گیا وہاں بادشاہوں کے حالات و واقعات اور رستم و اسفندیار کے قصے سیکھے پھر واپس آیا تو جب آنحضرت ﷺ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرتے اور اسکی گرفت سے لوگوں کو ڈراتے تو آپؐ کے بعد یہ شخص وہاں پہنچ جاتا اور کہتا کہ بخدا! محمد ﷺ کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں۔ اس کے بعد وہ فارس کے بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کے قصے سناتا پھر کہتا آخر کس بنا پر محمد کی باتیں مجھ سے بہتر ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج:۱ ص:۲۹۹۔۳۰۰، ۳۵۸ مختصر السیرہ للشیخ عبداللہ ص:۱۱۷۔۱۱۸)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نضر بن الحارث نے چند لونڈیاں بھی خرید رکھی تھیں اور جب وہ کسی آدمی کے متعلق سنتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک لونڈی مسلط کر دیتا جو اسے کھلاتی پلاتی اور گانے سناتی یہاں تک کہ اسلام کی طرف سے اس کا جھکاؤ باقی نہ رہ جاتا۔ اسی سلسلہ میں یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا کہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (لقمان۳۱: ۶۔۷)

"اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اس طرح رخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے انہیں سنا ہی نہیں، گویا کہ اسکے کان بہرے ہیں۔ اچھا مژدہ سنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا" (فتح القدیر للشوکانی ج:۴ ص:۲۳۶)

یہ تھا نضر بن الحارث جس نے قرآن مجید اور آنحضرتؐ اور آپ کی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے جاہلانہ تہذیب و ثقافت کو عرب میں متعارف کرایا اور صنف نازک کو بطور آلہ کار میدان میں لا کھڑا کیا۔

دعوت کو روکنے کے لیے قریش کے عجیب ہتھکنڈے

آنحضرت ﷺ لوگوں تک دعوت پہنچانے کے لیے ہر وقت اور ہر لمحہ بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ گزشتہ چھ سالہ دور نبوی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جسے آپ نے ضائع کیا ہو، رات کو دعوت دی جا رہی تھی اور دن کو بھی، سردی میں بھی اور گرمی میں بھی۔ ایک ایک فرد کو بھی دعوت دی جا رہی تھی اور چھوٹے بڑے اجتماعات میں بھی۔ خود رابطے کر کے دعوت دی جا رہی تھی اور جو لوگ رابطے کر رہے تھے ان کو بھی۔ لیکن مکی حکمرانوں کا بعض اوقات جارحانہ انداز ہو جاتا تھا اور بعض اوقات افہام و تفہیم کا بھی۔ چنانچہ مکی حکمران جہاں آپ کے پاس افہام و تفہیم کے لیے لوگ بھیج رہے تھے، مثلاً عتبہ بن ربیعہ۔ وہاں وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس طلب کر کے بحث و مباحثے اور ڈرانے دھمکانے کے انداز میں دباؤ بھی ڈال رہے تھے۔ جناب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہو کر وہاں آنحضرت ﷺ کو بلوا کر اپنے مطالبات منوانے اور آنحضرت ﷺ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہاں دو واقعات کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "سورج غروب ہو چکا تھا، بیت اللہ کے پیچھے اہل مکہ جمع تھے، مکی حکمرانوں کے سرکردہ افراد جن میں (۱۔ عتبہ بن ربیعہ ۲۔ شیبہ بن ربیعہ ۳۔ ابو سفیان بن حرب ۴۔ بنو عبدالدار کا ایک آدمی ۵۔ بنو الاسد کے ابو البختری ۶۔ اسود بن عبدالمطلب بن اسد ۷۔ زمعہ بن اسود ۸۔ ولید بن مغیرہ ۹۔ ابو جہل بن ہشام ۱۰۔ عبداللہ بن ابی امیہ ۱۱۔ امیہ بن خلف ۱۲۔ عاص بن وائل ۱۳۔ نُبیہ بن حجاج سہمی ۱۴۔ مُنبہ بن حجاج سہمی) یہ لوگ نمایاں تھے۔ باہم مشورہ سے انہوں نے ایک پیغام رساں کے ذریعے آنحضرت ﷺ کو بلوایا۔ آپ بہ تمام عجلت اس اکٹھ میں یہ عزم لے کر پہنچے کہ شاید انہوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچ کر بیٹھ گئے تو سرداران قریش نے کہا "اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو اس لیے بلوایا ہے کہ ہم آپ کو سمجھانے کی مقدور بھر کوشش کر دیکھیں شاید آپ ہماری بات سمجھ جائیں نیز لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہم نے سمجھانے کی پوری کوشش کر لی ہے۔ (اب قصور ہے تو محمد ﷺ کا ہے) قسم بخدا پورے عرب میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی قوم کو ان پریشانیوں میں مبتلا کر رکھا ہو جن میں آپ نے اپنی قوم کو مبتلا کیا ہوا ہے، آپ نے اپنی قوم کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا اور ان کے دین میں عیب نکالے اور انکو بے وقوف قرار دیا اور انکے خداؤں کو برا بھلا کہا اور جماعت میں پھوٹ ڈالی، آپ نے ہمارے ساتھ تعلقات بگاڑنے والا ہر کام کیا۔ (معلوم نہیں یہ سب کچھ کرنے کے مقاصد کیا ہیں) اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس ذریعہ سے آپ مال و دولت حاصل کر سکیں؟ تو ہم مل کر آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ ہم سب میں سے بڑے مالدار بن جائیں گے اور اگر آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ سرداروں کے بھی سردار بن جائیں؟ تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیں گے اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں؟ تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے۔ اے محمد (ﷺ) اگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ جنات کے اثر سے ہو رہا ہے جس کے سامنے آپ بے بس ہیں تو ہم اس کا علاج کرانے کے لیے اپنی ساری دولت خرچ کرتے رہنے کو تیار ہیں یہاں تک کہ آپ تندرست ہو جائیں یا ماہرین آپ کو لاعلاج کر دیں اور ہمارے لئے مزید علاج ناممکن ہو جائے۔"

اس گفتگو کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مجھے وہ کوئی مرض لاحق نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو نہ میں جو چیز تمہارے پاس لایا ہوں، وہ اس لیے لایا ہوں کہ تم سے تمہارے مال طلب کروں یا تم میں شرف حاصل کروں یا تمہارا بادشاہ بن جاؤں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں کو خوشخبری سناؤں اور ایمان نہ لانے والوں کو ڈراؤں۔ چنانچہ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے اور نصیحت کر دی۔ اب اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میری دعوت کو قبول کرلو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو تمہارے لیے دنیا وآخرت میں خوش نصیبی کا باعث ہوگی اور اگر تم میری دعوت کو رد کرتے ہو تو میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

اس گفتگو کے ردِ عمل میں ایک کردار تو یہ سامنے آیا کہ سرداران قریش نے کہا "اے محمدؐ ہم نے جو باتیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں اگر وہ آپ کو قبول نہیں ہیں تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ہم سے زیادہ تنگ شہر والا اور ہم سے کم مال والا، اور ہم سے زیادہ سخت زندگی والا نہیں ہے تو آپ کے جس رب نے آپ کو یہ دعوت دے کر بھیجا ہے اس سے آپ ہمارے لیے یہ سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہم سے ہٹا دے جن کی وجہ سے ہمارے شہر تنگ پڑ گئے ہیں۔ اور ہمارے شہروں کو وسیع بنا دے اور یہاں شام وعراق جیسی نہریں چلا دے اور جو ہمارے آباؤ اجداد مر چکے ہیں ان کو دوبارہ زندہ کردے، ان میں خاص طور پر قصی بن کلاب کو بھی زندہ کرے کیونکہ وہ سچے بزرگ تھے۔ پھر ہم ان سے پوچھیں کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا غلط ہے۔ جتنی باتوں کا ہم نے آپؐ سے مطالبہ کیا ہے اگر آپ ان کو پورا کردیں گے اور ہمارے آباؤ اجداد آپؐ کی تصدیق کردیں گے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مان لیں گے اور اس سے ہمیں پتہ چل جائے گا کہ اللہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا مرتبہ ہے اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ واقعی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

اس گفتگو کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(اے قریش) اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کاموں کے لیے نہیں بھیجا اور جو کچھ اس نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب میں تمہیں پہنچا چکا ہوں، اگر تم انہیں قبول کرلو گے تو تمہیں دنیا وآخرت میں خوش نصیبی حاصل ہوگی، اور اگر تم قبول نہ کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہی میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کردے۔"

اس کے جواب میں سرداران قریش بولے "اگر آپ ہمارے یہ مطالبات پورے کرنے کو تیار نہیں تو کم از کم اپنے لیے اتنا تو کرو کہ اپنے رب سے کہو کہ وہ ایک فرشتہ بھیج دے جو آپؐ کی باتوں کی تصدیق کرے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دیا کرے اور اپنے رب سے کہو وہ آپ کے لیے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محلات بنا دے جس کی وجہ سے آپ کو ان باتوں کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے جن کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو بازاروں میں جا کر ہماری طرح روزی تلاش کرنا پڑتی ہے۔ اگر آپؐ کا رب ایسا کردے گا تو اس سے ہمیں پتہ چل جائے گا کہ آپؐ کا اپنے رب کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جیسے آپؐ کہہ رہے ہیں واقعی اس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(اے سرداران قریش) میں یہ نہیں کروں گا اور نہ ہی میں اپنے رب سے یہ مانگوں گا اور نہ ہی مجھے اس کام کے لیے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔ جو دعوت میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم اس کو قبول کرلو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا نصیبہ ہوگا اور اگر قبول نہیں کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے۔"

سرداران قریش نے کہا "پھر آپ ہم پر آسمان گرا دیں جیسے کہ آپؐ کا کہنا ہے کہ اگر آپؐ کا رب چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے کیونکہ جب تک آپؐ ایسا نہیں کریں گے ہم ہرگز آپؐ کو سچا نہیں مانیں گے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے سرداران قریش) یہ تو اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اختیار میں ہے وہ اگر چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا بھی کر دے۔"

سرداران قریش نے کہا "کیا آپؐ کے رب کو اس کا علم نہیں تھا کہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے اور آپؐ سے یہ سوالات اور مطالبے کریں گے؟ تو آپ کو پہلے سے ہی یہ بتا دیتا اور ہمارے سوالات کے جوابات سکھا دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ اگر ہم آپؐ کی لائی ہوئی باتوں کو قبول نہیں کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک آدمی سکھاتا ہے جسے رحمان کہا جاتا ہے۔ قریش نے کہا واللہ ہم ہرگز رحمان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اے محمد ﷺ ہم نے آپؐ کے سامنے اپنا نقطہ نظر رکھ دیا ہے اور آپؐ کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی قسم بخدا! اب ہم آپ کا پیچھا نہیں چھوڑینگے اور جو کچھ آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، ہم اس کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہم آپ کو ختم کر دیں یا آپ ہمیں ختم کر دیں۔"

سرداران قریش میں سے ایک بولا "ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔" دوسرے سردار نے کہا "ہم آپ کو اس وقت سچا مانیں گے جب آپؐ ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لا کھڑا کر دینگے۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

جب وہ یہ باتیں کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور معاً بعد ہی آپؐ کے ساتھ آپؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی کھڑا ہو گیا اور اس نے آنحضرتؐ کو مخاطب ہو کر کہا "اے محمد ﷺ آپؐ کی قوم نے آپؐ کے سامنے مال و دولت، سرداری اور بادشاہت کی پیش کش کی لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا۔ پھر اس نے کہا کہ قوم نے آپ سے اپنے فائدے کے کچھ کام کروانے چاہے تاکہ ان کاموں کے ذریعے سے اللہ کے ہاں آپؐ کے درجے اور مرتبے کا پتہ چل جائے لیکن آپ نے وہ بھی نہ کیا پھر قوم نے آپؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ عذاب جلدی لے آئیں۔ اللہ کی قسم میں آپؐ پر تب ایمان لاؤں گا جب آپ آسمان تک سیڑھی لگا کر اس پر چڑھنے لگ جائیں اور میں آپ کو دیکھتا رہوں۔ یہاں تک کہ آپ آسمان تک پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنے ساتھ کھلا ہوا صحیفہ لے کر اتریں اور آپ کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے اور واللہ! اگر آپؐ اس طرح کر بھی دیں تو بھی میرا خیال یہی ہے کہ پھر بھی میں آپ کو سچا نہیں مانوں گا۔" یہ کہہ کر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور آنحضرت ﷺ غم واندوہ سے چور اور ان سے یکسر مایوس ہو کر اپنے گھر واپس آ گئے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد: ۱ ص: ۱۰۸ تا ۱۱۲ بحوالہ ابن جریر۔ تفسیر ابن کثیر ج: ۳ صف: ۶۲۔ البدایہ والنہایہ ج: ۳ ص: ۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ سرداران قریش نے آنحضرت ﷺ سے کہا "آپ جس عورت کو پسند کریں اس سے آپؐ کی شادی کیے دیتے ہیں۔ ہم آپؐ کے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہیں، آپ بس ہماری یہ بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کی برائی کرنے سے باز رہیں۔ (ابن جریر فی التفسیر والتاریخ ابن ابی حاتم۔ طبرانی)

قریش اور سرداران قریش دیگر متعدد مواقع پر بھی آنحضرت ﷺ کو کئی تجاویز پیش کرتے رہے تاکہ آپ کسی بات پر راضی ہو جائیں اور آپؐ کی اور انکی یہ کشمکش کسی طرح ختم ہو جائے۔ یہ گفتگو افہام و تفہیم کی شکل میں بھی جاری رہی اور لالچ اور ذاتی منفعت کی پیشکش کی صورت میں بھی۔ استہزاء و تخویف کا سلسلہ جاری رہا اور جسمانی و روحانی اذیت و تکلیف پہنچانے کا عمل بھی جاری رہا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل اور بغیر دلیل کے ساتھ بحث و مباحثہ بھی چلتا رہا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔

عبادت گزار اور معبود سب جہنم میں؟

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ایک عجیب و غریب واقعہ محمد بن اسحق کے حوالے سے درج کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ مسجد (الحرام) میں تشریف فرما تھے۔ ولید بن مغیرہ بھی وہاں قریش کے بہت سے کفار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ نضر بن الحارث بھی وہاں آن پہنچا۔ آنحضرت ﷺ (مجلس سے مخاطب ہو کر) باتیں کرنے لگے۔ نضر بن الحارث قریب آیا اور آپ ﷺ نے اس سے بھی گفتگو کی اور حاضرین کو قرآن مجید کی یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾﴾ (الانبیاء ۲۱: ۹۸ تا ۱۰۰)

"بے شک تم اور تمہارے یہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں وہیں تم کو جانا ہے اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو وہاں نہ جاتے اب سب کو ہمیشہ اسی میں رہنا ہے۔ وہاں وہ پھنکارے ماریں گے اور حال یہ ہوگا کہ اس میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔"

بندگی رب کی دعوت پہنچا کر آنحضرت ﷺ جب وہاں سے چلے گئے تو عبداللہ بن الزِبعرٰی السہمی ولید بن المغیرہ کے قریب آ کر بیٹھا۔ ولید نے عبداللہ بن الزبعری سے کہا۔ "واللہ! آج نضر بن الحارث محمد ﷺ کے مقابلے میں اٹھا اور نہ اسکی جگہ اس کی تردید کے لیے بیٹھا حالانکہ محمدؐ نے دعوے سے کہا کہ بے شک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ عبداللہ بن الزِبعرٰی نے کہا "سن لو! اگر میں اسے پالیتا تو قائل کر لیتا۔ محمد ﷺ سے ذرا پوچھو اللہ کے سوا ہر وہ چیز جس کی پوجا و پرستش لوگ کر رہے ہیں پوجا و پرستش کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہوگی؟ (عبداللہ بن الزبعری نے کہا) ہم فرشتوں کی پوجا و پرستش کرتے ہیں۔ یہود عزیر علیہ السلام کی اور نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کی پوجا و پرستش کرتے ہیں کیا یہ بھی جہنم میں جائیں گے۔؟ ولید بن مغیرہ اور ان سب لوگوں نے جو مجلس میں موجود تھے عبداللہ بن الزِبعرٰی کے استدلال و خیال کو بہت پسند کیا اور کہا کہ الزِبعرٰی نے حجت قائم کر دی اور مناظرہ و مباحثہ جیت لیا جب یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا

["نَعَمْ كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهُ إِنَّهُمْ إِنَّمَا يَعْبُدُونَ الشَّيَاطِينَ وَمَنْ أَمَرَتْهُمْ بِعِبَادَتِهِ"]

ہاں ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ کی بجائے اس کی عبادت کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہوں نے اسکی بندگی کی وہ تو صرف شیاطین اور انکی پوجا و پرستش کرتے ہیں جنہوں نے انہیں اپنی پوجا و پرستش کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝﴾ (الانبیاء:۲۱:۱۰۱۔۱۰۲)

''رہے وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہوگا، تو وہ یقیناً اس سے دور رکھے جائیں گے، اسکی سرسراہٹ تک نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی من بھاتی چیزوں کے درمیان رہیں گے۔''

پھر دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

﴿وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝﴾ (الانبیاء:۲۱۔۲۹)

''اور جو اِن میں سے کوئی کہہ دے اللہ کے سوا میں بھی خدا ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہمارے ہاں ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔''

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے اور انکی پرستش کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝﴾ (الانبیاء:۲۱:۲۶۔۲۷)

''یہ کہتے ہیں کہ رحمان اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اسکے حکم پر عمل کرتے ہیں۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا۔

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝﴾ (الزخرف:۴۳:۵۷تا۶۱)

''اور جونہی کہ ابن مریم کی مثال دی گئی، تمہاری قوم کے لوگوں نے اس پر غل مچادیا اور لگے کہنے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ یہ مثال وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی کے لیے لائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اسے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنادیا۔ ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں۔ اور وہ (یعنی ابن مریم) دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شک نہ کرو اور میری بات مان لو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

یاد رہے کہ عبداللہ بن الزِّبعرٰی کج بحثی کے حوالہ سے بہت مشہور تھا۔ جب قرآن مجید کی یہ آیت اتری

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ۝﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الزخرف ۴۳:۴۵)

''تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے ان سب سے پوچھ دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کئے تھے کہ انکی بندگی کی جائے۔''

تو ابن الزبعری بول اٹھا کہ کیوں صاحب، عیسائی مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں؟ پھر ہمارے معبود برے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کج بحثی کی قلعی کھول دی اور بتا دیا کہ ابن مریم معبود نہیں ایک بندہ تھا۔ جس پر ہم نے انعام کیا اور وہ بنی اسرائیل کے لیے قدرت کا ایک نمونہ تھا اور وہ دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے۔ لہٰذا ان کج بحثیوں کو چھوڑ کر صراط مستقیم اختیار کرو۔

جناب ابو طالب کا کردار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ضیافت جس میں آپ نے اپنے خاندان اور قبیلے کو بلایا تھا اور اپنی دعوت انکے سامنے رکھی تھی، جس کی ڈٹ کر مخالفت ابولہب نے کی تھی، اس وقت جناب ابو طالب نے دعوت حق کو تو قبول نہ کیا تاہم آپ کی ہر ممکن اور بھرپور حمایت کا اعلان کر دیا تھا۔ ضمناً مختلف مواقع پر جناب ابو طالب کی طرف سے آنحضرتؐ کو جو حمایت اور تعاون ملتا رہا اس کا تذکرہ بارہا آپ نے پڑھا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سرداران قریش باقاعدہ تیاری کے ساتھ چار مرتبہ جناب ابو طالب کے ہاں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکایت کی اور مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو اس دعوت سے روک دیں جو وہ لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں میں ایک انتہائی نازک لمحہ وہ بھی تھا جس وقت جناب ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا

''بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی ایسی (قتل کی دھمکی اور جنگ کی) باتیں کہہ گئے ہیں۔ اب مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہے۔'' جناب ابو طالب کے ان الفاظ سے آنحضرتؐ نے سمجھا کہ اب چچا ابو طالب مجھے چھوڑ دیں گے۔ اور وہ بھی میری مدد سے کمزور پڑ گئے ہیں۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا۔

["يَا عَمِّ! وَاللهِ لَوْ وَضَعُوْا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَ الْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلَى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ اَهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُه"] (سیرت ابن ہشام ج۔۱۔ص:۲۶۵۔۲۶۶)

''چچا جان! خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں کہ میں اس کام (یعنی غلبہ دین اور دعوت حق) کو چھوڑ دوں تو میں اس کام کو نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غلبہ عطاء کر دے یا میں یہ کام کرتے کرتے مر جاؤں۔''

اس گفتگو کے بعد آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپ رو پڑے اور اٹھ کھڑے ہوئے، جب جانے لگے تو جناب ابو طالب نے پکارا اور سامنے آئے اور کہا ''بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو، خدا کی قسم میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا اور اسکے بعد یہ اشعار کہے

وَ اللهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَاعَلَيْكَ غَضَاضَةٌ
وَابْشِرْ وَقَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُوْنَا

(مختصر السیرہ شیخ محمد بن عبدالوہاب ص:۶۸)

''بخدا وہ لوگ تمہارے پاس اپنی جمعیت سمیت بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم اپنی بات (غلبہ دین کی بات) کھلم کھلا کہو۔ تم پر کوئی قدغن نہیں، تم خوش ہو جاؤ، اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔''

یہ حمایت و تائید جناب ابوطالب نے ہر حال میں جاری رکھی۔ یہاں تک کہ آپ بیمار ہو گئے۔ اور قریش کو یقین ہو گیا کہ جناب ابوطالب کا چل چلاؤ کا وقت ہے، وہ اس حال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ پچیس سرداران قریش تھے، انہوں نے کہا اے ابو طالب! ہمارے ہاں آپ کا جو مقام ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، آپ اپنی بیماری کا بھی بخوبی علم رکھتے ہیں، ہمیں آپ کی زندگی کا خطرہ ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو نزاع چل رہی ہے وہ بھی آپ جانتے ہیں، آپ ان کو (ایک بار پھر) بلائیں ہم کچھ ان کے مطالبات مان لیتے ہیں اور وہ ہمارے مطالبات مان لیں اس طرح آپ ہماری اور انکی صلح کرا دیں تا کہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں اور وہ اپنے دین پر قائم رہیں اور ہم ایک دوسرے کو کچھ کہنے سے رک جائیں۔ امام احمد، نسائی، ترمذی، بیہقی، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں جو واقعہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابوطالب سے بات کرنی چاہئے وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا ئیں تو اچھا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم محمد ﷺ کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں اور عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں کہ جب تک ابوطالب زندہ تھے یہ لوگ اس کا لحاظ کرتے رہے، اب انکے مرنے کے بعد ان لوگوں نے اس کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور یہ مقدمہ لے کر وہ ابوطالب کے پاس پہنچے اور مطالبہ کیا کہ آپ اپنے بھتیجے کو بلائیں اور ان کے ساتھ ہمارا معاملہ طے کرا دیں۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلوا بھیجا آپ ؐ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت ابوطالب کے قریب ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ابوجہل لعنہ اللہ کو اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ آ کر ابوطالب کے پہلو میں بیٹھ گئے تو (انکے بیٹھنے کی وجہ سے) ابوطالب کے دل میں آپ ؐ کے لیے زیادہ نرمی پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ چھلانگ لگا کر خود اس جگہ پر جا بیٹھا اور آپ جب تشریف لائے تو آپ ؐ کو اپنے چچا کے قریب بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی چنانچہ آپ ؐ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابوطالب نے آپ ؐ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے کیا بات ہے؟ کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور یہ اور یہ کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ اس پر سب لوگوں نے بولنا شروع کر دیا (جواباً) آپ ؐ نے گفتگو شروع کی اور فرمایا

["يَا عَمِّ إِنِّيْ أُرِيْدُهُمْ عَلٰى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُوْلُوْنَهَا تَدِيْنُ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّيْ إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ۔"] (حیاۃ الصحابہ اول ص:۵۶ بحوالہ بیہقی :۹/۱۸۸ حاکم:۲/۴۳۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے میرے چچا! میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ صرف ایک کلمہ کا اقرار کرلیں تو تمام اہل عرب ان کے ماتحت اور فرمانبردار بن جائیں گے اور تمام اہل عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائیں گے......"

حضرت عقیل بن ابی طالب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ابو طالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا "اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! جیسے کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے میں ہمیشہ تمہاری بات مانتا رہا ہوں۔ لہٰذا اب تم بھی میری تھوڑی سی بات مان لو اور وہ یہ کہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ تم کعبہ میں اور ان کی مجلسوں میں جا کر ان کو وہ باتیں سناتے ہو جن سے انکو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا اگر تم مناسب سمجھو تو ایسا کرنا چھوڑ دو۔ آپؐ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا" وَاللهِ مَا اَنَا بِاَقْدَرَ اَنْ اَدَعَ مَا بُعِثْتُ بِهِ مِنْ اَنْ يَشْعَلَ اَحَدَ كُمْ مِنْ هٰذِهِ الشَّمْسِ شُعْلَةً مِنَ نَارٍ "جس کام کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اس کو چھوڑنے کی میں قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسے کہ تم سے کوئی سورج سے آگ کا شعلہ لانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

(حیاۃ الصحابہ جلد: ۱ ص: ۵۸ بحوالہ طبرانی و بخاری فی التاریخ)

بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کی گفتگو کے جواب میں فرمایا:

["يَا عَمِّ ! لَوْ وُضِعَتِ الشَّمْسُ فِيْ يَمِيْنِيْ وَ الْقَمَرُ فِيْ يَسَارِيْ مَا تَرَكْتُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ اَهْلَكَ فِيْ طَلَبِهٖ"]

"اے میرے چچا اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں غلبہ اسلام کی جدو جہد کو نہیں چھوڑوں گا (اور میں مسلسل اس کام میں لگا رہوں گا۔) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام (دعوت) کو غالب کردے یا اس کوشش میں میری جان چلی جائے۔" (حیاۃ الصحابہ جلد: ۱ ص: ۵۸ بحوالہ طبرانی و بخاری فی التاریخ)

یہ تھے جناب ابو طالب جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے دعوائے نبوت کے پہلے دن سے لے کر تا حیات آپ کا بھرپور ساتھ دیا، آپ کے تحفظ کے لئے اقدامات کئے۔ رؤسائے مکہ نے جو آپ کی دعوت انقلاب کو روکنے کے لیے چالیں چلیں رکاوٹیں کھڑی کیں ان کا مقابلہ کیا اور اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی غیر مشروط حمایت و تائید اور مدد و نصرت کی۔ آپ کی حوصلہ افزائی و پشتیبانی کر کے دعوت انقلاب کے لیے راستہ ہموار کیا اور سرداران مکہ میں سے کسی کے سامنے مرعوب نہیں ہوئے تا آنکہ جناب ابو طالب دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

اور پھر قربان جایئے آنحضرت ﷺ کے فولادی عزم پر کہ سرداران مکہ نے بارہا اپنے پاس بلا کر آپؐ کو اپنے انقلابی کام سے باز رکھنے کی کوشش کی، دباؤ ڈالا، دھمکیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے، آپ کے چچا ابو طالب کے پاس بار بار طلب کرایا اور وہاں جھگڑا اور بحث و مباحثہ کیا۔ جناب ابو طالب کو مکہ کا بانکا پیش کیا اور ابو عمارہ کے عوض آپؐ کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان سب ہتھکنڈوں کا جواب صرف ایک ہی تھا کہ تم ایک کلمہ قبول کرلو عرب کے مالک اور حکمران بن جاؤ گے اور عجم (نے اگر تمہاری اطاعت نہ کی تو وہ) تمہارا باج گزار بن جائیگا اور اگر چچا ابو طالب نے ایک مرتبہ یہ کہہ دیا اے بھتیجے ذرا ہاتھ ہلکا رکھو اور کچھ نرمی اختیار کرو تو اپنے چچا کو صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا اے چچا جان! میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہوں اس سے دستبردار نہیں ہوسکتا، نہ اسے چھوڑ سکتا ہوں اور نہ اس میں ترمیم و اضافہ کرنے کا مجاز ہوں۔ سنو یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاند لاکر رکھ دیں تب بھی اپنے کام سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ میری دعوت کو اللہ تعالیٰ غلبے سے ہمکنار فرمادے یا میں یہ غلبہ اسلام کی جدو جہد کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ سلام اے سرور انبیاء سلام اس فولادی عزم کو سلام فداک ابی وامی آپ پر کروڑوں درود وسلام۔

برادران اسلام! میں ذرا یہاں رک کر آپ کو ایک مرتبہ پھر واپس کتاب کے آغاز کی طرف لے جانا چاہتا ہوں کہ آپ اس پر غور فرمایئے کہ "آنحضرت ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔" میں نے یہ عنوان قائم کرکے آنحضرت ﷺ کی بعثت کا یہ مقصد کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے ذرا غور فرمایئے کہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ تمام ادیان باطلہ کو ختم کر کے دین حق کو غالب کردیں۔" اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ آنحضرت ﷺ اقامت دین اور غلبہ اسلام کے لیے تنہا کھڑے ہوئے اور نامساعد حالات میں علم اسلام اٹھایا افراد کار یعنی معاونین و مددگار تلاش کیے مکہ کے فرعونوں کا مقابلہ کیا۔ ذرا ورق الٹ کر پڑھتے جایئے کہ ابولہب کا کیسا گھناؤنا کردار تھا؟ اسکی بیوی ام جمیل کے کرتوت کیا تھے؟ عتبہ نے کیا کیا اور عتیبہ کے رویے کس نوعیت کے تھے۔ پھر ابوجہل کو ذرا غور سے دیکھئے کہ وہ محمد ﷺ کو کیسے کیسے اذیت وتکالیف پہنچاتا رہا اور قریش مکہ کس طرح اس کی پیٹھ تھپتھپاتے رہے۔ مکہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ کا کیا کردار رہا۔ اور ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عاص بن وائل، نضر بن الحارث اور دیگر سرداران قریش اور قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ ذرا آپ غور فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ آزمائشوں کے اس بھنور میں ذرا بھر ڈگمگائے؟ کیا آپ نے اپنے عقیدے سے تل برابر انحراف کیا؟ کیا آپ نے اپنا نصب العین چھوڑا؟ یا آپ نے ان حالات میں اپنا طریق کار بدلا؟ نہیں ہرگز نہیں جس عقیدے کا اعلان کوہ صفا ومروہ پر کیا تھا لاکھ لالچ کے باوجود اس عقیدے کو مضبوطی سے تھام کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ جان ہتھیلی پر رکھ کر انجام دیا۔ آپ ﷺ کو نصب العین سے ہٹانے کے لیے لاکھ جتن کیے گئے لیکن آپ پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے اور اپنے نصب العین کے حصول کی جدو جہد میں اسی طرح مصروف رہے کہ بھنور میں کفار مکہ خس وخاشاک کی طرح گھومتے رہے اور آپؐ بھنور اور گھمر گھیر سے پانی کی طرح نکل کر جزیرۃ العرب اور پھر دنیائے زمین پر پھیل گئے اور اس طرح اللہ کا دین غالب ہو کر رہا اور ادیان باطلہ مٹ گئے اور آپ ﷺ بارگاہ رب العزت میں سرخرو اور سرفراز ہوئے اور آپؐ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ اسلام بحیثیت نظام زندگی جزیرۃ العرب میں رائج ہو چکا تھا اور دنیا میں رائج ہونے چلا تھا۔

اسلامی حکومت کا قیام یہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کی غرض وغایت تھی۔ ہم نے مکی دور نبویؐ کے چند ابتدائی سالوں کے حالات کا ابتدائی تذکرہ کیا ہے۔ یہاں اگر ہم اب تک ایمان لانے والے نفوس قدسیہ میں سے چند جانبازوں کا تذکرہ نہیں کریں گے تو ناانصافی ہوگی۔ اس لئے آیئے ایک نظر ان کے مختصر حالات پر بھی ڈال لیں جن کا خون غلبہ اسلام کی بنیاد میں موجود ہے۔ اس باب کو ہم نے "کارکن ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا" کا عنوان دیا ہے۔ آیئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

کارکن ملتے گئے اور کاروان بنتا گیا

مخالفت کے شدید طوفان میں بھی صرف اسلام قبول کرنے والے ہی نہیں بلکہ اسلام کا کلمہ سربلند کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کو کارکن میسر آ گئے۔ خفیہ دعوتی دور نبوت میں یکصد تینتیس، چونتیس لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ جب جور و ستم کی آگ بھڑک اٹھی اور اس بھٹی میں اہل ایمان کو ڈالا گیا تو اس میں وہ کندن بن کر نکلے اور اس ہیبت ناک ماحول میں بھی دعوت اسلام قبول کرنے والوں میں دن بدن اضافہ ہونے لگا اور مکہ کے نمرودوں کی آگ میں عشق کود پڑا اور اس طرح غلبہ اسلام کا علم اٹھانے والے اور باطل کا ہر پہلو سے مقابلہ کرنے والے کارکن تحریک کو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے جس نے لبیک کہا وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ تھے دوسرے الفاظ میں یہ پہلے کارکن تھے جو تحریک اقامت دین کے لیے کھڑے ہوئے اور یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ پہلے کارکن ہی آنحضرت ؐ کی وفات کے بعد دنیائے اسلام کے پہلے حکمران بنے، جنہیں خلیفہ اول کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہاں مختصراً ان کی ذات گرامی کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی فدا کارانہ زندگی نے تحریک اقامت دین کو جلا بخشی اور امام الانبیاء قائد المرسلین سرور عالم کے یار غار کے لقب سے نوازے گئے ارشاد ربانی ہے۔

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾﴾ (التوبہ ۹۔ ۴۰)

”تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اُس کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا۔ جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ”غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے، اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔“

یہاں حضرت ابوبکر صدیق کی سیرت بیان کرنا مطلوب نہیں اور نہ خراج تحسین پیش کرنا مطلوب ہے یہاں صرف یہ بتانا مطلوب ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ پر کیا بیتی اور آغاز تحریک میں بحیثیت کارکن آپ نے کیا کام کیا اور کس طرح کام انجام دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا قبول اسلام اور ان کی داعیانہ سرگرمیاں

آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت پیش کی اور مستقبل کا لائحہ عمل ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے بلا جھجک فوراً اسلام لانے کا اعلان ہی نہیں کیا بلکہ اسے اپنا نصب العین بنا لیا۔ روایات میں آیا ہے کہ جس مجلس میں آپ ایمان لائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی وقت وہاں سے اٹھے سیدھے حضرت عثمان بن عفان کے پاس پہنچے اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کی، جس کے نتیجے میں بالآخر وہ ایمان لائے۔ پھر وہاں سے حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے پاس پہنچے اور انہیں دعوت توحید اور اسلام کا آفاقی وابدی پیغام پہنچایا وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ یہاں سے اٹھے اور حضرت ابوبکرؓ سیدھے حضرت زبیر بن العوام کے پاس پہنچے اور انہیں دعوت اسلام پیش کی۔ انہوں نے بھی لبیک کہا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق یہاں سے اٹھے اور حضرت سعد بن وقاص کے ہاں پہنچے اور انہیں دین اور اقامت دین کے نصب العین سے روشناس کیا۔ انہوں نے بھی سرتسلیم خم کر کے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ یوں پہلے دن کی کارکردگی رپورٹ مرتب کی جائے تو آپ نے پہلی صف میں چار کارکنان کو امام الانبیاء کے پیچھے لا کھڑا کیا۔ دوسرے روز داعیانہ سرگرمیوں کا آغاز حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ملاقات سے ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب انہیں اسلام کا تعارف کرایا اور بتایا کہ مستقبل اسلام کا ہے تو وہ بھی شمع رسالت کے پروانے بن گئے تو حضرت ابوبکرؓ کا اگلا ہدف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ جب انہوں نے اسلام کی دعوت انقلاب سنی تو وہ بھی بحیثیت مسلم آنحضرت ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔ آپ کا اگلا ہدف حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی دعوت اسلام سن کر وہ بھی کاروان اسلام کے ہراول دستے میں شامل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اگلے مرحلے میں ابوسلمہ بن عبدالاسد کے پاس تھے۔ انہیں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ لبیک وسعدیک کہتے ہوئے قافلۂ حق کے سپاہی کی حیثیت سے سالار قافلہ کے ساتھ عازم سفر ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق دوسرے دن کی آخری ملاقات کے لیے حضرت ارقم بن ابوالارقم کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور ''اقرأ'' کا پیغام ربانی انہیں سنایا تو وہ بھی جانثاران اسلام کی صف میں شامل ہو گئے۔ دوسرے روز کے کام کا چارٹ جب تیار ہوا تو چھ لوگ تھے جو حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کی جدوجہد اور دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں مسلمان ہوئے اگر دو دن کے کام کا حاصل نکالا جائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رپورٹ میں دس کارکنان کا اضافہ بنتا ہے۔ میں یہاں رک کر آپ کو اس بات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو دن کل کام اتنا کیا نہیں یہ تو اس کا حاصل ہے کام تو اس سے کہیں زیادہ ہوگا جو تاریخ کے کیمرے کی آنکھ میں نہ آسکا یا اس کو تاریخ نے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ جی ہاں یہ حضرت ابوبکر جو اسلام کے پہلے کارکن یاور کر تھے۔ انکے اس داعیانہ کردار کو آج اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ہر مسلمان کے لیے حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کا یہ نمایاں باب تقاضا کر رہا ہے کہ دور حاضر میں بھی غلبہ اسلام کے لیے ایسے داعیانہ کردار کے لوگ مطلوب ہیں۔ لہٰذا مسلمان جہاں ہیں جس حال میں ہیں وہ فریضہ دعوت سے سرشار ہو کر اقامت دین کی جدوجہد کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام اس جذبہ وولولہ سے انجام دیں جس کا نمونہ ہمارے سامنے حضرت ابوبکر صدیق نے پیش کیا ہے۔

مظلوم غلاموں کی آزادی میں حضرت ابوبکرؓ کا کردار

اسلام غلاموں، بے کسوں، غریبوں، محتاجوں اور ناداروں اور پسے ہوئے طبقات کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں دینے کا نام ہے۔ چنانچہ جب کمزور اور غلام اسلام میں داخل ہو گئے تو کفار مکہ نے ان پر عرصہ حیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنگ کر دیا یہاں چند مظلوم لوگوں کا تذکرہ ضروری ہے جنہیں حضرت ابوبکر صدیق نے غلامی کے طوق سے آزاد کرایا۔

۱۔ حضرت بلالؓ پیدائشی طور پر غلام پیدا ہوئے۔ طبرانی نے نقل کیا ہے کہ ان کا تعلق حبشہ سے تھا اور وہ بنی جمح میں سے کسی کے غلام تھے۔ وہ ایمان لائے اور جب انکے اسلام لانے کا حال اہل مکہ نے سنا تو دشمن خدا اور رسول امیہ بن خلف جمحی نے ان کو طرح طرح کے عذاب دیے۔ روایات میں آیا ہے کہ امیہ بن خلف دوپہر کو سخت گرمی کے وقت حضرت بلال کو نکال کر لے جاتا، مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا خدا کی قسم تو اس وقت تک پڑا رہے گا جب تک محمد ﷺ کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی عبادت نہ کرے۔ حضرت بلال جواب میں اُحد اُحد ہی کہے چلے جاتے (سیرت ابن ہشام اور بلاذری) حضرت عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال کو ایسی سخت تپتی ہوئی زمین پر لیٹے دیکھا ہے جس پر اگر گوشت رکھ دیا جاتا تو وہ پک جاتا مگر وہ اس حالت میں بھی صاف کہہ رہے تھے میں لات اور عزیٰ کا انکار کرتا ہوں (بلاذری) حضرت حسان نے جو آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے اسے بلاذری نے یوں نقل کیا ہے کہ میں حج (یا عمرے) کے لیے مکہ گیا تو دیکھا حضرت بلال ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں اور لڑکے ان کو گھسیٹتے جا رہے ہیں مگر وہ کہے جا رہے ہیں کہ میں لات اور عزیٰ اور ہبل اور اساف اور نائلہ اور بوانہ سب کا انکار کرتا ہوں۔ حضرت بلالؓ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ ایک دن اور ایک رات بھوکا پیاسا رکھا گیا اور پھر تپتی ہوئی ریت پر لے جا کر ڈال دیا گیا۔ (بلاذری) ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت بلال کے گلے میں رسی باندھ کر ان کو لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا اور وہ مکے کی گھاٹیوں میں انہیں گھسیٹتے لیے پھرتے، پھر تپتی ہوئی ریت پر لا کر اوندھے منہ لٹا دیتے اور ان پر پتھروں کا ڈھیر لگا دیتے۔ ایسے ہی اور سخت عذاب دے دے کر ان سے کہا جاتا کہ تمہارے رب لات وعزیٰ ہیں مگر وہ احد احد ہی کہتے رہتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھر بنی جمح کے محلے میں تھا وہ حضرت بلالؓ پر ہونے والے تشدد کو برداشت نہ کر سکے اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ (طبقات ابن سعد)

۲۔ حمامہؓ (حضرت بلال کی والدہ) کے بارے میں بھی روایات میں آیا ہے کہ ان کو بھی ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا انہوں نے بھی ظلم کی آگ کی اس بھٹی میں صبر وثبات کا مظاہرہ کیا اور کفار مکہ کے ستم ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ (الاستیعاب ابن عبدالبر) ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر غلامی کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

۳۔ عامر بن فہیرہ طفیل بن الحارث کے غلام تھے اور یہ بھی مکہ کے سرداران کے ظلم وستم کا شکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بھی خرید کر آزاد کرا دیا۔

۴۔ حضرت زنیرہ بنی عدی کی لونڈی تھیں اور حضرت عمر بن الخطاب اسلام لانے سے قبل اسے اذیت اور تکلیف میں مبتلا کرتے تھے ایک اور روایت میں ہے کہ یہ بنی مخذوم کی لونڈی تھیں اور ابوجہل انکو عذاب دیتا تھا یہاں تک کہ انکی بینائی جاتی رہی۔ ابوجہل نے اس پر کہا کہ لات اور عزیٰ نے تجھے اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا کہ لات وعزیٰ کو خبر بھی نہیں کہ انہیں کون پوج رہا ہے۔ یہ فیصلے تو آسمان سے ہوتے ہیں اور میرا رب اس پر قادر ہے کہ میری بینائی واپس دے دے۔ چنانچہ دوسرے روز وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کردی تھی۔ (بلاذری) ابن ہشام نے طبقات میں جو روایت بیان کی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زنیرہؓ کو خرید کر آزاد کر دیا تو انکی بینائی جاتی رہی۔ قریش کے لوگوں نے اس پر کہنا شروع کر دیا کہ لات وعزیٰ نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا کہ لات وعزیٰ کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال فرمادی۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے تقریباً سترہ غلام اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

ان سب پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ مثلاً دوپہر کے وقت سخت گرمی میں باہر لایا جاتا لوہے کی بیڑیاں پہنا کر ان کو تپتی ہوئی زمین پر اوندھا لٹا کر انکی پیٹھ پر بھاری پتھر رکھ دیتے یہاں تک کہ یہ ہوش گم کر بیٹھتے۔ (سیرت ابن ہشام) حضرت لبینہ کے بارے میں بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر اسلام لانے سے قبل انہیں اس قدر مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے تو کہتے کہ میں نے صرف تھک جانے کی وجہ سے تجھے چھوڑا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں عامر بن عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ابوقحافہ ان غریب غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے دیکھ کر اپنے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کو کہتے بیٹا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزوروں کو آزاد کرا رہے ہو اگر مضبوط جوانوں کی آزادی پر تم یہی روپیہ خرچ کرتے تو وہ تمہارے لیے قوت بازو بنتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا ابا جان میں تو وہ اجر چاہتا ہوں جو اللہ کے ہاں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور ان جیسے اوصاف حمیدہ کے حامل لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

(ابن اسحاق، ابن جریر، ابن عساکر)

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝١٧ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝١٨ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝١٩ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝٢١﴾ (سورہ اللیل ۹۲: ۱۷۔۲۱)

''اور اس (یعنی بھڑکتی ہوئی آگ) سے دور رکھا جائے گا۔ وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ (اس سے) خوش ہوگا۔''

اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ از خود یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر ان اہل ایمان کو جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت ظلم وستم کا شکار تھے، منہ مانگی قیمت پر خرید کر انہیں آزاد کر دیتے۔

خطیب اول اور محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آزمائش کے شکنجے میں

مسلمان ہونے والے غلاموں کو کفار مکہ کے جور وستم سے آزادی دلانے والے نجات دہندہ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب لوگ جانتے ہیں کہ مکی زندگی میں خود حضرت ابو بکر صدیقؓ پر کیا بیتی۔ یہ ایک المناک باب ہے ذرا دل تھام کر اس کا مطالعہ کیجیے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ (خفیہ دعوتی مہم میں) جب مسلمانوں کی تعداد اڑتیس تک پہنچ گئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بہ اصرار یہ درخواست پیش کی کہ اب اعلانیہ بندگی رب کی دعوت پیش کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ہماری تعداد بہت کم ہے تاہم حضرت ابو بکرؓ کا اصرار جاری رہا۔ بالآخر آنحضرت ﷺ نے دعوت کا اعلان عام کر دیا۔ اس اعلان پر مسلمان بیت الحرام کے ارد گرد پھیل گئے۔ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر خطاب فرما رہے تھے۔ دوران تقریر مشرکین مکہ حضرت ابو بکرؓ و دیگر مسلمانوں پر پل پڑے اور مسجد کے اندر ہی مسلمانوں کو زدوکوب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو تو روند کر رکھ دیا گیا۔ عتبہ بن ربیعہ حضرت ابو بکرؓ کو جوتوں سے پیٹنے لگا اور آپ کے چہرہ مبارک پر الٹے اور ٹیڑھے جوتے مارنے لگا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ بیٹھا اور اس قدر مارا کہ آپ کی پہچان مشکل ہو گئی۔

قبیلہ بنو تیم کو جب یہ صورتحال معلوم ہوئی تو وہ آپ کی حمایت میں دوڑتے ہوئے آئے اور مشرکین سے حضرت ابو بکرؓ کو چھڑایا اور ان کو مردہ سمجھ کر ایک چادر میں ڈال کر گھر پہنچایا۔ پھر حرم میں آ کر بنو تیم نے اعلان کیا کہ اگر ابو بکر فوت ہو گئے تو ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے۔ پھر وہ ابو بکرؓ کے گھر میں آئے وہ اور آپ کے والد حضرت ابو بکر کو بلاتے رہے اور آپؓ بے ہوشی میں کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ آپؓ ذرا سنبھلے اور دریافت کیا کہ ''ما فعل رسول الله ﷺ'' کہ رسول ﷺ کا کیا حال ہے؟ یہ سنتے ہی بنو تیم کے لوگ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور طعن و ملامت کرنے لگے کہ اس حال میں بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں بھولے۔ پھر وہ حضرت ابو بکرؓ سے مایوس ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیے اور آپؓ کی والدہ ام الخیر کو چلتے ہوئے کہہ گئے کہ اس کو کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ والدہ کچھ کھلانے پر اصرار کر رہی تھیں اور ابو بکر کہہ رہے تھے کہ ''مافعل رسول اللہ ﷺ'' کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے۔؟ والدہ جواب دے رہی تھیں کہ واللہ مجھے علم نہیں تو ابو بکرؓ نے والدہ سے کہا ام جمیل بنت خطاب سے معلوم کر کے آؤ۔ چنانچہ انہوں نے جا کر ام جمیل سے دریافت کیا کہ ابو بکر محمد بن عبداللہ کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں وہ کس حال میں ہیں۔ تو ام جمیل نے کہا کہ نہ تو میں ابو بکرؓ کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو، ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ ابو بکرؓ کے پاس چلتی ہوں چنانچہ وہ انکے ہمراہ آئیں اور ابو بکر کو قریب المرگ دیکھ کر چیخنے لگیں اور کہا، واللہ جن لوگوں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا ہے وہ واقعی فاسق و فاجر ہیں اور مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کا انتقام ان سے لے گا۔

حضرت ابو بکرؓ نے ام جمیل سے رسول کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ ان سے کوئی خطرہ نہیں تو ام جمیل نے بتایا ''سالم صالح'' (ٹھیک ٹھاک ہیں) پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''اَیْنَ هُوَ'' تو ام جمیل نے بتایا کہ ابن ارقم کے مکان میں۔ جب کھانے کے لیے کچھ دیا گیا تو ابو بکرؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ کے دیدار سے قبل کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ رات چھا جانے کا انتظار کیا گیا۔ یہاں تک کہ راستے بالکل تھم گئے اور آمد و رفت بالکل ختم ہو گئی تو رات کی تاریکی میں محب رسولؐ کو سہارا دے کر حضورؐ کی خدمت میں لائیں۔ حضورؐ نے جھک کر ابو بکرؓ کا بوسہ لیا اور آپؐ پر رقت طاری ہو گئی۔ عاشق رسولؐ نے اس عالم میں کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں صرف چہروں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زخموں کی تکلیف ہے۔ یہ میری والدہ ہے اولاد سے بہت اچھا سلوک کرتی ہے اور آپ کی ذات بابرکات ہے اسے دعوت اسلام پیش کیجئے اور دعا کیجیے کہ اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے۔ چنانچہ آپؐ نے دعا کی اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ مسلمان ہو گئیں اور مسلمان مرد و خواتین کی تعداد ۳۹ ہو گئی۔ اسی روز حضرت حمزہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اس طرح ۴۰ افراد کی یہ جماعت مزید ایک مہینہ دارارقم میں مقیم رہی۔

بندگیٔ خدا کے لیے دیس نکالا اور قصدِ سفرِ حبشہ سے واپسی

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش مکہ نے کیا سلوک کیا اور صحابہ کرامؓ پر کیا ظلم ڈھائے اور حضرت ابوبکرؓ نے کن مشکلات کا سامنا کیا ابھی آپ نے پڑھا کہ حرم کعبہ میں اس قدر زدوکوب کیا کہ الٹے، سیدھے اور ٹیڑھے جوتوں سے چہرے پر مارا کہ چہرہ ورم کی وجہ سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ اس تشدد کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ اور موت وحیات کی کشمکش میں دن گزر گیا۔ چنانچہ اس مسموم فضا میں آپ کا مکہ میں رہنا مشکل کر دیا گیا۔ ان حالات میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے لیے جو فیصلہ فرمایا وہ حضرت عائشہ بنت صدیقؓ سے سنئے۔ وہ ارشاد فرماتی ہیں کہ ”جب میں نے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو اسی دین اسلام پر پایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ روزانہ صبح وشام دونوں وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر ظلم کی انتہا ہو گئی تو ابوبکر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں قبیلۂ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دریافت کیا اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا مجھے میری قوم نے (مکہ سے) نکال دیا ہے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ میں زمین کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہیے نہ اس کو نکالنا چاہیے کیونکہ تم نایاب چیزیں نکال کر لوگوں کو دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو، ضرورتمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، اور مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب میں مدد کرتے ہو میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم واپس (مکہ) چلو اپنے شہر میں رب کی بندگی کرو۔ ابن اسحاق کا بیان کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے ارادے سے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ ایک یا دو دن کا سفر کیا ہی تھا کہ ان کی ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا ابوبکر کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا میری قوم نے مجھے مکہ سے نکال دیا ہے۔ مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے اور انہوں نے میرے لیے (مکہ میں زندگی گزارنا) جینا دوبھر کر دیا ہے۔ ابن دغنہ نے کہا کیوں؟ اللہ کی قسم! تم سارے خاندان کی زینت ہو۔ تم مصائب میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہو اور بھلے کام کرتے ہو اور نایاب قیمتی چیزیں حاصل کر کے دوسروں کو دیتے ہو۔ تم (مکہ) واپس چلو (آج تم میری پناہ میں ہو۔) چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق واپس آ گئے اور آپ کے ساتھ ابن دغنہ بھی آیا اور شام کے وقت ابن دغنہ نے قریش کے سرداروں کے پاس چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو نہ خود (مکے سے) جانا چاہیے اور نہ کسی کو ان کو نکالنا چاہیے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں مدد کرتا ہے۔ قریش ابن دغنہ کی بات نہ ٹال سکے اور انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں۔ وہاں ہی نماز پڑھیں اور وہاں ہی جتنا چاہیں قرآن پڑھیں۔ علی الاعلان عبادت کر کے اور بلند آواز سے قرآن پڑھ کر ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے۔ چنانچہ یہ بات ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو بتا دی۔

حضرت ابوبکر کچھ عرصے تک تو ایسے ہی کرتے یعنی گھر میں رب ذوالجلال کی عبادت کرتے اور اپنی نمازوں میں آواز اونچی نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور گھر کے علاوہ کہیں بھی اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھتے۔ کچھ عرصے بعد حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن پاک اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ تو اس پر مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچے حضرت ابوبکر صدیق پر ٹوٹ پڑے۔ وہ انہیں دیکھ کر حیران ہوتے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ بہت زیادہ رقیق القلب یعنی نرم دل اور بہت زیادہ رونے والے آدمی تھے۔ جب وہ قرآن پڑھتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا (اور وہ بے اختیار رونے لگ جاتے) اس صورتحال کو دیکھ کر قریش کے مشرک سردار گھبرا گئے اور انہوں نے ابن دغنہ کے پاس آدمی بھیجا چنانچہ ابن دغنہ سرداران مکہ کے بلاوے پر ان کے پاس گئے تو انہوں نے یہ شکایت رکھی اور کہا کہ ہم نے ابوبکرؓ کو اس شرط پر تمہاری پناہ میں دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرینگے۔ لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے۔ جس میں علی الاعلان وہ نماز پڑھتے ہیں اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنے میں ڈال دینگے۔ آپ ان کو ایسا کرنے سے روکیں۔ اگر وہ اپنے گھر میں عبادت کرنا چاہیں تو ٹھیک اور اگر وہ علی الاعلان سب کے سامنے عبادت کرنے پر مصر ہوں تو آپ ان سے کہیں کہ وہ آپ کی پناہ آپ کو واپس کر دیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم آپ کے عہد کو توڑیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم ابوبکرؓ کو یوں بہ آواز بلند قرآن پڑھنے کی اجازت دیں۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ (اے ابوبکر) جس شرط پر میں نے تمہیں پناہ میں لیا تھا وہ شرط تمہیں معلوم ہے یا تو آپ وہ شرط پوری کریں یا میری پناہ مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ سنیں کہ میں نے جس آدمی کو پناہ دی تھی وہ پناہ توڑ دی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۳ ص:۶۳ ۳ بحوالہ صحیح بخاری ملخصاً)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر ابن دغنہ کی پناہ سے باہر آ گئے تو وہ بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں قریش کا ایک سرپھرا آدمی ملا جس نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل گزرا اس سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ دیکھ نہیں رہے کہ یہ بے وقوف میرے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا یہ تو تم خود اپنے ساتھ کر رہے ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے، اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔ اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔"

(طبقات ابن سعد البدایہ والنہایہ ج:۳ ص:۹۵)

یاد رہے کہ ایک مرتبہ قریش مکہ آنحضرتؐ پر ظلم وتشدد ڈھا رہے تھے تو حضرت اسماءؓ کے بیان کے مطابق جب چیخ و پکار کی آواز حضرت ابوبکرؓ تک پہنچی تو لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے حضرت محمد ﷺ کو بچاؤ۔ حضرت ابوبکر ہمارے پاس سے اٹھ کر چلے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ تمہارا ناس ہو کہ کیا مار ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی وہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے، پھر حضرت ابوبکر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کی (چار زلفیں تھیں کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آ جاتی (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے۔) اور وہ فرما رہے تھے۔ تبارکت یاذوالجلال والاکرام تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے۔

(الاستیعاب ج:ص:۷ ۲۴ ابونعیم فی الحلیہ ج:۱ ص:۳۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک اور کارکن

تحریک اقامت دین کے پہلے کارکن کی سیرت و کردار کی ایک جھلک میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو داعیانہ حوالے سے دیکھیں تو اسلام لانے کے بعد صرف دو دنوں میں دس لوگوں کو دائرہ اسلام کے اندر لانے میں کامیاب ہوئے اور یہ داعیانہ سرگرمیاں اول تا آخر جاری رہیں۔ کمزور، ناتواں، غلام اور لونڈیاں جو لوگ معاشرے میں پہلے ہی بنیادی انسانی حقوق سے محروم تھے۔ جب یہ لوگ اسلام لائے تو قریش نے ان پر ظلم کی انتہا کر دی۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ مظالم نا قابل برداشت تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم اور مشورے سے تقریباً سترہ مرد و خواتین کو زر کثیر صرف کر کے غلامی کے طوق سے آزاد کرایا۔ ان میں سے چند نام اور ان پر روا رکھے جانے والے ظلم و بربریت کا تذکرہ میں نے نمونتاً کر دیا ہے تا کہ تحریک اقامت دین کا کام کرنے والوں کو اچھی طرح یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ راستہ پر صعوبت بھی ہے اور پر خطر بھی۔ لہٰذا غلبہ اسلام کی جدوجہد میں تیروں تلواروں، بندوقوں کلاشنکوفوں اور ہر قسم کے بموں کا مقابلہ صبر ثبات اور خندہ پیشانی کے ساتھ ہنستے مسکراتے کرنا کارکنان کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔

سیرت ابوبکرؓ کا یہ بھی پیغام ہے کہ کارکن کو گونگا پن کا مظاہرہ بھی نہیں کرنا چاہیے جو سیکھے وہ لوگوں کو پہنچائے اور سکھائے اور اس کام میں صعوبتوں پر صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے اپنی ذات کو تیار اور آمادہ کرتے رہنا چاہیے اور اگر موت و حیات کی کشمکش سے دو چار ہونا پڑ جائے تو یہ کہتے ہوئے ان حالات کا سامنا کرنا چاہیے کہ "اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے، اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔ اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔" اور "تبارکت یا ذوالجلال والاکرام" تو بہت برکت والا ہے، اُے بڑائی اور عظمت والے" داعی کا ہر کام اللہ رب العالمین کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے وہ اپنے کاموں کی داد و تحسین دنیا میں نہیں لینا چاہتا۔ وہ ہر وقت اور ہر لحہ رضائے رب کے جذبہ سے سرشار ہو کر ہر کام کا ناطہ آخرت کے ساتھ جوڑنے کی سعی و جہد میں لگا رہتا ہے اور داعی کا وصف اور اس کا طرہ امتیاز حب رسول (ﷺ) ہوا کرتا ہے۔ حب رسول کیسی؟ ایسی جیسی حضرت ابوبکرؓ نے پیش کی، خطاب فرمایا۔ قریش کے ہاں یہ سنگین جرم قرار پایا۔ اس پر انہوں نے کس طرح زدوکوب کیا؟ کتنا زدوکوب کیا؟ ضربات کہاں ماریں؟ چہرے پر کس طرح الٹے سیدھے اور ٹیڑھے جوتے مارے، جس سے ابوبکرؓ کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ دیکھا آپ نے کیسی ہوتی ہے محبت رسول۔ حب رسول پیغام ہے حضرت ابوبکر کا میرے نام، آپ کے نام، مسلمانان عالم کے نام رہتی دنیا تک کے لیے ہے یہ پیغام حب رسول ﷺ۔

۲۔ حضرت عمر فاروق پر ظلم و تشدد اور انکے گھر کا محاصرہ

حضرت عمر کی سیرت کے صرف ایک پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے یہاں میں نے ان کا نام منتخب کیا ہے۔ وہ دوسرے نمبر پر مسلمان نہیں ہوئے بلکہ نمبر تقریباً چالیسواں ہے اور ۶ سنہ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ دراصل میں نے ان کا نام اس لئے منتخب کیا ہے کہ عام مسلمان تو دور کی بات ہے تحریک اقامت دین کے علمبرداروں میں سے بھی اکثر یہ نہیں جانتے کہ کفار مکہ نے حضرت عمرؓ کے اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانے کے بعد ان پر کیا ظلم ڈھائے یہ المناک باب تہ منظر میں چلا جاتا ہے جب تاریخ اسلام میں ان کا ذکر بایں الفاظ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

[اللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ"]

(ترمذی عن ابن عمر طبرانی عن ابن مسعود عن انس)

''اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو قوت پہنچا'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے لیے اس دعا کو قبول کرلیا۔(ترمذی ابواب المناقب ابی حفص عمر بن الخطاب جلد:۲ ص:۲۰۹)

حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کہہ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یہ سن کر دار ارقم میں موجود صحابہؓ نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام والوں تک آواز پہنچی۔حضرت عمرؓ کی زور آوری سب کو معلوم ہے، ان سے مقابلے کی جرأت کوئی شخص نہ کرتا تھا۔ اس لیے جب وہ مسلمان ہوئے تو کہرام مچ گیا اور سرداران قریش نے بڑی ذلت و رسوائی محسوس کی۔ابن اسحاق نے اپنی سند سے حضرت عمر کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے سوچا کہ مکے کا کون سا شخص رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا اور سخت ترین دشمن ہے؟ پھر میں نے جی ہی میں کہا، یہ ابوجہل ہے۔اس کے بعد میں نے اس کے گھر جا کر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔وہ باہر آیا اور دیکھ کر بولا۔''اَھْلًا وَّ سَھْلًا'' (خوش آمدید، خوش آمدید) کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کر چکا ہوں۔حضرت عمر کا بیان ہے کہ ابوجہل نے (یہ سنتے ہی) میرے رخ پر دروازہ بند کرلیا اور بولا اللہ تیرا برا کرے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کا بھی برا کرے۔(سیرت ابن ہشام ج:۱ ص:۳۴۹، ۳۵۰)

امام ابن جوزی نے حضرت عمرؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ اسے زدوکوب کرتے اور وہ بھی انہیں مارتا۔اس لیے جب میں مسلمان ہوا تو اپنے ماموں عاصی بن ہاشم کے پاس گیا اور اسے (اپنے اسلام قبول کرنے کی) خبر دی۔وہ گھر کے اندر گھس گیا۔پھر (میں) قریش کے ایک آدمی کے پاس گیا۔(شاید ابوجہل کی طرف اشارہ ہے) اور وہ بھی گھر کے اندر گھس گیا۔(تاریخ عمر بن الخطاب ص:۸)

حضرت عمر نے جب اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اب کھل کر میدان عمل میں کام کیا جائے۔چنانچہ ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عمر کے حوالے سے جو روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، خواہ زندہ رہیں یا مریں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ حق پر ہو خواہ جیو یا مرو'' میں نے عرض کیا ''پھر یارسول اللہ چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر، تو ہم اپنا دین کیوں چھپائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ''اے عمرؓ ہم قلیل التعداد ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں۔میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میں کوئی ایسی مجلس نہ چھوڑوں گا جہاں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے کفر کے ساتھ بیٹھا تھا اور اب اسلام کے ساتھ نہ بیٹھوں'' پھر ہم لوگ دو صفوں میں نکلے ایک (جماعت) میں میں تھا اور دوسری جماعت میں حضرت حمزہؓ یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ قریش نے جب ہم کو (اس شان وشوکت کے ساتھ دیکھا) تو ان کو شدید دھچکا لگا کہ پہلے کبھی نہ لگا تھا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے میرا لقب فاروق رکھ دیا۔''

(تاریخ عمر بن الخطاب ابن الجوزی ص: ٦-٧)

ابن ہشام اور ابن الجوزی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو جمیل بن معمر جحمی کے پاس گئے۔ یہ شخص کسی بات کا ڈھول پیٹنے میں پورے قریش کے اندر سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بتایا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس نے سنتے ہی نہایت بلند آواز میں چیخ کر کہا کہ خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔ حضرت عمر اس کے پیچھے ہی تھے۔ انہوں نے کہا یہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (سرداران قریش اس وقت کعبہ کے گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے) یہ سنتے ہی لوگ حضرت عمرؓ پر ٹوٹ پڑے اور مار پیٹ شروع ہو گئی۔ لوگ حضرت عمرؓ کو مار رہے تھے اور حضرت عمرؓ لوگوں کو مار رہے تھے۔ یہاں تک کہ سورج سر پر آ گیا۔ اور حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے۔ لوگ سر پر سوار تھے۔ حضرت عمر نے کہا جو بن پڑے کرلو۔ خدا کی قسم اگر ہم لوگ تین سو کی تعداد میں ہوتے تو پھر مکے میں تم رہتے یا ہم رہتے۔''

(تاریخ عمر بن الخطاب ص: ٨ سیرت ابن ہشام جلد: ١ ص: ٣٤٨، ٣٤٩)

قریش مکہ نے حضرت عمرؓ کو زد و کوب کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کے بعد ان کو قتل کر دینے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے مشرکین مکہ نے حضرت عمرؓ کے گھر پر حملہ بول دیا تا کہ انہیں جان سے مار ڈالیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمر خوف کی حالت میں گھر کے اندر تھے کہ اس دوران ابو عمرو عاص بن وائل سہمی آ گیا وہ دھاری دار یمنی چادر کا جوڑا ریشمی گوٹے سے آراستہ کرتہ زیب تن کیے ہوئے تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ سہم سے تھا اور یہ قبیلہ دور جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں، اس لیے آپ کی قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ عاص نے کہا'' یہ ممکن نہیں'' عاص کی یہ بات سن کر مجھے اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد عاص وہاں سے نکلا اور لوگوں سے ملا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے وادی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔؟ لوگوں نے کہا۔'' یہی خطاب کا بیٹا مطلوب ہے جو بے دین ہو گیا ہے۔'' عاص نے کہا'' اس کی طرف کوئی راہ نہیں'' یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے۔

(صحیح بخاری باب اسلام عمر بن الخطاب جلد اول ص: ٥٤٥)

ہم نے یہاں حضرت عمر کی سیرت کا ایک گوشہ اور وہ بھی نہایت مختصر آپ کے سامنے رکھا ہے۔ ذرا ایک مرتبہ پھر اس کا مطالعہ کیجیے۔ کس قد کاٹھ کے ہیں حضرت عمر، کیا رعب اور دبدبہ عطا فرمایا تھا انہیں اللہ رب العالمین نے، کیا گرج تھی آواز میں، کتنی شان وشوکت کے مالک تھے آپ اس سب کچھ کے باوجود ایمان کے بعد آزمائش وابتلا کا سامنا کرنا ہر داعی الی اللہ کا مقدر ہے تا کہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کیا جا سکے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ کیجیے۔

﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓا۟ أَن يَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ (العنکبوت:۲:۲۹)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔''

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (البقرۃ:۲:۲۱۴)

''پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اسکے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔''

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۳:۱۴۲)

''کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اسکی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔''

حضرت عمرؓ کی سیرت کے اس گوشے میں ہر دور کے داعیان الی اللہ کے لیے چند سبق ہیں، جنہیں ہر وقت حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔ پہلا سبق تو یہ ہے کہ جب تک حضرت عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو کفر میں پکے بھی تھے اور کھرے بھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدے کی مسلمانوں سے جنگ لڑی اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے؟ محمد ﷺ کیا ہیں اور قرآن کیا ہے۔ تب ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور پھر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ذرہ بھر خیال نہیں کیا اور ڈنکے کی چوٹ برملا اسلام کا اظہار کیا۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ صرف اسلام قبول نہیں کیا اور ذاتی اصلاح اور تزکیۂ نفس تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے غلبے کے لیے عملاً جدوجہد منظم کی۔ سب سے پہلے سرور عالم کی بارگاہ میں یہ کہا کہ ''یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، خواہ زندہ رہیں یا مریں؟ (پھر دوسرے پیرائے میں کہا) ''یا رسول اللہ چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر، تو ہم اپنا دین کیوں چھپائیں؟ (پھر حضرت عمرؓ نے ایک اور انداز بدلا اور کہا) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میں کوئی ایسی مجلس نہ چھوڑوں گا جہاں میں پہلے کفر کے ساتھ بیٹھا تھا اور اب اسلام کے ساتھ نہ بیٹھوں'' آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونے والا مکالمہ کیسا دلچسپ ہے اور حضرت عمرؓ کے ان الفاظ میں کتنی داعیانہ امنگ اور تڑپ ہے۔ کتنا ولولہ و جوش ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کیسا والہانہ اور فداکارانہ انداز گفتگو ہے کہ بالآخر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے دل میں اٹھنے والی دعوت کی لہروں کو روکنے کی بجائے راستہ دے دیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے سیل رواں دو کاروانوں کی شکل میں چل پڑا ہے۔ ایک کے قائد وسربراہ حضرت حمزہ قرار پائے ہیں جوصرف تین دن پہلے ایمان لائے تھے اور دوسرے قافلے کی قیادت اور زمام کار خود حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں ہے ذرا دیکھئے یہ کارواں کس طرح صف بستہ اور نہتے دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے بیت اللہ کی جانب رواں دواں ہیں۔ چشم فلک نے یہ دیکھا کہ یہ کاروان بیت اللہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ قریش مکہ اور سرداران قریش دم بخود ہیں اور یہ پرجلال منظر دیکھ کر صدمے سے دو چار ہو کر رہ گئے ہیں۔ بپھرے ہوئے حواس باختہ یہ لوگ یکبارگی حضرت عمرؓ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ صبح سے شروع ہونے والا یہ تشدد دوپہر ڈھل جانے تک جاری ہے یہاں تک کہ آپ تھک ہار کر بیٹھ گئے ہیں اور کفار مکہ آپ کے سر پر سوار ہیں اور حضرت عمرؓ کا ایک ہی جواب ہے کہ سنو! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اے قریش تمہارا جو جی چاہے کرلو۔ جب آپ گھر جا چکے اور اہل مکہ نے آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مقصد کے لیے پوری وادی کھچا کھچ لوگوں سے بھر چکی تھی ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے آپ کے گھر کا مکمل گھیراؤ ہو چکا تھا۔ قاتلانہ حملہ ہوا چاہتا تھا کہ اس حال میں جاہلیت کے حلیف حضرت عمر کے گھر میں پوری سج دھج سے آ پہنچے اور یہ تھے ابوعمرو عاص بن وائل سہمی۔ جس نے قریش مکہ کا یہ قاتلانہ منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ تاریخ کا یہ سنہری ورق تا قیامت اقامت دین کا کام کرنے والے لوگوں کے لیے مشعل راہ بنا رہے گا اور حضرت عمر کی جرأت اور شجاعت کو سلام عقیدت و احترام پیش کیا جاتا رہے گا۔ میں حضرت عمر کے ان الفاظ پر جو انہوں نے حرم کعبہ کے اندر اپنی ذات پر ہونے والے تشدد کے دوران ارشاد فرمائے تھے کہ "اے قریش مکہ تم سے جو بن پڑے کرلو خدا کی قسم اگر ہم لوگ تین سو کی تعداد میں ہوتے تو پھر مکے میں یا تم ہی رہتے یا ہم ہی رہتے (بار بار غور کرتا رہا ہوں اور آپ بھی ان الفاظ پر غور فرمائیں اور ان الفاظ کی تہہ تک پہنچیں کہ کیا ہے ان الفاظ کا مطلب؟ میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ایک واضح اور دوٹوک الفاظ میں کفار مکہ کو یہ بتایا کہ ہم آج تین سو کی تعداد میں نہیں ہیں آج مسلمان ظلم وستم کا شکار ہیں۔ ہمارا سفر تیزی سے جاری ہے اور جب ہم تین سو کارکنان اسلام ہو گئے تو مکہ سے تمہارے اقتدار کا خاتمہ کر کے اسلام کو برسر اقتدار لائیں گے اور پھر خدا کو یہ منظور ہوا کہ اسلامی ریاست مدینہ طیبہ میں قائم ہو گئی۔ چنانچہ ہجرت کا عمل جاری ہوا اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے پہلی جنگ بدر برپا ہوئی اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی وہ تعداد جس کا ذکر حضرت عمر فاروق نے مکہ مکرمہ میں کیا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ تین سو کارکنان اسلام نے ایک ہزار اسلحہ سے لیس مکی لشکر کو شکست فاش دی۔ ستر سرداران قریش جہنم واصل ہوئے اور اس سے فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی اور چند سال میں مکہ پر اسلام کا علم لہرا رہا تھا۔ تین سو کے اس عدد میں حضرت عمرؓ نے ایک پیغام بھی دیا ہے اور وہ یہ کہ اگر مکہ میں مخلص اہل ایمان تین سو ہو جائیں تو مکہ سے کفار مکہ کو بے دخل کیا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی بھی جگہ مسلمان تین سو کی تعداد کو پہنچ جائیں تو وہ ایک بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دے سکتے ہیں اور اگر آج ایسا نہیں ہو رہا تو ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے۔ بالخصوص تحریکات اسلامی کو چاہیے کہ جہاں جہاں ان کی تنظیم ہے وہاں ان کو کارکنان تحریک اسلامی بنانے کا ہدف تین سو اختیار کرنا چاہیے اور کسی شہر، قصبے، ضلع، ٹاؤن/تحصیل اور یونین کونسل میں تین سو کارکنان موجود ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تحریک اسلامی کو وہ ہدف و نتائج حاصل نہیں ہو رہے تو وہاں قیادت کو رک کر غور کرنا چاہیے کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟۔ ہمارے خیال میں تحریک اسلامی کو ایسے موقع پر اپنا بے لاگ جائزہ لینا چاہیے کہ کیا اس کی دعوت اور توسیع دعوت کے اہداف اپنی مقررہ اور متعینہ رفتار کے مطابق ٹھیک جا رہے ہیں؟ کیا کارکنان کی تربیت کا عمل معیاری اور درست ہے؟ کیا تنظیمی عمل اور جماعتی زندگی میں اتحاد اور ڈسپلن اسلامی اصولوں کے مطابق قائم ہے؟ اور کیا انقلاب قیادت کا اسلامی تصور کارکنان کے اندر اپنی پوری اسپرٹ کے ساتھ موجود ہے؟ اگر کسی تحریک کے پاس کسی تنظیم کو تین سو ورکرز یا کارکنان میسر ہوں اور وہاں کوئی بڑی اور نمایاں معاشرے میں تبدیلی نہ آ رہی ہو تو اس تحریک کو درج بالا سوالات پر غور کرنا چاہیے اور جہاں جو خرابی ہو اس کا بروقت اور موثر علاج کرنا ضروری ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ آنحضرت ﷺ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے اور اس حکمرانی کا واضح اشارہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایک بار میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو مجھ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اور انہوں نے قمیص پہن رکھی ہیں۔ کسی کا قمیص اسکے سینے تک اور کسی کا اس سے نیچے تھا اور عمر مجھ پر پیش کیے گئے تو قمیص کو کھینچتے تھے۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول اسکی کیا تاویل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "الدین" اسکی تاویل دین ہے۔ یعنی ان کے دور حکومت میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

["إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ۔] (جامع الترمذی حدیث نمبر ۳۶۸۲، صحیح ابن حبان ۲۱۸۴)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور اسکے دل پر اتارا"

اور ابوداؤد میں حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

["إِنَّ اللهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ۔"]

(سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفئی والعمارۃ حدیث نمبر ۲۹۶۲ و سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ ۱۰۸)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھا اور وہ حق کی بات کرتا ہے۔"

پس تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر فاروق نے جو کہا سو رب ذوالجلال نے کر دیا۔ مکہ سے مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کر دینے والے بالآخر مکہ کے اقتدار سے ہٹا دیے گئے اور تین سو افرادی قوت کے ساتھ مکہ میں انقلاب قیادت کا مژدہ سنانے والے حضرت عمر فاروق صرف مکہ ہی نہیں دنیائے اسلام کے حکمران بن کر رہے۔ اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں نازل ہوں حضرت عمرؓ پر۔

۳۔ حضرت عثمان بن عفان پر چچا کا عتاب اور ہجرت حبشہ

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ مسلمان ہوئے۔ حضرت عمرو بن عثمان کا بیان ہے کہ اروی بنت عبدالمطلب بیمار ہوئیں تو اس موقع پر حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی بنت عبدالمطلب کی طبع پرسی کے لئے انکے پاس گیا۔ کچھ دیر بعد آنحضرت ﷺ وہاں (بیمار پرسی کے لئے) تشریف لائے تو میں آپ کو غور سے دیکھنے لگا۔ آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ ان دنوں ہو چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ (جو مجھے غور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دیکھ رہے ہو) میں نے کہا میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ ہمارے ہاں بڑے مرتبے والے ہیں اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا (حضرت عثمان کہتے ہیں کہ) اللہ گواہ ہے میں یہ سن کر کانپ گیا پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝﴾ (الذاریات ۵۱: ۲۲۔۲۳)

''آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی، یہ بات حق ہے، ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔''

پھر آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (حیاۃ الصحابہ ج اول ص: ۸۳ بحوالہ الاستیعاب ج: ۴ ص: ۲۲۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوتے ہی ان پر ظلم و زیادتیوں کے دروازے کھل گئے۔ حضرت محمد بن ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا حکم بن ابوالعاص بن امیہ نے پکڑ کر رسی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑو گے میں اس وقت تک تمہیں بالکل نہیں کھولوں گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا قسم بخدا! میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جب حکم نے دیکھا کہ حضرت عثمان اپنے دین پر بڑے پکے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔ (ابن سعد ج: ۳ ص: ۳۷)

حضرت عثمان کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر بالآخر حضرت عثمان بن عفان کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف عازم سفر ہونا پڑا۔ ہجرت حبشہ اس طرح عمل میں آئی کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اس وقت سورہ کہف نازل فرمائی جب اہل مکہ کا جور و ستم شباب کو پہنچ گیا تھا۔ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا جس میں ایک بلیغ اشارہ ہے کہ جب ایمان خطرے میں ہو تو کفر و ظلم کے مرکز سے دور چلے جاؤ۔ (حیاۃ الصحابہ ج: ۱ ص: ۲۶۴ بحوالہ البدایہ والنہایہ ج: ۳ ص: ۶۶ الاصابہ ج: ۴ ص: ۳۰۵)

ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَّرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا مِن دُونِهِ إِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ۝ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ۝﴾

(سورہ کہف ۱۳ تا ۱۶)

''ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب تو بس وہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کرینگے۔ یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ آخر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ اب جب کہ تم ان سے اور ان کے معبودان غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لیے سروسامان مہیا کردے گا۔"

پس یہ اشارہ ربانی ملتے ہی آنحضرت ﷺ نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور کہا کہ وہاں کا حکمران ایسا ہے کہ وہاں کسی پر ظلم روا نہیں رکھا جاتا اور وہ زمین سچائی کی زمین ہے۔ آپ نے مہاجرین کو ہدایت فرمائی تم وہاں رہو جب تک تمہیں اللہ اس آزمائش سے نکالنے کی کوئی سبیل پیدا نہیں کرتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کو صحابہ کرام نے سخت آزمائش اور ابتلاء کی وجہ سے چھوڑ دیا اور اپنے دین کو بچانے کے لئے حبشہ روانہ ہو گئے اور اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی اور "وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّان مَعَهُ اِمْرَاتُهُ رُقَيَّهُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ" سب سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے حضرت عثمان بن عفان تھے اور انکے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی تھیں۔

(تہذیب سیرہ ابن ہشام ص: ۷۲)

حضرت عثمان بن عفان بالعموم عثمان غنی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں جس سٹیٹ، حکومت یا خلافت کا تصور آپ کے ذہن میں تھا، اس میں جن لوگوں کو آپ بحیثیت حکمران تیار کر رہے تھے ان میں آپ کا نام بھی تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے (ایک مرتبہ حضرت) عثمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

يَا عُثْمَانُ! اِنَّهُ لَعَلَّ اللهُ يُقَمِّصُكَ قَمِيصاً . فَاِنْ اَرَادُوْكَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ

(جامع الترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر ۳۷۰۵ وسنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۱۲ وصحیح ابن حبان (موارد) حدیث نمبر ۱۹۶)

"اے عثمان! شاید اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کا لبادہ پہنائے۔ اگر لوگ تجھ سے خلافت چھیننے پر اصرار کریں تو پھر انکے لیے ہرگز نہ چھوڑنا۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب حدیث: ۳۷۰۵ وسنن ابن ماجہ: ۱۱۳ وصحیح ابن جنان (مارد) ۱۹۶)

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور انہیں قریب بتایا۔ چنانچہ (اسی دوران وہاں سے) ایک شخص گزرا جو چادر میں لپٹا ہوا تھا آپؐ نے (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔ (مرہ بن کعب کہتے ہیں کہ پس میں اٹھا اور اسکی طرف گیا تو وہ شخص عثمان بن عفان تھے۔ مرہ بن کعب کہتے ہیں کہ "فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ"

(ترمذی حدیث نمبر ۳۷۰۴۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۱۱، مسند احمد ۴/ ۲۴۳)

"میں نے عثمان کے چہرے کو آنحضرت ﷺ کی طرف کیا اور کہا کہ یہ شخص ہے جو ہدایت پر ہوگا۔ آنحضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا ہاں اور ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوسہلہؓ حضرت عثمان کے غلام بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت عثمان کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے جبکہ عثمان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ جب محاصرے کا دن ہوا تو ہم نے عثمان سے کہا کہ کیا ہم (ان سے) لڑائی نہ کریں؟ عثمانؓ نے کہا کہ نہ لڑو۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَهِدَ اِلَیَّ اَمْرًا فَاَنَا صَابِرٌ نَفْسِیْ عَلَیْهِ۔ (مشکوۃ حدیث نمبر ۶۰۸۱ بحوالہ سنن بیہقی فی دلائل النبوۃ)

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا۔ میں خود کو اس کا پابند بنا رہا ہوں۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ ابوسہلہؓ بیان کرتے ہیں کہ عثمان نے اپنے گھر کے محاصرے کے روز مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی اور میں اسکے مطابق صبر کر رہا ہوں۔ (مشکوۃ حدیث نمبر ۶۰۷۹ بحوالہ جامع الترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضرت ابوحبیبہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوئے جب حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے۔ ابوحبیبہؓ نے سنا کہ ابوہریرہؓ عثمانؓ سے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے ابوہریرہ کو اجازت دے دی۔ وہ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ بعدازاں بتایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا تھا آپؐ فرما رہے تھے کہ بلاشبہ میرے بعد تم فتنوں اور اختلافات کو پاؤ گے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تھا کہ

["عَلَیْکُمْ بِالْاَمِیْرِ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَ یُشِیْرُ اِلٰی عُثْمَانَ بِذٰلِكَ۔"]

تمہیں ہر حال میں امیر اور اس کے رفقاء کی اطاعت کرنا ہوگی اور آپ عثمان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔''

(مشکوۃ حدیث نمبر ۶۰۸۱ بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوۃ)

حضرت عثمان کا پیغام امت کے نام

یہ تھی حضرت عثمان کی سیرت کی ایک جھلک جب بھی ملت اسلامیہ کا کوئی فرد انکی زندگی کا مطالعہ کرے گا تو اسے آپ کی سیرت و کردار سے کوئی نہ کوئی پیغام ملے گا۔ مثلاً متذکرہ بالا سطور میں پہلا پیغام یہ ہے کہ انسانوں کو انسانوں سے پیار کرنا چاہیے۔ بالخصوص اعزہ واقربا اور دور وقریب کے رشتہ داروں سے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے؟ خالہ کے گھر میں انکی بیمار پرسی میں مصروف تھے۔ بس ایک انسان بالخصوص مسلمان کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہو اعزہ و اقربا کے ساتھ خوش گوار تعلقات استوار کرے اور انکے غم بانٹے یہ وہ طریقہ ہے جو آنحضرتؐ نے تعلیم فرمایا ہے کیونکہ آپؐ بھی اس مقصد کے پیش نظر اروی بنت عبدلمطلب کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔

دوسرا پیغام یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے تعصب، حسد، کینہ، آباؤ اجداد کی تقلید، خاندانی وقبائلی غرور وتکبر، ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر سامنے آنے والے انسان کی سیرت و کردار کو سامنے رکھے اور اسکی ذات کا بے لاگ جائزہ لے اور اگر اسکی بات میں کوئی وزن اور ٹھوس دلیل آجائے تو اپنے نظریات وخیالات کو چھوڑ کر دلیل کے ساتھ بات کرنے والے کی بات مان لے۔ چنانچہ آپ غور کریں کہ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ اروٰی بنت عبد المطلب کے پاس پہنچے اور وہاں حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو ان کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کی سیرت گھوم گئی اور آنحضرت ﷺ پر نظریں اس طرح گڑ گئیں کہ آپ ﷺ کو دریافت کرنا پڑا ''اے عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ (جو مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) اور انہوں نے جواب دیا کہ میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ ہمارے ہاں بڑے مرتبے والے ہیں اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جارہی ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے دو باتیں دوٹوک انداز میں بیان فرمائیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ یہ الفاظ ایک صاحب زبان آدمی کو ارشاد فرمائے جارہے ہیں جو ان الفاظ کے مطلب کو خوب جانتا تھا۔ اِلٰہ کا مادہ الف، لام، ہ، ہے۔ یہ لفظ معبود کے لئے کثرت سے بولا جاتا تھا۔ خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔ مثلاً اہل عرب سورج کو ''اِلَاهَة'' کے نام سے پکارتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب نے اپنے اعتقاد کے مطابق بہت سی چیزوں کو معبود بنالیا ہوا تھا۔ اس لئے لفظ ''اله'' کا تثنیہ ''اِلٰهَیْن'' اور جمع ''اٰلِهَة''۔ اہل عرب عام استعمال کرتے تھے اور یہی الفاظ قرآن مجید میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

یہاں جس لفظ نے حضرت عثمان پر لرزہ طاری کردیا تھا، جس لفظ سے وہ کانپ اٹھے تھے وہ یہ تھا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' لَآ اِلٰهَ۔ نہیں ہے کوئی معبود۔ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ کے سوا۔ فرشتے بھی معبود نہیں ہیں اور وہ تین سو ساٹھ بت بھی جو بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ لات بھی نہیں عزیٰ بھی نہیں۔ دنیا میں اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی معبود نہیں۔ صرف ''اللہ''۔ ''اللہ'' اسم ذات ہے اور ذات باری تعالیٰ کے لیے خاص الخاص ہے اور تمام صفات اس کی طرف منسوب ہیں کوئی اور ذات اس نام سے موسوم نہیں اور نہ یہ لفظ نکرہ ہے کہ معبود واحد کے سوا کسی دوسرے کے لیے بولا جاسکے۔ لفظ اللہ کی جمع آتی ہے نہ تثنیہ اور نہ اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں ممکن ہے۔ اس کلمہ توحید کی حیرت انگیز خصوصیات ہیں۔ لفظ اللہ میں کوئی لفظ زائد نہیں۔ ''اللہ'' کے حرف ہمزہ کو ہٹالیا جائے تو ''للہ'' بن جائے گا جس کا مطلب ہے ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور لفظ ''للہ'' سے پہلے لام کو ہٹا دیا جائے تو یہ لفظ ''لَہٗ'' بن جائے گا جس کا ترجمہ ہے: سب کچھ اس (اللہ) کے لئے ہے۔ اور ''لہ'' کا لام الگ کرکے پڑھا جائے تو ''ہٗ'' رہ جائے گا جس کا تلفظ ''ھو'' ہے یہ حرف واحد بھی اسی ذات واحد اور اسی ذات احد کے لیے بولا جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ کہو وہ اللہ ایک ہے۔ یہ بھی لفظ اللہ کا خاصا ہے کہ اگر قسم اٹھانا مطلوب ہو تو ''تاللہ'' کہا جاتا ہے۔ ورنہ تا بمعنی قسم کسی اسم پر استعمال نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ اسم ''اللہ'' کی خصوصیت ہے کہ اس کے آخر میں حرف میم شامل کیا جاتا ہے جو حرف ندا کا کام دیتا ہے۔ اور اسکے ابتداء میں حرف ندا نہیں ہوتا یعنی یا اللّٰھم نہیں کہتے بلکہ اَللّٰھُمَّ کا معنیٰ ''اے اللہ'' بس حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ سے یہ کلمہ سن کر کانپ اٹھے اور سوچا کہ یہ ہے وہ انقلابی کلمہ جس کے بارہ میں بہ اصرار آنحضرت ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ

''تَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاَشْهَدُ بِهَا لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ وَتَدِيْنُ لَكُمُ الْعَرَبُ وَتَذِلُّ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ۔

تم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہو اس صورت میں مَیں تمہارے پروردگار کے روبرو شہادت دوں گا اور تمام عرب تمہارا ہی دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرے گا اور تمہارے طریقے کی پیروی کرے گا اور تمام عجم تمہارا تابع و مطیع ہو جائے گا۔

یہ انقلابی کلمہ ابھی حضرت عثمان کے دل و دماغ میں گونج رہا تھا کہ آپؐ نے سورۃ الذاریات کی آیات ۲۲۔ ۲۳ تلاوت فرمائیں۔

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝﴾

''آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی یہ بات حق ہے ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔''

یعنی اے عثمان! تمہارا رزق عالم بالا سے وابستہ ہے، دنیا میں آپ کے پاس اور دنیا بھر کے انسانوں کے پاس وسائل ہیں وہ کسی کا ذاتی کمال اور کارنامہ نہیں بلکہ اس کے فیصلے آسمان پر ہوتے ہیں اور فیصلے قادر مطلق کرتا ہے اور تمہارے پاس جو مال و دولت ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور اے عثمان! یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ یہ سامان مرنے کے بعد ساتھ جانے والا نہیں، ہر آدمی نے مرنا اور وعدہ قیامت، حشر و نشر، محاسبہ و باز پرس، جزا و سزا، اور جنت و دوزخ وقوع پذیر ہو کر رہنا ہے اور ان سب کا سامنا ہر حال میں ہر آدمی نے کرنا ہے لہٰذا اس کی تمہیں فکر کرنی چاہیے۔ پھر زمین و آسمان کے مالک کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یہ بات حق ہے۔ ایسی ہی یقینی بات جیسے تم بول رہے ہو۔ یعنی جس طرح تمہیں اپنے بولنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا ویسے ہی اس کلام میں بھی کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ قیامت ضرور قائم ہوگی، آخرت آ کے رہے گی۔ تمہارے اعمال کا ضرور محاسبہ کیا جائے گا۔ پھر تمہیں ایمان و اعمال کے مطابق ضرور قرار واقعی جزاء و سزا بھی دی جائے گی۔ اس مختصر مگر جامع مکالمے کے بعد آپؐ اروٰی بنت عبدالمطلب کے گھر سے اٹھ کر چلے گئے اور ساتھ ہی حضرت عثمان آنحضرتؐ کے پیچھے چل پڑے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر مسلمان ہو گئے اور اس طرح کاروان اسلام میں ایک عظیم المرتبت شخصیت کا اضافہ ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ بھی مسلمان ہوتے ہی ظلم و ستم کا شکار ہو گئے۔ ذرا تصور فرمائیے ہاتھ پاؤں باندھ کر کسی کو پھینک دیا جائے تو ذہنی کیفیت کا کیا عالم ہوگا اور اگر کسی کو چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھونی دی جائے تو کیفیت کیا ہوگی؟ حضرت عثمان نے یہ ستم گوارا کیا اور انکے استقلال میں ذرا برابر لغزش نہ آئی اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ''قسم بخدا! میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا اور پھر اسلام لانے کے بعد ''اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔'' کی تصویر بن گئے۔ مسلمانوں پر کفار مکہ نے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ جس میں حضرت عثمان بھی شامل تھے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت دی تو آنحضرت ﷺ نے حبشہ کو سرزمین امن قرار دے کر اور حکومت عدل کا اعزاز عطا کر کے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو صحابہ کرام کی جماعت میں حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ بھی ساتھ تھیں۔ پرامن حالات میں کون اپنا گھر چھوڑ سکتا ہے۔ کون اپنے والدین اور بہن بھائیوں اور رشتے داروں کو چھوڑ سکتا ہے؟ کون اپنا وطن، شہر اور کاروبار کو چھوڑ سکتا ہے۔ ان سوالات کے جوابات نفی میں ہیں یا اثبات میں۔ سوال کیجئے اپنے دل سے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کتنے ناخوشگوار حالات تھے مسلمانوں کے لئے۔ پھر اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک پہلو سے اس کا مطالعہ کریں کہ کتنی یادستاتی ہوگی مہاجرین کو اپنے ملک، شہر، اعزہ واقرباء اور اولا دووالدین کی۔ پس اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی مکہ سے باہر شاہراہ حبشہ پر کھڑے ہوتے، مہاجرین حبشہ کے علاوہ بیٹی اور داماد کی خیریت معلوم کرنے کے لیے۔ روایات میں آیا ہے کہ حبشہ سے آنے والے مسافروں سے آپ پوچھتے۔ ایک مرتبہ ایک مسافر خاتون نے بتایا ہاں اے محمد! ہم نے آپ کی بیٹی رقیہؓ کو دیکھا کہ وہ ایک کمزور گدھی پر سوار تھیں جس کو پیچھے سے عثمان ہانک رہے تھے۔ آج ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تحریک اقامت دین کا راستہ ایسے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ ماضی بعید کو پڑھیں تو حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰ تک آپکو اس راستے پر کانٹے ہی کانٹے نظر آئیں گے۔ ماضی قریب کو پڑھیں یا حال کو پڑھیں بہر صورت اس راہ کے راہیوں کو ان کانٹوں پر چل کر ہی انقلاب برپا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اور انکی اہلیہ نے کانٹوں پر سفر کو طے کرتے ہوئے دوسری ہجرت مدینہ کا سفر طے کیا اور پھر بالآخر مملکت اسلامیہ کے بلاشرکت غیرے آنحضرت کے بعد تیسرے حکمران بنے اور اس طرح اپنی زندگی کا سفر مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں انکی مرقد پر۔

۴۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ

کاروان اسلام کے شرکاء میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا اور صبر و ثبات کی وارث ایک منظم اور متحرک جماعت وجود میں آرہی تھی، مخالفین اسلام نے مکہ کی دھرتی کو ظلم اور ظلمت کدہ بنا رکھا تھا۔ صفا ومروہ کے درمیان لوگ سعی کر رہے تھے۔ حضرت مسعود بن حراشؓ کا بیان ہے کہ ہم نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک نوجوان آدمی کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور لوگوں کا بڑا مجمع اس نوجوان کے پیچھے چل رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ نوجوان کون ہے؟ اور اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو بے دین ہو گئے ہیں اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے پیچھے پیچھے ایک خاتون چل رہی ہیں جو بڑے غصے سے بول رہی ہیں اور انکو برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ انکی والدہ صَعْبہ بنت الحضرمی ہے۔

(حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص ۲۶۹ بحوالہ بخاری فی التاریخ کذافی الاصابہ ج:۳ ص:۲۴۱)

حضرت ابراہیم بن محمد طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے مجھے بتایا کہ میں بصریٰ کے بازار میں ایک میلے کے اندر شریک تھا تو وہاں ایک عیسائی پادری اپنے گرجا گھر کے بالا خانے میں مقیم تھا۔ اس نے کہا ''اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں سے کوئی حرم کے رہنے والا ہے۔'' میں نے کہا ''ہاں میں ہوں۔'' پادری نے پوچھا کہ کیا ''احمد (ﷺ) کا ظہور ہو گیا ہے۔'' میں نے کہا کہ ''احمد کون؟'' پادری نے کہا کہ ''عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے۔'' ''یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں۔ حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے، پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کر لیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ۔'' حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ اس کی بات میرے دل کو لگی اور میں بصرہ سے تیزی کے ساتھ چلا اور مکہ پہنچا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات تو پیش نہیں آئی؟ لوگوں نے کہا ہاں محمد ﷺ جو امین کے لقب سے مشہور ہیں، انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر) نے انکا اتباع کیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا۔ کیا آپ نے اس آدمی ﷺ کا اتباع کر لیا ہے؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ تم بھی انکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور انکا اتباع کرلو کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت طلحہ نے حضرت ابوبکرؓ کو بصریٰ کے پادری کی بات بتائی، پھر حضرت ابوبکر حضرت طلحہ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں جا کر حضرت طلحہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے بصرہ کے پادری کی بات بھی آنحضرت ﷺ کو بتائی، جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنو تیم نے ان کو نہ چھڑایا۔ نوفل بن خویلد کو مشیر قریش کہا جاتا تھا۔ ایک رسی میں باندھ جانے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہ کو قرینین (یعنی دو ساتھی) کہا جاتا ہے۔ امام بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ دعا مانگی کہ ''اے اللہ! ہمیں ابن العدویہ کے شر سے بچا۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱ص:۲۶۹، ۲۷۰)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے ایمان لانے اور ابتلاء و آزمائش کے اس واقعہ پر ہم سب مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے۔ کیا اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب اور یوم آخرت پر ایمان لانا جرم تھا کہ ایمان لاتے ہی ان پر مصیبت کا پہاڑ توڑ دیا گیا۔ ذرا سزا کا انداز تو کیجئے۔ حضرت طلحہ کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر ایک بڑے مجمع نے انہیں آگے لگایا ہوا تھا۔ اہل مکہ اور باہر سے آنے والے لوگوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ یہ سزا ہے اسلام قبول کرنے کے جرم کی اور پھر حیرت اس بات پر ہے کہ اس مجمع میں ماں موجود ہے وہ بیٹے کو ڈانٹ رہی ہیں اور نہایت بلند آواز کے ساتھ اپنے بیٹے کو برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ دیکھا آپ نے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی تحریک اسلامی کے کارکن کو کس طرح سر عام سزا دی جاتی ہے۔ ایک منظر نامہ تو یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ کر اسے بازاروں میں جلوس کی شکل میں گھمایا اور پھرایا جا رہا ہے اور دوسرا منظر یہ ہے کہ مشیر قریش نوفل بن خویلد بن العدویہ اپنی چودھراہٹ کے گھمنڈ میں صرف حضرت طلحہ کو ہی نہیں بلکہ داعی اسلام حضرت ابوبکرؓ کو ایک ساتھ ایک ہی رسی میں باندھ دیتا ہے۔ اے طلحہ تم مسلمان کیوں ہوئے اور اے ابوبکر تم نے طلحہ کو اسلام کی دعوت کیوں دی اور اس کو قائد تحریک کے پاس لے کر کیوں گئے۔ اور کروڑ ہا رحمتیں ہوں ان قرینین (دونوں ساتھیوں) پر کہ انہوں نے استقامت کا ثبوت دیا اور دشمنان دین اسلام کی کوئی ظالمانہ کارروائی ان پر اثر انداز نہ ہو سکی۔

حضرت طلحہؓ کے ایمان لانے میں ایک سبب بصرہ شہر کا میلہ بھی بنا، جہاں ایک پادری کے ساتھ ملاقات ہوئی جس میں اس نے ایک اہم اور تاریخی نوعیت کا سوال کیا کہ کیا احمد (ﷺ) کا ظہور ہو گیا ہے؟ اور جب حضرت طلحہؓ نے پوچھا کہ کون احمد؟ تو پادری نے جواباً کہا کہ ''عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے اور پھر کہا کہ ''یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں۔ حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے، پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کر لیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ۔'' ایک پادری کا یہ کہنا اور یہ بھی عین اس وقت جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہونے والا ہو یا ہو چکا تھا یہ معنی رکھتا ہے کہ سابقہ کتب میں آنحضرت ﷺ کے متعلق جو پیش گوئیاں ہوئیں تھیں وہ پادری ان سے بخوبی واقف تھا۔ اس حد تک اسے معلوم تھا کہ ان کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوگا اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ آخری نبی ہوں گے اور یہ بھی کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیے جائیں گے اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ہجرت کر کے کھجوروں کی سرزمین مدینہ منورہ جائیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ قرآن مجید میں اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف ۶۱:۶)

''اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔''

بصرہ کا پادری توراۃ و انجیل سے خوب واقف تھا اس لئے اس نے آنے والے نبی کے بارے میں بہت ساری تفصیلات بتادیں۔ آج بھی مُحرَّف توراۃ و انجیل موجود ہے۔ اس میں بھی آنحضرت ﷺ کی آمد کے اشارات موجود ہیں بالخصوص انجیلِ برنباس میں سب سے پہلے بائیبل سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

''خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے۔ یعنی تیرے ہی بھائیوں (بنواسمائیل) میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اسکی سننا۔ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں (بنواسماعیل) میں سے تیری مانند نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم کروں گا۔ وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری طرف سے ان کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (توراۃ کتاب استثناء باب ۱۸۔ آیات ۱۵ تا ۱۹) اور انجیل میں ہے

حضرت عیسیٰؑ نے کہا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

(انجیل یوحنا ۱۴۔ ۳۰)

''مجھے تم سے اور بہت باتیں کہنا ہے مگر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح (محمدؐ) آئے گا تو تم کو تمام سچائی دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

(انجیل یوحنا۔ ۱۶۔ آیات ۱۲ تا ۱۵)

انجیل برناس جو دنیائے عیسائیت میں متنازعہ بنادی گئی ہے لیکن دیگر اناجیل سے نسبتاً زیادہ ثقہ ہے، اس کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد) تمہارا دل پریشان نہ ہو، نہ تو تم خوف کرو۔ کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے بلکہ خدا ہمارا خالق ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں تو اس وقت میں دنیا میں اس رسولِ خدا (محمد ﷺ) کے لیے راستہ تیار کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لیے نجات لے کر آئے گا۔ اندریاس نے کہا استاذ! ہمیں اسکی نشانی بتادے تاکہ ہم اسے پہچان لیں۔ یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا۔ جبکہ انجیل ایسی مسخ ہو چکی ہوگی کہ مشکل سے کوئی تیس آدمی مومن باقی رہ جائیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا اور اس کے ذریعہ خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہوگی۔ وہ بے خدا لوگوں کے خلاف بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو مٹا دے گا اور مجھے اس کی بڑی خوشی ہے کیونکہ اسکے ذریعے سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا اور اس کی تقدیس ہوگی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہوگی اور وہ ان لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے بڑھ کر قرار دیں گے۔ وہ ایک ایسی صداقت کے ساتھ آئے گا جو تمام انبیاء کی لائی ہوئی صداقت سے زیادہ واضح ہوگی۔
(انجیل برناس۔ باب: ۷۲)

نیز بصرہ کے پادری کا یہ کہنا کہ وہ آخری نبی ہوں گے۔ یہ بھی توراۃ وانجیل میں صراحتاً موجود تھا اور درج بالا اقتباسات میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی اس کو سورۃ الاحزاب میں بڑے خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب۔ ۳۳۔۴۰)

"نہیں ہیں محمدؐ باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ رسول ہیں اللہ کے اور سلسلہ نبوی کی تکمیل کرنے والے ہیں اور ہے اللہ ہر چیز سے پوری طرح باخبر۔"

یہ ہیں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ جو پادری بصری سے ملاقات کے بعد واپس مکہ پہنچے اور آتے ہی اہل مکہ سے دریافت کیا کہ کیا مکہ میں کوئی نئی بات پیش آئی ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ "ہاں محمد بن عبداللہ (ﷺ) جو امین کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کا اتباع کیا ہے۔ اس طرح حضرت طلحہؓ اسلام لا کر کاروان اسلام کے پرجوش مبلغ اور مجاہد کے طور پر ہمارے سامنے آئے۔ جن کی زندگی تاقیامت اہل ایمان کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔

۵۔ حضرت عمار بن یاسرؓ

طبقات ابن سعد میں ہے کہ پہلا مرکز یا اسلامک سنٹر ارقم بن ابی الارقم کے دروازے پر عمار بن یاسر کی ملاقات حضرت صُہیب بن سنانؓ سے ہوئی۔ حضرت عمارؓ نے پوچھا صُہیب! تم کس ارادے سے یہاں آئے ہو صُہیب نے کہا: پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو۔ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ عمار نے کہا: محمد (ﷺ) سے مل کر انکی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں۔ صہیب نے کہا عمار میرا بھی مقصد یہی ہے۔ چنانچہ دونوں ایک ساتھ مرکز اسلام میں داخل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کاروان اسلام" میں شامل ہو گئے اور معابعد حضرت عمار کے والدین بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد ج: ۳۔ صف۔ ۱۷۷)

حضرت عمار گو ایک بے یار و مددگار غریب الوطن تھے، دنیاوی وجاہت اور طاقت بھی حاصل نہ تھی اور سب سے زیادہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ جب حضرت عمار اور ان کے خاندان کے ایمان کا چرچا ہوا تو مشرکین نے ان کو اور انکے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ ستم کا نشانہ بنایا، طرح طرح کی اذیتیں دیں، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا، دہکتے ہوئے انگاروں سے جلا دیا اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیے۔ ان تمام سختیوں کے باوجود ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کیا جاسکا۔ (طبقات ابن سعد ج: ۳۔ ص: ۱۷۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن حضرت عمارؓ کو مشرکین نے پانی میں اس قدر غوطے دیے کہ آپ بالکل بدحواس ہوگئے یہاں تک کہ اسی حالت میں ظلم ڈھانے والوں نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کرالیا اس کے بعد جب اس مصیبت سے گلوخلاصی ہوئی تو غیرت ایمانی نے پسینہ سے شرابور کردیا۔ دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، ''عمارؓ'' کیا خبر ہے؟ حضرت عمارؓ نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ نہایت ہی بری خبر ہے۔ آج مجھے اس وقت تک اذیت سے چھٹکارا نہ ملا جب تک میں نے آپ کی شان میں برے الفاظ اور ان کے معبودوں کے حق میں کلمات خیر استعمال نہ کئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمارؓ تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ عمار نے عرض کیا ''میرا دل ایمان سے مطمئن ہے۔'' سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کچھ مضائقہ نہیں اگر وہ دوبارہ وہ اس طرح کریں تو پھر ایسا ہی کرو۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾﴾ (النحل۔۱۶۔۱۰۶)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (طبقات ابن سعد۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۷۸)

ایک مرتبہ سعید بن جُبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا کہ ''کیا قریش مکہ مسلمانوں کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا دین چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہاں! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک ضعف اور کمزوری سے وہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی عاجز آجاتے تھے، اسی حالت میں جو کچھ چاہتے تھے ضمیر کے خلاف ان سے اقرار کرالیتے تھے۔
(اسد الغابہ تذکرہ عمار بن یاسر)

حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ میں جلایا تھا۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور آپؐ ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ اے آگ تو عمار کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا جیسے تو حضرت ابراہیمؑ کے لیے ہوگئی تھی۔ (پھر آپ نے فرمایا اے عمار) تمہیں ایک باغی جماعت قتل کردے گی۔ (یعنی تم دین اسلام کے راستے میں شہادت پاؤ گے۔) (طبقات ابن سعد۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۷۸)

محمد بن کعب قرظی کا ایک بیان ابن سعد نے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمار کو کرتا اتارتے ہوئے دیکھا تو ان کی پیٹھ پر داغ ہی داغ نظر آئے اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت عمار نے کہا کہ یہ اس عذاب کے نشان ہیں جو مکہ کی تپتی ہوئی زمین پر مجھے دیئے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸)

حضرت یاسر اور حضرت سمیہ کے بارے میں روایت ہے کہ یاسر یمن کے باشندے تھے اور وہاں سے مکہ آئے اور ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی سے حلیفانہ تعلق قائم کرلیا اور ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی سمیہ سے ان کی شادی کردی۔ جب آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی تو یاسر، سمیہ، عمار اور ان کے بھائی عبداللہ مسلمان ہوگئے۔ اس پر پورا خاندان سخت مبتلائے عذاب کردیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ بلاذری نے ام ہانی سے اور طبرانی نے حضرت عثمان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اس مقام سے گزر رہے تھے جہاں ان سب لوگوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس پر سخت رنج ہوا اور آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

["صَبْراً آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَ کُمُ الْجَنَّۃ"]

''صبر کرو اے آل یاسر تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔''

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت عثمانؓ کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ اس مقام سے گزرے جہاں اس خاندان کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا صبر کرو۔ یا اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما دے اور تو نے تو ان کی مغفرت کر ہی دی۔

حضرت یاسر عذاب کی سختیاں سہتے سہتے انتقال کر گئے۔ پھر ابوجہل نے حضرت عمار کی والدہ کو قتل کر دیا۔ ان کے بھائی عبداللہ کو تیر مارا گیا اور وہ گر گئے'' (طبقات ابن سعد)

الاصابہ تذکرہ سمیہ ام عمار میں ہے کہ ''حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی شہادت تھی جو استقلال و استقامت کے ساتھ راہ خدا میں ہوئی۔ حضرت عمارؓ کے والد یاسرؓ اور بھائی عبداللہ بھی اس گرداب عذاب میں جان بحق ہوئے۔''

ابن الکلبی کی روایت میں ہے ان تینوں (یاسر، سمیہ، عمار) کے ساتھ عبداللہ بن یاسر تھے۔ ملعون ابوجہل نے حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں اور حضرت یاسر بھی ان ہی تکلیفوں میں انتقال کر گئے اور حضرت عبداللہ کو بھی تیر مارا گیا جس سے وہ گر گئے۔ اور امام احمد کی روایت میں حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ملا۔ جن کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مارا تھا۔ (الاصابہ ج۔ ۳۔ ۷۔ ۶۴۔ البدایہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۵۹)

یاسر اور آل یاسر کے اس دردناک باب کو ایک بار نہیں بار بار پڑھیے اور چشم تصور میں لائیے وہ ظلم و تشدد جو کفار مکہ نے اس خاندان پر ڈھایا ہوگا۔ حضرت یاسر کی وفات ظلم و بربریت اور سختیوں کے نتیجے میں واقع ہوئی۔ اور اس خاندان کے دوسرے فرد حضرت عبداللہ بن یاسر پر بھی ظلم و تشدد کیا گیا اور انہیں تیر مارا گیا جس کے نتیجہ میں وہ گر گئے اور بالآخر اللہ کے حضور جا پہنچے لیکن اس سے بھی بڑھ کر حضرت سمیہ کے ساتھ جو ظلم روا رکھا گیا وہ تحریک اقامت دین کی جدوجہد میں لازوال بھی ہے اور تاریخ اسلام کا سنہری باب بھی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ مکرمہ میں کیا جہاں آپ کی دعوت کو مردوں نے قبول کیا وہاں عورتیں بھی سبقت فی الاسلام میں بازی لے گئیں بلکہ آپ اسلام میں سب سے پہلی شہیدہ ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۵۹ میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے تیر مارا جو ان کی شرمگاہ پر لگا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہوگئیں۔

کروڑ ہا رحمتیں ہوں حضرت سمیہؓ پر جس کے خون سے سرزمین مکہ رنگین ہوئی اور جس نے ظلم و تشدد سہہ کر خواتین اسلام کو پیغام دیا کہ لخت جگر عبداللہ کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ اور اپنے آقا ہمسفر کی جدائی کا صدمہ برداشت کیا جا سکتا ہے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ کے دین کو چھوڑا نہیں جا سکتا اور نہ اقامت دین کے فریضہ سے سبکدوش ہوا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سمیہ کی شہادت میں یہ پیغام بھی پنہاں ہے کہ ایک ماں کو عظمت اور عزیمت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے ایک بیوی کو صبر وثبات کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اگر اپنی جان پر بن پڑے استقامت، استقلال، جرأت و بہادری کے ساتھ جام شہادت نوش کر لینا چاہیے۔ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں حضرت سمیہ کا نام نامی اسم گرامی سنہرے حروف میں لکھا ہوا رہے گا اور پھر حضرت سمیہؓ کی اقتداء میں تکالیف و مصائب برداشت کرنے والی اور نذرانۂ جان پیش کرنے والی ہزاروں خواتین کے نام آپ کو اس فہرست میں ملیں گے۔

اے برادران اسلام! کیا آپ نے حضرت عمارؓ کی سیرت کا یہ پہلو ملاحظہ کیا جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے لیے اور ان جیسے حالات میں گھر جانے والے دیگر مسلمانوں کے لیے کلمہ کفر کفر نہ باشد کے مصداق کلمہ کفر روا رکھا گیا۔ ذرا پلٹ کر ایک مرتبہ پھر ان پر توڑے جانے والے ظلم وتشدد کے پہاڑ ملاحظہ کیجیے۔ مکہ کی پتھریلی زمین بطحا کی وادی میں ماں باپ سمیت حضرت عمار کو باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا اور لوگ ان کے تڑپنے، سسکنے کا منظر دیکھتے رہ جاتے اور پھر اس خاندان پر نیزا بازی کی جاتی۔ جس میں حضرت عمار کے والد، والدہ اور بھائی شہید ہو گئے اور زندہ بچ جانے والے عمار کو اتنی ناقابل برداشت اذیت دی گئی کہ آخر کار انہوں نے جان بچانے کے لیے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔

پھر ذرا یہ منظر دیکھئے کہ جب انہیں دہکتے ہوئے انگاروں سے جلا دیا گیا اور کئی کئی گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے گئے اور جب آپ ہوش وحواس کھو بیٹھے اور اس عالم میں وہ سب کچھ کہہ بیٹھے جو کفار کی منشا تھی لیکن وہاں سے رہائی کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے چہرۂ عمار دیکھتے ہی دریافت فرمایا کہ عمار! کیا خبر ہے؟ تم پر کیا گزری؟ حضرت عمارؓ نے کہا یا رسول اللہ! بہت برا ہوا مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی'' آپ نے دریافت فرمایا'' كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ'' اپنے دل کو کیسا پاتے ہو۔ عمار نے عرض کیا'' مُطْمَئِناً بِالْإِيمَانِ'''' ایمان پر پوری طرح مطمئن ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:'' إِنْ عَادُوْا فَعُدْ'' اگر وہ دوبارہ اس طرح کریں تو تم بھی یہی باتیں کہہ دینا:'' ایک اور روایت میں ہے کہ ابو عبید نے محمد (بن عمار) سے نقل کیا ہے آنحضرت ﷺ کی حضرت عمار سے ملاقات ہوئی تو وہ رو رہے تھے۔ آپ ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے۔ اور آپ فرما رہے تھے کہ کفار نے تم کو پکڑ کر پانی میں اتنے غوطے دیئے کہ تم کو فلاں فلاں (نازیبا اور گستاخی کی) باتیں کہنی پڑیں (جب تمہارا دل ایمان پر مطمئن تھا تو ان باتوں کے کہنے میں کوئی حرج نہیں) اگر وہ دوبارہ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ ان کے سامنے یہی کہہ دینا۔''

ایمان کا دارومدار نیت پر ہے

حضرت عمارؓ کو ناقابل برداشت مظالم کے تناظر میں آنحضرت ﷺ نے اجازت دی جس کی توثیق اللہ تعالیٰ نے سورہ النحل ۱۰۶:۱۶ میں فرمائی۔ اس آیت کریمہ میں اُن مسلمانوں کے معاملہ سے بحث کی گئی ہے جن پر مکی دور میں مظالم توڑے جا رہے تھے اور ناقابل برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ ان کو بتایا گیا کہ اگر تم کسی وقت ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کلمہ کفر زبان سے ادا کرو۔ اور دل تمہارا عقیدہ کفر سے محفوظ ہو تو معاف کر دیا جائے گا۔ (مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ) جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا مطمئن ہو (تب تو خیر)"، لیکن اگر دل سے تم نے کفر قبول کیا تو دنیا میں چاہے جان بچالو، خدا کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَلٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ﴾ (النحل:۱۰۶)

مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

ہولناک مظالم کے دوران کاروان اسلام کا کوئی فرد اس رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے مگر دو شرائط کے ساتھ۔ نمبر ایک کیا واقعی معاندین و مخالفین یا کفار کے مظالم ناقابل برداشت حد تک ہیں کہ اب جان بچانے کا واحد راستہ یہی رہ گیا ہے کہ کلمۂ کفر کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ نمبر دو دل سے بار بار بلکہ ہزار بار یہ پوچھ لیا جائے کہ ایمانی کیفیت کیا ہے؟ بجبر و اکراہ ایسا کیا جا رہا ہے یا بخوشی۔ کیونکہ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر دل میں ایمان سلامت ہے تو زبان پر ان حالات میں کلمہ کفر اثر انداز نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں گے اور زبان پر کلمہ کفر کی تصدیق دل سے ہو رہی ہے۔ تو دنیا میں کچھ دیر کے لیے جان بھی بچ جائے گی لیکن بالآخر مرجانا ہے اور آخرت میں تو اللہ کے غضب اور بڑے عذاب سے بچنا محال ہے۔ اس لئے رخصت کے باوجود اسلام نے عزیمت کا راستہ پسند کیا ہے جو راستہ حضرت یاسرؓ حضرت سمیہ، اور حضرت عبداللہ نے اختیار کیا۔ آیئے کاروان عزیمت کا ایک اور درخشاں باب پڑھتے ہیں۔

۶۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی نژاد غلام تھے۔ لیکن مکہ ہی میں پیدا ہوئے۔ بنی جمح ان کے آقا تھے۔ (اسد الغابہ۔ ج۔ ا۔ ص۔ ۲۰۶) طبقات ابن سعد میں حضرت مجاہد سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے دونوں خشبین پہاڑوں کے درمیان لئے پھرتے۔ (حیاۃ الصحابہ۔ جلد اول۔ ص۔ ۲۷۳۔ بحوالہ ابن سعد ۲۔ ۱۶۶)

حضرت عبداللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی ہیں۔ (اور ان میں سے ایک) حضرت بلال ہیں۔ حضرت بلال کو اللہ کے دین کے حوالے سے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور ان کی قوم کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ چنانچہ مشرکوں نے حضرت بلال کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں چکر دیتے پھرتے اور وہ احد احد کہتے رہتے۔ یعنی معبود صرف ایک ہی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ج۔ ا۔ ص۔ ۲۷۱۔ بحوالہ منسد احمد، ابن ماجہ، والبدایہ والنہایہ)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلالؓ کو لے کر باہر نکلتا اور مکے کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا پھر کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا پھر امیہ بلال سے کہتا تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے۔ یہاں تک کہ یا تو تم مر جاؤ یا محمد ﷺ کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی عبادت شروع کر دو لیکن حضرت بلال ان تمام تکلیفوں کے باوجود اَحد اَحد کہتے رہتے کہ معبود تو صرف ایک ہی ہے۔"

(حیاۃ الصحابہ ج۔ ا۔ ص۔ ۲۷۳۔ بحوالہ ابو نعیم فی الحلیہ ج۔ ا۔ ص۔ ۱۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ مشرک حضرت بلال کو تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور وہ اُحد اُحد کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت بلال پر گزر ہوا۔وہاں مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابوبکر نے امیہ سے کہا۔اے امیہ کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہو گے) امیہ نے کہا تم ہی نے تو ان کو بگاڑا ہے،اب تم ہی ان کو تکلیفوں سے چھڑاؤ۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا اچھا میں انہیں چھڑانے کے لیے تیار ہوں۔میرے پاس ایک کالا غلام ہے۔جو بلال سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے وہ غلام میں تمہیں بلال کے بدلے دیتا ہوں۔امیہ نے کہا کہ مجھے قبول ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ میں نے تمہیں دے دیا۔چنانچہ انہوں نے اپنا وہ غلام دے کر امیہ سے بلال کو لے لیا اور پھر انہیں آزاد کر دیا۔'' (حیاۃ الصحابہ ج۔ا۔ص۔ ۳۷۳۔بحوالہ ابونعیم فی الحلیہ ج۔ا۔ص۔۱۴۸۔عن ہشام بن عروہ)

۷۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو بالکل ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے۔ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔وہ یہ کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک آگ کے کنارے کھڑے ہیں اور اس آگ کی لمبائی چوڑائی اتنی زیادہ ہے کہ اللہ ہی جانتے ہیں۔اور انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ان کا باپ ان کو آگ میں دھکیل رہا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ آپ ﷺ ان کو کمر سے پکڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ آگ میں نہ گر جائیں وہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل سچا خواب ہے۔اس کے بعد ان کی حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنا خواب ان کو سنایا۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تمہارے ساتھ (اللہ کی طرف سے) بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تم ان کا اتباع کرو۔(تمہارے خواب کی تعبیر یہی ہے) تم ان کا اتباع ضرور کرو گے اور ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے اور اسلام ہی تم کو آگ میں داخل ہونے سے بچائے گا اور تمہارا باپ آگ میں گر جائے گا۔''

حضرت خالدؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا یہ مکالمہ ہو رہا تھا تو آنحضرت ﷺ اس وقت محلہ اجیاد میں تشریف فرما تھے۔حضرت خالد بن سعید آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد ﷺ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔؟ آپؐ نے فرمایا: میں تم کو ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ان پتھروں کی عبادت چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کون انکی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔حضرت خالدؓ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور پکار اٹھے کہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ان کے اسلام لانے سے حضور کو بہت خوشی ہوئی۔اس کے بعد حضرت خالد اپنے گھر سے غائب ہو گئے اور ان کے والد کو ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا۔اُس نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے جو ان کو ان کے والد کے پاس لے کر آئے۔والد نے ان کو خوب ڈانٹا جو کوڑا ان کے ہاتھ میں تھا اس سے ان کی اس قدر پٹائی کہ وہ کوڑا ان کے سر پر توڑ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کرو گے تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور اتنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزی دے گا۔ جس سے میں اپنی زندگی گزار لوں گا۔ یہ کہہ کر حضورؐ کے پاس چلے آئے۔ حضورؐ ان کا ہر طرح خیال رکھتے اور یہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے۔ (حیاۃ الصحابہ۔ ج۔ اول۔ ص۔ ۸۷۔ ۸۸۔ بحوالہ بیہقی، ۔البدایہ والنہایہ۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۳۲)

دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ ان کے والد نے ان کی تلاش میں اپنے غلام رافع اور اپنے ان بیٹوں کو بھیجا جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو تلاش کر لیا اور ان کو ان کے والد ابو احیحہ کے پاس لے آئے ان کے والد نے ان کو خوب ڈانٹا اور جھڑکا اور اسکے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے ان کو اس قدر مارا کہ وہ چھڑی ان کے سر پر ٹوٹ گئی۔ پھر کہنے لگا تم محمد ﷺ کے پیچھے لگ گئے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اپنی قوم کی مخالفت کر رہے ہیں اور اپنی قوم کے خداؤں میں اور ان کے آباؤ اجداد میں جو جا چکے ہیں۔ ان میں عیب نکال رہے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا اللہ کی قسم! وہ سچ کہتے ہیں اور میں نے ان کا اتباع کر لیا ہے۔ اس پر ان کے والد ابو احیحہ کو بڑا غصہ آیا اور ان کو بہت برا بھلا کہا اور گالیاں دیں اور کہا او کمینے! جہاں تیرا دل چاہتا ہے چلا جا۔ اللہ کی قسم! میں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کر دو گے تو اللہ عز وجل مجھے اتنی روزی دے گا جس پر گزارا کر لوں گا۔ اس پر ان کے والد نے ان کو گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی اس سے بات نہ کرے ورنہ میں بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا۔ جو میں نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد حضور ﷺ کے پاس چلے آئے۔ حضور ﷺ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے اور یہ حضور ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ۔ جلد اول۔ ۸۸۔ ۸۹۔ بحوالہ المستدرک ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۴۸ و ابن سعد ج۔ ۴۔ ص۔ ۹۴)

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد مکہ کے گردونواح میں جا کر اپنے والد سے چھپ گئے اور جب حضورؐ کے صحابہؓ حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی۔

(حیاۃ الصحابہ۔ ج۔ ا۔ ص ۸۹۔ بحوالہ الاستعیاب ج۔ ا۔ ص۔ ۴۰۱)

ان کا باپ سعید بن العاص بن امیہ جب بیمار ہوا تو کہنے لگا کہ اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دی تو ابن کبشہ (یعنی حضورؐ) کے خدا کی میں مکہ میں کبھی عبادت نہ ہونے دوں گا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسے بیماری سے شفا نہ دے چنانچہ وہ اس بیماری میں مر گیا۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱: ص۔ ۸۹۔ بحوالہ حاکم فی المستدرک ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۴۹ و ابن سعد ج۔ ۴۔ ص۔ ۹۵)

۸۔ حضرت معاویہؓ بن حیدہ کا اسلام

حضرت معاویہ بن حیدہؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں اب تک اس لیے نہیں آیا تھا کہ میں نے ہاتھوں کے پوروں کی تعداد سے بھی زیادہ مرتبہ قسم کھائی تھی کہ نہ میں کبھی آپ کے پاس آؤں گا اور نہ آپ کے دین کو اختیار کروں گا۔ اور حضرت معاویہؓ نے یہ فرماتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھتے ہوئے پوروں کی تعداد کی طرف اشارہ فرمایا (لیکن اب اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے پاس لے ہی آیا ہے) تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس تھوڑا سا علم ہے۔ میں آپ کو اللہ کی عظیم ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ ہمارے رب نے آپ کو کیا دے کر ہمارے پاس بھیجا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، دین اسلام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ دین اسلام کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دین اسلام یہ ہے کہ تم یہ کہو کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنا دیا اور اللہ کے علاوہ باقی سب سے میں الگ ہوگیا۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہے۔ مسلمان آپس میں بھائی اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور مشرک آدمی جب مسلمان ہوگیا تو اب اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اس وقت قبول فرمائیں گے جب وہ مشرکوں سے جدا ہو جائے۔ (یعنی ہجرت کرے) مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تم لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤں مگر سنو بات یہ ہے کہ میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا میرا دین تو نے میرے بندوں تک پہنچایا تھا تو میں عرض کرسکوں گا۔ اے میرے رب ہاں میں نے پہنچا دیا۔ غور سے سنو! تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا دین پہنچائیں۔ غور سے سنو تمہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں بلایا جائے گا کہ تمہارے منہ بند کیے ہوں گے (یعنی تم بات نہیں کرسکو گے) اور سب سے پہلے ہر آدمی کی ران اور ہتھیلی اس کے اعمال کی خبر دے گی۔ حضرت معاویہؓ نے کہا یارسول اللہ یہی ہمارا دین ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی تمہارا دین ہے۔ جہاں بھی رہ کر تم اس پر اچھی طرح عمل کرو گے یہ دین تمہارے لیے کافی ہو جائے گا۔

(حیاۃ الصحابہ۔ ج۔ا۔ص۔ ۹۴۔ ۹۵۔ بحوالہ ابن البرقی الاستعیاب۔ ج۔ا۔ص۔ ۳۲۳)

۹۔ حضرت عثمان بن مظعون کا اسلام

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کے صحابہؓ تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور وہ خود ولید بن مغیرہ کی امان میں آرام سے رہ رہے ہیں تو انہوں نے (اپنے دل میں کہا) کہ اللہ کی قسم! میں تو ایک مشرک آدمی کی پناہ میں آرام سے رہوں اور میرے ساتھی اور میرے دین والے وہ تکلیف اور اذیتیں اٹھاتے رہیں جو میں نہیں اٹھا رہا۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے چنانچہ وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور اس سے کہا اے عبد شمس! تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دکھائی۔ میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے کیوں؟ شاید میری قوم کے کسی آدمی نے تم کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا نہیں لیکن میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور کی پناہ نہیں لینا چاہتا ہوں ولید نے کہا تم مسجد چلو اور وہاں سب کے سامنے میری پناہ علی الاعلان واپس کردو جیسے کہ میں نے تم کو سب کے سامنے علی الاعلان اپنی پناہ میں لیا تھا۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر دونوں مسجد (حرام) گئے۔ وہاں لوگوں نے ولید سے کہا کہ یہ عثمان ہے۔ میری پناہ مجھے واپس کرنے آئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے لوگوں سے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان کو انتہائی وفادار اور اچھا پناہ دینے والا پایا ہے۔ لیکن اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کسی کی پناہ نہ لوں۔ اس لیے میں نے ان کو پناہ واپس کردی۔ پھر حضرت عثمان واپس آرہے تھے کہ (عرب کے مشہور شاعر) لبید بن ربیعہ بن حاطب بن کلاب قیسی قریش کی مجلس میں اپنے اشعار سنا رہے تھے تو حضرت عثمان بھی اس مجلس میں بیٹھ گئے۔ لبید نے یہ شعر پڑھا ''اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہِ بَاطِلٌ'': اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بیکار ہے۔ حضرت عثمان نے داد دیتے ہوئے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ ''وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ''۔ اور ہر نعمت ضرور بالضرور (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا تم نے غلط کہا۔ جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ حضرت عثمان کی یہ بات سن کر لبید بن ربیعہ نے کہا۔ اے جماعت قریش! تمہاری مجلس میں بیٹھنے والے کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی۔ یہ نئی بات کب سے تم میں پیدا ہوگئی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی پہلے تو کبھی بھی کوئی میرے شعر پر اعتراض نہیں کیا کرتا تھا آج یہ میرے شعر کو غلط کہنے والا کہاں سے آ گیا) تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا یہ ایک بے وقوف آدمی ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی چند بے وقوف آدمی ہیں جنہوں نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ لہٰذا تم اس کی باتوں سے ناراض مت ہو۔ حضرت عثمان نے اس آدمی کی بات کا جواب دیا جس سے بات بڑھ گئی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کی آنکھ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ انکی آنکھ سیاہ ہوگئی اور ولید بن مغیرہ قریب ہی کھڑا تھا اور جو کچھ عثمان کے ساتھ ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! اگر تم میری پناہ میں رہتے تو تمہاری آنکھ کو یہ تکلیف نہ پہنچتی۔ تم ایک محفوظ ذمہ داری میں تھے۔ حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبد شمس ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن اللہ کی قسم! میرا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی وجہ سے میری تندرست آنکھ کو بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسری کو پہنچی اور میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو بہت عزت والے بڑی طاقت والے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ۔ ج:۱: ص ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ بحوالہ الحلیہ ج۔۱۔ص۔ ۱۰۳)

۱۰۔ حضرت سعیدؓ بن زید کا اسلام

حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کو مسجد کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے (اسلام لانے سے قبل) مجھے اسلام لانے کی وجہ سے باندھ رکھا ہے۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔۱۔ص۔ ۳۸۳ بحوالہ بخاری)

بخاری میں حضرت قیس کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے جس وقت حضرت عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے اور اپنی بہن کو باندھ رکھا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ ج۔۱۔ص۔ ۳۸۳ بحوالہ بخاری)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے انہیں بنو زہرہ کا ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا میرا ارادہ ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلك) میں محمدؐ کو قتل کردوں۔ اس نے کہا اگر تم محمدؐ کو قتل کردو گے تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے۔؟ حضرت عمر نے اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا اس کو تو چھوڑ چکا ہے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی دونوں بے دین ہو چکے ہیں۔ اور جس دین پر تم ہو اس کو وہ دونوں چھوڑ چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر غصے میں بھر گئے اور (اپنی بہن کے گھر) چل دیئے۔ جب وہ بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خبابؓ بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت خباب نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا یہ پست آواز کیا تھی۔ جو میں نے تمہارے پاس سے سنی وہ لوگ تو سورت طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا ہم آپس میں بات کر رہے تھے۔ اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمر نے کہا کہ شاید تم دونوں بھی اس نبی کی طرف مائل ہو گئے ہو تو ان کے بہنوئی نے ان سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو بہت بری طرح روندا۔ ان کی بہن ان کو اپنے خاوند سے ہٹانے کے لیے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمر نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ انکی بہن کو بھی غصہ آ یا۔ انہوں نے غصے سے کہا کہ اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دین میں ہو تو پھر؟ اور انہوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا۔ جب حضرت عمرؓ مایوس ہو گئے تو کہا مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمرؓ کتاب پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان کی بہن نے کہا تم ناپاک ہو اور کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اس لیے کھڑے ہو کر غسل کر و یا وضو۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر وضو کیا۔ پھر حضرت عمر نے اس کتاب کو لے کر سورۃ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے۔ ''اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ''(طٰہٰ:۲۰:۱۴) تو حضرت عمر نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا اے عمر! تمہیں بشارت ہو حضورؐ نے جمعرات کی رات یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے (مسلمان ہونے کے) ذریعے سے عزت عطا فرما۔ مجھے امید ہے کہ حضورؐ کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔ اس وقت حضورؐ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا۔ حضرت عمر یہاں سے چل کر اس گھر (دار ارقم) میں پہنچے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت محمدؐ کے کچھ صحابہ موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمر کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں یہ عمر ہے۔ اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضورؐ کا اتباع کرلیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لیے آسان ہے۔ اس وقت حضورؐ گھر کے اندر تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چنانچہ (وحی کے نازل ہونے کے بعد) حضورؐ باہر تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا کیا تم باز آنے والے نہیں ہو اے عمر! اسی کا انتظار کر رہے ہو کہ اللہ تم پر بھی وہی ذلت اور سزا نازل کر دے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت عطا فرما۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (مسلمان ہونے کے بعد) انہوں نے کہا یا رسول آپ باہر (مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے لیے) تشریف لے چلیں۔

(حیاۃ الصحابہ ج:۱:ص:۳۸۳ تا ۳۸۵۔ طبقات ابن سعد ج:۳:ص:۱۹۱، البدایہ ج۔۳۔ص۔۸۱ العینی ج۔۸۔ص۔۶۸)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت عطا فرما۔ اس رات کے شروع کے حصہ میں حضرت عمر کی بہن ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔'' پڑھ رہی تھیں تو حضرت عمر نے ان کو اتنا مارا کہ انہیں یہ گمان ہوا کہ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر ڈالا ہے۔ جب صبح تہجد کے وقت حضرت عمرؓ اٹھے تو انہوں نے اپنی بہن کی آواز سنی جو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ پڑھ رہی تھیں۔ تو حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو یہ شعر ہے اور نہ یہ سمجھ آنے والا پست کلام ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دروازے پر حضرت بلال کو پایا۔ انہوں نے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ یا دھکا دیا۔ حضرت بلال نے پوچھا کون ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا عمر بن خطاب۔ حضرت بلال نے کہا ذرا ٹھہرو میں تمہارے لیے رسول ﷺ سے اجازت لے لوں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ عمر دروازے پر ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو اسے دین میں داخل کر دیں گے۔ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا دروازہ کھول دو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(انہوں نے) دروازہ کھول دیا۔ حضورؐ باہر تشریف لائے اور حضورؐ نے حضرت عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ میرے سامنے پیش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اسی جگہ مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ باہر تشریف لے چلیں۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔ا ص۔۳۸۵۔۳۸۶ بحوالہ طبرانی)

حضرت عمرؓ کے غلام اسلمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہ میں تم کو اپنے اسلام لانے کا شروع کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا جی ہاں انہوں نے فرمایا میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ حضورؐ پر سختی کرنے والا تھا۔ ایک دفعہ میں سخت گرم دن میں مکہ کے ایک راستے پر چلا جا رہا تھا کہ مجھے قریش کے آدمی نے دیکھ لیا اور اس نے مجھ سے پوچھا اے خطاب کے بیٹے۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا اس آدمی (یعنی حضورؐ) کے پاس (قتل کی نیت سے) جانے کا ارادہ ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ (محمد علیہ السلام کی) یہ بات تمہارے گھر میں داخل ہو چکی ہے اور تم یہ کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اس آدمی کے پاس جا چکی ہے۔ (اور ان کے دین میں داخل ہو چکی ہے) چنانچہ میں غصہ میں بھرا ہوا واپس لوٹا اور میں نے بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضورؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی ایسا آدمی مسلمان ہوتا جس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ایسے ایک یا دو آدمی ایسے شخص کے حوالے کر دیتے جو ان کا خرچ برداشت کرے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمی میرے بہنوئی کے حوالے کر رکھے تھے۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمر بن خطاب۔ وہ لوگ اپنے ہاتھ میں کتاب (یعنی قرآن شریف) لیے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے میری آواز سنی تو کھڑے ہو کر چھپ گئے۔ اور وہ صحیفہ وہاں ہی رہ گیا۔ جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں نے کہا تو اپنی جان کی دشمن! تو بے دین ہو گئی ہے اور ایک چیز اٹھا کر میں نے اس کے سر پر دے ماری۔ میری بہن رونے لگی اور اس نے کہا اے خطاب کے بیٹے تو نے جو کرنا ہے کر لے میں تو مسلمان ہو چکی ہوں۔ چنانچہ میں اندر گیا اور تخت پر بیٹھ گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ دروازے کے بیچ میں ایک صحیفہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ صحیفہ یہاں کیسے؟ تو میری بہن نے مجھ سے کہا اے خطاب کے بیٹے اپنے سے اسے دور رکھو کیونکہ تم غسل جنابت نہیں کرتے ہو اور پاکی حاصل نہیں کرتے ہو اور اسے صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں لیکن میں اصرار کرتا رہا آخر میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا۔ مسند بزار میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے اور اس کے بعد کے واقعات کا مفصل ذکر موجود ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ج۔ا ص۔۳۸۶ ص ۳۸۷ بحوالہ بزار)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اسلام

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں میں سے ایک ہیں ۔ یہ مکہ مکرمہ کے ایک سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کے چرواہے تھے۔ یہ ایک دن بکریاں چرا رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق مکہ سے باہر اپنے دعوتی سفر پر کسی وادی سے گزر رہے تھے۔ آپؐ کو سخت پیاس محسوس ہوئی۔ قریب کہیں پانی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ پانی کے لیے متفکر تھے ان کی نظر ایک نوجوان پر پڑی جو بکریاں چرا رہا تھا۔ یہ نوجوان عبداللہ بن مسعود تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے نوجوان!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا بکری کا کچھ دودھ تم دے سکتے ہو تا کہ ہم اپنی پیاس بجھا سکیں؟ نوجوان نے جواباً کہا۔ میں دودھ نہیں دے سکتا کیونکہ بکریاں کسی کی امانت ہیں اور میں محض معاوضہ لے کر بکریوں کو چراتا ہوں۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ نوجوان کے اس جواب سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا نوجوان تمہارے پاس اگر کوئی ایسی بکری ہو جس نے بچے نہ جنے ہوں اور دودھ دینے والی نہ ہو تو لے آؤ۔ عبداللہ بن مسعود نے ایسی ایک بکری پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپؐ نے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تھن دودھ سے بھر گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے برتن میں دودھ نکالا، تینوں نے سیر ہو کر پیا اس کے بعد آپؐ نے تھن کو مخاطب ہو کر فرمایا ''خشک ہو جا'' پس وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود یہ حیرت انگیز واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پکار اٹھے کہ مجھے بھی اس موثر تعلیم سے بہرہ ور فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا ''اِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ '' تم تو پہلے ہی تعلیم یافتہ لڑکے ہو'' اس واقعہ کے بعد آپ نے بکریوں کی امانت اس کے مالک کے سپرد کر دی اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

کاروان اسلام کے یہ مجاہد اسلام لانے کے بعد اسی مشن کے علمبردار بن کر کھڑے ہو گئے۔ جو آنحضرت ﷺ اور دیگر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ کا تھا۔ ان کی دعوتی جدوجہد کا ایک لازوال واقعہ ملاحظہ کیجئے کہ ایک دن اہل ایمان صحابہ کرامؓ جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ قریش نے قرآن مجید کو اپنے سامنے بلند آواز میں پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔ پس ایسا کون شخص ہے جو انہیں بہ آواز بلند قرآن سنائے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا میں یہ فریضہ انجام دیتا ہوں۔ صحابہ کرام نے کہا ہمیں ان سے تمہارے بارے میں خوف ہے۔ ہم تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو خاندان والا ہو کہ اگر ان لوگوں نے اس سے کوئی بدسلوکی کرنی چاہی تو اس کے اہل خاندان حفاظت کر سکیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔ راوی نے کہا جب دوسرے دن کی صبح ہوئی ابن مسعودؓ دن چڑھے مقام ابراہیمؑ کے پاس ایسے وقت آئے جب قریش اپنی مجلسوں میں تھے اور مقام ابراہیم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ پھر اس سے آگے تک پڑھتے چلے گئے۔ راوی نے کہا۔ قریش نے اسے غور سے سنا اور بولے ابن ام عبد نے کیا کہا؟ پھر خود ہی کہنے لگے وہ تو وہی پڑھتا ہے جو محمد ﷺ لایا ہے۔ پس وہ سب کے سب ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن مسعودؓ کے منہ پر مارنے لگے۔ وہ برابر پڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس سورۃ کے اس حصے تک پہنچ گئے۔ جس تک اللہ نے چاہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف اس حالت میں لوٹ آئے کہ ان کے چہرے پر قریش نے نشانات ڈال دیئے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھیوں نے ان سے کہا اس چیز کا ہمیں ڈر تھا انہوں نے جواب دیا۔ آج دشمنان خدا میری نظروں میں جتنے ذلیل ہیں اتنے ذلیل کبھی نہ تھے۔ اگر تم چاہو تو اسی طرح کل سویرے بھی پہنچوں۔ انہوں نے کہا نہیں تمہارے لیے یہی کافی ہے۔ تم نے انہیں وہ باتیں سنا دیں جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ اول۔ ص۔ ۳۴۵ ص ۳۵۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ مکرمہ سے باہر اسلام کی اشاعت کی ایک جھلک

۱۴۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کا اسلام

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قوم کی طرف سے سخت رویہ دیکھنے کے باوجود ان کی خیر خواہی کی پوری کوشش کرتے رہے۔ اور دنیا اور آخرت کی جس مصیبت میں وہ گرفتار تھے اس سے نجات پانے کی ان کو دعوت دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قریش سے حضور کی پوری حفاظت فرما دی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ لوگوں اور باہر سے آنے والے عربوں کو ڈرا کر حضور ﷺ سے ملنے سے روکتے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ گئے اور حضورؐ وہاں ہی تھے۔ حضرت طفیل بہت معزز اور بڑے شاعر اور بڑے سمجھدار سمجھے جاتے تھے۔ قریش کے چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اس کی بات تو جادو کی طرح اثر رکھتی ہے۔ یہ باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آ گئیں ہیں کہیں وہ آپؐ اور آپ کی قوم پر نہ آ جائیں لہٰذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ ان کی باتوں نے مجھ پر اتنا اثر کیا اور وہ میرے اتنے پیچھے پڑے کہ میں نے بھی طے کر لیا کہ میں نہ تو حضور ﷺ کی کوئی بات سنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا یہاں تک کہ صبح کو جب میں مسجد جانے لگا تو کانوں میں روئی اس ڈر سے بھر لی کہ کہیں بلا ارادہ آپؐ کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑ جائے چنانچہ میں مسجد گیا تو حضورؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپؐ کے قریب کھڑا ہو گیا اس ساری احتیاط کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کے بعض الفاظ سنا دیئے مجھے وہ بہت اچھا کلام محسوس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا میری ماں مجھے روئے میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی ہوں۔ اچھے اور برے کاموں میں تمیز کر سکتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں ان کی بات سنوں اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ پھر میں وہاں انتظار میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے محمد! آپؐ کی قوم نے مجھ سے ایسے ایسے کہا اور اللہ کی قسم! مجھے آپؐ سے اتنا ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی اچھی طرح بھر لی تاکہ آپ کی آواز نہ سن سکوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی بات سنا دی۔ مجھے بہت اچھا کلام محسوس ہوا آپ اپنی بات میرے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ عمدہ اور اس سے زیادہ انصاف والی بات نہیں سنی تھی۔ چنانچہ میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میری قوم میں میری چلتی ہے۔ میں ان کے پاس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی کوئی نشانی دے جس سے مجھے انہیں دعوت دینے میں مدد ملے۔ آپؐ نے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ اسے کوئی نشانی عطا فرما۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مانند ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا۔ میں نے دعا مانگی اے اللہ اس نور کو میرے چہرے کی بجائے کسی اور جگہ ظاہر کر دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ چنانچہ وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سر پر آ گیا۔ جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا نور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آ رہا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں انکے پاس پہنچ گیا۔ جب میں سواری سے اترا تو میرے والد آئے جو کہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے میں نے ان سے کہا آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ میرا آپ سے۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اور محمد ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں۔ میرے والد نے کہا میرا دین بھی وہی ہے جو تمہارا دین ہے۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے پھر میں نے ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اس سے کہا پرے ہٹ میرا تم سے کوئی تعلق ہے اور نہ تمہارا مجھ سے۔ اس نے کہا کیوں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کیوں! پھر وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ پھر میں اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دیتا رہا لیکن وہ انکار کرتے رہے اور انہوں نے بہت دیر کر دی۔ آخر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا نبی اللہ! قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا۔ (میں نے انہیں بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہ لائے) آپؐ ان کے لیے بددعا کریں۔ آپؐ نے بجائے بددعا کرنے کے ان کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ! دوس کو ہدایت دے دے (اور مجھ سے فرمایا) اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو دعوت دیتے رہو۔ لیکن ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ چنانچہ میں واپس آیا اور قبیلہ دوس میں ٹھہر کر ان کو دعوت دیتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ اور بدر اور احد اور خندق کے غزوات بھی ہو گئے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اس وقت حضور خیبر گئے ہوئے تھے۔ میں دوس کے ستر اسی گھرانوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔ا۔ص۔۲۶۱ تا ۲۶۴ بحوالہ ابونعیم فی الدلائل۔ص۔۷۸۔ البدایہ والنہایہ۔ج۔۳۔ص۔۱۰۰۔ ابن سعد ج۔۴۔ص۔۳۴۷)

حضرت ابن عباس حضرت طفیل بن عمروؓ کے اسلام اور ان کو اپنے والد اور بیوی اور اپنی قوم کو دعوت دینے اور ان کے مکہ آنے کے قصے کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کو حضورؐ نے ذوالکفین بت کے جلانے کے لیے بھیجا تھا اور یہ یمامہ بھی گئے تھے اور اس بارے میں انہوں نے خواب بھی دیکھا تھا اور غزوہ یمامہ میں یہ شہید ہو گئے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔ا۔ص۔۲۶۴ بحوالہ الاستیعاب۔لابن عبدالبر۔ج۔۲۔ص۔۲۳۲)

اصابہ میں ابوالفرج اصبہانی کے واسطے سے ابن کلبی کی یہ روایت ہے کہ حضرت طفیل جب مکہ آئے تو ان سے قریش کے کچھ لوگوں نے حضورؐ کی دعوت کا تذکرہ کیا اور ان سے یہ بھی کہا کہ وہ حضورؐ کا امتحان لے کر دیکھیں چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کے پاس جا کر اپنے شعر پڑھ کر سنائے حضور نے سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر سنائیں یہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے۔ پھر کوڑے میں نور کے ظاہر ہونے کا قصہ بھی ذکر کیا۔ انہوں نے والدین کو اسلام کی دعوت دی جن میں والد تو مسلمان ہو گئے لیکن والدہ نہ ہوئیں اور انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی جن میں صرف حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دوس کی زمین مل جائے جو کہ مضبوط اور محفوظ ہے۔ (یعنی حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں یا اس کے لیے بددعا کریں۔ حضورؐ نے دوس کی ہدایت کی دعا فرمادی تو حضرت طفیل نے حضور ﷺ سے کہا میں تو انکی ہدایت کی یہ دعا نہیں چاہتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان میں تیرے جیسے بہت سارے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عمرو بن حُمَمَہ بن عوف دوسیؓ زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے کہ اس مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے لیکن وہ کون ہے؟ یہ میں نہیں جانتا، جب انہوں نے حضور کی خبر سنی تو اپنی قوم کے ۷۵ آدمیوں کو لے کر چل پڑے۔ اور (حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر) خود بھی مسلمان ہوئے اور ان کے ساتھی بھی مسلمان ہوئے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت جندب ایک ایک آدمی کو (حضورؐ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیے) پیش کیا کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ ج۔ا۔ص۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵ بحوالہ الاصابہ)

۱۴۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام

آنحضرت ﷺ کی دعوت روز بروز وسیع ہو رہی تھی اور اس کے اثرات کا دائرہ مکہ سے باہر پھیلتا جا رہا تھا اور دور جاہلیت کے باوجود انسانوں میں سلیم الفطرت لوگ بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابوذر غفاریؓ بھی ہیں۔ دور جاہلیت میں ان کا نام جندب تھا۔ قبیلہ بنوغفار سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ کنانہ بن خزیمہ کی نسل سے تھا۔ بنوغفار کا گاؤں مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل بدر کے نواح میں واقع تھا۔ ان کے قریب ہی سے شاہراہ مکہ مکرمہ وشام وفلسطین واقع تھی۔ پورے قبیلے کا ذریعہ معاش قزاقی وڈاکہ زنی تھا۔ حضرت ابوذر بھی دور جاہلیت میں ان کے ہم مشرب تھے۔ لیکن فطرت سلیم نے ان کو از خود بت پرستی اور ڈاکہ زنی سے متنفر کر دیا اور وہ عبادت گزار بن گئے۔ صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں ان کے کچھ حالات زندگی بیان ہوئے ہیں اس حدیث کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن الصامت سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم غفار میں سے نکلے جو حرام مہینوں کو بھی حلال سمجھتے تھے۔ میں، میرا بھائی انیس اور ہماری ماں ہم تینوں نکلے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! میں نے رسول ﷺ کی ملاقات سے تین برس پہلے نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کس کے لیے پڑھتے تھے؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ کے لیے۔ میں نے کہا کس طرف منہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ادھر منہ کرتا تھا جدھر اللہ تعالیٰ میرا منہ کر دیتا تھا۔ میں رات کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھتا اور سورج طلوع ہونے تک کمبل کی طرح رہتا تھا۔ انیس نے کہا مجھے مکہ میں کام ہے۔ تم یہاں رہو میں جاتا ہوں۔ وہ گیا اور اس نے آنے میں دیر کی۔ پھر آیا تو میں نے کہا تو نے کیا کیا وہ بولا ''لَقِيتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ عَلَى دِينِكَ يَزْعَمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَهُ۔'' کہ میں ایک شخص کو ملا جو تیرے دین پر ہے اور وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے۔ میں نے کہا لوگ اسے کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا ''شَاعِرٌ كَاهِنٌ، سَاحِرٌ۔'' لوگ اس کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔ اور انیس خود شاعر تھا۔ اس نے کہا میں نے کاہنوں کی بات سنی ہے لیکن جو کلام یہ شخص پڑھتا ہے۔ وہ کاہنوں کا کلام نہیں ہے اور میں نے اس کا کلام شعر کے تمام بحروں پر رکھا تو وہ کسی نہ کسی طرح زبان پر میرے کسی بھی شعر کی طرح نہ جڑے۔ اللہ کی قسم وہ سچا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب المناقب، باب فضل ابی ذرؓ حدیث نمبر ۶۳۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے خود مکہ مکرمہ جانے کا فیصلہ کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ کتب احادیث میں تفصیلاً موجود ہے۔ یہاں صحیح بخاری کی ایک حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا مکہ جانے کے لیے سواری تیار کرا اور اس شخص کے متعلق جو نبی ہونے کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے میرے لیے خبریں حاصل کر کے لا۔ اس کی باتوں کو غور سے سننا اور پھر میرے پاس آنا۔ انکے بھائی وہاں سے چلے اور مکہ میں حاضر ہو کر آنحضرت ﷺ کی باتیں خود سنیں پھر واپس ہو کر انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو بتایا کہ میں نے انہیں خود دیکھا ہے، وہ اچھے اخلاق کا لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا وہ شعر نہیں۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ جس مقصد کے لیے میں نے تمہیں بھیجا تھا مجھے اس پر پوری طرح تشفی نہیں ہوئی، آخر انہوں نے خود توشہ باندھا، پانی سے بھرا ہوا ایک پرانا مشکیزہ ساتھ لیا اور مکہ میں آئے، مسجد الحرام میں حاضری دی۔ اور یہاں نبی کریم ﷺ کو تلاش کیا۔ حضرت ابوذرؓ آنحضرتؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے آپ کے متعلق پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا، کچھ رات گزر گئی کہ وہ لیٹے رہے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اس حالت میں دیکھا اور سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے، حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ آپ میرے گھر چل کر آرام کیجئے۔ حضرت ابوذرؓ ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ لیکن کسی نے ایک دوسرے کے بارے میں بات نہیں کی۔ جب صبح ہوئی حضرت ابوذرؓ نے اپنا مشکیزہ اور توشہ اٹھایا اور مسجد الحرام میں چلے گئے۔ یہ دن بھی یونہی گزر گیا اور وہ نبی کریم ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ شام ہوئی تو سونے کی تیاری کرنے لگے۔ حضرت علیؓ پھر وہاں سے گزرے اور سمجھ گئے کہ ابھی اپنے ٹھکانے جانے کا وقت اس شخص پر نہیں آیا وہ انہیں وہاں سے پھر اپنے ساتھ لے آئے اور آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات چیت نہیں کی، تیسرا دن جب ہوا اور حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ یہی کام کیا اور اپنے ساتھ لے گئے تو ان سے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا اگر تم مجھ سے پختہ عہد کر لو کہ میری رہنمائی کرو گے تو میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا۔ حضرت علیؓ نے وعدہ کر لیا تو انہوں نے انہیں اپنے خیالات کی خبر دی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا بلا شبہ وہ حق پر ہیں۔ اور اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اچھا صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے میرے ساتھ چلنا۔ اگر میں (راستے میں) کوئی ایسی بات دیکھوں جس میں تمہارے بارے میں کوئی خطرہ محسوس ہو میں کھڑا ہو جاؤں گا۔ (کسی دیوار کے قریب) گویا مجھے پیشاب کرنا ہے۔ اس وقت تم میرا انتظار نہ کرنا اور جب پھر میں چلنے لگوں تو میرے پیچھے آ جانا تاکہ کوئی سمجھ نہ سکے کہ یہ دونوں ساتھ ہیں اور اس طرح جس گھر میں، میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا انہوں نے ایسا ہی کیا اور پیچھے پیچھے چلے تا آنکہ حضرت علیؓ کے ساتھ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپؐ کی باتیں سنیں اور وہیں اسلام لے آئے۔ پھر آنحضرت نے ان سے فرمایا اب اپنی قوم غفار میں واپس جاؤ اور انہیں میرا حال بتاؤ تا آنکہ جب ہمارے غلبہ کا علم تم کو ہو جائے (تو پھر ہمارے پاس آ جانا) ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمہ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے یہاں سے واپس وہ مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے کہا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور حضرت ابوذرؓ کے اوپر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے کو ڈال دیا۔ قریش سے کہا افسوس! تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہیں۔ اور شام جانے والے تمہارے تاجروں کا راستہ ادھر سے ہی پڑتا ہے۔ اس طرح سے ان کو ان سے بچایا۔ پھر حضرت ابوذرؓ دوسرے دن مسجد الحرام میں آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ قوم بری طرح ان پر ٹوٹ پڑی اور مارنے لگی۔ اس دن بھی حضرت عباس ان پر اوندھے پڑ گئے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ سے آپؐ نے فرمایا

["إِنَّهُ قَدْ وُجِّهَتْ لِي أَرْضٌ ذَاتُ نَخْلٍ لَا أُرَاهَا إِلَّا يَثْرِبَ فَهَلْ أَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّي قَوْمَكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَأْجُرَكَ فِيهِمْ"] (صحیح مسلم کتاب الفضائل حدیث نمبر ۶۳۵۹)

"مجھے ایک کھجور والی زمین دکھائی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ زمین یثرب کے سوا کوئی اور نہیں۔ (یثرب مدینہ کا نام تھا) کیا تو میری طرف سے اپنی قوم کو دین کی دعوت دے گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو تیری وجہ سے نفع دے اور تجھے ثواب دے؟"

(اس کے بعد حضرت ابوذرؓ مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے جہاں ان کا پڑاؤ تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ) میں انیس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ تو نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں اسلام لایا اور میں نے آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ وہ بولا کہ تمہارے دین سے مجھے بھی نفرت نہیں ہے۔ میں بھی اسلام لایا اور میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔ پھر ہم نے اونٹوں پر اسباب لادا۔ یہاں تک کہ ہم اپنی قوم غفار میں پہنچے (حضرت ابوذرؓ غفاری کی دعوت پر) آدھی قوم مسلمان ہوگئی۔ اور ان کا امام ایماء بن رحضہ غفاری تھا۔ وہ ان کا سردار بھی تھا۔ اور آدھی قوم نے کہا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئیں گے تو ہم مسلمان ہوں گے۔ پھر حضورؐ مدینہ میں تشریف لائے اور آدھی قوم جو باقی تھی وہ بھی مسلمان ہوگئی اور قبیلہ اسلم کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی اپنے غفاری بھائیوں کی طرح مسلمان ہوتے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ "غفار (قبیلہ) کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم (قبیلہ) کو اللہ تعالیٰ نے (قتل وقید سے) بچالیا۔"

(صحیح مسلم فی فضل ابی ذر غفاریؓ حدیث نمبر ۶۳۵۹)

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب میں مسلمان ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ارْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِي.] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۳۶۲)

"اپنی قوم کے پاس جا اور ان کو دین کی خبر دے اور یہاں تک کہ میرا حکم تجھے پہنچے۔"

۱۵۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ کا اسلام

حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے فرمایا میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی میں سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کے درپے آزار اور بہت بے باک ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا۔ آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو۔ پھر میں نے عرض کیا کیا واقعی اللہ نے آپ کو پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں؟ میں نے عرض کیا اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے۔ اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام ہے۔ میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ اور حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت بلالؓ تھے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری قوت سے باہر ہے۔ اس لیے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہوگیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس چلا آیا۔ اور حضرت محمد ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا اس کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس کی قوم نے اسے قتل کرنا چاہا مگر وہ قتل نہ کر سکے اور نصرت الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی۔ اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں وہی ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔۱ص۔۸۶۔ بحوالہ مسند احمد ج۔۴۔ ل۔۱۱۲۔ ابن سعد ج۔۴۔ ص۔۱۵۸)

حضرت عمرو بن عبسہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے۔ اور انسانی جانوں کی حفاظت کی جائے۔ اور راستوں کو پرامن رکھا جائے اور بتوں کو توڑا جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ احکامات جو اللہ نے آپ کو دے کر بھیجا ہے بہت اچھے ہیں اور میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لاچکا ہوں۔ اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں۔ کیا میں آپ کے ساتھ ٹھہر جاؤں۔؟ یا آپ جو مناسب سمجھیں۔ آپؐ نے فرمایا تم خود دیکھ رہے ہو کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں لوگ اسے کتنا برا سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا اب تم اپنے گھر جا کر رہو اور جب تک میرے متعلق یہ نہ سن لو کہ میں اپنی ہجرت والی جگہ پر پہنچ گیا ہوں تو اسوقت میرے پاس آجانا۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔۱ص۔۸۵۔۸۶۔ بحوالہ مسند احمد ج۔۴۔ ج۔۱۱۱۔ الاصابہ ج۔۳۔ ج۔۶ الاستیعاب ج۔۲۔ ص۔۵۰۰)

۱۶۔ حضرت ضماد الازدی کا اسلام

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت ضماد ازدی مکہ آئے اور یہ قبیلہ آزدشنوءہ میں سے تھے اور یہ پاگل پن اور جنات کے اثرات وغیرہ کا جھاڑ پھونک کے ذریعے علاج کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے چند بے وقوفوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد (نعوذ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باللہ) دیوانے ہیں۔حضرت ضماد نے کہا یہ آدمی کہاں ہے۔شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں شفا عطا فرمادے۔حضرت ضماد کہتے ہیں کہ میری حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔میں نے ان سے عرض کیا میں ان خارجی اثرات کا جھاڑ پھونک سے علاج کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے میرے ہاتھوں سے شفا عطا فرمادیتے ہیں۔تو آؤ میں آپ کا بھی علاج کروں۔اس پر حضور ﷺ نے خطبہ مسنونہ کا ابتدائی حصہ تین مرتبہ پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے: کہ بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔اور اسی سے مدد مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔حضرت ضماد نے خطبہ سن کر کہا اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں اور جادوگروں اور شاعروں کے کلام کو بہت سنا ہے لیکن ان جیسے کلمات کبھی نہیں سنے۔لائیے ہاتھ بڑھائیے۔میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔چنانچہ ان کو حضورؐ نے بیعت فرمالیا اور ان سے فرمایا کہ یہ بیعت تمہاری قوم کے لیے بھی ہے۔چنانچہ بعد میں حضورؐ نے ایک لشکر بھیجا جن کا حضرت ضماد کی قوم پر گزر ہوا تو لشکر کے امیر نے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم نے اس قوم کی کوئی چیز لی ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا میں نے ان کا ایک لوٹا لیا ہے۔تو امیر نے کہا وہ ان کو واپس کردو۔کیونکہ یہ قوم حضرت ضماد کی قوم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ضماد نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یہ کلمات آپ دوبارہ سنائیں کیونکہ یہ کلمات بلاغت کے سمندر کی گہرائیوں کو پہنچے ہوئے ہیں۔(حیاۃ الصحابہ ج۔۱۔ص۔۸۹۔۹۰۔بحوالہ البدایہ ج۔۳۔ص۔۳۶،الاصابہ ج۔۲۔ص ۲۱۰۔مسلم و سنن نسائی)

حضرت عبدالرحمن عدوی کہتے ہیں کہ حضرت ضمادؓ نے بیان فرمایا میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گیا۔وہاں میں ایک مجلس میں بیٹھا تھا جس میں ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف تھے۔ابوجہل نے کہا اس آدمی نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی۔ ہمیں بے وقوف بتایا۔ہم میں جو مر چکے ہیں انہیں گمراہ قرار دیا۔اور ہمارے خداؤں میں عیب نکالے۔امیہ نے کہا اس آدمی کے پاگل ہونے میں کوئی شک نہیں (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت ضماد کہتے ہیں کہ اس کی بات کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔اور میں نے اپنے جی میں کہا میں بھی تو جنوں کا علاج کرلیتا ہوں چنانچہ میں اس مجلس سے کھڑا ہوا اور حضورؐ کو تلاش کرنے لگا لیکن آپ مجھے سارا دن کہیں نہ ملے یہاں تک کہ اگلا دن آگیا۔اگلے دن پھر ڈھونڈنے نکلا تو آپ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے مل گئے۔میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو میں آپ کے قریب آکر بیٹھا اور میں نے کہا اے ابن عبدالمطلب آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں جنوں وغیرہ کا علاج کرلیتا ہوں۔اگر آپ پسند کریں تو آپ کا علاج کروں اور آپ اپنی بیماری کو بڑا نہ سمجھیں کیونکہ میں نے آپ سے زیادہ سخت بیماروں کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہوگئے۔میں آپ کی قوم کے پاس سے آرہا ہوں وہ آپ کے بارے میں چند بری خصلتوں کا تذکرہ کررہے تھے۔کہ آپ ان کو بے وقوف بتاتے ہیں اور آپ نے ان کی جماعت میں تفریق ڈال دی ہے۔اور ان میں سے جو مر چکے ہیں۔ان کو آپ گمراہ قرار دیتے ہیں اور ان کے خداؤں میں عیب نکالتے ہیں تو میں نے اپنے دل میں سوچا ایسے کام تو پاگل (یا آسیب زدہ) ہی کرسکتا ہے۔میری ساری بات سن کر حضور ﷺ نے مسنون خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ ہے۔''بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔اور اسی سے مدد مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت ضمادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ایسا کلام سنا کہ اس سے اچھا کلام اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ میں نے آپ سے اس خطبہ کے دوبارہ پڑھنے کی خواہش کی جب آپؐ نے دوبارہ خطبہ پڑھا پھر میں نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ جس کا شریک نہیں اور بتوں کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرلو اور اس بات کی گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے کہا اگر میں ایسا کر دوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا تمہیں جنت ملے گی تو میں نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور اپنی گردن سے بتوں کو اتار کر ان سے برات کا اظہار کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر آپ کے ساتھ رہنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن مجید کی بہت سی سورتیں یاد کرلیں پھر اپنی قوم میں واپس آ گیا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن عدوی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا ان لوگوں کو ایک جگہ بیس اونٹ ملے وہ اونٹ ساتھ لے کر چل پڑے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب کو پتہ چلا تو یہ اونٹ واپس کر دیے گئے۔

(حیاۃ الصحابہ ج۔ا ص۔۹۰۔۹۱۔ بحوالہ ابونعیم فی دلائل النبوہ ص۔۷۷)

۱۶۔ بیرون مکہ سے دیگر چند صحابہ کا اسلام:

باہر سے آ کر مسلمان ہونے والوں میں ایک نام حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بھی ہے یہ یمن سے آ کر مکہ میں مسلمان ہوئے۔ پھر واپس جا کر اپنے بھائیوں، ابوبُردہ اور ابورُھم اور تقریباً پچاس لوگوں کو مسلمان کیا۔ پھر یہ لوگ ایک کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی کے بیان کے مطابق یہ کشتی مہاجرین حبشہ کی کشتی کے ساتھ مل گئی۔ جو مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ اور ایک ساتھ یہ لوگ خیبر کی فتح کی موقع پر یہاں پہنچے۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی بھی مکہ میں آ کر مسلمان ہو گئے اور بقول حافظ ابن حجر اور ابن عبدالبر) ہجرت حبشہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ جعال بن سراقہ یہ قبیلہ بنی حمزہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن سعد اور ابن عبدالبر کے بیان کے مطابق یہ بھی مکہ میں آ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت عبداللہ اور عبدالرحمن کنانی بھی ابن سعد کے مطابق مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے۔ اسی طرح حضرت بریدہ بن الحصیب بھی مکہ میں آ کر مسلمان ہو گئے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو خزاعہ کے خاندانوں سے الگ ہو گئی تھی۔ ہجرت کے وقت جب آنحضرت ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے اس وقت غمیم کے مقام پر یہ آپؐ سے ملے اور ان کے ساتھ ۸۰ گھرانوں نے اسلام قبول کیا اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں بھی یہی لکھا ہے۔

کاروان اسلام کے ان چمکتے دمکتے ستاروں کا تذکرہ کئی وجوہ کی بناء پر کرنا ضروری سمجھا گیا اولاً اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے جس جانفشانی سے اسلام کی دعوت مکہ اور بیرون مکہ پیش کی وہ بالتدریج کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ ہجرت تک اگر مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی تھی تو صلح حدیبیہ تک یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی اور پھر فتح مکہ کے بعد بالخصوص حجۃ الوداع کے موقع پر یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ حج کے موقع پر موجود مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔ نیز اس پیش رفت میں قریش کے منفی پروپیگنڈا کا کردار بھی تھا کیونکہ ان کی اسی جھوٹی مہم کی وجہ سے اہل مکہ اور اس سے بڑھ کر بیرون مکہ آپ کا چرچا ہوا تو علاقوں اور قبیلوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لوگ حق کی جستجو میں آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی طرح مکہ سے باہر بھی دوسرے علاقوں، ملکوں اور قبائل تک اسلام پہنچا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے (وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ) کا آوازہ بلند کر دیا۔

اب میں بقیہ مکی زندگی کے اہم واقعات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ جن کی وجہ سے اسلام کی دعوت کی حقانیت مزید دنیا پر اجاگر ہوئی اور دعوت انقلاب کو کامیابی کا ساحل ملا اور جس کے نتیجہ میں کچھ عرصے کے بعد مدینہ طیبہ میں عملی طور پر اسلامی حکومت وجود میں آئی اور یوں اسلام کو غلبہ واقتدار نصیب ہوا اور کفر اور کفر کی کافرانہ طاقتوں کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اہم امور جن کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دین میں ہجرت کی اہمیت، ضرورت اور اس کا مقام

۲۔ ہجرت حبشہ اور اس کے مضمرات

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ سے سفر طائف، نیز طائف سے پھر مکہ واپسی پر جنات کا اسلام قبول کرنا۔

۴۔ بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ ۵۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۶۔ ہجرت مدینہ ۷۔ مکہ میں کئے جانے کام کا مختصر تذکرہ جو بالآخر غلبہ اسلام کا ذریعہ بنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

دین میں ہجرت کی اہمیت،ضرورت اوراس کا مقام

ہجرت حبشہ اس کے نتائج واثرات

ہجرت کے معانی

لفظ ہجرت قرآن مجید کے بنیادی الفاظ میں سے ہے اور حدیث پاک میں بھی یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔"هَجَرَ يَهْجُرُ" ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ قیام کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔کسی چیز کے ترک کرنے اور اس سے منہ پھیر لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔عربی لغت کے استعمالات پر ذرا غور کیجئے۔

۱۔ هَجْر یا هِجْرَان ۔ ہلانا، جوڑنا اور چھوڑنا۔

۲۔ هُجْر ۔ بڑبڑانا، ہذیان

۳۔ تَهْجُر ۔اول وقت نماز کے لیے جانا۔گرمی سخت ہونا۔

۴۔ اِهْجَار ۔چھوڑ دینا، بڑبڑانا، ہذیان، دوپہر کو چلنا

۵۔ تَهَجُّر ۔دوپہر میں چلنا

۶۔ هِجْرَة ۔ایک ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک یا علاقے میں چلے جانا۔

۷۔ مُهَاجَرَة ۔ایک ملک کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چل دینا۔

دعوت کا کام کرنے والوں کو اس لفظ کے معانی کی وسعت پر غور کرنا چاہیے اور حالات کے جبر اور اسلامی انقلاب کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس راستہ کو اختیار کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔روایات میں آیا ہے کہ

۱۔هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَمَكَثَ عَشَرَ سِنِيْنَ۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی اور دس برس تک آپؐ مدینہ میں رہے۔

هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ۔ میں نے دو ہجرتیں کیں (ایک مکہ سے ملک حبش کی طرف، دوسری مدینہ کی طرف) ایک حدیث میں ہے کہ [لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ]۔

ہجرت کبھی ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔(یعنی قیامت تک دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت باقی رہے گی) دوسرے الفاظ میں جہاں دین پر چلنا اور قائم رہنا دشوار ہو جائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ممکن نہ رہے یا جہاں اللہ تعالیٰ کی حدیں جاری نہ ہوں وہاں سے قیامت تک ہجرت باقی رہے گی۔اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہجرت کے ایک معنی ایک شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر یا علاقہ کی طرف چلے جانے کے بھی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔[اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔]

مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے[اَلْمُهَاجِرُ مَنْ تَرَكَ الْبَاطِلَ اِلَى الْحَقِّ] یعنی مہاجر وہ ہے جو باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کر لے۔

ایک اور حدیث میں ہے[اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ عَمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ] مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز کو ترک کر دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔[" مَنْ دَخَلَ اِلَى الْاِسْلَامِ طَوْعًا فَهُوَ مُهَاجِر]" جو شخص اپنی رغبت اور خوشی سے (یعنی بلا جبر و اکراہ) اسلام میں داخل ہوا وہ مہاجر ہے۔

لہٰذا ہجرت ہر اس چیز کو ترک کرنے کا نام ہے جس کے ترک کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت ایک عظیم نیکی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ

[اِنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا]

یقیناً ہجرت ان تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اس سے پہلے کئے گئے ہوں۔

۳۔ ہجرت کے تیسرے معنی باہم جڑ کر رہنے اور تعلقات کو خراب کرنے والے کاموں سے پرہیز کرنے کے ہیں ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد بایں الفاظ آیا ہے کہ

[لَا هِجْرَةَ بَعْدَ ثَلَاثٍ] تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے ترک تعلقات اور ترک سلام وکلام نہ کرنا چاہیے۔

ایک اور حدیث میں ہے[لَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَهْجُرَ اَخَاكَ فَوْقَ ثَلَاثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ كُلَّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ فَقَدْ بَاءَ بِاِثْمِهٖ] تیرے لیے یہ درست نہیں کہ تو اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔ اگر تو اسے ملے تو تین بار اسے سلام کر اگر وہ جواب نہ دے تو سارا گناہ وہی سمیٹ لے گا اور سلام کرنے والے پر کوئی گناہ نہ رہے گا۔

۴۔ ہجرت کے چوتھے معنی نماز کو اول وقت میں بطور ثواب پڑھنے کے لیے سبقت کرنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے۔" [وَلَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَا سْتَبَقُوْا اِلَيْهِ]" اگر لوگ اول وقت نماز کا ثواب جانتے ہوتے تو (نماز کے لیے جانے میں سبقت کرتے)

معانی کی وسعت اور اس کے اسرار و رموز پر تو الگ سے غور و خوض ضروری ہے۔ یہاں مختصراً یہ بتانا مطلوب ہے کہ "ہجرت" دین کے تحفظ اور اقامت کے لئے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام بھی ہے اور گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے کا نام بھی۔ باہم جڑ کر رہنے اور تعلقات کو منقطع نہ کرنے کا نام بھی ہے اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے کا نام بھی ہے۔ قرآن مجید نے قیامت تک اس حوالے سے مسلمانوں کی جو رہنمائی کی ہے، اس کو ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابراہیمؑ کو باپ کا انتباہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو بندگئ رب کی دعوت پیش کی اور اس نے اپنے باپ سے کہا (ترجمہ) ''ابا جان آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں؟ ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میرے پیچھے چلیں۔ میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر رہیں۔ (مریم:۱۹:۴۲ تا ۴۵)

تو اس کے مقابلے میں باپ نے ابراہیمؑ کو جو جواب دیا وہ یہ ہے

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾

(مریم:۱۹:۴۶)

''باپ نے کہا ابراہیمؑ، کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔''

اور جب ابراہیمؑ نے گھر سے باہر اپنی قوم کے اجتماعات میں اپنی یہ دعوت پیش کی تو قوم کا جواب کافر باپ کے مقابلے میں بہت سخت تھا قرآن کا بیان ہے

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (العنکبوت۲۹:۲۴)

''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ قتل کر دو اسے یا جلا دو اس کو آخر کار اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔''

جب آپ معجزانہ طور پر آگ میں جلنے سے بچ گئے تو ''ہجرت'' کا نعرہ مستانہ یوں بلند کیا کہ

﴿وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ﴾ (العنکبوت۲۹:۲۶)

''اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ''ہجرت کرتا ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے اسلام میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر ۷۴:۵)

''اور گندگی سے دور رہو''

یعنی ہر قسم کی گندگی خواہ وہ عقائد اور خیالات کی ہو یا اخلاق و اعمال کی یا جسم و لباس اور رہن سہن کی غرض معاشرے میں طرح طرح کی جو گندگیاں پھیلی ہوئی ہیں ان سب سے اپنا دامن بچا کر رکھو اور سورہ المزمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی کہ قریش مکہ کے طرز عمل استہزا و تمسخر بدتمیزی و بیہودگی پر صبر کرو۔ ارشاد ربانی ہے

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ (المزمل ۷۳:۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں۔ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔''

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ہجرت کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور انہیں رحمت خداوندی کا سزاوار قرار دیا ہے اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دینے کا وعدہ کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾﴾(البقرۃ۔۲۔۲۱۸)

''بخلاف اس کے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا ہے وہ رحمت الٰہی کے جائز امیدوار ہیں اور اللہ ان کی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے انہیں نوازنے والا ہے۔''

اور کہیں انہیں قصور معاف کر دینے اور نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے فرمان الٰہی ہے۔

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾﴾(آل عمران ۳:۱۹۵)

''لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دونگا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ کے پاس ہے۔''

اور سورۃ التوبہ میں ہجرت کرنے والے، اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کو کامیاب لوگ کہا گیا ہے اور انہیں رحمت و رضوان اور دائمی جنتوں کی بشارت دی گئی ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾﴾(التوبہ:۹:۲۰:۲۲)

''اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔''

مہاجرین کے لئے دنیوی انعامات

مہاجرین کے لیے محض اخروی انعامات ہی نہیں ہیں ان کے لئے دنیوی انعامات کا بھی ایک طویل سلسلہ ہے جو قرآن مجید میں پیش کیا گیا ہے مثلاً ایک وعدہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لیے جو بھی ہجرت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بہترین ٹھکانہ عطا کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝﴾ (النحل ۱۶: ۴۱: ۴۲)

''جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش جان لیں وہ مظلوم لوگ جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب کے بھروسے پر کام کر رہے ہیں (کہ کیا اچھا انجام ان کا منتظر ہے)''

مزید ارشاد فرمایا جس میں مہاجرین کی مدد کرنے والوں کو بھی دنیوی انعام کا برابر شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ (الانفال ۸: ۷۴)

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝﴾ (الحج ۲۲: ۵۸-۶۰)

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا مر گئے، اللہ ان کو اچھا رزق دے گا اور یقیناً اللہ ہی بہترین رازق ہے۔ وہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ علیم و حلیم ہے۔ یہ تو ہے ان کا انجام، اور جو کوئی بدلہ لے، ویسا ہی جیسا اس کے ساتھ کیا گیا اور پھر اس پر زیادتی بھی کی گئی ہو تو اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا۔ اللہ معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔''

مزید ارشاد فرمایا

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النحل ۱۶: ۱۱۰)

''بخلاف اس کے جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ہجرت کی، راہ خدا میں سختیاں جھیلیں اور صبر سے کام لیا ان کے لیے یقیناً تیرا رب غفور و رحیم ہے۔''

مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں۔ مشرق میں یا مغرب میں، شمال میں یا جنوب میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ تاہم دارالاسلام کے اندر رہنے والے مسلمان خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار۔ سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور دوست ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾﴾ (الانفال۸:۷۲)

”جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے، اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) آ نہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جن سے تمہارا معاہدہ ہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔“

مہاجرین وانصار کی تعریف کرتے ہوئے تا قیامت جو لوگ مہاجرین وانصار کے نقش قدم پر چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی خوشنودی کا تاج بایں الفاظ پہنایا ہے

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾﴾ (التوبہ۹:۱۰۰)

”وہ مہاجر اور انصار جو سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ انکے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔“

اسلامی ریاست کا قیام اور ہجرت

اسلامی ریاست کے قائم ہونے تک مسلمانوں کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں رہیں لیکن ریاست کے وجود میں آ جانے کے بعد مسلم حکمران حسب حالات مسلمانوں کو ایک ملک میں رہنے کا حکم دے سکتا ہے۔ جہاں اسلامی ریاست قائم ہو چکی ہو نیز اگر مسلمان جہاں جہاں رہتے ہوں اگر اپنے دین پر عمل کرنے میں آزاد نہ ہوں یا کافرانہ تہذیب ان پر حاوی ہو اور پھر بھی ہجرت کی قدرت کے باوجود وہ ہجرت نہ کریں تو قرآن نے ایسے لوگوں کو منافقین میں شمار کیا ہے۔ فرمانِ ربانی ہے۔

﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء ۴:۱۰۰)

''جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ میں ہی اس کو موت آ جائے، اس کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔''

مزید صراحت فرمائی کہ اگر منافق مسلمان برسر جنگ کافر قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور عملاً اسلامی حکومت کے خلاف کارروائیوں میں بھی حصہ لیتے ہوں تو وہ درحقیقت مسلمان ہی نہیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ (النسآء ۴:۸۹)

''وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں، اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ، جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آ جائیں اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کرو۔ اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔''

مزید ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال ۸:۷۴)

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔''

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ غلبہ اسلام کی جدوجہد مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ اسلام اور کفر کی کشمکش میں اگر مسلمان آزمائش و ابتلاء میں پڑ جائیں تو ان کو اپنا علاقہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔ کہ جہاں چین وسکون میسر آ سکے وہاں چلے جائیں۔ یہ ہجرت ان کے لیے گناہوں کا کفارہ بھی بنے گی اور متوکلین علی اللہ کو عمدہ ٹھکانہ بھی فراہم کرے گی اور بخشش ورحمت کے علاوہ دنیا میں عزت وتوقیر میں بھی اضافہ کرے گی۔ نیز ترقی درجات کے ساتھ اللہ تعالیٰ مہاجرین کو دنیا میں رزق حسنہ اور رزق کریم بھی عطا فرمائے گا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مہاجرین کا کردار قابل تحسین ہے۔ ان کو جگہ فراہم کرنے والے اور انکی مدد ونصرت کرنے والے لوگ بھی قابل تعریف ہیں۔ یہ مہاجرین وانصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور جگری دوست ہیں اور تاقیامت جو مسلمان ان مہاجرین وانصار کی اتباع و پیروی کریں گے ان پر بھی اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور وہ بھی فوز عظیم کے بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حالات کے سازگار ہونے کے باوجود ہجرت نہ کرنے والے کلمہ گو مسلمان دراصل منافق ہیں اور ان کا نفاق ہی ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالکفر چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہونے دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی حکومت جہاں قائم ہے۔ وہاں ہجرت کر جانے کی بجائے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے دارالکفر میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔

دین میں ہجرت کی اہمیت وضرورت اور اسکے مقام کو سامنے رکھ کر اب آپ اسلام میں پہلی ہجرت یعنی ہجرت حبشہ کا مطالعہ کریں۔ آئندہ چل کر ہجرت مدینہ پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوگی۔ اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ ہجرت حبشہ کیسے عمل میں آئی اور مہاجرین حبشہ کو کن مشکلات کا وہاں سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے درج بالا قرآنی تصریحات کے مطابق مسلمانوں کی کس کس طرح مدد ونصرت فرمائی اور ہجرت حبشہ کے ذریعہ کس طرح غلبہ اسلام کی جدو جہد آگے بڑھی اور اس کو کس طرح تقویت ملی۔

ہجرتِ حبشہ اور اس کے نتائج واثرات

ہجرت کی اہمیت وضرورت اور اسلام میں اس کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے بعد آیئے ہجرتِ حبشہ اور اس کے مضمرات پر غور کریں۔ مکہ مکرمہ سے رجب ۵؁ نبوی کو گیارہ بارہ مردوں اور چار خواتین نے حبشہ کی طرف ہجرت کی روایات میں آیا ہے کہ قریش کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے مہاجرین کا تعاقب ساحل سمندر تک کیا مگر خوش قسمتی سے شُعَیبہ کی بندرگاہ پر بروقت حَبَش کے لئے کشتی مل گئی اور مہاجرین گرفتار ہونے سے بال بال بچ گئے۔ پہلی ہجرتِ حبشہ کے بعد مسلمانوں پر ظلم شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا اور آنحضرت ﷺ کو یہ بھی عملی تجربہ ہوگیا کہ مسلمان مہاجرینِ حبشہ عزت ووقار کے ساتھ رہنے لگے ہیں تو آپؐ نے مسلمانوں کو دوبارہ ہدایت فرمائی کہ وہ حبش ہی کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ ۶؁ نبوی کے آغاز میں کفار مکہ کی تمام تر رکاوٹوں کے باوجود تقریباً ایک سو سے زائد لوگ جن میں اٹھارہ انیس عورتیں بھی تھیں دوسری مرتبہ ہجرت حبش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس ہجرت سے مکے کے ہر گھر میں کہرام مچ گیا کیونکہ قریش مکہ کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں میں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے چشم وچراغ ان مہاجرین میں شامل نہ ہوں۔ کسی کا بیٹا گیا تو کسی کا داماد، کسی کی بیٹی گئی تو کسی کا بھائی اور کسی کی بہن۔ کفار مکہ پر اس ہجرت کے اثرات مثبت بھی پڑے کہ بعد میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور منفی بھی پڑے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں مزید شدت اور سختی پیدا ہوئی۔

ابن جریر طبری کے بیان کے مطابق حبشہ قریش کی پرانی تجارت گاہ تھی جہاں وہ خوب رزق کماتے اور تجارت میں اچھے فائدے اٹھاتے تھے۔ اسی وجہ سے مہاجرینِ حبشہ کو وہاں کوئی زحمت پیش نہ آئی۔ مہاجرین کا اپنا بیان یہ ہے کہ ''ہم وہاں بہت اچھی طرح رہے، اپنے دین کے معاملے میں پورے امن سے تھے، اللہ کی عبادت کرتے تھے، کوئی اذیت ہم کو نہ دی جاتی تھی اور نہ کوئی بات ہمیں ایسی سننی پڑتی تھی جو ہمیں ناگوار ہو۔

ادھر سرداران مکہ نے باہم مشاورت سے دو اہم فیصلے کئے۔ اولاً قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے بالاتفاق ایک دستاویز پر دستخط کئے جس میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا گیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی المُطَّلب محمد ﷺ کو ان کے حوالے نہ کردیں اس وقت تک ان سے میل جول، شادی بیاہ، بول چال اور خرید وفروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائیگا۔'' اس دستاویز کی توثیق کے بعد اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ اس کی ضروری تفصیلات آئندہ بیان کی جائیں گی اور دوسرا بڑا قدم یہ اُٹھایا گیا کہ قریش مکہ نے ایک وفد حبش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجنے کا فیصلہ کیا جو نجاشی کے سامنے اپنے مطالبات رکھے۔ وفد کی کارکردگی اور مہاجرینِ حبشہ کی دفاعی کوششیں اور نجاشی کا کردار تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب ہے جسکی ضروری تفصیلات ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ میں ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ ''آنحضرت ﷺ نے حرم پاک میں جہاں قریش کے لوگ ایک بڑے اجتماع کی صورت میں موجود تھے یکا یک خطاب کرنا شروع کر دیا اس موقع پر آپ ؐ نے سورۃ النجم: ۵۲:۱ تا ۶۲ آیات تلاوت فرمائیں قرآن کی شدتِ تاثیر کے باعث مخالفین کو اس پر شور و غل مچانے کا ہوش تک نہ رہا اور خاتمہء کلام پر جب آپ نے سجدۂ تلاوت فرمایا تو سب حاضرین سجدے میں گر گئے۔'' یہ خبر حبشہ میں مہاجرین تک یوں پہنچی کہ قریشِ مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو مہاجرین میں سے کچھ لوگ خبر سن کر حبش سے مکہ واپس آ گئے اور جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ قرآن کی تلاوت اور اس کی شدتِ تاثیر سے متاثر ہو کر قریش مکہ سجدہ تو کر بیٹھے مگر بعد میں انہیں پریشانی بھی لاحق ہوئی اور لوگوں نے انہیں مطعون بھی کیا جس پر انہوں نے بہانہ بازی کا سہارا لیکر اپنا پیچھا چھڑایا تاہم حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین پھر سے چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگے اور ان پر ظلم و تشدد کا پہلے سے بھی کہیں زیادہ اضافہ ہو گیا۔

حبشہ سے کچھ مہاجرین کی واپسی پر جہاں ان پر ظلم و تشدد اور جور و ستم بڑھ گیا وہاں دیگر مسلمانوں پر بھی عتاب میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اب مسلمانوں کی کڑی نگرانی شروع ہو گئی کہ کوئی ایک فرد بھی دوبارہ حبشہ یا کسی دوسرے مقام پر ہجرت کر کے نہ جا سکے۔ یہ نگرانی انہوں نے کئی وجوہ سے اختیار کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ مسلمانوں کو امن و سکون اور عیش و آرام میسر آ جائیگا اور دوسرے وہ بہت زیادہ منظم ہو جائیں گے اگر شاہِ حبش مسلمان ہو گیا تو مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو جائیگا۔ نیز اس طرح ان کی دعوت وسعت اختیار کرے گی اور وہ ایک دن قریش مکہ کی حکومت کے لئے خطرہ بن جائیں گے۔ قریشِ مکہ نہایت ہی چوکنا تھے اور مسلمانوں کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کی کسی کوشش کو ناکام بنانے کا عزم اور تہیہ کئے ہوئے تھے کہ ان حالات میں آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرام کو پھر ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا۔ ظاہر ہے یہ دوسری ہجرت پہلی ہجرت کے مقابلے میں زیادہ مشکل تھی تاہم آنحضرت ﷺ کی تنظیمی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ اسی یا تراسی مردوں اور اٹھارہ یا انیس خواتین نے مکہ مکرمہ سے حبش ہجرت کی منصوبہ بندی کی اور اس طرح قریش مکہ کی کڑی نگرانی کے باوجود وہ حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد وغیرہ)

وفد قریش کی حبشہ میں سرگرمیاں

ہجرتِ حبشہ ثانیہ نے کفار مکہ کو بہت ہی زیادہ مشتعل کر دیا انہوں نے اپنی پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کیا دار الندوہ پارلیمنٹ میں بیٹھ کر مہاجرین حبشہ کے خلاف ایک گہری سازش تیار کی اور خارجی امور کے ماہرین عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو ایک اہم سفارتی مہم کے لئے بھیجا اور ان دونوں کو نجاشی اور اس کی کابینہ کے اہم ارکان کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہترین تحائف و ہدیئے روانہ کئے۔ وزارتِ خارجہ کے یہ ذمہ داران مکہ سے چلے اور حبش پہنچے تو انہوں نے حکومتِ حبش کابینہ کے اہم وزراء سے ملاقاتیں کیں اور انہیں تحائف پیش کئے جو وہ مکہ سے لائے تھے، پھر انہوں نے اپنی آمد کا مدعا پیش کیا اور دلائل سے آگاہ کیا جن کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کو حبش سے دار الحکومت مکہ واپس لے جانا چاہتے تھے چنانچہ حکومتِ حبش کی کابینہ کے ارکان نے وفد کو اپنی حمایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تعاون کا یقین دلایا کہ جب پارلیمنٹ حبش کا اجلاس ہوگا تو وہ نجاشی کو مسلمانوں کے حبش سے نکال دینے کا مشورہ دیں گے۔ اس عہد ومعاہدے کے بعد مکی وفد ''اَصْحَمہ نجاشی شاہ حبش'' کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت قیمتی تحفے تحائف پیش کر کے اس کے سامنے اپنا مدعا بایں الفاظ پیش کیا:

[أَيُّهَا الْمَلِكُ إِنَّ فِتْيَةً مِنَّا سُفَهَاءَ فَارَقُوا دِيْنَ قَوْمِهِمْ وَلَمْ يَدْخُلُوا فِيْ دِيْنِكَ، وَجَاؤُوا بِدِيْنٍ مُبْتَدِعٍ لَا نَعْرِفُهُ وَقَدْ لَجَؤُوا إِلَى بِلَادِكَ، وَقَدْ بَعَثْنَا إِلَيْكَ فِيْهِمْ عَشَائِرُهُمْ آبَاؤُهُمْ وَأَعْمَامُهُمْ وَقَوْمُهُمْ لِتَرُدَّهُمْ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمْ أَعْلَى بِهِمْ عَيْنًا، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَدْخُلُوا فِيْ دِيْنِكَ فَتَمْنَعُهُمْ لِذٰلِكَ۔] (حیاۃ الصحابہ: ج:۱ص:۳۴۸۔۳۴۹ بحوالہ البدایہ والنہایہ: ج:۳: ص:۷۲)

''اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے۔ لیکن آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ۔ ہمیں آپ کی خدمت میں انہی کی بابت ان کے والدین، چچاؤں اور کنبے قبیلے کے عمائدین نے بھیجا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں ان کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ وہ لوگ ان پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں اور ان کی خامی اور عتاب کے اسباب کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔''

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب مکی وفد نے اپنی بات نجاشی کے سامنے رکھی تو حکومت حبش کے وزراء نے نجاشی کی بارگاہ میں اس وفد کی تائید وحمایت کرتے ہوئے کہا:

["صَدَقَا أَيُّهَا الْمَلِكُ، قَوْمُهُمْ أَعْلَى بِهِمْ عَيْنًا وَأَعْلَمُ بِمَا عَابُوا عَلَيْهِمْ، فَأَسْلِمْهُمْ إِلَيْهِمَا فَيَرُدَّاهُمْ إِلَى بِلَادِهِمْ وَقَوْمِهِمْ۔"] (تہذیب سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ کویت ص:۷۴)

''اے بادشاہ! ان دونوں نے سچ کہا کہ ان کی قوم شرافت کے لحاظ سے ان پر برتری رکھتی ہے اور جو الزام انہوں نے لگایا ہے اس سے وہ خوب واقف ہیں لہٰذا انہیں ان دونوں کے سپرد کر دیجئے تاکہ وہ انہیں ان کے وطن اور ان کی قوم کے پاس پہنچا دیں''

نجاشی نے مکی وفد اور اپنے وزراء اور کابینہ کی یہ رائے مسترد کر دی کہ مہاجرینِ حبشہ کو ان کا موقف اور نقطہ نظر سنے بغیر ان کو واپس کر دے یہ ممکن نہیں۔ چنانچہ مہاجرین کو نجاشی نے اپنے پاس بلایا اور ان کے سامنے مکی وفد کا موقف رکھا اور مہاجرین نے صاف گوئی کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کیا جسے سن کر نجاشی نے مکی وفد کو دوٹوک جواب دے دیا کہ یہ میرے مہمان ہیں اور ان کا نقطۂ نظر درست ہے اس لئے میں انہیں آپ کے سپرد نہیں کر سکتا۔ اس جواب کے بعد مکی وفد جب نجاشی کے ہاں سے باہر نکلا تو اس کے ایک ممبر عمرو بن عاص نے اپنے دوسرے ساتھی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا کہ:

["وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّهُمْ غَدًا أُعَيِّبُهُمْ عِنْدَهُ أَسْتَأْصِلُ بِهِ خَضْرَاءَهُمْ۔"]

اللہ کی قسم! میں کل نجاشی کے پاس جا کر ان مسلمانوں کا ایسا عیب بیان کروں گا جس سے مسلمانوں کی جماعت کی جڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کٹ جائے گی۔"

اس کے جواب میں عمرو بن عاص نے کہا۔

["لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لَهُمْ أَرْحَامًا وَإِنْ كَانُوا قَدْ خَالَفُونَا۔"]

ایسے نہ کرو کیونکہ ان کے ساتھ ہماری رشتہ داریاں ہیں اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں۔ اس کے جواب میں عمرو بن عاص بولے:

["وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّهُ أَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ عَبْدٌ۔"]

اللہ کی قسم میں تو نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں۔

چنانچہ اگلے روز عمرو بن عاص نجاشی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا:

["يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ فِي عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ قَوْلًا عَظِيمًا فَأَرْسِلْ إِلَيْهِمْ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ۔"]

اے بادشاہ! یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں (گستاخانہ طور پر) بہت بڑی بات کہتے ہیں۔ آپ آدمی بھیج کر ان کو بلائیں اور ان سے پوچھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

چنانچہ نجاشی نے مہاجرین کو دوبارہ اپنے پاس بلوایا اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا نقطۂ نظر دریافت کیا۔ نجاشی اور مہاجرین کے درمیان جو بات چیت اور مکالمہ بازی ہوئی وہ یہاں ملاحظہ فرمائیں تاکہ کفار مکہ کا مخالفانہ کردار بھی مزید نکھر کر آپ کے سامنے آجائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مخالفت کے طوفانوں میں اللہ تعالیٰ دعوت کے غلبے کے راستے کیسے پیدا فرماتا ہے۔

مہاجرینِ حبشہ اور نجاشی کے درمیان مکالمات

حضرتِ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "۔ جب سرزمین مکہ مسلمانوں پر تنگ ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو طرح طرح سے ستایا گیا اور ان کو بڑی آزمائشوں میں ڈالا گیا اور یہ سب آزمائشیں اور مصیبتیں دین اسلام کو اختیار کرنے کی وجہ سے تھیں تو ان حالات میں آپؐ نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ ہم لوگ جماعتیں بن بن کر حبش جانے لگے اور وہاں جا کر ہم سب اکٹھے ہو گئے اور ہم وہاں اطمینان سے رہنے لگے اور اپنے دین پر چلنے لگے اور ہمیں وہاں کسی کے ظلم کا اندیشہ نہ تھا کیونکہ وہاں کے لوگ بہترین پڑوسی تھے اور وہ علاقہ بہت اچھا تھا۔ جب یہ خبریں کفار مکہ کو پہنچیں کہ وہ لوگ پرامن طور پر رہ رہے ہیں تو یہ بات انہیں بہت بری لگی اور انہیں ہم پر غصہ آیا اور انہوں نے جمع ہو کر نجاشی کے پاس عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ پر مشتمل ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا اور جب یہ وفد حبش پہنچا اور حکومتِ حبش کے وزراء اور ذمہ داران کو ہدایا و تحائف پیش کر کے نجاشی تک پہنچنے میں رسائی حاصل کر لی اور نجاشی کو بھی بہت قیمتی تحائف پیش کئے اور اپنی آمد کا مدعا پیش کیا تو نجاشی نے اپنے ہاں ہمیں طلب کیا تاکہ وہ ہمارا موقف بھی سنے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ٹھیک بصورتِ دیگر وہ ہمیں مکی وفد کے سپرد کرے اور ہمیں اپنے ملک سے نکال دے۔ چنانچہ نجاشی نے مہاجرین کو بلایا" جب مسلمان نجاشی کے پاس پہنچے تو انہوں نے نجاشی کو سلام کیا اور اسے سجدہ نہ کیا۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر نجاشی نے کہا: اے مہاجرین تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ جس طرح تمہاری طرح کے آدمیوں نے آکر مجھے سجدہ کیا تم لوگوں نے اس طرح مجھے سلام نہیں کیا اور یہ بھی بتاؤ کہ تم حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ کیا تم عیسائی ہو؟ مسلمانوں نے کہا نہیں۔ نجاشی نے کہا: کیا تم یہودی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نجاشی نے کہا کہ کیا تم اپنی قوم کے دین پر ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نجاشی نے کہا پھر تمہارا دین کیا ہے؟ مسلمانوں نے کہا اسلام۔ نجاشی نے کہا اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں نے کہا:

["نَعْبُدُ اللهَ، لَا نُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا."]

''ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔''

نجاشی نے کہا:

["مَنْ جَاءَ بِكُمْ بِهٰذَا."]

''یہ دین تمھارے پاس کون لایا ہے۔''

مسلمانوں نے کہا:

["جَاءَنَا بِهٖ رَجُلٌ مِنْ أَنْفُسِنَا، قَدْ عَرَّفْنَا وَجْهَهٗ وَنَسَبَهٗ بَعَثَهُ اللهُ إِلَيْنَا كَمَا بَعَثَ الرُّسُلَ إِلٰى مَنْ قَبْلَنَا، فَأَمَرَنَا بِالْبِرِّ، وَالصَّدَقَةِ، وَالْوَفَاءِ، وَالْأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَنَهَانَا أَنْ نَعْبُدَ الْأَوْثَانَ وَأَمَرَنَا بِعِبَادَةِ اللهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، فَصَدَّقْنَاهُ وَعَرَفْنَا كَلَامَ اللهِ، وَعَلِمْنَا أَنَّ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَلَمَّا فَعَلْنَا ذٰلِكَ عَادَانَا قَوْمُنَا وَعَادُوا النَّبِيَّ الصَّادِقَ، وَكَذَّبُوْهُ وَأَرَادُوْا قَتْلَهٗ، وَأَرَادُوْنَا عَلٰى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ فَفَرَرْنَا إِلَيْكَ بِدِيْنِنَا وَدِمَائِنَا مِنْ قَوْمِنَا]

''یہ دین ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک آدمی لے کر آیا ہے، جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں، اس کے حسب ونسب سے (بھی) ہم خوب واقف ہیں، انہیں اللہ نے ہماری طرف ایسے ہی بھیجا ہے جیسے اللہ نے اور رسولوں کو ہم سے پہلے لوگوں کی طرف بھیجا۔ ہمارے نبیؐ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ: انہوں نے ہمیں ا۔ نیکی کرنے کا حکم دیا ۲۔ اور صدقہ کرنے ۳۔ وعدہ پورا کرنے ۴۔ امانت ادا کرنے کا حکم دیا ہے ۵۔ بتوں کی عبادت کرنے سے ہمیں روکا ہے اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کا حکم دیا ہے ہم نے انہیں سچا مان لیا ہے اور ان کاموں کی وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی ہے اور اس سچے نبی کی بھی دشمن بن گئی ہے اور انہوں نے اس کو جھٹلا دیا ہے اور ان کو قتل کرنا چاہا اور (ہماری قوم) ہم سے بتوں کی عبادت کروانا چاہتی ہے (اس وجہ سے) ہم اپنے دین اور اپنی جان کو لے کر اپنی قوم سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں۔''

نجاشی نے یہ گفتگو سن کر کہا:

["وَاللهِ إِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْمِشْكَاةِ الَّتِيْ خَرَجَ مِنْهَا أَمْرُ مُوْسٰى."]

''اللہ کی قسم یہ بھی اسی نور سے نکلا ہے جس سے موسیٰؑ علیہ السلام کا دین نکلا تھا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے بقیہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا:

["وَاَمَّا التَّحِيَّةُ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اَخْبَرَنَا اَنَّ تَحِيَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ: اَلسَّلَامُ، وَاَمَرَنَا بِذٰلِكَ فَحَيَّيْنَاكَ بِالَّذِي يُحَيِّي بَعْضُنَا بَعْضًا. وَاَمَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: فَعَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ، وَرُوحٌ مِنْهُ وَابْنُ الْعَذْرَاءِ الْبَتُولِ."]

''باقی رہی سلام کرنے کی بات تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ جنت والوں کا سلام ''السلام علیکم'' ہے آپ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے آپ کو ویسے ہی سلام کیا جیسے ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں جہاں تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف القا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی (پیدا کی ہوئی) روح ہیں اور وہ اس کنواری عورت کے بیٹے ہیں جو الگ تھلگ رہنے والی تھی۔''

نجاشی شاہِ حبش نے حضرت جعفرؓ کی یہ تقریر سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا:

["وَاللهِ مَا زَادَ ابْنُ مَرْيَمَ عَلٰى هٰذَا وَزْنَ هٰذَا الْعُوْدِ."]

''اللہ کی قسم تم نے جو کچھ بتایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس (تنکے کے برابر بھی) زیادہ نہیں ہیں۔''

نجاشی کی یہ بات سن کر وزرائے حبشہ اور سرداران نے کہا:

["وَاللهِ لَئِنْ سَمِعَتِ الْحَبَشَةُ لَتَخْلَعَنَّكَ."]

''اللہ کی قسم اگر حبشہ کے لوگوں تک یہ بات پہنچ گئی تو وہ تمہیں بادشاہت سے ہٹا دیں گے۔

نجاشی نے اپنی معزز کابینہ کو مخاطب ہو کر کہا:

["وَاللهِ لَا اَقُولُ فِي عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْرَ هٰذَا اَبَدًا، وَمَا اَطَاعَ اللهُ النَّاسَ فِيَّ حِيْنَ رَدَّ عَلَيَّ مُلْكِي فَاُطِيْعُ النَّاسَ فِي دِيْنِ اللهِ!! مَعَاذَ اللهِ مِنْ ذٰلِكَ."]

(حیاۃ الصحابہ ج:۱:ص:۳۴۹، ۳۵۰ بحوالہ البدایہ والنہایہ: ۳/ ۷۲۔)

''اللہ کی قسم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کبھی بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔ جب اللہ نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا تو اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی تو اب میں اللہ کے دین کے بارے میں لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ ایسے کام سے اللہ کی پناہ۔''

مسند امام احمد میں ام المؤمنین حضرتِ اُم سلمہؓ سے ایک طویل روایت منقول ہے۔ یہ چونکہ خود مہاجرین میں شامل تھیں اس لئے وہ ان واقعات کی عینی شاہد ہیں۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ جب نجاشی نے ہمیں بلوایا تو ہم سب لوگ ایک جگہ پر جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ اگر نجاشی جو خود عیسائی ہے نے پوچھا کہ تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو پھر ہمیں کیا جواب دینا چاہیے۔ تو سب کی متفقہ رائے یہ تھی کہ ''ہم وہی کہیں گے جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے اور جس کا آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کے نتیجے میں جو بھی ہو ہم اُسے برداشت کریں گے'' نجاشی کے پاس جب ہم پہنچے تو اس نے اپنے پاس اپنے بڑے پادریوں کو بلا رکھا تھا اور وہ اپنی کتابیں کھول کر نجاشی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے'' اس مجلس میں نجاشی کا بڑا اہم سوال یہ تھا کہ (اے مہاجرین) یہ دین کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی موجودہ ادیان میں سے کسی اور دین میں شامل ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نجاشی کے جواب میں حضرت جعفرؓ نے فرمایا:

["أَيُّهَا الْمَلِكُ، كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ، وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ، وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ وَنُسِيءُ الْجِوَارَ، وَيَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلَى ذٰلِكَ حَتّٰى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِنَّا، نَعْرِفُ نَسَبَهُ، وَصِدْقَهُ، وَأَمَانَتَهُ، وَعَفَافَهُ. فَدَعَا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لِنُوَحِّدَهُ، وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِ اللهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ وَأَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، وَصِلَةِ الرَّحِمِ، وَحُسْنِ الْجِوَارِ، وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ، وَشَهَادَةِ الزُّورِ، وَأَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ، وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَعْبُدَ اللهَ، لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ، قَالَتْ: فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ فَصَدَّقْنَاهُ، وَآمَنَّا بِهِ وَاتَّبَعْنَاهُ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ، فَعَبَدْنَا اللهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَحَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْنَا، وَأَحْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا، فَعَدَا عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَعَذَّبُونَا، وَفَتَنُونَا عَنْ دِينِنَا لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ عِبَادَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْ نَسْتَحِلَّ مَا كُنَّا نَسْتَحِلُّ مِنَ الْخَبَائِثِ فَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا وَشَقُّوا عَلَيْنَا وَحَالُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ دِينِنَا، خَرَجْنَا إِلَى بَلَدِكَ، وَاخْتَرْنَاكَ عَلَى مَنْ سِوَاكَ، وَرَغِبْنَا فِي جِوَارِكَ وَرَجَوْنَا أَنْ لَا نُظْلَمَ عِنْدَكَ أَيُّهَا الْمَلِكُ."]

''اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، اور رشتوں ناطوں کو توڑتے تھے۔ پڑوسی سے بُرا سلوک کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک آدمی کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا جس کے حسب نسب کو، سچائی اور امانت داری کو، اس کی پاکدامنی کو، ہم پہلے سے جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ عزّ وجل کی طرف بلایا کہ ہم اُسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے ہم انہیں چھوڑ دیں، اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے حرام کاموں اور ناحق خون بہانے سے رک جانے کا حکم دیا، اور ہمیں بے حیائی کے کاموں، جھوٹی گواہی دینے، یتیم کا مال کھا جانے سے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے روکا اور ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ اس طرح حضرت جعفرؓ نے دین کے اور احکام کا بھی ذکر کیا (اور پھر کہا:)

ہم نے انکی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ لے کر آئے اس میں ان کا اتباع کیا چنانچہ ہم نے ایک اللہ کی عبادت شروع کی اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو حرام کیا، ہم نے اسے حرام سمجھا، اور اس نے جو ہمارے لئے حلال کیا ہم نے اسے حلال سمجھا (اس کے بعد) ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کر دیا، انہوں نے ہمیں طرح طرح کے عذاب دیئے اور ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے کے لئے بڑی آزمائشوں میں ڈالا تاکہ ہم اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر دوبارہ بتوں کی عبادت شروع کر دیں اور جن برے کاموں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے اب پھر ان کاموں کو حلال سمجھنے لگ جائیں۔ جب انہوں نے ہمیں بہت دبایا اور ہم پر بڑے ظلم ڈھائے اور ہمیں مشقتیں اٹھانی پڑیں اور دین پر عمل کرنے میں وہ لوگ رکاوٹ بن گئے تو اے بادشاہ! ہم آپ کے ملک میں آ گئے اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کا انتخاب کیا اور آپ کے پڑوس میں رہنا پسند کیا اور ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔"

حضرت جعفرؓ کا یہ خطاب سن کر نجاشی نے کہا:

["هَلْ مَعَكَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ عَنِ اللهِ مِنْ شَيْءٍ؟۔"]

"تمہارے نبی جو کلام (قرآن) اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لے کر آئے ہیں کیا تمہیں اس میں سے کچھ یاد ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا ہاں یاد ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ نجاشی نے کہا: "۔ پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے (سورہ مریم:۱۹: ۱ تا ۴۰) تک آیات پڑھ کر سنائیں (جو یہ ہیں)

﴿ كٓهٰيٰعٓصٓ ۟ۚ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۟ۖۚ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ
بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى
يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ
وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا
قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ
النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا
فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا
يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾
فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ
الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ
حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ
وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ
يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّا نَحْنُ
نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ ﴾

''ک، ہ، ی، ع، ص، ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، جب کہ اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ اس نے عرض کیا اے پروردگار، میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے۔ اے پروردگار میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر نامراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کر دے۔ جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے۔ اور اے پروردگار اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا۔ (جواب دیا گیا) اے زکریا، ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔ عرض کیا، پروردگار، بھلا میرے ہاں کیسے بیٹا ہوگا، جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو کر سوکھ چکا ہوں؟ جواب ملا ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ تو میرے لیے ایک ذرا سی بات ہے، آخر اس سے پہلے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجھے پیدا کر چکا ہوں جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا۔ زکریاؑ نے کہا، ''پروردگار میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے۔'' فرمایا۔ تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو پیہم تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا، چنانچہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا اور اس نے اشارے سے ان کو ہدایت کی کہ صبح وشام تسبیح کرو۔ اے یحییٰ کتاب الٰہی کو مضبوط تھام لے۔ ہم نے اسے بچپن ہی میں حکم سے نوازا اور اپنی طرف سے اس کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ بڑا پرہیز گار اور اپنے والدین کا حق شناس تھا۔ وہ جبار نہ تھا نہ نافرمان۔ سلام اس پر جس روز کہ وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس روز وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ اور اے نبیؐ اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو۔ جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اسکے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مریم یکایک بول اٹھی کہ اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا میرے ہاں کیسے لڑکا ہو گا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہو گا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت۔ اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔ مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی'' کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا۔ فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا'' غم نہ کر۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تر وتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔ پھر وہ اس بچے کو لیے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اے مریم یہ تو تُو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن۔ نہ ترا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں کوئی بدکار عورت تھی۔ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا۔'' ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔؟ بچہ بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب کہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جب کہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔ یہ ہے عیسیٰ ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور بس وہ ہو جاتی ہے۔ (اور عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ) اللہ میرا رب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس تم اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ مگر پھر مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے۔ سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا جب کہ وہ ایک بڑا دن دیکھیں گے۔ جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے اس روز تو ان کے کان بھی خوب سن رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں بھی خوب دیکھتی ہوں گی، مگر آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں: اے نبیؐ اس حالت میں جب کہ یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں، انہیں اس دن سے ڈراؤ جب کہ فیصلہ کر دیا جائے گا اور پچھتاوے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ آخر کار ہم ہی زمین اور اسکی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔"

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ

["فَبَكَى النَّجَاشِيُّ حَتَّى أَخْضَلَ لِحْيَتَهُ، وَبَكَتْ أَسَاقِفَتُهُ حَتَّى أَخْضَلُوا مَصَاحِفَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوا مَا تُلِيَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّجَاشِيُّ: إِنَّ هٰذَا وَالَّذِيْ جَاءَ بِهِ مُوْسٰى لَيَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ، انْطَلِقَا، فَوَاللّٰهِ لَا اسلمهم إِلَيْكُمْ أَبَدًا وَلَا أَكَادُ."]

(حیاۃ الصحابہ: ج:۱: ص:۳۵۱ بحوالہ مسند احمد)

(سورہ مریم کی یہ آیات سن کر) نجاشی اتنا رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی اور نجاشی کے بڑے پادری بھی اتنا روئے کہ انکی کتابیں گیلی ہوگئیں پھر نجاشی نے کہا کہ: "یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی نور سے نکلے ہوئے ہیں (اور نجاشی نے مکی سفارتی دونوں ممبران سے کہا کہ) تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں (مہاجرین) کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا بلکہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

مکی وفد نے اپنی کوششیں جاری رکھیں حتٰی کہ عمرو بن عاص نے پھر ایک بار نجاشی سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ ایک مرتبہ پھر مہاجرین کو بلائیں اور ان سے پوچھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں چنانچہ نجاشی نے پھر مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے تو اس کے جواب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

["هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَرُوْحُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ الْعَذْرَاءِ الْبَتُوْلِ."]

"وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا تھا۔"

نجاشی نے یہ جواب سن کر ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا "خدا کی قسم، جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔" نجاشی کی یہ بات سن کر پادری جو گرد و پیش تھے پھنکارے اور بڑبڑانے لگے مگر نجاشی نے کہا واللہ بات یہی ہے خواہ تم کتنا ہی پھنکارو اور بڑبڑاؤ پھر اس نے مسلمانوں سے کہا:

["اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمْ سُيُوْمٌ بِأَرْضِيْ، وَالسُّيُوْمُ الْآمِنُوْنَ، مَنْ سَبَّكُمْ غَرِمَ ثُمَّ (قَالَ) مَنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَبَّكُمْ غَرِمَ ثُمَّ (قَالَ)مَنْ سَبَّكُمْ غَرِمَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِي دَبْرًا ذَهَبًا وَاَنِّي اٰذَيْتُ رَجُلًا مِّنْكُمْ وَالدَّبْرُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ: اَلْجَبَلُ۔"]

''تم جاؤ تمہیں ہمارے ملک میں ہر طرح کا امن ہے جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑیگا، جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑیگا، جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑیگا۔ مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں ہے کہ میں تم میں سے ایک آدمی کو بھی (ذراسی) تکلیف پہنچاؤں اور مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔''

پھر نجاشی نے اپنے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا:

["رُدُّوْا عَلَيْهِمَا هَدَايَاهُمَا فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا۔"]

''اِن دونوں (یعنی مکی وفد) کے تحفے انہیں واپس کر دو مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں''

["فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهٖ مَقْبُوْحِيْنَ مَرْدُوْدًا عَلَيْهِمَا مَا جَاءَ بِهٖ"]

چنانچہ قریش کے دونوں قاصد اپنے تحائف لے کر ذلیل وخوار ہو کر واپس لوٹے۔

ابن عساکر کی ایک روایت جو خود حضرت جعفرؓ سے مروی ہے کہ اس مکالمہ کے بعد نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا

["اَيُؤْذِيْكُمْ اَحَدٌ؟ قَالُوْا نَعَمْ۔ فَنَادٰى مُنَادٍ: مَنْ اٰذٰى اَحَدًا مِنْهُمْ فَاغْرَمُوْهُ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، ثُمَّ قَالَ: اَيَكْفِيْكُمْ؟ قُلْنَا: لَا، فَاَضْعَفَهَا۔"]

''کیا (میرے ملک حبش میں مقامی باشندوں میں سے) کوئی تمہیں تکلیف پہنچاتا ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں۔ نجاشی نے اس پر منادی سے اعلان کرایا کی جو شخص مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچائے گا اُسے چار درہم کا جرمانہ ہوگا۔

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں ایذا پہنچانے والے کے لئے اتنا جرمانہ کافی ہے؟ مسلمانوں نے کہا نہیں یہ جرمانہ ناکافی ہے تو نجاشی نے یہ جرمانہ دوگنا یعنی آٹھ درہم کر دیا۔

نجاشی کا اعلانِ اسلام

مکی سفراء کی گفتگو اور مہاجرین کرام کی گفتگو اور ان کے ذریعہ قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات وتعلیمات سن کر نجاشی شاہ حبش نے مسلمان ہونے کا اعلان بایں الفاظ کر دیا۔

["مَرْحَبًا بِكُمْ وَبِمَنْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِهٖ! اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهُ الَّذِيْ نَجِدُ فِي الْاِنْجِيْلِ، وَاَنَّهُ الرَّسُوْلُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ، اَنْزِلُوْا حَيْثُ شِئْتُمْ، وَاللّٰهِ لَوْلَا مَا اَنَا فِيْهِ مِنَ الْمُلْكِ لَاَتَيْتُهٗ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَحْمِلُ نَعْلَيْهِ۔"]

''(پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر نجاشی نے کہا:) خوش آمدید ہو تمہیں، اور اس ذاتِ اقدس کو، جس کے پاس سے تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے ہو۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے بشارت دی تھی۔تم (میرے ملک میں) جہاں چاہو رہو۔اللہ کی قسم اگر بادشاہت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر خود ان کے دونوں جوتے اٹھاتا۔" (حیاۃ الصحابہ ص:۱:ص:۳۵۳-۳۵۴ بحوالہ مسند احمد)

آنحضرتﷺ کا مکتوب بنام نجاشی

مہاجرین حبشہ کے حوالے سے اگر چہ آنحضرت ﷺ نے اپنی رائے کا اظہار روانگی سے قبل ہی فرمادیا کہ وہاں کا حکمران نہایت عادل اور زمین بہت ہی بابرکت ہے تاہم مہاجرین کی روانگی سے قبل آپؐ نے نجاشی کو ایک خط لکھا جس کا جواب بھی نجاشی نے اپنے بیٹے کے ذریعہ بھجوایا یہ خط علامہ الشیخ محمد یوسف کاندھلوی نے حیاۃ الصحابہ مطبوعہ دمشق:ا/ص ۱۲۸،۱۲۹ پر درج کیا ہے۔ہم یہاں حافظ ابن کثیر کی سیرۃ النبی سے آپ کا خط اور نجاشی کا جوابی مکتوب یہاں آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔تاکہ آپ کے سامنے یہ پہلو بھی آجائے کہ دعوت، زبان اور عمل سے پیش کرنا بھی ضروری ہے اور تحریر کے ذریعہ بھی۔نیز اس سے یہ پہلو بھی سامنے آجائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے لئے مسلمانوں کو صرف مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ ان کو روانہ کرنے سے پہلے ایک نمائندہ بھی بھیجا جس نے آپ کا خط نجاشی شاہ حبشہ کو پہنچایا۔امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفرؓ اور ان کے رفقاء کے بارے میں نجاشی کے نام ایک خط لکھا جو عمرو بن امیہ ضمریؓ لے کر حبش گئے اس خط کا متن درج ذیل ہے۔

[بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ اِلَى النَّجَاشِي الْاَصْحَمِ مَلِكِ الْحَبَشَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللهَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَاَشْهَدُ اَنَّ عِيْسٰى رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّاهِرَةِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى فَخَلَقَهٗ مِنْ رُوْحِهٖ وَنَفْخِهٖ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهٖ وَنَفْخِهٖ. وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْمُوَالَاةُ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَاَنْ تَتْبَعَنِيْ فَتُؤْمِنُ بِيْ وَبِالَّذِيْ جَاءَنِيْ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ اِبْنَ عَمِّيْ جَعْفَرًا وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِذَا جَاؤُكَ فَاَقْرِهِمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ. فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ وَجُنُوْدَكَ اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى."]

(سیرۃ النبی ﷺ امام حافظ ابوالفداء عمادالدین ابن کثیر ج:ا/ص:۳۴۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبش کے نام۔سلامتی ہو تم پر، میں تمہاری طرف حمد و ثناء کا تحفہ بھیجتا ہوں جو بادشاہ ہے، پاک ذات، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا، اور میں گواہ ہوں کہ عیسیٰ اللہ کا روح اور پاکیزہ کلمہ ہے جو اللہ نے پاکیزہ پاک دامن ابن مریم بتول کی طرف القا کیا اسے عیسیٰ کا حمل ہوا، اللہ نے اسے اپنی روح سے پیدا کیا۔اور اس کو آدم کی طرح پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی۔میں آپ کو صرف اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اوراس کی پیروی پر گامزن رہنے کی اور میں آپ کو اپنی اتباع کی طرف بلاتا ہوں کہ جو مجھ پراوراللہ پر ایمان لائے میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے آپ کی طرف چچازاد بھائی جعفراور چند مسلمانوں کوروانہ کیا ہے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں توان کو اپنے پاس رکھواور ظلم و جبر نہ کرو۔ میں آپ کواور آپ کے لشکر کواللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، میں نے نصیحت کا فریضہ ادا کردیا ہے۔میری پندو نصیحت قبول کرواور سلام ہے اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے۔''

نجاشی شاہ حبش نے اس خط کوبغور پڑھا۔اغلب یہ ہے کہ جب حکومت مکہ کی سفارت حبش گئی اور وفد نے نجاشی کے سامنے مطالبہ رکھا کہ مہاجرین کو ہمارے ساتھ واپس بھیجا جائے تو شاید اس خط کی وجہ سے اس نے یہ کہا کہ میں ان لوگوں کا موقف سنے بغیر یکطرفہ کیسے انہیں آپ کے ساتھ بھیج دوں یہ توخلاف انصاف ہوگا۔پھر جب مہاجرین نجاشی کے طلب کرنے پر حاضر ہوئے توانہوں نے وہی بات حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہی جو آنحضرت ﷺ نے خط میں لکھی تھی بلکہ اس موقع پر سوالات وجوابات کے باعث اسلام کی دعوت تفصیلی طور پر نجاشی کو پہنچی چنانچہ اس تناظر میں اس نے اسلام کا اعلان کیا اوراس کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ کے خط کا جواب بایں الفاظ دیا۔

[بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ مِنَ النَّجَاشِيِّ الْاَصْحَمِ بْنِ اَبْجَرِ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الَّذِيْ هَدَانِيْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَدْ بَلَغَنِيْ كِتَابُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْمَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ عِيْسٰى فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَنَّ عِيْسٰى مَا يَزِيْدُ عَلٰى مَا ذَكَرْتَ وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثْتَ بِهٖ اِلَيْنَا وَقَرِيْنَا ابْنَ عَمِّكَ وَاَصْحَابَهٗ فَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقًا وَمُصَدِّقًا وَقَدْ بَايَعْتُكَ وَبَايَعْتُ ابْنَ عَمِّكَ وَاَسْلَمْتُ عَلٰى يَدَيْهِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَارِيْحَا بْنِ الْاَصْحَمِ بْنِ الْاَبْجَرِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اٰتِيَكَ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّ مَا تَقُوْلُ حَقٌّ"]

(سیرۃ النبی ابن کثیر ج:۱ ص:۳۴۳۔ حیاۃ الصحابۃ:۱: ص:۱۲۸ بحوالہ بیہقی والبدایہ والنہایہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت محمد رسول اللہ ﷺ منجانب اصحم بن ابجر یا نبی اللہ سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ یا رسول اللہ مجھے آپ کا مکتوب موصول ہوا جس میں آپ نے عیسیٰؑ کے بارے میں کچھ صفات کا ذکر کیا ہے۔ زمین وآسمان کے رب کی قسم! آپ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ہے۔ جو پیغام آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے، ہم نے آپ کے چچازاد بھائی اوران کے ساتھیوں کی اچھی طرح میزبانی کی ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نبیوں کی تصدیق کرنے والے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ کے ابن عم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ رب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العالمین کے لئے مسلمان ہو چکا ہوں۔ یا نبی اللہ! میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے اریحا بن اصحم بن ابجر کو روانہ کر رہا ہوں میں اپنی ذات کا ذمہ دار ہوں، اگر آپ یا رسول اللہ فرمائیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں خود حاضر ہونے کو بھی تیار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ بالکل برحق ہے۔"

نجاشی شاہ حبش پر ابتلاء اور مسلمانوں کی کیفیت

مسلمان نہایت امن وسکون اور خوش وخرم زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک ایک دشمن نے ملک چھیننے کے لئے حبش پر حملہ کر دیا ظاہر ہے کہ دشمن نے حالات کا جائزہ لے کر یہ قدم اُٹھایا ہوگا کہ مکہ سے مہاجرین ملک حبش میں زیر بحث ہیں، کابینہ نے بھرے اجلاس میں نجاشی کے اردگرد بیٹھے ہوئے کمانڈرز اور وزراء ومشیر بڑبڑانے لگے تھے اور معزز سرداروں نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم اگر حبشہ کے لوگوں نے تمہاری اس بات کو سن لیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں جو عقیدہ مہاجرین کا ہے بعینہٖ وہی عقیدہ نجاشی کا ہے تو وہ تمہیں بادشاہت سے ہٹا دیں گے اور یہ اعلان تو حبشہ کے گلی محلے تک پہنچ گیا تھا جو نجاشی کے منادی نے کیا تھا کہ جو مہاجرین کو گالی دے گا یا کوئی تکلیف پہنچائے گا اسے تاوان دینا پڑے گا اور تاوان بھی قانوناً مقرر کر دیا گیا کہ آٹھ درہم ہوگا۔ ان حالات میں دشمن کا یہ حملہ مزید اہمیت اختیار کر گیا، نجاشی نے اس حملے کا بھرپور جواب دیا جنگ جاری تھی اور مسلمان سراسیمہ اور خوف زدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نجاشی کی صورت میں ہماری مدد ونصرت کی وہ خود بھی مسلمان ہو گیا اور ہماری حفاظت کے ساتھ ہمیں پرامن جگہ بھی فراہم کی اگر خُدانخواستہ نجاشی پر اس کا دشمن غالب آ گیا اور ملک حبش پر قبضہ کر لیا تو ہمارا مستقبل کیسا ہوگا۔ اس پس منظر میں مسلمان مہاجرین نے دو کاموں کا اہتمام کیا اولاً بارگاہِ رب العزت میں دعا والتجا کا اہتمام کیا کہ یا اللہ نجاشی کو فتح ونصرت عطا فرما اور ثانیاً محاذِ جنگ کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے یہ اہتمام کیا کہ۔"محاذِ جنگ (جو دریائے نیل کے اس پار تھا) پر جا کر تازہ ترین حالات معلوم کرنے اور مہاجرین کو باخبر رکھنے کے لئے مشورہ کیا کہ کون وہاں جا کر یہ فریضہ انجام دیگا چنانچہ حضرت زبیرؓ بن العوام نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ دریائے نیل کو پار کرنے کے لئے ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کو دی گئی مہاجرین میں سب سے کم عمر زبیرؓ بن العوام نے وہ مشک اپنے سینے پر باندھ لی اور وہ دریائے نیل کے اِس کنارے سے اترے اور اس کنارے پہنچ گئے۔ ربّ ذوالجلال نے نجاشی کو فتح ونصرت سے نوازا اور حضرت زبیرؓ فتح کی خبر لے کر آئے مہاجرین منتظر تھے کہ کب کوئی خبر آئے ناگہاں دریائے نیل کی جانب سے حضرت زبیرؓ دوڑتے ہوئے نظر آئے جو کپڑا اہلا کر یہ خبر دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو کامیاب کیا ہے اور جنگ مسلّط کرنے والا دشمن ہلاک وبرباد ہو گیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے نجاشی کی حکومت کو پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ومستحکم کر دیا۔ حضرتِ ام سلمہؓ کا بیان ہے"۔ مجھے یاد نہیں کہ ہمیں بھی اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی ہمیں فتح کی اس خبر سے خوشی ہوئی۔"

(حیاۃ الصحابہ: ج:۱: ص: ۳۵۲-۳۵۳ بحوالہ مسند احمد)

ہجرتِ حبشہ نے حق شناس اہلِ کتاب کے لئے اسلام کا دروازہ کھول دیا

ہجرتِ حبشہ کے ثمرات کیا ہیں یہ ایک طویل موضوع ہے ہم یہاں اس کا ایک پہلو اجاگر کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہجرت حبشہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جہاں مہاجرین کو راحت وسکون اور عزت کا مقام ملا وہاں دعوت کا دروازہ حبشہ کے باشندگان پر کھل گیا جب سرواران قریش کے سفراء حبشہ پہنچے اور اعیان سلطنت اور شاہ حبش سے ملے اور مسلمان مہاجرین کو اسلام کی ٹھوس دعوت کا موقع ملا تو متلاشیانِ حق اور حق شناس اہل کتاب تحریکِ اسلامی کو سمجھنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے مزید تحقیق وتفہیم کے لئے حبش کے بیس عیسائیوں کے سرکردہ لوگوں کا انتخاب کیا یہ وفد تحقیقِ حال کے لئے مکہ معظمہ پہنچا اور مسجد حرام میں آنحضرت سے ملاقات کی۔قریش مکہ کے لوگ بڑی تعداد میں اس ملاقات کے موقع پر بطور مُبَصِّر موجود تھے۔وفد کے شرکاء نے آپؐ سے کچھ سوالات کئے جن کا آپؐ نے جواب دیا پھر آپؐ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیات ان کے سامنے پڑھیں۔قرآن مجید سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے۔جب مجلس برخاست ہوئی تو مبصرین میں سے اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو راستے میں جا پکڑا اور انہیں سخت ملامت کی کہ"۔بڑے نامراد ہو تم لوگ تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو،مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے تم سے زیادہ احمق گروہ تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔"اس پر حبشہ سے آنے والے وفد نے جواب دیا کہ:"۔سلام ہے بھائیو!تم کو ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر چلتے رہو۔ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔"

(سیرت ابن ہشام:ج:۲:ص:۳۲-البدایہ والنہایہ:ج:۳:ص:۸۲)

قرآن مجید میں ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے طرزِعمل اور حبشہ سے آنے والے وفد کے ردِّعمل کا خوبصورت نقشہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں کھینچا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝﴾(القصص:۲۸:۵۲تا۵۵)

"جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے۔ہمارے رب کی طرف سے ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا۔اس ثابت قدمی کے بدلے جو انہوں نے دکھائی۔وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔اور جب انہوں نے بے ہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم کو سلام ہے ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔"

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام اور مہاجرینِ حبشہ کی واپسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں تاریخی ترتیب کو بالائے طاق رکھ کر آپ کو یہ بتانا چاہیں گے کہ جب مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم ہوگئی اور ہجرتِ حبشہ کے کامیاب تجربے کے بعد دعوتِ اسلامی محض مکہ مکرمہ تک محدود نہ رہی بلکہ ہجرت مدینہ کے عمل سے جزیرۃ العرب بلکہ اس سے آگے شام، ایران اور روم تک یہ آواز گونجنے لگی۔ مدینہ طیبہ نے اسلام کے پیغام کو سمجھنے میں پیش قدمی کی اور وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس لے جانے میں کامیاب ہوگئے اور آپؐ نے مدینہ منورہ میں باقاعدہ اسلامی ریاست قائم کر دی یہ ریاست جہاں مضبوط اور مستحکم ہو رہی تھی وہاں روز بروز اس کی حدود اربعہ میں وسعت آرہی تھی۔ جب مہاجرینِ حبشہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ تمام آرام وآسائش کے باوجود صحبتِ سرورِ کائناتؐ کے لئے بے تاب و بے قرار ہوگئے چنانچہ مہاجرین حبشہ نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غلبہء اسلام کی نوید سنانے کے ساتھ اسلامی ریاست کے مرکز مدینہ طیبہ جانے کی اجازت چاہی جو نجاشی نے بخوشی دے دی۔ نجاشی نے مہاجرین کے لئے مدینہ تک جانے کے لئے سواریوں کا انتظام کیا اور زادِ سفر بھی فراہم کیا اور کہا کہ ''میں نے یہاں آپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ آپ نے آنحضرت ﷺ کو بتانا ہے۔ نجاشی نے کہا مدینہ منورہ تک آپ لوگوں کو چھوڑنے کے لئے میرا نمائندہ آپ کے ساتھ جائے گا اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خدمت میں عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔''

حضرت جعفرؓ کا بیان ہے کہ ہم وہاں سے چلے اور پھر مدینہ پہنچے تو آنحضرتؐ نے میرا پرجوش استقبال کیا اور مجھے اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفرؓ کے واپس آنے کی؟ پھر آپ تشریف فرما ہوئے تو نجاشی کے قاصد نے کہا یہ حضرت جعفرؓ ہیں آپؐ ان سے پوچھ لیں کہ ہمارے بادشاہ نجاشی نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا

[''فَعَلَ بِنَا كَذَا وَحَمَلَنَا وَزَوَّدَنَا وَشَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ: قُلْ لَهُ يَسْتَغْفِرْ لِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ دَعَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلنَّجَاشِيِّ'' فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: آمِيْنَ۔'']

''نجاشی نے ہمارے ساتھ یہ اور یہ کیا (یعنی ہر مرحلہ پر بہت اچھا سلوک کیا) اور واپسی پر ہمیں سواریاں دیں اور زادِ سفر بھی عطا کیا اور اس نے کلمہء شہادت بھی پڑھا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور مجھ سے کہا تھا کہ محمد کریم کی خدمت میں عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔'' (حضرت جعفرؓ کی زبانی نجاشی کے حوالے سے یہ روداد سن کر) آپؐ کھڑے ہوگئے، پھر وضو فرمایا اور اس کے بعد تین مرتبہ یہ دعا فرمائی ''۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلنَّجَاشِيِّ'' اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما۔'' تمام مسلمانوں نے اس دعا پر آمین کہا۔

حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے قاصد سے کہا کہ تم واپس جاؤ اور جو کچھ رسول کریم ﷺ کو نجاشی کے لئے کرتے دیکھا ہے وہ اپنے بادشاہ کو بتا دینا۔'' (حیاۃ الصحابہ: ج:۱:ص:۳۵۶ بحوالہ البدایہ: ج:۳:ص:۷۱)

مہاجرین کا پہلا اور دوسرا قافلہ مکہ مکرمہ سے چلا اور حبشہ پہنچا مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ ایک غلط اطلاع کی بنا پر واپس مکہ بھی آئے اور پھر بعض لوگ دوبارہ واپس حبشہ چلے بھی گئے۔ ہجرت کا یہ عمل رجب ۵ نبوی میں شروع ہوا تھا اور حبشہ سے مہاجرین مدینہ منورہ میں محرم ۷ھ کو پہنچے تقریباً تیرہ سال مہاجرین حبشہ میں رہے انہوں نے وہاں جو کام کیا اس کی ایک جھلک آپ نے گزشتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراق میں ملاحظہ فرمائی تاہم اس امر کی ضرورت ہے کہ ہجرت حبشہ اور اس کے مضمرات کا ایک مرتبہ پھر بے لاگ جائزہ لیا جائے تا کہ یہ بات سامنے آ سکے کہ ہجرت کے اس عمل سے غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو کتنی تقویت ملی اور اس کے اثرات مکہ پر کیا پڑے اور مقامِ مہاجرت پر اس نے کیا اثرات چھوڑے۔ ہجرتِ حبشہ کے حوالہ سے درج ذیل امور پر غور وفکر کرنا اقامتِ دین اور غلبہء اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

ا۔ ہجرت کی ضرورت کیوں پیش آئی

ہجرت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ کفارِ مکہ کا جبر وستم ناقابل برداشت حد تک بڑھ گیا تھا۔ صحابہء کرام کو آگ کے انگاروں کا بستر بچھا کر اس پر سلایا گیا، جس کے انگارے خون اور گوشت پوست سے بجھتے تھے، زنجیروں سے ہاتھ پاؤں باندھ کر کڑکتی دھوپ میں ریت پر سلا کر اوپر بھاری پتھر رکھ دیئے گئے تا کہ معذوب ہل نہ سکے جس سے جسم کی جلد جل کر سیاہ ہو جاتی تھی۔ ہاتھ آسمانوں کی طرف کھڑے کرا کر رسی سے اس طرح لکڑی ڈال کر باندھا جاتا تھا کہ ہاتھ اور بازو نیچے نہ ہو سکیں اور پھر مکہ کی گلی کوچوں میں لاٹھی چارج کرتے ہوئے گھمایا اور پھرایا جاتا تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کو اس سے مرعوب کیا جا سکے اور جن لوگوں کے دلوں میں اسلام گھر کر چکا ہے اور جو اسلام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے والا ہے اس کو عبرتناک سزا کا مشاہدہ کرا کر روکا جا سکے۔ کسی کو رسی سے باندھ کر الٹا لٹکا کر پانی بھرے حوض میں سر لٹکا کر اس کو ڈبکیاں دی جاتی تھیں تا کہ وہ اسلام لانے کا بھرپور مزہ چکھے۔ بال نوچنے اور ڈنڈے برسانے کا عمل تو کفار مکہ کا شیوہ تھا ہی۔ بالخصوص قرآن مجید سنانے والے صحابہء کرام کو الٹے سیدھے اور ٹیڑھے جوتے منہ پر مارنا کہ منہ پر ورم چڑھ جائے جس سے قاری پہچانا بھی نہ جا سکے ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ کفار مکہ کا یہ عمل رات دن، گرمی سردی ہر وقت جاری تھا کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہجرت کی اجازت دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہجرت کی اجازت ہی نہیں بلکہ ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا یہاں تک کہ بیٹی اور داماد کو بھی اپنے ہاتھوں سے حبشہ کی طرف روانہ فرمایا۔

۲۔ قائد کا مدبرانہ فیصلہ

مسلمانان مکہ یہ جبر وظلم اور جور وستم برداشت کر رہے تھے اور برداشت کرتے رہتے لیکن ہجرت انبیائے کرام کا اسوہ رہا ہے اور ہجرت کی بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور ہجرت تا قیامت جاری رہنے والا عمل ہے اور اسلام کا ناگزیر سنگ راہ ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا نہایت ہی کڑوا مگر اہم فیصلہ فرمایا جو کامیابیوں سے لبریز تھا اس ہجرت کا فوری اور نظر آنے والا نتیجہ اور پھل یہ سامنے آیا کہ مہاجرین ناقابل برداشت ظلم وبربریت سے مامون ومحفوظ ہو گئے اور ظلم کے ہاتھوں کی رسائی ان تک محال ہوگئی اور وہ دانت پیستے اور چہرے کے رنگ بدلتے رہ گئے اور تعاقب کے باوجود منہ کی کھا کر واپس آ گئے، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مہاجرین دراصل سفیرانِ اسلام بن کر حبشہ پہنچے اور اسلام کا پیغام جس کی اہل مکہ نے بہت بے قدری کی تھی وہ پیغام حبشہ میں جا کر گھر گھر پہنچا دیا جس سے سیاہ فام حبشہ اسلام کا گہوارہ اور بقعہء نور بن گیا۔ جس سے اہل مکہ طیش میں آئے اور اس طیش میں جل بھن کر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے سرکاری وفد حکومتِ حبش کے پاس بھیجا مگر مہاجرین کا وہ بال بیکا نہ کر سکے یہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ ہجرت کی کئی اور حکمتیں اور مصلحتیں تھیں جسکا ذکر اپنی اپنی جگہ پر ہوگا۔ یہاں صرف اتنا کہنا مقصود ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ فیصلہ مدبرانہ تھا جو قائدانہ صلاحیتوں کا مظہر بھی ہے اور تا قیامت آنے والے تحریکِ اسلامی کے قائدین کے لیے اسوہ ونمونہ بھی ہے کہ وہ اپنے اپنے ادوار میں اپنے اپنے حالات کو سامنے رکھ کر ایسے مجتہدانہ اقدامات اٹھائیں جو ان کے لیے کامیابیوں کی ''مفتاح'' ثابت ہوں۔

۳۔ ہجرت کے لئے حبش کا انتخاب کیوں؟

یہ ایک اہم سوال ہے جس پر غور وخوض ضروری ہی نہیں بلکہ وقت کی بھی اہم ضرورت ہے۔ آپ اس سوال پر جتنا غور کریں گے نتیجہ یہی آپ کے سامنے آئے گا کہ آنحضرتؐ کی دنیا کے حالات پر گہری نظر تھی اور آپؐ دنیا کے سیاسی حالات، قوموں کے معاشی ومعاشرتی حالات اور نفسیاتی کیفیات سے کما حقہٗ آگاہ اور باخبر تھے چنانچہ آپ کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں ہجرت کا اشارہ آیا اور آپؐ نے سوچنا شروع کیا تو دنیا کے جس خطہ پر آپ کی نظر پڑی وہ حبش کا خطہ تھا۔ آپؐ نے اپنے اصحاب سے جب ہجرت کے حوالے سے بات کی تو آپؐ کے یہ الفاظ تھے۔

''اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو۔''

ان الفاظ کو بار بار پڑھیے، نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ آپؐ نجاشی شاہ حبش کے عدل سے بھی بخوبی واقف تھے اور وہاں کے معاشرتی اور زمینی حالات سے بھی باخبر تھے، اور اس میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ اس آزمائش وابتلاء تک آپ کو وہاں رہنا ہوگا۔ اور اس مصیبت سے اللہ تعالیٰ ضرور نجات دے گا اور ہمیں غلبے سے ہمکنار فرمائے گا۔ جب تک غلبہ حاصل نہیں ہوتا حبش آپ لوگوں کے لئے بہترین مسکن ثابت ہوگا کیونکہ وہ بھلائی کی سرزمین ہے اور وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام پر ہر قسم کے ادوار آتے رہے ہیں اور تا قیامت آتے رہیں گے، کبھی غلبہ حاصل ہوگا تو ایمانی کیفیات کے مطابق کبھی مغلوبیّت سے بھی دوچار ہونا پڑے گا، اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانانِ عالم کو بالعموم اور اسلامی تحریکوں کے قائدین کو بالخصوص جہاں کتاب وسنت کے علوم سے بہرہ ور ہونا چاہیئے وہاں جدید علوم سے آراستہ وپیراستہ بھی ہونا چاہیئے اور صرف تاریخِ اسلام ہی نہیں انسانی اور دنیا کی تاریخ پر بھی نظر ہونی چاہیئے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اہم یہ بات بھی ہے کہ دنیا کے موجود الوقت حالات سے آگاہی کے ساتھ مجتہدانہ کردار کا حامل ہونا چاہیئے جو ان حالات سے اسلام اور غلبہء اسلام کی جدوجہد کے راستے نکال سکیں۔

۴۔ ہجرتِ حبشہ کا اثر اہل مکہ پر

ہجرتِ حبشہ کے موقع پر اہل مکہ کا ملا جُلا تاثر سامنے آیا۔ ایک تاثر اور ردّ عمل فوری طور پر یہ سامنے آیا کہ مکہ کے ہر گھر میں کہرام مچ گیا، کیونکہ قریش کے چھوٹے بڑے سبھی خاندان اس ہجرت سے متاثر ہوئے، کسی کا بیٹا گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا تو کسی کا داماد، کسی کی بیٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی تو کسی کا بھائی اور کسی کی بہن اس طرح کٹے کے گھر گھر میں کہرام مچ گیا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنی طبیعت کے اعتبار سے سخت تھے اور اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے اس کے باوجود وہ پگھل کر رہ گئے۔ ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت لیلیٰؓ بنتِ ابی حثمہ بیان کرتی ہیں (یہ ایک مہاجر خاتون ہیں جو حضرت عمرؓ کی قریبی رشتہ دار تھیں) کہ میں ہجرت کرنے کے لئے اپنا سامان باندھ رہی تھی اور میرے شوہر حضرت عامر بن ربیعہ ہجرت کی تیاری کے حوالے سے کسی کام کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس اثنا میں حضرتِ عمرؓ ہمارے گھر آئے جبکہ ابھی تک وہ اپنے شرک پر قائم تھے، اور ہم ان کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھا چکے تھے مگر اُس وقت کھڑے ہو کر میری مشغولیت دیکھتے رہے پھر کہنے لگے" عبداللہ کی ماں، کیا بس اب روانگی ہے"؟ میں نے کہا "ہاں" جب تم لوگوں نے ہمیں بہت ستایا اور ہم پر ظلم کیا، تو اب ہم خُدا کی زمین میں کہیں نکل جائیں گے، جہاں خُدا ہمارے لئے اس مصیبت سے بچنے کی کوئی راہ نکال دے۔" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا" اللہ تمہارے ساتھ ہو۔" اس وقت میں نے ان پر وہ رقت دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہمارے وطن چھوڑنے پر وہ غمگین ہو کر واپس چلے گئے، اس کے بعد جب عامر ہمارا مطلوبہ سامان لے کر واپس آئے تو میں نے کہا:" عبداللہ کے ابا! کاش تم اس وقت عمرؓ کو ہمارے حال پر ان کی رقت اور رنج کو دیکھتے۔ ابھی ابھی وہ یہاں سے ہو کر گئے ہیں۔" عامر نے کہا کیا تمہیں اس کے مسلمان ہونے کی امید ہو گئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا جس شخص کو تم نے ابھی دیکھا ہے وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا جب تک خطّاب کا گدھا مسلمان نہ ہو جائے۔"

(سیرت ابن ہشام، جلد اول ص:۳۷۶-۳۷۷)

یہ اور ایسے کئی لوگ تھے جو اپنوں کے فراق کے غم میں پانی ہو کر رہ گئے تھے اسی وجہ سے بہت سارے لوگ بعد میں مسلمان بھی ہو گئے، تاہم مکہ میں ایک عنصر موجود تھا جو اسلام دشمنی میں پہلے سے زیادہ سخت ہو گیا اور پھر انہوں نے حبش تک پہنچنے اور مہاجرین کو وہاں سے نکلوانے کی بھرپور مہم چلائی اور جب وہاں سے ناکام و نامراد واپس لوٹے تو مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کے خلاف پہلے سے زیادہ سخت کاروائیاں کیں اور ان کارروائیوں میں سے ایک شعب ابی طالب کی اجتماعی اسیری بھی ہے۔

۵۔ مہاجرین کا فولادی عزم اور انکی عمدہ تنظیم

مہاجرین (مرد ہوں یا خواتین) قرن اول کے ہوں یا دور حاضر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ان کا اپنا گھر اور گھریلو آسائش و آرام کو چھوڑنا۔ ماں باپ، بہن بھائیوں، دور و قریب کے رشتہ داروں کو چھوڑنا لائق تحسین بھی ہے اور ان کے پُر عزم ہونے کا مظہر بھی۔ آج ہمارے لئے مہاجرینِ حبشہ کا فولادی عزم و کردار روشن مثال ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے لئے اپنا گھر اور وطن چھوڑا۔ اس حسنِ عمل کے آغاز کی وجہ سے تا قیامت جو فرد بھی اسلام کے لئے ہجرت کریگا مہاجرین حبشہ کو بھی ضرور اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ بہر حال ہجرت کا عمل ہر مسلمان کے لئے ممکن نہیں ہے یہ تو صرف ان کے حصے میں آتا ہے جن کا فولادی عزم ہو۔ اس لئے ہم مہاجرین پر تحسین و عقیدت کے پھول برساتے ہیں اور یقینا ابر رحمت کے یہ پھول تا قیامت ان پر برستے رہیں گے۔ میں یہاں رک رک کر بار بار سوچتا ہوں کہ ہجرتِ حبشہ اولیٰ و ثانیہ میں ۹۳ مردوں اور ۲۲ عورتوں یعنی کل ۱۱۵ افراد نے ہجرت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ اہل مکہ اہل ایمان پر ظلم وتشدد کرنے میں مستعد تھے اور وہ چوکنے بھی تھے کہ ان کی حرکات وسکنات پر نظر رکھے ہوئے تھے تاہم مسلمان ایک ایک کر کے مکہ مکرمہ سے اتنی تعداد میں چلے گئے اور وہ تعاقب کے باوجود ساحل سمندر سے خائب وخاسر واپس لوٹے۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ نے جو قرآنی تعلیمات آنحضرت ﷺ کو عطا کی تھیں اس میں دعوت الی اللہ کا جز ولاینفک تنظیم بھی ہے اور تنظیم ہی ایک اہم اور فیصلہ کن چیز ہے جو کسی بھی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں تاہم چند اشارات پیش خدمت ہیں تاکہ اسلامی حکومت کے قیام میں تنظیم کی اہمیت وضرورت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

پہلی ہجرت حبشہ سے قبل اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف نازل فرمائی یہ اصلاً تو مشرکین مکہ کے پیش کردہ سوالات کے جوابات میں تھی لیکن اصحاب کہف کے واقعے میں جہاں ہجرت کی طرف اشارہ موجود ہے وہاں ان کی حیرت انگیز منصوبہ بندی بھی سامنے آتی ہے۔ جو قابل تقلید ہے اس واقعے میں پہلی بات تو یہ سامنے آئی کہ جو عقیدۂ توحید اصحاب کہف کا تھا وہی عقیدہ آنحضرت ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کا ہے اور جس طرح انکی قوم ربّ کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خُدا بنا بیٹھی تھی اسی طرح اہل مکہ نے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کو چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کو اپنا خُدا بنایا ہوا تھا اور جس طرح اصحاب کہف نے ایک غار کا انتخاب کیا اور وہاں جا کر پناہ لی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور ہمارے کام کے لئے سروسامان مہیا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بحفاظت انہیں غار تک پہنچا دیا اور کوئی شخص انہیں گزند نہ پہنچا سکا۔ بعینہٖ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مظلوم مسلمانانِ اہل مکہ کے لئے حبش کا انتخاب کیا اور مکہ سے ساحل سمندر اور وہاں سے حبش تک پہنچنے کے لئے منصوبہ بندی کی کہ ہجرت اختیار کرنے والا ہر فرد بخیر وعافیت اپنی پناہ گاہ حبش تک پہنچ گیا اور ان کی قوم کا کوئی فرد انہیں کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ بس ہجرت حبشہ کے ہر مرحلہ کی منصوبہ بندی کی یہ مثال مسلمانوں کے منظم، مربوط، بیدار اور چاک وچوبند ہونے کی علامت تھی جس نے اہل مکہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا پھر اصحاب کہف نے غار میں قیام کے لئے جو عمدہ پلاننگ کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسکی جو منظر کشی کی ہے وہ ذرا ملاحظہ کریں۔

﴿وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾﴾ (الکہف۱۸: ۱۷۔۱۸)

’’تم انہیں غار میں دیکھتے تو تمہیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ پر پڑے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے۔ تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔ اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی۔"

پھر مہاجرین نے حبشہ میں رہنے کے لئے جو منصوبہ بندی کی اور وہاں جس منظم طریقے سے اور تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود سفیرانِ حکومت مکہ کا جس طرح دلائل و براہین سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور شاہ حبش کو متاثر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جس حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے پھر وہاں آپس میں جس طرح شیر و شکر ہو کر رہے اور پھر وہاں دعوتی سرگرمیوں کو منظم کیا یہاں تک کہ حبش سے عیسائی وفود اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آنے جانے لگے یہ سب مہاجرین کی تنظیمی صلاحیتوں کا شاہکار تھا جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ کسی تحریک کے آغاز میں اتنی بہترین اور عمدہ منصوبہ بندی آفاقی تعلیمات وہدایات کے بغیر ممکن نہ تھی یہ قرآن اور صاحبِ قرآن کا معجزانہ کمال ہے جس نے مہاجرین حبش کی ہر مرحلہ و موقع پر رہنمائی کی۔

۶۔ سردارانِ مکہ کی داخلہ وخارجہ پالیسی ناکام ہوگئی

ہجرت کے عمل سے جہاں آنحضرت ﷺ کا قائدانہ کردار ابھر کر سامنے آیا وہاں آپؐ کی تعلیم و تربیت سے صحابہ کرام کی تنظیمی صلاحیتوں کو بھی اجاگر ہونے کا موقع ملا لیکن مکہ مکرمہ سے ہجرت کے عمل نے سردارانِ مکہ اور قریشِ مکہ کی داخلی محاذ پر ناکامی کو دنیا پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے دو مرتبہ اتنی بڑی تعداد میں ہجرت کی اور ان کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور مسلمان مکہ سے اپنے گھروں سے باہر نکلے اور ساز و سامان لے کر گلیوں اور بازاروں سے ہو کر گزرے اور سمندری راستے کے ذریعے بسلامت حبش پہنچ گئے اور حکومتِ مکہ کے لوگ ان کو پکڑنے کے لئے نکلے تو وہ جہاز پر بیٹھ کر سمندر پار کر رہے تھے یہ پہنچے اور خائب و خاسر ہو کر واپس مکہ لوٹے اور داخلی محاذ پر وہ حکومت کرنے میں فیل ہو گئے، جبکہ مسلمانوں کو ہجرت کے عمل نے ظلم و جبر کی چکی سے نکال کر جادۂ اقتدار پر رواں دواں کر دیا اہل مکہ کو دوسری سب سے بڑی ناکامی کا سامنا اس وقت کرنا پڑا جبکہ خارجہ محاذ پر ایک نہیں دو مرتبہ بُری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھی اس ذلت کے ساتھ کہ اعیانِ حکومت سمیت شاہ حبش کو جو ہدایا و تحائف بطور رشوت پیش کئے گئے تھے وہ اٹھا کر ان کے مُنہ پر مار دیئے گئے اور اس طرح مکی حکمرانوں کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اور مسلمان کہاں پہنچنے والے ہیں؟ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ حبش میں مسلمانوں کو جو عزت و احترام نصیب ہوا ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر حبش کا کوئی باشندہ ان کے خلاف بات کریگا تو اُسے آٹھ درہم کا جرمانہ ہوگا اور حبش کا شاہ اصحمہ نجاشی مسلمان ہو چکا ہے اور حبشہ کے عیسائی وفود مکہ کی طرف رواں دواں ہیں اور یہاں آ کر اسلامی تحریک سے متعارف ہی نہیں بلکہ اسلام قبول کر کے واپس اس حال میں جا رہے ہیں کہ یہ واپس جا کر مبلغ اسلام ثابت ہونگے اور اس طرح حبش اسلامی تعلیمات کا مرکز و محور بن جائیگا اور یہ آنے والے کل کو مکی حکومت کے لئے خطرہ کا باعث بنیں گے ان حالات میں قریشِ مکہ نے ستم کے مزید پہاڑ مسلمانوں پر توڑنے شروع کر دیئے جو شعبِ ابی طالب میں محصوری کی شکل میں سامنے آئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تربیتی نظام اور مبلغین کی کھیپ

ہجرتِ حبشہ سے ایک اور منظر جو ہمارے سامنے آیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تربیتی نظام ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب آپؐ نے دعوت کا آغاز کیا تو آپؐ نے ہر نومسلم کے گھر حلقۂ درسِ قرآن قائم کیا اور اس تربیت گاہ کا ہر فرد بعد میں ایک مثالی مبلغ بنا ایسا مبلغ کہ اس نے دنیا کا نقشہ بدل ڈالا۔ سچی بات یہ ہے کہ آج دنیا میں ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان موجود ہیں اور ان میں اقامتِ دین کی تحریکیں بھی موجود ہیں اور انکے کارکنان کی بھی ایک بڑی تعداد موجود ہے لیکن مبلغینِ اسلام اور داعیانِ الی اللہ کی اتنی کمی ہے کہ جس کو آج ہر صاحبِ دل فرد شدت سے محسوس کرتا ہے، لیکن قربان جائیں مربیٔ اعظم پر کہ آپؐ نے ملتِ اسلامیہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اسے مبلغ، مزکی و مربی بنا دیا ذرا غور فرمائیے کہ مہاجرین حبشہ نے حبش پہنچ کر کس طرح ایک مبلغ کا رول ادا کیا۔ ذرا پیچھے ورق پلٹ کر دوبارہ وہ الفاظ بغور پڑھیے کہ جب نجاشی نے کہا: اسلام کیا ہے؟

تو مہاجرین نے کہا ''نَعْبُدُ اللهَ لَا نُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا'' ''ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔''

اور جب اس نے سوال کیا کہ ''۔ یہ اسلام کی دعوت لے کر آنیوالا کون ہے؟ تو مہاجرین نے جواب میں کہا

[''جَاءَنَا بِهٖ رَجُلٌ مِنْ أَنْفُسِنَا، قَدْ عَرَفْنَا وَجْهَهٗ وَنَسَبَهٗ بَعَثَهُ اللهُ اِلَيْنَا كَمَا بَعَثَ الرُّسُلَ اِلٰى مَنْ قَبْلَنَا، فَأَمَرَنَا بِالْبِرِّ، وَالصَّدَقَةِ، وَالْوَفَاءِ، وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ نَهَانَا اَنْ نَعْبُدَ الْاَوْثَانَ وَاَمَرَنَا بِعِبَادَةِ اللهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، فَصَدَّقْنَاهُ وعَرَفْنَا كَلَامَ اللهِ، وَعَلِمْنَا اَنَّ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللهِ لَمَّا فَعَلْنَا ذٰلِكَ عَادَانَا قَوْمُنَا وَعَادُوا النَّبِيَّ الصَّادِقَ، وَكَذَّبُوهُ وَاَرَادُوا قَتْلَهٗ، وَاَرَادُونَا عَلٰى عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ فَفَرَرْنَا اِلَيْكَ بِدِيْنِنَا وَدِمَائِنَا مِنْ قَوْمِنَا۔'']

''یہ دین ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک آدمی لے کر آیا ہے، جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں، اس کے حسب ونسب سے (بھی) ہم خوب واقف ہیں، انہیں اللہ نے ہماری طرف ایسے ہی بھیجا جیسے اللہ نے اور رسولوں کو ہم سے پہلے لوگوں کی طرف بھیجا۔ ہمارے نبیؐ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں ۱۔ نیکی کرنے کا حکم دیا ۲۔ اور صدقہ کرنے ۳۔ وعدہ پورا کرنے ۴۔ امانت ادا کرنے کا حکم دیا ہے ۵۔ بتوں کی عبادت کرنے سے ہمیں روکا ہے اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کا حکم دیا ہے، ہم نے انہیں سچا مان لیا ہے اور ان کاموں کی وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور اس سچے نبی کی بھی دشمن بن گئی اور انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور ان کو قتل کرنا چاہا اور (ہماری قوم) ہم سے بتوں کی عبادت کروانا چاہتی ہے (اس وجہ سے) ہم اپنے دین اور اپنی جان کو لے کر اپنی قوم سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں۔''

اس گفتگو اور تقریر کو بار بار پڑھئے اور یہ پیشِ نظر رکھ کر پڑھئے کہ نجاشی شاہ حبش اپنے اسمبلی ہال میں بیٹھا ہے کابینہ اور ارکانِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ موجود ہیں اور عیسائیت کے علمبردار پادریوں کے علاوہ جرنیل وہاں موجود ہیں اور سفیرانِ مکہ بھی یہ گفتگو براہِ راست سن رہے ہیں اس ماحول میں مہاجرین وہ مہاجرین جو کسی سکول و کالج و یونیورسٹی و مدرسہ میں درسِ نظامی یا پی ایچ ڈی کر کے نہیں آئے بلکہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ کر آئے تھے، لیکن خطاب جس میں پوری کی پوری دعوتِ اسلامی بھی موجود ہے اور مکہ مکرمہ میں کفارِ مکہ کی درندگی اور سفاکیت کا عکس بھی موجود ہے اور اسلامی اخلاقیات کا نچوڑ بھی موجود ہے اور مکہ سے فرار ہو کر حبش میں دین وایمان اور جان کو بچا کر آنے کے اسباب کا اظہار بھی موجود ہے اور تہہ منظر میں یہ تاثر بھی موجود ہے کہ مہاجرین کا شاہِ حبش اور حکومتِ حبش پر بھرپور اعتماد کا سرمایہ بھی موجود ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس گفتگو کو پڑھیئے اور دل سے پوچھئے کہ کتنا اعتماد و یقین ہے اس گفتگو میں اور کتنے دلائل کی دنیا سمودی گئی ہے اس گفتگو میں کتنی جرأت و بے باکی ہے۔ آج امت مسلمہ کے اندر ان اوصاف کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اپنے وطن میں ہوں یا دیارِ غیر میں وہ اسلام کے سفیر بن جائیں اور پوری جرأت و بہادری کے ساتھ اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کریں یہ اور ایسے دیگر خطابات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مہاجرین کا ہر فرد حبشہ میں جا کر اسلام کا مبلغ بن کر سامنے آیا اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہوگئی کہ مکی زندگی ایک تربیت گاہ تھی جس میں آنحضرت ﷺ نے امت کو ایک تربیتی نظام عطا کیا تھا اور اس نظام کی برکات کی ایک عمدہ مثال یہ ہے جو مہاجرین حبش نے ہمارے سامنے پیش کی ہے۔

۸۔ مہاجرین حبش کے ہیروز

یوں تو مہاجرین و مہاجرات کا ہر فرد ہمارے لئے ہیرو ہے اور تا قیامت ہیرو رہیگا میں یہاں مہاجرین حبشہ میں سے صرف تین ہیروز کا انتخاب موزوں سمجھتا ہوں دو مرد اور ایک خاتون۔ ۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ۲۔ حضرت زبیر بن العوامؓ اور ۳۔ حضرت ام سلمہؓ۔ ان تینوں کا جو کردار حبشہ میں نکھر کر سامنے آیا ہے مختصراً اس کا تذکرہ ضروری ہے۔

☆ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب

یہاں پر ان کی سیرت کا احاطہ مطلوب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔ اختصار کے ساتھ اتنا بتانا مطلوب ہے کہ حبش پہنچ کر حضرت جعفرؓ نے مشکل ترین حالات میں اسلام کی ترجمانی کا حق کیسے ادا کیا؟ جعفر بن ابی طالب حضرتِ علیؓ کے سگے بھائی تھے۔ آنحضرت ﷺ ایک دن حضرتِ علیؓ کے ساتھ نماز میں مشغول تھے۔ اگرچہ دورِ نبوی کا آغاز تھا اور اب تک صرف اکتیس بتیس لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ جنابِ ابو طالب نے آپؐ کو اور اپنے بیٹے علیؓ کو عبادت میں مشغول دیکھ کر جعفرؓ کو کہا کہ تم بھی اس عبادت میں شریک ہو جاؤ چنانچہ انہوں نے آپؐ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور اس طرح صحبتِ نبوی میں رہ کر السابقون الاولون میں شامل ہو گئے۔ مشرکین مکہ کی ستم رانیوں سے تنگ آ کر صحابہ و صحابیات نے مکہ مکرمہ سے حبش کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرتِ جعفرؓ بھی ان کے ہمراہ حبش پہنچے۔ سفیرانِ مکہ نے جب نجاشی کو وزراء و مشیران کے ذریعہ اور پھر براہِ راست نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا اور طرح طرح کے الزامات لگا کر ان کو نجاشی کے دربار میں بار بار بلوایا۔ تو ایک موقع پر حضرت جعفرؓ نے خطاب میں عرب جاہلیت کے ساتھ ساتھ اسلام کا بھی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، اور رشتوں ناطوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توڑتے تھے۔ پڑوسی سے بُرا سلوک کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک آدمی کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا جس کے حسب نسب کو، سچائی اور امانت داری کو، اس کی پاکدامنی کو، ہم پہلے سے جانتے تھے۔

انہوں نے ہمیں اللہ عزّ وجل کی طرف بلایا کہ ہم اُسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے ہم انہیں چھوڑ دیں، اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے حرام کاموں اور ناحق خون بہانے سے رک جانے کا حکم دیا، اور ہمیں بے حیائی کے کاموں، جھوٹی گواہی دینے، یتیم کا مال کھا جانے سے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے روکا اور ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔''

اس خطاب میں کتنا اختصار اور کتنی جامعیت ہے کونسی بات ہے جو اس میں نہیں کہی گئی عرب کی جاہلانہ معاشرت کا کتنا بلیغ اور جامع تعارف ہے اور کتنے خوبصورت انداز میں آنحضرتؐ کی شخصیت، آپکی رسالت اور آپکی دعوت کا چند جملوں میں تعارف ہے اور جب سفیرانِ مکہ نے۔'' یہ کہہ کر نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو آپ کا ہے، تو نجاشی نے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو اپنے ہاں طلب کیا۔ یہ مرحلہ مہاجرین کے لئے نہایت پریشان کن تھا۔ نجاشی کے بلانے پر سب سے پہلے مہاجرین ایک جگہ پر جمع ہوئے''۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ ایسی پریشانی ہم پر کبھی نہیں آئی تھی جتنی اس بلاوے پر آئی تھی اس مشاورت کا ایجنڈا یہ تھا کہ جب نجاشی تم سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھے گا تو تم ان کے بارے میں کیا کہو گے؟ تو اس مجلس میں مسلمانوں نے طے کیا کہ اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو ہمارے نبیؐ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں، ہم وہی بات کہیں گے جو سچی ہے اس کے نتیجے میں خواہ کچھ بھی ہو جائے، چنانچہ مسلمان مہاجرین نجاشی کی خدمت میں پہنچے تو اس نے کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے بھرے دربار میں نجاشی کو مخاطب کر کے کہا:''۔

[نَقُوْلُ فِيْهِ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ نَبِيُّنَا ﷺ:" هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَرُوْحُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ الْعَذْرَاءِ الْبُتُوْلِ۔"]

''ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ کچھ کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا تھا۔''

یوں تو نجاشی کی پارلیمنٹ میں حضرت جعفرؓ کے جتنے خطابات ہیں عمدہ، لاجواب، پرتاثیر اور رہتی دنیا تک شاہکار ہیں تاہم اپنے اس خطاب میں جب حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات نمبر ایک سے چالیس تک تلاوت کی ہوگی تو پارلیمنٹ کا کیا منظر ہوگا۔ وہ منظر ملاحظہ فرمائیے۔

["فَبَكَى النَّجَاشِيُّ حَتّٰى اَخْضَلَ لِحْيَتَه، وَبَكَتْ اَسَاقِفَتُه، حَتّٰى اَخْضَلُوْا مَصَاحِفَهُمْ حِيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَمِعُوْا مَا تُلِيَ عَلَيْهِمْ. ثُمَّ قَالَ النَّجَاشِيُّ: إِنَّ هٰذَا وَالَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰى ليخرج مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ، إِنْطَلِقَا، فَوَاللّٰهِ لَا اسلمهم إِلَيْكُمْ أَبَدًا وَلَا أَكَادُ"]

(حیاۃ الصحابہ: ج:۱: ص:۳۵۰-۳۵۱ بحوالہ مسند احمد)

(سورہ مریم کی یہ آیات سن کر) نجاشی اتنا رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی اور نجاشی کے بڑے پادری بھی اتنا روئے کہ انکی کتابیں گیلی ہوگئیں۔

سورۂ مریم کی یہ آیات کیا ہیں؟ گذشتہ صفحات میں دوبارہ ان آیات کی تلاوت کیجئے اور ترجمہ دیکھئے بالخصوص آیات سولہ تا چالیس کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''اور اے نبی اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو۔ جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر شرقی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھی۔ اور پردہ ڈال کران سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اسکے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوگیا۔ مریم یکا یک بول اٹھی کہ اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہوکر رہنا ہے۔ مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی'' کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا۔ فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا'' غم نہ کر۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔ پھر وہ اس بچے کو لیے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اے مریم یہ تو تو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن۔ نہ ترا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا'' ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔؟ بچہ بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب کہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جب کہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔ یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہوجا اور بس وہ ہوجاتی ہے۔ (اور عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ) اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس تم اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ مگر پھر مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا جب کہ وہ ایک بڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن دیکھیں گے۔ جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے اس روز تو ان کے کان بھی خوب سن رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں بھی خوب دیکھتی ہوں گی، مگر آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں: اے نبیؐ اس حالت میں جب کہ یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں، انہیں اس دن سے ڈراؤ جب کہ فیصلہ کر دیا جائے گا اور پچھتاوے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ آخر کار ہم ہی زمین اور اسکی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔''

''بس پھر کیا تھا نجاشی''۔ خطابات حضرت جعفرؓ اور قرآن حکیم کا یہ حصہ سن کر فوراً مسلمان ہو گیا دوسرے الفاظ میں یہ کہ حضرت جعفر نے اپنی خطابت کے زور پر حبش کو مسخر کر لیا۔ آج اس دور فتن میں جبکہ عیسائیت اور اس کی تہذیب دنیا کا ملجا و ماوٰی بنتی جا رہی ہے ضرورت ہے کہ مسلم امہ کا ہر فرد حضرت جعفرؓ کا کردار ادا کرے۔ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنت کو لیکر نکلے اور دلائل کی قوت پر وقت کے چیلنجز کا مقابلہ کرے اور دنیائے عیسائیت و یہودیت تک اسلامی تعلیمات کو ان کے ایوانوں، گلی بازاروں تک پہنچا کر صراط مستقیم کی طرف لانے کا اہتمام کرے آج بھی ہمارے پاس وہی قرآن ہے اور اسوۂ رسول ہے۔ بس سب سے زیادہ طاقتور اسلحہ تو مسلمانوں کے پاس موجود ہے مگر اس کو صحیح استعمال کرنے والے مسلمان موجود نہیں ہیں۔ دور حاضر پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے مسلمانو! اٹھو اور اللہ کی دھرتی پر پھیل جاؤ وقت کے نجاشی آج بھی دعوت قرآن سننے کے منتظر ہیں۔ قرآن سنانے والے جہاں جہاں پہنچیں گے غلبہ اسلام کے لئے اس طرح راہ ہموار ہوتی جائیگی جیسے حبشہ اور جزیرۃ العرب میں دنیا نے دیکھی۔

حضرت زُبیرؓ بن العوام کم عمر تیراک

نجاشی نے مسلمان مہاجرین بالخصوص حضرت جعفرؓ کے خطاب اور قرآن مجید کو سن کر اسلامی تعلیمات کی تصدیق کی تو اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا بھی اعلان کر دیا۔ اس پر حبش کے معزز سرداروں اور عیسائی پادریوں نے جو کہا تھا کہ ''۔ اللہ کی قسم! اگر حبشہ کے لوگوں نے (تمہاری اس بات کو) سن لیا تو تمہیں (بادشاہت سے) ہٹا دیں گے۔''

اور جب نجاشی کے اردگرد بیٹھے ہوئے کمانڈر بھی غصے میں بڑبڑانے لگے تو بالآخر نجاشی کے ابتلا کا وقت آن پہنچا کہ''۔ اچانک ایک دشمن نے ملک چھیننے کے لئے نجاشی پر چڑھائی کر دی اور دریائے نیل کے اس پار محاذ جنگ گرم ہو گیا۔ مہاجرین بھی اپنے مستقبل کے حوالے سے بہت پریشان تھے اور نجاشی کی کامیابی کے لئے شب و روز دعاؤں میں مصروف تھے کہ اس دوران مہاجرین کی مشاورت میں مسئلہ یہ زیر بحث تھا کہ آج کون محاذ جنگ پر جا کر جنگ کی تازہ ترین صورتحال معلوم کر کے آئے گا تو اس موقع پر حضرت زُبیر بن العوامؓ نے اپنی خدمات پیش کی یہ بیس اکیس سالہ نوجوان جو بالکل ابتداء میں پانچویں یا چھٹے نمبر پر مسلمان ہونے والے پُرعزم نوجوانوں میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے جرم میں چچا انہیں چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتے: کچھ بھی کر و اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔'' بس ان مظالم سے چھٹکارے کے لئے یہ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبش پہنچے اور نجاشی کے خلاف جب دشمن نے ملک چھیننے کے لئے حملہ کیا تو مہاجرین نے دریائے نیل کو عبور کرنے کے لئے ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کو دی اور انہوں نے وہ مشک اپنے سینے پر باندھ کر دریائے نیل میں چھلانگ لگائی اور مشک پر سوار تیر کر اس پار پہنچے اور پھر کچھ سفر پیدل کر کے محاذ جنگ پر پہنچے اور لشکر کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نجاشی اور اس کے لشکر کو فتح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطا فرمائی۔ حضرت زبیرؓ یہ تازہ ترین اور اہم خبر لے کر پھر اس مشک پر سوار ہوئے اور اس پار پہنچ کر ساحل سمندر سے دوڑ کر مہاجرین کی طرف رواں دواں ہوئے اور دور سے کپڑا لہرا کر خبر دے رہے تھے کہ اے مہاجرین تمہیں خوشخبری ہو کہ نجاشی کامیاب ہو گیا ہے اور اللہ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے اور اس کی حکومت کو مزید مضبوط اور مستحکم کر دیا ہے۔''

حضرتِ زبیرؓ بن العوام کم عمر ہونے کے باوجود ایک عمدہ''۔تیراک۔'' تھے، بچپن میں جو تیراکی کی تربیت حاصل کی تھی آج وہ ایک عظیم مقصد کے لئے کام آ گئی۔ اس لئے ہر دور کی جو ایجادات ہیں ان کی تعلیم حاصل کرنا اور تربیت لینا جس حد تک ممکن ہو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ سائیکل، موٹر سائیکل، کار، جیپ، ٹرک، ٹریکٹر، کوچ، بس، ہیلی کاپٹر، جہاز، تیر، تلوار، توپ، مارٹر گن، ٹینک، آبدوز، کشتی۔ غرض دورِ جدید کی ہر قسم کی ٹیکنالوجی سے ایک مسلمان کو باخبر اور ماہر ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت زبیر بن العوام اپنے دور کے ایک فن''۔تیراکی۔'' کے ماہر تھے۔ تاکہ بوقت ضرورت حسبِ حالات یہ مہارت انسان کی ذاتی ضرورت میں بھی کام آئے اور تحریکی ضروریات کو بھی بوقتِ ضرورت پورا کر سکے۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کا حسنِ کردار

مہاجرین حبشہ میں خواتین کی تعداد بائیس تھی، اس ہجرت میں مردوں کے شانہ بشانہ یہ خواتین بھی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ حبشہ کی پارلیمنٹ ہو یا اس کے رہائشی و کاروباری مراکز ہر جگہ اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے وہ بھی غلبہء اسلام کی اس جدوجہد میں برابر کی شریک تھیں۔ لیکن میں یہاں حضرت ام سلمہؓ کا تذکرہ صرف ایک پہلو سے ضرور کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے مہاجرینِ حبشہ کی سرگرمیوں کی رپورٹنگ، اگرچہ مہاجرینِ حبشہ میں مردوں کی تعداد 93 تھی تاہم ان میں سے عینی شاہدین میں سے صرف چند صحابہء کرام یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور خود حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے چشم دید حالات کو مختصراً بیان کیا ہے۔ ہجرت کرنیوالی کچھ خواتین مثلاً حضرت ام عبداللہ بنت ابی حثمہؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے بھی اپنے اپنے انداز میں ہجرتِ حبشہ کے حالات و واقعات کی تصویر کشی کی ہے وہ آج بھی تاریخ اسلام کا طالب علم مسند احمد، طبرانی، مجمع الزوائد للہیثمی، بزار، ابن حبان، الحلیہ، بیہقی، البدایہ والنہایہ، الاصابہ، حاکم فی المستدرک، کنز العمال، بخاری، مسلم، طبقات ابن سعد میں دیکھ سکتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ نے حالات جس تفصیل اور عمدگی سے بیان کئے ہیں اس سے ایسا لگتا ہے جیسے قاری براہِ راست مشاہدات کر رہا ہے اور اس کو کسی قسم کی کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔

میرا خیال یہ ہے کہ اسلام کے اس ابتدائی دور میں ایک خاتونِ خانہ کا اتنا متحرک اور فعال ہونا اور تاریخ اسلامی کے اس سنہری باب کو اس کی جزئیات سمیت اتنی کثرت سے بیان کرنا کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس میں کوئی تشنگی محسوس نہ ہو یہ ان کا بے مثال اور لازوال کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک پڑھا اور لکھا اور بیان کیا جاتا رہیگا اور یہ آج کی عورت کے سامنے بھی ایک عملی نمونہ ہے جو خواتین اسلام کے لئے ایک قابلِ تقلید اسوہ ہے ایسا اسوہ و نمونہ جسے عملاً اختیار کرنے کی ضرورت ہے اگر آج کی خاتون بھی غلبہء اسلام کی عملی جدوجہد میں اسی طرح شریک ہو جائے تو انقلاب کی منزل بہت قریب آ جائے۔ کیا خواتین اسلام اس سوال پر غور کرنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے تیار ہیں کہ اپنی سنہری تاریخ پڑھ کر اپنا موازنہ اس دور کی خواتین سے کریں گی اور مل بیٹھ کر ایسا لائحہ عمل وضع کریں گی کہ غلبہ اسلام کی تحریک میں وہ بھی کارکنان تحریک اسلامی کے شانہ بشانہ نظر آئیں۔

۹۔ اہل کتاب کے ساتھ مکالمات کا آغاز

ہجرت حبشہ سے اہل کتاب بالخصوص عیسائی دنیا سے مذاکرات، تبادلہ خیالات اور باہم مکالمات کا دروازہ کھل گیا۔ مہاجرین نے جس عمدہ طریقے سے مثبت انداز میں اعتدال اور رواداری کے ساتھ اسلام کا تعارف پیش کیا اس سے اہل حبش کی نگاہیں مکہ مکرمہ کی طرف سے ابھرتی ہوئی اسلامی تحریک کی طرف اٹھتی چلی گئیں۔ حبش کے اندر مسلمانوں کو اپنی دعوت پہنچانے کا خوب موقع مل گیا۔ باشندگانِ حبش ان مسلمانوں کے پاس آ کر دین حق کے بارے میں معلومات لینے لگے اور جن لوگوں کی یہاں تشنگی دور نہ ہوئی تو انہوں نے یہاں سے مکہ مکرمہ کا رختِ سفر باندھا اور وہاں پہنچ کر براہِ راست آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر سوالات و جوابات کئے اور اپنے شبہات کا ازالہ ہو جانے کے بعد وہیں مسلمان ہو کر واپس حبش لوٹے تو اسلام کے علمبردار بن کر لوٹے۔

دور حاضر میں بھی باہمی طور پر افہام و تفہیم کے لئے ان مکالمات کی ضرورت ہے، ہم پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبودِ برحق ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور حقوق واختیارات میں وحدہٗ لاشریک ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے وہ ہر عیب سے پاک قادرِ مطلق ہے اس نے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔ اس نے حضرتِ آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تھا اور اس نے حضرت زکریاؑ کو اس وقت بیٹا عطا کیا جب وہ بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکے تھے جبکہ بیوی بانجھ تھی اس نے آنحضرت ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہیں قرآن کی صورت میں نظام زندگی عطا کیا ایسا نظامِ زندگی جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور آپ ﷺ ایسی شریعت لائے جو تا قیامت ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اس پر جس نے گفتگو کرنی ہو مسلمان اس کے لئے حاضر ہیں، عیسائیوں نے کرنی ہو یا یہودیوں نے ہندوؤں نے کرنی ہو یا کسی بھی غیر مسلم نے مکالمات کے لئے مسلمانوں کے دروازے رات دن کھلے ہیں لیکن دنیا کے معروف اصولوں اور ضابطوں کے مطابق۔

۱۰۔ اے اصحمہ و مہاجرین تم پر لاکھوں سلام

آنحضرت ﷺ نے جب مظلوم اہل ایمان کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی تو اس وقت ہی انہوں نے فرمایا: اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو'' خط کشیدہ الفاظ کو بغور پڑھیں تو آپؐ نے قبل از ہجرت نجاشی (اصحمہ) کو جو سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ: ''وہاں کا حکمران عادل ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' چنانچہ جب مسلمان وہاں پہنچے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحمہ نجاشی پر کیسی رحمت کی ہے کہ اس کے ہاں ظلم نہیں ہے عدل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے قریش کی سفارت پہنچی تو نجاشی نے ان کے مطالبے پر مسلمانوں کو حبش سے نکل جانے کا حکم جاری نہیں کر دیا بلکہ دو ٹوک کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کی قسم! انہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں ان کو بلا کر ان سے بات نہ کرلوں، اور ان کے معاملے میں غور نہ کرلوں، اس وقت تک میں انہیں واپس نہیں کرسکتا، انہوں نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور کسی اور کا پڑوس اختیار کرنے کی بجائے انہوں نے میرا پڑوس اختیار کیا ہے۔ اگر وہ ایسے ہی نکلے جیسے ان کی قوم والے کہہ رہے ہیں تو میں انہیں ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا اور اگر وہ ویسے نہ ہوئے تو میں ان کی ہر طرح حفاظت کرونگا اور ان کو واپس بھیج کر ان کی قوم کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں کروں گا۔''

نجاشی کے ان الفاظ پر غور کریں ایک ایک حرف عدل وانصاف پر دلالت کر رہا ہے۔ پھر جب مسلمانوں کو بلایا اور ان کی ساری بات سنی تو سفیرانِ مکہ کو دوٹوک انکار کردیا اور مسلمانوں کو باوقار طریقے سے اپنے ملک میں حقوقِ شہریت عطا کئے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مہاجرین سے قرآن مجید سن کر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے عیسائیت سے دستبردار ہوکر اسلام کو قبول کرلیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درخواستِ دعا بھجوائی چنانچہ آپؐ نے نجاشی کے لئے بایں الفاظ دعا فرمائی''۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلنَّجَاشِیِ۔ اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما۔

جس پر تمام مسلمانوں نے آمین کہا۔ آج ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ ''اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما'' کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ کی نجاشی پر۔ اے اللہ دورِ حاضر کے غیر مسلم حکمرانوں کو بھی نجاشی بننے کی توفیق عطا فرما اور ان کے دل کے دروازوں کو اسلام کے لئے کھول دے اور اے اللہ دورِ حاضر کے مسلمانوں کو بھی وہ شعور لگن اور جذبہ وایثار، اور دعوت الی اللہ کے جذبوں سے معمور فرما جس طرح کہ تو نے مہاجرین حبشہ کو قرآن وسنت کا پیغام نجاشی حکمرانِ حبش اور اس کی قوم تک پہنچانے کی ہمت وتوفیق بخشی اور جذبہ وشوق سے معمور فرمایا۔ اے مہاجرین حبش تم پر بھی کروڑوں سلام۔

۱۱۔ حبش تلوار کے بغیر اسلام کے لئے مسخر ہوگیا

اس وقت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے تحریک احیائے اسلام آگے بڑھ رہی ہے اسلام کا پیغامِ امن وآشتی دنیا میں پھیل رہا ہے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیّت سے عالمِ کفر لرزہ براندام ہے۔ اس لئے وہ دہشت گردی کو مٹانے کے نام پر جارحانہ انداز میں مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ ہم عالم کفر سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں اور ان کے اہل علم سے خصوصًا یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس سوال پر غور کریں گے اور عصبیّت سے بالا ہوکر اس کا ضرور جواب دیں گے کہ مہاجرینِ حبشہ جب مکہ مکرمہ سے نکل کر حبش گئے تھے تو مظلوم ومجبور ہوکر نہتے وہاں پہنچے تھے یا نہیں؟ اگر مسلح ہوکر گئے تھے تو ہمیں ضرور بتایا جائے اور اگر یہ امرِ واقعی ہے کہ وہ نہتے تھے اور حبش میں پرامن شہری بن کر رہے تو وہاں اسلام کو یہ پذیرائی کیسے ملی؟ اصحمہ نجاشی حکمرانِ حبش کیسے مسلمان ہوا؟ حبش سے سرزمین مکہ مکرمہ میں آکر جب وفودِ حبش نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی اور قرآن سن کر اور کردارِ سرورِ کائنات ﷺ کو دیکھ کر مسلمان ہوئے تو کیوں مسلمان ہوئے اور حبش ظلمت کدۂ عیسائیت سے نکل کر اسلام کا گہوارہ بنا تو کیوں؟ کیا حبش کو تلوار سے مسخر کیا گیا تھا؟ کیا حبش پر بم برسا کر عیسائیوں کا استیصال کیا گیا تھا؟ اس سوال پر ضرور غور وفکر کرنا چاہئے، آج جتنا غور وفکر اس سوال پر کیا جائے گا کہ اسلام پرامن نظامِ زندگی ہے وہ ظلم وبربریت کا خاتمہ چاہتا ہے، فساد فی الارض کا استیصال چاہتا ہے اور آفاقی نظامِ فطرت کے ذریعے لوگوں کو قوت کے بل پر نہیں دلیل کی بنیاد پر مائل بھی کرتا ہے اور قائل بھی کرتا ہے اور بالآخر دلوں کو مسخر بھی کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کامیاب ہوجاتا ہے۔بس یہی فلسفہ تھا جسے مہاجرینِ حبش نے استعمال کیا تھا اور حبش بغیر تیر تلوار اور بغیر جنگ کے مسخر ہوگیا تھا اور اگر آج کی دنیا پر بھی غور کیا جائے تو مسلمان ممالک میں سے کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس نے کسی غیر مسلم ملک پر جارحیت کی ہو۔اگر جارحیّت ثابت ہوگی تو عالمِ کفر کی طرف سے ثابت ہوگی وہ فلسطین میں ہو یا کشمیر میں،افغانستان میں ہو یا عراق میں،بوسنیا میں ہو یا شیشان میں غرض مسلمانوں پر جہاں وہ ہیں وہاں ان پر سفاکانہ جارحیّت جاری ہے اور مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ جس مکہ کی دھرتی پر مسلمان سفاکیت کا شکار ہوئے اور ظلم وتشدد کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کی راہ نکالی کہ حبش مسخر ہوگیا اور مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم ہوئی اور دنیا بھر میں اسلام غالب ہوا بعینہٖ آج کی جارحیّت اور سفاکیّت کی کوکھ سے غلبہءاسلام کے لئے راستے ہموار ہونگے اور بالآخر اسلام غالب آئیگا اور یہ غلبہ صرف مقامی نہیں ہوگا بلکہ عالمی ہوگا اور اسلام کے غلبے کو روکنے والی تمام سازشیں ناکام ہونگی اور ان شاءاللہ مخالف طاقتیں خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔

۱۲۔مہاجرین حبشہ کو وہ سب کچھ مل گیا جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا

مہاجرین کرام سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ”جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے،اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔کاش جان لیں وہ مظلوم جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب کے بھروسے پر کام کر رہے ہیں (کہ کیسا اچھا انجام ان کا منتظر ہے)“ (النحل:۱۶:۴۱)

چنانچہ حبش کے مہاجرین کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اچھا ٹھکانہ فراہم کردیا اتنا اچھا کہ شاید مکہ مکرمہ میں بھی ایسا ٹھکانہ میسر نہ تھا۔اور آخرت کا اجر تو ہے ہی صبر کرنے والے اہل ایمان کے لئے۔مہاجرینِ حبشہ کو مزید خوشخبری یہ عطا فرمائی کہ

> ”بخلاف اس کے جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب (ایمان لانے کی وجہ سے) وہ ستائے گئے تو انہوں نے گھربار چھوڑ دیئے،ہجرت کی سختیاں جھیلیں اور صبر سے کام لیا ان کے لئے یقیناً تیرا رب غفور ورحیم ہے۔(النحل:۱۶:۱۱۰)

اور سورۃ الانفال:۸:۷۴ میں ”بہترین رزق کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور جبکہ سورہ الحج:۲۲:۵۸ میں ”اچھا رزق دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔یہ سب کچھ مہاجرین کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔یاد رہے کہ قرآن مجید وقتی کتاب نہیں یہ ابدالاباد قیامت تک کے لئے ہے لہٰذا جو مواعید اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے حوالے سے کئے ہیں وہ اس وقت کے لئے بھی تھے اور آج کے مسلمانوں کے لئے بھی ہیں اور یہ وعدے تا قیامت مسلمانوں کے لئے رہیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

قیدِ شعبِ ابی طالب اور اس کا پیغام امت مسلمہ کے نام

ابوطالب کی صدارت میں بنی ہاشم و بنی مطلب کا اجتماع

معاہدۂ ظلم وستم کی تیاریاں عروج پر تھیں، گلی محلے میں موضوعِ زیرِ بحث یہ تھا کہ محمد ﷺ اور ان کی برپا کردہ غلبہ اسلام کی تحریک کو کیسے روکا جائے۔ قریشِ مکہ آنحضرت کو قتل کرنے کا حتمی اعلان کر چکے تھے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ:

﴿أَمْ أَبْرَمُوٓا۟ أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ۝ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝﴾ (الزخرف:۴۳: ۷۹-۸۰)

کیا اِن لوگوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟ اچھا تو ہم بھی پھر ایک فیصلہ کئے لیتے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انکی راز کی باتیں اور اِن کی سرگوشیاں سنتے نہیں ہیں؟ ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے اِن کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔''

اِن حالات میں جناب ابوطالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک مقام پر جمع کیا اور محمد کریم ﷺ کے بارے میں قریش مکہ کے ارادۂ قتل کا منصوبہ ان کے سامنے رکھا اور کہا کہ اب تک میں اپنے بھتیجے کی حفاظت وحمایت کا فریضہ تنہا انجام دیتا رہا ہوں۔ اب صورتحال بہت سنگین ہوگئی ہے لہٰذا اب یہ فریضہ ہم سب مل کر انجام دیں۔ چنانچہ ابوطالب کی یہ بات عربی حمیّت کے پیشِ نظر ان دونوں خاندانوں کے سارے مسلم وکافر افراد سب نے قبول کی ہاں صرف ابوطالب کا بھائی''۔ ابولہب۔'' ایک ایسا فرد تھا جس نے اسے منظور نہ کیا اور سارے خاندان سے الگ ہوکر کفار مکہ سے جاملا اور ان کا ساتھ دیا۔''

(سیرت ابن ہشام ج:۱ص:۲۶۹۔ مختصر السیرہ الشیخ عبداللہ ص:۱۰۶)

قید کے اسباب وعوامل

قریش مکہ تحریک اسلامی کی ارتقائی منازل کو دیکھ کر چکرا گئے تھے، ان کے سامنے ایک سوال تو یہ تھا کہ چند سال پہلے آنحضرتؐ صفاومروہ پہاڑیوں پر اور مکے کی گلی کوچوں اور بازاروں میں تن تنہا کھڑے ہوکر جو اعلان کررہے تھے کہ'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کا اقرار کرلوتو صرف فلاح ہی نہیں پاؤ گے بلکہ'' تَمْلِكُوا بِهَا الْعَرَب وتَدِلُّ لَكُمُ الْعَجَمُ وَإِذَا امَنْتُم كُنتُم مُلُوكًا فِي الْجَنَّةِ۔'' اس کلمے کی بدولت عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع ہوجائیگا اور جب تم ایمان لے آؤ گے تو جنت میں تم بادشاہ ہوگے'' آج وہ تن تنہا نہیں بلکہ ایک مضبوط اور مستحکم جتھا بن چکا ہے ایسا جتھا جس میں مکہ کے ہر قبیلہ بلکہ ہر گھر کا کوئی نہ کوئی فرد اس میں شامل ہو چکا ہے جور وستم اور کڑی نگرانی کے باوجود قریش مکہ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ایک سو سے زائد مرد وخواتین یکے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگرے حبش کی طرف ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور جب قریش مکہ حکمران ہوتے ہوئے بھی مہاجرینِ حبشہ کو ہر حربہ استعمال کرنے کے باوجود واپس لانے میں ناکام ہو گئے ہیں اور مسلمان وہاں عیش وعشرت کی زندگی ہی نہیں بلکہ حکمرانِ حبش کو دائرہ اسلام میں لاکر حبش میں اسلام کی دعوت کے لئے راہ ہموار کر لی ہے اور وہاں سے مرکز تحریک مکہ مکرمہ میں عیسائیوں کے وفود اسلام کو سمجھنے کے لئے آنا شروع ہو گئے ہیں جو اسلام قبول کرنے کے بعد دنیائے عیسائیت کو اسلام کی دعوت دینے میں مشغول ہوتے جا رہے ہیں اور اندرون ملک صورتحال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطّاب اور حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلام دور دراز قبائل میں پھیلنے لگا ہے۔ قریش دنگ تھے کہ جناب ابوطالب پر دباؤ کے باوجود ہم انہیں آنحضرت ﷺ کی تائید ونصرت سے دستبردار نہ کرا سکے پھر براہ راست آپ کو لالچ دیئے وہ بھی تمام تر ہتھکنڈے فیل ہو گئے ان حالات میں وہ بار بار سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اس تحریک کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ اس تناظر میں قریش مکہ کا ایک بڑا اجتماع وادی محصب کے مقام خیف میں منعقد کیا جس کا ایجنڈا یہ تھا کہ غلبہ اسلام کی اس تحریک کو موجودہ حالات میں کیونکر روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک متفقہ فیصلہ رقم کیا۔

بنو ہاشم و بنو مطلب کے خلاف ظلم وستم کا پیمان

قریش مکہ نے پارلیمنٹ دارالندوہ کو چھوڑ کر ایک عوامی اجتماع میں غور وخوض کے بعد جو اجتماعی طور پر معاہدہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ آج کے بعد قریش مکہ بنی ہاشم و بنی مطلب کے ساتھ شادی بیاہ اور کسی قسم کا رشتہ ناطہ نہیں کریں گے۔

۲۔ نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائیگی اور نہ انہیں کوئی چیز فروخت ہی کی جائے گی۔

۳۔ نہ بنی ہاشم و بنی مطلب کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں گے اور نہ کسی قسم کا ان سے میل جول ہی رکھیں گے، نہ ان کے گھروں میں جائیں گے اور نہ ان سے بات چیت ہی کریں گے۔

۴۔ اور نہ وہ بنی ہاشم کی طرف سے کبھی بھی کسی صلح کی پیش کش قبول کریں گے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کی مروت ونرمی ہی برتیں گے یہاں تک کہ

۵۔ بنی ہاشم و بنی مطلب آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے سپرد کر دیں۔"

قریش مکہ نے ملکر یہ جو فیصلہ کیا ہے اس کو بار بار پڑھیں۔ کتنا سنگین اور تباہ کن ہے یہ فیصلہ؟ کتنی شقاوت و بے دردی اور ہولناکی ٹپک رہی ہے اس فیصلے میں؟ اب ذرا آگے چلیں یہ فیصلہ لکھ کر کسی فائل میں نہیں لگا دیا گیا بلکہ اس صحیفہ ومیثاق کو کعبۃ اللہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا گیا تا کہ دنیا بھر سے آنے والے زائرین بیت اللہ اس کو پڑھیں اور بنی ہاشم و بنی مطلب کے قریب نہ جائیں اور اگر قریب جائیں تو اپنا انجام سوچ کر جائیں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد ج: ۲ ص: ۴۶ میں لکھا ہے کہ یہ صحیفہ لکھنے والا شخص عامر بن ہاشم تھا آنحضرت ﷺ نے اس پر بددعا کی تھی اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

طبقات ابن سعد کے مطابق صحیفہ بائیکاٹ لکھنے کے بعد جب اسے بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا گیا تو محرم ۷ نبوی کی چاند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات کو شعبِ ابی طالب میں قریش مکہ نے بنی ہاشم کا محاصرہ کرلیا۔ بنی مطلب بن عبد مناف بھی شعب ابی طالب میں بھاگ کر جمع ہو گئے۔'' قریش مکہ نے غلہ اور ضروری اشیاء روک لیں اور شعبِ ابی طالب میں اندر کوئی چیز نہیں جانے دیجاتی تھی یہ لوگ اس وادی سے صرف موسم حج میں نکلتے تھے اور پھر سال بھر وہاں بند رہتے تھے۔ یہ صورتحال مسلسل تین سال تک جاری رہی، ان تین سالوں میں اہل ایمان سمیت بنی ہاشم و بنی مطلب پر کیا بیتی اور قریش مکہ کا کردار کیا رہا؟ یہ تفصیلات بڑی سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ انہیں یہاں درج کیا جاتا ہے۔

اسیرانِ شعبِ ابی طالب کے یہ تین سال کیسے گذرے

شعبِ ابی طالب سے مُراد وہ گھاٹی ہے جو کوہِ ابوقُبیس کی گھاٹیوں میں سے ایک تھی جس میں جناب ابوطالب رہتے تھے۔ اب اس کا نام شعبِ علی ہے اور اسے سُوق اللّیل بھی کہا جاتا ہے یہ گھاٹی مکہ کی سب جیل قرار دی جا چکی تھی۔ کسی فرد بشر کو اندر جانے کی اجازت تھی اور نہ باہر آنے کی اجازت، اسیرانِ شعب سے بول چال، رشتے ناطے، میل جول پر بھی پابندی تھی اور غلہ و دیگر ضروریات کے جانے پر بھی مکمل پابندی عائد تھی۔ اس صورتحال کا سب سے بڑا اثر بچوں پر پڑا طبقات ابن سعد کے مطابق'' اسیرانِ شعب پر سخت مصیبت آ گئی، شعب سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ یہ آوازیں سن کر قریش کے بعض لوگ تو خوش ہوتے اور بعض کو یہ بات ناگوار بھی گزرتی تھی۔''

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب ''سیرۃ النبیؐ'' میں روض الانف کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ابوطالب مجبور ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزیں ہوئے تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ چنانچہ سہیلی نے روض الانف میں تصریح کی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آ گیا میں نے اس کو پانی سے دھویا، پھر آگ پر بھونا اور پھر پانی میں ملا کر کھایا۔''

(سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی ج:۱ص:۲۴۵-۲۴۶)

تین سال کی مدت کا ذرا تصور کریں کہ اتنا لمبا عرصہ سوشل بائیکاٹ میں کس طرح وادی میں گزرا ہوگا۔ پانی لمحے لمحے کی ضرورت ہے، غلہ انسان کی بنیادی ضروریات کا حصہ ہے، بچوں بڑوں کے لئے دودھ، دہی، عام ضروریات زندگی تیل، صابن، علاج معالجہ غرض زندگی کی کتنی ضروریات ہیں جو انسانی زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ کیا ان ضروریات زندگی کی عدم دستیابی نے محصورین کے لئے عرصہ حیات تنگ نہیں کر دیا ہوگا، یقیناً ایسا ہی تھا۔ مسلمان تو یہ سب کچھ ایک بڑے مقصد کے لئے قید و بند اور یہ معاشی و معاشرتی مقاطعہ برداشت کر رہے تھے کہ ایک تو غلبہء اسلام کی جدو جہد ان پر فرض تھی اور وہ یہ فریضہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے انجام دے رہے تھے اور دوسرے انہیں یہ یقین حاصل تھا کہ ہم جو قربانیاں دے رہے ہیں اُن سب کا صلہ کل قیامت کو اللہ تعالیٰ ضرور دے گا لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب کے غیر مسلم لوگ تو محض خاندانی اور قبائلی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرنے اور آپؐ کی جان کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اخلاقی طور پر پابند تھے اس کے باوجود بھی انہوں نے تین سالہ قید و بند کو بخوشی قبول کیا اور کہیں بھی کوئی کمزوری نہیں دکھائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرفیو کے دوران جس طرح کچھ دیر کے لئے پابندی اُٹھائی جاتی ہے اسی طرح ان محصورین کے لئے بھی حج کے زمانے میں یہ پابندی اُٹھائی جاتی تھی کہ وہ کچھ خریدنا چاہیں تو خرید لیں تا کہ بیرون دنیا قریش کی بدنامی نہ ہو پھر حج کا زمانہ گزرنے کے بعد یہ لوگ دوسرا حج آنے تک اپنے محلے میں بند رہتے تھے۔ مکہ میں باہر سے جو تاجر آتے جو اس مقاطعہ کے پابند نہ تھے اُن سے محصورین اگر کوئی چیز خریدنے کی کوشش کرتا تو قریش مکہ ان کی اس کوشش کو بھی دو طریقوں سے ناکام کرنے کی جدوجہد کرتے پہلی کوشش یہ کرتے کہ مکہ میں درآمد ہونے والا مال قریش مکہ جلدی جلدی خرید لیتے تا کہ محصورین ان سے کوئی چیز نہ خرید سکیں اور دوسری صورت یہ تھی کہ محصورین کو کوئی چیز خریدتے ہوئے دیکھتا تو کہنے والا پکار کر کہتا کہ اے تاجر ان سے اتنی زیادہ قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں، پھر میں وہی چیز تم سے خرید لوں گا اور تمہارا نقصان نہ ہونے دوں گا۔'' (سیرت سرور عالم جلد دوم۔ ص: ۵۰۲ بحوالہ ابن سعد وابن ہشام)

تین سالہ دور اس میں جہاں قریش مکہ کا محاصرہ بڑی سختی کے ساتھ جاری تھا اور محصورین کی ایسی ناکہ بندی کر دی گئی تھی کہ ان کو کھانے پینے کی چیزیں پہنچنے کے تمام راستے بند تھے اور جب نہ کوئی چیز بیچ سکتے تھے اور نہ خرید، ان کے پاس قوت خرید تھی کہاں کہ وہ کچھ خرید سکتے۔ ان حالات میں جب بچے اور خواتین کی دھاڑیں نکلتیں تو اس پر خوش ہونے والے خوش ہوتے لیکن کچھ لوگ رشتوں ناطوں کی وجہ سے اور کچھ لوگ ویسے ہی نرم دل تھے کہ سسکنے اور بلکنے کی آوازیں سن کر چوری چھپے صلہ رحمی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس حوالے سے چند واقعات ملاحظہ کریں۔

حکیم بن حزام ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے تھے وہ کبھی کبھار موقع پا کر کھانے پینے کی چیزیں اپنی پھوپھی کے پاس بھجوا دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک لڑکے کے ہاتھ کچھ غلہ بھیجا تو موقع پر ابوجہل نے پکڑ لیا اور کہا کہ ''تم بنی ہاشم کے لئے خوراک کا سامان لے جا رہے ہو؟ اچھا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا جب تک مکہ بھر میں تم کو رسوا نہ کر دوں'' : ابن اسحٰق کے حوالے سے سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ اس اثنا میں ابوالبختری بن ہشام جو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کا قریبی رشتہ دار تھا وہاں پہنچ گیا اور اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ بنی ہاشم کے لئے غلہ لے جا رہا ہے۔ ابوالبختری نے کہا اس کو چھوڑ دے، یہ اس کی پھوپھی خدیجہؓ کا غلہ ہے جو وہ ان کے پاس لے جا رہا ہے۔ کیا تو ان کی اپنی چیز ان کے پاس نہیں لے جانے دیگا؟ ابوجہل نے انکار کیا۔ اس پر ابوجہل اور ابوالبختری کی لڑائی ہوگئی۔ ابوالبختری نے ابوجہل کو بُری طرح رگیدا حتی کہ اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس سارے منظر کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے تھے، اس لئے دونوں کافروں نے شرما کر اپنا جھگڑا ختم کر دیا تا کہ بنی ہاشم اس پر خوش نہ ہوں ہشام بن عمرو العامری کے بارے میں بھی روایات میں آیا ہے کہ وہ بھی خفیہ طریقے سے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہتا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ اونٹ پر غلہ لاد کر رات کے وقت شعب ابی طالب کے ایک سرے پر لاتا اور اس کو گھاٹی کے اندر دھکیل دیتا جسے محصورین پکڑ لیتے اور غلہ اتار کر اونٹ کو واپس چھوڑ دیتے۔ قریش والوں نے اس کو بھی دھمکیاں دیں، مگر ابوسفیان نے کہا چھوڑو اس کو ایک آدمی جو رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر رہا ہے۔

(سیرت ابن ہشام۔ ج: ۱ ص: ۳۸۷ وص: ۴۱۰)

اس صورتحال کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش مکہ کی آپس میں ٹھن گئی اور اندر ہی اندر رسہ کشی شروع ہوگئی کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ہم نے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ہی دن قید و بند اور معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کی مخالفت کی تھی کیونکہ یہ سب لوگ کچھ بھی ہیں بہر حال ہمارے عزیز اور رشتہ دار ہیں، دیکھا قرابت داری کی وجہ سے وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور کچھ لوگ معاہدے پر سختی سے خود عمل پیرا بھی تھے اور دوسروں سے بھی ان کا مطالبہ تھا کہ وہ بھی میثاقِ ظلم و ستم کی پابندی کریں۔ بس اس کشمکش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرمایا جس کے نتیجے میں قریشِ مکہ کے اندر محصورین کے حق میں پانچ حق شناس شخصیات نے حکمت کے ساتھ ناانصافی پر مبنی اس میثاقِ ظلم وجور کے خلاف آواز بلند کی۔

ان پانچ شخصیات کے نام یہ ہیں ۱۔ہشام بن عَمر و العامری ۲۔زہیر بن ابی امیہ بن المغیرۃ المخزومی ۳۔المطعم بن عدی ۴۔ابوالبختری بن ہاشم ۵۔زمعۃ بن الاسود بن المطلب ابن اسد۔

معاہدۂ ظلم وستم کا بُرا انجام

قدرتِ خُداوندی کا کرشمہ دیکھیے کہ بیک وقت دو طرح اِس معاہدۂ ظلم وستم کا بُرا انجام ہوا پہلا اس طرح کہ قریشِ مکہ کی باہمی کشمکش میں خود گھر کے افراد ہی نے اس کو چاک کر دیا اور دوسرا اس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے جناب ابو طالب کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کیڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس معاہدہ کو کھا گئے اور اس میں سے صرف اللہ عزوجل کا نام باقی رہ گیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ا۔محرم سنہ ۱۰ نبوی کو ظالمانہ عہد و پیمان کے خاتمے کا اعلان ہو گیا اس کا اصل سہرا تو قبیلہ عامر بن لوئ کے ہشام بن عمرو العامری کے سر ہے یہ بات آپ کے علم میں آچکی ہے کہ یہ شخص رات کی تاریکی میں چپکے چپکے شعب ابی طالب کے اندر غلہ (بلکہ کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی) بھیج کر بنو ہاشم و بنو مطلب کی مدد کیا کرتا تھا۔ یہ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ المخزومی کے پاس گیا (زہیر کی ماں عاتکہ عبد المطلب کی صاحبزادی یعنی ابو طالب کی بہن تھیں) اور اس سے کہا'' زہیر! کیا تمہیں یہ گوارہ ہے کہ تم تو مزے سے کھاؤ، پیو اور تمہارے ماموں کا وہ حال ہے جسے تم جانتے ہو؟ زہیر نے کہا: ''افسوس! میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ ہاں اگر میرے ساتھ کوئی اور شخص ہوتا تو میں اس صحیفے کو پھاڑنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا۔'' ہشام نے کہا اچھا تو ایک آدمی اور موجود ہے۔ زہیر نے کہا کون ہے؟ کہا میں ہوں۔ زہیر نے کہا، اچھا تو اب تیسرا آدمی تلاش کرو۔''

اس پر ہشام، مطعم بن عدی کے پاس گیا اور بنو ہاشم اور بنو مُطّلِب سے جو کہ عبدِ مناف کی اولاد تھے مطعم بن عدی کے قریبی تعلّق کا ذکر کر کے اسے ملامت کی کہ اس نے ظلم پر قریش کی ہمنوائی کیونکر کی؟ (یاد رہے کہ مطعم بن عدی بھی عبدِ مناف ہی کی نسل سے تھا) مطعم نے کہا: ''افسوس! میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں۔'' ہشام نے کہا ایک آدمی اور موجود ہے۔ مطعم نے پوچھا کون ہے؟ ہشام نے کہا میں۔ مطعم نے کہا اچھا ایک تیسرا آدمی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا: یہ بھی کر چکا ہوں۔ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا زُہیر بن ابی امیہ، مطعم نے کہا اچھا تو اب چوتھا آدمی تلاش کرو'' اس پر ہشام بن عمرو، ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو کی جیسی مطعم سے کی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالبختری نے ہشام کی باتیں سن کر کہا: ہشام بھلا کوئی اس کی تائید بھی کرنے والا ہے؟ ہشام نے جواب دیا ہاں۔ اس نے پوچھا کون؟ ہشام نے کہا: زُہیر بن ابی امیہ مطعم بن عدی اور میں۔ ابوالبختری نے کہا: اچھا تو اب پانچواں آدمی تلاش کرو چنانچہ ہشام کی نگاہ انتخاب زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد پر پڑی وہ ان کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے بنو ہاشم کی قرابت اور ان کے حقوق کا تذکرہ کیا۔ اس پر زَمعہ بن اسود نے کہا: ہشام جس کام کے لئے تم مجھے بلا رہے ہو اس سے کوئی اور شخص بھی متفق ہے، ہشام نے اثبات میں جواب دیا اور سب کے نام زمعہ بن اسود کو بتا دیئے۔

ان ملاقاتوں اور خفیہ مذاکرات کے بعد یہ سب لوگ مقام جیجون کے پاس جمع ہوئے اور آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ یہ ظالمانہ دستاویزِ مقاطعہ کو چاک کرنا ہے۔ حکمتِ عملی کے طور پر زہیر نے کہا کہ: میں عہد نامہء مقاطعہ کو چاک کرنے کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کروں گا اور پھر آپ لوگ ایک ایک کر کے اس کی تائید و حمایت کا اعلان کریں گے۔

صبح ہوئی تو سب لوگ حسب معمول اپنی اپنی محفلوں میں پہنچے۔ زُہیر بن ابی اُمیہ بھی ایک نیا جوڑا زیب تن کر کے پہنچا۔ اس نے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا:

"مکے والو! کیا ہم کھانا کھائیں، کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم اور بنو مطّلب تباہ و برباد ہوں، نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچا جائے اور نہ اُن سے کچھ خریدا جائے۔ خُدا کی قسم میں بیٹھ نہیں سکتا یہاں تک کہ اس ظالمانہ اور پارہ پارہ کر دینے والے اس عہد نامہ کو جو بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کیا گیا ہے چاک نہ کر دیا جائے۔"

ابو جہل...... جو مسجدِ حرام کے گوشے میں بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا کہنے لگا: زُہیر! تم غلط کہتے ہو، خُدا کی قسم اُسے پھاڑا نہیں جا سکتا۔"

اس پر زمعہ بن اسود نے بیانگِ دُہل پکار کر کہا: تم زیادہ غلط کہتے ہو، جب یہ قراردادِ ظلم و ستم پاس کی جا رہی تھی تب بھی ہم اس سے راضی نہ تھے۔"

اس کے بعد ابوالبختری بن ہاشم نے اعلان کیا کہ": زمعہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے نہ ہم راضی ہیں نہ اسے ماننے کے لئے تیار ہیں۔" اس کے بعد مطعم بن عدی کھڑے ہوئے اور کہا": تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ ہم اس صحیفہ سے اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے اللہ کے حضور اعلانِ برأت کرتے ہیں۔" پھر ہشام بن عَمرو نے بھی اسی طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ابو جہل نے یہ صورتحال دیکھ کر کہا": ہاں یہ بات سمجھ آ گئی ہے! یہ سب رات کو منصوبہ بنایا گیا ہے، اور اس کا مشورہ یہاں نہیں کہیں اور جگہ بیٹھ کر کیا گیا ہے۔

ابوطالب کی بیت اللہ میں آمد اور معجزانہ خبر پر خطاب

قدرتِ خداوندی کا یہ ایک عجیب کرشمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی کہ مقاطعہ کی دستاویز میں جور و ظلم اور قطع رحمی کا جو مضمون لکھا گیا تھا اُس سب کو دیمک چاٹ گئی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے اس اہم خبر کا ذکر جب آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے سامنے کیا تو انہوں نے پوچھا "۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں اِس کی خبر دی ہے؟" آپؐ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:''جی ہاں''..جناب ابوطالب نے پوچھا اب کیا کرنا چاہئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا'':میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ اپنے بہترین کپڑے پہن کر قریش کی طرف نکلیں اور ان کو یہ خبر دیں چنانچہ سب نکلے اور حجر میں پہنچے جہاں قریش کے بڑے اور دانا لوگ بیٹھا کرتے تھے۔ابوطالب اور ان کے ساتھ ان کے اعزہ واقارب کو آتے دیکھ کر سب حاضرین کی نگاہیں ان کی طرف اُٹھ گئیں (جب ابوجہل اور زُبیر اور ان کے دیگر رفقا کا جھگڑا اور بحث ومباحثہ چل رہا تھا) اور وہ سوچنے لگے کہ آخر ابوطالب کیا کہنا چاہتے ہیں۔جناب ابوطالب نے وہاں پہنچتے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہا''ہم ایک بات لے کر آپ کے پاس آئے ہیں،اس کا وہ جواب دو جو تمہارے نزدیک درست ہو''سرداران قریش نے کہا'':خوش آمدید،اهلاً وّ سهلاً،ہمارے پاس وہ بات ہے جو آپ کو خوش کرنے والی ہو۔آپ کیا چاہتے ہیں''۔جناب ابو طالب نے کہا'':میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اور خُدا کی قسم اس نے کبھی جُھوٹ نہیں بولا ہے۔اب تم وہ دستاویز منگوا کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچّی ہے تو ہمارے ساتھ اپنی قطع رحمی سے باز آجاؤ اور جو کچھ اس دستاویز میں تم نے لکھا تھا اسے ختم کردو۔اگر وہ جُھوٹا ہے تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گا،پھر تمہیں اختیار ہے،چاہو قتل کردو،چاہو زندہ رہنے دو''حاضرین قریش نے کہا کہ آپ نے یہ انصاف کی بات کہی ہے۔پھر وہ دستاویز منگوائی گئی اور کھول کر دیکھا تو بات وہی سچّی نکلی جس کی خبر اللہ تعالیٰ کے رسول آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔اس پر کفارِ قریش کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور ان کے سر جھک گئے۔جناب ابوطالب نے کہا'':اب تم پر واضح ہو گیا کہ ظلم وستم اور قطع رحمی اور بدسلوکی کے مرتکب تم ہی ہوئے تھے۔پھر ہم کس قصور میں محبوس رکھے جائیں؟''پھر جناب ابوطالب اپنے ساتھیوں سمیت کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے گئے اور بیت اللہ کی دیواروں سے لپٹ کر انہوں نے دعا مانگی کہ''۔خدایا ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جنہوں نے ہم پر ظلم کیا،ہم سے قطع رحمی کی اور وہ کچھ اپنے لئے حلال کرلیا جو ہمارے معاملے میں اُن پر حرام تھا۔''جناب ابوطالب نے یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت اپنی شعب کی طرف واپس چلے گئے۔ان کے واپس جاتے ہی قریش کے بہت سے لوگوں نے اس ظلم پر ایک دوسرے کو سخت ملامت کی جو بنو ہاشم وبنو مطلب پر ڈھایا گیا تھا۔مطعم بن عدی،عدی بن قیس،زمعہ بن اسود،ابوالبختری بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ اور ہشام بن عمرو کی قیادت میں لوگ ہتھیار بند ہو کر شعب ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے کہا کہ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آباد ہوں۔''

اس طرح ظلم وستم کی دستاویز اپنے انجام کو پہنچی۔آنحضرت ﷺ اور بنو ہاشم،بنو مطلب کے تمام لوگ شعب ابی طالب سے نکل آئے اور مشرکین نے آپ کی نبوت کی ایک عظیم الشان نشانی دیکھی لیکن ان کا رویہ وہی رہا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ۝٢ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ۝٣﴾ (القمر:٥٤:١تا٣)

''قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں مُنہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔انہوں نے (اس کو بھی) جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات نفس ہی کی پیروی کی۔ہر معاملہ کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعب ابی طالب کا پیغام اُمّت مسلمہ کے نام

تین سالہ قید و بند اور معاشی و معاشرتی مقاطعہ میں اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام چند پیغامات ہیں۔ اس مقاطعہ سے جو اہم امور غور و خوض کے بعد سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ پہلی بات تو یہ سامنے آئی کہ مکہ میں اس وقت جو حکومت قائم تھی وہ نہایت ظالم و جابر تھی اور ہر قسم کی اخلاقیات سے کوری، سنگدل اور سفاک تھی جسے بچوں اور خواتین تک کی ضروریات اور حقوق تک کا خیال نہیں تھا۔ پھر عمر رسیدہ بزرگوں بالخصوص جناب ابو طالب جیسے مرنجان مرنج بھی تھے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ حکومت نہایتغیر مہذب اور غیر شائستہ بھی تھی، نیز یہ حکمران غیر جمہوری بھی تھے اس لئے کہ عقیدہ و مذہب کے بارے میں ہر شخص آزاد ہے چاہے وہ مسلمان بن کر رہے یا غیر مسلم کیونکہ فرمانِ ربانی ہے کہ

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرہ ۲:۲۵۶)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔''

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہاں اظہار رائے پر بھی پابندی تھی اگر قرآن مجید کے ان الفاظ کو سامنے رکھ لیا جائے کہ

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾

(حم السجدہ ۴۱:۲۶)

''یہ منکر حق کہتے ہیں کہ اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ۔''

تو اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ دلیل کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ طاقت کے بل پر وہ اس تحریک کو دبانا اور ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سب مرد و زن، بچوں اور بوڑھوں کا محاصرہ کر کے قید و بند میں ڈال دیا محصورین پر جو ستم ڈھایا گیا اس کی ایک جھلک تو آپ کے سامنے ہے لیکن اس وادی میں تو صرف بنو ہاشم و بنو مطلب محصور تھے، رہے مکہ مکرمہ میں رہنے والے دیگر مسلمان تو آپ ذرا تصور کریں کہ ان پر قریشِ مکہ نے کیا ظلم ڈھایا ہوگا۔ اس باب کو اگر کھول کر پڑھا جائے تو طویل بھی ہے اور المناک بھی ہے اس لئے اس المناک اور دردناک باب کا ہم الگ سے تذکرہ کریں گے۔

۲۔ معاہدۂ ظلم و ستم کا تجزیاتی مطالعہ

آپ بار بار اس معاہدہ کا مطالعہ کریں تو قریش مکہ کا مطالبہ صرف اور صرف ایک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے سپرد کیا جائے اور بس اس مطالبہ سے زائد اور کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ شادی بیاہ کا بائیکاٹ تھا تو اسی لئے، رشتوں ناطوں کا بائیکاٹ تھا تو وہ بھی اسی لئے اور اگر خرید و فروخت کا بائیکاٹ تھا یا میل جول اور سلام و کلام کا بائیکاٹ تھا تو محض اس لئے کہ قتل کر دینے کی غرض سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کیا جائے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ صلح کی بات چیت بھی ممکن نہیں، واضح اور دوٹوک مطالبہ ایک ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس سے کم پر وہ راضی نہیں تھے یہاں رک کر اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا قصور تھا جو آپؐ سے سرزد ہوگیا تھا جس کی پاداش میں آپؐ کو قتل کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ کیا عقیدۂ توحید اور دعوتِ توحید ایسا جرم تھا جس کی سزا سزائے موت سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ جی ہاں وہ اسلام کے ابھرتے ہوئے سورج کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ قریشِ مکہ کے دل و دماغ میں یہ الفاظ بار بار گونج رہے تھے کہ

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ (الضحیٰ ۹۳:۴)

اور یقیناً تمہارے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (الضُّحیٰ ۹۳:۵)

اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔'' اور

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الم نشرح: ۹۴:۴)

''تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا''

بس یہ خوف تھا جو ان کو کھائے جا رہا تھا اور ان کی رات کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئی تھیں اور دن کا سکون وچین برباد ہو کر رہ گیا تھا کہ جو کارواں فردِ واحد سے شروع ہوا تھا وہ کارواں اب مضبوط و مستحکم ہوگیا ہے اور وہ قریشِ مکہ کی حکومت کا تختہ کسی بھی وقت الٹ کر رکھ دیگا اس لئے وہ ذلیل حرکتوں پر اتر آئے تھے اور ان کے معاشرتی و معاشی مقاطعے کا واحد مقصد یہ تھا کہ جناب ابوطالب اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیں گے اور ہم اُسے قتل کر کے انقلاب کے اس خطرہ سے محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔ قریش مکہ کی ان آرزوؤں اور تمناؤں کے برعکس اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم و بنو مطلب کو اس معاہدۂ ظالمانہ سے نجات عطا فرمائی اور پہلے سے بھی کہیں زیادہ افرادی قوت سے نوازا اور اپنی رحمتِ خاص سے غلبہء اسلام کی تحریک کو کامیابی کی منزل کے اور زیادہ قریب کر دیا۔

۳۔ بنو ہاشم و بنو مطلب کا قابلِ تحسین فیصلہ اور ایفائے عہد

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ معاہدۂ مقاطعہ میں صرف مسلمان متاثر نہیں تھے بلکہ اس میں دونوں خاندانوں بنو ہاشم و بنو مطلب کے لوگ بھی شامل تھے۔ آنحضرت ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کا تو فرض تھا ہی کہ وہ ان شدید مشکل ترین حالات کا مقابلہ کریں کیونکہ وہ غلبہء اسلام کے لئے اُٹھے تھے اور انہیں علم ہی نہیں یقین تھا کہ غلبہء اسلام کی جدوجہد میں قید و بند ایک ناگزیر مرحلہ ہے جسے سر کرنا ہوگا۔ لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب کا یہ مشن نہیں تھا وہ اللہ تعالیٰ کو الٰہِ واحد نہیں مانتے تھے، محمد ﷺ کو نبی اور رسول نہیں مانتے تھے، وہ قرآن مجید کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے تھے اور ان کا آخرت پر ایمان نہیں تھا۔ بایں ہمہ اس قید و بند کی آزمائش و ابتلا میں اسی استقامت و پامردی کا مظاہرہ کیا جس کا مظاہرہ مسلمان کر رہے تھے۔ پھر ذرا نظر اٹھا کر ان تین سالوں کو دیکھئے کہیں کسی فردِ واحد کے پایہء استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ یہ ایمانی حمیّت کی بجائے خاندانی حمیّت تھی جس کا انہوں نے مظاہرہ کیا تھا لیکن یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فرد یا خاندان، یا قوم وملت ابتلا و آزمائش کا شکار ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں اور مخالفین میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے حامی ومددگار پیدا کر دیئے یا اچانک ان کی ایسی مددو نصرت فرمائی کہ دشمن اپنے ناپاک منصوبوں سمیت ملیامیٹ ہو گیا یا خائب وخاسر ہوا۔ آج ہم بنو ہاشم و بنو مطلب کے ان لوگوں کو بھی جو آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے رہے اور ان کے پایہء استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور اللہ پر یقینِ کامل رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اس طرح غلبہ اسلام کی جدو جہد کے لئے معاونین ومددگار پیدا کرتا رہا ہے اور تا قیامت مددگار پیدا کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

۴۔ معاہدۂ ظلم و ستم اپنے انجام کو پہنچا

معاہدۂ ظلم و ستم کس طرح بُرے انجام کو پہنچا اس کا آپ نے مطالعہ کر لیا ہے یہاں جس پہلو کی طرف توجہ مبذول کرانا مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے کہ اس نے قریشِ مکہ کے کافر و مشرک لوگوں کو بنو ہاشم و بنو مطلب کی حمایت ونصرت کے لئے کھڑا کر دیا اور ان میں سے بھی ہشام بن عمرو کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور معاہدہ کے خاتمے کے لئے راہ ہموار کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود بن مُطّلب کے پاس گیا اور انہیں تیار کر کے حکمت عملی بنائی اور حرمِ کعبہ میں ایسی خوبصورتی سے معاہدہ کے خاتمہ کا اعلان کرایا جس سے قریشِ مکہ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ یوں ظلمت کدۂ کفر سے بنو ہاشم و بنو مطلب اور بالخصوص مسلمانوں کو اس معاہدہ سے نجات ملی۔ اس پر مستزاد یہ کہ عین معاہدہ کے خاتمے کی کارروائی کے دوران معاہدہ دستاویز کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ سامنے آیا کہ آپؐ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ دستاویز کی عبارت کو دیمک چاٹ گئی ہے، اب اللہ کے نام کے علاوہ باقی عبارت کا نام ونشان ختم ہو گیا ہے اور جب یہ خبر ابو طالب نے حرم کعبہ میں دی اور دیوارِ کعبہ سے لٹکا ہوا معاہدہ اُٹھا کر دیکھا گیا تو واقعی اللہ کے نام کے سوا باقی الفاظ کو دیمک چاٹ گئی تھی اور اس طرح معاہدۂ ظلم و ستم اپنے انجام کو پہنچا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی مددو نصرت کا اہتمام فرمایا۔ اس رحمتِ خُداوندی میں یہ پیغام بھی پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ غلبہ دین کے کام میں مسلمانوں کی مدد کرتا ہے، اس وقت بھی کر رہا ہے اور تا قیامت مددو نصرت کرتا رہے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

پانچواں باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ طائف کیوں؟ اور کیسے؟

سفر طائف اور اس کے ثمرات ونتائج

سفرِ طائف کیوں؟ اور کیسے؟

شعبِ ابی طالب کی قید سے معجزانہ طور پر رہائی کے بعد جہاں ظلم وزیادتی کی کارروائیاں جاری رہیں، بلکہ تیز تر اور شدید تر ہوئیں وہاں محصوریٔ شعب کے خاتمہ کے چھ ماہ بعد رجب ۱۰ نبوی میں آپ کے سرپرستِ اعلیٰ اور ہر مشکل گھڑی میں آپؐ کا ساتھ دینے والے چچا جان کا انتقال ہو گیا اور چند دنوں کے بعد خاتون اسلام اور خاتون اوّل ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی اپنے خالقِ حقیقی کے پاس چلی گئیں۔ ان صدمات پر بھی آپ صبر واستقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں غم والم کے احساسات موجزن تھے اور جناب ابوطالب کی وفات کے بعد قریشِ مکہ کی ستم رانیوں میں بھی مزید اضافہ ہو گیا۔ مصائب وآلام کے اس ماحول میں مکہ کی سرزمین آپؐ پر تنگ ہوتی جا رہی تھی اور قریشِ مکہ اور دیگر قبائل سے جن لوگوں کو اسلام نصیب ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ان حالات میں مزید لوگوں سے اسلام قبول کرنے کی اُمید نہ رہی تھی کہ اس صورتحال میں آپؐ نے سفرِ طائف کا عزم فرمایا۔ سوکلومیٹر سفر طے کرنے کے لئے آپؐ کے پاس کوئی (اونٹ، گھوڑا یا گدھا، خچر) سواری نہ تھی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے ساتھ تھے طائف جانے کا ایجنڈا بڑا واضح تھا کہ قریشِ مکہ کے ساتھ نہ دینے کے بعد اہلِ طائف سمیت سردارانِ طائف کو بندگیٔ رب کی دعوت دے کر انہیں غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں شریک کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب شاہراہِ طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں جس قبیلے پر گزر ہوتا آپؐ اسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن کسی نے بھی اس کا مثبت جواب نہ دیا۔ چلتے چلاتے آپؐ طائف پہنچ گئے۔ عمرو بن عُمیر بن عوف کے تین بیٹے عبد یالیل، مسعود، اور حبیب طائف کے بڑے سردار تھے آپؐ ان سب کو ملے اور ان کو اللہ کی طرف بلایا اور کہا: ''کہ میں آپ لوگوں کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ اسلام کے کام میں میری مدد کریں اور میری قوم کے جو لوگ میری مخالفت کر رہے ہیں ان کے مقابلے میں آپ لوگ میری حمایت کریں۔ اُن میں سے ایک نے کہا:

''میں کعبے کے پردے نوچ ڈالوں گا اگر اللہ نے تجھے رسول بنایا ہے۔''۔ دوسرے نے کہا:

''کیا خُدا کو تمہارے سوا کوئی رسول بنانے کو نہیں ملا'' تیسرے نے کہا:

''میں تم سے ہرگز بات نہیں کرونگا، کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو تم اس سے بزرگ تر ہو کہ تمہاری بات کا جواب دوں، اور اگر تم اللہ کا نام لے کر جھوٹ بول رہے ہو تو اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس دن طائف میں رہے اور اس دوران آپؐ ان کے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک کو اسلام کی دعوت دی اور قریشِ مکہ کے مقابلہ میں حمایت وتعاون مانگا مگر ہر ایک نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ: تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ ساتھ ہی انہوں نے اپنے لُچوں، لفنگوں اور غلاموں کو آپؐ کے خلاف ہشکار دیا اور پھر انہوں نے آپؐ کے ساتھ جو سلوک کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

''وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپؐ کے پیچھے لگ گئے، اور دیکھتے دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی کہ آپؐ جس راستے پر چل رہے تھے اس راستے کے دونوں جانب لائن لگ گئی، پھر گالیوں اور زبان درازیوں کے ساتھ ساتھ سنگ باری بھی شروع ہوگئی یہاں تک کہ آپؐ کی ایڑی پر اتنے زخم آئے کہ دونوں جوتے خون سے بھر گئے۔ ادھر حضرت زید بن حارثہ ڈھال بن کر سنگ باری کو روک رہے تھے جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹ آئی اور آپ کا سر پھٹ گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ اوباش آپ ﷺ کو بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے پھر نیچے پٹخ دیتے اور پھر پتھراؤ شروع ہوجاتا۔ یہ سلسلہ طائف سے تین میل دور عُتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کے باغ تک مسلسل جاری رہا۔ آپؐ نے یہاں باغ میں پناہ لی بالآخر لوگ یہاں سے واپس طائف چلے گئے اور آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے قدرے سکون میسر آیا تو زبان مبارک سے یہ دعائیہ کلمات نکلے:

["اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْا ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ؟ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ؟ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ؟ اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ، وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔"]

(سیرت ابن ہشام۔ ج:۱:۴۲۰، کنز العمال ج:۲:ص۔۱۷۵، حدیث نمبر ۳۶۱۳، بحوالہ طبرانی حدیث نمبر ۵۱۲۰)

''اے بار الٰہ! میں تجھ سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یاارحم الرحمن! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں؛ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات دُرست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے، یا تیرا عتاب مجھ پر نازل ہو تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہوجائے، اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔''

طائف میں دس دن کیسے گذرے اس کا اندازہ آپ تین سرداروں سے ہونے والی ملاقاتوں اور طائف کے لچّو لفنگوں کے سب وشتم اور تین میل دور تک آپؐ پر انکی سنگباری و تشدد سے کر سکتے ہیں۔ باغ کے مالک مکی باشندے عُتبہ و شیبہ ابنائے ربیعہ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جب آپؐ باغ کی دیوار سے ٹیک لگائے یہ دعا فرمارہے تھے تو اس دوران ابنائے ربیعہ نے آپؐ کو اس حالتِ زار میں دیکھا تو ان کے جذبہء قرابت نے جوش مارا اور انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام کو جس کا نام عداس تھا بلا کر کہا کہ اس انگور کی بیل سے ایک گچھا لو اور سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو دے آؤ۔ عداس نے وہ گچھا لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا تو آپؐ

www.KitaboSunnat.com

نے ''بسم اللہ'' کہہ کر ہاتھ اس گچھے کی طرف بڑھایا اور کھانا شروع کیا۔ عداس یہ جملہ سن کر چونکا اور بولا ''یہ جملہ تو اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ عداس نے کہا میں عیسائی ہوں، اور نینوا کا باشندہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مردِ صالح یونس بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو؟'' عداس نے کہا ''آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرے بھائی تھے، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔'' یہ سن کر عداس رسول اللہ ﷺ پر جھک پڑا اور آپ ﷺ کے سر اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔''

یہ منظر دیکھ کر عُتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ آپس میں بولے کہ لو، اب اس شخص نے ہمارے غلام کو بگاڑ دیا۔ عداس جب واپس آیا تو ان دونوں نے اس سے کہا: ''عداس یہ تم نے کیا کیا؟'' اس نے کہا: ''میرے آقا! روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی اور نہیں۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' عُتبہ اور شیبہ نے کہا: ''دیکھو عداس کہیں یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے پھیر نہ دے۔ کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔'' سلیمان التیمی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ عدّاس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکالمے کے بعد کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' اس طرح سفرِ طائف کا پھل عداس نامی عیسائی کے مسلمان ہونے کی صورت میں آپؐ کو مل گیا۔

ابنائے ربیعہ کے باغ سے چل کر آپ ﷺ قرنِ منازل پہنچے تو یہاں پر تاریخ کا ایک عظیم واقعہ پیش آیا کہ یہاں حضرتِ جبریل امین اور ان کے ساتھ پہاڑوں کا نظام چلانے والا فرشتہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر جو واقعہ پیش آیا اس کی تفصیل بخاری شریف کی درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔

ام المؤمنین حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا احد سے بھی زیادہ سخت دن آپؐ پر کبھی آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو جو تکلیفیں اُٹھائی ہیں ان میں سب سے زیادہ مصیبت عقبہ کے دن کی تھی۔ جبکہ میں نے خود کو ابن عبدیا لیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا اور اس نے میرا کہا نہ مانا میں رنجیدہ مُنہ چلتا ہوا وہاں سے لوٹا (مجھے ہوش نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں؟) جب قرن ثعالب پہنچا تو ذرا ہوش آیا۔

[فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا بِهِ عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اللهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ. نَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذٰلِكَ فِيمَا شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا."]

(فتح الباری شرح بخاری کتاب بدء الخلق ج:۶ حدیث نمبر:۳۲۳۱، حدیث:۷۳۸۹)

''میں نے اوپر سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کر دیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی کہ اللہ نے وہ جواب سن لیا ہے جو تمہاری قوم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں دیا ہے۔ اور اس نے آپؐ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ آپ اُسے کافروں کی بابت جو چاہیں حکم دیں۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا پھر کہا: ''اے محمد ﷺ تم جو چاہو (میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں) اگر تم چاہو تو طائف کے دونوں جانب جو پہاڑ ہیں۔ ان پر رکھ دوں۔'' میں نے کہا نہیں بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کریگا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

وادیٔ نخلہ میں قیام اور جنّات کا ایمان لانا

جبرائیل امین اور ملک الجبال کے ساتھ درج بالا مکالمے کے بعد آنحضرت ﷺ کا قلب وضمیر اطمینان وسکون سے لبریز ہوگیا اور طائف میں آپؐ پر ہونے والے ظلم وبربریت اور غم والم کے اثرات ختم ہوگئے اور آپؐ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے اور پاپیادہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ وادیٔ نخلہ پہنچے اور یہاں آپؐ نے چند دن قیام فرمایا۔ جب وادیٔ نخلہ پہنچے تو دوران قیام یہاں آپؐ کے پاس جنّوں کی ایک جماعت آئی جس کا ذکر قرآن مجید میں الگ الگ دو مقامات پر آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾﴾ (الاحقاف ۴۶: ۲۹ تا ۳۲)

''جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں۔ جب وہ اس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو انہوں نے آپس میں کہا خاموش ہوجاؤ۔ پھر جب وہ پڑھا جاچکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جاکر کہا، اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو، اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچادے گا اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ نہ زمین میں خود کوئی بل بوتا رکھتا ہے کہ اللہ کو زچ کردے اور نہ اس کے کوئی ایسے حامی وسرپرست ہیں کہ اللہ سے اس کو بچالیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔''

اس موقع پر تو صرف جنوں نے قرآن سنا اور چلے گئے لیکن آپؐ کے طائف سے مکہ مکرمہ میں واپس پہنچ جانے کے بعد چھ مرتبہ جنات کے وفود کی ملاقاتوں کا تذکرہ احادیث پاک میں آیا ہے قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝٣ وَّاَنَّهٗ
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥
وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا
ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا
وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ وَّاَنَّا
لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ
ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢ وَّاَنَّا لَمَّا
سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝١٣ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ
وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝١٤ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ
حَطَبًا ۝١٥ ﴾ (سورۃ الجن ۷۲: ۱تا۱۵)

''اے نبی، کہو میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا۔ پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ''ہمارے رب کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے۔ اور یہ کہ ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن کبھی خدا کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔ اور یہ کہ انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا تمہارا گمان تھا کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے اور یہ کہ پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے۔ اور یہ کہ ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ کہ ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اب جو کوئی بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا۔ اسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا۔ اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں اور کچھ حق سے منحرف۔ تو جنہوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کر لیا، انہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوہِ حرا کے دامن میں پڑاؤ

قرنِ منازل سے آپؐ نے مصمم عزم فرمالیا کہ اب مکہ مکرمہ واپس جانا ہے اور نئے سرے سے دعوت وتبلیغ کے کام کو منظم کرنا ہے۔ غالباً یہی موقع ہے جب حضرت زیدؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ آپؐ مکہ کیسے جائیں گے جبکہ مکہ کے باشندوں یعنی قریش نے آپؐ کو نکال دیا ہے؟ اور جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے زید! تم جو حالات دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے کشادگی اور نجات کی کوئی راہ ضرور بنائے گا۔ اللہ یقیناً اپنے دین کی مدد کرے گا۔ اور اپنے نبی کو غالب فرمائے گا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ قرنِ منازل سے روانہ ہوئے اور مکے کے قریب پہنچ کر کوہِ حرا کے دامن میں ٹھہر گئے۔ وہ غار حرا جہاں آپؐ کو (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝) کا پیغام ملا اور آپؐ تاجِ نبوت ورسالت پہن کر مکہ مکرمہ گئے تھے آج پھر سے مکہ مکرمہ میں کام کو منظم کرنے کیلئے کوہِ حرا سے خُزاعہ کے ایک آدمی کے ذریعے اخنس بن شریق کو پیغام بھیجا کہ وہ آپؐ کو پناہ دے دے مگر اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپؐ نے یہی پیغام سُہیل بن عمر کے پاس بھیجا مگر اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ بنی عامر کی دی ہوئی پناہ بنوکعب پر لاگو نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپؐ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ مطعم پناہ دینے کے لئے صرف تیار ہی نہیں ہوا بلکہ اس نے ہتھیار پہن کر اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلایا اور کہا تم لوگ ہتھیار باندھ کر خانہ کعبہ کے گوشوں پر جمع ہوجاؤ کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) کو پناہ دے دی ہے۔ اس کے بعد مطعم بن عدی نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ مکے کے اندر آجائیں۔ چنانچہ یہ پیغام ملتے ہی آپ ﷺ حضرت زیدؓ کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور مسجد حرام میں داخل ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ قریش کے لوگو! میں نے محمد (ﷺ) کو پناہ دے دی ہے۔ اب اُسے کوئی نہ چھیڑے۔

آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوکر سیدھے حجرِ اسود کے پاس پہنچے اُسے چوما پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے گھر تشریف لائے۔ اس دوران مطعم بن عدی اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار بند ہوکر آپ ﷺ کے گرد حلقہ باندھے رکھا تا آنکہ آپؐ اپنے مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس موقع پر ابوجہل نے مطعم بن عدی سے پوچھا تھا کہ تم نے پناہ دی ہے یا پیروکار یعنی مسلمان ہوگئے ہو؟ مطعم بن عدی نے جواب دیا تھا کہ پناہ دی ہے اور جواب کو سن کر ابوجہل نے کہا تھا کہ جسے تم نے پناہ دی اُسے ہم نے بھی پناہ دی۔'' اس طرح آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے چلے اور طائف سے ہوکر مکّے میں تقریباً ایک ماہ بعد واپس پلٹ آئے۔ (یہ تفصیلات سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، زاد المعاد، رحمۃ للعالمین، تاریخِ اسلام اکبر نجیب آبادی، تفسیر ابن کثیر، تفہیم القرآن اور بخاری ومسلم میں دیکھی جاسکتی ہیں)

ہمارے خیال میں یہ سفرِ طائف تحریکِ اقامتِ دین اور غلبہء اسلام کے لئے وسیلہء ظفر بنا۔ اس سفر یا دورہَ طائف کا تجزیہ کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ غلبہء اسلام کی تحریک کا گراف اوپر گیا ہے یا نیچے۔ آیئے اس کا مختصر طور پر بے لاگ جائزہ لیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفرِ طائف کے ثمرات ونتائج

بظاہر دورۂ طائف ناکام نظر آتا ہے لیکن قطعاً ایسا نہیں ہے۔ مکے سے باہر یہ آپ کا سفر اور ایام سفر کے اعتبار سے طویل ترین سفر تھا، لیکن نتائج وثمرات کے اعتبار سے گہرے غور وخوض کے ساتھ آپ دیکھیں تو یہ بڑا کامیاب سفر تھا آیئے اس حوالے سے چند نتائج وثمرات کا تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ تحریک اقامتِ دین کا وسیع پیمانے پر تعارف

آنحضرت ﷺ کے مکہ سے طائف تک اس سفر پر نظر ڈالیں تو اس سے پہلی بات یہ سامنے آتی ہے کہ آپؐ نے اس سفر کو دعوتی وتبلیغی سفر بنا دیا تھا کہ مکہ سے طائف تک شاہراہ پر آنے والی آبادی کو اسلام کی دعوت پیش کی اس میں افراد کو بھی فرداً فرداً دعوت پہنچانے کا اہتمام فرمایا قبائل اور سردارانِ قبائل کو بھی دعوت پہنچائی گئی طائف میں بڑے تین سرداروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے سرداروں اور وہاں کے باشندوں کو دعوت دی یہاں تک کہ خواتین کو بھی مخاطب فرمایا مثلاً

''محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ قبیلہ بنو جمح کی ایک عورت سے ملے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں تمہارے سسرال والوں سے کتنی تکلیف اُٹھانی پڑی۔'' (حیاۃ الصحابہ: ج:۱: ص:۷۷ ۲ مطبوعہ دمشق)

آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ بظاہر کچھ نہ ہوا ہو۔ تاہم یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ مکہ سے طائف تک اور پھر طائف کے گلی، محلوں، چوپالوں اور بازاروں تک آپؐ کے سفر نے اسلام کا تعارف کرا دیا جس سے لوگ سوچ بچار پر مجبور ہو گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دن دولتِ ایمان نصیب فرما دی۔

۲۔ عدّاس عیسائی کا قبولِ اسلام

سفرِ طائف کا بظاہر حاصل یہ سامنے آیا ہے کہ عُتبہ وشیبہ جو آنحضرت ﷺ کے سخت مخالف تھے بایں ہمہ جب انہوں نے اپنے عیسائی غلام عدّاس کو انگور دیکر آپؐ کے پاس بھیجا اور آپؐ کے ساتھ عدّاس کا مکالمہ ہوا جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنے آقاؤں کو دوٹوک کہہ دیا کہ ''روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی نہیں ہے مجھے انہوں نے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔'' عدّاس کی اس گفتگو نے عتبہ اور شیبہ اور طائف کے شہریوں پر کیا اثرات چھوڑے ہونگے بالخصوص یہ مکالمہ جب دنیائے عیسائیت کو پہنچا ہوگا تو حق کے متلاشی عیسائیوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہونگے۔ ہمارے خیال میں اس سفر میں عدّاس کا اسلام قبول کرنا جہاں آنحضرت ﷺ کے لئے سکون واطمینان کا باعث بنا ہوگا وہاں اس واقعہ نے عیسائی دنیا کو اسلام قبول کرنے پر جھنجھوڑا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنے والے دور میں دنیائے عیسائیت جوق در جوق مسلمان ہوتی چلی گئی۔

۳۔ غلبۂ اسلام اور مصائب وآلام

تاریخِ اسلام اُٹھا کر دیکھیں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ غلبۂ اسلام کی جدوجہد کا مطلب مصائب وآلام کو دعوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہے۔ آپ حضرتِ نوح علیہ السلام کی جدوجہد پر نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ جب اسلام کی دعوت لے کر اُٹھے تو ان کو کن کن مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد کو اُٹھا کر دیکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ سرا تا سر وہ مصائب وآلام کی زد میں رہے اور اگر آپ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی جدوجہد کو پڑھیں تو نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ اس راستے میں ناقابلِ تصور مصائب ومشکلات ہیں جن کو احاطہء تحریر میں لانا بھی ممکن نہیں ہے۔ جس طرح دیگر انبیاء ورسل پے درپے آزمائشوں کا شکار ہوئے بعینہٖ اسی طرح آنحضرتؐ پر ابتلاء وآزمائشیں آئیں۔ بلکہ آپؐ نے فرمایا جسے حضرتِ سعدؓ نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے کہ:

[سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ :أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: "اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ] (جامع الترمذی، وسنن ابن ماجہ، وسنن دارمی بحوالہ مشکوۃ حدیث:۱۵۶۲)

''نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائشوں سے دوچار ہونے والے کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ان کے بعد صاحبِ فضیلت لوگ ہیں، پس صاحبِ فضیلت میں سے ہر شخص کو اس کے دین کے لحاظ سے آزمائش میں مبتلاء کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دین (کے امور) میں سخت ہے تو اس کے لئے آزمائش بھی سخت ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہے تو اس کے لئے آزمائش بھی معمولی ہے۔ اسی طرح وہ آزمائش میں مبتلاء رہتا ہے حتّٰی کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر زمین پر چلنے پھرنے لگتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا صرف گالیوں، تالیوں اور شور شرابے سے طائف میں استقبال نہیں کیا گیا بلکہ موسیٰ بن عقبہ نے اہلِ طائف کے استقبال کی جن الفاظ میں منظر کشی کی ہے وہ یہ ہے کہ ''۔ ان لوگوں نے تاک تاک کر آپؐ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارے، راستے کے دونوں جانب وہ صفیں باندھ کر کھڑے تھے اور جیسے جیسے آپ قدم اٹھا کر چلتے جاتے تھے وہ سنگباری کئے چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔'' دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ'' جب آپؐ کو پتھر لگتے اور آپ اس کے صدمہ سے بیٹھ جاتے تو وہ بدبخت بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے جب آپ ﷺ چلنے لگتے تو پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور آپ کو (زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے) تلملاتا دیکھ کر خوب ہنستے۔''

لہٰذا طائف کا یہ دردناک اور خوفناک منظر اپنے اندر یہ پیغام رکھتا ہے کہ غلبہٗ اسلام کی جدوجہد میں ان مصائب وآلام کا آنا ناگزیر ہے اور غلبہ واقتدار کا بنیادی تقاضا ہے کہ جس نے تحریکِ اقامتِ دین کا کام کرنا ہے۔ اُسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اس دنیا میں پھولوں کی سیج پر آرام کرنے اور سونے کے لئے نہیں، کانٹوں پر سفر کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ ہاں یہ بات بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان مصائب وآلام کے بعد اللہ تعالیٰ کامیابیوں کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔

۴۔ ملک الجبال کی آمد اور جنّات کا ایمان، طمانیتِ قلب کا سامان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سفر کا واپسی پر پہلا پڑاؤ تو عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا جہاں عدّاس انگور لائے تھے اور بسم اللہ کا لفظ سن کر اور حضرتِ یونس علیہ السلام کا تعارف و تعلق معلوم کر کے یقین کر بیٹھے تھے کہ آپ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور دنیا میں اس وقت آپؐ کے ہم پلہ اور کوئی شخصیت نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی امرِ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ سنگباری و جسمانی تشدد کی بارش میں یہاں تک پہنچے تھے اس لئے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ بے ہوشی کے عالم میں یہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ یہاں رک کر ذرا تصور فرمائیں کہ مکہ کو چھوڑنے پر آپ مجبور کر دیئے گئے تھے اور طائف کے لوگوں نے جو سلوک کیا وہ آپ کے سامنے ہے اب یہاں سے مکہ کیا اُمیدیں لے کر جائیں چنانچہ قرنِ منازل تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔ لیکن یہاں جب جبریل امین کی سربراہی میں ملک الجبال آئے اور کہا''۔ اگر تم چاہو تو طائف کے دونوں جانب جو پہاڑ ہیں ان پر رکھ دوں۔'' ان الفاظ سے آپؐ کو بے پناہ حوصلہ ملا جہاں آپ نے ملک الجبال کی پیش کش قبول نہ کی اور روشن مستقبل کا اظہار فرمایا وہاں آپ عزمِ صمیم لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چلے کہ ایک بار پھر جرأت مندی کے ساتھ اہلِ مکہ کو اسلام کی دعوت دیجائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے یا میرے لئے اس سے بہتر کوئی راستہ پیدا کر دے چنانچہ عزم لیکر جب آپ چلے تو وادیٔ نخلہ آپؐ کی تیسری منزل تھی یہاں آپؐ نے قیام فرمایا۔ دورانِ قیام جنّات کو قرآن سننے کا موقع ملا جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ سیرت نگار اور مفسرین قرآن سورہ الاحقاف :۴۶: ۲۹ تا ۳۲ کی جو تفسیر کریں وہ بجا لیکن ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے آنے کی خبر آنحضرت ﷺ کو ضرور دی جس کے باعث طائف کے صدمات مزید مندمل ہوئے اور ملک الجبال کی آمد کے بعد جنات کے ایمان لانے کے اس واقعہ نے آپؐ کے دل کو طمانیت سے بھر دیا اور آپؐ کے عزم و حوصلہ کو مہمیز ملی کہ اگر قرآن کی تاثیر سے جنات کے دل مسخر ہو سکتے ہیں تو انسانوں کے قلوب کو مُسخّر کرنے کے لئے کیوں نہ اُنہیں قرآن اور اس کا پیغام دوبارہ سنایا جائے۔ چنانچہ آپؐ پرعزم اور پر جوش ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپؐ کی چوتھی منزل یا پڑاؤ کوہِ حرا کا دامن تھا اور یہاں پہنچ کر جب آپؐ نے مکہ مکرمہ میں پیغام بھیجا اور بالآخر مطعم بن عدی کا تعاون آپ ﷺ کو حاصل ہو گیا جس کو ابوجہل جیسا دشمنِ خُدا اور رسول بھی چیلنج نہ کر سکا تو آپؐ نے ازسرِنو مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں دعوت الی اللہ اور غلبۂ اسلام کے کام کو منظم کیا۔

۵۔ قبائل اور مؤثر افراد کو اسلام کی دعوت

سنہ ۱۰ نبوی سے دعوت الی اللہ کا جو کام اعلانیہ ہو رہا تھا طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے پھر افراد و قبائل کو دعوت دینی شروع کی۔ چونکہ موسم حج قریب تھا اس لئے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے دور و نزدیک ہر جگہ سے لوگوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اس موقع پر ایک ایک قبیلے کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔ شعب ابی طالب کی قید کے تین سال نکال کر دس سالہ مکی دورِ نبوت میں آپؐ نے بے شمار افراد کو اور قبائل کو دعوت دی جن میں چیدہ چیدہ قبائل یہ ہیں (1) بنو عامر بن صعصعہ (2) محارب بن خصفہ (3) فزارہ (4) غسان (5) مرہ (6) حنیفہ (7) سُلیم (8) عبس (9) بنو نصر (10) بنو البکاء (11) بنو کلب (12) حارث بن کعب (13) عذرہ (14) حضارمہ (15) بنو کندہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کے ان دعوتی وتبلیغی دورہ جات میں جہاں بہت سارے لوگوں نے دعوتِ اسلام کو رد کر دیا وہاں بہت سے لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور اسلام پر جان نچھاور کر دی۔ ہم نے باب دوم میں ''کارکن ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا'' کے عنوان سے قدرے تفصیل سے چند صحابہ کرام کے حالات زندگی بیان کئے ہیں، جنھوں نے آپؐ کی دعوت کے جواب میں اسلام قبول کیا اور آئندہ بھی کچھ صحابہ کرامؓ کے واقعات آپ پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ

۲۔ غلبہ اسلام کا آغاز

ہجرتِ حبشہ، اور سفرِ طائف کی دھوم چہار سو پھیلی ہوئی تھی، ظلم و بربریت کے باوجود روز بروز لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہو کر ظہورِ اسلام کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے اور آنحضرت ﷺ کی کاوشوں کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ جیسے جیسے اسلام کا تعارف مکہ مکرمہ سے باہر ہوتا جا رہا تھا ویسے ویسے لوگ متاثر ہو رہے تھے اور از خود یا آنحضرت ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ رہے تھے۔ ان میں چند نمایاں نام اور ان کے ایمان لانے کے واقعات آپ پڑھ چکے ہیں مثلاً۔ ان میں حضرت ابوذرؓ کے ایمان لانے کا واقعہ فتح الباری شرح بخاری: ج:۶ حدیث نمبر: ۳۵۲۲ میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر غلبہ دین کی جدوجہد میں شریک ہو چکے تھے۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے مدنی اسلامی ریاست کے قیام کیلئے راستہ ہموار کر دیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۳۔ یثرب کے چھ درخشندہ ستارے

طائف سے واپسی پر جبرائیلِ امین کی قیادت میں ملک الجبال کی آمد، پھر جنوں کا قرآن سننا اور ایمان لانا اور آپ کا تحفظ کرنے کے لئے مطعم بن عدی کا میدان میں آجانا اور اس کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ سے باہر لوگوں کا اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ و تیار ہو جانا جیسا کہ اس باب میں ہم نے سُوید بن صامت، اِیاس بن معاذ، طفیل بن عمرو دوسی اور ضماد ازدی کا تذکرہ کیا ہے یہ صورتحال قریش مکہ کو حواس باختہ کر چکی تھی اس لئے قریش مکہ جہاں اللہ کے رسول کو جھٹلانے اور آپؐ کا راستہ روکنے میں سرگرم تھے وہاں مکہ مکرمہ کے لوگوں کو بالخصوص اور بیرون مکہ مکرمہ سے آنے والے لوگوں کو بالعموم اللہ کی راہ سے روکنے میں مستعد رہتے تھے اس لئے حج کے اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے حکمت عملی یہ اپنا رکھی تھی کی آپؐ رات کی تاریکی میں قبائل کے پاس دعوت دینے کے لئے تشریف لے جاتے تا کہ مکے کا کوئی مشرک رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

اسی حکمتِ عملی کے مطابق ایک رات آنحضرت ﷺ حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ علیؓ کو ساتھ لے کر باہر نکلے۔ بنوذُہل اور بنو شیبان بن ثعلبہ کے چوپالوں سے گزرے تو ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب تو بڑا امید افزا دیا لیکن اسلام قبول کرنے کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکے۔ اس کے بعد آپ ﷺ مِنیٰ کی گھاٹی سے گزرے تو کچھ لوگوں کو باہم گفتگو کرتے سنا آپؐ سیدھے ان کی طرف چلے گئے یہ قبیلہء خزرج کے چھ درخشندہ ستارے تھے۔ قبیلہء بنونجار کے دونوجوان (۱) اسعد بن زُرارہ (۲) عوف بن حارث بن رفاعہ (ابن عفراء اور باقی چار نوجوان (۳) قبیلہء بنی عبید بن غنم کے حارث بن عبداللہ بن رِیَاب، قبیلہء بنی حرام بن کعب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عُقبہ بن عامر بن نابی اور قبیلہ ءبنی زُریق کے رافع بن مالک بن عجلان۔

یہ سعادت مند نوجوان مدینہ میں رہنے والے اپنے حلیف اہل کتاب یہود سے سنا کرتے تھے کہ اس زمانے میں ایک نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جانے والا ہے اور اب جلد ہی وہ نمودار ہوگا اور وہ اہل یثرب یعنی مدینہ میں رہنے والے لوگوں کو دھمکاتے رہتے تھے کہ جب وہ نبی جس کا انتظار ہے آجائیگا ہم اس کی پیروی کر کے اس کی معیت میں تمہیں عادِ اِرَم کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔"

جب رسول اکرم ﷺ ان کے پاس پہنچے تو دریافت کیا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا تعلق یثرب کے قبیلۂ خزرج سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا تم یہودِ مدینہ کے حلیف ہو؟" انہوں نے جواب دیا"۔ جی ہاں۔" آپؐ نے فرمایا: "پھر کیوں نہ آپ لوگ بیٹھیں تا کہ کچھ بات چیت ہو جائے۔" وہ لوگ بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام اور حقیقتِ اسلام کو کھول کر بیان فرمایا اور انہیں اللہ عزّوجل کی طرف دعوت دی اور قرآن کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔ خزرجی نوجوان ایک دوسرے سے کہنے لگے دیکھو بھائی! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا تذکرہ یہود تمہارے ساتھ کیا کرتے ہیں اور دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہود تم پر سبقت نہ لے جانے پائیں اس کے فوراً بعد انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا اور مسلمان ہو کر تاریخ کے درخشندہ ستارے بن گئے۔ انہوں نے جنگِ بُعاث کے حالات آپ کی خدمت میں پیش کئے اور امید ظاہر کی کہ آپؐ کی دعوت جنگ کے خاتمے کا ذریعہ ثابت ہوگی چنانچہ انہوں نے کہا:

"ہم اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ کسی اور قوم میں اتنی عداوت و دشمنی نہیں پائی جاتی۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعے انہیں یکجا کر دے گا۔ ہم مدینہ طیبہ میں جا کر لوگوں کو آپؐ کے مقصد کی طرف بلائیں گے اور یہ دین جو ہم نے قبول کیا ہے ان پر بھی پیش کریں گے۔ اگر اللہ نے آپؐ پر ان کو یکجا کر دیا تو پھر آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور معزز نہ ہوگا۔" چنانچہ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے تو اسلام کا پیغام پہنچایا اور اس طرح گھر گھر آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی دعوت کا چرچا پھیل گیا۔"

(سیرت ابن ہشام: ج:۱: ص: ۴۲۹-۵۴۱-رحمۃ للعالمین: ج: ص: ۸۴؛ زاد المعاد ج: ۲: ص: ۵۰؛ مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ: ص: ۱۵۰ تا ۱۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ اور مدنی ریاست کا قیام

بیعتِ عَقَبہ اولیٰ

طائف سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں رہ کر آنحضرت ﷺ نے دعوتی کام کو پوری مستعدی کے ساتھ از سرِ نو منظم کر دیا تھا۔ اس کام میں جیسے جیسے وسعت آ رہی تھی ویسے ویسے اس میں استحکام بھی پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ یہ ارتقاء اپنی منزلیں طے کر رہا تھا جس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ۱۱ نبوی موسمِ حج میں آپ ﷺ کو رات کی تاریکی میں بنو ذہل اور بنو شیبان بن ثعلبہ کے ڈیروں پر دعوت دیتے ہوئے منٰی کی گھاٹی سے گزرتے ہوئے یثرب کے چھ خزرج قبیلہ کے درخشندہ ستارے ملے تھے انہوں نے مدینہ طیبہ میں واپس جا کر دعوت الی اللہ کے کام کو خوب عام کیا جس کے نتیجے میں اسلام کا یہ بیج برگ و بار لانے لگا اور ایک سال کے اندر اندر جہاں مدینہ طیبہ میں اسلام کے لئے ماحول سازگار ہونے لگا وہاں اور لوگوں نے دعوت کو بغور سنا اور مسلمان ہونے لگے چنانچہ ان دمکتے ستاروں میں سے اگلے سال یعنی ۱۲ نبوی میں حارث بن عبداللہ رئاب بوجوہ نہ آ سکے جبکہ پانچ پر عزم یہ نوجوان (عوف بن حارث بن رفاعہ، سعد بن زرارہ، رافع بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور عقبہ بن عامر بن نابی) سات نئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیکر مکہ مکرمہ حاضر ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) خزرج میں سے قبیلہ بنو النجار کے معاذؓ بن الحارث ابن عَفرا ء (۲) بنی زُریق کے ذکوانؓ بن عبدالقیس (۳) بنی غنم میں سے عبادہؓ بن الصامت (۴) بنی غنم کے حلیف یزیدؓ بن ثعلبہ (۵) قبیلۂ بنی سالم میں سے عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ قبیلۂ اوس میں سے دو حضرات (۶) بنی عبدالاشہل کے ابوالہیثمؓ بن التیہان اور (۷) بنی عمرو بن عوف کے عویمؓ بن ساعدہ

مدینہ منورہ سے آنے والے یہ بارہ نوجوان منٰی میں عَقَبہ کے پاس آنحضرت ﷺ کو ملے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے چند باتوں پر ان لوگوں سے بیعت لی۔ عقبہ کی اس بیعت کی تفصیل اس وفد میں شریک بنو غنم سے تعلق رکھنے والے حضرت عبادہؓ بن صامت رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کی ہے کہ:

["تَعَالَوا بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْنَ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِيْ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ قَالَ: فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ۔"]

(فتح الباری شرح بخاری کتاب مناقب الانصار، باب وفود الانصار الی النبی ﷺ و بیعۃ العقبۃ" حدیث نمبر ۳۸۹۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آؤ مجھ سے اس بات کا عہد کرو کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے (۲) چوری کا ارتکاب نہیں کرو گے (۳) زنا کا ارتکاب نہیں کرو گے (۴) اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے (۵) اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر تہمت نہیں لگاؤ گے (۶) اور اچھی باتوں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔ پس جو شخص اس عہد پر قائم رہے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی اس میں کوتاہی کرے گا (بشرطیکہ شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو) اور دنیا میں اسے اس کی سزا بھی مل گئی ہو تو اس کے لئے کفارہ بن جائیگی اور جس شخص نے اس میں سے کچھ کمی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے پوشیدہ رکھنے دیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اس پر سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں چنانچہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ان امور پر بیعت کی۔''

اس باب کی اگلی حدیث نمبر: ۳۸۹۳ کے الفاظ یہ ہیں حضرتِ عبادہؓ بن صامت فرماتے ہیں:

["بَایَعْنَاہُ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَّلَا نَزْنِیَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَقْضِیَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِیْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ۔"]

''ہم نے آنحضرت ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ۱۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ۲۔ چوری نہیں کریں۔ ۳۔ زنا نہیں کریں گے۔ ۴۔ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کریں گے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ ۵۔ لوٹ مار نہیں کریں گے۔ ۶۔ اور نہ اللہ کی نافرمانی کریں گے۔ اگر ہم اس عہد پر پورے اترے تو جنت یقینی ہے لیکن اگر ہم نے اس عہد میں کچھ کوتاہی کی تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہوگا۔''

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد جب یہ لوگ حج سے فارغ ہوئے ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے صراحتاً لکھا ہے کہ:

["۔فَلَمَّا انْصَرَفَ عَنْهُ الْقَوْمُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُمْ مُصْعَبَ بْنَ عُمَیْرِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاَمَرَهٗ اَنْ یُّقْرِئَهُمُ الْقُرْآنَ وَیُعَلِّمَهُمُ الْاِسْلَامَ وَیُفَقِّهَهُمْ فِی الدِّیْنِ فَكَانَ یُسَمَّی الْمُقْرِئُ بِالْمَدِیْنَةِ۔"]

''جب یہ لوگ مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ مسلمانانِ مدینہ کی درخواست پر حضرت مصعب بن عُمیر بن ہشام بن عبد مناف ابن عبد الدار بن قصی کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ (۱) ان لوگوں (اہل مدینہ) کو قرآن پڑھائیں (۲) اسلام کی تعلیم دیں اور (۳) ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اس لئے مصعب کا نام مقری المدینہ پڑ گیا تھا۔''

مدینہ طیبہ نورِ قرآن سے جگمگا اٹھا

حضرت مصعب بن عمیر مکہ کے نہایت حسین وجمیل نوجوان تھے، والدین ان کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے بالخصوص والدہ حناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لختِ جگر کو ناز ونعمت سے پالا تھا۔ وہ عمدہ سے عمدہ لباس اور خوشبو استعمال کرتے تھے اسد الغابہ تذکرۂ مصعبؓ بن عمیر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: ''مکہ میں مصعب سے زیادہ کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت نہیں ہے۔'' حضرت مصعب چھپ چھپ کر آپ ﷺ کو ملتے اور بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔ایک عرصے تک انہوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا پھر اس نے اُن کی والدہ اور خاندان والوں کو اطلاع دی پھر کیا تھا محبت نفرت میں تبدیل ہو گئی اور انہیں قید کر دیا گیا ان کی یہ قیدِ تنہائی تھی جو انہوں نے کاٹی تاہم وہ دارِ ارقم میں حاضر ہو کر علی الاعلان مسلمان ہو گئے اور ظلم و ستم کے ہتھکنڈے برداشت کرتے رہے، جب ہجرت کا دروازہ کھلا تو وہ بھی موقع پا کر ہجرتِ حبشہ اولیٰ کے مسافر بن گئے اور جب قریشِ مکہ کے بارے میں حبشہ خبر پہنچی کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو حضرتِ مصعبؓ بھی واپس آنے والوں میں سے ایک تھے۔واپسی پر بھی مصائب و آلام کا سامنا رہا۔جب آنحضرت ﷺ نے انہیں مدینہ طیبہ کے لوگوں کو قرآن پڑھانے، اسلام کی دعوت دینے اور ان میں فہمِ دین پیدا کرنے پر مامور فرمایا تو انہوں نے یہ فریضہ اتنا عمدگی سے ادا کیا کہ مدینہ طیبہ نورِ قرآن سے جگمگا اٹھا۔تفصیل میں جانا ممکن نہیں ان کے کام کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر حسبِ پروگرام مکہ سے چلے اور مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ طیبہ میں قیام کے لئے انہوں نے حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کا گھر منتخب کیا۔اس گھر کا انتخاب انہوں نے بڑے سوچ بچار کے بعد کیا کیونکہ اسعد بن زُرارہ کا مدینہ طیبہ میں غلبہ اسلام کی مہم کو منظم کرنے اور دعوت الی اللہ کی جدو جہد کو آگے بڑھانے میں اب تک بڑا کلیدی کردار تھا وہ ۱۱ ؁ نبوی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملاقات کے وقت بھی اسلام لانے میں پیش پیش تھے اور دوسرے سال ۱۲ ؁ نبوی میں اشاعتِ اسلام میں بھی سرگرم ابن ہشام نے ایک بڑا خوبصورت واقعہ درج کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسعد بن زرارہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں بنی بیضاء کے پتھریلے مقام کی نشیبی زمین میں جس کا نام ''نقیع الخصمات۔'' تھا جمعہ کی نماز پڑھائی جس کی حاضری چالیس افراد پر مشتمل تھی۔'' (سیرت ابن ہشام: ج:۱:ص:۴۸۳)

یہ صرف قیام گاہ نہیں تھی بلکہ اسعد بن زُرارہ کا گھر مدینہ طیبہ میں اسلام کا پہلا مرکز اور مرکزی دفتر تھا جہاں دونوں کارکنان (یعنی مصعب بن عمیر اور اسعد بن زُرارہ) یا قائدین سر جوڑ کر بیٹھے اور بڑے غور و خوض کے بعد کام کا ایک نقشہ ترتیب دیا کہ اسلام کے پیغام کو مؤثر انداز میں گھر گھر اور فرد فرد تک کیسے پہنچانا ہے۔چونکہ اسعد بن زُرارہ مقامی آدمی تھے اسلئے وہ نقشہء کار یا منصوبہء عمل کے مطابق حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اپنے ساتھ لے کر گھر گھر گھومتے پھرتے رہتے اور حضرت مصعبؓ بن عمیر مہمان بھی تھے اور مقری یعنی پڑھانے والے استاذ اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے معلم بھی مقرر تھے اس لئے وہ لوگوں کو قرآن بھی سناتے اور اس کی تشریح و توضیح بھی کرتے اور ان پر دعوتِ دین و اسلام کے مقاصد بھی واضح کرتے۔یہ کام شب و روز جاری رہا جس کے نتیجے میں مدینہ کے چند گھروں کے علاوہ (جو بعد میں غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمان ہوئے) باقی سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بنی عبدالاشہل میں سے عبّاد بن بشر بن وقش اور ان کے حلفاء میں سے محمد بن مسلمہؓ نے حضرت مصعبؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔اس کے بعد بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ایک ہی دن اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام قبول کرتے ہی ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔حتّٰی کہ بنی عبدالاشہل کے محلے میں ایک بھی غیر مسلم نہ رہا۔ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت مصعبؓ مدینے میں مسلسل دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ انصار کے محلوں میں سے کوئی محلّہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا نہ رہا جس میں مسلمان مرد اور عورتیں موجود نہ ہوں۔ابن اسحاق نے ابن ہشام اور طبری نے حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حُضیر کے مسلمان ہونے کا بہت دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ

''ایک دن حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں بنی ظفر کے ایک باغ کے اندر مرق نامی ایک کنویں پر بیٹھ گئے۔ان کے پاس چند مسلمان بھی جمع ہو گئے گویا کہ یہ ایک دعوتی کیمپ تھا جو اہل ایمان نے وہاں لگایا تھا۔یہ اس وقت کی بات ہے جب قبیلہ بنو عبدالاشہل کے دونوں سردار یعنی حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر مسلمان نہیں ہوئے تھے،انہیں جب یہ خبر ملی تو حضرت سعد نے حضرت اسید سے کہا کہ ذرا جاؤ اور ان دونوں کو جو ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانے آئے ہیں،ڈانٹ دو اور ہمارے محلے میں آنے سے منع کر دو۔سعد بن معاذ نے یہ بھی کہا کہ اسعد بن زُرارہ میری خالہ کا لڑکا ہے میں اس کا سامنا پسند نہیں کرتا اس لئے تم جاؤ ان کو منع کر دو۔

حضرت اسید نے تعمیل حکم میں اپنا حربہ اُٹھایا اور ان دونوں کے پاس پہنچے،حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے انہیں آتے دیکھ کر حضرت مصعبؓ بن عمیر سے کہا:''یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آرہا ہے اس کو ٹھیک اللہ تعالیٰ کی بات پہنچانے کا حق ادا کر دو۔''حضرت مصعب نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں بات کرونگا۔اسید ان کے سامنے آکر بڑے درشت انداز میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:''تم دونوں ہمارے یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناتے ہو؟ یاد رکھو اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو پھر ادھر کا رخ مت کرنا۔''حضرت مصعبؓ نے کہا کیا آپ بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ اگر پسند آئے تو قبول کر لیجئے۔اگر پسند نہ آئے تو جو کام آپ کو ناپسند ہوگا وہ نہیں کیا جائیگا۔''اُسید بن حضیر نے کہا:''یہ تم نے انصاف کی بات کی ہے اور اپنا حربہ زمین میں گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔حضرت مصعب نے ان کو اسلام کی تعلیمات بتائیں اور قرآن کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔''حضرت اسعدؓ بن زُرارہ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر دونوں کا بیان ہے کہ خُدا کی قسم،اُسید بن حضیر کے چہرے کی چمک دمک اور ان کے اندازِ کلام کی نرمی دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ اسلام ان کے دل میں اتر گیا ہے۔پوری بات سن کر انہوں نے کہا:''کیسا عمدہ اور حسین کلام ہے۔تم لوگ جب اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو''؟انہوں نے کہا:''غسل کر کے اپنے جسم کو پاک کر لیجئے اور اپنے کپڑے بھی پاک کیجئے پھر حق کی شہادت ادا کریں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔''پھر اسید نے کہا کہ:''میرے پیچھے ایک آدمی ہے اگر وہ تمہاری بات مان لے تو اس کی قوم میں سے ایک آدمی بھی اس کے خلاف نہیں چلے گا۔پھر انہوں نے کہا کہ میں جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔''یہ کہہ کر اُسیدؓ بن حُضیر نے اپنا حربہ اٹھایا اور واپس سعد بن معاذ کی طرف چلے گئے،سعد کے پاس ان کی قوم کے لوگ بھی موجود تھے،سعد نے اسید بن حضیر کو آتے ہوئے دیکھ کر مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کہا''۔میں خُدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ وہ چہرہ نہیں جسے لئے ہوئے اسید گئے تھے۔''حضرت اُسید جب مجلس کے پاس آن کھڑے ہوئے تو سعد بن معاذ نے پوچھا سناؤ کیا کر آئے ہو۔اُسید نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے واللہ مجھے ان کی بات میں کوئی خرابی تو محسوس نہیں ہوئی تاہم میں نے انہیں منع کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔''پھر حضرت اُسیدؓ نے سنسنی خیز خبر سناتے ہوئے کہا کہ''۔میں نے سنا ہے کہ بنی حارثہ اسعد بن زُرارہ کو قتل کرنے کے لئے نکلے ہیں،اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسعد بن زُرارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اور وہ تمہاری تذلیل کرنا چاہتے ہیں۔'' بس یہ سنتے ہی سعد بن معاذ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا حربہ لے کر تیزی سے چلے تاکہ بنی حارثہ کا ہاتھ پڑنے سے پہلے اپنے بھائی اسعد بن زُرارہ کی مدد کو پہنچ سکیں۔ چلتے ہوئے سعد بن معاذ نے اُسید بن حُضیر سے کہا''۔ واللہ، میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔''

حضرت سعد بن معاذ بنی ظفر کے اس باغ میں پہنچے جہاں یہ حضرات تشریف فرما تھے۔ اسعد بن زُرارہ نے سعد بن معاذ کو دور سے آتے دیکھ کر حضرت مصعب بن عمیر سے کہا یہ ہے وہ سردار جس کے پیچھے اس کی ساری قوم ہے۔ یہ مسلمان ہو گیا تو کوئی دو آدمی بھی ایسے نہ رہیں گے جو اس کی قوم میں سے اسلام قبول نہ کر لیں۔ وہاں پہنچ کر جب سعد بن معاذ نے دیکھا کہ یہ لوگ آرام وسکون سے بیٹھے ہیں اور اُسید بن حُضیر نے جو خبر دی تھی کہ''۔ بنی حارثہ اسعد بن زُرارہ کو قتل کرنے کے لئے نکلے ہیں۔'' اس کے تو دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے تو وہ سمجھ گئے کہ اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ کا مقصد دراصل مجھے اُن کی باتیں سنوانا تھا۔ سعد بن معاذ غضبناک انداز میں قریب آ کر کھڑے ہوئے اور اسعد بن زُرارہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''ابو امامہ، بخدا اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو یہ شخص (یعنی حضرت مصعب بن عمیر) مجھ سے نہ بچ سکتا تھا۔ کیا تو ہمارے گھر میں ہم پر اُس چیز کو مسلط کرنا چاہتا ہے جو ہمیں پسند نہیں ہے؟''۔ حضرتِ مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا آپ بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ پسند آئے تو قبول کر لیجئے، پسند نہ آئے تو ہم آپ سے اس چیز کو دور رکھیں گے جو آپ کو پسند نہیں ہے۔'' سعد بن معاذ نے کہا کہ یہ تم نے انصاف کی بات کہی ہے پھر انہوں نے اپنا حربہ زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرتِ مصعب بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ بن زُرارہ اور حضرتِ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کا بیان ہے کہ سعد بن معاذ کے بولنے سے پہلے ہی ہم ان کے چہرے کی ہشاشت بشاشت اور نرمی دیکھ کر سمجھ گئے کہ اسلام کی دعوت اور قرآن کی تاثیر نے ان کے دل میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ سعد نے ساری بات سننے کے بعد کہا: ''اس دین میں داخل ہونے کے لئے تم کیا کرتے ہو؟ حضرتِ مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ سب سے پہلے غسل کر لیں، پاک صاف کپڑے پہن لیں، پھر حق کی شہادت دیں پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔'' چنانچہ حضرت سعد بن معاذ نے ایسا ہی کیا۔ اسلام لانے کے بعد اپنا نیزہ اُٹھایا اور اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ لوگوں نے دیکھتے ہی کہا: ''ہم بخدا کہہ رہے ہیں کہ حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ جو چہرہ لے کر گئے تھے اس کی بجائے دوسرا چہرہ لے کر پلٹے ہیں۔'' پھر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ اہل مجلس کے پاس آ کر رکے تو کہنے لگے: ''اے بنی عبدالاشہل! تم لوگ اپنے اندر میرا معاملہ کیسے جانتے ہو؟'' انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں، سب سے اچھی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں اور ہمارے سب سے بابرکت پاسبان ہیں۔'' سعد بن معاذ نے کہا: اچھا تو سنو! اب تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات چیت حرام ہے جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔'' ان کی بات کا یہ اثر ہوا کہ شام ہوتے ہوتے اس قبیلے کا کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہ بچی جو مسلمان نہ ہو گئی ہو......۔''

حضرتِ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ بن زُرارہ دونوں مل کر لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے یہاں تک کہ قبیلہء خزرج کے لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ اس قبیلے کا کوئی محلہ اور گھر ایسا نہ رہا جس میں مرد اور خواتین مسلمان نہ ہوئے ہوں، البتہ قبیلہء اوس پر اس دعوت کے اثرات بہت ہی کم پڑے اور یہود مدینہ تو بالکل اسلام کے قریب نہ پھٹکے۔ اگلے موسم حج یعنی ۱۳ سنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی آنے سے قبل حضرت مصعب ؓ بن عمیر دعوتی مشن کی کامیابی اور روشن مستقبل کی خوشخبریاں لے کر آنحضرت ؐ کی خدمت میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو قبائلِ یثرب کے حالات، ان کی جنگی اور دفاعی صلاحیتوں اور اسلام کے روشن مستقبل کی تفصیلات بیان کیں۔ (زاد المعاد۔ سیرت ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد، مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی، طبرانی، ابونعیم فی دلائل النبوۃ، البدایہ والنہایہ)

بیعتِ عقبہ ثانیہ

اُسید ؓ بن حُضیر، سعد ؓ بن معاذ کے مسلمان ہونے سے اور مصعب ؓ بن عُمیر اور اسعد ؓ بن زُرارہ کی کاوشوں سے مدینہ طیبہ کے نو کے نو محلوں میں اسلام خوب پھیل چکا تھا اور نمازِ جمعہ کے لئے آنحضرت ؐ کی طرف سے احکامات بھی آ گئے تھے اور اہل مدینہ کی طرف سے جمعہ کا باقاعدہ اہتمام بھی عمل میں آ چکا تھا۔ گویا اسلامی ریاست کے قیام میں عملاً کوئی رکاوٹ موجود نہیں تھی اور اہلِ مدینہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ ءکرام کے حالاتِ زندگی، مصائب و مشکلات اور پیش آمدہ رکاوٹوں کا تذکرہ باہم کرتے رہتے تھے۔ جس کی ایک جھلک آپ حضرت جابر ؓ بن عبداللہ انصاری کی روایت میں ملاحظہ فرمائیں وہ بیان کرتے ہیں کہ

"آنحضرت ﷺ دس سال تک عُکاظ اور مجنّہ کے میلوں اور حج کے موقع پر باہر سے آنے والے قبائل کی قیام گاہوں کے چکّر کاٹتے رہے اور فرماتے رہے کہ کون ہے جو مجھے اپنے ہاں پناہ دے اور کون ہے جو میری مدد کرے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں اور اسے اس کے بدلے میں جنت ملے؟ مگر کوئی فرد اور کوئی قبیلہ آپ ؐ کی حمایت کے لئے تیار نہ ہوا۔ بلکہ اگر یمن یا مصر کا کوئی آدمی مکّے جانے کے لئے نکلتا تو اس کی قوم کے لوگ اور اس کے رشتہ دار اس سے کہتے کہ ذرا قریش کے اس جوان (یعنی محمد ﷺ) سے بچ کر رہنا، کہیں وہ تمہیں اپنے فتنے میں نہ ڈال دے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کی قیام گاہوں کے پاس سے گزرتے تو آپ ؐ کے اوپر انگلیاں اُٹھائی جاتیں۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہمیں یثرب سے آپ کے پاس بھیج دیا اور ہم نے آپ ؐ کی تصدیق کی اور حال یہ ہو گیا کہ ایک آدمی گھر سے نکلتا، ایمان قبول کرتا، قرآن مجید پڑھتا اور پلٹ کر جب اپنے گھر جاتا تو اس کے گھر والے بھی مسلمان ہو جاتے۔ اس طرح انصار کے محلّوں میں سے کوئی مُحلّہ ایسا نہ رہا جس میں مسلمانوں کا ایک گروہ نہ پایا جاتا ہو اور وہ علی الاعلان اپنے اسلام کا اظہار نہ کرتا ہو۔ ایک روز ہم سب جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ ہم کب تک آنحضرت ﷺ کو اس حالت میں چھوڑے رکھیں گے کہ آپ ؐ مکہ کے پہاڑوں میں جگہ جگہ پھرتے رہیں اور آپ ؐ کو رد کیا جاتا رہے، آپ ﷺ کو کہیں امن میسر نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم ستر لوگ حج پر گئے اور آنحضرت ؐ سے عقبہ میں ملاقات کی۔" (حیاۃ الصحابۃ: ۱: ص: ۲۴۵ بحوالہ مسند احمد، طبرانی)

کعب ؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کے لئے نکلے (بعض روایات میں حج پر جانے والے اوس و خزرج کے لوگوں کی تعداد پانچ سو تھی) ہمارے ساتھ ہمارے سردار اور بزرگ برّاء بن عازب بن مَعرُور بھی تھے دورانِ سفر انہوں نے کہا میری ایک رائے ہے شاید تم لوگ اس سے اتفاق کرو یا نہ کرو۔ کعب ؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ میں کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز نہ پڑھوں بلکہ اس کی طرف مُنہ کر کے پڑھوں۔ ہم نے کہا کہ ہمیں تو اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے خلاف عمل نہ کریں گے۔ مگر بَرَاء بن عازب بن معرور کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور ہم انہیں اس پر ملامت کرتے رہے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو انہوں نے کہا: ''بھتیجے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں اور ان سے اپنے اس فعل کے متعلق پوچھیں جو میں کرتا رہا ہوں، کیونکہ تم لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے میرے دل میں کھٹک پیدا ہوگئی ہے۔'' حضرت کعب کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے، اِس لئے اہل مکّہ میں سے ایک شخص سے ہم نے آپؐ کا پتہ پوچھا۔ اس نے کہا ان کے چچا عباس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں، کیونکہ وہ تجارت کے سلسلے میں ہمارے ہاں آتے رہتے تھے۔ اس نے کہا: حرم میں جاؤ وہ عباسؓ کے ساتھ بیٹھے نظر آئیں گے۔ ہم جب وہاں پہنچے تو ہم نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے عباسؓ سے پوچھا آپ ان دونوں کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، یہ بَرَاءؓ بن عازب بن معرور ہیں اور یہ کعبؓ بن مالک۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کبھی نہیں بھولتا کہ میرا نام سن کر آپؐ نے فرمایا ''شاعر؟'' عباس نے کہا ہاں۔ پھر بَرَاءؓ بن عازب بن معرور نے اپنا مسئلہ پوچھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق انہوں نے اُسی قبلے کی طرف نماز پڑھنی شروع کر دی جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے ہمیں ہدایت فرمائی کہ ہم ایام تشریق یعنی حج کے بعد منیٰ کے قیام کے درمیان والے روز عَقَبَہ میں آپؐ سے رات کے وقت ملیں۔ جب وہ رات آئی تو ہم اپنی قوم کے ساتھ اپنے پڑاؤ پر سوئے اور ایک تہائی رات گزرنے کے بعد خُفیہ طور پر آپؐ سے ملنے کے لئے چلے (کیونکہ ہم اپنی قوم کے ان مشرکین سے جو بڑی تعداد میں ہمارے ساتھ آئے تھے) یہ معاملہ چھپانا چاہتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ ہمارے سرداروں اور اشراف میں سے ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام تھے جو ابھی اپنے دین پر قائم تھے۔ ان کو ہم نے ساتھ لے لیا اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور ان کو بتایا کہ اس وقت ہمیں عَقَبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا ہے انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ساتھ بیعتِ عَقَبہ میں شریک ہوئے۔ اس وقت ہم تہتر مرد تھے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں تھیں۔ ایک بنی النجار میں سے نُسیبہ بنت کعب یعنی اُمِ عمارہ اور دوسری بنی سَلمہ میں سے اَسماء بنت عمرو اُمِ مَنیع۔

بیعتِ عقبہ کے بارے میں تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ جب مدینہ طیبہ کے یہ لوگ رات کے وقت چھپتے چھپاتے دو دو چار چار کر کے طے شدہ مقام پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرتِ عباسؓ موجود تھے جو ابھی تک بظاہر تو مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن بباطن وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معاملات میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ حضرت عباس اس لئے اس نازک موقع پر آئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ جانے سے پہلے ہر لحاظ سے یہ بات پختہ کر لیں۔ عَقَبہ کے اس موقع پر معاہدہ کیسے طے پایا۔ یہ روداد نہایت اہم بھی ہے اور عملاً اسلامی ریاست کی تاسیس کی تمہید بھی ہے۔ اس لئے اس کی تفصیلات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

شرکائے بیعتِ عَقَبہ کو حضرتِ عباسؓ کا خطاب

عَقَبہ: یعنی پہاڑ کی گھاٹی جو منٰی کے مغربی کنارے پر واقع عقبہ یا جمرۂ کُبریٰ کے نام سے بھی معروف ہے، کے مقام پر اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی اجتماع میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے مختصر مگر نہایت ہی جامع ہدایات ارشاد فرمائیں آپؐ نے فرمایا:
''جس کو جو بولنا ہو مختصر بولے اور بات کو طول نہ دے، کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔'' اس کے بعد تفصیلی خطاب حضرت عباسؓ نے کیا۔ آپ کے خطاب کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

["یَامَعْشَرَ الْخَزْرَج...إِنَّ مُحَمَّدًا مِنَّا حَيْثُ قَدْ عَلِمْتُمْ، وَقَدْ مَنَعْنَاهُ مِنْ قَوْمِنَا مِمَّنْ هُوَ عَلٰى مِثْلِ رَأْيِنَا فِيهِ، فَهُوَ فِي عِزَّةٍ مِنْ قَوْمِهِ وَمَنَعَةٍ فِي بَلَدِهِ، وَإِنَّهُ قَدْ أَبٰى إِلَّا الْانْحِيَازَ إِلَيْكُمْ، وَاللُّحُوقَ بِكُمْ، فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ وَافُونَ لَهُ بِمَا دَعَوْتُمُوهُ إِلَيْهِ، وَمَانِعُوهُ مِمَّنْ خَالَفَه فَأَنْتُمْ وَمَا تَحَمَّلْتُمْ مِنْ ذٰلِكَ، وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ مُسْلِمُوهُ وَخَاذِلُوهُ بَعْدَ الْخُرُوجِ بِهِ إِلَيْكُمْ فَمِنَ الْآنَ فَدَعُوهُ، فَإِنَّهُ فِي عِزَّةٍ وَمَنَعَةٍ مِنْ قَوْمِهِ وَبَلَدِهِ."]

''(حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے کہا:'') خزرج کے لوگو! محمد (ﷺ) ہمارے ہاں جو حیثیت رکھتے ہیں وہ تمہیں معلوم ہے۔ جو لوگ ان کے بارے میں ہمارے ہم خیال ہیں (یعنی جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے) اُن کے مقابلے میں ہم (یعنی بنی ہاشم و بنی مطّلب) نے ان کی حمایت وحفاظت کی ہے، اس لئے وہ اپنی قوم کے اندر مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں۔ لیکن وہ تمہارے ہاں جانے کے سوا اور کسی بات پر راضی نہیں ہیں۔ اب اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ تم اس عہد و پیمان کو پورا کرو گے جس کے ساتھ تم انہیں مدعو کر رہے ہو اور اس کے مخالفین کے مقابلے میں ان کی حفاظت کرو گے، تو یہ ذمہ داری تم اپنے اوپر اُٹھا رہے ہو تو اٹھا لو۔ لیکن اگر یہاں سے اُن کے نکلنے اور تمہارے ساتھ جا ملنے کے بعد تم کسی درجے میں بھی یہ اندیشہ رکھتے ہو کہ تمہیں ان کا ساتھ چھوڑ دینا اور انہیں دشمنوں کے حوالے کر دینا پڑے گا تو بہتر یہی ہے کہ ابھی سے ان کو چھوڑ دو، کیونکہ وہ اپنی قوم میں مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں۔''

["فَقُلْنَا لَهُ: قَدْ سَمِعْنَا مَا قُلْتَ، فَتَكَلَّمْ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَخُذْ لِنَفْسِكَ وَلِرَبِّكَ مَا أَحْبَبْتَ."]

''ہم نے کہا اے عباس: ہم نے آپ کی بات بغور سن لی۔ اب یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ارشاد فرمائیں اور اپنے لئے جو عہد ہم سے لینا چاہیں، لے لیں۔''

چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خطاب فرمایا:

["فَتَكَلَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَتَلَا الْقُرْآنَ، وَدَعَا إِلَى اللهِ، وَرَغَّبَ فِي الْإِسْلَامِ قَالَ: "أُبَايِعُكُمْ عَلٰى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ."]

(حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے گفتگو فرمائی اور آپؐ نے سب سے پہلے)''۔ قرآن پڑھا، اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی طرف رغبت دلائی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اسی طرح حمایت وحفاظت کرو گے جس طرح خود اپنے بال بچوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہو۔"

آنحضرت ﷺ کے اس مختصر مگر جامع خطاب کے فوراً بعد اجتماع کے ایک رکن جناب براءؓ بن عازب بن معرور نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا:

["نَعَمْ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَنَمْنَعَنَّكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ أُزُرَنَا، فَبَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَنَحْنُ وَاللهِ أَبْنَاءُ الْحُرُوبِ وَأَهْلُ الْحَلْقَةِ، وَرِثْنَاهَا كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ۔"]

"جی ہاں۔ اس خُدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے ہم خود اپنی جان اور اپنی آل اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، پس یارسول اللہ ﷺ، ہم سے بیعت لیجئے، بیچ میں بات کاٹ کر ایک اور شریکِ اجتماع ابوالہیثم بن التیہان نے کہا

["يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الرِّجَالِ حِبَالًا وَإِنَّا قَاطِعُوهَا ـــ يَعْنِي الْيَهُودَ فَهَلْ عَسَيْتَ إِنْ نَحْنُ فَعَلْنَا ذٰلِكَ ثُمَّ أَظْهَرَكَ اللهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى قَوْمِكَ وَتَدَعَنَا۔"؟]

"یارسول اللہ ﷺ، ہمارے اور دوسرے لوگوں (یعنی یہود) کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں جن کو اب ہم کاٹ دینے والے ہیں۔ اس کے بعد کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ عطا کر دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم (یعنی قبیلے) میں واپس تشریف لے جائیں؟"

["فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بَلِ الدَّمُ الدَّمُ، وَالْهَدْمُ الْهَدْمُ، أَنَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مِنِّي، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ، وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ!۔"] (حیاۃ الصحابۃ: ج۔ص۔۲۴۷ مختصر سیرۃ ابن ہشام۔ص:۱۰۵۔۱۰۶)

"آنحضرت ﷺ نے مسکرا کر جواب دیا نہیں، بلکہ اب خون کے ساتھ خون اور قبر کے ساتھ قبر ہے (یعنی میرا مرنا اور جینا اب تمہارے ساتھ ہے) میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو، جس سے تمہاری لڑائی اس سے میری لڑائی اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔"

بیعتِ عقبۂ ثانیہ کا نازک لمحہ

حضرت عباسؓ کے خطاب سے یہ واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ یہ پختہ ارادہ فرما چکے تھے کہ اب میرا مستقبل مدینہ منورہ سے وابستہ ہے اور براء بن معرور اور ابوالہیثم کے خطاب کا حاصل بھی یہ ہے کہ اے اللہ کے نبیؐ ہم آپ کو ہر حال میں مدینہ طیبہ لے جانا چاہتے ہیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپؐ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ واقتدار عطا فرمائے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر واپس مکہ اپنی قوم کے پاس آ جائیں۔ یہ ایک نازک لمحہ تھا کہ اس پیش کش کے صاف معنی یہ تھے کہ ایک چھوٹا سا قصبہ اپنے آپ کو پورے جزیرۃ العرب کی تلواروں اور دنیا کے ساتھ معاشی وتمدنی بائیکاٹ کے مقابلہ میں پیش کر رہا تھا۔ چنانچہ بیعتِ عقبہ کے اس نازک موقع پر رات کی اُس مجلس میں اسلام کے ان اولین حواریوں نے اس نتیجہ کو خوب اچھی طرح جان بوجھ کر آنحضرت ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ عین اس وقت جبکہ بیعت کے لئے شرکائے مجلس نے ہاتھ آگے بڑھا دیئے تھے شرکائے مجلس کے ایک کم سن نوجوان اور مدینہ طیبہ کے اولین مبلغ اسلام حضرت اسعدؓ بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اہلِ یثرب کو مخاطب ہو کر کہا:

["رُوَيْدًا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ! فَإِنَّا لَمْ نَضْرِبْ إِلَيْهِ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ(ﷺ) وَإِنَّ إِخْرَاجَهُ الْيَوْمَ مِنَاوَأَةٌ لِلْعَرَبِ كَافَّةً وَقَتْلُ خِيَارِكُمْ وَتَعَضُّكُمُ السُّيُوْفُ، فَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَصْبِرُوْنَ عَلَى ذٰلِكَ فَخُذُوْهُ وَأَجْرُكُمْ عَلَى اللهِ، وَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَخَافُوْنَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خِيْفَةً فَذَرُوْهُ فَبَيِّنُوْا ذٰلِكَ فَهُوَ أَعْذَرُ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ۔"]

(حیاۃ الصحابہ ج۔ا ص۔۲۴۶۔ البدایہ والنہایہ ج:۳۔۱۵۹)

"ٹھہرو اے اہل یثرب! ہم لوگ جو ان کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آج انہیں یہاں سے نکال کر لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجہ میں تمہارے نونہال قتل ہونگے اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑو (یعنی بیعت کرو) اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔"

بیعت کے اس عمل سے قبل شرکائے اجتماع میں سے ایک اور ممبر حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ نے مجلس کو مخاطب ہو کر کہا

["يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ هَلْ تَدْرُوْنَ عَلَامَ تُبَايِعُوْنَ هٰذَا الرَّجُلَ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ إِنَّكُمْ تُبَايِعُوْنَهُ عَلَى حَرْبِ الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ مِنَ النَّاسِ، فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ إِذَا أُنْهِكَتْ أَمْوَالُكُمْ مُصِيْبَةً وَأَشْرَافُكُمْ قَتْلًا أَسْلَمْتُمُوْهُ فَمِنَ الْآنَ؟ فَهُوَ وَاللهِ إِنْ فَعَلْتُمْ خِزْيُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ وَافُوْنَ لَهُ بِمَا دَعَوْتُمُوْهُ إِلَيْهِ عَلَى نَهْكَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ فَخُذُوْهُ، فَهُوَ وَاللهِ خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔"]

"اے قوم خزرج کیا جانتے ہو اس شخص سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ (آوازیں، ہاں جانتے ہیں) تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو کیونکہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نبا ہو گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

اس گفتگو کے بعد شرکائے اجتماع نے بالاتفاق اعلان کیا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["۔فَإِنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى مُصِيبَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ۔"]

(حیاۃ الصحابہ: ج:۱ص:۲۴۸ مطبوعہ دمشق بحوالہ البدایہ والنہایہ: ۳/ ۱۶۲)

''ہم اُسے (آنحضرت ﷺ کو) لے کر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کیلئے تیار ہیں۔''

بس اس کے بعد حاضرین نے اپنے آپ کو بیعت کے لئے پیش کیا اور آنحضرت ﷺ نے چند اہم ترین امور پر بیعت لی اس بیعت کی تفصیلات احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ہم یہاں اختصار سے اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے جس میں انہوں نے بیعت عقبہ کو بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ:

["فَقُلْنَا:يَارَسُوْلَ اللهِ عَلَامَ نُبَايِعُكَ ؟قَالَ:تُبَايِعُوْنِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ،وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرَ ،وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ،وَأَنْ تَقُوْلُوا فِي اللهِ لَا تَخَافُوْا فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ،وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُوْنِي فَتَمْنَعُوْنِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَ كُمْ،وَلَكُمُ الْجَنَّةُ۔"]

(حیاۃ الصحابہ ج:۱،ص:۲۴۵، ۲۴۶ بحوالہ فتح الباری ج:۷ ص:۱۵۸ والبدایہ النہایہ ج:۳: ۱۵۹)

''۔ہم نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) ہم آپؐ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپؐ نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ:

۱۔تمہارا دل چاہے نہ چاہے ہر حال میں تم سنو گے بھی اور مانو گے بھی۔ ۲۔تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں خرچ کرو گے۔ ۳۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے۔ ۴۔تم اللہ کی خوشنودی کی بات کرو گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرو گے۔ ۵۔تم میری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں (مدینہ میں) آجاؤں اس وقت تم میری ان تمام چیزوں کی حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اور تمہیں (اس کے بدلے میں) جنت ملے گی۔''

ایک اور حدیث جو حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

["۔بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَيْعَةَ الْحَرْبِ،عَلَى السمع وَالطَّاعَةِ،فِي عُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَمَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا،وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا ۔وَأَلَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ،وَأَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا،لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔"]

''ہم لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر بیعت کی کہ ہم ہر حال میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے، تنگی میں بھی اور وسعت میں بھی۔دل چاہے تب بھی اور نہ چاہے تب بھی اور ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے تب بھی اور امیر سے امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے اور جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ حضرت عباسؓ کے خطاب، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ اور شرکائے اجتماع کے خیالات کے اظہار کے بعد سب لوگ بیعت کرنے کے لئے آگے بڑھے اور بیعت کی یہاں تک کہ خواتین اسلام جو یہاں تشریف لائی ہوئی تھیں انہوں نے بھی اپنی بیعت پیش کی۔ اس تقریبِ بیعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو ہدایت فرمائی کہ اپنے میں سے بارہ لوگ منتخب کریں جو اپنی اپنی جماعت کے نقیب کہلائیں گے، چنانچہ انہوں نے بارہ لوگ منتخب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کئے۔

بارہ نقیبوں کا تقرر

بیعت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور بیعت میں سبقت لے جانے والے حضرت مصعبؓ بن عمیر کے دوست اور مدینہ طیبہ کے سب سے پہلے بڑے مبلغ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ تھے۔ چنانچہ ابن اسحق کی روایت ہے کہ بنونجار کہتے ہیں کہ ابوامامہ اسعد بن زُرارہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے بعد بیعتِ عام منعقد ہوئی۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک ایک آدمی کر کے اُٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لی اور اس کے عوض جنت کی بشارت دی۔ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور اُمِ منیع اسماء بنت عمرو سے آپؐ نے زبانی بیعت لی۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے کبھی کسی اجنبی عورت سے مصافحہ نہیں کیا۔ اس بیعت کے بعد مکہ مکرمہ سے باہر ایک بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہو گئے تھے اس لئے ضرورت تھی کہ بیعت کی دفعات پر عمل درآمد اور اجتماعی نظام کو ٹھوس بنیادوں پر چلانے کے لئے کچھ ذمہ داران کا انتخاب کر کے ان کو سربراہ مقرر کیا جائے چنانچہ آنحضرتؐ کی تجویز پر انصار نے اپنے میں سے بارہ لوگوں کا انتخاب کیا۔ ان بارہ سربراہوں میں سے نو کا تعلق قبیلہء خزرج سے تھا اور تین کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

قبیلۂ خزرج کے نقیب

(۱) اسعدؓ بن زُرارہ بن عدس (۲) سعدؓ بن ربیع بن عمرو (۳) عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ
(۴) رافع ؓ بن مالک بن عجلان (۵) براءؓ بن عازب معرور بن صخر (۶) عبداللہؓ بن عمرو بن حرام
(۷) عبادہؓ بن صامت بن قیس (۸) سعدؓ بن عبادہ بن دلیم (۹) مُنذرؓ بن عمرو بن خُنیس۔

قبیلہء اوس کے نقیب

(۱) اسیدؓ بن حضیر بن سماک (۲) سعدؓ بن خیثمہ بن حارث اور (۳) رفاعہؓ بن عبدالمنذر بن زُبیر

ان بارہ نقباء کے انتخاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے ایک اور مزید عہد لیا اور وہ یہ کہ

''۔ آپ لوگ اپنی قوم کے جملہ معاملات کے کفیل ہیں جیسے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کفیل ہوئے اور میں اپنی قوم یعنی مسلمانوں کا کفیل ہوں۔''

بیعت کا انکشاف، انصار کی مستعدی اور قریش کا جوشِ انتقام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعتِ عَقَبہ کی ابتداء میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ''جس کو بولنا ہو مختصر بولے اور بات کو طول نہ دے کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔'' نیز مقامِ عَقَبہ کا یہ انتخاب بھی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہاں یہ اجتماع نہایت خفیہ طریقے پر منعقد کیا گیا تھا کیونکہ عَقَبہ یعنی پہاڑ کی وہ گھاٹی جس کی گزرگاہ تنگ بھی تھی اور مکہ سے منیٰ کی طرف آتے جاتے ہوئے منیٰ کے مغربی کنارے پر ایک تنگ پہاڑی راستے سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہی گزرگاہ عقبہ کے نام سے مشہور و معروف تھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو جس دن ایک جمرہ کو کنکری ماری جاتی ہے وہ اسی گزرگاہ کے سرے پر واقع ہے اس لئے اسے جمرہ عَقَبہ کہتے ہیں۔ اس جمرہ کا دوسرا نام جَمرہ کبریٰ بھی ہے۔ باقی دو جمرے اس سے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں۔ چونکہ منیٰ کا پورا میدان، جہاں حجاج قیام کرتے ہیں، ان تینوں جمرات کے مشرق میں ہے ان لئے ساری چہل پہل ادھر ہی رہتی تھی اور کنکریاں مارنے کے بعد اس طرف لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ ختم ہو جاتا تھا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے بیعت لینے کے لئے اس گھاٹی کو منتخب فرمایا اور اسی مناسبت سے اس کو بیعتِ عَقَبہ کا نام دیا گیا ہے۔

انتہائی مناسب مقام کے باوجود مشرکین مکہ ٹوہ میں لگے ہوئے تھے اور انسان کا ازلی دشمن شیطان تو ہروقت تاڑ میں رہتا ہے۔ زاد المعاد میں ہے کہ معاہدہ کی تکمیل ہو چکی تھی اور اب لوگ اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے جانے والے تھے کہ ایک شیطان کو اس کا پتہ چل گیا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اہل مکہ تک اطلاع کرتا اور وہ شرکائے اجتماع کی خبر لینے کو پہنچ سکتے لہٰذا وہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا اور انتہائی بلند آواز میں پکار کر کہا۔ ایسی پکار کہ اس جیسی آواز پہلے کبھی نہیں سنی گئی:

["يَاأَهْلَ الجَبَاجِبِ هَلْ لَكُمْ فِي مُذَمَّمٍ وَالصُّبَاةِ مَعَهُ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ حَرْبِكُمْ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هٰذَا أَزَبُّ الْعَقَبَةِ، هٰذَا ابْنُ أَزْيَبَ."]

''اے خیموں (گھروں) میں رہنے والو! مذمّم (قابلِ مذمت شخص) اور اس کے ساتھ جو بے دین لوگ ہیں، ان کے متعلق تمہیں کوئی دلچسپی ہے، یہ لوگ تم سے جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ (یہ آواز سُن کر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس گھاٹی کا اَزَب نامی شیطان ہے۔ یہ ازیب کا بیٹا ہے۔''

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

[''اِرْفَضُّوْا اِلٰى رِحَالِكُمْ'']

''تم اپنی قیام گاہوں میں ایک ایک دو دو ہو کر واپس چلے جاؤ۔''

اس موقع پر حضرتِ عباسؓ بن عبادہ نے کہا

["يَارَسُوْلَ اللهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ شِئْتَ لَنَمِيْلَنَّ عَلٰى اَهْلِ مِنًى غَدًا بِأَسْيَافِنَا!! قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ ﷺ: لَمْ نُؤْمَرْ بِذَالِكَ، وَلٰكِنِ ارْجِعُوْا اِلٰى رِحَالِكُمْ."]

(حیاۃ الصحابۃ ج:۱ ص:۲۴۹، بحوالہ البدایہ: ۳: ۱۶۴ تہذیب سیرت ابن ہشام ص:۱۰۶)

''یارسول اللہ ﷺ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو ہم کل ہی اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلواریں لے کر منیٰ والوں پر ٹوٹ پڑیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تم اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے جاؤ۔''

چنانچہ سب لوگ ایک ایک ، دو دو کر کے اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے اور سو گئے ۔علی الصبح قریش کے بڑے بڑے لوگ اہل مدینہ کی قیام گاہ پر پہنچ گئے انہوں نے کہا کہ: ''اے گروہ خزرج ،ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (یعنی محمد ﷺ) سے ملے ہو اور تمہارا ارادہ اسے ہمارے ہاں سے نکال لے جانے کا ہے اور تم اس سے ہمارے خلاف جنگ کی بیعت کر رہے ہو۔خدا کی قسم عرب میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس سے لڑنا ہمیں تمہارے خلاف جنگ کرنے سے زیادہ ناگوار ہو۔''

اس پر اہلِ مدینہ میں سے جو لوگ مشرک تھے (اور انہیں اس بیعت کا علم نہیں تھا) انہوں نے حلفاً کہا کہ:

''ایسا نہیں ہوا ہے اور ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔'' یہ لوگ مدینہ کے سردار عبداللہ بن ابی کے پاس گئے اور اس سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔اس نے کہا: ''یہ اتنا بڑا کام ہے کہ میری قوم مجھ سے بالا بالا یہ نہیں کر سکتی اور میں نہیں جانتا کہ ایسا ہوا ہے۔''

قریشِ مکہ کا ان جوابات سے اطمینان نہ ہوا اور وہ مسلسل ٹوہ میں لگے رہے۔بالآخر انہیں یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ خبر صحیح ہے اور بیعت ہو چکی ہے۔لیکن یہ معلوم اس وقت ہوا جب حجاج کرام اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔اس لئے قریشِ مکہ کے سواروں نے تیز رفتاری سے اہل یثرب کا تعاقب کیا لیکن لوگ دور نکل چکے تھے۔زاد المعاد اور سیرت ابن ہشام کے مطابق مکی سواروں نے سعدؓ بن عبادہ اور منذرؓ بن عمرو کو دیکھ لیا اور سبک رفتاری کے ساتھ ان کے سر پر پہنچ گئے۔مُنذرؓ بن عمرو نہایت تیز رفتاری سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے البتہ سعد بن معاذ پکڑے گئے۔

["وَاَمَّا سعد فَاَخَذُوْهُ فَرَبَطُوْا يَدَيْهِ اِلٰى عنقه بِنسع رَحلِه، ثُمَّ اَقْبَلُوْا بِه حَتّٰى اَدْخَلُوْهُ مَكَّة يَضْرِبُوْنَهٗ وَيَجْذَبُوْنَهٗ بِجُمَّتِه، وَكَانَ ذَا شَعْرٍ كَثِيْرٍ."]

''مگر سعد بن معاذ گرفتار کر لئے گئے۔قریش کے لوگوں نے ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دئے اور ان کو مارتے پیٹتے (اور ایک روایت کے مطابق گھسیٹتے) اور ان کے سر کے بال (جو گھنے اور لمبے تھے) پکڑ کر کھینچتے ہوئے مکے لے گئے۔''

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ مکے میں میرے ساتھ یہ کچھ ہو رہا تھا کہ

["فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَفِيْ اَيْدِيْهِمْ اِذْ طَلَعَ عَلَيَّ نَفَرٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِيْهِمْ رَجُلٌ وَضِيْءٌ اَبْيَضُ شَعْشَاعٌ حُلْوٌ مِنَ الرِّجَالِ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: اِنْ يَّكُ عِنْدَ اَحَدٍ مِنَ الْقَوْمِ خَيْرٌ فَعِنْدَ هٰذَا! فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ رَفَعَ يَدَهٗ فَلَكَمَنِيْ لَكْمَةً شَدِيْدَةً، فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: وَاللّٰهِ مَا عِنْدَهُمْ بَعْدَ هٰذَا مِنْ خَيْرٍ."]

''سعد کہتے ہیں کہ واللہ! میں ان کے ہاتھوں میں (پھنسا ہوا) تھا کہ یکایک ان کے پاس قریش کی ایک جماعت جس میں ایک شخص پاک صاف، گورا چٹا، لمبا حسین و جمیل، لوگوں میں مقبول بھی تھا (یعنی سہیل بن عمرو) میں نے دل میں سوچا، اگر ان لوگوں میں سے کسی میں کوئی بھلائی ہو تو اسی شخص میں ہوگی جب وہ میرے نزدیک ہوا۔تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہاتھ اٹھایا اور مجھے پورے زور سے ایک تھپڑ رسید کیا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچ لیا کہ نہیں واللہ! اس کے بعد ان میں سے کسی میں بھی کوئی بھلائی نہیں ہے۔"

حضرت سعد کہتے ہیں کہ واللہ! میں (اسی طرح) ان کے ہاتھوں میں (مکے اور تھپڑ کھاتا) رہا وہ مجھے کھینچے لئے پھرتے تھے کہ اچانک انہیں میں سے ایک شخص نے مجھ پر ترس کھایا اور کہا: سعد تجھ پر افسوس کیا تیرے اور قریش کے لوگوں میں سے کسی کے درمیان جوار (یعنی کوئی معاہدہ) نہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں، واللہ جبیر بن مطعم کو تجارت کے زمانے میں پناہ دیتا رہا ہوں، میری بستیوں میں جو لوگ ان پر ظلم کرنا چاہتے تھے ان سے بچاتا رہا ہوں اور حارث بن حرب کو بھی بچاتا رہا ہوں۔ اس نے کہا: اے کم بخت! پھر تو ان دونوں شخصوں کا نام لے کر پکار، تیرے اور ان کے درمیان جو تعلقات ہیں انہیں یاد دلا چنانچہ میں نے ویسا ہی کیا۔

["وَخَرَجَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اِلَيْهِمَا، فَوَجَدَهُمَا فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَهُمَا: اِنَّ رَجُلًا مِنَ الْخَزْرَجِ اَلْآنَ يُضْرَبُ بِالْاَبْطَحِ وَيَهْتِفُ بِكُمَا وَيَذْكُرُ اَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَكُمَا جِوَارًا، قَالَا: وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ: سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: صَدَقَ وَاللهِ اِنْ كَانَ لَيُجِيْرُ لَنَا تُجَّارَنَا، وَيَمْنَعُهُمْ اَنْ يُظْلَمُوْا بِبَلَدِهٖ! قَالَ: فَخَلَّصَنَا سَعْدًا مِنْ اَيْدِيْهِمْ، فَانْطَلَقَ۔"] (تہذیب سیرت ابن ہشام: ص: ۱۰۷، ۱۰۸)

"وہ شخص ان دونوں کی طرف چلا گیا اور انہیں مسجد حرام (کعبۃ اللہ) کے پاس پایا اور ان سے کہا: بنی خزرج کا ایک شخص اس وقت مقام ابطح میں پٹ رہا ہے۔ تم دونوں کا نام لے کر چلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس کے اور تمہارے درمیاں جوار (یعنی پناہ دہی کا عہد) ہے۔ ان دونوں نے کہا وہ ہے کون؟ اس نے کہا: سعد بن عبادہ۔ دونوں نے کہا: اس نے سچ کہا ہے، واللہ! وہ ہماری تجارت کے زمانے میں ہمیں پناہ دیا کرتا تھا اور اپنی بستی میں ان لوگوں کو ظلم سے روکتا تھا۔ وہ دونوں (مقام ابطح) آئے اور سعد کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا وہ (رہائی کے بعد مدینہ منورہ کی طرف) چلے گئے۔"

ادھر بیعت عقبہ کے موقع پر بیعت کرنے والے انصار نے ایک جگہ جمع ہو کر جب جائزہ لیا تو سعد بن عبادہ کو اپنے اندر نہ پا کر مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ابن قیم الجوزی نے زاد المعاد میں صراحتاً لکھا ہے کہ:

["وَتَشَاوَرَتِ الْاَنْصَارُ حِيْنَ فَقَدُوْهُ اَنْ يَكُرُّوْا اِلَيْهِ، فَاِذَا سَعْدٌ قَدْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ، فَوَصَلَ الْقَوْمُ جَمِيْعًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔"]

"ادھر انصار ان کی گرفتاری کے بعد باہم مشورہ کر رہے تھے کہ کیوں نہ (اچانک مکہ پر سعد کو رہا کرانے کے لئے) دھاوا بول دیا جائے، مگر اتنے میں سعد (دور سے) دکھائی دیئے۔ اس کے بعد تمام لوگ بخیریت مدینہ چلے گئے۔"

مدینہ طیبہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد

بیعت کرنے والے یہ لوگ بسلامت مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو یہ اب خود مبلغ اور داعی الی اللہ بن گئے انہوں نے یہاں پہنچتے ہی پرزور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے اسلام کی دعوت ان لوگوں تک پہنچانا شروع کر دی، جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی تھی۔ ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کے کچھ عمر رسیدہ لوگ اپنے قدیم مذہب شرک و بت پرستی پر بضد تھے۔ ان میں سے ایک عمرو بن جموح بھی تھا۔ حالانکہ اس کے بیٹے معاذؓ عقبہ میں حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ عمرو بن جموح بنو سلمہ کا سردار تھا اور دوسرے سرداروں کی طرح اس نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک علیحدہ بت بنا رکھا تھا اور اس کا نام "مناۃ" رکھا تھا اور یہ اس کا خدا تھا، اس کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور اس کی مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتا تھا۔ جب بنو سلمہ کے نوجوان معاذ بن جبل، عمرو کے بیٹے معاذ بن عمرو اور دیگر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور عقبہ میں شرف بیعت سے مشرف بھی ہو گئے تو انہوں نے عمرو بن جموح کو راہِ راست پر لانے کے لئے ایک منصوبہ بنایا یہ لوگ رات کی تاریکی میں عمرو بن جموح کے اس بت کے پاس پہنچتے اور اسے اُٹھا کر بنی سلمہ کی بستی کے کسی گڑھے میں جس میں لوگ گندگیاں پھینکتے تھے الٹا کر کے سر کے بل ڈال دیتے۔ جب عمرو بن جموح صبح اُٹھتا اور دیکھتا کہ بت اپنی جگہ سے غائب ہے تو پکار اُٹھتا: ارے کم بختو! ہمارے معبود پر آج کی رات کس نے دست درازی کی؟ پھر وہ صبح ہی اسے ڈھونڈ ھنے نکلتا۔ اُسے جب تلاش کر لیتا تو اسے دھوتا، پاک صاف کرتا، خوشبو لگاتا اور کہتا: "واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے تجھ سے ایسا سلوک کیا ہے تو ضرور اسے ذلیل کروں گا۔ جب شام ہوتی اور عمرو بن جموح سو جاتا تو پھر بت کے ساتھ وہی سلوک ہوتا۔ عمرو بن جموح سویرے اُٹھتا اور تلاش کرتا اور اسے ویسے ہی گندگی میں پڑا ہوا پاتا جس طرح پہلے روز پایا تھا تو اسے دھوتا پاک صاف کرتا اور خوشبو لگاتا اور اپنے گھر مقررہ مقام پر بنا سجا کر رکھتا رات ہوتی تو بت کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا اور یہ روزمرہ کا معمول بن گیا۔ ایک روز عمرو بن جموح نے اُسے گندگی سے نکالا جہاں اُسے ڈالا گیا تھا۔ اسے دھو دھلا کر اور خوشبو لگا کر مقررہ مقام پر رکھا اور ایک تلوار اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہا

[" إِنِّي وَاللهِ مَا (أَعْلَمُ مَنْ) صَنَعَ بِكَ مَا تَرَى، فَإِنَّ فِيكَ خَيْرٌ فَامْتَنِعْ فَهٰذَا السَّيْفُ مَعَكَ."]

"واللہ! میں نہیں جانتا کہ کون تیرے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے اور تو بھی اسے دیکھ رہا ہے، اگر تجھ میں کسی طرح کی قوت ہے تو خود اپنی حفاظت کر لے۔ یہ تلوار بھی تیرے ساتھ ہے۔"

جب شام ہوئی اور عمرو بن جموح سو گیا تو ان لوگوں نے بت پر چھاپا مارا اس کے گلے میں سے تلوار بھی لے لی اور ایک مردہ کتا لے کر اس کے ساتھ رسی سے باندھ دیا اور اسے بنی سلمہ کے گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں پھینک دیا جہاں لوگ گندگیاں پھینکا کرتے تھے۔ جب عمرو بن جموح صبح اُٹھا اور بت کو وہاں نہ پایا جہاں اسے رکھا تھا تو اسے ڈھونڈ ھنے نکلا، یہاں تک کہ اسے اس گڑھے میں مردہ کتے کے ساتھ اوندھا پڑا ہوا پایا، جب عمرو بن جموح نے اسے اس حالت میں دیکھا اور اس کی حالتِ زار پر بغور نظر ڈالی تو اس کی قوم کے ان لوگوں نے جو اسلام قبول کر چکے تھے عمرو بن جموح کو سمجھایا تو اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوئی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور جب عمروؓ بن جموح نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی اور صفاتِ باری تعالیٰ کا ادراک حاصل ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

وَاللهِ لَوْ كُنْتَ إِلٰهًا لَمْ تَكُنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِيْ قَرْنٍ
أُفٍ لِمَلْقَاكَ آلِهًا مُسْتَدَنٍ
اَلْآنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمِنَنْ
هُوَالَّذِيْ أَنْقَذَنِيْ مِنْ قَبْلِ أَنْ
أَكُوْنَ فِيْ ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُرْتَهَنْ
بِأَحْمَدَ الْمَهْدِيِّ النَّبِيِّ الْمُؤْتَمَنْ

''خدا کی قسم! اگر تو خدا ہوتا تو کتے کے ساتھ ایک رسی میں بندھا ہوا کنوئیں کے درمیان نہ پڑا ہوتا۔
خدا سمجھ کر تیری ملاقات اور تیری عبادت پر صد لعنت، اب تحقیق کرنے پر ہمیں تیرے بُرے نقائص معلوم ہوئے ہیں۔
سب تعریف بلند مرتبہ اور بے شمار احسان کرنے والے خدا کی ہے جو عطا کرتا ہے، رزق دیتا ہے اور سب حساب نمٹاتا ہے۔
وہی ذات ہے، جس نے قبر کے اندھیرے میں پھنسنے سے پہلے ہی مجھے (شرک وکفر سے) سے بچالیا۔
امانت دار نبی احمد کی رہنمائی سے جو خود بھی ہدایت یافتہ ہیں۔''

یوں شب و روز پوری تندہی کے ساتھ بیعت کرنے والے انصار، مکہ مکرمہ سے واپس آ کر مدینہ منورہ میں دعوت وتبلیغ میں مصروف ہو گئے نوجوان پرجوش طریقے پر سرگرم عمل ہو گئے جبکہ قائدین اور نُقباء نہایت حکیمانہ طرز پر تنظیم کو مستحکم کرنے میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کے کام کو وسعت دینے کے منصوبے بنا کر ان کو روبہ عمل لا رہے تھے اور تربیتی مراکز بنا کر شب و روز نئے مسلمان ہونے والوں کی تربیّت کرنے میں لگے ہوئے تھے تا آنکہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ بحیثیت حکمران، سپہ سالار تشریف لائے اور یہاں بیٹھ کر پورے جزیرۃ العرب میں اسلام کو بالفعل غالب کر دیا اور دنیا بھر کے لئے اسلام کا دروازہ کھول دیا۔

بیعتِ عَقبَہ اولیٰ وثانیہ کا پیغام امت کے نام

آیئے ایک مرتبہ بیعت عَقبَہ اولیٰ وثانیہ کی اس روداد پر غور کریں کہ اس میں دورِ حاضر کے مسلمانوں کے لئے کیا سبق ہے۔ اگر آپ طائرانہ نظر سے یہ روداد پڑھیں تو گیارہ امور ایسے ہیں جو نمایاں طور پر آپ کے سامنے آئیں گے اور اگر اس میں غوطہ زن ہوں تو یقیناً اور بھی قیمتی اور نایاب موتی آپ کو ضرور مل سکتے ہیں۔ میں ان گیارہ امور کا تذکرہ یہاں اس لئے بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ غلبہء اسلام کے لئے اُٹھنے والی کسی بھی تحریک کے لئے ان کو اپنانا اور اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا ازحد ضروری ہے وہ گیارہ چیزیں کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) آنحضرت ﷺ کا مکی دور میں مؤثر دعوتی نظام (۲) اہل کتاب ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) بیعت کے اہداف ومقاصد کیا تھے؟

(۴) قائدِ تحریک کا فرض ہے کہ بنیادی دعوت کو منظم کرنے کے لئے عملی اقدامات اٹھائے۔

(۵) ایک نومسلم کی سوچ اور اطاعت کا مثالی نمونہ

(۶) بیعتِ عقبہءاولیٰ وثانیہ میں تنظیمی صلاحیتوں کا عمدہ ترین مظاہرہ

(۷) شرائطِ بیعت اور مبایعین کا حسنِ کردار (۸) نقیبوں کا تقرر اور تنظیمی ڈھانچے کا ابتدائی خاکہ

(۹) انتخاب واستصواب کا ایک عمدہ طریقہ

(۱۰) سعد بن عبادہ کی گرفتاری، رہائی اور رفقائے سفر کا عمدہ کردار

(۱۱) بیعت کے بعد مدینہ منورہ کا ہر فرد، داعیٔ دین بن گیا تھا۔

اس اجمال کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دور میں موثر دعوتی نظام

اگر آپ یکسو ہو کر اس سوال پر غور کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکے جیسے مشرکانہ ماحول میں جہاں تین سو ساٹھ بُت بیت اللہ کی زینت بنے ہوئے تھے، لوگ عریاں ہو کر بیت اللہ کے طواف کو اعلیٰ ترین عبادت سمجھتے تھے اور جن کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ کی (نعوذ باللہ) بیٹیاں ہیں۔ وہ درندے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے، جن کا تصورِ آخرت یہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان دوبارہ زندہ ہوں گے جبکہ انسان مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو غارت گری کے عادی مجرم تھے۔ ایسے ماحول میں سے کچھ لوگ ایسے مل گئے اور ملتے چلے گئے جنہوں نے ایمان قبول کیا اور اہل مکہ کی ستم رانیوں کے باوجود اپنے اسلام کا اعلان واظہار کیا اور اس پر قائم ہی نہیں رہے بلکہ اس کے داعی اور مبلغ بن گئے۔ پھر ظلم وستم کی چکی میں پستا دیکھ کر مکہ اور اطرافِ مکہ، طائف، یمن، حبشہ ویثرب تک یہ دعوت پہنچتی گئی اور لوگ کہیں کم اور کہیں زیادہ مسلمان ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ یثرب میں اس دعوت کو اتنی پذیرائی ملی کہ وہ اسلامی ریاست میں ڈھل گیا اور دنیا کا مرکز نگاہ بن گیا۔

آپ اس سوال پر جتنا بھی غور کریں گے بالآخر اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دورِ نبوت میں دعوت کا کام منظم بھی تھا اور موثر بھی یہی وجہ ہے کہ آپ داعی اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھیں گے اور آپ پر ایمان لانے والوں کو بھی دیکھیں گے کہ وہ گرمی ہو یا سردی، دوپہر کی مکہ کی کڑکتی دھوپ ہو یا تاریک راتیں۔ بیت اللہ کے اندر دیکھیں یا مکہ کے گلی کوچوں میں، گھروں کے اندر بھی دعوت کا کام جاری ہے اور عکاظ ومجنہ اور ذی المجاز کے میلوں میں بھی۔ اللہ کے رنگ میں رنگ کر اللہ کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ تابڑ توڑ مظالم کی برسات میں بھی ہتھکڑیاں پہن کر بھی، کوڑے، تمانچے اور مکّے کھا کر بھی اور سر کے بال نُچوا کر بھی، معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ کے باوجود بھی دعوت کے کام کو ایک لمحہ کے لئے روکنا پسند نہیں کیا گیا۔ یہ دعوت انفرادی طور پر فرداً فرداً بھی دی جا رہی تھی اور وفود بن کر گھروں تک پہنچ کر بھی، ڈیروں چوپالوں، پہاڑیوں اور وادیوں کا چکر لگا کر بھی بھوک وپیاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداشت کر کے بھی اور جسم وجان پر لاٹھیاں کھا کر بھی، نیزوں، تیروں اور پتھروں کی بارش میں بھی دعوت کا عمل جاری رہا جس کی برکات سے بارہ سالہ مکی دور کے بعد مدینہ طیبہ جیسی اسلامی ریاست کے قیام کا اشارہ ملا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ آج بھی غلبہء اسلام کی جدوجہد کرنے والی تحریک یا تحریکیں جب تک دعوت کے عمل کو منظم نہیں کریں گی اور اُسے موثر نہیں بنائیں گی اس وقت تک اسلامی ریاست کے قیام کا ثمر میسر نہیں آئیگا اور حادثاتی طور پر آ بھی گیا تو وہ زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسلامی ریاست کی پہلی بنیاد دعوت الی اللہ ہے یہ جتنی وسیع اور موثر ہوگی اتنی ثمر آور اور دیر پا ہوگی۔

(۲) اہل کتاب ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اپنی جگہ پر ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے کیونکہ توریت وانجیل میں ایک آنے والے نبی کی خبر دی گئی تھی جو بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مہاجرین حبشہ پہنچے اور ان کی واپسی کا مطالبہ لے کر مکی وفد نجاشی کے دربار میں پہنچا اور اپنا مطالبہ پیش کیا، تو وہاں جناب حضرت جعفرؓ نے حضرتِ عیسیٰؑ بن مریم کے حوالے سے اسلام کا نقطہء نظر پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی، نجاشی کے دربار میں ربیون اور رہبان کتابِ مقدس کھول کر خطاب سن رہے تھے اور زار وقطار رو رہے تھے اور اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ یہ حق و سچ ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اس سے زائد کچھ نہیں ہیں اور نجاشی کا عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اس بات کا زندہ وجاوید ثبوت ہے کہ انجیل میں جس نبی کی آمد کا ذکر ہے اور نصاریٰ جس نبی کی آمد کے منتظر تھے وہ آچکا ہے لہٰذا دنیائے عیسائیت کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

نیز ۱۱ نبوی میں موسم حج کے موقع پر رات کی تاریکی میں بنوذُہل اور بنوشیبان بن ثعلبہ کے ڈیروں پر دعوت دیتے ہوئے منیٰ کی گھاٹی سے گذرتے ہوئے جن چھ خزرجی خوش نصیبوں سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات ہوئی اور تعارف کے دوران آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ''۔آپ کون لوگ ہیں؟ اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا تعلق یثرب کے قبیلہء خزرج سے ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا ''یعنی یہود کے حلیف''؟ انہوں نے بتایا کہ ''۔جی ہاں۔'' آپؐ نے فرمایا کہ ''۔پھر کیوں نہ بیٹھیں تا کہ کچھ بات چیت ہو جائے چنانچہ جب سب لوگ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی اور اپنا بحیثیت نبی ورسول تعارف کرایا تو خزرجی نوجوان گفتگو کرنے لگے کہ:

[''تَعْلَمُوْا واللهِ اِنَّهُ النَّبِيُّ الَّذِي تُوَعِّدُ كُمْ يَهُوْد. فَلَا يَسْبِقُنَّكُمْ اِلَيْهِ.'']

''(دیکھو بھائی!) یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا تذکرہ یہود تمہارے سامنے کیا کرتے تھے اور دھمکیاں دیا کرتے تھے لہٰذا (فوراً مسلمان ہو جاؤ کہیں) یہود تم پر سبقت نہ لے جائیں۔''

یہود اوس وخزرج کو کیا دھمکیاں دیا کرتے تھے ابن ھشام کے الفاظ یہ ہیں کہ:

[''وَكَانَ مِمَّا صَنَعَ اللهُ لَهُمْ بِهٖ فِي الْاِسْلَامِ اَنَّ يَهُوْدَ كَانُوْا مَعَهُمْ فِيْ بِلَادِهِمْ، وَكَانُوْا اَهْلَ كِتَابٍ وَعِلْمٍ، وَكَانُوْا هُمْ اَهْلَ شِرْكٍ وَاَصْحَابَ اَوْثَانٍ، وَكَانُوْا قَدْ غَزَوْهُمْ بِبِلَادِهِمْ، فَكَانُوْا اِذَا كَانَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَهُمْ شَيْئٌ قَالُوْا لَهُمْ: "اِنَّ نَبِيًّا مَبْعُوْثٌ اَلْآنَ قَدْ اَظَلَّ زَمَانُهٗ. نَتَّبِعُهٗ فَنَقْتُلُكُمْ مَعَهٗ قَتْلَ عَادٍ وَّاِرَمٍ!۔"] (تہذیب سیرت ابن ہشام ص:۱۰۲)

''اللہ تعالیٰ نے انہیں (خزرج کو) اسلام کے لئے یوں تیار کردیا تھا کہ ان کے پاس یہود رہتے تھے، وہ اہل کتاب اور علم والے تھے اور یہ مشرک وبت پرست تھے اور اپنی بستیوں میں انہیں غلبہ حاصل تھا۔ جب ان میں کوئی جھگڑا ہوتا تو یہودی ان سے کہتے: ''ابھی چند روز میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، جس کا زمانہ بہت قریب آ چکا ہے ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ رہ کر تمہیں عاد ارم کی طرح قتل کریں گے۔''

جہاں یہود کی یہ دھمکی آمیز خبر اور آنحضرت ﷺ سے یہ ملاقات اسلام لانے کا سبب بنی وہاں یہ بات بھی الم نشرح ہوگئی کہ یہود بھی ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے جو انہیں توریت میں دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مدنی دور میں بہت سارے صاحبانِ علم وصاحبانِ حق یہودی بھی آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے اور آج بھی اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے لئے اسلام کا دروازہ کھلا ہے جو اہل حق کے نقشِ پا پر چلنا پسند کریں انہیں خوش آمدید

۳۔ بیعت کے اہداف اور مقاصد کیا تھے؟

''اَلْبَيْعَةُ۔'' کا لغوی معنی ہے ''۔عہد و پیمان۔'' اہل عرب کہتے ہیں کہ بَايَعُوْهُ بِالْخِلَافَةِ وَبُوْيِعَ لَهٗ بِالْخِلَافَةِ ''لوگوں نے اس کی خلافت کی بیعت کی یعنی باہم عہد و پیمان کیا۔ شریعت کی اصطلاح میں عہد و پیمان کو پختہ کرنے کے لئے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر اس بات کا اظہار واعلان کیا جاتا تھا کہ ہم باہم جو قول وقرار کر رہے ہیں وہ ہر حال میں پورا کریں گے، یہاں تک کہ اس عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لئے ہمیں موت ہی کیوں نہ آ جائے۔ اس مفہوم کی تشریح ایک حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے کہ:

''۔بَايَعْنَاهُ عَلَى الْمَوْتِ۔'''' ۔ہم نے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی موت پر یعنی لڑ کر مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔'' ایک مقام پر ہے کہ ''۔اُبْسُطْ يَدَكَ فَلِاُبَايِعُكَ. یا فَلَاُبَايِعُكَ۔'''' اپنا ہاتھ لاتا کہ میں تم سے بیعت کروں۔ یا میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔''

بیع وشراء یعنی خرید وفروخت کے لئے بھی یہ لفظ ''۔بَيْعٌ۔'' بیچنا، خریدنا۔ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیچنے اور خریدنے والے کا معاملہ حتمی طور پر طے ہو جائے، کسی فریق کے لئے قطعاً اس کو توڑنا جائز نہیں ہے بیعت عقبہ، اولیٰ میں جو عہد و پیمان لیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار تھا اور چوری نہ کرنے، زنا نہ کرنے، اولاد کو قتل نہ کرنے اور کسی پر بہتان نہ باندھنے کے عہد و پیمان کے ساتھ بھلی بات میں آنحضرت ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد تھا۔ آگے چل کر یہ عہد و پیمان آنحضرت ﷺ خواتین اسلام سے لیتے تھے۔ یہ عہد و پیمان اتنی تاکید سے لیا جاتا تھا کہ اس کا بخوبی اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرتِ معاذ بن جبل کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۔لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَعْصِ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَأَنْفِقْ عَلَى اَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَاَخِفْهُمْ فِي اللهِ."]

(الترغیب والترہیب حدیث نمبر: ۸۰۷، بحوالہ مسند احمد: ۵/ ۲۳۸ والطبرانی فی الکبیر)

"(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگر چہ اس جرم میں تم کو مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر چہ وہ دونوں تم کو حکم دیں کہ اپنی بیوی چھوڑ دو اور اپنے مال سے دست بردار ہو جاؤ۔

(۳) کوئی فرض نماز ہرگز ترک نہ کرنا، اس لئے کہ جو شخص قصداً فرض نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۴) شراب مت پینا اس لئے کہ یہ تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں کی جڑ ہے۔

(۵) اللہ کی نافرمانی سے بچنا اس لئے کہ نافرمانی کے نتیجے میں خدا کا غصہ بھڑکتا ہے۔

(۶) دشمن کے لشکرِ جرار کے مقابلے میں پیٹھ مت دکھانا اگر چہ تمہاری فوج کے سارے سپاہی ختم ہو جائیں۔

(۷) جب لوگوں پر کوئی عام وبا مسلط ہو جائے تو وہاں سے نہ بھاگنا۔

(۸) اپنی قدرت اور حیثیت کے مطابق گھر والوں کو کھانا اور کپڑا دینا۔

(۹) اپنے گھر والوں کی تربیت میں اپنی چھڑی ان سے نہ ہٹانا۔

(۱۰) اللہ کے حقوق ادا کرنے میں اپنے گھر والوں کو خائف رکھنا۔ (الترغیب والترہیب بحوالہ طبرانی)

بیعت عَقَبہ ثانیہ میں سات نہایت اہم امور کا عہد و پیمان لیا گیا۔ اولاً یہ کہ ہر حال میں سمع وطاعت کرو گے ثانیاً تنگی وفراخی ہر دو صورت میں خرچ کرو گے ثالثاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دو گے، رابعاً اللہ کی خوشنودی میں حق بات کہو گے اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، خامساً جس طرح تم اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہو بعینہٖ اسی طرح تم میری حفاظت اور مدد کرو گے سادساً دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ میری حفاظت اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں میرے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کرو گے۔ سابعاً امارت کے حوالے سے کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرو گے اگر چہ تم پر دوسروں کو ترجیح ہی کیوں نہ دی جائے۔ اس عہد و پیمان کی تفصیلات میں تو اس وقت جانا ممکن نہیں تاہم ان شرائط سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔ جو ان معاہدات کے مقاصد و اہداف کو دو اور دو چار کی طرح واضح کر دیتی ہیں۔

(۱) نومسلموں کا تزکیہ عقائد کے اعتبار سے بھی، معیشت و معاشرت کے حوالے سے بھی۔

(۲) صالح اور پرامن معاشرے کی تشکیل اور اسلامی ریاست کے قیام کے لئے نظامِ عدل وانصاف کے قیام کا آغاز۔

(۳) نظامِ سمع وطاعت کے ذریعہ جماعتی زندگی کی بنیاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) جذبہ رضائے الٰہی کے ساتھ ایفائے عہد کے ذریعے غلبہ اسلام کی جدوجہد

(۵) عالمی سطح پر اسلامی ریاست کے قیام کی طرف پیش رفت کا اشارہ

(۶) اسلامی نظام کے بالفعل قیام کے لئے مرکز کی ضرورت و اہمیت

(۷) سربراہ حکومت کے تحفظ کا اسلامی تصور اور ماتحت حکام کی ضرورت

(۸) اسلام کا تصورِ حق گوئی و بے باکی۔

آگے چل کر آپ پڑھیں گے کہ مدنی دور میں یہ اہداف کس طرح حاصل ہوئے اور ان مقاصد کے حصول کے لئے کیا عملی اقدامات اُٹھائے گئے۔

۴۔ قیادت کا فرض اور بنیادی دعوت کو منظم کرنے کے لئے عملی اقدامات

کسی بھی تحریک کے قائد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی دعوت کو منظم کرنے اور اس کو وسعت دینے کے لئے اقدامات اٹھائے اور وہ اس کے لئے شب و روز ایک کردے، انبیائے کرام علیہم السلام پر یہ دعوت فرض تھی اس فرض کو انبیائے کرام نے کس طرح انجام دیا اس کی ایک جھلک ذیل کے چند مقامات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝﴾

(نوح ۷۱: ۵تا۹)

''اس نے عرض کیا، اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔ اور جب بھی میں نے ان کو بلایا تاکہ تو انہیں معاف کردے انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر میں نے علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔''

مزید ارشاد فرمایا

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝﴾ (المائدہ ۵: ۶۷)

''اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؁﴾(یوسف۱۲:۱۰۸)

''تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؁﴾(آل عمران۳:۱۰۴)

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں۔ جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

ارشاد خداوندی ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ؀ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ؀﴾ (الاحزاب۳۳:۴۵۔۴۶)

''اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔''

سورہ الکہف میں فرمایا

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ؀﴾(سورۃ الکہف۱۸:۶)

''اچھا تو اے نبیؐ، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔''

ایک اور مقام پر مزید ارشاد فرمایا

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ؀﴾(الشعراء۲۶:۳)

''اے نبیؐ، شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں خود دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا ہے وہاں منظم طور پر اس فریضے کی ادائیگی کے لئے عملی اقدامات اُٹھائے ہیں۔

تہہ منظر میں جا کر دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہجرتِ حبشہ کا اگر ایک مقصد پرسکون زندگی کی تلاش تھا تو دوسرا بڑا مقصد دعوت کا پہنچانا اور اقامتِ دین کے لئے راہ ہموار کرنا تھا۔ اسی طرح حضرت مصعب؄ بن عمیر اور بعض روایات کے مطابق حضرت عبداللہ؄ ابن اُمّ مکتوم کو مدینہ طیبہ میں بھیجنے کا مقصد بھی دعوت الی اللہ کو وسعت دینا اور غلبہء اسلام کے لئے راستہ ہموار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا تھا اور پھر جس طرح تحریک آگے بڑھتی گئی اسی طرح دعوت کا کام منظم اور وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ کفر و اسلام کے معرکوں کے موقع پر لوگوں کو پہلے اسلام کی دعوت پیش کی گئی اور جب انہوں نے وہ دعوت قبول نہ کی اور وہ فساد فی الارض کے مشن پر بضد رہے تو پھر ان کے ساتھ مقابلہ کی نوبت پیش آئی اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اس کام میں برکت عطا فرمائی اور اسلام کا علم دنیا میں بلند ہو کر رہا۔

۵۔ نو مسلم کی سوچ اور اطاعت وفرمانبرداری کا ایک مثالی نمونہ

بیعتِ عقبہ کے اس باب میں براءؓ بن عازب بن معرور کا واقعہ بڑا عجیب وغریب اور انوکھا ہے کہ جب وہ مدینہ سے مکہ حجِ بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تو دورانِ سفر انہوں نے اہل ایمان رفقائے سفر سے کہا کہ ''میری یہ رائے ہے کہ میں کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز نہ پڑھوں بلکہ اس کی طرف منہ کر کے پڑھوں۔'' رفقائے سفر کے اختلافِ رائے اور منع کرنے کے باوجود براء بن معرور نے بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی تا آنکہ جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو فوراً آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلے اور دو افراد کعب بن مالک اور براء بن عازب بن معرور کا یہ وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب براء بن عازب بن معرور نے اپنا مسئلہ پوچھا اور پوری صورتحال بیان کی تو آپ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ بیت اللہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تو بلا تامل انہوں نے اپنی رائے پر عمل ترک کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی یہ ایک نو مسلم کی سوچ تھی کہ یہود جس قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں مسلمان اس طرف کیوں منہ کر کے نماز پڑھیں؟ نماز تو مسلمانوں کو اس قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھنی چاہئے جو روئے زمین پر جہاں پہلے اللہ کا گھر تعمیر ہوا ہے جس کا نام بیت اللہ ہے اور جہاں پیغمبرِ حق مبعوث ہوئے ہیں چنانچہ آگے چل کر آنحضرت ﷺ کی خواہش بھی یہی پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تکمیل یوں فرمائی کہ

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ (البقرہ۔ ۲:۱۴۴)

''اے نبیؐ یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو اب ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو، اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔ یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے، مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔''

لیکن چونکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل نہیں فرمایا تھا بنابریں آنحضرت ﷺ نے براء بن معرور کو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی تو براءؓ نے بلا چون چراں اور بلا تاخیر اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور اطاعت وفرمانبرداری کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مثالی نمونہ مسلم اُمّہ کے سامنے پیش کیا جس کی تا قیامت تحسین کی جاتی رہے گی۔

٦۔ بیعتِ عَقبَہ اولیٰ وثانیہ میں تنظیمی صلاحیتوں کا عمدہ ترین مُظاہرہ

بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ میں ایک اہم چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ اسلامی تحریک کی اندرونی تنظیمی کارکردگی کا مظاہرہ ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ دشمن کی سفاکانہ جارحیت کے توڑ کے لئے رازدارانہ پیش قدمی کے فلسفہ کو بروئے کار لاتے ہوئے ۱۱ نبوی کے موسم حج میں منیٰ کی گھاٹی سے گزرتے ہوئے رات کی تاریکی میں جن درخشندہ ستاروں کو آنحضرت ﷺ نے تلاش کیا تھا انہوں نے کتنی خاموشی سے دعوت دین کو سنا مسلمان ہوئے، مدینہ طیبہ جاکر دعوت دین کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اپنا ایک حلقہ احباب بنانے میں مصروف ہوگئے پھر ۱۲ نبوی میں حاضری دی اور بیعتِ عَقبَہ اولیٰ سے سرفراز ہوئے اور خاموشی سے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ لے جانے کی منظوری کے بعد مکہ سے مدینہ پہنچے، سال بھر کی شاندار کارکردگی کا ریکارڈ قائم کر کے پھر ۱۳ نبوی میں موسم حج میں مدینہ سے پانچ سو کے قافلے کے ساتھ چلنے والے یہ بہتر نفوسِ قدسی مکہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسلسل ملاقاتیں جاری رکھیں یہاں تک کہ ان نفوسِ قدسی نے بیعتِ عَقبَہ ثانیہ سے سرفراز ہوتے ہوئے مدینہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور صرف ایک گرفتاری کے سوا باقی سب لوگ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ نہ تو اہل مکہ کو توہ میں رہنے کے باوجود کانوں کان خبر ہوسکی اور نہ مدینہ سے آنے والے غیر مسلم ہم سفر لوگوں کو کسی بھی سرگرمی کا علم ہوسکا، اس طرح آنحضرت ﷺ کی خفیہ سرگرمیوں سے یہ سب لوگ بے خبر رہے اور یثرب کے نومسلم پرجوش وپُرعزم لوگوں کی سرگوشیوں اور رازدارانہ عہدو پیمان کی مجلسوں، گفتگوؤں اور تقاریر وخطابات کی گھن گرج سے ناآشنا رہے یہاں تک کہ (شیطان مردود) گھاٹی کے شیطان ازب کے اعلان پر اہل مکہ کی آنکھ کھلی اور وہ بیدار ہوکر تعاقب کے لئے حجاج کے خیموں کی طرف چل پڑے اور مدینہ کے راستوں پر چلتے چلاتے صرف ایک صحابی سعدؓ بن عبادہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوسکے اس ساری صورتحال میں جو چیز ہمارے سامنے آئی ہے وہ ہے ڈسپلن، نظم وضبط کی پابندی اور سمع وطاعت کا مظاہرہ اور اسلام کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ انتہا درجے کی محبت ووارفتگی کا اظہار۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ ان کی تنظیمی صلاحیتوں کا مظہر تھا جو قیامت تک آنے والی اسلامی تحریکات کے لئے سرمایہ حیات ہے بشرطیکہ وہ اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔

٧۔ شرائطِ بیعت اور بیعت کرنے والوں کا حسنِ کردار

بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک اور پہلو جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ ہیں شرائطِ بیعت اور وہ کیا ہیں؟ بالخصوص بیعت عَقبَہ ثانیہ کی شرائط پر ذرا غور فرمائیں۔

["۔أُبَايِعُكُمْ عَلَىٰٓ أَنْ تَمْنَعُوْنِيْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ نِسَآءَكُمْ وَأَبْنَآءَكُمْ۔"]

(حیاۃ الصحابہ۔ ج:۱ ص:۲۴۷)

''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حمایت وحفاظت کروگے جس طرح خود اپنے بال بچوں کی کرتے ہو'' بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

"وَعَلَىٰٓ أَنْ تَنْصُرُوْنِيْ فَتَمْنَعُوْنِيْ إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَبْنَآءَ کُمْ۔" (تہذیب سیرۃ بن ہشام ص:۱۰۵)

"تم میری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں (مدینہ طیبہ میں) آجاؤں اس وقت تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔"

بیعتِ عقبہ کی اس شرط کے تقاضوں کو گہرے غور وخوض کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قائدِ تحریک اللہ تعالیٰ کا نبی بھی ہے اور رسول بھی اور اس کا یقینِ محکم ہے کہ حامی ومددگار اور حفاظت کرنے والا اللہ وحدہٗ لاشریک ہے تاہم اقامتِ دین اور غلبہء اسلام کے لئے جدوجہد شرطِ اول ہے اور جدوجہد کیلئے ایثار وقربانی کی ضرورت ہے اور قائد تنہا انقلاب برپا کرنے پر مامور نہیں بلکہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں ان کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اقامتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر غلبہء اسلام کی جدوجہد میں اپنے قائد کے ساتھ مل کر اس طرح کام کریں کہ نازک ترین لمحات میں بھی وہ دشمن کے مقابلے میں منہ نہ موڑیں اور پیٹھ نہ دکھائیں اور مشکل ترین مراحل میں بھی وہ اپنے قائد کی اس طرح حفاظت کریں جس طرح اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے بیعت کے لئے یہ شرط پیش کی تو بیعت کرنے والوں نے فی الفور یوں کہا

["نَعَمْ، وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَنَمْنَعَنَّكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ اُزُرَنَا فَبَایِعْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَحْنُ وَاللّٰهِ اَبْنَاءُ الْحُرُوْبِ وَاَهْلُ الْحَلْقَةِ وَرِثْنَاهَا كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ۔"] (تہذیب سیرۃ بن ہشام ص:۱۰۵)

"جی ہاں (اے اللہ کے رسولؐ) اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپؐ کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے ہم خود اپنی جان اور اپنی آل اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، پس یارسولؐ اللہ ہم سے بیعت لیجئے ہم جنگ آزما لوگ ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا سے اس کو وراثت میں پایا ہے۔"

کارکنانِ تحریکِ اسلامی نے یہاں بیعت کے وقت جس فداکارانہ جذبے کا اظہار کیا تھا وہ صرف زبانی کلامی نہیں تھا بلکہ آنے والے دس سالوں نے ثابت کر دیا کہ انصار نے جو عہد و پیمان عقبہ کی گھاٹی میں کیا تھا وہ کس طرح نبھا کر دکھایا اس کی ایک جھلک آپ غزوات وسرایا کی سنہری تاریخ پڑھ کر دیکھ سکتے ہیں۔

قائدِ تحریک کا کارکنان سے تعلق

یہ بڑا عجیب منظر ہے کہ انصارِ مدینہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی جان اور اہل وعیال قربان کرنے کا عہد کیا اور اس عہد و پیمان کو خوب نبھایا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قائد اپنی مدد وحمایت اور حفاظت کے لئے اتنی کڑی شرط پیش کرتا ہے جس کا فوری اثبات میں جواب مل گیا ہے کیا یہ صرف قیادت کا حق ہے کہ کارکنان اس کی مدد ونصرت اور حفاظت کا عہد و پیمان کریں اور کارکنان کا قائد یا قیادت پر کوئی حق نہیں۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ قیادت کا جس طرح کارکنان پر حق ہے ویسا ہی حق کارکنان کا قیادت پر ہے۔ چنانچہ اسی موقع پر بہتر نفوسِ قدسی میں سے ایک نے اچھوتے انداز میں اہل ایمان کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے ایک سوال کیا کہ: "یارسولؐ اللہ! ہمارے اور دوسرے لوگوں (یعنی یہود) کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں جن کو اب ہم کاٹ دینے والے ہیں۔ اس کے بعد کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["إِنْ نَحْنُ فَعَلْنَا ذٰلِكَ ثُمَّ أَظْهَرَكَ اللهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى قَوْمِكَ وَتَدَعَنَا؟۔"]

''جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ عطا کر دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم (یعنی قریشِ مکہ) میں واپس تشریف لے جائیں۔''

یہ بڑا اہم سوال تھا اور رہتی دنیا تک تحاریکِ اسلامی کی قیادتوں کے لئے یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل رہے گا۔ چنانچہ آپؐ نے اس باب میں نہایت ہی اہم رہنمائی بھی عطا فرمائی اور اپنا عملی نمونہ بھی امت کے لئے پیش فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

["فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَلِ الدَّمُ الدَّمُ۔ وَالْهَدْمُ الْهَدْمُ، أَنَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مِنِّيْ، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ۔"] (تھذیب سیرۃ بن ھشام ص:۱۰۶)

''آپؐ مسکرائے اور جواب دیا۔ نہیں، بلکہ اب خون کے ساتھ خون اور قبر کے ساتھ قبر ہے (یعنی میرا مرنا اور جینا اب تمہارے ساتھ ہے) میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ جس سے تمہاری لڑائی اس سے میری لڑائی اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔''

ان الفاظ پر بار بار غور فرمائیے، قائد نے اپنے کارکنان کو کتنا حوصلہ دیا ہے ان الفاظ میں کیا اس سے بڑھ کر کوئی کلمات ہو سکتے تھے، جن سے کارکنان کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہو؟ پھر زبانی کلامی یہ حوصلہ افزائی نہیں بلکہ جب مکہ فتح ہو گیا اور جزیرۃ العرب میں اسلام کا علم لہرا رہا تھا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ جہاں اللہ کا گھر'' کعبۃ اللہ'' بھی تھا اس کو چھوڑ دیا ہے اور خلدِ بریں پہنچنے تک آپؐ انصار کے ساتھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ فِدَاهُ أَبِيْ وَأُمِّيْ۔

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ جہاں کارکنان دل و جان قربان کریں اور اہل و عیال جیسی حفاظت سے بڑھ کر مدد و نصرت اور تائید و حمایت اور حفاظت و خدمت کا فریضہ انجام دیں وہاں قیادت کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ کارکنان کا بن جائے، جس طرح کارکن قائد کی حفاظت کرتے ہیں قائد بھی اُسی طرح ان کی حفاظت کرے۔ ان کا مرنا جینا ایک ہو جائے اور ان کی صلح جنگ ایک ہو۔ بس یہ ہے قیادت اور کارکنان کا باہمی تعلق جو آج بھی تحریکاتِ اسلامی کو مطلوب ہے اور کل تا قیامت مطلوب رہے گا جس کی تعلیم ہمیں آنحضرتؐ نے اپنے اسوہ حسنہ میں دی ہے۔

بیعت کے اس پہلو کی مزید وضاحت حضرت عبادہؓ بن صامت کی اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

["۔بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَيْعَةَ الْحَرْبِ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْ عُسْرِنَا وَيُسْرِنَا مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَلَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ۔"] (تھذیب سیرۃ بن ہشام ص:۱۰۸)

''۔ہم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ (اعدائے اسلام سے) جنگ کرنے پر بیعت کی کہ ہم ہر حال میں آپ کی بات سنیں گے اور سب احکامات کی اطاعت کریں گے، تنگی میں بھی اور وسعت و فراخی میں بھی۔ دل مانے تب بھی نہ مانے تب بھی اور ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے تب بھی اور امیر سے امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آگے چل کر آنحضرت ﷺ نے اس باب میں تفصیلی احکامات عطا فرمائے کیونکہ غلبہء اسلام کے لئے جدوجہد کرنے والی جماعت کی تشکیل اور اس کی نشوونما اور ارتقاء کے لئے یہ ہدایات ضروری تھیں۔

(۲) بیعت کی دوسری شرط عُسر ویسر میں انفاق

بیعتِ عَقبہ ثانیہ کے مطالعہ سے دوسری شرط جو ہمارے سامنے آئی ہے وہ ہے انفاق فی العُسر والیُسر عہد و پیمان کے الفاظ یہ ہیں "وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ۔" یعنی آنحضرت ﷺ نے بیعت کرنے والوں سے دوسرا جو عہد لیا وہ یہ تھا کہ "تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں خرچ کرو گے۔" انصار سے فکرِ آغاز پر یہ عہد لینے کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ تحریک جہاں جان اور اہل وعیال کی قربانی مانگتی ہے وہاں وہ مالی ایثار کا مطالبہ بھی کرتی ہے اور یہ مالی ایثار صرف فراخی کی حالت میں نہیں ہے بلکہ تنگی وتنگ دستی کی حالت میں بھی ہے۔ ہر دو حالتوں میں مالی ایثار اہل ایمان کا خاصہ بھی ہے اور ان کو پرکھنے کا ایک اہم ذریعہ بھی، یہی وجہ ہے کہ مالی انفاق بھی ازخود کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

ظاہر ہے کہ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مال کی ویسے ہی ضرورت ہے جیسے گاڑی میں پٹرول گیس کی ضرورت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انصار مدینہ نے اس عہد و پیمان کے بعد جس جذبے اور ولولے کے ساتھ مالی انفاق کیا وہ اپنی مثال آپ ہے اور تاریخ اسلام کا ایک زرّیں باب اس باب کے چند اوراق آئندہ چل کر ہم بھی ان شاء اللہ پڑھیں گے کیونکہ آج بھی اسلامی تحریکات کو افرادی قوت کے ساتھ جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ مال ہے۔

(۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

بیعت کی شرائط میں سے تیسری کڑی شرط یہ تھی کہ تم "وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ۔" "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے۔" یعنی جہاں غلبہء اسلام کے لئے جان و مال کی ضرورت ہے وہاں باقاعدہ مسلم معاشرہ تشکیل پا جانے کے بعد مسلسل اور لگاتار یہ خیال رکھنا ہوگا کہ کہیں کوئی برائی اسلامی معاشرے میں گھسنے نہ پائے، خاندان، قبیلے میں شہر اور ملک میں چنانچہ آئندہ چل کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے تفصیلی ہدایات واحکامات دیئے گئے ہیں اور غلبہء اسلام کے بعد تو اسلامی حکومت میں باقاعدہ وزارت وجود میں آگئی۔ اس کی مزید تفصیلات آگے چل کر آپ پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ

(۴) خوشنودیٔ رب کی تلاش

بیعتِ عَقبہ کی آخری شرط یہ تھی کہ

["وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللهِ لَا تَخَافُوا فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔"] (تہذیب سیرۃ ابن ہشام ص:۱۰۸)

"تم اللہ کی خوشنودی کی بات کرو گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرو گے"

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

["۔وَأَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔"]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

یہ شرط بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن قطعاً ایسا نہیں ہے یہ ایک اہم شرط تھی جسے انصار مدینہ نے خوب نبھایا لیکن اسلامی حکومت کے قیام کے بعد یہ شرط بہت اہمیت اختیار کرگئی۔ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ مسلمان مرد ہوں یا خواتین بلاخوف وخطر خلفائے راشدین کو حق بات کہہ دیتے تھے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور'' اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ (وَفِي رِوَايَةٍ كَلِمَةُ حَقٍّ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔''

(ترمذی حدیث نمبر: ۲۱۷۴۔ ابوداؤد حدیث نمبر: ۴۳۴۴۔ نسائی حدیث نمبر: ۴۲۱۴)

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا) سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔'' نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ'' ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔'' آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ حضرت امام حسینؓ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے یزید کے سامنے ڈٹ گئے، امام ابوحنیفہؒ نے جیل کاٹی، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے کوڑے کھائے غرض ہر دور میں کلمہء حق کہنے والے لوگ موجود رہے اور یہ فریضہ انجام دینے والے آج بھی ہیں اور تا قیامت ایسے لوگ موجود رہیں گے۔

شرائطِ بیعت کو سن کر شرکائے عَقَبہ ثانیہ کا پہلا ردِّعمل تو یہ سامنے آیا کہ ہر فرد دوسروں سے مخاطب تھا اور ایک دوسرے کو عہد و پیمان کے لئے پکار کر کہہ رہا تھا۔ ایک صاحب کہہ رہے تھے:

''ٹھہرو اے اہل یثرب! ہم لوگ جوان (آنحضرت ﷺ) کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آج انہیں یہاں سے نکال کرلے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے نونہال قتل ہونگے اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑو (یعنی بیعت کرو) اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کردو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہوسکتا ہے۔''

شرکائے بیعت کے جذبات دیدنی تھے، وہ پورے عرب سے دشمنی مول لینے، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے اور اپنے نونہالوں کو ذبح کرانے کے لئے بے تاب و بے قرار تھے۔ جذبات کے اس سمندر میں ایک اور آواز گونجی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے حاضرین!

''جانتے ہو اس شخص (یعنی محمد ﷺ) سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو (حاضرین کہہ رہے تھے ہاں ہاں جانتے ہیں) تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے (پورے عرب کو نہیں) دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کردو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو کیونکہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نباہو گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر فرد کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے کہ جی ہاں، ہم دنیا بھر سے لڑائی مول لے کر بھی بیعت کرتے ہیں۔

[" فَإِنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى مُصِيبَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ۔"]

''ہاں ہم آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اور انہیں وہاں لے جا کر اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں پھر کیا تھا ہر شخص بیعت کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور بیعت میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا یہی وجہ ہے کہ روایات میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے بیعت کی، کسی کا خیال ہے کہ سب سے پہلے اسعد بن زُرارہ تھے، بعض کا خیال ہے کہ ابوالہیثم بن التیہان تھے، کسی کا خیال ہے کہ کعب بن مالک تھے، اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والے پہلے شخص اسعد بن زُرارہ تھے۔ (مسند احمد) اس اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ ہر شخص بیعت کرنے میں سبقت کا خواہش مند تھا اور اس کے لئے کوشش کر رہا تھا۔ ان جذبات سے سرشار سب نے ایک ایک کر کے بیعت کی اور بیعت کے مطابق اس عہد و پیمان کو مال، جان، اہل وعیال کی قربانی پیش کر کے پورا کر دکھایا۔ آج ان کے اس حُسنِ کردار کو اپنی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا ہوا پڑھا جا سکتا ہے اور یہی متاعِ گم گشتہ ہے تحریکات اسلامی کی، آج بھی اگر کسی اسلامی تحریک کو ایسی بیعت کرنے والے اور اپنے حلف یا عہد و پیمان کو پورا کرنے والے کارکنان میسر آ جائیں تو انقلاب ان کے گھروں پر دستک دے رہا ہے۔

۸۔ نقیبوں کا تقرر اور اسلامی تحریک کی تنظیم کا ابتدائی ڈھانچہ

اسلامی حکومت کے قیام کی طرف یہ پہلی عظیم پیش رفت تھی جس کے خاکہ کی عقبہ کے اس مقام پر رات کی تاریکی میں نقشہ کشی کی جا رہی تھی حضرتِ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ آپ لوگ اپنے میں سے مجھے بارہ نقیب منتخب کر کے دو جو اپنے قبیلے کے ذمہ دار ہوں۔'' حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری : ج: ۷: ص: ۲۲۰ تا ۲۲۳ میں یہ تفصیلات درج کرتے ہوئے ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارہ نقبا کے انتخاب اور تقرر کے بعد ان کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

["أَنْتُمْ كُفَلَاءُ عَلَى قَوْمِكُمْ كَكَفَالَةِ الْحَوَارِيِّينَ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَالُوا: نَعَمْ۔"]

''تم اپنی قوم پر اُسی طرح کفیل ہو جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم کے حواری کفیل تھے ان نقباء نے کہا جی ہاں۔''

کعب بن مالک کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["أَخْرِجُوا إِلَيَّ مِنْكُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا عَلَى قَوْمِهِمْ بِمَا فِيهِمْ فَأَخْرَجُوا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا تِسْعَةً مِنَ الْخَزْرَجِ، وَثَلَاثَةً مِنَ الْأَوْسِ"]

''تم لوگ اپنے میں سے بارہ سردار پیش کرو جو اپنی قوم میں جو کچھ (ان کے مسائل و معاملات میں اختلاف) ہو اس میں (وہ حکم یعنی فیصلہ کرنے والے) ہوں۔ تو انہوں نے اپنے میں سے بارہ سرداروں کا انتخاب کیا۔ نو خزرج میں سے اور تین اوس میں سے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لئے تھے تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ ان کے سوا اور کو منتخب کرلیا گیا۔ میرے لئے (نقیبوں کا) انتخاب جبرائیلؑ ہی کریں گے۔'' پھر انتخاب کے بعد نقیبوں سے فرمایا: ''تم لوگ دوسروں کے ذمہ دار ہو، جیسا کہ حواریین حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف سے ذمہ دار تھے، یا میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔'' ان لوگوں نے کہا'' ۔جی ہاں۔' لفظِ نقیب کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید میں سورہ المائدہ:۵:۱۲ کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾﴾ (المائدہ:۵:۱۲)

''اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کیے تھے اور ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کردوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، مگر اسکے بعد جس نے تم میں سے کفر کی روش اختیار کی تو درحقیقت اس نے سواء السبیل گم کردی۔''

''نقیب'' کے معنی نگرانی اور تفتیش کرنے والے کے ہیں''۔اَلنَّقِیْب۔'' قوم کا گواہ۔قوم کا ضامن ؛قوم کا چودھری وسردار ''۔نَقِیْبُ الْاَشْرَافِ عِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ۔''لوگوں کے احوال کی تفتیش کرنے والا۔اس کی جمع نُقَباء ہے ''۔اَلنَّقِیْبُ: اَلْعَرِیْفُ، وَھُوَ شَاھِدُ الْقَوْمِ وَضَمِیْنُھُمْ وَجَمْعُہٗ نُقَبَاءُ۔''

''۔نُقَبَا۔'' کے اس انتخاب کے حوالے سے جو تفصیلات آپ نے ابھی مطالعہ کی ہیں ان پر پھر ایک مرتبہ نظر ڈالیں تو ان نُقَبا کو آنحضرت ﷺ نے مزید دو القابات سے نوازا ہے ایک''۔کفیل۔'' کے لقب سے اور دوسرے''۔حواری۔'' کے لقب سے اعزاز واکرام بخشا ہے۔______ قرآن مجید میں مزید ارشاد ہے۔

﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾﴾ (آل عمران ۳:۵۲:۵۳)

''ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے ہیں) مالک، جو فرمان تو نے نازل کیا ہے، ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

''۔اَلْحَوَارِیُّ'' کے معنی ہیں نصیحت کرنے والا۔خیر خواہ، دھوبی، رشتہ دار، مددگار، انصار واعوان ''حواری'' کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اردو میں "انصار" کا مفہوم ہے اور دوسرا لفظ ہے کفیل قرآن مجید میں ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران: ۳:۳۷)

"آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرمالیا اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اسکے پاس کچھ نہ کچھ سامان پاتا۔ پوچھتا مریم، یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی "اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ﴾ (الانبیاء ۲۱: ۸۵)

"اور یہی نعمت اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو دی کہ یہ سب صابر لوگ تھے۔"

"اَلْكَفَالَةُ" ضمانت"۔ تَكَافَلَ الْقَوْمُ "بعض بعض کا ضامن ہونا"۔ كَافَلَهٗ مُكَافَلَةً "معاہدہ کرنا"۔ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ۔ "كفل یا كفالةٌ کے معنی ہیں، خبر گیری کرنا، پرورش کرنا، کسی پر خرچ کرنا، ملالینا، ضمانت کرنا۔ ان سے توبہ کراؤ اور ان سے پختہ عہد و پیمان لو کہ پھر اسلام سے نہیں پھریں گے۔ "وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا" اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا۔ یعنی جب حضرت مریم علیہا السلام سن شعور کو پہنچ گئیں اور مسجد (عبادت خانہ) میں جانے کے قابل ہوگئیں۔ تو ایک لڑکی کے حوالہ سے سوال یہ پیدا ہوگیا کہ ان کا کفیل اور نگران کون ہو؟ ہیکل سلیمانی کے بہت سارے کاہنوں میں سے ایک حضرت زکریا بھی تھے جو حضرتِ مریم کے خالو تھے اس لئے وہ ان کے سرپرست نگران اور خبر گیری کرنے والے مقرر ہوئے اور یہ "ذَا الْكِفْلِ" کون تھے؟ یہ تفاسیر کا موضوع ہے تاہم لغات الحدیث کی روشنی میں اس کا مطلب ہے "لوگوں کے قضیے چکانے والے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ستر پیغمبروں کی ضمانت دے کر ان کو تکلیف سے چھڑایا تھا اس لئے ان کا لقب ذاالکفل پڑ گیا۔

عقبہ کی اس مجلس میں تمام لوگوں کے عہد و پیمان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بارہ نُقبا کا چناؤ کا یہ اقدام کیا معانی رکھتا ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً ان تحریکات کیلئے جو دنیا میں بالفعل غلبہء اسلام چاہتی ہیں اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔ ہمارے خیال میں نقیب کا لفظ ہی استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ نقبا اس عہد و پیمان پر عمل درآمد کرانے کے پابند ہوں گے صرف براہ راست عہد و پیمان کرنے والوں پر نقیب نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں واپس جا کر مسلمان ہونے والے لوگوں پر بھی نقیب ہیں اور توسیع دعوت و تربیت اور تنظیم کے بھی نقیب ہیں بایں معنی کہ ہر نقیب اپنی اپنی شاخ، قبیلے اور قوم میں شہداء علی الناس یعنی شہادت حق کا فریضہ انجام دے گا۔ بحیثیت قوم کے چودھری اور سردار کے وہ اس بات کا ضامن اور پابند ہوگا کہ وہ لوگوں کے احوال پر نظر رکھے اور تفتیش کرتا رہے کہ اس عہد و پیمان کے نفاذ کا گراف کہاں پہنچا ہے۔ اپنی قوم کے حالات کا علم رکھنے اور جاننے والا۔ قوم کے جملہ معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا۔

یہ نُقبا محض نقیب ہی نہیں ہوں گے بلکہ "اَلْحَوَارِيُّ" بھی ہونگے۔ یعنی اپنی اپنی قوم میں ناصح بھی ہونگے۔ دل و جان سے ان کے خیر خواہ اور ہمدرد و غم گسار بھی ہونگے۔ ایسے جیسے ایک دوسرے کے لئے قریبی رشتے دار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو پہنچتے ہیں۔ اگر قوم کے اندر کوئی خرابیاں ہیں یا پیدا ہو جائیں ان کو دور کرنے اور انہیں پاک صاف کرنے کی کوشش کریں گے، جیسے ایک دھوبی کپڑے کو دھو کر پاک صاف کر دیتا ہے۔ بس اس طرح یہ نُقباء و حواری اپنی اپنی قوم میں کام کے نتیجے میں غلبہء اسلام کی اس تحریک کے لئے اعوان و انصار فراہم کرنے کے پابند ہونگے اور اس پر استرز ادیہ کہ یہ نقباء و حوارئیین اپنی قوم میں کفیل کا کردار ادا کریں گے یعنی محض ان کی خبر گیری کے پابند نہیں، مقاصدِ بیعت کی صرف رپورٹ دینے کے پابند نہیں بلکہ وہ اس کے ضامن و پابند بھی ہیں کہ اگر ان میں کوئی معاملات و اختلافات پیدا ہو جائیں تو وہ ان میں باہم فیصلے کرنے والے، ان کو باہم ملانے والے اور جوڑ کر رکھنے والے اور ان میں حسنات اور بھلائیوں کو نشو و نما دینے اور پرورش کرنے والے بھی اور اگر بالفرض ان سے گناہ سرزد ہوں تو ان سے ان گناہوں کی توبہ کرانے والے اور مضبوطی کے ساتھ ان کو اسلام پر چلنے کے لئے تیار کرنے والے بھی ہوں گے۔ ایسی مضبوطی کے ساتھ کہ وہ اسلام سے پھر نہ جائیں نیز وہ تحریک اقامتِ دین کے کفیل بایں معنی بھی کہ وہ غلبہء اسلام کی اس جدوجہد میں خرچ ہونے والے مصارف کا بھی انتظام کریں گے اور حسبِ ضرورت پیسے ہوئے اور نادار لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے اپنی ذاتی جیب سے خرچ کے لئے بھی تیار ہوں گے۔ بس یہ پس منظر تھا نُقباء کے انتخاب و تقرر کا۔ الحمد للہ ان بارہ نُقباء نے بحیثیت حواری اور کفیل اپنے فرائض کا خوب ادراک حاصل کیا اور نہایت عمدگی سے اپنی اپنی قوم میں ان فرائض کو خوب انجام دیا۔

۹۔ انتخاب و استصواب کا ایک عمدہ طریقہ

یہاں رک کر اس بات پر ذرا غور کیجئے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر رات کی تاریکی میں ایک ہنگامی اجتماع کے موقع پر جو ایسی فضاء میں منعقد ہو رہا تھا کہ چاروں طرف خطرات ہی خطرات تھے کہ کہیں کسی دشمنِ خدا کو اس اجتماع کی خبر ہی نہ ہو جائے کیا ضروری تھا کہ بارہ نُقباء کا چناؤ کیا جائے؟ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قبیلہء اوس میں سے تین اور قبیلہء خزرج کے نو نُقباء کیوں مقرر کئے گئے؟ اس سے بھی زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ ان نقباء کا انتخاب کن مقاصد کے پیشِ نظر کیا گیا تھا؟ یہ اور ایسے کئی سوالات ہیں جو ذہن میں اُبھرتے ہیں اور اقامتِ دین اور غلبہء اسلام کی جدوجہد کرنے والے لوگوں اور تحریکوں کو ضرور ایسے سوالات پر غور کرتے رہنا چاہئے تاکہ اپنے کام کی منصوبہ بندی کرتے وقت ان ہدایات سے ٹھیک ٹھیک رہنمائی حاصل کر سکیں۔

یہ انتخاب و استصواب اس بات کا غماز ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ''اسلامی ریاست'' کے قائم کرنے کا پورا ایک نقشہ تھا۔ اس نقشے کے مطابق جب پہلی اینٹ رکھنے کا موقع ملا تو آپؐ نے بلا تاخیر اس نقشے پر عمل کرنا ضروری سمجھا۔ دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ اہل مدینہ کو اپنے حکمران منتخب کرنے کا پورا حق دیا گیا کہ وہ اپنے میں سے جو اچھے اور اہل تر ہوں ان کو اپنا اولی الامر منتخب کریں اگرچہ اس کی توثیق و تصویب آپؐ نے ہی فرمائی اگر آپ چاہتے تو ان کے لئے نُقباء کا انتخاب خود کر سکتے تھے۔ اس عمل سے خود یہ بات ثابت ہوگئی کہ نُقباء کا فوری تقرر ضروری تھا اور مکہ سے مدینہ پہنچنے تک مؤخر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ تاخیر میں اختلافِ رائے ممکن تھا اور اگر یہاں کسی قسم کا اختلاف ہو بھی جاتا تو اس کو دور کرنے کے لئے سرورِ انبیاء اور نئی وجود میں آنے والی ریاست کے سربراہ خود موجود تھے۔ یہاں پھر ایک مرتبہ رک کر بڑے گہرے غور و خوض کی ضرورت ہے کہ آپؐ نے بارہ نُقباء منتخب کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ نقبا منتخب کر کے آپؐ کو بتایا کہ یہ ہیں وہ بارہ لوگ جو ہمارے معاملات کو چلانے کے ذمہ دار ہوں گے۔طبقات ابن سعد (ج:۱:ص:۳۲۲) کا یہ بیان بڑا معنی خیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لئے تھے۔'' تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ (اس انتخاب میں) ان کے سوا اور (لوگوں) کو منتخب کرلیا گیا'' میرے لئے (نقیبوں کا) انتخاب جبریل ہی کریں گے۔''

اس ارشاد کا واضح مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان نُقبا کا تقرر حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے پر یا مشورہ کے ساتھ کیا اور حضرتِ جبرائیل کا اس معاملے میں آجانا یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ انتخاب واستصواب اور ان نُقبا کا تقرر اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا اور یہ حکمِ خداوندی تھا جس پر فوراً عملدرآمد کرنا ضروری ہی نہیں لازمی اور ناگزیر تھا۔

دوسرے سوال کا جواب بھی ہمارے سامنے آگیا ہے''۔بارہ نُقبا۔'' کا انتخاب کیوں کیا گیا۔

قومِ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو بارہ نقیب یعنی ہر قبیلے کے لئے ایک نقیب مقرر کرنے کا اس وقت حکم دیا جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں پتھر پر اپنا عصا مارو تو بارہ چشمے پھوٹ پڑیں گے۔چنانچہ انہوں نے اس پتھر پر اپنا عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور ہر قبیلے نے اپنا اپنا چشمہ یا پانی پینے کی جگہ پہچان لی اور اس پر قابض ہوگیا۔(دیکھئے المائدہ ۳:۱۲،تفسیر از کتب تفاسیر)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ سرکشوں کے ساتھ لڑنے کے لئے گئے تو تب ہر قبیلہ سے ایک ایک نقیب مقرر کر گئے بہرحال یہ موقع تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ہر قبیلے سے ایک ایک نقیب مقرر کیا جس کا کام یہ تھا کہ اپنے اپنے قبیلے کے حالات پر نظر رکھیں اور انہیں بے دینی اور بداخلاقی سے بچانے کی کوشش کریں۔ان نُقبائے بنی اسرائیل کے تقرر کے مقاصد کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کردیا گیا کہ چار کام کروگے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(۱) نماز قائم رکھوگے۔(۲) زکوٰۃ ادا کروگے۔

(۳) بعد میں جو رسول مبعوث ہوں ان پر ایمان لاؤگے اور ان کی جان و مال سے مدد بھی کروگے اور

(۴) اللہ کے بندوں کو قرض حسنہ دوگے یعنی خدمت خلق اپنا مشن بنائے رکھوگے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انصار مدینہ کے لئے ان کی شاخوں کی تعداد کے مطابق بارہ نُقبا کا تقرر فرمایا کیونکہ تاریخ انسانی میں بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں کا تقرر بڑا کامیاب رہا تھا۔آج بھی حسبِ حالات اس مجرب نسخہ سے مسلم امت کو استفادہ کرنا چاہئے۔آگے چل کر ہم بیان کریں گے کہ یہ عدد ہمارے لئے کس طرح مشعلِ راہ ہے۔یہاں ہم مضمون کی مناسبت سے ایک اور پہلو کو اجاگر کرنا وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ بارہ کا عدد غلبۂ اسلام کے تسلسل کی علامت بھی ہے اور وہ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کی قیادت میں ان نُقبائے انصار کے ذریعہ اسلامی حکومت کے قیام کی بنیاد تو رکھی جاچکی ہے،لیکن اس آغاز کے بعد ارتقائی مراحل طے ہونے والے ہیں کہ عنقریب مکہ مکرمہ سمیت جزیرۂ عرب پر اسلام کا علم لہرائیگا اور شام،روم و ایران کی سپر طاقتیں تحلیل ہوجائیں گی اور دنیا بھر میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔تاہم زوال بھی آئیگا اور اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ غلبۂ دین اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامت دین کا کام بھی جاری رہے گا تا آنکہ قیامِ قیامت تک بارہ خلفائے راشدین آ کر رہیں گے اور یہ بارہ کا عدد مسلم اُمہ کے لئے ایسا بابرکت رہیگا جوان کے حوصلوں کو برابر مہمیز دیتا رہیگا۔ امام ابن کثیر نے سورہ مائدہ کی اس آیت کی تفسیر میں اس مضمون کو حدیثِ پاک کی روشنی میں یوں بیان کیا ہے کہ:

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں سے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عہد و پیمان کو پورا کرنے اور اس پر قائم رہنے اور عدل کی شہادت دینے کا حکم دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو یاد دلایا تھا۔ اب ان آیات میں ان سے پہلے گزرے ہوئے اہل کتاب سے جو عہد و میثاق لیا تھا اس کی حقیقت و کیفیت کو بیان کیا جارہا ہے۔ پھر جب انہوں نے وہ عہد و پیمان توڑ ڈالا تو ان کو کیا سزا دی گئی اس کو بیان کر کے گویا مسلمانوں کو عہد شکنی سے روکا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ سردار تھے اور بارہ قبیلوں کے بارہ چودھری تھے جو ان سے ان کی بیعت کے تقاضوں کو پورا کراتے تھے کہ خُدا کے رسول کے تابع رہیں اور کتاب اللہ کی اتباع کرتے رہیں۔ اسی طرح عَقبہ کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے بیعت لی اس وقت ان کے سردار بھی بارہ ہی تھے تین قبیلۂ اوس کے اور نو قبیلۂ خزرج کے۔ انہی سرداروں نے اپنے اپنے قبیلے کی طرف سے پیغمبرِ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سمع و طاعت (سننے اور ماننے) کی بیعت کی۔

امام احمد نے اپنی مسند میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرتِ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے آپ ہمیں قرآن پڑھا رہے تھے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی پوچھا کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہوں گے؟ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا میں جب سے عراق آیا ہوں اس سوال کو بجز تیرے کسی نے نہیں پوچھا پھر انہوں نے کہا کہ "۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

["اِثْنَا عَشَرَ کَعِدَّۃِ نُقَبَاءِ بنی اسرائیل۔"]

"بارہ ہوں گے جتنی تعداد بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تھی۔"

اور بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

["لَا یَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا مَا وَلِیَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ثُمَّ تَکَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ بِکَلِمَةٍ خَفِیَتْ عَلَیَّ فَسَأَلْتُ اَیَّ مَاذَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ؟ قَالَ: کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ۔"]

"لوگوں کا کام چلتا رہے گا جب تک کہ ان کے والی (حکمران خلفائے راشدین) بارہ شخص نہ ہو لیں۔ پھر ایک لفظ آنحضرتؐ نے فرمایا لیکن میں سن نہ سکا تو میں نے دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ نبیؐ نے اب کون سا لفظ ارشاد فرمایا ہے، کہا "یہ سب قریش میں سے ہوں گے۔"

امام ابن قیم کہتے ہیں کہ "۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلفا ہر حال میں ہوں گے جو صالح ہوں گے اور جو حق کو قائم کرنے والے اور لوگوں میں عدل و انصاف کرنے والے ہوں گے۔ نیز اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سب پے در پے، یکے بعد دیگرے ہی ہوں گے، پس چار خلفا تو پے در پے ہوئے (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرتِ عمر فاروقؓ (۳) حضرتِ عثمان غنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"(۴) حضرتِ علی المرتضیٰؓ، جن کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہی اور ان بارہ خلفائے راشدین میں سے پانچویں حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ بنو عباس میں سے بھی بعض اسی طرح کے خلیفے ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے پہلے ان بارہ خلفائے راشدین کی تعداد پوری ہونی ضروری ہے اور انہی بارہ خلفاء میں سے حضرت امام مہدیؒ بھی ہیں جن کی بشارت حدیثوں میں آچکی ہے کہ ان کا نام آنحضرت ﷺ کے نام پر ہوگا اور ان کے والد کا نام آنحضرت ﷺ کے نام پر ہوگا (وہ) زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے حالانکہ اس سے پہلے وہ ظلم وجبر سے پُر ہوگی۔" (مختصر تفسیر ابن کثیر المائدہ: ۳: ۱۲ تا ۱۴۔ ج: ۱: ص: ۴۹۶۔۴۹۷)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بارہ کا یہ عدد اپنا ایک پس منظر بھی رکھتا ہے اور اس کا ایک پیش منظر بھی ہے اور یہ عدد بڑا معروف بھی ہے اسی تناظر میں آنحضرت ﷺ نے انصار مدینہ کو بارہ نُقبا منتخب کرنے کا حکم دیا تھا جنہوں نے اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے تھے جو ہمارے لئے آج بھی رہنمائی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ نقبا کا انتخاب کرتے وقت قبیلۂ اوس کے تین اور قبیلۂ خزرج کے نو نُقبا کا انتخاب کیوں کیا گیا اس میں برابری کی نمائندگی کیوں نہیں دی گئی؟ ہمارے خیال میں جس طرح بارہ کے عدد میں امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک پیغامِ حیات ہے اسی طرح تین اور نو کے عدد میں بھی ایک حکمت پوشیدہ ہے ذرا غور فرمائیے کہ اس پورے باب کو ہر پہلو سے پڑھ جائیے آپ کو سب سے پہلے ۱۱ نبوی میں اسلام قبول کرنے والے چھ کے چھ قبیلۂ خزرج کے لوگ ملیں گے، پھر ۱۲ نبوی میں بیعت عَقَبہ اولیٰ کی فہرست پر نظر ڈالیں تو آپ کو دس حضرات قبیلۂ خزرج کے نظر آئیں گے اور صرف دو اشخاص قبیلۂ اوس کے ہیں اور ۱۳ نبوی میں پچھتر مبایعین میں سے صرف قبیلۂ اوس سے تعلق رکھنے والے کل گیارہ مرد ہیں۔ اس تجزیہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس قبیلہ کو سبقت فی الاسلام بھی حاصل ہے اور کثرت فی الاسلام بھی حاصل ہے ان دونوں باتوں کا تقاضا یہ بنتا تھا کہ قبیلۂ خزرج کو نو نقبا کا اعزاز عطا کیا جائے۔ نیز یہ بھی امر واقعہ ہے کہ خزرج بہت بڑا قبیلہ تھا کہ قبیلۂ خزرج کو سیاسی برتری حاصل تھی اور عرب بالخصوص مکہ مکرمہ میں تو قبیلۂ اوس کو الگ شمار کرنے کی بجائے انہیں "یَامَعْشَرَ الْخَزْرَجِ" اے خزرج کے لوگو کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ اہل عرب قلیل چیز کثیر میں ضم کر دینے کے عادی تھے۔ چنانچہ اس بنیاد پر بھی قبیلۂ خزرج کا استحقاق بنتا تھا کہ قبیلۂ اوس کے مقابلے میں قبیلۂ خزرج کے زیادہ نُقبا رکھے جائیں۔ اس لئے حقوق کے باب میں اسلامی تعلیمات یہی ہیں (اور حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا) کہ اکثریت کو ان کا جائز حق دیا جائے اور اقلیت کے حقوق کو غصب نہ کیا جائے اگر ایسا کیا جائیگا تو نظامِ عدل میں توازن متاثر ہوگا اور جہاں یہ توازن بگڑے گا تو وہ امت رو بہ زوال ہوگی۔ جہاں تک ان نقبا کے انتخاب اور تقرر کے مقاصد ہیں ان کو ہم نے اس باب "۔ بیعت عَقَبہ اولیٰ وثانیہ کا پیغام امت کے نام۔" کے اندر گیارہ نکات میں بڑی تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، نو نکات کا مطالعہ آپ کر چکے ہیں اور دو ذیل مین پڑھیں گے۔ تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نُقبا آنحضرت ﷺ کے نمائندے تھے اور ان نمائندوں کا بنیادی فرض یہ تھا کہ وہ عقبۂ ثانیہ کے اس عہد ومیثاق کو مدینہ منورہ میں جاکر اپنی اپنی شاخوں میں کماحقہ نافذ کریں اور برابر اس کی نگرانی کرتے ہوئے مجوزہ اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

۱۰۔ سعد بن عبادہ کی گرفتاری، رہائی اور رفقائے سفر کا عمدہ کردار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعدؓ بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور ان پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کی داستان اور ان کی رہائی کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں مختصراً کچھ امور آپ کی نظر سے گزر چکے ہیں یہاں دو باتوں کا ذکر بہت ضروری ہے اوّلاً یہ کہ گرفتاری اور وہ بھی ایک مقامی امیر، صدر، چودھری یا سردار کی یہ ایک معمول کی بات ہے انبیائے کرام بھی گرفتار ہوئے، ان پر بھی تشدد ہوا اور قتل بھی کر دیا گیا اور اہل ایمان پر بھی یہ ابتلاء وآزمائش آئی اور سب نے اس کو خندہ پیشانی سے قبول کیا چنانچہ حضرتِ سعدؓ بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی گرفتاری دے کر پر تشدد کارروائیوں اور المناک صورتحال کو پامردی سے انگیز کیا اور اس آزمائش میں وہ کندن بن کر نکلے اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان کو عزیمت کا راستہ دکھا کر رب ذوالجلال کے ہاں سرخرو اور سرفراز ہو کر پہنچے۔

ثانیاً یہ پہلو بڑا اہم ہے کہ گیارہ نقبا، دو خواتین اور اکسٹھ مرد مسلمان اگر چہ سرعت کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے تاہم جب آگے جا کر جائزہ لیا گیا تو سعد بن عُبادہ کو اپنے اندر نہ پا کر یہ سب حضرات مضطرب اور پریشان ہو گئے اور مجلسِ مشاورت منعقد کی تا کہ وہ کھوج لگائیں کہ سعدؓ بن عبادہ کے ساتھ کیا بیتی، اور یہ قافلہ اب کس طرح اپنے بھائی کی مدد کو پہنچ سکتا ہے تقریباً مکہ پر اپنے بھائی کو رہا کرانے کے لئے دھاوا بولنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ دور سے حضرتِ سعد بن عبادہ دکھائی دیئے اور اس طرح یہ مشاورتی اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا اور مدینہ منورہ کا یہ پہلا اسیر قافلے میں آشامل ہوا اور شاداں وفرحاں یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں پورے جوش اور ولولے سے مصروف ہو گیا اور امتِ محمدیہ کے لئے یہ پیغام چھوڑ گیا کہ مشکل ترین مراحل میں بھی اپنے ہمراہیوں اور ہمسفروں کی مدد ونصرت کا جذبہ اپنے اندر پروان چڑھاتے رہنا چاہئے۔

۱۱۔ بیعت کے بعد مدینہ منورہ کا ہر صاحبِ ایمان داعیٔ دین بن گیا

مکہ مکرمہ سے واپسی کے بعد مُبایعین نے بہت تیزی کے ساتھ اسلام پھیلانا شروع کر دیا۔ گزشتہ صفحات میں آپ نے حضرتِ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ پڑھ لیا ہے جو ایک دعوتی جدوجہد کا شاہکار ہے اگر آپ بیعتِ عقبۂ ثانیہ کے بعد مدینہ منورہ میں نُقبا اور انصار مدینہ کی دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ مرتب کریں تو اندازہ ہوگا کہ ہر صاحبِ ایمان مجسم دعوت بن گیا تھا۔ توحید ورسالت فکرِ آخرت ان کی دعوت کا موضوع تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی آمد سے قبل جہاں دعوتی سرگرمیاں پورے عروج پر تھیں وہاں بڑے زبردست دینی جوش وخروش کے ساتھ وہ بت شکنی میں بھی مصروف تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابوعَبس ؓ بن جبر اور ابو بُردہ بن نیار بنی حارثہ کے بت، عُمارہ ؓ بن حزم، اسعد بن زُرارہ ؓ، عوف بن عَفرَاء، سلیط رضی اللہ عنہ بن قیس اور ابو صرمہ ؓ بنی نجار کے بت۔ زیاد بن لبید اور فَروہ بن عمرو بنی بیاضہ کے بت۔ سعد بن عبادہ ؓ، منذر بن عمرو اور ابودُجانہ ؓ بنی ساعدہ کے بت، معاذ ؓ بن جبل، ثعلبہ ؓ بن غَنمہ اور عبداللہ ؓ بن اُنیس بنی سلمہ کے بت توڑتے پھرتے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کفر وشرک اور بت پرستی کا زور کلیۃً ٹوٹ گیا تھا اور مسلمان اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ اس بت شکنی کے خلاف کوئی فرد یا قبیلہ مزاحمت کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور اس مدنی انقلاب کے بعد ہر صاحبِ ایمان کی نظریں مکہ مکرمہ کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ قائدِ انقلاب اور وہاں کے مظلوم مسلمان کب تشریف لاتے ہیں کہ مسلمانانِ مدینہ ان کا پرجوش استقبال کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

معراجِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرش سے عرش اور پھر عرش سے فرش تک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی سرزمین مسجد الحرام سے روانہ ہوئے بیت المقدس پہنچے، وہاں جملہ انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان اول کی طرف روانہ ہوئے آسمانِ اول سے دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے، پھر پانچویں، پھر چھٹے اور پھر ساتویں آسمان تک پہنچے اور یہاں سے سدرۃ المنتہٰی تک لے جایا گیا۔ یہاں ربّ ذوالجلال سے راز و نیاز ہوا کچھ تحائف عطا ہوئے پھر اسی راستے سے بیت المقدس واپسی ہوئی اور پھر یہاں سے آپؐ مکہ مکرمہ واپس پہنچ گئے ۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا تفصیلات تو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں اختصار کے ساتھ کچھ اہم امور کتاب وسنت کی روشنی میں ایک خاص پہلو اجاگر کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①﴾ (بنی اسرائیل ۱:۱۷)

"پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔"

یہ اسراء و معراج جو ایک رات میں مکمل ہوا کیسے؟ مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ مکہ مکرمہ میں ہے اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس فلسطین میں ہے جس کا پرانا نام ایلیا ہے صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

["اِنَّمَا یُسَافَرُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْکَعْبَۃِ، وَمَسْجِدِی، وَمَسْجِدِ اِیْلِیَاءَ۔"]

(صحیح مسلم: کتاب الحج حدیث نمبر: ۳۳۸۶)

"تین مساجد کی طرف (بغرض ثواب) سفر کیا جاسکتا ہے (۱) بیت اللہ کی طرف (۲) میری مسجد کی طرف اور (۳) مسجد ایلیا کی طرف"

ان مساجد کا ذکر ایک اور انداز میں بھی آیا ہے۔

["لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِی ھٰذَا، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی"]

(مسلم: حدیث: ۳۳۸۴ کتاب الحج عن ابوہریرہ)

"(حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (زمین کے کسی ٹکڑے کی طرف بغرض ثواب) سفر جائز نہیں ہے سوائے تین مساجد کے (۱) میری مسجد (نبوی) کے (۲) مسجد الحرام کے اور (۳) مسجد الاقصیٰ کے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ مسجد ایلیاء سے مراد مسجد الاقصیٰ ہے جس کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں اور یہی وہ تاریخی مسجد ہے جو فلسطین کے شہر القدس میں واقع ہے مسجد الحرام سے براق پر سوار ہو کر آپ ﷺ یہاں پہنچے اور براق کو مسجد سے باہر ایک حلقے سے باندھ دیا تھا اور مسجد کے اندر داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ مکہ مکرمہ سے القدس کی مسافت اس زمانے کے معمولات کے مطابق چالیس دن کی تھی۔ غور فرمایئے کہ چالیس دن کا سفر رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں طے ہو گیا یہ کیسے؟ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ پھر بیت المقدس سے آسمانِ اول سے ساتویں آسمان تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے اُسی راستے بیت المقدس واپسی اور پھر یہاں سے مکہ مکرمہ واپسی یہ سب کچھ کیسے؟ قرآنِ مجید کے کلمات پر ایک مرتبہ پھر غور فرمائیں ارشادِ ربانی ہے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

”پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے ایک تھوڑے سے حصّے میں اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔“

وہ ذات جس نے رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں سیر کرائی وہ قادرِ مطلق ذات ہے اس لئے کہ

﴿وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (البقرۃ:۲:۱۱۷۔ آل عمران۳:۴۷)

”اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لئے بس یہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔“

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾ (المائدۃ۵:۱)

”بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔“

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (ھود۱۱:۱۰۷)

”بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔“

اسراء و معراج تاریخ انسانی کا منفرد منصوبہ تھا ہبوطِ آدم علیہ السلام کے بعد سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو فرش سے عرش پر لے جانا اور پھر عرش سے فرش پر پہنچانا صرف منفرد واقعہ ہی نہیں بلکہ تاریخِ انسانی کا انوکھا، عجیب و غریب اور کسی انسان کی رفعت و بلندی کا شاہکار ہے۔ یہ منصوبہ اسراء و معراج کیسے وقوع پذیر ہوا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

[”اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ، وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ، فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ“]

”میرے پاس بُراق کو لایا گیا اور وہ سفید رنگ کا دراز قد چوپایہ تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا جہاں تک اس کی نگاہ جاتی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بَیتُ المَقدِس میں آیا۔“

یہ بُراق جو حددرجہ برق رفتار یعنی بجلی سے زیادہ تیز جو ”آیاتِ ربّانی“ میں سے ایک تھا، حضرت جبرائیلؑ جسے لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بُراق سواری کے لئے پیش کیا آپؐ بہ نفسِ نفیس اس پر سوار ہوئے اور اس نے نظامِ قدرت کے تحت آنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحد میں فلسطین کے شہر القدس میں بیت المقدس کے صدر دروازے پر پہنچا دیا۔ یہاں اتر کر آپؐ نے اس ''بُراق'' کو مسجد کے باہر اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[''ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔'']

(مسلم کتاب الایمان: باب الاسراء برسول صلی اللہ علیہ وسلم وشق صدرہ۔ حدیث نمبر: ۴۱۱)

''پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز ادا کی۔''

تہذیب سیرتِ ابن ہشام میں صفحہ نمبر: ۹۰ پر ابن ہشام رقمطراز ہیں۔

[''قَالَ الْحَسَنُ فِيْ حَدِيْثِهٖ: فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَضٰى جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى بِهٖ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَوَجَدَ فِيْهِ إِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى فِيْ نَفَرٍ مِنَ الْأَنْبِيَآءِ، فَأَمَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمْ۔'']

''حسن نے اپنے بیان میں کہا کہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور جبرائیل علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ آپ کو لے کر بیت المقدس پہنچے وہاں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کی اور انہیں نماز پڑھائی۔''

مختصر السیرۃ میں محمد بن عبدالوہاب نے لکھا ہے

[''ثُمَّ أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَاكِبًا عَلَى الْبُرَاقِ صُحْبَةَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَنَزَلَ هُنَاكَ، وَصَلّٰى بِالْأَنْبِيَآءِ إِمَامًا۔''] (مختصر السیرۃ: ص: ۵۷ طبع بیروت)

''پھر براق پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ کے ساتھ مسجد حرام سے بیت المقدس پہنچے اور وہاں اتر کر انبیائے کرام کی امامت کرائی۔''

ابن قیم زاد المعاد جلد دوم ص: ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی، پھر آپؐ نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت سنن نسائی: ج: ۱: کتاب الصلاۃ باب فرض الصلاۃ اور مفسر ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر ج: ۳ میں ابن ابی حاتم کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا

[''ثُمَّ دَخَلْتُ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَآءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى أَمَمْتُهُمْ۔'']

''پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا جملہ انبیاء علیہ السلام وہاں موجود اور میرے منتظر تھے۔ صفیں بندھ گئیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبرائیل علیہ السلام نے مجھے نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھایا میں آگے بڑھا اور ان سب کو نماز پڑھائی۔"

آنحضرت ﷺ بیت المقدس میں نماز پڑھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ کی خدمت میں جبرائیل حاضر ہوئے

["فَجَاءَ نِي جِبْرِيْلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ۔"]

"۔جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا لائے۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ نے فطرت (یعنی دین اسلام) کو پسند کیا ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا

["۔ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ، فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، وَقَالَ فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ: فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ، إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ، فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ۔ وَقَالَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ: فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، فَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا، وَأَوْحٰى إِلَيَّ مَا أَوْحٰى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلَى مُوْسٰى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔ قَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَإِنِّي بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ: ((فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسٰى، فَقُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْسًا۔ قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ))۔ قَالَ: ((فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوْسٰى، حَتّٰى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلَاةً، مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهُ شَيْئًا۔ فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً))۔ قَالَ: ((فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوْسٰى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ)) فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((فَقُلْتُ: قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ))۔]

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعراج حدیث نمبر: ۵۸۶۳ بحوالہ مسلم)

"پھر ہمیں آسمان کی جانب لے جایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا، اچانک میں نے آدمؑ کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے خیر و برکت کی دعا کی اور آپؐ نے تیسرے آسمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں یوسفؑ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس تھا، انہیں آدھا حُسن دیا گیا تھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے خیر و برکت کی دُعا کی اور آپؐ نے فرمایا کہ میں ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا جو بیتُ المعمور کے ساتھ پشت لگائے بیٹھے تھے، بیتُ المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے (طواف کے لئے) داخل ہوتے ہیں جنہیں دوبارہ داخل ہونا نصیب نہیں ہوتا۔ پھر مجھے سدرۃُ المنتہیٰ کے قریب لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند تھے اور اس کے پھل مٹکوں کے برابر تھے۔ جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی ڈھانپنے والی چیز سے ڈھانپا گیا تو اس درخت کی حالت بدل گئی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس درخت کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا، پھر (اللہ تعالیٰ نے) میری جانب وحی بھیجی پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب گیا انہوں نے دریافت کیا، آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا، دن رات میں پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اپنے پروردگار کی طرف واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ اس لئے کہ آپؐ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی، میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور ان کا امتحان لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، میں اپنے پروردگار کی طرف واپس گیا اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میری امت پر تخفیف فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازوں کو معاف کر دیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب واپس گیا اور بتایا کہ اللہ نے مجھ سے پانچ نمازوں کو معاف کر دیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، آپؐ اپنے پروردگار کی طرف واپس جائیں اور اس سے (مزید) تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا میں مسلسل اپنے پروردگار اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محمدؐ! یہ رات دن میں گویا پانچ نمازیں ہیں، لیکن ان میں ہر ایک کا ثواب دس کے برابر ہے۔ (اس طرح سے پانچ نمازیں ثواب میں) پچاس نمازوں کے برابر ہیں۔ جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے نہ کر سکا تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اس نے نیک کام کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس شخص نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس برے کام کو نہ کر سکا تو اس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے (اپنے ارادے کے مطابق) برائی کی تو ایک برائی لکھی جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا، پھر میں (بارگاہِ ربُّ العزت سے) اترا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اپنے پروردگار کی طرف واپس جائیں اور ان سے (مزید) تخفیف کا مطالبہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے کہا کہ میں بار بار اپنے رب کے پاس گیا ہوں اب مجھے اس کے پاس جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

معراج کے معنی

معراج کا لفظ ''عَرَجَ یَعْرُجُ'' سے اسم آلہ ہے جس کے معنی ''چڑھنے کے ہیں''معراج کے معنی ہونگے''۔ چڑھنے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آلہ۔" یعنی سیڑھی یا موجودہ دور کی "لفٹ" یعنی الیکٹرانک سیڑھی۔ مسجد اقصیٰ سے آنحضرت ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا اس کے لئے آپؐ نے حدیث میں "عُرِجَ بِیْ۔" مجھے آسمانوں پر چڑھایا گیا۔" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض روایات میں "مِعْرَاج۔" سیڑھی کا ذکر بھی ملتا ہے کہ اس کے ذریعے سے آسمانوں پر لے جایا گیا۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں لفظ "اَسْرٰی" آیا ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام سے القدس شہر کی مسجد اقصیٰ تک برق رفتار جہاز (جو دور حاضر میں بھی تیار نہیں کیا جا سکا) پر سفر کیا جو جہاز بے جان نہیں جاندار تھا یہ اس لئے کہ سفر ایک شہر سے دوسرے شہر تک زمینی راستے سے کرنا تھا تا کہ آنحضرت ﷺ کو آیات ربانی کا بذریعہ بُراق زمینی مشاہدہ کرایا جائے۔ اب بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ کے سفر کی نوعیت بہت مختلف تھی اس لئے اس سفر کے لئے معراج کو استعمال کیا گیا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن میں رہے کہ جس طرح بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک آپ کا جانا بھی نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ⑥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ⑦ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ⑩ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮﴾ (النجم ۵۳:۱تا۱۸)

"قسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہوا۔ تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا۔ پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟ اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

"آنحضرت ﷺ نے معراج کے موقع پر دوسری مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں "سدرۃ المنتہیٰ" کے پاس دیکھا سورہ النجم کی آیات ۱۳۔ ۱۴ اور ۱۵ کا ترجمہ ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھیں۔

اور ایک مرتبہ پھر اس نے "سدرۃ المنتہیٰ۔" کے پاس اس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماوٰی ہے۔"

سدرہ عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور منتہیٰ کے معنی ہیں آخری سرا"۔ سدرۃ المنتہیٰ۔" کے لغوی معنی ہیں" وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیری کا درخت جو آخری یا انتہائی سرے پر واقع ہے۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کی تشریح بایں الفاظ کی ہے کہ:

["اِلَیْھَا یَنْتَھِیْ عِلْمُ کُلِّ عَالِمٍ وَمَاوَرَاءَھَا لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ۔"]

"اس پر ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے، آگے جو کچھ ہے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

اور "۔جنت الماوٰی۔" کے معنی ہیں"۔وہ جنت جو قیام گاہ بنے۔" آیت نمبر سولہ کے ترجمہ پر دوبارہ غور فرمائیں"۔اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔"

احادیثِ مبارکہ کی تفصیلات کا احاطہ ممکن نہیں ہے تاہم نہایت اختصار سے معراج کی روداد مرتب کی جائے تو وہ یہ ہے کہ جب معراج یعنی سیڑھی لائی گئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہلے آسمان یعنی آسمانِ دنیا پر پہنچ گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟

جبریل نے کہا: ہاں! کہا گیا: انہیں خوش آمدید! کیا ہی مبارک آنے والے ہیں وہ۔ اور (دربان نے) دروازہ کھول دیا۔ آپؐ نے فرمایا جب میں نے آسمان پر قدم رکھا تو دیکھا وہاں آدم علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل نے کہا: یہ آپؐ کے باپ آدم ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید! نیک بیٹے اور نیک پیغمبر!

پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے اور اس کا دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! پس آنے والا، جو آیا، کیا اچھا ہے؟ اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے، جو دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید! برادر صالح اور پیغمبر صالح!

پھر مجھے جبریل تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! پس آنے والا، جو آیا، کیا اچھا ہے؟ اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریلؑ نے کہا: یہ یوسفؑ ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: خوش آمدید! برادر صالح اور پیغمبر صالح!

پھر جبریلؑ مجھے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر آ گئے۔ پس دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! پس آنے والا، جو آیا، کیا اچھا ہے؟ اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے۔ جبریلؑ نے کہا: یہ ادریسؑ ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمدید! برادر صالح اور پیغمبر صالح!

پھر جبریلؑ مجھے لے کر چڑھے حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر پہنچ گئے۔ تب انھوں نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! پس آنے والا، جو آیا، کیا اچھا ہے؟ اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ہارون علیہ السلام تھے۔ جبریلؑ نے کہا: یہ ہارونؑ ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: خوش آمدید! برادر صالح اور پیغمبر صالح!

پھر مجھے جبرئیلؑ لے کر چڑھے حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر آگئے۔ تب انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں پیغام دے کر بلوایا گیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! پس آنے والا، جو آیا، کیا اچھا ہے؟ اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا! خوش آمدید برادر صالح اور پیغمبر صالح!

جب میں وہاں سے آگے گیا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ یہ لڑکا (آنحضرتؐ) میرے بعد نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن جنت میں اس کی امت کے افراد میری امت سے زیادہ داخل ہوں گے۔

پھر جبرئیل (علیہ السلام) مجھے ساتویں آسمان پر لے کر چڑھے اور انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ کہا گیا: کیا انکی طرف (یہاں آنے کا) پیغام بھیجا گیا تھا؟ کہا: ہاں! کہا: خوش آمدید اور کیا اچھا ہے آنے والا جو آیا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہاں ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے کہا: یہ آپ کے باپ ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید! نیک بیٹے اور نیک پیغمبر!

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو اس کا پھل (بیر) ھجر (شہر) کے مٹکوں جیسا تھا اور اسکے پتے ہاتھیوں کے کانوں جیسے تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے کہا: یہ سدرۃ المنتھیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں جنت کے اندر اور دو نہریں باہر۔ میں نے پوچھا اے جبریل یہ دو نہریں کیا ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: دو باطن والی نہریں، وہ جنت میں ہیں اور جو دو نہریں ظاہر ہیں، وہ نیل اور فرات ہیں۔

پھر میرے لیے بیت المعمور بلند کیا گیا، پھر میرے لیے تین برتن لائے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا تیسرا شہد کا۔ میں نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا تو جبریلؑ نے کہا: یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر ایک (رات اور) دن میں پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں۔ جب میں واپس لوٹا اور دوبارہ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ (میں نے) کہا: مجھے ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنواسرائیل کو خوب اچھی طرح آزما ہو چکا ہوں۔ پس آپ اپنے رب کے پاس دوبارہ جائیں اور اس سے اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کریں، چنانچہ میں دوبارہ واپس آیا تو اللہ نے مجھ پر دس نمازیں کم کر دیں۔ میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پھر پہلی والی باتیں کیں، چنانچہ میں پھر واپس گیا تو اللہ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی باتیں کیں۔ میں پھر واپس گیا تو مجھے روزانہ دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی باتیں کیں۔ میں پھر واپس گیا تو مجھے پانچ نمازیں روزانہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: اب آپ ؐ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے پانچ نمازیں روزانہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ ؐ کی امت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور میں بنواسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، پس آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے اپنی امت کے لئے مزید تخفیف کا سوال کریں۔ نبی ؐ نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب سے سوال کر بیٹھا ہوں حتیٰ کہ اب مجھے شرم آرہی ہے۔ اس لیے اب میں اسی پر راضی ہوں اور اسے ہی تسلیم کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب میں کچھ آگے گیا تو ایک منادی نے بہ آواز بلند کہا: میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔"

(صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب المعراج، حدیث: ۳۸۸۷)

اِسراء و معراج اور قرآن مجید

قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو متعدد مقامات پر لفظِ اسراء کا استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے "فرشتوں سے کہا کہ" ۔اے لوط، ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ (ھود۱۱:۸۱)

"بس تُو کچھ رات رہے اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جا۔"

مزید ارشاد فرمایا کہ: "ہم نے موسیٰ ؑ پر وحی کی کہ

﴿اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾ (طٰہٰ۲۰:۷۷)

"اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ اور ان کے لئے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنا لے۔"

اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں سورۃ الشعرآء ۲۶:۵۲ اور الدخان: ۴۴:۲۳ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

معراج کے پہلے مرحلۂ سفر کے لئے بھی اللہ رب العٰلمین نے یہی لفظ ارشاد فرمایا کہ

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

(بنی اسرائیل۱:۱۷)

"پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ...."

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے الم نشرح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ اور حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا اور وہ بہ نفسِ نفیس اہل ایمان کے ساتھ رات کے ایک خاص حصے میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا وہ بُراق لے کر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راتوں رات مسجد الحرام سے لے کر بیت المقدس پہنچے اور یہاں سے معراج کے لئے سدرۃ المنتھیٰ روانہ ہوئے لفظِ معراج کے حوالے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ لفظ عَرَجَ یَعْرُجُ سے اسم آلہ ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔قرآنِ مجید میں اس کے استعمالات پر ذرا غور فرمائیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔گزشتہ قوموں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے اصولوں کا مذاق اڑانے والے مجرمین کا تذکرہ کر کے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ﴾ (الحجر ۱۵:۱۴)

''اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور دن دہاڑے اس میں ''چڑھنے'' بھی لگتے۔''

تخلیقِ کائنات کے بعد تدبیر کائنات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (السجدہ ۳۲:۵)

''وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اُوپر اس کے پاس جاتی ہے۔ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔''

اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر اور مالک ارض وسماوما فیھما ہے اس لئے اس کی حمد وثنا دنیا میں بھی کی جائے اور آخرت میں بھی اسی کی حمد ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ﴾ (سبا: ۳۴:۲ مزید دیکھئے الحدید: ۵۷:۴۔)

''جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں ''۔چڑھتا'' ہے ہر چیز کو وہ جانتا ہے اور وہ غفور ورحیم ہے۔

سیم وزر کی قدر و قیمت اور اس کے نقصاناتِ دنیوی اور آخرت میں متقین کا مرتبہ ومقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ﴾ (الزخرف ۴۳:۳۳)

''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خُدائے رحمن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی ''۔سیڑھیاں۔''جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں۔''(اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں،سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے)

عذاب مانگنے والوں نے جب عذاب مانگا تو انہیں جواب دیا گیا کہ وہ کافروں کے لئے عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے جسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی دفع کرنے والا نہیں وہ عذاب کس کی طرف سے ہوگا ذی المعارج کی طرف سے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ ﴾ (المعارج:۷۰:۳۔۴)

''اس خدا کی طرف سے جو''عروج کے زینوں'' کا مالک ہے۔ ملائکہ اور روح اس کے حضور''چڑھ'' کر جاتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔''

وہ اللہ جلّ جلالہٗ ہے خالقِ کائنات اور مدبر الامور اور قادر مطلق ہے جس نے بیت الحرام سے بیت المقدس تک بُراق کے ذریعے اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتھٰی تک حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں محمد مجتبیٰ ﷺ کو''معراج'' کا شرف بخشا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسراء میں اپنی قدرت کے نمونے دکھائے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سفر معراج میں اپنی بڑی بڑی آیات کا مشاہدہ کرایا۔ سدرۃ المنتھٰی پر عنایات وعطیّات اور تجلیاتِ ربانی کا احاطہ کرنا ممکن نہیں تاہم یہاں پر چند اہم چیزوں کا تذکرہ کرنا اپنے موضوع کی مناسبت سے بہت ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو سیر ومعراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتھٰی تک جب پہنچ گئے تو یہاں آنحضرت ﷺ کو کئی تحائف عطا فرمائے گئے۔ تین کا ذکر با قاعدہ حدیث میں آیا ہے اور مزید پورے واقعہ معراج کے بغور مطالعہ سے مترشح ہوتے ہیں۔

(۱) ''اُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ'' پہلی چیز''۔ پانچ وقت کی نمازیں عطا فرمائی گئیں۔''

(۲) ''وَاُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ۔'' ثانیاً''۔ سورۂ البقرہ کی آخری دو آیات عنایت کی گئیں۔''

(۳) ''وَغُفِرَ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ'' ثالثاً''۔ اور آپ کی امت میں سے اس شخص کے کبیرہ گناہوں کی معافی جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔'' (صحیح مسلم: ج:۱: باب سدرۃ المنتھٰی حدیث نمبر:۴۳۱)

(۴) رابعاً''۔ نیکی کا ارادہ کرنے والے کے حق میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اس پر عمل کرنے والے کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بُرائی کے ارادہ کے بعد جو شخص بُرائی کرتا ہے تو اس کے حق میں صرف ایک بُرائی لکھی جاتی ہے۔

(۵) خامساً''۔ اسلامی حکومت کا منشور عطا کیا گیا۔

(۶) سادساً''۔ زمین وآسمان کی آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ ومعائنہ کرایا گیا۔

ہم یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کریں گے۔

(۱) زمین وآسمان کی آیاتِ ربانیہ

اسراء ومعراج کے اس محیر العقول واقعہ کے حوالے سے ایک اہم عملی مشاہدہ یہ ہوا کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور

[''فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ۔''] (بخاری کیف الصلوات فی الاسراء فتح الباری جلد:۱: حدیث نمبر:۳۴۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انہوں نے میرے سینے کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینے میں ڈال دیا، پھر سینے کو بند کر دیا۔''

بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کو اسراء کی رات کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ میں (اس رات) ''حطیم'' میں لیٹا ہوا تھا اور بعض موقعوں پر آپؐ نے فرمایا میں ''حجر'' میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے (میرے جسم کے) سینے کے گڑھے سے لے کر (زیرِ ناف) بالوں تک چیرا اور میرا دل نکال لیا بعدازاں میرے پاس سونے کی طشتری لائی گئی جو ایمان سے بھری ہوئی تھی چنانچہ میرا دل دھویا گیا۔ بعدازاں اس میں (اللہ کی محبت) ڈالی گئی پھر دل کو (ایک جگہ پر) رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ بعدازاں پیٹ کو زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔''

(صحیح بخاری کتاب بعد الخلق حدیث نمبر ۳۲۰۷ نیز دیکھئے ۳۸۸۷، ۳۳۹۳ و ۳۴۳۰ و صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۱۶ و جامع الترمذی ۳۳۴۶ و سنن نسائی ۴۴۷)

ذرا تصور فرمائیں کہ اسراء ومعراج سے قبل شق صدر جسے دورِ جدید کی زبان میں دل کا آپریشن کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ کا قلبِ اطہر نکال کر باہر رکھ دیا گیا تھا پھر اسے دھو کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ دیا گیا تھا اور یہ بھی اس دور میں جہاں سائنس نام کی کوئی چیز منظرِ عام پر نہیں آئی تھی۔ نیز دورِ جدید میں دل کے آپریشن میں ڈاکٹروں کو آپریشن کی کامیابی کی جہاں توقع ہوتی ہے وہاں ناکامی کا امکان بھی موجود رہتا ہے اور آپریشن کی کامیابی کے بعد بھی مریض کئی ماہ تک ڈاکٹروں کے زیرِ نگرانی رہتا ہے اور وہ بھی بہت سی احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لا کر زندگی گذارنے پر مجبور رہتا ہے اور ادویات سے زندگی بھر جان نہیں چھوٹتی۔ یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک کر سوچنا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کا اس موقع پر دل کا آپریشن کیوں؟

یہ شق صدر اس لئے ضروری تھا کہ صرف آپؐ کی زندگی کا نہیں بلکہ نوعِ انسانیت کے آغاز سے لے کر تا حال کبھی ایسا محیر العقول واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ کسی انسان کو فرش سے عرش اور پھر عرش سے فرش تک عظیم الشان اہتمام کے ساتھ لے جایا اور لایا گیا ہو۔ گویا یہ شق صدر یا آپریشن آپؐ کے اندر اس اسراء ومعراج اور اس میں پیش آمدہ مشاہداتِ آیاتِ ربانیہ کو برداشت کرنے کی صلاحیت واستعداد اور قوت پیدا کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ یکے بعد دیگرے ایک سے ایک بڑھ کر حیرت انگیز واقعات اس سفر میں پیش آتے رہے اور آنحضرت ﷺ کسی ایک مرحلہ پر بھی خوف زدہ اور پریشان نہیں ہوئے اور پورے عزم واستقلال اور طمانیتِ قلب کے ساتھ مختصر وقت میں اتنا طویل ترین سفر کر کے واپس تشریف لائے اور آپؐ کے قلب ودماغ پر کوئی پریشانی کے آثار نہیں تھے جبکہ غارِ حرا کی پہلی وحی کو اخذ کرتے وقت جو کیفیت آپؐ پر طاری تھی اس کا اندازہ ''زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ اور ''خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ'' کے الفاظ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۲۔ بُرّاق یا ہوائی جہاز

دوسری بڑی نشانی یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے سفر کے لئے ''بُرّاق'' لایا گیا جس کا تقابل دورِ جدید کے تیز ترین جہاز سے بھی کرنا درست نہیں ہوگا۔ بُرّاق کو ہوائی جہاز تو کہا جاسکتا ہے لیکن آج کا تیز ترین جہاز بھی بُرّاق کا ہم پلہ نہیں کہا جاسکتا یہ بُرّاق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسا تھا؟ ارشادِ نبوی ہے کہ

["وَأُتِيتُ بِدَآبَّةٍ أَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرَئِيْلَ"]

(بخاری کتاب بدء الخلق حدیث: ۳۲۰۷)

''اور میرے پاس ایک سواری لائی گئی، سفید، خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی یعنی براق میں اس پر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ چلا۔''

بخاری کتاب الانبیآء باب المعراج حدیث نمبر ۳۸۸۷ کے الفاظ یہ ہیں کہ

["يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ."]

''اس کا ہر قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا تھا (آنحضرتؐ نے فرمایا کہ) مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے۔''

تمام کتبِ احادیث میں براق کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ برق کی رفتار سے چلتا تھا اس کا ہر قدم حدِ نظر پر پڑتا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام ''بُرّاق'' تھا۔ مسند احمد، ترمذی، صحیح ابن حبان، ابن جریر طبری، ابن اسحاق اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ ''۔ جب آپؐ براق پر سوار ہونے لگے تو وہ چمکا۔ جبرائیلؑ نے تھپکی دے کر کہا کہ دیکھ کیا کرتا ہے آج تک محمد ﷺ سے بڑی شخصیت کا کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر پسینے پسینے ہو گیا۔ پھر آپؐ نے اس پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور پھر بیت المقدس سے بیت الحرام تک کا سفر کیا جو معمول کے مطابق اسی دنوں کا سفر تھا آپؐ نے بجلی کی رفتار ایک لاکھ اسی ہزار میل فی سیکنڈ کے حساب سے یہ سفر طے فرمایا۔ لہٰذا یہ بُرّاق بھی اللہ کی قدرت کے کچھ نمونوں میں سے ایک تھا جس پر آپؐ نے اتنا طویل سفر پل جھپکنے کے وقت میں طے کیا۔

۳۔ بیت المقدس میں امامتِ انبیاء

اسراء و معراج کی تیسری اہم چیز امامتِ انبیاء ہے۔ جب آنحضرت ﷺ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو مسلم ج:۱ کتاب الایمان باب اخبار النبی ﷺ عن بیت المقدس صبیحۃ الاسراء حدیث نمبر ۲۷۸ کے الفاظ ہیں

["فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ."]

''پس جب نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی۔''

فتح الباری شرح بخاری: ج:۷: کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۸۸۷ و ۳۸۸۸ کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے معراج کے حوالے سے بہت ساری چیزیں یکجا کر دی ہیں انہوں نے سنن بیہقی کی ایک روایت جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے درج کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں اور جبرائیل ہم دونوں بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔'' ایک اور روایت میں ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے باپ سے اسی طرح بیان کیا ہے البتہ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَعَرَفْتُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَيْنَ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَسَاجِدٍ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَأَمَمْتُهُمْ۔"]

''پھر میں مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہوا۔ اپنے سامنے کھڑے انبیاء کو جو بحالت قیام، رکوع اور سجدے میں تھے پہچان لیا۔ پھر نماز کھڑی کی گئی (یعنی صفیں بنائی گئیں) پھر میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔''

ابن ابی حاتم کی ایک روایت جو یزید بن ابی مالک نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

["فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى اجْتَمَعَ نَاسٌ كَثِيْرٌ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَقُمْنَا صُفُوْفًا نَنْتَظِرُ مَنْ يَؤُمُّنَا، فَأَخَذَ بِيَدِيْ جِبْرِيْلُ فَقَدَّمَنِيْ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ۔"]

''پس میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرا یہاں تک کہ بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے، پھر مؤذن نے اذان دی پھر نماز کے لئے لوگ کھڑے ہو گئے پھر ہماری صفوں کو درست کیا گیا، ہم انتظار کرنے لگے کہ نماز کون پڑھائیگا۔ جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا پس میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔''

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ

["فَلَمَّا أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ الْأَقْصٰى قَامَ يُصَلِّيْ، فَإِذَا النَّبِيُّوْنَ أَجْمَعُوْنَ يُصَلُّوْنَ مَعَهٗ۔"]

''پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی''

ان تفصیلات سے یہ بات مترشح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اور جبرائیل نے الگ الگ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد اقصیٰ میں جو لوگ پہلے موجود تھے ان میں سے بعض بحالت قیام تھے، بعض بحالت رکوع تھے اور بعض بحالت سجود تھے۔ جونہی اپنی نماز سے فارغ ہوئے اور جملہ انبیاءؑ آ چکے تو باجماعت نماز کے لئے سب لوگ کھڑے ہو گئے اور صفوں کو درست کیا گیا اور یہ دیکھا جانے لگا کہ آج اس عظیم الشان اجتماع انبیاءؑ و رسل کی امامت کا اعزاز کس کو حاصل ہوگا بس اس اثنا میں جبرائیل امین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ کو امامت کے لئے آگے بڑھنے کے لئے کہا۔ آپؐ امامت کے لئے آگے بڑھے اور امامت کے فرائض انجام دیئے اور سب نے آپؐ کی اقتداء اور پیشوائی میں نماز ادا کی۔ اس منظر کو ذرا چشمِ تصور میں لائیے اور غور سے دیکھئے کہ یہ کتنا حسین و جمیل منظر ہوگا یہ تھی سب سے بڑی آیت جو دنیائے زمین پر پیش آئی جس کو آپؐ نے بھی اور تمام انبیاءؑ و رسل نے بھی دیکھا اور جو مخلوقِ خدا اس منظر کو دیکھ سکتی تھی اس نے دیکھا اور آج بھی اہل ایمان کامل یقین رکھتے ہیں کہ یہ ایسا منظر تھا کہ نہ پہلے کبھی کسی نے دیکھا اور نہ تا قیامت ایسا منظر کسی کو دیکھنا نصیب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تاجِ امامت پہنا کر دکھایا گیا۔

۴۔ دودھ اور شراب میں سے ایک کا انتخاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نماز باجماعت سے فارغ ہوئے تو مسجد الاقصیٰ سے باہر تشریف لائے تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں مشروب پیش کیا۔ مسلم کی روایت کے مطابق

["ثُمَّ خَرَجْتُ ،فَجَاءَ نِيْ جِبْرِيْلُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) بِإِنَآءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَآءٍ مِنْ لَبَنٍ ،فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ ،فَقَالَ جِبْرِيْلُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) :اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ۔"] (صحیح مسلم کتاب الایمان عن انس حدیث نمبر ۴۱۱)

''پھر میں (مسجدِ اقصیٰ سے) باہر نکلا تو جبرائیل علیہ السلام نے دو برتن میرے سامنے پیش کئے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ ان میں سے میں نے دودھ والا برتن منتخب کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''آپؐ نے فطرت کا انتخاب کرلیا۔''

فتح الباری: ج:۸: کتاب التفسیر باب قولہ اسری بعبدہ لیلاً حدیث نمبر ۴۷۰۹ اور سند احمد: ج:۲:ص:۲۸۲ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ:

["أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيْلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ،فَأَخَذَ اللَّبَنَ ۔ قَالَ جِبْرِيْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ الْفِطْرَةَ ،لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ ۔"]

''شبِ اسراء میں مقامِ ایلیاء پر آنحضرت ﷺ کے روبرو، دو پیالے، ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا پیش کئے گئے، آپؐ نے ان دونوں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا پھر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے آپؐ کو فطرتِ صحیحہ کی رہنمائی فرمائی۔ اگر آپؐ جامِ شراب پکڑ لیتے تو آپؐ کی امت راہِ راست سے بھٹک جاتی۔''

حضرتِ انسؓ سے روایت ہے جس میں تین چیزوں کے پیش کرنے کا ذکر ہے

["فَعُرِضَ عَلَيْهِ الْمَآءُ وَاللَّبَنُ وَالْخَمْرُ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اللَّبَنَ فَقَالَ لَهُ جِبْرَئِيْلُ أَصَبْتَ يَا مُحَمَّدُ الْفِطْرَةَ ،وَلَوْ شَرِبْتَ الْمَآءَ لَغَرِقْتَ ،وَغَرِقَتْ أُمَّتُكَ وَلَوْ شَرِبْتَ الْخَمْرَ لَغَوَيْتَ ،وَغَوَتْ أُمَّتُكَ ۔"] (مختصر تفسیر ابن کثیر: ج:۲:ص:۳۵۷ بحوالہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

''آپؐ کے سامنے پانی، دودھ اور شراب پیش کئے گئے۔ آپؐ نے دودھ نوش فرمایا۔ جبرائیلؑ نے کہا اے محمدؐ! آپ نے فطرت کو پالیا۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو خود بھی غرق ہوتے اور امت بھی غرق ہوتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو خود بھی گم کردہ راہ ہوجاتے اور اُمت بھی بدراہ ہوجاتی۔''

اس موقع پر جبرائیلؑ کے ہاتھوں سے پانی، دودھ اور شراب کا پیش کیا جانا اور آنحضرت ﷺ کا دودھ کا انتخاب کرنا اور اس کو نوش فرمانا اور حضرتِ جبرائیلؑ کا یہ کہنا کہ آپؐ نے فطرت کو پالیا اپنے اندر یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ بھی آیاتِ الٰہیہ تھیں جن کا آپ نے بغور مشاہدہ فرمایا اور ان میں سے دودھ کا انتخاب کیا جو درحقیقت فطرتِ انسانی کا انتخاب تھا جس پر جبرائیل علیہ السلام نے بجا طور پر اشارۂ الٰہی سے تحسین فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔اسراء پر قریشِ مکہ کا ردّعمل اور پھر رُؤیتِ آیاتِ ربانیہ

معراج یعنی بالائی دنیا کی سیر سے پہلے ہم ایک بار بیت المقدس سے مکہ مکرمہ آپ کو واپس لے جانا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ زمینی دنیا کے اہم واقعات کے مشاہدات کو سمیٹ کر سماوی سفر کے حالات وواقعات کا مطالعہ کر سکیں۔جب اسراء ومعراج سے آنحضرت ﷺ راتوں رات واپس تشریف لائے تو مکہ مکرمہ پہنچتے ہی آپؐ نے سب سے پہلے یہ واقعہ اپنی چچازاد بہن حضرت امّ ہانیؓ کو بتایا پھر آپ حرمِ کعبہ میں تشریف لے گئے آپ کا پہنچنا تھا کہ ابوجہل نے کہا کوئی تازہ خبر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔اس نے پوچھا کیا؟ آپؐ ﷺ نے فرمایا کہ ’’میں آج رات بیت المقدس گیا تھا۔‘‘ ابوجہل نے کہا بیت المقدس؟ راتوں رات ہو آئے؟ اور صبح یہاں موجود ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ابوجہل نے کہا قوم کو جمع کروں؟ سب کے سامنے یہی بات کہو گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ابوجہل نے آوازیں دے دے کر سب کو جمع کر لیا اور کہا لو اب بتاؤ۔آنحضرت ﷺ نے سب کے سامنے پورا قصہ بیان کر دیا۔لوگوں نے واقعہ سن کر مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔کوئی تالی پیٹ رہا تھا تو کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ رہا تھا کہ اسی دنوں کا سفر ایک رات میں؟ ناممکن اور محال! پہلے تو شک تھا، اب یقین ہو گیا کہ تم دیوانے ہو گئے ہو۔

(مسند احمد ۱/ ۳۰۹، نسائی ۱۱۲۸۵، بزار، طبرانی بروایت ابن عباس۔ابن جریر، بیہقی ۲/ ۳۶۳ و ۳۶۴، ابن ابی حاتم بروایت ابوسعید خدری)

پھر کچھ لوگ دوڑے دوڑے حضرتِ ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے سنا، تمہارے ساتھی (پیغمبر) نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ آج کی رات بیت المقدس کی سیر کر کے آئے ہیں۔حضرتِ ابوبکرؓ نے کہا کیا آپؐ نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر آپؐ نے کہا ہے تو واقعی سچ ہی ہوگا۔لوگوں نے کہا کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے ہی واپس بھی آ گئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں، میں تو ان کی اس سے بھی زیادہ بڑی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔میں تو ان کی صبح وشام ان باتوں کی تصدیق کرتا ہوں جو آسمان سے ان کے پاس آتی ہیں، چنانچہ اسی وجہ سے ابوبکرؓ کا نام ’الصدیق‘‘ رکھ دیا گیا۔(السلسلۃ الصحیحہ للالبانی: ج: ۲ حدیث نمبر ۶۱۵۔ابن جریر، بیہقی بروایت ابوسلمہؓ بن عبدالرحمن، ابن ابی حاتم بروایت انسؓ بن مالک بیہقی، بروایت حضرت عائشہؓ، طبرانی، ابن اسحق، ابن سعد، وابویعلی بروایت حضرت امّ ہانی)

آناً فاناً یہ خبر تمام مکہ مکرمہ میں پھیل گئی۔بیت اللہ کے اس اجتماع میں لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ پوچھنا شروع کر دیا کہ آپؐ یہ بیان کریں کہ بیت المقدس کیسا ہے لوگوں کے اس سوال کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ آپؐ زندگی میں کبھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں اور آپؐ کے لئے ان سوالات درسوالات کا جواب دینا اس لئے مشکل تھا کہ رات کے وقت آپؐ بیت المقدس پہنچے تھے اور اس کو اس نظر سے تو نہیں دیکھا تھا کہ آپ کو اس حوالے سے سوالات کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کے موقع پر بیت المقدس اور اس کے ہر گوشے کو اس طرح آپؐ کی نگاہوں کے سامنے کر دیا جس طرح ٹی۔وی چینلز پر آج مناظر وتصاویر کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے، بیت المقدس بالکل آپ کی نگاہوں کے سامنے پیش کر دیا گیا اور آپؐ اس کو دیکھ دیکھ کر ایک ایک سوال کا جواب دیتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کو ماننا پڑا کہ آپؐ نے وہاں کا جو نقشہ بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔بخاری کے الفاظ میں جو حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[”لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ۔“] (فتح الباری شرح بخاری باب حدیث الاسراء الخ جلد:۷: حدیث نمبر ۳۸۸۶)

”جب قریش نے (اسراء و معراج کے واقعہ کے بارے میں) مجھے جھٹلایا تو میں ”حجر“ یعنی حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے نمایاں کر دیا تو میں (بیت المقدس) کی طرف دیکھ دیکھ کر اس کی (آیات) علامات و نشانیاں ان لوگوں کو بتاتا رہا۔“

اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

[”لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ۔ قَالَ:- فَرَفَعَهُ اللهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ۔ فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ قَائِمٌ يُصَلِّي۔ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ۔ جَعْدٌ۔ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ إِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي۔ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ ﷺ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ! هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ۔“] (مسلم باب اخبار النبی ﷺ عن بیت المقدس صبیحۃ الاسرائ، حدیث نمبر ۴۳۰)

”۔میں نے اپنے آپ کو اس حال میں ”۔حجر“ یعنی حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے اسراء کے بارے میں دریافت کر رہے تھے اور بیت المقدس کی ان بہت سی چیزوں کے بارے میں دریافت کر رہے تھے جو مجھے یاد نہیں رہی تھیں۔ چنانچہ میں بہت غمگین ہوا کہ اس سے پہلے میں کبھی اتنا غمگین نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں اسے دیکھ رہا تھا وہ جس چیز کے بارے میں بھی مجھ سے دریافت کرتے تو میں انہیں اس کے بارے میں بتا دیتا۔ نیز یہ حقیقت ہے کہ میں نے خود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے، وہ ہلکے پھلکے مضبوط جسم والے شخص تھے گویا کہ وہ شنوءہ قبیلہ کے آدمیوں میں سے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے، ان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے نماز ادا کر رہے تھے، ان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا تمہارا دوست ہے، آپ کا اشارہ اپنے آپ کی طرف تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان سب کی امامت کرائی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) یہ دوزخ کا نگران فرشتہ مالک ہے، آپؐ اسے سلام کہیں (آپؐ نے فرمایا) میں اس کی جانب متوجہ ہوا لیکن اس نے مجھے سلام کہنے میں پہل کی۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریشِ مکہ کا اسراء و معراج پر ردِّعمل بڑا شدید تھا اور یہ بھی مشیت خداوندی تھی کہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حطیمِ کعبہ میں بیت المقدس کا پورا نقشہ سامنے کر دیا کہ آپ قریشِ مکہ کے ہر سوال کا جواب بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر دیتے چلے گئے یہاں تک کہ تین انبیاء حضرت موسیٰؑ و حضرتِ عیسیٰؑ اور حضرتِ ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نماز اور ان کی شکل و شباہت کو بھی تفصیل سے بیان فرما دیا۔

یہ چند آیاتِ ارضی تھیں جن کو مختصراً بیان کر دیا گیا ہے جہاں تک ''اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ'' جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے۔ ''بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ'' سے مراد فلسطین ہے۔ اس لفظ میں مادی و روحانی ہر قسم کی برکتیں شامل ہیں، ملک کی سرسبزی و شادابی اور توریت کے بیان کے مطابق سرزمین دودھ اور شہد کی نہروں کا ابلنا گویا برکاتِ مادی کا مظہر تھیں جبکہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیائے کرام کا کثرت سے اس سرزمین سے اٹھنا اور اسی کی خاک میں مدفون ہونا روحانی برکتوں کو واضح کرتا ہے۔ (اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ بِالثِّمَارِ وَالْاَنْهَارِ، وَمَنَازِلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔ وَفِیْهِ مِنْ بَرَکَاتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔"

(فتح القدیر تفسیر سورۂ بنی اسرائیل: ۱:۱۷)

اب بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کے لئے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے زمینی دنیا کے لئے برق رفتار بُراق لایا گیا تھا جس پر آپؐ مکہ مکرمہ سے سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے تھے یہاں آسمانوں پر جانے کے لئے ایک سیڑھی آپؐ کے سامنے پیش کی گئی اور جبرائیل علیہ السلام اس کے ذریعہ آپؐ کو آسمان کی طرف لے چلے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو ''معراج'' کہتے ہیں، اس لئے سارا واقعہ معراج مجتبیٰؐ کے نام سے مشہور و معروف ہے معراج، عَرَجَ یَعْرُجُ سے اسم آلہ ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہونگے۔ معراج کے معنی ہونگے ''چڑھنے کا آلہ''۔ یعنی سیڑھی حدیث میں ''عُرِجَ بِیْ'' مجھے آسمانوں پر چڑھایا گیا کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض روایات میں ''المعراج'' سیڑھی کا ذکر بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''المعراج'' سیڑھی کے ذریعے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ جس کا ذکر سورۂ النجم: ۵۳: ۱۳ تا ۱۸ میں ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیۙ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰیؕ۝۱۵ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰیۙ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۝۱۷ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۝۱۸﴾ (النجم ۵۳: ۱۳ تا ۱۸)

''نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟ ایک اور مرتبہ پھر سے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' آخری آیت ملاحظہ فرمایئے

﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۝۱۸﴾ (النجم ۵۳: ۱۸)

''اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''

یہ بڑی بڑی نشانیاں کیا ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا۔ آیئے ان آیاتِ ربانیہ کا بھی مطالعہ کریں کہ وہ کیا ہیں اور آپؐ نے ان کو کس کس طرح دیکھا۔

۱۔ ''المعراج'' اور آیاتِ کبریٰ کا دیدار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُراق جس طرح زمینی آیات میں سے ایک اہم نشانی تھی جس نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری سے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا سفر طے کیا تھا اسی طرح ''۔المعراج۔'' جو زمین سے آسمانوں کے سفر کے لئے آپؐ کے لئے بطور سواری پیش کی گئی وہ نہایت عجیب تر تھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"لَمَّا فَرَغْتُ مِمَّا كَانَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، أُتِيَ بِالْمِعْرَاجِ وَلَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ، وَهُوَ الَّذِيْ يَمُدُّ إِلَيْهِ مَيِّتُكُمْ عَيْنَيْهِ إِذَا حُضِرَ، فَاصْعَدَنِيْ صَاحِبِيْ فِيْهِ حَتَّى انْتَهَى بِيْ إِلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَآءِ يُقَالُ لَهُ بَابُ الْحَفَظَةِ، عَلَيْهِ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُقَالُ لَهُ إِسْمَاعِيلُ تَحْتَ يَدَيْهِ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ مَلَكٍ، تَحْتَ يَدَيْ كُلِّ مَلَكٍ مِنْهُمْ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ مَلَكٍ..... يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللهِ حِيْنَ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ "(المدثر:۷۴:۳۱)

(تہذیب سیرہ ابن ہشام مطبوعہ کویت ص:۹۲ قصۃ المعراج)

''بیت المقدس میں جو کچھ ہوا، اس سے جب میں فارغ ہوا تو سیڑھی لائی گئی اور میں نے اس سے بہتر کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہی وہ چیز ہے جس کی جانب تمہارے مردے اپنی آنکھیں کھولے تکتے رہتے ہیں جب موت آتی ہے۔اس کے بعد میرے ساتھی (جبرائیلؑ) نے مجھے اس پر چڑھایا یہاں تک کہ مجھے لے کر آسمانِ (دنیا) کے دروازوں میں سے ایک دروازے تک پہنچا جس کا نام ''باب الحفظہ'' (نگہبانوں کا دروازہ) تھا۔اس پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا۔اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے جن میں ہر ایک کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فرشتے تھے۔حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ جب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے تو قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرماتے (المدثر ۷۴۔۳۱) (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)'': اور تیرے رب کے لشکروں کو خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک جایئے اور غور کیجئے کہ مکہ مکرمہ اور بیت المقدس کا فاصلہ کتنا ہے.. یہی جو اُس دور میں معروف ہے کہ آنے اور جانے کے لئے اسی دن لیکن اب جو بیت المقدس سے سفر کا آغاز ہوا ہے اور سدرۃ المنتہیٰ آخری منزل ہے یہ فاصلہ کتنا ہے اور اس کے لئے کتنا وقت درکار ہے اور کیا وہاں تک پہنچنے کے لئے وسائل و ذرائع کسی کو حاصل ہیں؟ ایک حدیث کا مطالعہ کرکے پھر اس سوال پر مزید غور فرمایئے پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک ہی نہیں لے گیا بلکہ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے بیت المقدس تک رات کے تھوڑے سے حصے میں اپنی قدرت کاملہ سے اُسراء و معراج کرا کر واپس مکہ مکرمہ بھی پہنچا دیا۔حدیث ملاحظہ فرمایئے

[".عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: بَيْنَمَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ جَالِسٌ وَأَصْحَابُهُ إِذْ أَتَى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟)). قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((هٰذِهِ الْعَنَانُ۔ هٰذِهٖ رَوَايَا الْأَرْضِ۔ يَسُوْقُهَا اللهُ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْكُرُوْنَهُ وَلَا يَدْعُوْنَهُ)).ثُمَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ:((هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَكُمْ؟))قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔قَالَ:((فَإِنَّهَا الرَّقِيْعُ۔سَقْفٌ مَحْفُوْظٌ،وَمَوْجٌ مَكْفُوْفٌ))ثُمَّ قَالَ:((هَلْ تَدْرُوْنَ مَابَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا؟))قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ:((بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَاخَمْسُمِائَةِ عَامٍ))ثُمَّ قَالَ:((هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَ ذٰلِكَ؟))۔قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔قَالَ:((سَمَاءَانِ بُعْدُ مَابَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ))ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ((مَابَيْنَ كُلِّ سَمَائَيْنِ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ))۔ثُمَّ قَالَ (هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَ ذٰلِكَ؟)قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ:((اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشُ،وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ ۔ بُعْدُ مَابَيْنَ السَّمَاءَ يْنِ) ثُمَّ قَالَ:((هَلْ تَدْرُوْنَ مَاالَّذِيْ تَحْتَكُمْ؟))۔قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔قَالَ:((اِنَّهَاالْاَرْضُ))ثُمَّ قَالَ:((هَلْ تَدْرُوْنَ مَاتَحْتَ ذٰلِكَ؟))۔ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔قَالَ :((اِنَّ تَحْتَهَااَرْضًا اُخْرٰى،بَيْنَهُمَامَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ))۔حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرْضِيْنَ وَبَيْنَ كُلِّ اَرْضِيْنَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ))۔ قَالَ:((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ))۔ثُمَّ قَرَأَ :{هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ}۔رَوَاهُ اَحْمَدُ،وَالتِّرْمِذِيُّ۔وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ:قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْاٰيَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ:لَهَبَطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ،وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهٗ وَسُلْطَانُهٗ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ ،وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ، كَمَاوَصَفَ نَفْسَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ"]

(مشکوۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔حدیث نمبر:۵۷۳۵ بحوالہ مسند احمد وجامع الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ،ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبیؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے،اچانک ان کے پاس سے بادل (کا ایک ٹکڑا) گزرا۔ نبیؐ نے پوچھا،کیاتم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟انہوں نے جواب دیا،اللہ اوراس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا، یہ بادل ہے جونمودار ہوا ہے، یہ زمین کو سیراب کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسے لوگوں کی جانب (بھی) چلاتے ہیں جو نہ اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں اور نہ اس سے مانگتے ہیں۔پھر آپؐ نے پوچھا،کیاتم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟انہوں نے جواب دیا،اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں،آپؐ نے فرمایا، بلاشبہ وہ آسمان ہے جوایک محفوظ چھت ہے اور نہ گرنے والی موج ہے، پھر آپؐ نے فرمایا،کیاتم جانتے کہ تمہارے درمیان اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟انہوں نے جواب دیا،اللہ اوراس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا،تمہارے اورآسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، پھر آپؐ نے فرمایا،کیاتم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے ؟انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا،دوآسمان ہیں جن کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا،اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر (آسمان) ہیں یہاں تک کہ آپؐ نے سات آسمانوں کو شمار کیا کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جو آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس سے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، بے شک اس کے اوپر عرش ہے، عرش اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو، تمہارے نیچے کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اس کے نیچے دوسری زمین ہے، ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے سات زمینیں شمار کیں (اور بتایا) کہ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم سب سے نیچے والی زمین کی طرف رسّی لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر ہی اترے گی۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (الحدید: ۵۷: ۳ جس کا ترجمہ ہے) ''وہ اوّل اور آخر ہے، وہ ظاہر اور باطن ہے نیز وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''

اور امام ترمذیؒ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اس آیت کو تلاوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ رسّی اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہت پر اترے گی جب کہ اللہ تعالیٰ، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہت ہر جگہ ہے (لیکن) اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جیسا کہ اس نے اپنا وصف اپنی کتاب (قرآن مجید) میں بیان کیا ہے۔ (کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے)

غرض یہ ''المعراج'' کیا تھا یہ بُراق سے زیادہ خوبصورت اور تیز رفتاری کے اعتبار سے زیادہ تیز جس نے آناً فاناً آپ ﷺ کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچا دیا اور واپس بیت المقدس تک چھوڑ گیا لہٰذا آفاقی دنیا کی یہ سیڑھی یا المعراج وہ پہلی آیت ربانی تھی جس کو صرف آپؐ نے دیکھا ہی نہیں بلکہ سوار ہو کر آسمانوں کی سیر بھی کی جو دوسرے انبیاء سے آپ ﷺ کو ممتاز بھی کرتی ہے اور تاریخِ انسانی کا منفرد اور انوکھا واقعہ بھی ہے۔

۲۔ آسمانوں کا سفر اور ملائکہ سے ملاقاتیں

برقی معراج کے ذریعے جب آپؐ آسمانِ دنیا تک پہنچائے گئے تو ''فَاسْتَفْتَحَ'' جبریل نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا کون؟ قَالَ: جِبْرِیْلُ۔'' (جبرائیل نے) کہا میں جبرائیل ہوں ''قِیْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ'' دریافت کیا گیا، ان کی جانب کسی کو بھیجا گیا تھا؟ قَالَ نَعَمْ جبرائیل نے کہا، ہاں قِیْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفُتِحَ''، ان کے آنے پر (ہم انہیں) خوش آمدید کہتے ہیں، ان کا تشریف لانا بہت بہتر ہے پس اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا۔'' جن سوالات وجوابات کا سامنا آسمان اول پر ہوا انہی سوالات وجوابات کا اعادہ آسمان ثانی، ثالث، رابع، خامس، سادس، سابع پر ہوا اور ہر جگہ آپ کو ملائکہ نے خوش آمدید کہا اور آپ کی تشریف آوری کو بہت بہتر قرار دیا اور انہی الفاظ کے ساتھ دروازے کھول دیئے جاتے رہے اور اس طرح آپ کو سماوی نظام اور اس کے ضابطوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کیا گیا اور ملائکہ جو نظام چلانے کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ان کا مشاہدہ کرایا۔

۳۔ آسمانوں پر انبیائے کرام سے ملاقاتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانِ اول پر جب دروازے سے اندر داخل ہوئے پہلے آسمان پر سب سے پہلے آپؐ کی ملاقات حضرتِ آدم علیہ السلام سے ہوئی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کراتے ہوئے کہا

["فَقَالَ: هٰذَا اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔"]

"جبرائیلؑ نے کہا: یہ آپؐ کے باپ (یعنی جدِ اعلیٰ) آدمؑ ہیں، انہیں سلام عرض کریں۔ چنانچہ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: میں نیک بخت بیٹے اور صالح پیغمبر کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

بخاری کی ایک اور روایت جسے حضرت انسؓ بن مالک نے حضرت ابوذرؓ غفاری سے بیان کیا ہے کہ جب (آسمانِ اول کا) دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمانِ دنیا پر چڑھ گئے۔ وہاں بیٹھا ہوا ایک آدمی نظر آیا جس کے دائیں اور بائیں طرف روحوں کے جھنڈ تھے۔ جب وہ شخص اپنی دائیں طرف نظر اُٹھاتا تو مسکرا دیتا اور جب اپنی بائیں جانب دیکھتا تو رو پڑتا۔ جب ان کی نظر محمدؐ پر پڑی تو انہوں نے اے صالح نبی اور صالح بیٹے کے الفاظ سے آپؐ کا خیر مقدم کیا۔ میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کے دائیں بائیں لوگوں کے جو گروہ نظر آرہے ہیں وہ ان کی اولاد ہیں۔ دائیں جانب وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور بائیں جانب والے دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اس لئے جب ان کی نظر دائیں جانب اُٹھتی ہے تو ہنستے مسکراتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔"

(فتح الباری شرح بخاری باب کیف فُرِضت الصلاۃ فی الاسراء حدیث نمبر ۳۴۹)

ذرا تصور فرمایئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے تخلیق ربانی کے اس شاہکار کو دائیں، بائیں روحوں کے جھنڈ میں دیکھا ہوگا تو یہ کیسا حسین وجمیل منظر ہوگا اور جدِ اعلیٰ سے ملاقات ہوئی ہوگی اور آپؐ نے سلام کہا ہوگا اور انہوں نے سلام کے جواب کے ساتھ ان الفاظ سے استقبال کیا ہوگا کہ "۔ میں نیک بخت بیٹے اور صالح پیغمبر کو خوش آمدید کہتا ہوں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی کیا انتہا ہوگی۔

حضرتِ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات

پہلے آسمان سے جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو یہاں دو عظیم شخصیات حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی جو رشتے کے اعتبار سے خالہ زاد بھائی ہیں حضرت جبرائیلؑ نے تعارف کراتے ہوئے کہا "هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ" "یہ یحییٰ" ہیں اور یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کہیں، تو میں نے انہیں سلام کہا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ "نیک بھائی اور صالح پیغمبر کو خوش آمدید ہو"۔ کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ؟ زکریا علیہ السلام کے بیٹے وہ زکریا جو خود بوڑھے ہو چکے تھے اور بیوی بانجھ ہو چکی تھی۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یحییٰؑ عطا فرمایا جو اللہ کی طرف سے ایک فرمان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے بن کر آئے، سرداری و بزرگی کا تمغہ سجائے ہوئے، اپنے نفس کو کنٹرول کرنے والے، بہترین کردار کے مالک اللہ کے نبی تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کی بداخلاقیوں کے خلاف آواز اٹھائی جو یہودیہ کے فرمانروا ہیرودیس کے دربار میں کھلم کھلا ہو رہی تھیں تو پہلے انہیں قید کیا گیا۔ پھر بادشاہ نے اپنی معشوقہ کی فرمائش پر قوم کے اس صالح ترین آدمی کا سر قلم کر کے ایک تھال میں رکھ کر اس کی نذر کر دیا۔''

(دیکھئے بائیبل: مرقس: باب: ۲۰۔ آیات: ۱۷۔۲۹)

حضرت یحییٰؑ کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے بن باپ تخلیق فرمایا اور عیسیٰؑ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معجزات سے نوازا تھا۔ وہ مٹی سے پرندے کی صورت میں ایک مجسمہ بناتے اور اس میں روح پھونکتے اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک فرما دیتے اور اللہ ہی کے حکم سے مردے کو زندہ کر دیتے، گھروں میں کھائی اور ذخیرہ کر دینے والی چیزوں کے بارے میں بتا دینے والے نبی مکرم جن کے خلاف بنی اسرائیل نے بے شمار زیادتیاں کیں اور کفر و انکار کے ساتھ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی جسے اللہ رب العلمین نے اپنے پاس اُٹھا لیا جو اس وقت حضرت یحییٰ کے ساتھ دوسرے آسمان پر جلوہ فرما ہیں اور قیامت سے قبل ان کا نزول ہو گا اور وہ عیسیٰؑ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف ۶۱:۶)

''اور یاد کرو عیسیٰؑ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ''۔ اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمدؐ ہو گا۔''

اور وہ احمد اس وقت دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کے سامنے موجود ہے جن کے ساتھ حضرت یحییٰؑ بھی بیٹھے ہیں کیا دلکش ہے یہ ملاقات جو معراج کی رات ان جلیل القدر تینوں انبیاء کی آپس میں ہوئی ہے اور کیسا شاندار استقبال ہے جو انہوں نے آنے والے مہمان کا کیا ہے۔

تیسرے آسمان پر حضرتِ یوسفؑ سے ملاقات

حضرت یوسف علیہ السلام جن کے بارے میں پوری ایک سورت قرآن مجید میں ان کی سیرت و کردار کو اجاگر کرتی اور ان کے ''عزیزِ مصر'' تک پہنچ جانے کا واقعہ دنیا کے سامنے لاتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک ''آیت'' قرار دیا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''قوتِ فیصلہ اور علم عطا فرمایا تھا۔'' ایک چالباز اور مکار عورت کے دجل و فریب سے محفوظ رکھا تھا اور انہوں نے اپنا دامنِ عصمت بچا کر جیل کی زندگی کو خندہ پیشانی سے قبول ہی نہیں بلکہ صبر و ثبات اور حکمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ میں گزارا تھا۔ جو ''یوسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ جنہیں رب ذوالجلال نے تعبیرِ خواب کا علم عطا کیا تھا اور جو ماہرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشیات بھی تھے جس کے بل پر انہوں نے دوٹوک کہا تھا کہ ''۔ملک کے خزانے میرے سپرد کرو میں اس کی حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔'' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ﴾(یوسف ۱۲:۵۶)

''اس طرح ہم نے اُس سرزمین (مصر) میں یوسف کے لئے اقتدار کی راہ ہموار کی۔وہ مختار تھا کہ اس میں جہاں چاہے جگہ بنائے۔''

وہ حضرت یوسف جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

[''۔فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنُ خَلِيْلُ الله۔''](صحیح بخاری،کتاب احادیث الانبیاء حدیث:۳۳۸۲)

''پھر سب سے زیادہ شریف اللہ کے نبی یوسف (علیہ السلام) بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے آسمان سے تیسرے آسمان پر پہنچے دروازے کے اندر داخل ہوئے تو

[''اِذَا يُوْسُفُ،قَالَ :هٰذَا يُوْسُفُ،فَسَلِّمْ عَلَيْهِ،فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ،فَرَدَّ۔ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔'']

''وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔جبرائیل نے (تعارف کراتے ہوئے) بتایا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔انہیں سلام کہیں میں نے انہیں سلام کہا۔انہوں نے سلام کا جواب دیا اور (ساتھ ہی) انہوں نے (خیر مقدم کرتے ہوئے) کہا: نیک بھائی اور صالح پیغمبر کو خوش آمدید ہو۔''

تیسرے آسمان پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن وجمال کے پیکر اور آیۃ اللہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہوگا اور علیک سلیک ہوئی ہوگی اور انہوں نے ''مرحبًا بالاخ الصّالح والنبیّ الصّالح'' کے الفاظ سے استقبال کیا ہوگا تو کیسا عجیب وغریب منظر ہوگا۔یقیناً یہ آیاتِ کبریٰ میں سے ایک مشاہدہ تھا جو ربّ ذوالجلال نے اپنے پیغمبرِ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرایا تھا۔ایک ایسے پیغمبر کا مشاہدہ جو اپنے دور میں حکمران نبی تھا۔

چوتھے آسمان پر حضرتِ اِدریس علیہ السلام سے ملاقات

تیسرے آسمان سے طویل سفر کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلتے ہی آپؐ اندر داخل ہوئے ''فَاِذَا اِدْرِيْس'' تو وہاں حضرتِ اِدریس علیہ السلام کو موجود پایا۔جبرائیل نے تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں،انہیں سلام کہیں (چنانچہ) میں نے انہیں سلام کہا،انہوں نے سلام کا جواب دیا اور (میرا خیر مقدم کرتے ہوئے) کہا کہ نیک بھائی اور نیک پیغمبر کو خوش آمدید ہو۔''

یہ پرتپاک خیر مقدم کرنے والے حضرتِ ادریس تھے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کی مکہ میں نازل ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی سورت مریم میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝﴾ (مریم ۱۹: ۵۶۔۵۷)

''اور اس کتاب میں ادریس کا ذکر کرو۔ وہ ایک راستباز انسان اور ایک نبی تھا اور اسے ہم نے بلند مقام پر اُٹھایا تھا۔''

جبکہ ایک اور مکی سورہ الانبیآء: ۲: ۸۵۔۸۶ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیائے صابرین وصالحین میں شمار فرمایا ہے جن کے بارے میں حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ

["۔اَنَّ اِدْرِيْسَ كَانَ خياطًا فَكَانَ لَا يغرز اِبْرَةً اِلَّا قَالَ سُبْحَانَ اللهِ فَكَانَ يُمْسِيْ حِيْنَ يُمْسِيْ وَلَيْسَ فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ اَفْضَلَ عَمَلًا مِنْهُ۔"] (مختصر تفسیر ابن کثیر: ج:۲: ص:۴۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ درزی تھے سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے۔''

کتنا خوبصورت منظر ہوگا جب آنحضرت ﷺ حضرت ادریس علیہ السلام جن کا نام اخنوخ تھا یا تلمود کے بیان کے مطابق حنوک تھا لیکن کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا درس دینے کی وجہ سے ان کا نام ''۔ادریس۔'' پڑ گیا تھا جنھوں نے حضرت آدمؑ کے بعد پہلی مرتبہ بگاڑ پیدا ہو جانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے قبل دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیا تھا۔ آج اصلاح انسانیت کے علمبردار سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کا استقبال ان الفاظ سے فرما رہے تھے کہ ''مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ''

پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات

پانچویں آسمان پر آنحضرت ﷺ نے قدم مبارک رکھا تو اندر داخل ہونے کے بعد آپؐ کی ملاقات حضرتِ ہارون علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے حضرتِ ہارون علیہ السلام کا تعارف کرایا اور کہا کہ آپؐ انہیں سلام کہیں۔ آپؐ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ ''۔(میں) نیک بھائی اور نیک پیغمبر کو خوش آمدید (کہتا) ہوں۔

حضرت ہارون علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کار نبوت میں مددگار مقرر فرمایا تھا اور جو ان کی غیر موجودگی میں جانشینی کا فریضہ انجام دیتے تھے اور جن پر اللہ کی عنایات تھیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ ...... سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۱۴۔۱۲۰)

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا...... سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر۔''

کتنی عظیم شخصیت تھی حضرت ہارون علیہ السلام کی جن کو کار نبوت انجام دینے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا تھا اور کتنا دلکش منظر ہو گا وہ جس لمحہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات حضرتِ ہارون علیہ السلام سے ہوئی ہو گی اور وہ آپ کو خوش آمدید کہہ رہے ہوں گے۔

چھٹے آسمان پر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر جلوہ افروز تھے آنحضرت ﷺ پانچویں آسمان سے چھٹے آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلا آپؐ اندر داخل ہوئے ''فَإِذَا مُوْسٰى'' تو وہاں موسیٰ علیہ السلام (موجود) تھے۔ قَالَ: هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ' جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کہیں ''فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ'' میں نے انہیں سلام کہا۔' فَرَدَّ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ'' انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ نیک بھائی اور نیک پیغمبر کو خوش آمدید ہو۔''

[فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى، قِيْلَ: مَا يُبْكِيْكَ؟ قَالَ: لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِيْ۔"]

''اس کے بعد جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے بتایا، میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے بعد ایک نوجوان رسول بنا کر بھیجا گیا اس کی امّت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے زیادہ جنت میں داخل ہونگے۔''

بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا (ترجمہ ملاحظہ فرمایئے) جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں، دراز قد شخصیت کے مالک تھے، ان کے بال گھنگریالے تھے گویا کہ وہ شنوءہ قبیلہ کے آدمیوں میں سے ہیں۔'' اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ درمیانے قد اور سرخ وسفید شخصیت کے مالک تھے اور میں نے دوزخ کے دربان مالک علیہ السلام اور دجال کو دیکھا (آپؐ کا ان سب کو دیکھنا) یہ ان نشانیوں کے ضمن میں تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے صرف آپؐ ہی کو دکھایا لہٰذا آپؐ کو ان کی ملاقات میں کوئی شک نہیں کرنا چاہئے (صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۳۹، ۳۳۹۶ و صحیح مسلم حدیث: ۴۱۸)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ ملاحظہ فرمایئے)

''جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی میں موسیٰؑ سے ملا، ان کا وصف بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: وہ ایک مضطرب (یعنی طویل القامت) شخص نظر آئے، ان کے بال معمولی گھنگرالے تھے، گویا وہ شنوءہ قبیلے کے لوگوں میں سے ہیں، اور (آپؐ نے فرمایا) میری ملاقات عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ہوئی، ان کا قد درمیانہ (اور) رنگت سرخ تھی جیسے حمام سے (غسل کر کے) نکلے ہوں (آپؐ نے فرمایا) اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، میں ان کی تمام اولاد میں سے ان کے زیادہ مشابہ ہوں (آپؐ نے فرمایا:) پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ان میں سے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی۔ مجھ سے کہا گیا کہ ان دونوں میں سے آپ جس کو چاہیں پکڑ لیں۔ چنانچہ میں نے دودھ والے برتن کو پکڑ لیا اور پی لیا۔ تب مجھے کہا گیا کہ آپ کو راہ فطرت کی رہنمائی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے (اور مزید کہا گیا کہ) جان لیں! اگر آپ شراب کے برتن کو پکڑ لیتے تو بلاشبہ آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔"
(صحیح بخاری، حدیث ۳۳۹۴ و ۵۵۷۶ و صحیح مسلم ۴۲۴ و جامع الترمذی: ۳۱۳۰)

مسلم کی ایک روایت جو حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میرے سامنے لائے گئے (میں نے دیکھا) موسیٰ علیہ السلام ہلکے بدن کے آدمی تھے گویا وہ شنوءَ قبیلے کے آدمیوں میں سے ہوں اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا جو عروہ بن مسعود کی شکل سے قریب تھے اور میں نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا ان کی شکل آپ کے صاحب یعنی میرے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور میں نے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان کی شکل دحیہ بن خلیفہ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۴۲۳ و جامع الترمذی، حدیث: ۳۶۴۹، مشکوۃ باب بدأ الخلق حدیث نمبر: ۵۷۱۴ بحوالہ مسلم)

یہ تھے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام جن کے ساتھ چھٹے آسمان پر آپ کی ملاقات ہوئی۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے حوالے سے آپؐ نے جو ان کی نقشہ کشی کی تھی ان احادیث کو بھی تفصیل سے بیان کر دیا اور ان احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ،حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرتِ جبرائیل علیہ السلام اور مالک علیہ السلام کا بھی تذکرہ آ گیا ہے۔ اس حوالے سے ہم آگے جا کر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ساتویں آسمان پر حضرتِ ابراہیم سے ملاقات

آنحضرت ﷺ چھٹے آسمان سے چلے اور ساتویں آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا آپ اندر داخل ہوئے یہاں آپ کی ملاقات جدِ امجد حضرتِ ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی سلام دعا کے بعد انہوں نے خوش آمدید کہا کہ "نیک بیٹے اور نیک پیغمبر کو خوش آمدید ہاں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اُمّتِ محمدیہ علیہ الصلاۃ والسلام کے نام ایک خصوصی پیغام دیا جسے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا

["لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِءْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ."] (جامع الترمذی الدعوات باب ان غراس الجنہ حدیث نمبر ۳۴۶۲)

"شب معراج کو میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور ان کو بتلائیے کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ ہے، پانی میٹھا ہے، لیکن وہ چٹیل میدان ہے (اس میں کاشت کرنے کی ضرورت ہے) اس کی کاشت کاری: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ۔" ہے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

["مُرْ أُمَّتَكَ فَلْيُكْثِرُوا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ فَإِنَّ تُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ وَأَرْضَهَا وَاسِعَةٌ قَالَ: وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ."] (مسند احمد: ج:۵:۴۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرتِ ابراہیمؑ نے فرمایا:) اپنی امت سے کہیں کہ وہ جنت میں خوب کاشت کاری کریں، اس لئے کہ اس کی مٹی بڑی عمدہ ہے اور اس کی زمین فراخ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''جنت کی کاشت کاری کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔''

سدرۃ المنتہٰی پر کئی عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ

ساتویں آسمان کے بعد'' ۔ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَہٰی۔'' (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) ''۔پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ (کی جانب) لے جایا گیا۔'' یہاں سب سے پہلا مشاہدہ تو آپؐ نے یہ کیا

[(۱)فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلَ قِلَالِ هَجَرٍ ۔وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلَ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ۔"]

اس کے پھل یعنی بیر ہجر (شہر) کے مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کے برابر تھے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ ''هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی'' یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔'' سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ و تعارف جب حاصل ہو گیا تو یہاں عجیب وغریب ایک اور آپ نے نظارہ فرمایا کہ

[(۲)فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، قُلْتُ: مَاهٰذَانِ يَاجِبْرِيْلُ؟ قَالَ: اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ، وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ۔"]

''وہاں چار نہریں تھیں، دو نہریں پوشیدہ اور دو ظاہر تھیں۔ میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل یہ کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ دو پوشیدہ نہریں جنت کی ہیں اور یہ دو ظاہر نہریں نیل اور فرات ہیں۔''

ان نہروں کے تعارف و مشاہدات کے بعد ایک اور منظر آپؐ کے سامنے لایا گیا۔

[(۳)ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ۔"]

''۔پھر میرے سامنے بیت المعمور ظاہر کیا گیا۔'' مسلم کی ایک روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ میں ساتویں آسمان میں ابراہیمؑ کے پاس تھا جو بیت المعمور کے ساتھ پشت لگائے بیٹھے تھے بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے (طواف کے لئے) داخل ہوتے ہیں جنہیں دوبارہ داخل ہونا نصیب نہیں ہوتا۔'' سدرۃ المنتہٰی پر ایک اور یہ واقعہ پیش آیا کہ

[(۴)ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَاِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ: هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ۔"]

''پھر میرے سامنے ایک برتن میں شراب، دوسرے برتن میں دودھ، اور تیسرے میں شہد پیش کیا گیا۔ چنانچہ میں نے دودھ (کے پیالے) کو اٹھالیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ فطرت ہے جس پر آپؐ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔''

سدرۃ المنتہٰی کا نقشہ بالکل بدل گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝﴾ (النجم ۵۳: ۱۳تا۱۸)

''۔اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہٰی کے پاس اُس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔'' اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی اور اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ:

["فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ، فَمَا اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَنْعِتَهَا مِنْ حُسْنِهَا، وَاَوْحٰى اِلَيَّ مَا اَوْحٰى"] (صحیح مسلم حدیث: ۴۱۱)

''پس جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی ڈھانپنے والی چیز سے ڈھانپ دیا گیا تو اس درخت کی حالت بدل گئی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس درخت کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر (اللہ تعالیٰ نے) میری جانب وحی بھیجی جو وحی بھیجنی تھی۔''

بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ: ابن شہاب (زہری) کہتے ہیں، مجھے ابنِ حزم نے بتایا کہ ابن عباس اور ابو حبّہ انصاری بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

["ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ۔"]

(صحیح بخاری، حدیث: ۳۴۹، ۳۳۴۲، وصحیح مسلم، حدیث: ۴۱۵ وسنن نسائی: ۴۴۸ وسنن ابن ماجہ: ۱۳۹۹)

''بعد ازاں مجھے اور اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں بلند مقام (یعنی سدرۃ المنتہٰی) پر پہنچا جہاں مجھے قلموں سے لکھنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔''

مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ

["قَالَ: ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝﴾ (النجم ۵۳: ۱۶) قَالَ فِرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ۔ قَالَ: فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثًا: اُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَ اُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ مِنْ اُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ۔"]

(صحیح مسلم، حدیث: ۴۳۱ و جامع الترمذی: ۳۲۷۶ و سنن نسائی: ۴۵۰)

''عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے'' ۔اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔

''اور کہا اس سے مقصود سونے کے پتنگے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (معراج کی رات) نبی ﷺ کو (خصوصی طور پر) تین چیزیں عطا کی گئیں

۱۔ آپ ﷺ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں۔ ۲۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔اور آپ کی امت میں سے اس شخص کے کبیرہ گناہ معاف (کرنے کے احکامات صادر) کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔"

بخاری و مسلم کی حدیث میں صراحتاً یہ بات بیان ہوئی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر جب پچاس نمازیں شب وروز میں فرض کی گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں معراج سے واپس آیا تو "میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا۔موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا کہ مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا، بلاشبہ آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور اللہ کی قسم! بلاشبہ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنو اسرائیل کی اصلاح کی زبردست کوشش کر چکا ہوں۔آپ اپنے پروردگار کی جانب واپس جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں (آپ نے فرمایا) چنانچہ میں (بارگاہِ الٰہی میں) واپس گیا تو مجھے دس نمازیں معاف کردی گئیں۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کہی تو میں (بارگاہِ الٰہی میں) واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید دس نمازیں معاف کردیں۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کہی۔میں (بارگاہِ الٰہی میں) واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید دس نمازیں معاف کردیں۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کہی تو میں (بارگاہِ الٰہی میں) واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (مزید) دس نمازیں معاف کردیں اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں روزانہ دس نمازیں ادا کروں۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کہی تو میں (بارگاہِ الٰہی میں) واپس گیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔انہوں نے دریافت کیا، آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا کہ مجھے روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلاشبہ آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح کی زبردست کوشش کر چکا ہوں۔آپ اپنے پروردگار کی جانب جائیں اور امت کے لئے مزید تخفیف کا مطالبہ کریں۔میں نے جواب دیا، میں نے اپنے پروردگار سے (بار بار) سوال کیا ہے، اب مجھے شرم آتی ہے، میں اس فیصلے پر خوش ہوں اور میں (اپنا اور ان کا معاملہ) اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں کہ

["فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ: أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي۔"]

(صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۸۷وصحیح مسلم حدیث: ۴۱۶وجامع الترمذی: ۳۳۴۶وسنن نسائی: ۴۴۷)

"جب میں آگے گزر گیا تو غیب سے یہ پکار آئی کہ میں نے (پہلے تو اپنے بندوں پر) اپنے فرض کو نافذ کیا اور (پھر محمدؐ کے طفیل) اپنے بندوں پر تخفیف کردی"

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب میں آخری مرتبہ بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نمازوں میں تخفیف کرتے ہوئے فرمایا

["هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔"] (بخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فُرِضت الصلوٰۃ فی الاسراء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۔یہ نمازیں (عمل سے) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی۔"

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں

[إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ كَمَا فَرَضْتُ عليكَ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ، قَالَ: فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَهِيَ خَمْسُوْنَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ، وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ۔] (صحیح البخاری کتاب التوحید حدیث نمبر: ۷۵۱۷)

"میرے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی، (یہ اس طرح ہی ہے) جیسے میں نے آپ پر لوحِ محفوظ میں فرض کی تھیں۔ پس ہر نیکی، دس نیکیوں کے برابر ہے، اس اعتبار سے یہ آپ کے لئے پانچ ہیں اور لوحِ محفوظ میں پچاس ہیں۔"

جبرائیل علیہ السلام کا مشاہدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں دیکھا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہیں۔ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے "۔شَدِيْدُ الْقُوٰى۔" زبردست قوتوں والے اور "۔ذُوْ مِرَّةٍ۔" جو بڑا زور آور ہے، کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ عربی زبان میں ان الفاظ کا بڑا وسیع مفہوم ہے اس کا معنی زور آور، طاقتور، صاحبِ حکمت اور خوش شکل کے بھی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اپنی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمین پر اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ بخاری کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾) (النجم: ۵۳:۱۸) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ "رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ۔"
(فتح الباری تفسیر سورۃ النجم حدیث نمبر: ۴۸۵۸۔)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو سبز رنگ کے ریشمی لباس میں دیکھا جس نے آسمانی افق (کناروں) کو بھر دیا تھا۔

اور مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں

[رَأَى جِبْرِيْلَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَهُ سِتُّمِأَئَةِ جَنَاحٍ]
(مسلم باب سدرۃ المنتہیٰ حدیث نمبر: ۲۸۰۔۲۸۱۔۲۸۲۔۲۸۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کو دیکھا۔ اس کے چھ سو پر تھے۔ حضرتِ جبرائیل امین علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں جو درجہ مرتبہ ہے اس کا اندازہ قرآنِ مجید سورۃ التکویر: ۸۱:۱۹ تا ۲۱ میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾﴾
(التکویر ۸۱:۱۹۔۲۱)

"درحقیقت یہ ایک بزرگ فرشتے کا بیان ہے جو زبردست قوت والا ہے، مالکِ عرش کے ہاں بڑا درجہ رکھتا ہے، اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہاں وہ معتبر ہے"

اس کے باوجود حضرت زُرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ (اس سوال پر) جبرائیل علیہ السلام پر کپکپی طاری ہوگئی اور انہوں نے کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُ سَبْعِیْنَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ، لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ."]

"اے محمدؐ! میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نور کے ستر پردے حائل ہیں، اگر میں ان میں سے کسی ایک پردے کے قریب انگلی کے ایک پور کے برابر بھی ہو جاؤں تو میں جل جاؤں گا۔")

ابو نُعیم نے بھی تھوڑے سے الفاظ میں کمی کے ساتھ یہ حدیث "الحلیہ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ معراج کے اسی موقع پر حضرت جبرائیلؑ کا یہ منظر بھی آپؐ نے دیکھا ارشادِ نبوی ہے کہ

["مَرَرْتُ بِجِبْرِیْلَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِیْ بِالْمَلَأِ الْأَعْلٰی، وَهُوَ كَالْحِلْسِ الْبَالِیْ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ"]

(السلسلة الصحیحة: ۵/ ۳۶۲ حدیث نمبر ۲۲۸۹ للالبانی)

"میں شبِ معراج کو ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں کی مجلس) میں جبرائیل علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اللہ عزوجل کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانا بوسیدہ ٹاٹ ہوتا ہے۔"

غرض آنحضرت ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل علیہ السلام کو اپنے سامنے ان کی اصلی حالت میں دیکھا وہ سدرۃ المنتہیٰ جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ان مشاہدات میں سے ایک مشاہدہ جنت کا بھی تھا اور پھر جنت میں آپ نے کئی مناظر ملاحظہ فرمائیے۔ آیئے مختصر سا تذکرہ اس کا بھی ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ کا مشاہدۂ جنت

سدرۃ المنتہیٰ پر آنحضرت ﷺ کو جنت کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ

["ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِیْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ"]

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ وشق صدرہ حدیث: ۴۱۵)

"پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ موتیوں کے قُبے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے۔"

جنت کیسی ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کی تفصیلات اتنی زیادہ ہیں کہ اس کا احاطہ ممکن نہیں تاہم حضرت ابوہریرہؓ کے ایک سوال کے جواب میں جو ارشاد آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

"جنت (اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے) ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی، اس کا گارا تیز خوشبودار کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران (کی مانند زرد اور خوشبودار) ہے۔"

حضرتِ ابوطلحہؓ کی بیوی، حضرتِ بلالؓ اور حضرتِ ابوبکرؓ اور جنت

آنحضرتؐ کو جنت کی خوب سیر کرائی گئی۔ دورانِ سیر تین مناظر کا ایک ہی حدیث میں ذکر حضرت جابرؓ نے یوں کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

["دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَیْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِیْ طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشْفَةً، فَقُلْتُ: مَنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا؟فَقَالَ:هٰذَا بِلَالٌ،وَرَاَیْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِیَةٌ،فَقُلْتُ:لِمَنْ هٰذَا؟فَقَالُوْا:لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ،فَاَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَهٗ فَاَنْظُرَ اِلَیْهِ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَکَ۔" فَقَالَ عُمَرُ:بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللهِ!عَلَیْکَ اَغَارُ؟"](صحیح بخاری،حدیث:۵۲۲۷وصحیح مسلم حدیث:۶۱۹۸و۶۲۰۰)

''میں (معراج کی رات) جنت میں داخل ہوا تو میں نے ابوطلحہؓ کی بیوی ''رُمَیْصاء'' کو دیکھا نیز میں نے چلنے کی آواز سنی چنانچہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ بلال ہے اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک دوشیزہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کے لئے ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ (یہ محل) عمرؓ کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہوں اور اُسے (غور سے) دیکھوں لیکن میں نے تیری غیرت کو یاد کیا؛ عمرؓ نے جواب دیا، اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں، تعجب ہے! کیا میں آپؐ (کے داخل ہونے) پر غیرت کروں گا۔''

الفتح الرّبانی الترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی: ج:۲۰ ص:۲۵۴-۲۵۵ /مطبوعہ مصر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جس رات معراج کرائی گئی اور جنت میں گئے تو جنت کی ایک جانب سے آپ نے قدموں کی آہٹ سنی۔ آپؐ نے پوچھا: جبرائیل یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا'' یہ بلال مؤذن کی آواز ہے۔'' تو آنحضرت ﷺ نے واپس آنے کے بعد لوگوں کو بتایا'' بلال کامیاب ہوگیا، میں نے اسے (جنت میں) اس اس طرح دیکھا۔''

جنت میں کوثر نہر کا معائنہ

یہ بات ضمناً پہلے آچکی ہے کہ سدرۃ المنتہٰی پر آپؐ نے چار نہروں کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ ''وہاں چار نہریں تھیں، دو نہریں پوشیدہ اور دو ظاہر تھیں۔ میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل یہ کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ دو پوشیدہ نہریں جنت کی ہیں اور یہ دو ظاہر نہریں نیل اور فرات ہیں۔''

یہاں ایک اور حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس کا مطالعہ بھی بہت مفید رہے گا اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

["۔سَیْحَانُ وَجَیْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّیْلُ کُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔"]

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، حدیث:۷۱۶۱)

''سیحان، جیحان، فرات اور نیل سب کا تعلق جنت کی نہروں سے ہے۔''

جہاں تک ان دریاؤں کے محل وقوع کا تعلق ہے تو دریائے فرات اور دریائے نیل بہت مشہور ہیں اول الذکر عراق میں ہے اور دریائے نیل کا تعلق مصر سے ہے۔ جب کہ سیحان اور جیحان کے بارے میں اختلاف موجود ہے زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں دریا شام کے قدیم اور تاریخی شہر'' طرطوس'' اور'' مصیعہ'' کے قریب سے گزرتے ہیں اور بحیرۂ روم میں جا گرتے ہیں۔

ان چار نہروں کو جنت کی نہریں اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کا پانی ٹھنڈا، میٹھا، ہاضم اور برکت والا ہے۔ ان نہروں سے انبیائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام نے بھی پانی نوش کیا ہے۔اس کی جنت کی طرف نسبت اسی طرح ہے جس طرح نبی ﷺ نے ''۔عجوہ۔'' کھجور کو جنت کا پھل قرار دیا ہے۔درحقیقت ان چاروں نہروں کا منبع اور اصل جنّت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ''۔فرات اور نیل ۔'' کا منبع سدرۃ المنتہٰی ہے۔امام مسلم نے اسراء کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ دونوں نہروں کا منبع جنّت میں سے ہے''۔معالم التنزیل ۔''میں ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کا سرچشمہ پہاڑوں کو سونپ دیا اور وہاں سے ان کا پانی زمین کو جاری کردیا۔حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث میں ان نہروں کو جنت کی طرف منسوب کرنے کا مقصد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس دنیا میں جس قدر فوائد اور نعمتیں ہیں وہ سب جنّت کے فوائد اور نعمتوں کا نمونہ ہیں۔''

(تفصیل کیلئے حاصل کلام دیکھئے مرقات شرح مشکوٰۃ:ج:۱۰:ص۳۲۹-۳۳۰)

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝﴾(الکوثر ۱۰۸:۱)

(اے نبی)''ہم نے تمھیں کوثر عطا کردیا۔''

''الکوثر'' کا لغوی اور اصطلاحی مطلب کیا ہے ہم یہاں ایک پہلو تک اپنی گفتگو کو محدود رکھیں گے اور وہ ہے ''الکوثر'' جس کا معائنہ ومشاہدہ آنحضرت ﷺ نے جنت میں معراج کی رات کیا تھا حضرتِ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[''بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا اَنَا بِنَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ، قُلْتُ: مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ، فَإِذَا طِيْنُهُ مِسْكٌ اَذْفَرُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ).'']

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق حدیث:۶۵۸۱)

''میں معراج کی رات جنّت کی سیر کررہا تھا، اچانک میں ایک نہر کے پاس تھا جس کے دونوں کناروں میں موتیوں کے گنبد تھے جو اندر سے خالی تھے۔ میں نے دریافت کیا، اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا، یہ حوضِ کوثر ہے جو آپؐ کے رب نے آپؐ کو عطا کیا ہے۔اس کی مٹّی کستوری کی تھی جس میں سے خوشبو آرہی تھی۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'':میرا حوض (حجم کے لحاظ سے)ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے اور اس کے چاروں کنارے برابر ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ عمدہ ہے، اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو شخص ان آبخوروں سے پئے گا وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا۔''

(صحیح بخاری حدیث:۶۵۷۹ و۶۰۴۸ وصحیح مسلم، حدیث:۵۹۷۱)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'':بلاشبہ میرا حوض (حجم کے لحاظ سے)عدن سے ایلہ شہر اتنے فاصلے سے بھی زیادہ دور ہے، اس حوض کا پانی برف سے زیادہ سفید اور اس شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور میں (دوسری امت کے)لوگوں کو (اس حوض سے)روکوں گا جیسا کہ آدمی لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے۔صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ ہمیں پہچان لیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔آپؐ نے فرمایا بالکل تمہاری ایک خاص علامت ہوگی جو کسی دوسری امت کی نہ ہوگی،تم میرے پاس سے گزرو گے تو تمہاری پیشانیاں اور تمہارے ہاتھ پاؤں وضو کے پانی کی وجہ سے چمکتے ہوں گے۔

(صحیح مسلم،کتاب الطہارۃ حدیث: ۵۸۳ و سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۲)

ایک اور حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے حوض کوثر کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ آپؐ نے فرمایا' وہ ایک نہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔یعنی وہ جنت میں ہے(اس کا پانی) دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے' اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی مانند ہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' بلاشبہ وہ پرندے تو بہت عمدہ ہوں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

["آكِلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا"] (مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ و اھلھا۔حدیث نمبر: ۵۶۴۱ بحوالہ ترمذی)

"۔ان کو کھانے والے ان سے بھی زیادہ عمدہ ہیں۔"

غرض آنحضرت ﷺ نے ان تمام نہروں کا مشاہدہ و معائنہ فرمایا اور یہ مشاہدات بھی آیات الکبریٰ میں سے ہیں جن کو آپؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بعد میں صحابہ کرام کو ان کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔

فرعون کی مشاطہ،اس کا خاوند اور بیٹی جنت میں

مشاطہ کے معنی ہیں،بالوں کو بنانے سنوارنے والی،بالوں میں کنگھی پھیرنے والی۔فرعون نے اپنے گھر میں ایک خادمہ رکھی ہوئی تھی جو اہل خانہ کے لئے مشاطہ کے فرائض انجام دیتی تھی جس طرح آج کل بیوٹی میکر گھروں میں لوگوں نے بنائے ہوئے ہیں وہ مشاطہ شاہی خاندان کے لئے مختص تھی یہ مشاطہ اللہ رب العلمین کو اپنا رب ماننے والی تھی۔یہ مشاطہ ایک مرتبہ فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی پھیر رہی تھی کہ اس اثنا میں اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے کہ "۔فرعون ہلاک ہو" تو بیٹی نے یہ بات اپنے باپ فرعون کو بتادی۔اس پر فرعون نے اسے قتل کرادیا۔نبی ﷺ نے فرمایا:"۔معراج کی رات میں نے ایک بڑی پاکیزہ خوشبو محسوس کی تو میں نے پوچھا:"۔جبرائیل! یہ خوشبو کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا:"یہ مشاطہ،اس کا خاوند اور اس کی بیٹی ہے۔"

(الاسراء والمعراج۔ناصر الدین البانی:ص ۵۶۔۵۷)

ملائکہ کا امّت کے لئے حکیمانہ پیغام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے شب معراج کے حوالے سے فرمایا

["مَا مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِمَلَاءٍ إِلَّا قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ۔"]

(سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الحجامۃ حدیث نمبر: ۳۴۷۹)

"میں معراج کی رات فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتا وہ یہی کہتا":اے محمدؐ اپنی امّت کو سینگی لگوانے کا حکم دیں۔"

سینگی لگانے کو پچھنے لگانا بھی کہتے ہیں جس کا مطلب نشتر یا استرے سے جسم گود کر جسم سے خون نکالنا ہے یہ ایک طریقہ علاج ہے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فاسد خون نکل جاتا ہے اور فاسد خون کے نکل جانے سے انسان صحت یاب ہو جاتا ہے یہ بہت کامیاب طریقۂ علاج تھا لیکن یونانی حکمت اور طریقۂ علاج کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ ہی یہ طریقۂ علاج بھی تقریباً متروک ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ طریقۂ علاج رائج تھا اور آپؐ نے خود بھی کئی مرتبہ سینگی لگوائی ہے جس کو عربی زبان میں ''حجامت'' کہتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملائکہ کے جس گروہ کے سامنے سے گزر ہوا اس کے ہر گروہ، نے سینگی کا طریقۂ علاج امت کے لئے تجویز کیا اور یہ طریقۂ علاج بھی معراج کے تحائف میں سے ایک تحفہ ہے جس پر آج کی طبی دنیا کو عمل پیرا ہونا چاہئے۔

جہنم کے داروغہ ''مالک'' اور دجّال کا مشاہدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کے ساتھ ساتھ (جس کا ذکر مختصر طور پر ہم نے اوپر کیا ہے) جہنم اور اس کے کچھ مناظر کا مشاہدہ بھی کرایا گیا، داروغۂ جہنم جس کا نام مالک ہے اور دجال جس کا خروج قیامت کے قریب ہوگا۔ ان دونوں کا مشاہدہ بھی کرایا گیا ایک حدیث میں ہے کہ

["قَالَ قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ۔"]

(مسلم کتاب الایمان: ج:۱۔ باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیت المقدس صحۃ الاسرائ)

''کسی کہنے والے نے کہا: اے محمدؐ! یہ جہنم کا داروغہ'' مالک'' ہیں انہیں سلام کریں، میں نے ان کی جانب رُخ کیا ہی تھا کہ انہوں نے پہلے سلام کیا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ

["وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ] ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾، (السجدہ: ۲۳:۲۲) (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر ۴۱۹ عن ابن عباس)

''مجھے جہنم کے داروغہ ''مالک'' اور'' دجال'' کا مشاہدہ کرایا گیا۔ یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی تھیں۔ (قرآن مجید سورۃ السجدہ: ۲۲: ۲۳ کے کلمات کا ترجمہ یہ ہے کہ) لہٰذا اسی چیز کے ملنے پر تمہیں کوئی شک نہ ہونا چاہئے۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے دجّال کا ذکر کیا:

["۔فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ: إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ....۔"] (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۴۲۲)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے وہاں دجال کا ذکر چھڑ گیا انہوں نے کہا کہ: دجّال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔

ایک اور حدیث جسے حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت کیا ہے کہ

["....ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيلَ: هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔"] (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۴۲۵)

www.KitaboSunnat.com

"...پھر میں ایک پست قامت حقیر یا بخیل آدمی کے پاس تھا جس کی بائیں آنکھ کانی تھی گویا اس کی آنکھ خالی منقہ ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟۔ پس مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔"

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ (کی ذات) تم پر مخفی نہیں ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، جبکہ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی گویا اس کی آنکھ خالی منقہ ہے۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"ہر پیغمبر نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا ہے۔ خبردار! اس میں کچھ شک نہیں کہ دجّال کانا ہے جبکہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان "ک ف ر" لکھا ہوگا"

(مشکوۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر دجّال حدیث نمبر: ۵۴۷۰ و ۵۴۷۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

ھمز ولمز، کرنے عصمتوں کے دشمن اور غیبت کرنے والوں کا انجام

آنحضرت ﷺ نے جہنم کے چند مناظر دیکھے ان میں سے ایک منظر آپ نے یہ دیکھا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

["لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ."] (ابوداؤد کتاب الادب، بابٌ فِي الْغِيبَةِ حدیث نمبر: ۴۸۷۸)

"جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن پیتل کے تھے، وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا "جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟" جبرائیل علیہ السلام نے کہا "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی بے عزتی کرتے تھے۔"

اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں آپؐ نے دیکھا، کچھ لوگ ہیں جو مردار کھا رہے ہیں، آپؐ نے پوچھا "جبرائیلؑ یہ کون ہیں؟" جبرائیلؑ نے کہا: "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔" (الفتح الربانی: ج: ۲۰: ص: ۲۵۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول آپؐ کو جو معراج کی رات دکھایا گیا وہ بیان فرمایئے آپؐ نے فرمایا

["ثُمَّ انْطَلَقَ بِي إِلَى خَلْقٍ مِنْ خَلْقِ اللهِ كَثِيرٍ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مُوَكَّلٌ بِهِمْ رِجَالٌ يَعْمِدُونَ إِلَى عَرْضِ جَنْبِ أَحَدِهِمْ فَيَجِذُونَ مِنْهُ الْجِذَّةَ مِثْلَ النَّعْلِ ثُمَّ يَضَعُونَهَا فِي فِيِّ أَحَدِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ: كُلْ كَمَا أَكَلْتَ وَهُوَ يَجِدُ مِنْ أَكْلِهِ الْمَوْتَ يَا مُحَمَّدُ لَوْ يَجِدُ الْمَوْتَ وَهُوَ يُكْرَهُ عَلَيْهِ۔ فَقُلْتُ: يَا جِبْرَائِيلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْهَمَّازُونَ أَصْحَابُ النَّمِيمَةِ فَيُقَالُ: {أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ} الحجرات: ۴۹: ۱۲ ۔ وَهُوَ يُكْرَهُ عَلَى أَكْلِ لَحْمِهِ."] (مختصر تفسیر ابن کثیر: ج: ۳: ص: ۳۶۶ بحوالہ ابن ابی حاتم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں کہ فرشتے انکے پہلوؤں سے گوشت کاٹتے ہیں اور پھر اس کے کھانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اور وہ اسے چبا رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو طعنہ زنی، غیبت کرنے والے، چغلخور تھے۔ انہیں جبراً آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے۔"

بے عمل خطباء کا انجام

آنحضرت علیہ نے بے عمل واعظین ومقررین، خطباء ومربیین کا عبرتناک انجام بھی دیکھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

["رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِي رِجَالًا تُقْرِضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَّارٍ، قُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَاجِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ، اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۔"] (شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/ ۳۵۳ حدیث نمبر ۴۱۵۹ المکتب الاسلامی)

"میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے منہ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپؐ کی امت کے وہ خطیب لوگ ہیں جو لوگوں کو تو بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود ان پر عمل نہیں کرتے، حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں پس وہ نہیں سمجھتے؟۔"

حضرتِ صالحؑ کو بطور معجزہ عطا کردہ اونٹنی کا قاتل جہنم میں

حضرتِ صالح علیہ السلام کو ان کی قوم کے مطالبہ پر معجزانہ طور پر اونٹنی عطا فرمائی گئی تھی اور ان کو پابند کیا گیا تھا کہ اس اونٹنی کو کچھ نہ کہنا۔ علاوہ ازیں پانی کی باری مقرر کر دی گئی تھی ایک دن اونٹنی کے لئے اور ایک دن قوم کے لئے پانی لینے اور پینے کی باری مقرر کر دی گئی تھی لیکن ان ظالموں نے اس اونٹنی کا بھی کوئی احترام نہیں کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے "اپنی اونٹنی" قرار دیا تھا اور اس کو مار ڈالا۔

معراج کی شب آپؐ کو جہنم اور اہل جہنم کے مناظر دکھائے گئے تو اس میں ایک منظر یہ بھی دکھایا گیا جس نے "ناقۃ اللہ" کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اسے مار ڈالا تھا، اس قاتل کا نام بعض روایات میں قیدار بن سالف آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ایک سرخ رنگ، نیلگوں آنکھوں والا، گھونگھریالے بالوں والا، پراگندہ شخص دیکھا۔ میں نے پوچھا "جبرائیلؑ! یہ کون ہے؟" جبرائیل علیہ السلام نے کہا" یہ اُونٹنی کا قاتل ہے۔" (الفتح الربانی: ج: ۲۰: ص: ۲۵۵۔ تفسیر ابن کثیر)

یہ تھی اسراء ومعراج کی مختصر روداد جو ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ وہ آیات ربانی جو آپؐ نے اسراء میں دیکھیں اور جن کا مشاہدہ آپؐ نے معراج میں کیا وہ آپ کے سامنے ہیں آیئے جس کو مزید تفصیلات مطلوب ہوں تو وہ ہماری کتاب "معراج مجتبیٰ" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرے بالخصوص معراج مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ باب جس میں ہم نے مقاصد و پیغامات کے عنوان سے چند جواہرات کا انتخاب کیا ہے جو اس موضوع کا حاصل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

ہجرت الی المدینہ

ہجرتِ حبشہ کے باب میں آپ نے ہجرت کے معنی ،اس کی رخصت ،اہمیت وضرورت اوراس کی افادیت اور نتائج کو تفصیلاً پڑھا۔ یہ ہجرت اسلامی حکومت کے قیام کے حوالے سے پہلا اور ابتدائی مرحلہ تھا جونہایت کامیاب ہی نہیں حوصلہ افزا بھی تھا۔اس تجربہ کے بعد ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ اور آنحضرت ﷺ کی تمنا وآرزو تھی کہ مسلمانوں کوایک مستقل مرکز ملے جہاں مسلمان اپنے عظیم قائد کے ساتھ ہجرت کریں اور ملکی حکمرانوں کے جبر وظلم سے نجات پائیں۔ہجرتِ حبشہ کے بعد جب اہل مدینہ نے اسلام قبول کیا اور بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ عمل میں آ گئی تو فطرۃً سب کی نگاہیں مدینہ کی طرف اُٹھنے لگیں۔لیکن بارہ سالہ مکی تربیت گاہ کے شرکاء چونکہ ڈسپلن کے پابند اور اللہ تعالیٰ اور آپؐ کے وفادار تھے اس لئے کوئی قدم اپنی مرضی سے اُٹھانے کی بجائے آنحضرتؐ کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب صحابہ کرامؓ آپؐ کی طرف رجوع کرتے تو،آپ کو جو حکم دینا ہوتا وہ حکم اس وقت دیتے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوتا۔ چنانچہ ہجرت کے حوالے سے جب آپؐ سوچ بچار کر رہے تھے اور اشارۂ الٰہی کے منتظر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کوایک خواب میں مقام ہجرت دکھایا اور ساتھ ہی اذن ہجرت عطا فرمایا۔حضرتِ ابوموسیٰؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

[”رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ،فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْھَجَرُ،فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ الحدیث“] (مسلم کتاب الرؤیا حدیث نمبر:۵۹۳۴)

”میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے ایسی زمین کی جانب ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں تو میرا خیال ”یمامہ“ یا ”ہجر“ شہر کی طرف گیا لیکن وہ یثرت (مدینہ منورہ) نکلا (ایک اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے)“ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی اس کی دھار ٹوٹ گئی۔اس سے مراد وہ صحابہ کرام تھے جو میدان احد میں شہید ہوئے۔پھر میں نے اسے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے بھی اچھی تھی اس سے مراد مومنوں کا اجتماع اور وہ فتح تھی جو اللہ نے عطا کی۔“

ہجرت اور اذنِ قتال

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ بیعتِ عقبہ سے قبل آنحضرت ﷺ کو جنگ کی اجازت نہیں تھی اور خونریزی آپؐ کے لئے حلال نہیں تھی ۔آپؐ کو دعوت الی اللہ کا حکم تھا اور دعوت کے راستے میں تکلیفوں پر صبر کرنے اور جاہلوں سے روگردانی کرنے کا حکم تھا۔قریش مکہ مسلمانوں پر ظلم وجبر کرتے تھے حتیٰ کہ انہیں دینِ اسلام قبول کرنے پر صبر آزما مصائب وتکالیف پہنچاتے رہے اور اپنی بستیوں سے نکال دیا۔غرض آپؐ کے پیروؤں میں سے بعض تو صبر آزما تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے اور بعض ان کے ہاتھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرفتار تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور بعض گرفتاریوں اور اذیتوں اور تکلیفوں سے بچنے کے لئے دوسرے شہروں کی طرف بھاگ گئے تھے ......غرض جب قریش مکہ نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی، انہیں جو عزت ملنے والی تھی، اسے ٹھکرا دیا، آنحضرت ﷺ کو جھٹلایا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے پرستار، توحید کے ماننے والے، آپؐ کی تصدیق کرنے والے اور دین حق کی مضبوط رسی کو تھامنے والے تھے انہیں تکلیفیں پہنچائیں بلکہ جلاوطن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ برحق کو جنگ کی اجازت دیدی۔

حضرت عروہ بن الزبیر اور دیگر علما سے مجھے جو کچھ پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ آغاز ہجرت میں سب سے پہلے یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾ (الحج:۲۲:۳۹۔۴۰)

(تہذیب سیرۃ ابن ہشام ص۱۰۸، ۱۰۹ مطبوعہ دارالبحوث العلمیہ الکویت)

''اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں، اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ''ہمارا رب اللہ ہے۔'' اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔''

علامہ ابوجعفر بن جریر طبریؒ نے اپنی تاریخ طبری میں لکھا ہے (جس کی تائید سیرت ابن ہشام سے بھی ہوتی ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر آنحضرت ﷺ کو لڑائی کی اجازت اس آیت میں دی۔

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ ۲:۱۹۳)

''اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی روا نہیں۔''

چنانچہ انصار مدینہ نے آپؐ کی بیعت اس شرط پر کر لی کہ ''ہم انصار اور آپؐ (مع صحابہ کرام مہاجرین) ایک ہیں۔ اگر آپؐ یا آپؐ کے صحابہ میں سے جو ہمارے ہاں چلا آئے گا ہم اس کی اپنی جانوں کی طرح حفاظت اور بچاؤ کریں گے۔ اس بیعت کے بعد آپؐ نے مسلمان صحابہ کو جو آپؐ کے ساتھ مکہ میں تھے ان کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے اپنے انصار بھائیوں کے پاس مدینہ چلے جائیں آپؐ نے (یہ بھی) فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا بھائی بنایا ہے اور مدینہ تمہارے لئے محفوظ جگہ ہے اس کے بعد مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ جانے لگے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تاریخ طبری جلد:۱ص:۱۲۶ تا ۱۲۸ مطبوعہ الفیصل ناشران)

اور ابن ہشام نے ابن اسحق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنگ کی اجازت دے دی اور انصار نے اسلام، آپؐ اور آپؐ کے متبعین کی امداد پر بیعت کر لی تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ مکہ میں رہنے والے اہل ایمان مدینہ کی جانب نکلیں اور مدینہ میں انصار بھائیوں سے جا ملیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا

[" اِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لَكُمْ اِخْوَانًا وَدَارًا تَأْمَنُوْنَ بِهَا۔"] (تہذیب سیرۃ ابن ہشام ص:۱۰۸-۱۰۹)

"اللہ نے تمہارے لئے ایسے بھائی اور ایسا گھر فراہم کر دیا ہے کہ وہاں بے خوف رہ سکو گے۔"

ہجرت کے اس اذن عام کے بعد سب سے پہلے مہاجر حضرت ابوسلمہؓ ہیں۔ پھر حضرت صہیبؓ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھ بیس اور مسلمانوں نے ہجرت کی۔ حضرت ابن مکتوم، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال۔ بقول طبری حضرتِ ابوسلمہؓ کے بعد عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی پھر عبداللہ بن جحش۔ بعض روایات میں حضرت بلالؓ کے بعد حضرتِ سعد بن ابی وقاص پھر حضرت عثمان نے اپنی زوجہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ ہجرت کی پھر جوق در جوق مسلمانوں نے ہجرت کی یا پھر قریش نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ہجرت: کیل، کانٹوں پر چلنے کا عمل

ہجرت کا تصور کرتے ہی انسان کا دل دہل جاتا ہے یہ اس لئے کہ ہجرت خالص عمل کا نام ہے ایسا عمل جس میں گھر، ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی اولاد، اعزہ واقربا، دوست احباب، مال و دولت، وطن سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے یا اس میں سے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ پھر سفرِ ہجرت کی صعوبتوں اور مقامِ ہجرت پر از سرِ نو آبادکاری یہ وہ مسائل ہیں جن کا سامنا کرنے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے۔ لیکن جب آگ کے بستر پر سلا کر اوپر پتھر رکھ دیا جاتا ہو یا کیل کانٹوں پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا جائے، تو پھر بڑے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام علائق کو چھوڑ دینا ضروری ہی نہیں فرض ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بعض اوقات انسان خود ہجرت کا فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اسے مجبور کر دیا جاتا ہے چنانچہ اسی پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی اور آپؐ کی پھوپھی حضرتِ برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے حضرتِ ابوسلمہؓ نے ایک بار پھر حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہجرتِ حبشہ سے مکے واپس آنے کے بعد وہ ایک طرف کفار مکہ کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے تھے اور دوسری طرف ان کے اپنے قبیلے بنی مخزوم نے ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ آیئے ان کی داستانِ الم کا مختصر مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرتِ ابوسلمہؓ، اُم سلمہ اور سلمہ پر انوکھا ستم

حضرت ابوسلمہ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تیاری مکمل کر لی تو اونٹ پر کجاوہ کسا اور اپنی اہلیہ کو اونٹ پر سوار کیا اور سلمہ بیٹے کو اپنی ماں کی گود میں بٹھا دیا اور پھر اونٹ کی مہار کھینچتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکلے۔ جب ابوسلمہؓ کو بنی مغیرہ (یعنی ابوسلمہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سسرال) نے دیکھا کہ وہ مدینہ کی طرف بغرض ہجرت جا رہے ہیں تو وہ دوڑے دوڑے آئے اور راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے "ابوسلمہ تم خود تو ہمارے قابو سے باہر ہو گئے ہو۔ جہاں تمہارا جی چاہے جاؤ مگر ہم اپنی اس لڑکی (ام سلمہؓ) کو تمہارے ساتھ جگہ جگہ ماری ماری پھرنے کے لئے کیسے چھوڑ دیں؟" چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور ام سلمہ کو اونٹ سے اتار کر واپس اپنے گھر لے جانے کے لئے چل پڑے۔ یہ منظر بنی عبدالاسد (یعنی ابوسلمہؓ کے خاندان) نے دیکھا تو وہ طیش میں آ گئے اور انہوں نے جائے واردات پر پہنچ کر کہا کہ "تم نے جب ہمارے آدمی سے اپنی لڑکی کو چھین لیا ہے، تو ہم اپنے لڑکے سلمہ کو اس کے پاس کیوں چھوڑ دیں؟ چنانچہ یہ کہہ کر حضرت اُم سلمہؓ سے دودھ پیتا بچہ ان کی گود سے زبردستی چھین لیا۔ اس کشمکش اور چھینا جھپٹی میں بچے کا ہاتھ اتر گیا۔ (بلاذری کا بیان ہے مرتے دم تک سلمہ کا ہاتھ اترا رہا اور وہ ٹھیک نہ ہو سکا) ابن ہشام نے محمد بن اسحق کے حوالے سے مزید لکھا ہے کہ "ام سلمہؓ کو ان کے میکے والوں نے لے جا کر اپنے گھر میں بند کر دیا۔ جبکہ شیرخوار سلمہ اس کے دھدیال والے اُٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ رہے حضرتِ ابوسلمہؓ تو ان کے پایۂ استقلال میں ذرہ برابر کمی نہ آئی اور وہ بیوی، بیٹے کے چھن جانے کے باوجود تنِ تنہا مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرتِ ابوسلمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہو کر مدینہ طیبہ میں مہاجرت کی زندگی گزارنے لگے لیکن حضرت ام سلمہؓ کا یہ حال تھا کہ وہ بلاناغہ روزانہ اپنے مسکن سے نکلتیں اور ابطح کے مقام پر جا بیٹھتیں اور سارا دن رو، رو کر شام کو واپس اپنے مسکن میں چلی جاتیں۔ سال بھر ان کا یہی معمول رہا۔ ایک روز بنی مغیرہ میں سے ایک شخص نے جو اُم سلمہؓ کے رشتے داروں میں سے تھا انہیں اس حالتِ زار میں دیکھا اور اسے رحم آیا چنانچہ اس نے جا کر بنی مغیرہ سے کہا "اس مسکین لڑکی کو کیوں نہیں جانے دیتے؟ تم نے اِسے اس کے شوہر سے بھی جدا کر دیا اور بچے سے بھی" حضرتِ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد بالآخر میرے میکے والوں نے مجھے کہا کہ اگر تو اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ بنی عبدالاسد (یعنی میرے سسرالیوں کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ مجھے مدینہ جانے کی اجازت مل گئی ہے تو انہوں نے) میرا بچہ بھی مجھے واپس دے دیا۔ اُم سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں بچے کو لے کر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اکیلی مدینے کی طرف روانہ ہو گئی جب میں مقامِ تنعیم کے قریب پہنچی تو بنی عبدالدار کے عثمان بن طلحہ راستے میں ملے انہوں نے کہا ابوامیہ کی بیٹی، کدھر جا رہی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر ابوسلمہؓ کے پاس مدینے جا رہی ہوں۔ انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس بچے کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ عثمان بن طلحہ نے کہا: "خدا کی قسم میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا" یہ کہہ کر انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل تھام لی اور وہ اونٹ کے آگے چلنے لگے۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ "واللہ میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف آدمی نہیں دیکھا۔ جب وہ کسی منزل پر پہنچتے تو میرے اونٹ کو بٹھا کر الگ ہٹ جاتے میں بچے کو لے کر جب اتر جاتی تو وہ اونٹ کو کسی درخت سے باندھ دیتے اور مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے جا لیٹتے۔ پھر جب چلنے کا وقت ہوتا تو وہ اونٹ کو لا کر بٹھاتے، الگ ہٹ کر کھڑے ہو جاتے اور مجھے کہتے سوار ہو جاؤ۔ میرے سوار ہونے کے بعد وہ اونٹ کی نکیل تھام کر روانہ ہو جاتے۔ مدینے تک سارا راستہ انہوں نے اسی طرح طے کیا، اور جب قُبا میں بنی عوف کی بستی نظر آئی تو مجھ سے کہا: تمہارے شوہر وہاں ہیں، ان کے پاس چلی جاؤ" اللہ تمہیں برکت دے" اس کے بعد جس طرح وہ پیدل آئے تھے اسی طرح پیدل مکہ واپس چلے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حیاۃ الصحابہ۔ج۔۱۔ص۔۳۵۸۔۳۵۹ بحوالہ سیرت ابن ہشام والبدایہ۔ج۔۳۔ص۔۱۶۹)

ہجرتِ صحابہؓ اور قریشِ مکہ کا سفاکانہ کردار

ابھی آپ نے حضرتِ ابوسلمہؓ، حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت کا واقعہ پڑھا جس میں دو خاندانوں کی باہمی کشمکش کے نتیجے میں میاں، بیوی اور شیر خوار بچہ ابتلا کا شکار ہو گئے۔ لیکن ہجرت کے اذنِ عام کے بعد اہل مکہ نے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کے لئے جو تدابیر اختیار کیں اس کو اجمالاً یہاں بیان کیا جاتا ہے تاکہ تحریکاتِ اسلامی کے کارکنان اچھی طرح یہ سمجھ لیں کہ راہِ حق کی مشکلات کیا کیا ہیں اور ان کو انگیز کرنے والوں نے ہمارے لئے اپنا کیسا کردار چھوڑا ہے۔

حضرتِ صہیبؓ کی ہجرت اور قریشِ مکہ کا کردار

حضرتِ صہیبؓ جب ہجرت کے لئے مکہ مکرمہ سے نکلے تو قریشِ مکہ نے کہا کہ "تم روم سے یہاں کنگال اور خالی ہاتھ آئے تھے اور ہمارے ہی شہر میں رہ کر مالدار ہوئے اب تم چاہتے ہو کہ اپنی جان کے ساتھ اپنا مال بھی یہاں سے نکال لے جاؤ واللہ یہ نہیں ہو سکتا" حضرتِ صہیبؓ نے جواب دیا "اگر میں اپنا سارا مال تمہیں دے دوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟ قریشِ مکہ نے کہا: ہاں حضرتِ صہیبؓ نے سارا مال ان کے حوالے کیا اور ہاتھ جھاڑ کر راہِ خدا میں نکل کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا صہیبؓ نے نفع کا سودا کیا، صہیبؓ نے نفع کا سودا کیا۔"

حضرتِ عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت صہیبؓ جب ہجرت کے ارادے سے چلے تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا تو انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا اور اس میں سے چالیس تیر نکال کر کہا جب میں تم میں سے ہر آدمی کے جسم میں ایک تیر پیوست کر لوں گا اور (تیروں کے ختم ہونے پر) تلوار سے تم لوگوں کا مقابلہ کر لوں گا پھر تم مجھ تک پہنچ سکو گے اور تم جانتے ہو کہ میں (بڑا بہادر) مرد ہوں (یا یوں کرو کہ) میں مکہ میں دو باندیاں چھوڑ کر آیا ہوں وہ تم لوگ لے لو اور مجھے جانے دو۔

(حیاۃ الصحابہ: ج:۱: ص ۳۵۹ تا ۳۶۱۔ بحوالہ حاکم فی المستدرک: ج:۳: ص:۳۹۸)

ابن عبدالبرؒ نے الدرر فی اختصار المغازی والسیر ...... میں لکھا ہے کہ جب حضرت صہیبؓ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو قریش نے ان کا تعاقب کیا تاکہ انہیں قتل کر کے ان کا مال لے لیں۔ حضرت صہیبؓ نے ان کو آتے دیکھ کر کہا "تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اچھا تیرانداز ہوں۔ خدا کی قسم تم میں سے کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ جس جس کی موت آئی ہے وہ مر نہ جائے۔" تعاقب کرنے والوں نے کہا" ۔ اپنا مال چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔" حضرت صہیبؓ نے کہا مال تو میں مکہ ہی میں چھوڑ آیا ہوں، فلاں جگہ جاؤ اور اسے نکال لو۔ چنانچہ وہ پلٹ کر گئے اور ان کا مال لے لیا۔" اس سے ملتی جلتی روایات بلاذری، ابونعیم فی الحلیہ، اسحق بن راہویہ اور ابن مردویہ کے علاوہ طبرانی اور بیہقی نے نقل کی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صہیبؓ نے اپنی ہجرت کی تکمیل کے لئے، سونا، مال و دولت اور لونڈیاں دیکر گلوخلاصی حاصل کی اور اس طرح مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔"

حضرتِ عمرؓ کے ساتھ دیگر بیس صحابہ کی ہجرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبیؐ واصحابہ المدینہ حدیث نمبر: ۳۹۲۵ میں ہے کہ ”حضرت عمرؓ بن خطاب نے آنحضرتؐ کے بیس صحابہ کرام کے ساتھ ہجرت کی۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرتِ عمرؓ علانیہ بیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے جبکہ دوسرے مہاجرین ایک، ایک، دو، دو کی صورت میں چھپ چھپ کر نکلے۔ حضرتِ عمرؓ کے ساتھ ان کے بھائی زید بن الخطاب ان کے بہنوئی سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نُفیل، ان کے داماد خُنیس ؓ بن حذافہ (حضرت حفصہؓ کے سابق شوہر) اور دوسرے بہت سے اصحابؓ تھے۔ سیرت ابن ہشام نے ابن اسحٰق کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ عمر بن الخطاب سے روایت بیان کی ہے کہ جب ہم (حضرت عمرؓ، عیاش بن ربیعہؓ، اور ہشام بن العاص بن وائل السہمی وغیرہ) نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو مقام سرف سے (جو مکہ مکرمہ سے آٹھ دس میل مدینہ طیبہ کے راستے پر واقع ہے) اور پراضاۃ بنی غفار کے قریب خاردار درختوں کے پاس ملنے کا وعدہ کیا۔ اس گروہ مہاجرین نے باہم یہ بھی طے کرلیا کہ ہم میں سے جو شخص صبح وہاں نہ پہنچا تو سمجھ لیا جائے گا کہ اسے جبراً روک لیا گیا ہے۔ (لہٰذا انتظار کی بجائے باقی حضرات کو) چاہئے کہ چلے جائیں۔ دوسرے روز صبح طے شدہ مقام پر عیاش بن ربیعہ تو پہنچ گئے لیکن ہشام بن العاص بن وائل السہمی کو جبراً روک لیا گیا۔ حضرتِ عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم یہاں سے چلے، مدینہ پہنچے تو بنی عمرو بن عوف کے پاس قُبا میں اترے جبکہ ہشام بڑے فتنے میں پھنس گئے۔

عیاش: ابوجہل اور حارث کے فریب کا شکار ہو گئے

حضرتِ عمرؓ فاروق کی سربراہی میں مہاجرین کا یہ قافلہ بسلامت مدینہ طیبہ پہنچ گیا تاہم قریشِ مکہ جہاں مسلمانوں کی ہجرت میں رکاوٹیں کھڑی کررہے تھے اور جبراً روکنے اور گرفتاریاں عمل میں لا رہے تھے وہاں ہجرت کر کے مہاجرین کا تعاقب اور ان کے پیچھے جاکر انہیں دھوکہ وفریب میں مبتلا کر کے واپس مکہ لانے کی منصوبہ بندی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عیاشؓ کو واپس مکہ لانے کے لئے ابوجہل اور حارث جو حضرتِ عیاشؓ کے ماں جائے بھائی تھے ایک مکارانہ منصوبے کے ساتھ مکہ سے مدینہ پہنچے اور ان کے پاس پہنچ کر کہا:

”تمہاری ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ چھوڑ کر سائے میں نہ آئے گی۔“ یہ سن کر حضرت عیاشؓ کو اپنی ماں پر ترس آ گیا۔ حضرتِ عمرؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر حضرتِ عیاشؓ سے کہا: ”عیاشؓ! دیکھو خدا کی قسم یہ لوگ تم کو محض تمہارے دین سے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان سے ہوشیار رہو خدا کی قسم اگر تمہاری ماں کو جوؤں نے اذیت پہنچائی تو وہ کنگھی کرلے گی اور اسے مکہ کی ذرا کڑی دھوپ لگی تو وہ سائے میں چلی جائے گی۔“ مگر حضرتِ عیاشؓ نے اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لئے ان دونوں کے ہمراہ واپس جانے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرتِ عمرؓ نے کہا ”: اچھا جب یہی کرنے پر آمادہ ہو تو میری یہ اونٹنی لے لو۔ یہ بڑی عمدہ اور تیز رو ہے۔ اس کی پیٹھ نہ چھوڑنا اور لوگوں کی طرف سے کوئی مشکوک حرکت ہو تو نکل بھاگنا۔“ حضرتِ عیاشؓ اونٹنی پر سوار ان دونوں کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ ابوجہل نے کہا ”: بھئی میرا یہ اونٹ تو بڑا سخت نکلا؛ کیوں نہ تم مجھے بھی اپنی اس اونٹنی پر پیچھے بٹھالو۔“ حضرتِ عیاشؓ نے کہا، ٹھیک ہے۔ اور اس کے بعد اونٹنی بٹھادی۔ ان دونوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اپنی اپنی سواریاں بٹھائیں تا کہ ابوجہل حضرت عیاشؓ کی اونٹنی پر پلٹ آئے؛لیکن جب تینوں زمین پر آگئے تو یہ دونوں اچانک حضرتِ عیاشؓ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں رسی سے جکڑ کر باندھ دیا اور اس بندھی ہوئی حالت میں دن کے وقت مکہ لائے اور کہا اے اہل مکہ! اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا ہم نے اپنے اس بیوقوف کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت ہشام بن عاص اور حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ مکہ میں قید و بند کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ سربراہ مملکت کی حیثیت سے آگئے۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ مجھے قابل اعتماد لوگوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ ہشامؓ بن عاص اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ کے لئے پریشان تھے۔ (ایک موقع پر) آپؐ نے فرمایا: مَنْ لِي بِعَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيْعَةَ وَهِشَامِ بْنِ الْعَاصِ۔ ''عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص کو لانے کی غرض سے کون تیار ہے۔ ولیدؓ بن المغیرہ (حضرت خالد بن ولید کے بھائی) نے کہا: میں آپؐ کے پاس انہیں لانے کے لئے تیار ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ چھپ چھپا کر پہنچے۔ اتفاق ایسا کہ انہیں ایک عورت ملی جو کھانا ان دونوں قیدیوں کی طرف لے جا رہی تھی ولید نے اس سے کہا: اے اللہ کی بندی! تم کہاں جا رہی ہو؟ اس نے جواب دیا: میں ان دو قیدیوں کے پاس (کھانا لے کر) جا رہی ہوں۔ ولید اس کے پیچھے ہو لئے اور اس مقام کو پہچان لیا، جہاں وہ قید تھے۔ وہ ایسا مکان تھا جس کے اوپر چھت نہیں تھی جب شام ہوئی تو دیوار پھاند کر ولیدؓ ان کے پاس پہنچے۔ ایک سفید سخت پتھر (مروۃ) لے کر ان کی بیڑیوں کے نیچے رکھا اور تلوار سے انہیں کاٹ دیا۔ اسی لئے ان کی تلوار کو ذوالمروۃ کہا جاتا تھا۔ پھر ان دونوں کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص کو اونٹ پر سوار کر کے اسے ہانکتے ہوئے چلے ٹھوکر کھائی تو چوٹ سے ان کی انگلی خون آلود ہو گئی اس پر ولید نے کہا ''مَا أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ: وَفِي سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتِ'' اے انگلی! تجھ سے تو صرف ذرا سا خون بہہ گیا اور یہ جو تجھے (تکلیف) پہنچی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچی ہے (لہٰذا اس سے ذرا ناخوش نہ ہونا چاہئے)۔'' پھر دونوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

آنحضرت ﷺ کی ہجرتِ مدینہ

آنحضرت آخری وقت تک مکہ میں ٹھہرے رہے۔ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق مجموعی طور پر حَبَش سے جو مہاجرین مدینے کی طرف ہجرت کرنے کے لئے مکے آئے تھے ان میں سے سات آدمیوں کو قید کر لیا گیا تھا اور وہ ہجرت نہ کر سکے۔ ان کے علاوہ مکے میں اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو ہجرت کر سکتے تھے، مگر اپنی کمزوریوں کے باعث ہجرت کی ہمت نہ کر سکے۔ ایسے سب لوگوں کے سوا باقی جتنے لوگ بھی ہجرت کر سکتے تھے وہ سب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور مکے میں صرف آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرتِ علیؓ باقی رہ گئے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرتِ عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب حضرتِ ابوبکرؓ نے مدینے کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا'': ذرا اپنی جگہ ٹھہرے رہو کیوں کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ مجھے بھی جانے کی اجازت مل جائے گی۔'' حضرتِ ابوبکرؓ نے عرض کیا'': میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ اس کی توقع رکھتے ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ رک گئے تا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے ساتھ ہجرت کی سعادت حاصل کریں۔ اس غرض سے دو اونٹنیاں لے کر ان کو پالنا شروع کر دیا۔
(بخاری باب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۹۔)

ابن ہشام نے ابن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب بھی آنحضرتؐ سے اجازت طلب کرتے تو جواب میں آپ فرماتے'' جلدی نہ کرو شاید اللہ تمہیں ایک ساتھی عطا فرما دے۔'' اس ارشاد سے حضرت ابوبکرؓ کو یہ امید پیدا ہوگئی کہ وہ ساتھی آپؐ خود ہوں گے۔ (ابن ہشام جلد اول ص:۵۲۸)

مستدرک حاکم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا، انہوں نے جواب دیا ابوبکرؓ۔''

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے ہجرت کرنے والے صحابہؓ کے ساتھ جانے کے لئے دو اونٹنیاں خرید رکھی تھیں جب انہیں یہ امید ہوگئی کہ ان کو آنحضرتؐ کی معیت کا شرف حاصل ہوگا تو انہوں نے ان اونٹنیوں کو خوب کھلا پلا کر تیار کر لیا۔'' (ابن جریر)

آنحضرتؐ کے قتل کا فیصلہ اور آپؐ کو ہجرت کی اجازت

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد قریش مکہ کے لئے خطرات کی گھنٹیاں بجنے لگیں جب صحابہ کرامؓ کی ہجرت کا عمل شروع ہوا تو جبراً روکنے اور گرفتار کرنے کے باوجود ایک بڑی تعداد ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئی تو مکہ میں کہرام برپا ہوگیا۔ غم والم کے لاوے پھوٹ پڑے اور قریشِ مکہ کو ایسا رنج وقلق ہوا کہ اس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ اب ان کے سامنے ایک ایسا عظیم اور حقیقی خطرہ مجسم ہو کر سامنے نظر آنے لگا جس سے ان کا بت پرستانہ نظام اور اقتصادی اجتماعیت کا شیرازہ پارہ پارہ ہوا چاہتا تھا۔ قریشِ مکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے اندر کمال درجے کی قائدانہ صلاحیتیں ہیں کہ تیرہ سالہ مکی دورِ نبوت میں آپؐ نے ایک ایسی جماعت تیار کر لی ہے جس کے اندر عظیمت واستقامت اور جذبہ فداکاری پایا جاتا ہے جس کی مثال زندہ وتابندہ رہنے والی ہے اور پھر رہ رہ کر قریشِ مکہ کو جو خوف وخطرات کا سمندر نظر آتا تھا وہ یہ تھا کہ آپؐ پر اوس وخزرج کے قبائل ایمان لا چکے ہیں جو قوت وقدرت اور کمال درجے کی جنگی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

مسلمانوں کو مدینہ جیسے مرکز کا مل جانا اہل مکہ کے لئے موت کا پیغام تھا وہ مدینہ جو یمن سے شام تک بحر احمر کے ساحل سے ان کی تجارتی شاہراہ گزرتی تھی اس شاہراہ کے اعتبار سے مدینہ فوجی اہمیت کے کس قدر حساس اور نازک مقام پر واقع تھا۔ درآنحالیکہ ملک شام سے صرف مکہ والوں کی سالانہ ڈھائی لاکھ دینار سونے کے تناسب سے آمدنی ہوا کرتی تھی۔ اہل طائف وغیرہ کی تجارت اس کے علاوہ تھی اور یہ امرِ واقعہ ہے کہ اس تجارت کا سارا دارومدار اس پر تھا کہ یہ شاہراہِ شام پرامن رہے۔

اہل مکہ نے ہوا کے اس رخ سے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ مدینہ میں اسلامی تحریک کے جڑ پکڑنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب اہل مکہ کے خلاف یثرب کا صف آرا ہونا ہے۔ جو مشرکینِ مکہ کے لئے سوہانِ روح بنتا جا رہا تھا اس لئے انہوں نے اس گھمبیر خطرے کا کامیاب علاج سوچنا شروع کیا اور یہ بات توالم نشرح ہے کہ اس خطرے کی اصل بنیاد، دعوتِ اسلام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمبردار آنحضرت محمد ﷺ ہی تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد تقریباً ڈھائی ماہ کا عرصہ وہ ہے جس میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر چکی تھی۔ تنہا آپ اپنے دو رفیقوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ دشمنوں کے درمیان صرف اس لئے مقیم تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حتمی ہجرت کا حکم آنے سے پہلے اپنے مقامِ ماموریت کو چھوڑ دینا آپؐ کے لئے ممکن نہ تھا۔ رودادِ ہجرت کا مطالعہ کرنے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہجرت کی تیاری اور اس کی پوری منصوبہ بندی تو کی جا چکی تھی تاہم بیعتِ عقبہ ثانی کے بعد ڈھائی مہینے تک آنحضرت ﷺ کا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور نہایت پرخطر حالات میں ثابت قدم رہنا احساسِ فرض کا ٹھوس ثبوت ہے جو آپؐ کی سیرت طیبہ سے ہمیں ملتا ہے۔

مشرکینِ مکہ کو اب یقین ہو چکا تھا کہ کسی روز بھی آنحضرت ﷺ خود مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنی پارلیمنٹ کا تاریخی اجلاس دارالندوہ میں طلب کیا جس میں قریش کے تمام قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی اس اجلاس کی کارروائی کی ایک جھلک درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

''ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات (دارلندوہ میں) قریش نے آپؐ کے خلاف مشورہ کیا ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ صبح سویرے اس شخص کو پابند سلاسل کردو۔ ایک نے کہا (نہیں) بلکہ اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔ تیسرے شخص نے کہا (نہیں) بلکہ اسے (ذلیل کرکے) ملک بدر کردو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو (ان کی اس سازش سے مطلع کر دیا۔ اس رات علیؓ آپؐ کے بستر پر سوئے اور نبی ﷺ نکل گئے اور آپؐ غار میں چلے گئے۔ مشرکین مکہ رات بھر حضرت علیؓ پر پہرہ دیتے رہے، وہ یہ سمجھتے رہے کہ یہ نبی ﷺ ہیں۔ انہوں نے صبح کے وقت آپ پر حملہ کر دیا جب انہوں نے دیکھا (کہ یہ تو) علی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ انہوں نے (حضرت علیؓ سے) دریافت کیا، تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپؐ (کے قدموں) کے نشانات کا پیچھا کیا جب وہ (ثور) پہاڑ کے پاس پہنچے تو (نشانات) کا معاملہ ان پر مشتبہ ہوگیا، چنانچہ وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار (ثور) کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا دیکھا۔ انہوں نے کہا، اگر وہ اس میں داخل ہوئے ہوتے تو غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا چنانچہ آپؐ غار میں تین رات ٹھہرے۔''

دارالندوہ کی پارلیمانی بحث میں آنحضرت ﷺ کے قتل کی ظالمانہ قرارداد پر اتفاق ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس منصوبہ کی خبر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو حضرتِ جبرائیل امین کے ذریعہ اجازت عطا فرمائی۔ ایک طویل حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ:

''ایک دن ہم ابوبکرؓ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ بھری دوپہر تھی کہ کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ سر پر رومال ڈالے تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت کا معمول ہمارے یہاں اس وقت آنے کا نہیں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بولے آنحضرتؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایسے وقت میں آپؐ کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لائے ہوں گے، انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، ابوبکرؓ نے آپؐ کو اجازت دی تو آپؐ اندر داخل ہوئے پھر آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا'': اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت یہاں سے تھوڑی دیر کے لئے سب کو اُٹھا دو۔'' ابوبکرؓ نے عرض کیا یہاں اس وقت تو سب گھر کے ہی آدمی ہیں میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرتؐ نے اس کے بعد فرمایا کہ'': مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یارسول اللہ! کیا مجھے رفاقتِ سفر کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپؐ لے لیجئے! آنحضرتؐ نے فرمایا لیکن قیمت سے۔'' (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۰۵۔ نیز دیکھئے حدیث نمبر ۴۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے پروگرام کو حتمی شکل دے کر واپس گھر تشریف لائے اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ دارالندوہ میں جو ظالمانہ اور سفاکانہ قرارداد منظور ہوئی وہ یہ تھی کہ ہر قبیلے کا ایک مضبوط، صاحبِ نسب اور بانکا جوان منتخب کر کے اسے مسلح کر دیا جائے اور اس کے بعد سب کے سب اس شخص کا رخ کریں اور یکبارگی تلوار مار کر قتل کر دیں، جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو یہ تدبیر انہوں نے اس لئے سوچی کہ اس طرح قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپؐ کا خون سارے قبائل میں بکھر جائے گا اور بنوعبد مناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے اور اس طرح دیت ادا کر کے اس شخص سے راحت بھی حاصل کریں اور مستقبل کے مہیب خطرات بھی ہمارے سروں سے ٹل جائیں گے۔ چنانچہ اس قرارداد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کارات کے تاریک ہوتے ہی گھیراؤ کر لیا گیا۔ ابن ہشام نے محمد اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے گھات لگا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصوبہ قتل کے لئے آپؐ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا، جس کے لیے آدھی رات کا وقت مقرر تھا۔ اس لئے یہ لوگ وقتِ مقررہ کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن اللہ رب العزت جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنے کام پر غالب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے منصوبہ کار کو عمل میں لاتے ہوئے دشمن کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝﴾ (الانفال ۸:۳۰)

''وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔''

آنحضرت کی رودادِ ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ حضرتِ ابوبکرؓ سے واپس گھر تشریف لائے آپؐ نے ہجرت کے لئے اپنی تیاری شروع کر دی اور حضرتِ ابوبکرؓ نے اپنے مفوضہ امور انجام دینے کے لئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور آپ کے اہل خانہ نے ہجرت کے حوالہ سے خورد ونوش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی تیاری شروع کر دی۔ حضرتِ ابوبکرؓ کے گھر میں جو تیاریاں کی جا رہی تھیں ان کی ایک جھلک صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری کی اس روایت میں ملاحظہ کیجئے۔

''حضرتِ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر ہم نے جلدی جلدی ان کے لئے تیاریاں شروع کر دیں اور کچھ توشہ ایک تھیلے میں رکھ دیا (حضرت) اسماء بنتِ ابوبکرؓ نے اپنے پٹکے کے ٹکڑے کر کے تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے ان کا نام ''ذات النطاق'' (پٹکے والی) پڑ گیا۔'' (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۰۵)

بخاری کی ایک دوسری روایت جو خود حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے ہی مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ

''جب نبی کریم اور حضرتِ ابوبکرؓ ہجرت کر کے جانے لگے تو میں نے آپ دونوں کے لئے ناشتہ تیار کیا میں نے اپنے والد (حضرت ابوبکرؓ) سے کہا کہ میرے پٹکے کے سوا اور کوئی چیز اس وقت میرے پاس ایسی نہیں جس سے میں اس ناشتہ کو باندھ دوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر اس کے دو ٹکڑے کر لو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس وقت سے میرا نام ''ذات النطاقین'' (دو پٹکوں والی) ہو گیا اور حضرت ابن عباسؓ نے حضرت اسماء کو ذات النطاق کہا۔'' (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۰۷)

حضرتِ ابوبکرؓ نے ہجرتِ مدینہ کے تمام تر انتظامات کرنے تھے اس لئے انہوں نے عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ساتھ ایک نشست کی اور انہیں کچھ کام سپرد کئے۔ حضرتِ عامرؓ بن فُہیرہ کو ہجرت کی ساری سکیم بتائی اور انہیں ہدایات دیں کہ آپ کے ذمے کیا کیا کام ہوں گے اور انہیں آپ کس طرح انجام دیں گے۔ پھر بنی الدِّیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی کے ایک شخص (عبداللہ بن اریقط) جو راستوں کا ماہر اور کافر ہونے کے باوجود نہایت قابل اعتماد آدمی تھا کو اجرت پر اپنے ساتھ چلنے کے لئے تیار کیا اور اُسے ہجرت کے سفر کے لئے تیار رہنے کا پابند کیا غرض سفر ہجرت کے ہر پہلو کو سوچ سمجھ کر اس کے تقاضوں کا انتظام کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل بھی امین اور صادق و عادل صفات سے متصف تھے بعثت کے بعد مخالفت کے باوجود دشمنانِ دین بھی آپؐ کے پاس زیورات ونقدی کی صورت میں امانتیں رکھا کرتے تھے۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپؐ نے جب سفرِ ہجرت کا قصد کیا تو حضرتِ علیؓ کو اس لئے ہجرت سے روک لیا تھا کہ وہ آپؐ کے پیچھے مکہ میں ٹھہر کر ان سب لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں جنھوں نے اپنے قیمتی مال حفاظت کے لئے آپؐ کے پاس رکھ چھوڑے تھے۔ اس سلسلے میں (مزید) ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ ''مکے میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے پاس اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جس کے چوری ہو جانے کا اسے خطرہ ہوتا تو وہ اس کو آنحضرتؐ کے پاس امانتاً نہ رکھوا دیتا ہو، کیونکہ آپؐ کی دیانت و امانت پر دوست، دشمن سب کو بھروسا تھا۔''

(سیرت ابن ہشام: ج:۱: ص: ۳۴۷)

ابن سعد کا بیان ہے کہ آپؐ کے بدترین دشمنوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا تھا تا کہ آپ گھر سے باہر نہ نکلنے پائیں اور طے شدہ منصوبہ قتل کے مطابق یکبارگی حملہ کر دیں۔ قریش مکہ اپنے پلان کے نفاذ کی انتہائی تیاری کے باوجود فاش ناکامی سے دوچار ہوئے چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ''تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔''

(سیرت ابن ہشام ج:۱: ص: ۴۸۲۔۴۸۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور باہر کھڑے جان کے دشمنوں کی صفیں چیرتے سنگریزوں والی ایک مٹھی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں کو پکڑ لیا اور وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ ان کے سروں پر وہ خاک ڈالتے جاتے اور سورۂ یٰسٓ کی یہ آیات پڑھتے جاتے تھے۔

﴿يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝﴾ (یٰس۔ ۱ تا ۸)

''یٰس۔ قسم ہے قرآن حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کا نازل کردہ ہے۔ تاکہ خبردار کرو ایک ایسی قوم کو جس کے باپ دادا خبردار نہ کیے گئے اور اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ فیصلہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں، اسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لئے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں۔''

اس موقع پر کوئی مشرک نہ بچا جس کے سر پر آپؐ نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ''ثور'' نامی پہاڑ کے ایک غار میں پہنچے۔'' (سیرت ابن ہشام، ج:۱ص۔ ۴۸۳۔ زادالمعادج:۲:۵۲)

یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی چند روایات کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو اس سفر کی مختصر روداد کو اجاگر کرتی ہیں۔

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے جبل ثور کے غار میں پڑاؤ کیا اور تین راتیں وہیں گزاریں۔ عبداللہ بن ابی بکر رات وہیں جا کر گزارتے تھے۔ یہ نوجوان بہت سمجھدار تھے اور بے حد ذہین تھے۔ سحر کے وقت وہاں سے نکل آتے اور صبح سویرے ہی مکہ پہنچ جاتے۔ جیسے وہیں رات گزاری ہو۔ پھر جو کچھ (دن بھر) یہاں سنتے اور جس کے ذریعے ان حضرات کے خلاف کارروائی کے لئے کوئی تدبیر کی جاتی تو اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو اطلاعات یہاں (غار ثور میں) آ کر پہنچاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ آپ ہر دو (آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ) کے لئے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو اسے غار میں لاتے تھے۔ آپ اسی پر رات گزارتے، اس دودھ کو گرم لوہے کے ذریعے گرم کر لیا جاتا تھا۔ صبح منہ اندھیرے عامر بن فہیرہؓ غار سے نکل آتے تھے ان تین راتوں میں روزانہ ان کا یہی دستور تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بنی الدِّیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی، کے ایک شخص کو (مدینہ کا) راستہ بتانے کے لئے اجرت پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفار قریش کے دین پر قائم تھا۔ ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنے دونوں اونٹ اس کے حوالے کر دیئے۔ قرار یہ پایا تھا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غار ثور میں ان سے ملاقات کرے۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹ لے کر (آ گیا) اب حضرت عامر بن فہیرہؓ اور یہ راستہ بتانے والا ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے ساحل (سمندر) کے راستے سے ہوتے ہوئے۔"

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۰۵)

حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غار میں تھا میں نے جو سر اُٹھایا تو قوم کے چند لوگوں کے قدم (باہر) نظر آئے میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کسی نے بھی نیچے جھک کر دیکھ لیا تو وہ ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ابوبکرؓ! خاموش رہو ہم ایسے دو ہیں کہ جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۲۲)

حضرت سراقہ بن جعشم کا بیان ہے کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور پیش کش کی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے یا قید کر لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا ایک آدمی سامنے آیا اور ہمارے قریب کھڑا ہو گیا۔ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا سراقہ! ساحل پر میں ابھی چند سائے دیکھ کر آیا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ نے کہا میں سمجھ گیا اس کا خیال صحیح ہے لیکن میں نے اس سے کہا کہ وہ لوگ نہیں ہیں میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے ہمارے سامنے سے اسی طرف گئے ہیں۔ اس کے بعد میں مجلس میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہا اور پھر اُٹھتے ہی گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جائے اور وہیں میرا انتظار کرے، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور گھر کی پشت کی طرف سے باہر نکل آیا میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیریں کھینچتا چلا گیا اور اوپر کے حصے کو چھپائے ہوئے تھا (سراقہ یہ سب کچھ اس لئے کر رہا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ وہ بھی میرے انعام میں شریک ہو جائے گا) میں گھوڑے کے پاس آ کر اس پر سوار ہوا اور رصبار فتاری کے ساتھ اسے لے چلا، جتنی جلدی کے ساتھ بھی میرے لئے ممکن تھا، آخر میں نے ان کو پا ہی لیا۔ اسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ لیکن میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکال کر میں نے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال (اب بھی) وہ نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن میں دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیروں کی پروا نہیں کی۔ پھر میرا گھوڑا مجھے تیزی کے ساتھ دوڑائے لئے جا رہا تھا۔ آخر جب میں نے رسول کریم ﷺ کی قرأت سنی، آنحضرتؐ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے، تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لے ڈانٹا میں نے اسے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اس کے آگے کے پاؤں سے منتشر سا غبار اُٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت میں نے آنحضرت ﷺ کو امان کے لئے پکارا۔ میری آواز پر وہ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس طرح مجھے روک دیا گیا تھا، اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اس لئے میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپؐ کے مارنے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ پھر میں نے قریش کے ارادوں کی اطلاع دی۔ میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا مجھ سے کسی اور چیز کا مطالبہ بھی نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری سے کام لینا لیکن میں نے عرض کی کہ آپؐ میرے لئے ایک امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔

ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زبیرؓ سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں سفید پوشاک پیش کی ادھر مدینہ میں بھی مسلمانوں کو آنحضرتؐ کی مکہ سے ہجرت کی اطلاع ہو چکی تھی اور یہ لوگ روزانہ صبح کو مقام حرہ تک آتے اور انتظار کرتے رہتے لیکن دوپہر کی گرمی کی وجہ سے (دوپہر کو) انہیں واپس جانا پڑتا تھا ایک دن جب بہت طویل انتظار کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور اپنے گھر پہنچ گئے تو ایک یہودی اپنے ایک محل پر کچھ دیکھنے کے لئے چڑھا۔ اس نے آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھا سفید سفید چلے آرہے ہیں (یا تیزی سے جلدی جلدی آرہے ہیں) جتنا آپؐ نزدیک ہو رہے تھے اتنی ہی دور سے پانی کی طرح ریت کا چمکنا کم ہوتا جاتا تھا۔ یہودی بے اختیار چلا اُٹھا کہ اے عرب کے لوگو! تمہارے یہ بزرگ سردار آگئے جن کا تمہیں انتظار تھا۔ مسلمان ہتھیار لے کر دوڑ پڑے اور آنحضرت ﷺ کا مقام حرہ پر استقبال کیا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے ملنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ انصار کے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ ہی کو سلام کر رہے تھے۔ لیکن جب آنحضرتؐ پر دھوپ پڑنے لگی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر سے آنحضرتؐ پر سایہ کیا۔ اس وقت سب لوگوں نے پہچان لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں تقریباً دس راتوں تک قیام کیا اور وہ مسجد (قُبا) جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہے وہ اسی دوران میں تعمیر ہوئی اور آپؐ نے اس میں نماز پڑھی پھر (جمعہ کے دن) آنحضرت ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور صحابہؓ بھی آپؐ کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے۔ آخر آپؐ کی سواری مدینہ منورہ میں اس مقام پر آ بیٹھی جہاں اب مسجدِ نبوی ہے۔ اس مقام پر چند مسلمان ان دنوں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ جگہ سہیلؓ اور سہلؓ دو یتیم بچوں کی تھی اور کھجور کا یہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ دونوں بچے حضرت اسعد بن زُرارہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپؐ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ یہی ہمارے قیام کی جگہ ہوگی۔ اس کے بعد آپؐ نے دونوں یتیم بچوں کو بلایا اور ان سے اس جگہ کا معاملہ کرنا چاہا تا کہ وہاں مسجد تعمیر کی جاسکے دونوں بچوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم یہ جگہ آپؐ کو مفت دے دیں گے لیکن آنحضرت ﷺ نے مفت طور پر قبول کرنے سے انکار کیا۔ زمین کی قیمت ادا کر کے لے لی اور وہیں مسجد تعمیر کی۔ اس کی تعمیر کے وقت خود رسول اکرم ﷺ بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ اینٹوں کے ڈھونے میں شریک تھے۔ اینٹ ڈھوتے وقت آپؐ فرماتے جاتے تھے کہ ''یہ بوجھ خیبر کے بوجھ نہیں ہیں بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے یہاں باقی رہنے والا ہے اور اس میں بہت طہارت اور پاکی ہے۔'' اور آنحضرتؐ دعا فرماتے تھے کہ ''اے اللہ! اجر تو بس آخرت ہی کا اجر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس، تو انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما اس طرح آپؐ نے ایک مسلمان شاعر کا شعر پڑھا جن کا نام مجھے معلوم نہیں، ابن شہاب نے بیان کیا کہ احادیث سے ہمیں یہ اب تک معلوم نہیں ہوا کہ آنحضرتؐ نے اس شعر کے سوا کسی بھی شاعر کے پورے شعر کو کسی موقع پر پڑھا ہو۔"

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۶)

حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپؐ کا پیچھا کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، اس نے عرض کی میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے (کہ اس مصیبت سے نجات دے) میں آپ کا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ آپؐ نے اس کے لئے دعا کی (اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا) رسول اکرم ﷺ کو ایک مرتبہ راستے میں پیاس معلوم ہوئی اتنے میں ایک چرواہا گزرا حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں (ریوڑ کی ایک بکری) کا تھوڑا سا دودھ دوہا، وہ دودھ میں نے آپ کی خدمت میں لا کر پیش کیا جسے آپؐ نے نوش فرمایا کہ مجھے خوشی حاصل ہوئی۔" (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۸)

حضرت براء بن عازبؓ سے ایک روایت ہے وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عازبؓ سے ایک پالان خریدا اور میں ان کے ساتھ اُٹھا کر پہنچانے لایا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے عازبؓ نے رسول اکرم ﷺ کے سفر ہجرت کا حال پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ چونکہ ہماری نگرانی ہو رہی تھی (یعنی کفار ہماری تاک میں تھے) اس لئے ہم (غار سے) رات کے وقت باہر آئے اور پوری رات اور دن بھر بہت تیزی کے ساتھ چلتے رہے، جب دوپہر ہوئی تو ہمیں ایک چٹان دکھائی دی۔ ہم اس کے قریب پہنچے تو اس کی آڑ میں تھوڑا سا سایہ بھی موجود تھا، حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرتؐ کے لئے چمڑا بچھا دیا جو میرے ساتھ تھا آپ اس پر لیٹ گئے اور میں قرب وجوار کی گرد جھاڑنے لگا۔ اتفاق سے ایک چرواہا نظر پڑا جو اپنی بکریوں کے تھوڑے سے ریوڑ کے ساتھ اسی چٹان کی طرف آ رہا تھا اس کا بھی مقصد اس چٹان سے وہی تھا جس کے لئے ہم یہاں آئے تھے (یعنی سایہ حاصل کرنا) میں نے اس سے پوچھا لڑکے تو کس کا غلام ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں کا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی بکریوں سے کچھ دودھ نکال سکتے ہو اس نے کہا ہاں پھر وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری لایا تو میں نے اس سے کہا کہ پہلے اس کا تھن جھاڑ لو۔ انہوں نے کہا کہ پھر اس نے کچھ دودھ دوہا۔ میرے ساتھ پانی کا ایک چھاگل تھا۔ اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ یہ پانی میں نے حضور اکرم ﷺ کے لئے ساتھ رکھا تھا۔ وہ پانی میں نے اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا تو میں اسے آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا دودھ نوش فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے اسے نوش فرمایا جس سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے پھر کوچ شروع کیا اور ڈھونڈنے والے لوگ ہماری تلاش میں تھے۔"

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۱۷)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکرؓ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کو لوگ پہچانتے بھی تھے لیکن حضور اکرم ﷺ ابھی جوان معلوم ہوتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ کو لوگ عام طور پر سے پہچانتے بھی نہ تھے۔ بیان کیا کہ اگر راستے میں کوئی ملتا اور پوچھتا کہ اے ابوبکرؓ! یہ تمہارے ساتھ کون صاحب ہیں تو آپ جواب دیتے کہ یہ میرے ہادی ہیں، مجھے راستے بتاتے ہیں پوچھنے والا یہ سمجھتا کہ مدینہ کا راستہ بتلانے والا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کا مطلب اس کلام سے یہ تھا کہ آپ دین و ایمان کا راستہ بتلاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ پیچھے مڑے تو ایک سوار نظر آیا جو ان کے قریب آچکا تھا انہوں نے کہا یارسول اللہ! یہ سوار آگیا اور اب ہمارے قریب ہی پہنچنے والا ہے نبی کریم ﷺ نے بھی اسے مڑ کر دیکھا اور دعا فرمائی اے اللہ! اسے گرادے چنانچہ گھوڑی نے اسے گرادیا۔ پھر جب وہ ہنہناتی ہوئی اُٹھی تو سوار (سراقہ) نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ کھڑا رہ اور دیکھ کسی کو ہماری طرف نہ آنے دینا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہی شخص جو صبح آپؐ کے خلاف تھا شام جب ہوئی تو آپ کا وہ ہتھیار تھا دشمن کو آپؐ سے روکنے لگا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ (مدینہ پہنچ کر) حرہ کے قریب اترے اور انصار کو بلا بھیجا۔ اکابر انصار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کو سلام کیا اور عرض کیا آپؐ سوار ہو جائیں۔ آپ کی حفاظت اور فرمانبرداری کی جائے گی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سوار ہو گئے اور ہتھیار بند انصار نے آپ دونوں کو حلقہ میں لے لیا۔ اتنے میں مدینہ میں بھی سب کو معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لا چکے ہیں، سب لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے بلندی پر چڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے نبی آگئے، اللہ کے نبی آگئے۔

آنحضرت ﷺ مدینہ کی طرف چلتے رہے اور (مدینہ پہنچ کر) حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر کے پاس سواری سے اتر گئے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ (ایک یہودی عالم نے) اپنے گھر والوں سے حضور اکرم ﷺ کا ذکر سنا، وہ اس وقت اپنے ایک کھجور کے باغ میں تھے اور کھجور جمع کر رہے تھے انہوں نے (سنتے ہی) بڑی جلدی کے ساتھ جو کچھ کھجور جمع کر چکے تھے اسے رکھ دینا چاہا لیکن جب آپؐ کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے تو جمع شدہ کھجوریں ان کے ساتھ ہی تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی باتیں سنیں اور اپنے گھر واپس چلے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے (ننھیالی) اقارب میں کس کا گھر یہاں سے زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوایوبؓ انصاری نے عرض کیا کہ میرا اے اللہ کے نبی! یہ میرا گھر ہے اور یہ اس کا دروازہ ہے فرمایا (اچھا تو جاؤ) دوپہر کو آرام کرنے کی جگہ ہمارے لئے درست کرو ہم دوپہر کو وہیں آرام کریں گے۔ حضرت ابوایوبؓ انصاریؓ نے عرض کیا پھر آپ دونوں تشریف لے چلیں، اللہ مبارک کرے۔ حضور اکرم ﷺ ابھی ان کے گھر میں داخل ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ بھی آگئے اور کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اور یہودی میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ اس لئے آپؐ اس سے پہلے کہ میرے اسلام لانے کا خیال انہیں معلوم ہو، بلایئے اور ان سے میرے بارے میں دریافت فرمایئے۔ کیونکہ انہیں اگر معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو میرے متعلق غلط باتیں کہنی شروع کر دیں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے انہیں بلا بھیجا اور جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے یہودیو! افسوس تم پر، اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول برحق ہوں اور یہ بھی کہ میں تمہارے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق کے ساتھ حق لے کر آیا ہوں، پھر اب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے ان سے اور انہوں نے آنحضرت سے اس طرح تین مرتبہ کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اچھا عبداللہ بن سلام تم میں کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے، ہم میں زیادہ جاننے والے اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے، آپؐ نے فرمایا اگر وہ اسلام لے آئیں۔ پھر تمہارا کیا خیال ہوگا۔ کہنے لگے اللہ ان کی حفاظت کرے، وہ اسلام کیوں لانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا ابن سلام: اب ان کے سامنے آجاؤ، عبداللہ بن سلامؓ باہر آگئے اور کہا اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو اس اللہ کی قسم! جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں تمہیں خوب معلوم ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ یہودیوں نے کہا تم جھوٹے ہو۔ پھر آنحضرتؐ نے ان سے باہر چلے جانے کے لئے فرمایا۔''

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۱۱)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ...... نبی کریم ﷺ (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کو ساتھ لے کر) تشریف لائے، مدینہ کے لوگوں کو جتنی خوشی اور مسرت حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے ہوئی، میں نے کبھی انہیں کسی بات پر اس قدر خوش نہیں دیکھا۔ لونڈیاں بھی (خوشی میں) کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ آگئے، حضور اکرمؐ جب تشریف لائے تو اس سے پہلے میں مفصل (یعنی سورہ الحجرات سے آخر تک) کی دوسری کئی سورتوں کے ساتھ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١) (الاعلیٰ۔۸۷) بھی سیکھ چکا تھا۔'' (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۲۵)

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے بلند جانب قُبا کے ایک محلہ میں آپؐ نے (سب سے پہلے) قیام کیا جسے بنی عمرو بن عوف کا محلہ کہا جاتا تھا راوی نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں چودہ رات قیام کیا۔ پھر آپؐ نے قبیلہ بنی النجار کے لوگوں کو بلا بھیجا۔ انہوں نے بیان کیا کہ انصار بنی النجار آپؐ کی خدمت میں تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ راوی نے بیان کیا گویا اس وقت بھی وہ منظر میری نظروں کے سامنے ہے کہ آنحضرتؐ اپنی سواری پر سوار ہیں حضرت ابوبکرؓ صدیق اسی سواری پر آپؐ کے پیچھے سوار ہیں اور بنی النجار کے انصار آپؐ کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے مسلح پیدل چلے جا رہے ہیں۔ آخر آپؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب اتر گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابھی تک جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتا وہیں آپؐ نماز پڑھ لیتے تھے۔ بکریوں کے ریوڑ جہاں رات کو باندھے جاتے وہاں بھی نماز پڑھ لی جاتی تھی۔ بیان کیا کہ پھر حضور اکرم ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ آپؐ نے اس کے لئے قبیلہ بنی النجار کے لوگوں کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اے بنو النجار! اپنے اس باغ کی قیمت طے کر لو۔ انہوں نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم ہم اس کی قیمت اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں لے سکتے۔ راوی نے بیان کیا کہ اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم سے بیان کروں گا۔ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں، کچھ اس میں کھنڈر تھا اور کھجوروں کے چند درخت بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں، جہاں کھنڈر تھا اسے برابر کیا گیا اور کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ کھجور کے تنے مسجد کے قبلہ کی طرف ایک قطار میں بطور دیوار رکھ دیئے گئے اور دروازہ میں (چوکھٹ کی جگہ) پتھر رکھ دیئے۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ صحابہ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتھر ڈھو رہے تھے تو آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ خود پتھر ڈھوتے اور شعر پڑھتے۔صحابہ یہ شعر پڑھتے کہ اے اللہ! آخرت ہی کی خیر، خیر ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔" (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر: ۳۹۳۲)

حضرتِ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تاریخ کا شمار نبی کریم ﷺ کی نبوت کے سال سے ہوا اور نہ آپؐ کی وفات کے سال سے بلکہ اس کا شمار مدینہ کی ہجرت کے سال سے ہوا۔" (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار: حدیث نمبر: ۳۹۳۴)

سفرِ ہجرت میں ایک عجیب وغریب واقعہ حضرتِ اُم معبدؓ خزاعیہ کا ہے۔ان کا معمول تھا کہ وہ ہاتھوں میں گھٹنے ڈالے اپنے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں وہ ایک نمایاں اور توانا عورت تھیں۔راہ گیروں کو کھلاتی پلاتی رہتیں۔جب سفرِ ہجرت میں آپؐ کا گزر وہاں سے ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ آپ کے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے۔قحط سالی کا زمانہ تھا اس نے جواب دیا": بخدا ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ لوگوں کی میزبانی میں تنگی نہ ہوتی، بکریاں بھی دور دراز ہیں آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری ہے۔فرمایا": ام معبد! یہ کیسی بکری ہے؟" اس نے جواب دیا"۔اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔" آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ "اس میں کچھ دودھ ہے۔" کہنے لگیں "وہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔" آپؐ نے فرمایا": اجازت ہے کہ اسے دوہ لوں؟" کہنے لگیں "ہاں! میرے ماں باپ تم پر قربان اگر تمہیں اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لو۔" اس گفتگو کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔اللہ کا نام لیا اور دعا کی۔بکری نے پاؤں پھیلا دیئے۔تھن میں بھرپور دودھ اتر آیا۔آپؐ نے ام معبد کا ایک بڑا سا برتن لیا جو ایک جماعت کو کفایت کر سکتا تھا اور اس میں اتنا دوہا کہ جھاگ اوپر آ گیا۔پھر ام معبد کو پلایا۔وہ پی کر شکم سیر ہو گئیں تو اس کے بعد اپنے ہم سفر ساتھیوں کو پلایا وہ بھی شکم سیر ہو گئے پھر آخر میں خود پیا۔پھر اسی برتن میں دوبارہ دوہا اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے ام معبد کے پاس چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے شوہر ابو معبدؓ اپنی کمزور بکریوں کو، جو دبلے پن کی وجہ سے مریل چال چل رہی تھیں، ہانکتے ہوئے آ پہنچے۔دودھ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے۔جبکہ بکریاں دور دراز تھیں اور گھر میں دودھ دینے والی بکری بھی نہ تھی۔اُم معبد نے کہا": بخدا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گزرا جس کی ایسی اور ایسی بات تھی اور یہ حال تھا" ابو معبدؓ نے کہا یہ تو وہی صاحبِ قریش معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔اچھا ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔اس پر اُم معبدؓ نے نہایت دلکش انداز سے آپ ﷺ کے اوصاف وکمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپؐ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔انہوں نے آپؐ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا وہ یہ تھا": چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ توندے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید وسیاہ آنکھیں، سیاہ سرگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو پروقار، گفتگو کریں تو پرکشش، دور سے (دیکھنے میں) سب سے تابناک وپرجمال، قریب سے دیکھیں تو سب سے خوبصورت اور شیریں، گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں، درمیانہ قد، نہ ناٹا کہ نگاہ میں نہ جچے، نہ لمبا کہ ناگوار لگے، دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ خوش منظر ہے، رفقاء آپؐ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گردحلقہ بنائے ہوئے کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں، کوئی حکم دیں تو لپک کر بجالاتے ہیں۔ مُطاع و مکرم، نہ ترش رو، نہ لغوگو۔"

یہ اوصاف سن کر ابو معبدؓ نے کہا: واللہ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جس کے بارے میں لوگوں نے قسم قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپؐ کی رفاقت اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ایسا ضرور کروں گا۔" (زادالمعارج: ۲: ص: ۵۳۔ ۵۴)

سفر ہجرت میں "نبی ﷺ یثرب کی طرف جا رہے تھے کہ اثنائے سفر حضرت بریدہ اسلمی ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے، اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لالچ میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی تلاش میں نکلے تھے، جب رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ "امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت وانصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔" (رحمۃ للعالمین: ج:۱: ص:۹۹ مطبوعہ دارالاشاعت لاہور)

ہجرتِ نبویؐ کے بعد قریشِ مکہ کی ستم رانیاں

آنحضرت ﷺ بحفاظت مکہ مکرمہ سے چل کر قُباء تک بحیثیت حکمران سلطنت پہنچ گئے، گھر سے روانہ ہوتے وقت آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر اپنی رات کو اوڑھ کر سونے والی چادر اُڑھا کر سلا دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا "تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔" چنانچہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آپ لوگ کس کا انتظار کر رہے ہو۔" محاصرین نے کہا محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا، آپ لوگ ناکام و نامراد ہوئے۔ خدا کی قسم! محمد (ﷺ) تو آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا، بخدا! ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور اس کے بعد اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن پھر گھر کے دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو حضرت علیؓ نظر آئے۔ وہ آپس میں کہنے لگے خدا کی قسم! یہ تو محمد (ﷺ) سوئے ہوئے ہیں ان کے اوپر ان کی چادر موجود ہے۔ چنانچہ پھر صبح تک یہ لوگ وہیں ڈٹ کر کھڑے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت علیؓ بستر سے اُٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا، مجھے معلوم نہیں۔"

(زادالمعادج: ج:۲: ص:۵۲)

حضرت علیؓ کی گرفتاری اور رہائی

حضرت علیؓ کا یہ جواب سن کر سفاک دشمن جھلا گئے انہیں بہت ڈانٹ ڈپٹ کی، مارا پیٹا اور مسجد حرام لے جا کر کچھ دیر بند رکھا۔ مگر جب کسی تشدد سے بھی حضور اکرم ﷺ کا پتہ معلوم نہ کیا جا سکا تو مجبور ہو کر انہیں چھوڑ دیا۔ (ابن جریر ابن اثیر)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جانے لگے تو آپؐ نے مجھے فرمایا کہ میں آپؐ کے بعد ٹھہر کر لوگوں کی جو امانتیں حضور اکرم ﷺ کے پاس تھیں وہ لوگوں کو پہنچا دوں (چونکہ لوگ آپؐ کے پاس امانت رکھواتے تھے) اسی وجہ سے آپؐ کو "الامین" کہا جاتا تھا۔ میں آپؐ کی ہجرت کے بعد تین دن وہیں ٹھہرا رہا میں گھر سے باہر علی الاعلان لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چلتا پھرتا تھا ایک دن بھی چھپ کر نہیں بیٹھا۔ پھر میں مکہ سے نکل کر حضور والے راستہ پر چل دیا یہاں تک کہ جب بنو عمرو بن عوف کے ہاں پہنچا تو حضور اکرم ﷺ بھی وہاں ہی قیام پذیر تھے۔ میں کلثوم بن ھدم کے ہاں ٹھہرا اور حضور اکرم ﷺ بھی وہاں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد اول: ص: ۴۴۷۔ بحوالہ ابن سعد، کنز العمال: ج: ۸: ص: ۳۳۵)

حضرت علیؓ کو کفارِ مکہ اس سے زائد کچھ نہ کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ امانات جو خود آنحضرتؐ کے پاس انہوں نے رکھوائی تھیں حضرت علیؓ نے وہ سب اہل مکہ ہی تک پہنچائی تھیں۔ لیکن حضرتِ علیؓ کو رہا کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے حضرتِ ابوبکرؓ کے گھر پر چھاپہ مارا۔

حضرتِ اسماء بنتِ ابی بکرؓ پر ابوجہل کا غضب

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ '' مجھے اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے روایت پہنچی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ اور حضرتِ ابوبکرؓ چلے گئے تو ہمارے گھر قریش کی ایک ٹولی آئی جس میں ابوجہل بھی تھا۔ وہ آ کر حضرتِ ابوبکرؓ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تو میں ان کے پاس گئی انہوں نے کہا: اے ابوبکرؓ کی بیٹی، تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا، واللہ میں نہیں جانتی کہ میرا باپ کہاں ہے؟ ابوجہل نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور وہ بدمعاش خبیث تھا۔ اس نے میرے گال پر ایسا تھپڑ مارا جس سے میرے کان کی بالی گر پڑی

حضرتِ اسماءؓ نے کہا پھر وہ لوگ پلٹ گئے اور ہم تین روز تک بے خبری کی حالت میں رہے کہ رسول اکرمؐ کس طرف تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ جنوں میں سے ایک شخص مکہ کی نشیبی جانب سے عربوں کے گانے کی طرح چند اشعار گاتا ہوا آیا۔ لوگ اس کے پیچھے چلے جا رہے تھے اور اس کی آواز سن رہے تھے لیکن وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا یہاں تک کہ وہ مکہ کے بالائی حصے سے یہ کہتا ہوا نکل گیا:

["جَزَى اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ خَيْرَ جَزَائِهٖ رَفِيْقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَي أُمِّ مَعْبَدِ هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ وَارْتَحَلَا بِهٖ وَاَفْلَحَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَا لِقُصَيٍّ مَا زَوَى اللهُ عَنْكُمْ بِهٖ مِنْ فَعَالٍ لَا يُجَازِي وَسُوْدَدِ لِيَهْنَ بَنِيْ كَعْبٍ مَكَانَ فَتَاتِهِمْ وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا فَاِنَّكُمْ اَنْ تَسْاَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ۔"]

'' اللہ رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو ام معبد کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے اور جو محمدؐ کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو۔ تم اگر بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔''

ابن اسحٰق نے کہا: حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے کہا: جب ہم نے اس (جن) کا قول سنا تو ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے کس سمت کا رخ کیا ہے، یعنی ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کی توجہ مدینہ کی جانب ہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول: ص: ۵۳۷۔۵۳۸ نیز دیکھئے زاد المعاد ج: ۲: ص: ۵۳۔۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ صاحبین کی تلاش اور اعلانِ انعام

منصوبہ قتل ناکام ہوجانے کے بعد قریشِ مکہ بپھر گئے گویا ان پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرتِ اسماء ان کے تشدد کا نشانہ بن چکے تھے۔ اس کے بعد قریش نے ایک ہنگامی اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لئے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں، چنانچہ مکے سے نکلنے والے تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جارہا ہو نہایت کڑا پہرا بٹھادیا گیا اسی طرح یہ اعلان بھی ہر طرف کرادیا گیا کہ جو کوئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا اسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرتِ سراقہ بن مالک بن جعشم کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

["جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُونَ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَسَرَهُ."] (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۶)

"ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ پیش کش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ ابوبکرؓ کو اگر کوئی شخص قتل کردے یا قید کرلائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔"

اس اعلان کے نتیجے میں سوار اور پیادے اور نشاناتِ قدم کے ماہر کھوجی نہایت سرگرمی اور جانفشانی سے تلاش میں لگ گئے، تلاش کرنے والے لوگ پہاڑوں، وادیوں اور نشیب و فراز میں ہر طرف بکھر گئے، لیکن وہ اپنی تمام جدوجہد اور بھاگ دوڑ سے کچھ حاصل نہ کرسکے۔

غارِ ثور اور (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا)

دشمن نے چہار سو آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ کو تلاش کیا اور تلاش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد دشمنانِ اسلام کو یہ پیغام مل چکا تھا کہ اسلام کا سورج اب کہاں طلوع ہونے والا ہے اور صحابہ کرام کی ہجرتِ مدینہ نے تو واضح طور پر رخ متعین کردیا تھا کہ عرب کا چاند اب کس طرف جانے والا ہے۔ اس کا تقاضا تھا کہ قریشِ مکہ آپؐ کو مدینہ کے کاروانی راستہ پر تلاش کرتے۔ ہاں انہوں نے اس شاہراہ پر بھی تلاش کیا جو مکہ سے شمال کی طرف جاتی ہے بلکہ مغرب و مشرق ہی نہیں جنوب کی طرف جانے والے چھوٹے بڑے سب راستوں کو چھان مارا۔ یہاں تک کہ قریشِ مکہ نے یمن جو مدینہ کی شاہراہ سے بالکل الٹ جنوب کی طرف تھی، چپہ چپہ چھان مارا حتی کہ قریشِ مکہ اس غار تک پہنچ گئے جس کا تین دن تک قیام کے لئے آپؐ نے انتخاب فرمایا تھا جو مکہ سے تقریباً پانچ میل دور واقع تھا۔ یہ منظر عجیب بھی تھا اور خطرناک بھی اس نازک ترین لمحات کا ذکر بخاری کے حوالے سے آپ مطالعہ کرچکے ہیں۔ اب ایک مسلم کی حدیث ملاحظہ فرمایئے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ان سے حضرتِ ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ

["نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُؤُسِنَا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمَيْهِ أَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا."]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح مسلم کتاب فضائل اصحاب النبیؐ حدیث نمبر:۶۱۶۹)

''میں نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھا۔سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں میں نے کہا،اے اللہ کے نبیؐ!اگر ان میں سے کوئی شخص نگاہ نیچی کردے تو ہمیں دیکھ لے گا۔آپؐ نے فرمایا ''ابوبکرؓ!(ایک روایت میں ترجمہ یہ ہے کہ'':ابوبکرؓ خاموش رہو(ہم)دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے)ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے،جن کا تیسرا اللہ ہے۔''

قریشِ مکہ کا خط عبداللہ بن ابی کے نام

آنحضرت ﷺ کا بخیریت مدینے پہنچ جانا ہی کفارِ مکہ کے لئے سخت پریشان کن تھا مگر جب انہیں مدینے میں حضور اکرم ﷺ کے شاندار استقبال کی خبر پہنچی تو وہ بری طرح تلملا اُٹھے،اور انہوں نے مدینے کے سردار عبداللہ بن ابی کو خط لکھا۔عبداللہ بن ابی مدینہ کا سردار تھا اور جسے ہجرت نبوی سے قبل اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانے کی تیاری کر چکے تھے اور جس کی تمناؤں پر حضور اکرم ﷺ کے مدینہ پہنچ جانے اور اوس وخزرج کی اکثریت کے مسلمان ہوجانے پر پانی پھر چکا تھا۔خط کا متن یہ ہے:

''تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم خود اس سے لڑو یا اسے نکال دو،ورنہ ہم سب تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔''

(سنن ابوداؤد باب خبر النضیر حدیث نمبر:۳۰۰۴)

چنانچہ عبداللہ بن ابی آمادۂ شر ہوا اور زندگی بھر ہوتا رہا اور قریشِ مکہ سے تو مسلسل کئی سال محاذ آرائی رہی اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہر محاذ پر آپؐ کی مدد و نصرت فرمائی اور عبداللہ بن ابی اپنے انجام کو پہنچا اور قریشِ مکہ کے حلیف اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔ہجرتِ نبوی کے بعد حضرتِ سعد بن معاذ رئیسِ مدینہ عمرے کی غرض سے مکے گئے تو اس موقع پر پیش آنے والا واقعہ بھی ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے جس سے مستقبل میں پیش آمدہ صورتحال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔''

''حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کی نیت سے (مکہ) آئے اور ابوصفوان امیہ بن خلف کے یہاں اترے۔امیہ بھی شام جاتے ہوئے (تجارت وغیرہ کے لئے) جب مدینہ سے گزرتا تو حضرتِ سعد بن معاذؓ کے یہاں قیام کرتا تھا۔اُمیہ نے حضرت سعد سے کہا:ابھی ٹھہرو،جب دوپہر کا وقت ہوجائے اور لوگ غافل ہوجائیں (تب طواف کرنا کیونکہ مکہ کے مشرک مسلمانوں کے دشمن تھے)حضرتِ سعدؓ کہتے ہیں چنانچہ میں نے جا کر طواف شروع کردیا، حضرتِ سعد ابھی طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل آگیا اور کہنے لگا''یہ طواف کون کررہا ہے؟''حضرتِ سعدؓ بولے کہ میں سعد ہوں۔ابوجہل بولا''تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ''''۔تم کعبہ کا طواف خوب امن سے کررہے ہو حالانکہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔''

حضرت سعدؓ نے جواب دیا،ہاں ٹھیک ہے اس طرح دونوں میں بات بڑھ گئی۔پھر امیہ نے سعد سے کہا ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو،وہ اس وادی (مکہ) کا سردار ہے۔اس پر سعدؓ نے کہا''۔واللهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ۔"" ۔خدا کی قسم اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں بھی تمہاری شام کی تجارت خاک میں ملا دوں گا (کیونکہ شام جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو مدینہ سے ہو کر جاتا ہے)

امیہ برابر حضرت سعدؓ سے یہی کہتا رہا کہ اپنی آواز بلند نہ کرو اور انہیں مقابلے سے روکتا رہا۔ آخر حضرت سعدؓ کو اس پر غصہ آ گیا اور انہوں نے امیہ سے کہا: چل پرے ہٹ میں نے حضرت محمد ﷺ سے تیرے متعلق سنا ہے آپؐ نے فرمایا تھا کہ تجھ کو ابو جہل ہی قتل کرائے گا۔ اُمیہ نے پوچھا مجھے؟ حضرت سعدؓ نے کہا ہاں تجھ کو۔ تب امیہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم محمد (ﷺ) جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ غلط نہیں ہوتی۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا تمہیں معلوم نہیں، میرے یثربی بھائی نے مجھے کیا بات بتائی ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا؟ امیہ نے بتایا کہ محمد (ﷺ) کہہ چکے ہیں کہ ابو جہل مجھ کو قتل کرائے گا۔ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم محمد (ﷺ) غلط بات زبان سے نہیں نکالتے پھر ایسا ہوا کہ اہل مکہ بدر کی لڑائی کے لئے روانہ ہونے لگے اور امیہ کو بھی بلانے والا آیا تو امیہ سے اس کی بیوی نے کہا، تمہیں یاد نہیں رہا تمہارا یثربی بھائی تمہیں کیا خبر دے گیا تھا...... اس یاددہانی پر امیہ نے چاہا کہ اس جنگ میں شرکت نہ کرے۔ لیکن ابو جہل نے کہا، تم وادیٔ مکہ کے رئیس ہو۔ اس لئے کم از کم ایک یا دو دن کے لئے ہی تمہیں چلنا پڑے گا۔ اس طرح وہ ان کے ساتھ جنگ میں شرکت کے لئے نکلا اور ابو جہل نے اس کو قتل کرادیا۔"

(صحیح بخاری کتاب المناقب حدیث نمبر: ۳۶۳۲)

مکہ مکرمہ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت اور اس کے متعلقات پر غور و خوض اور تجزیہ کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ دورِ حاضر کی اسلامی تحریکات کے قائدین اور کارکنان کے لئے اس میں جو جو پیغامات ہیں وہ ان تک پہنچ سکیں نیز اس پر مسلسل غور و خوض جاری بھی رکھا جائے تاکہ اس سے مزید استنباط کے ذریعہ رہنما اصول اخذ کئے جا سکیں۔

۱۔ کیا آنحضرت ﷺ نے مکہ کو بخوشی الوداع کہا

اس سوال پر جتنا غور کریں گے آپ کا دل یہی جواب دے گا کہ نہیں قطعاً نہیں مکہ جہاں بیت اللہ ہے وہاں سے بخوشی جانے کا کون سوچ سکتا ہے یہ تو ممکن ہی نہیں وہ مکہ جہاں آپؐ کا مولد و منشا ہے، جہاں آپؐ کا بچپن، لڑکپن گزرا ہے جہاں جوانی گزری ہے اور اب عمر کے آخری مراحل میں ہیں وہاں سے جانے کے کوئی اسباب ہو سکتے ہیں اور وہ کیا اسباب ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ اہم ترین سبب تو یہ ہے کہ اقامتِ دین کا تقاضا ہے کہ مکہ کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ بیت اللہ میں ایک نماز کا ایک لاکھ نماز کے برابر ثواب اپنی جگہ پر مگر اقامتِ دین کا ثواب اس سے زیادہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا ہے ورنہ وہاں مزید جم کر رہنے کا حکم دیا جا سکتا تھا اور مشرکین مکہ سے مفاہمت کا اشارہ بھی دیا جا سکتا تھا لیکن ایسا نہیں کیا گیا وہ اس لئے کہ اصولوں کو بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپؐ نے مکہ مکرمہ کو بخوشی نہیں چھوڑا بلکہ ایک بڑے اور اہم مقصد کے لئے چھوڑا تھا۔ مکہ کو چھوڑتے وقت آپؐ نے بڑے عجیب و غریب اسلوب میں دعا فرمائی۔ مکہ سے نکلتے وقت جب آپ حَزْوَرَہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کھڑے ہو گئے بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور بڑے درد دل کے ساتھ فرمایا: "اے مکہ، خدا کی قسم، تو مجھے خدا کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور خدا کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھے چھوڑ کر نہ نکلتا۔" (ترمذی، مسند احمد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز تیرہ سالہ دورِ نبوت کا ہر ہر لحہ یہ شہادت دے رہا تھا کہ مکہ مکرمہ میں جو سعید روحیں موجود تھیں انہوں نے اسلام قبول کر کے سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ اب جس نے بھی اسلام قبول کرنا ہے وہ اسلامی ریاست کے وجود میں آ جانے کے بعد کرنا ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ کا مقتدر طبقہ اسلام میں پیچھے رہ گیا اور اسلامی ریاست کا الٰہی نقشہ کا اعزاز و اکرام یثرب یعنی مدینہ طیبہ کو حاصل ہوا، جس کے لئے آپؐ کا ہجرت کر کے وہاں پہنچنا ناگزیر ہو چکا تھا، وہ اسلامی ریاست جس کا منشور معراج کے موقع پر آپؐ کو عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے آپؐ نے دل پر پتھر رکھ کر ہجرت کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرتِ ابوبکرؓ کو ہدایات دے دیں اور انہوں نے آپؐ کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق بالفعل تیاری کی اور انتظامات کو عملی جامہ پہنایا۔

۲۔ کیا امانتوں کا واپس کرنا ضروری تھا؟

اگر ضروری تھا تو پھر یہ امانتیں قبل از ہجرت کیوں نہ واپس کر دی گئیں۔ حضرتِ علیؓ کو امانتوں کے واپس کرنے کے لئے روکنے کی بجائے یہ امانتیں بعد از ہجرت مدینہ میں بیٹھ کر بھی تو ادا کی جا سکتی تھیں۔ پھر یہ سوال بھی دل میں اُٹھتا ہے کہ اہل مکہ نے تیرہ سال جو آپؐ کو ستایا اور صحابہ کرام پر ظلم ڈھایا گیا اس کے بعد بھی ان امانتوں کا واپس کرنا ضروری تھا جبکہ ان کے پاس امانتوں کے حوالے سے تحریری ثبوت بھی نہیں تھا جو وہ کسی کے سامنے پیش کر سکتے۔ یہ اور ایسے کئی سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں جن کا جواب موجودہ اور مستقبل کی تحریکاتِ اسلامی کو اپنے سامنے رکھنا ہوں گے۔

اوّلاً امانتیں قبل از ہجرت کیوں نہ واپس کر دی گئیں؟ ایسا کرنا ممکن بھی تھا اور نہایت آسان بھی لیکن ایسا کرنے کا واضح مطلب یہ ہوتا کہ اب صحابہ کرام کی طرح آپؐ بھی ہجرت کے لئے روانہ ہوا چاہتے ہیں جبکہ اس کو راز میں رکھنا وقت اور حالات کا تقاضا تھا۔ اس لئے قبل از ہجرت امانتوں کی ادائیگی قائدِ تحریک اور تحریک کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوتا اس لئے ایسا نہ کیا گیا۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مشرکین مکہ آپؐ کے بدترین مخالف اور دشمن تھے تاہم وہ آپؐ کے پاس امانتیں رکھا کرتے تھے اور وہ یہ بھی باور کرتے تھے کہ اگر انہوں نے ہجرت بھی کی تو وہ ہمارا مال وزر دے کر بعد میں یہاں سے روانہ ہوں گے۔ پھر یہ سوال کہ حضرتِ علیؓ کو امانتوں کی ادائیگی کے لئے کیوں روکا گیا، جبکہ ان کی زندگی کے لئے خطرے کا امکان تو موجود تھا۔ ایسا کیوں نہ کر لیا گیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت حضرتِ علیؓ کو بھی ساتھ رکھ لیا جاتا اور امانتوں کو بھی اور پھر مدینہ طیبہ پہنچ کر ان امانتوں کو ادا کیا جا سکتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کا امانتوں کے حوالے سے معاشرہ میں جو کردار رہا ہے اس پر آنچ نہ آئے اور تحریکِ اسلامی کو کسی بھی چھوٹی یا بڑی وجہ سے نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ نہایت اخلاص کے جذبۂ واپسی کے ساتھ یہ امانتیں اگر آپؐ ساتھ لے جاتے تو دشمن کو پروپیگنڈے کا موقع مل جانا تھا کہ دیکھئے حضرات ایک طرف آپؐ لوگوں کو خدا خوفی کا درس دیتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ جاتے وقت لوگوں کی امانتیں بھی ساتھ لے گئے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ اہل مکہ نے تیرہ سال میں جو ظلم ڈھائے تھے کیا ان کو یہ سزا دینا کہ ان کی امانتیں واپس ہی نہ کی جاتیں یہ آنحضرت ﷺ کا نبوت سے قبل بھی مزاج نہیں تھا اور بعد از بعثت تو اسلام نے ضابطۂ حیات ہی یہ دیا تھا کہ تمہارا حق کوئی غصب کرتا ہے تو کرے تم نے کسی کا حق نہیں مارنا لہٰذا حضرتِ علیؓ کا امانتوں کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ چھوڑ کر جانا اسوۂ رسولؐ اور احکامات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خداوندی کا تقاضا تھا جس کو آپؐ نے پورا فرمایا۔ لہٰذا ہر دور کے قائدین اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کرنے والے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ادائے امانت کے اس تصور کو سمجھیں اور مشکل ترین حالات میں امانتوں کی ادائیگیوں کا فریضہ انجام دیں۔

۳۔ حضرتِ علیؓ کا ایثار یا فرمانبرداری کا مظاہرہ

آنحضرتؐ نے امانتوں کی ادائیگی کے لئے حضرتِ علیؓ کا انتخاب کیوں فرمایا کیا یہ کام کسی اور کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جی ہاں ایسا ممکن نہیں تھا اگر آپؐ حضرتِ ابوبکرؓ یا کسی بھی دوسرے فرد کو اس کام کے لئے منتخب فرمانا چاہتے تو اس میں رکاوٹ تو کوئی بھی نہیں تھی۔ لیکن آپؐ نے حضرتِ علیؓ کو اپنے گھر ٹھہرانے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ وہ آپؐ کے گھر کے فرد تھے اور گھر میں کسی فرد کا ٹھہرنا زیادہ ضروری تھا دوسرے یہ کہ آپؓ حضرتِ ابوطالب کے بیٹے تھے اس لئے بھی ان پر قاتلانہ حملہ خارج از امکان تھا تیسرے یہ کہ آپ اہل مکہ کی امانتوں کی ادائیگی کے امین تھے۔ اگر ان پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا تو مکہ مکرمہ میں خانہ جنگی کا خطرہ تھا یہی وجہ ہے کہ حضرتِ علیؓ گرفتار تو ہوئے حرم تک گھسیٹتے ہوئے بھی لے جایا گیا لیکن پھر فوراً رہا کر دیا گیا اور پھر آپؓ کئی دن تک مکہ میں علی الاعلان گھومتے پھرتے رہے لیکن ان کی طرف میلی آنکھ اُٹھا کر دیکھنے والا کوئی ایک فرد بھی نہیں تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرتؐ نے حضرتِ علیؓ کو گھر سے نکلتے وقت یہ فرمایا تھا کہ ''تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ وہ (یعنی اللہ) تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔'' چنانچہ حضرتِ علیؓ اپنے ذمہ کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد مدینہ منورہ پہنچ گئے اور ان کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

تاہم یہ امرِ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے ہر قبیلے کا ایک جوان موجود تھا جو مسلح بھی تھا اور قتل کی واردات کے لئے پرعزم بھی تھا اور انہوں نے آپؐ کے کاشانہ مُبارک کو گھیرے میں بھی لے رکھا تھا اس عالم میں حضرتِ علیؓ کا آپؐ کی چارپائی پر آپؐ کی یمنی سبز چادر کا اوڑھ کر رات بھر سوئے رہنا دراصل جان ہتھیلی پر رکھ کر سونے کے مترادف تھا جہاں یہ ایثار وقربانی کا نادر نمونہ تھا وہاں دراصل اطاعت وفرمانبرداری کا باب بھی رقم کیا جا رہا تھا اور اس ایثار وقربانی اور اطاعت وفرمانبرداری کا آج کا یہ کارکن مستقبل کی اسلامی تحریکوں کے کارکنان کے لئے یہ زندہ وجاوید کردار چھوڑ رہا تھا کہ اگر قائدِ وقت اگر جانثاری وفداکاری کا مطالبہ کرے تو اس کے احکامات کی تعمیل اس طرح کرنی چاہئے جس طرح کہ تعمیلِ حکم کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔ پھر اس ایثار وقربانی اور اطاعت وفرمانبرداری کے اندر یہ پیغامات بھی پنہاں ہیں کہ ایسے ہی کارکن کل کے قائد ہوتے ہیں اور ایسے ہی کارکنان کسی عظیم انقلاب کا ذریعہ بنتے ہیں اور مستقبل ایسے لوگوں کا ہوتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۴۔ حضرتِ ابوبکرؓ کی شخصیت کا مزید نکھار اور اچھوتا کردار

ہجرتِ نبویؐ کے مرحلے کو کامیابی کے ساتھ سر کرنے کے عمل نے حضرتِ ابوبکرؓ صدیق کو مزید نکھار دیا آپؓ کا یہ اچھوتا کردار تا قیامِ قیامت زندہ وجاوید رہے گا۔ اصل میں سفرِ ہجرت کی منصوبہ بندی اور انتظامات کا نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے بنوا دیا تھا لیکن ہجرت کے نقشہ کار میں رنگ بھرنے اور اس کے انتظامات کو عملی جامہ پہنانے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں مالی ایثار نے حضرت ابوبکرؓ کو اوج ثریا تک پہنچا دیا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں جن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

["إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَ مَالِهِ أَبُو بَكْرٍ. وَ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ أَبَا بَكْرٍ. وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا. وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُه، لَا تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ. إِلَّا خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ وَفِي رِوَايَةٍ. لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا"]

(صحیح بخاری حدیث نمبر:467.36561_3904_3656_3657_6738 صحیح مسلم حدیث نمبر:6170 وجامع الترمذی:3660)

''بلاشبہ مجھ پر رفاقت اور مال خرچ کرنے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ احسانات ابوبکرؓ کے ہیں اور بخاری کی روایت میں ابوبکرؓ کی جگہ ابا بکرؓ کے الفاظ ہیں اور اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکرؓ کو خلیل بناتا البتہ (اس کے ساتھ) اسلامی اخوت اور مودت ہے، مسجد میں ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ (کوئی) کھڑکی باقی نہ رہنے دی جائے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں نے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

["لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنَّه أَخِي وَ صَاحِبِي، وَ قَدِ اتَّخَذَ اللهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا."]

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:6172تا6176 وجامع الترمذی:3655 وسنن ابن ماجہ:93)

''اگر میں نے کسی شخص کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا البتہ وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے رفیق کو (اپنا) خلیل بنایا ہے۔''

حضرتِ ابوبکرؓ نے ہجرت کے حوالے سے دو اونٹ خوب پالے اور ان کو موٹا تازہ کیا اور ان میں سے ایک اونٹ بطور ہدیہ آنحضرتؐ کو پیش کیا آپؐ نے وہ اونٹ قبول فرمایا مگر قیمتاً۔ آپ نے دوسرا کام یہ کیا کہ گھر کے ہر فرد کو ذہنی اور فکری طور پر ہجرت کی تیاریوں میں شامل کر دیا لہٰذا جہاں گھر کا ماحول ہجرت میں مددگار بن گیا وہاں سفری سامانِ خورد ونوش کا وافر مقدار میں ذخیرہ تیار کر دیا گیا کہ سفر کے ہر مرحلہ میں کام آئے پھر گھر کے ہر فرد کو راز کی حفاظت کا ایسا درس دیا کہ ابوجہل کے تشدد کے باوجود بھی راز افشا نہ کرایا جا سکا۔ پھر ذرا دیکھئے کہ اپنے خادمِ خاص حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ کو کیسی عمدہ ٹریننگ دی کہ وہ بکریوں کا تازہ ترین دودھ غارِ ثور تک کیسے پہنچاتے اور عبداللہ بن ابی بکرؓ کے روزمرہ کے مکہ سے غارِ ثور تک کے آمد ورفت کے نشاناتِ قدم کو کیسے مٹانے کا اہتمام کرتے اور پھر یہی عامر بن فُہیرہؓ ہی ہیں جو غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک لحہ بہ لحہ خدمت کے لئے ہر وقت موجود ہیں۔ پھر اپنے بیٹے عبداللہ کو ڈیوٹی سپرد کی ہے کہ وہ دن بھر اہل مکہ کے درمیان رہ کر ہجرت کے بعد کے ان کے عملی اقدامات کو رات کے وقت غارِ ثور پہنچ کر اہل مکہ کی سرگرمیوں کی رپورٹ دیں اور خبریں سنائیں اور پھر یہ کہ غارِ ثور کے اندر آپؐ کی خدمت وحفاظت کی ذمہ داری خود قبول کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور بیٹے عبداللہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ غار کے باہر سکیورٹی کے فرائض تم نے انجام دینے ہیں۔ یہاں تھوڑی سی دیر رک کر غارِ ثور کا مشاہدہ کیجئے کتنی بلند و بالا ہے یہ غار پانچ ہزار فٹ بلندی پر واقع۔ کتنی مشکل چڑھائی ہے اس غار کی اور کتنا ہولناک منظر ہو گا یہ۔ پھر رات کی تاریکی میں یہاں پہنچنا اور بسیرا کرنا ذرا تصور فرمائیں جہاں کوئی روشنی کا تصور تک نہیں مکہ سے پانچ میل دور یہ پر اسرار غار اپنے اندر ہمارے لئے کیا پیغام رکھتا ہے۔

قرآن مجید کو بغور پڑھئے کیا الفاظ ہیں قرآن کے اور کن الفاظ میں آنحضرت ﷺ تسلی دے رہے ہیں اپنے غار کے ساتھی کو۔ یہ غار کتنے بڑے بلند مرتبہ و مقام کا حامل ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ فرمایا ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ۹:۴۰)

''تم نے اگر نبیؐ کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا۔ اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور بینا ہے۔''

کتنی پر خطر ہے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی ڈیوٹی کہ وہ روزانہ رات کو گرم اور تازہ کھانا غارِ ثور تک پہنچانے پر مامور ہے کتنی عظیم ترین ہے یہ حکمتِ عملی جس نے آج کے انسان کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے اور اس وقت تو دشمن کے چشمِ تصور تک میں نہیں تھا انتظامات کی یہ چین ہے جس کو وہ چیک کر سکیں ایک دفعہ وہ گئے ضرور تھے غارِ ثور تک مگر ہر طرف (وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا) ''اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی کہ وہ تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ کے لشکر ہی لشکر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ لشکر فرشتے بھی ہیں اور اس کے علاوہ دوسری مخلوق بھی کیا آپ نے مکڑیوں کا وہ لشکر نہیں دیکھا جس نے آناً فاناً غارِ ثور کے منہ پر جالا تن دیا تھا۔ قریش جب اپنے قائف (کھوجی، سراغ رساں) کو لے کر غار پر پہنچے تو مکڑی کا تنا ہوا جالا دیکھ کر اپنے قائف کو جھوٹا اور غلط کہنے لگے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ جالا مدتوں پہلے بنا ہوا تھا۔ یا وہ بھی اللہ کے فرشتوں کا لشکر ہی تھا جس نے مشرکوں کی نگاہوں کو غار کے اندر جھانکنے سے پھیر دیا تھا۔

پھر حضرتِ ابوبکرؓ کا عبداللہ بن اریقط کو سفرِ ہجرت کی سواریاں سپرد کر دینا اور دوٹوک اس سے یہ طے کر لینا کہ ٹھیک تین روز بعد فلاں وقت سواریاں لے آنا۔ یہ ہدایت دینا غارِ ثور کے دہانے پر لانے کی ہدایت کرنا کتنا پر خطر تھا جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ وہ مسلمان نہیں کافر ہے اور وہ غارِ ثور سے مہاجرین کے اس قافلے کو لے کر چلا اور قبا تک پہنچا کر اپنا کردار مکمل کر دیا۔ اس سارے حسنِ انتظام پر حضرت ابوبکرؓ کو جس قدر دادِ تحسین پیش کیا جائے کم ہے اور اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حضرت اسماء حضرتِ عبداللہ اور حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ کا مثالی کردار

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ایک جرأت مند، بہادر، نڈر، بے باک اور صاحبِ علم وتقویٰ اور سیاسی بصیرت کی حامل صاحب کردار خاتون تھیں۔ آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا کہ جب اہل مکہ نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر چھاپہ مارا تو اس موقع پر ابوجہل نے حضرتِ اسماءؓ کو ایک زوردار تھپڑ مارا جس سے ان کی بالی گر کر اُدھر جا پڑی اور مشرکینِ مکہ نے بڑی سخت تفتیش کی کہ حضرتِ ابوبکرؓ کہاں ہیں لیکن حضرتِ اسماءؓ کی ذات پر اس کارروائی کا کوئی اثر نہ ہوا اور راز فاش نہ کیا بلکہ وہ مسلسل تین راتیں گھر سے کھانا پکا کر غارِ ثور تک رات کی تاریکی میں پہنچایا کرتی تھیں۔ یہ بات بھی آپ کے علم میں آچکی ہے کہ جب آپؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ غارِ ثور کے لئے روانہ ہونے لگے تو گھر میں کھانے وغیرہ کے لئے جو تھیلا تیار کیا گیا تھا تلاش بسیار کے باوجود اس کا کوئی بندھن نہ ملا تو بالآخر حضرتِ اسماءؓ نے اپنا پٹکا (کمر بند) کھولا اور دو حصوں میں چاک کر کے ایک میں توشہ لٹکا دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا۔''

یہ ان کا اعزاز تھا اور وہ بھی ایک نادر قسم کا کیونکہ یہ ایک ایسا عمل تھا جس کے ذریعے بلا تاخیر تھیلا کا منہ باندھ کر دے دیا تاکہ روانگی میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ ہونے پائے۔ لیکن حجاج اپنے دورِ حکومت میں حضرتِ عبداللہ بن زبیرؓ کو بطور طعنہ کہا کرتا تھا کہ ''دو کمر بند والی کا بیٹا'' جب حجاج نے حضرتِ عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے اقتدار کے نشے میں ظالمانہ انداز میں قتل کرا کر (مدینہ کی گھاٹی جو مکہ کی راہ پر تھی) سولی پر لٹکائے رکھا تو ایک مرحلہ پر حجاج نے ان کی والدہ حضرتِ اسماءؓ کو اپنے پاس بلایا تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ حجاج نے پھر پیغام بھیجا اور کہا کہ تم آتی ہو تو آؤ ورنہ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمہارا چونڈا پکڑ کر تمہیں میرے پاس لائے گا۔ حضرتِ اسماءؓ نے اتنی بڑی دھمکی کے باوجود بھی حجاج کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک میرے پاس اس کو نہ بھیجے جو میرے بال کھینچتا ہوا مجھے تیرے پاس لے جائے۔ بالآخر حجاج نے کہا میرے جوتے لاؤ اور جوتے پہن کر اکڑتا ہوا چلا یہاں تک کہ حضرت اسماءؓ کے پاس پہنچا۔

حضرتِ اسماءؓ کا جو مکالمہ حجاج کے ساتھ ہوا وہ تاریخی بھی ہے اور ہر دور میں تحریکات اسلامی کے مرد وخواتین کی بنیادی ضرورت بھی ہے۔ میں یہاں وہ مکالمہ اس لئے درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ نوعمر خاتون جس نے ابوجہل اور قریشِ مکہ کا ظلم برداشت کیا اور اس کے پایۂ استقلال میں جنبش تک نہ آئی آج بڑھاپے میں جب بیٹے کو سولی پر چڑھانے والا حکمران بار بار بلاتا ہے انکار پر وہ خود گھر چل کر آیا ہے ایک صنفِ نازک نے اس کو کیا منہ توڑ جواب دیا کہ وہ منہ کی کھا کر واپس جانے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہر دور میں جابر وظالم حکمرانوں نے آنا ہے تو اس دور میں غلبۂ اسلام کی تحریکوں کے علمبرداروں کو کیا کردار ادا کرنا ہو گا وہ اس مکالمہ میں ملاحظہ کیجئے۔ حجاج نے آتے ہی کہا کہ:

["كَيْفَ رَأَيْتِنِي صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللهِ؟۔"]

تم نے دیکھا کہ اللہ کی قسم! میں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرتِ اسماءؓ نے حجاج کو جواباً کہا کہ

["رَاَیْتُكَ اَفْسَدْتَ عَلَیْهِ دُنْیَاهُ وَاَفْسَدَ عَلَیْكَ آخِرَتَكَ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تَقُوْلُ لَهٗ یَاابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ اَنَاوَاللهِ ذَاتُ النِّطَاقَیْنِ اَمَّااَحَدُهُمَافَكُنْتُ اَرْفَعُ بِهٖ طَعَامَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَطَعَامَ اَبِیْ بَكْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ وَاَمَّاالْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ لَاتَسْتَغْنِیْ عَنْهُ مَااِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَدَّثَنَا اَنَّ فِیْ ثَقِیْفٍ كَذَّابًا وَمُبِیْرًا فَاَمَّاالْكَذَّابُ فَرَاَیْنَاهُ وَاَمَّاالْمُبِیْرُ فَلَا اِخَالُكَ اِلَّا اِیَّاهُ قَالَ :فَقَامَ عَنْهَا وَلَمْ یُرَاجِعْهَا ."](صحیح مسلم : ج:۲،حدیث نمبر:۶۴۹۶)

(ا)''۔ میں نے دیکھا کہ تو نے عبداللہ بن زبیر کی دنیا بگاڑ دی اور اس نے تیری آخرت بگاڑ دی۔'' (معاً بعد پورے تسلسل سے حضرتِ اسمائؓ نے حجاج سے سوالیہ انداز میں کہا:) (۲) میں نے سنا ہے کہ تو عبداللہ بن زبیرؓ کو کہتا تھا کہ''دو کمر بند والی کا بیٹا ہے۔ بے شک اللہ کی قسم! میں دو کمر بند والی ہوں۔ایک کمر بند میں تو رسول اللہ ﷺ اور حضرتِ ابوبکرؓ صدیق کا کھانا اُٹھاتی تھی کہ جانور اس کو کھانہ لیں اور دوسرا کمر بند وہ تھا جو عورت کو درکار ہے (حضرت اسماءؓ نے اپنے کمر بند کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر لئے تھے ایک سے تو کمر باندھی تھی اور دوسرے کا آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے لئے توشہ دان باندھا تھا تو یہ حضرتِ اسماءؓ کی فضیلت تھی جو حجاج عیب سمجھتا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ذلیل کرنے کے لئے دو کمر بند والی کا بیٹا کہتا تھا) اس کے بعد پوری جرأت مندی اور بہادری کے ساتھ حضرت اسماءؓ نے حجاج سے کہا کہ (۳) تو خبردار رہ کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ''ثقیف میں ایک جھوٹا پیدا ہوگا اور ایک ہلاکو۔جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا اور ہلاکو میں تیرے سوا کسی کو نہیں سمجھتی۔یہ سن کر حجاج (واپس جانے کے لئے) کھڑا ہوا اور حضرتِ اسماءؓ کو کچھ جواب نہ دیا۔''

اے حضرتِ اسماءؓ آج ہم تیری جرأتوں کو سلام پیش کرتے ہیں، تیری عزتوں اور عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ آنے والے ہر دور میں مسلم معاشرے کے ہر فرد مرد و عورت کو اللہ تعالیٰ آپ جیسا ولولہ وجذبہ عطا کرے صبر و استقامت کی دولت سے نوازے اور جرأت، بہادری اور حق گوئی و بیباکی کی داستانیں رقم کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

تاریخ اسلام میں حضرتِ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کا ایک کردار سنہری حروف میں لکھا ہوا ملتا ہے جو ہجرتِ نبویؐ کے بعد پیش آیا اور وہ یہ کہ حضرتِ ابوبکرؓ کے والد حضرتِ ابوقحافہؓ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔حضرتِ ابوبکرؓ جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کے لئے نکلے تو حضرتِ اسماءؓ کا بیان ہے میرے دادا حضرتِ ابوقحافہ گھر تشریف لائے اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی، انہوں نے کہا: واللہ میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکرؓ نے اپنا مال ساتھ لے جا کر تمہیں دُکھ دیا ہے (سیرت ابن ہشام نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے حضرتِ اسماءؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرتِ ابوبکرؓ جاتے وقت گھر سے پانچ یا چھ ہزار درہم لے گئے تھے''بلاذری کی روایت کے مطابق جب حضرتِ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے'' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غلبۂ اسلام کے لئے حضرتِ ابوبکرؓ ہجرت سے پہلے چونتیس پینتیس ہزار درہم تو پہلے خرچ کر چکے تھے اب ہجرت کرتے وقت جو بقایا پونجی پانچ، چھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار درہم تھے وہ بھی ساتھ لے گئے) حضرتِ اسماءؓ نے فوراً کہا:

''ابا جان! ایسا نہیں۔ وہ ہمارے لئے بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں'' وہ بیان کرتی ہیں کہ: میں نے بہت سے پتھر لئے اور انہیں گھر کے ایک طاق میں رکھا جس میں میرے والد مال رکھا کرتے تھے۔ اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور ان (دادا ابو) کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ابا جان! آپ اپنا ہاتھ اس مال پر رکھئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا'': جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گیا ہے تو کچھ ڈر کی بات نہیں، اس نے اچھا کیا، بس یہ تمہارے لئے کافی ہے۔'' (سیرت ابن ہشام: ج:۱: ص:۸ ۵۳ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

حضرتِ عبداللہ بن ابوبکرؓ کے کردار کا بھی تذکرہ آپ نے پڑھا لیکن آج کے نوجوان کارکنانِ تحریک اسلامی کے لئے جس پہلو سے اس پر غور و خوض کی ضرورت ہے وہ پہلو یہ ہیں کہ

۱۔ جب رسول اکرم ﷺ غارِ ثور میں پہنچ گئے اور بعض روایات کے مطابق آپؐ کا غارِ ثور کی چڑھائی چڑھنا نہایت ہی دشوار گزار تھا کیونکہ جبل ثور نہایت بلند اور پر پیچ اور مشکل ترین چڑھائی والا پہاڑ ہے یہاں پتھر بھی بکثرت تھے جن سے رسول اکرم ﷺ کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور یہ بھی بعض روایات میں آیا ہے کہ آپؐ نشانِ قدم چھپانے کے لئے پنجوں کے بل چل رہے تھے، اس لئے آپؐ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔

(رحمۃ اللعالمین: ج:۱: ص:۹۵ مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ: ص:۱۷۶)

اس دشوار گزار پہاڑ پر مسلسل تین روز آنا اور جانا ذرا چشم تصور میں لایئے بخاری کے الفاظ ہیں۔

[''يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكْتَادَانِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذَالِكَ حِيْنَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ''] (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۶)

''حضرتِ عبداللہ بن ابی بکرؓ رات وہیں (غارِ ثور پر) جا کر گزارتے تھے۔ یہ نوجوان بہت سمجھ دار تھے اور بے حد ذہین تھے۔ سحر کے وقت وہاں (غار) سے نکل آتے اور صبح سویرے ہی مکہ پہنچ جاتے جیسے وہیں رات گزری ہو۔ پھر جو کچھ یہاں سنتے اور جس کے ذریعہ ان حضرات (آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ) کے خلاف کاروائی کے لئے کوئی تدبیر کی جاتی تو اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات یہاں (غار میں) آ کر پہنچاتے۔''

اِن الفاظ کو بار بار پڑھئے اور تحت السطور جو پیغامات ہیں ان کا ادراک کیجئے۔ دیکھئے عظیم باپ کا عظیم بیٹا ہے یہ جو روزانہ شام کو غارِ ثور کے دہانے پر پہنچ کر آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ کو تازہ ترین خبریں پہنچاتا ہے جیسا کہ کسی خبر رساں ایجنسی کا نمائندہ خبریں بہم پہنچاتا ہے اور علی الصبح یہ نوجوان مکہ میں واپس پہنچ کر اہل مکہ کو یہ باور کرانے میں کامیاب نظر آتا ہے کہ گویا رات یہاں گھر میں گزاری ہے یہ مستعد اور چاک و چوبند نوجوان دراصل خبروں کے پہنچانے کے علاوہ غارِ ثور پر پہرہ دینے کا فریضہ بھی انجام دے رہا ہوتا ہے اور ایک محافظ کے علاوہ مکہ سے غارِ ثور اور غارِ ثور سے مکہ تک صبح و شام کی اہل مکہ کی سرگرمیوں پر نظر بھی رکھے ہوئے ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرتِ عبداللہ بن ابی بکرؓ دن بھر اہل مکہ کے اندر رہ کر مشرکینِ مکہ کی سرگرمیوں کو نوٹ بھی کرتا رہتا ہے گویا انٹیلی جنس کا بیدار اور سمجھدار اور ذہین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان بھی ہے جو بڑی حکمت سے سب کچھ محفوظ کر لیتا ہے۔یعنی بیک وقت محافظ بھی ہے، پہرے دار بھی، مخبر بھی ہے اور انٹیلی جنس کا رکن بھی۔سلام ہو حضرتِ عبداللہ بن ابوبکرؓ پر جنہوں نے اپنی جوانی کی صلاحیتوں اور اپنی ذہانت وفطانت کو غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے لئے وقف کر دیا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر تین شب و روز مکہ مکرمہ اور غار ثور میں گزارے اور آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی حفاظت کی اور لمحہ بہ لمحہ خبروں سے باخبر رکھا۔

حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ جو حضرتِ ابوبکرؓ کے تربیت یافتہ لوگوں میں سے ایک تھے کا کردار بھی بڑا انوکھا اور زرین ہے صحیح بخاری کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

["وَيَرْعٰى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيفِهِمَا حَتّٰى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ."]

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر:۳۹۰۶)

"حضرتِ ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فُہیرہؓ آپ ہر دو (آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ) کے لئے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو اسے غار میں لاتے تھے۔آپ اسی پر رات گزارتے، اس دودھ کو گرم لوہے کے ذریعے گرم کر لیا جاتا تھا۔صبح منہ اندھیرے ہی عامر بن فُہیرہؓ غار سے نکل آتے تھے ان تین راتوں میں روزانہ کا ان کا یہی دستور تھا۔" نیز علی الصبح حضرتِ عبداللہ بن ابی بکرؓ کی روزانہ غار ثور سے روانگی کے بعد حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ انہیں کے نقشِ قدم پر بکریاں ہانکتے تاکہ نشاناتِ قدم مٹ جائیں۔"

(سیرت ابن ہشام: ج:۱: ص:۵۳۶)

اس حسنِ انتظام پر غور کریں کہ مغرب اندھیرے حضرتِ اسماءؓ کھانا پہنچاتیں اور عشاء کے بعد حضرت عبداللہ غار ثور پہنچتے لگ بھگ اسی وقت حضرت عامر بن فہیرہ بکریوں کے ساتھ غار ثور پہنچتے اور دودھ دوہ کر آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ کو پیش کرتے، ان کا قیام بھی غار ثور پر ہوتا اور صبح حضرتِ عبداللہ بن ابی بکرؓ کی مکہ روانگی کے بعد یہ یہاں سے بکریاں ہانکتے کہ حضرتِ اسماءؓ اور حضرتِ عبداللہؓ کے نشاناتِ قدم مٹاتے ہوئے مکہ چلے جاتے اور اس طرح تینوں شب ان کا یہی معمول رہا۔

بظاہر کتنی سادگی اور معصومیت ہے حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ کے اس عمل میں اور اس کے پس منظر میں کتنی عظیم منصوبہ بندی ہے جس کا ادراک مشرکینِ مکہ نہ کر سکے اور آج ہم عامر بن فہیرہ کے اس کردار پر دادِ تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے منصوبہ ہجرت میں اپنے مفوضہ ہدف کو پورے خلوص، ذمہ داری اور بردباری کے ساتھ انجام دیا اور اس پر مستزاد یہ کہ سفرِ ہجرت میں آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ کے ساتھ رفاقت کا شرف حاصل کیا۔

عبداللہ بن اُریقط لیثی کا بھی، ہجرت کے عمل میں بڑا اہم کردار ہے۔یہ ہجرت کے وقت کافر تھے مگر نہایت قابل اعتماد تھے۔چونکہ عبداللہ بن اُریقط صحرائی اور بیابانی راستوں کے بڑے ماہر تھے۔حضرتِ ابوبکرؓ نے مکہ سے مدینہ تک ہجرت کے راستے کی رہنمائی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے عبداللہ بن اُریقط کا انتخاب کیا اور آنحضرت ﷺ نے اس انتخاب کی توثیق فرمائی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

["وَاسْتَأْجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ حِلْفًا فِيْ آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَاهُ إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ الدَّلِيْلُ، فَأَخَذَ بِهِمْ طَرِيْقَ السَّوَاحِلِ."] (صحیح بخاری کتاب المناقب الانصار۔ حدیث نمبر ۳۹۰۵ کا آخری حصہ)

"آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ نے بنی الدیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ آلِ عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفارِ قریش کے دین پر قائم تھا۔ ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا تھا اور اپنے دونوں اونٹ اس کے حوالے کر دیئے تھے۔ قرار یہ پایا تھا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غارِ ثور میں ان سے ملاقات کرے۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹ لے کر (حسبِ وعدہ غارِ ثور) آ گیا۔ اب عامر بن فُہیرہؓ اور یہ (عبداللہ بن اُریقط لیثی) راستہ بتانے والا ان حضرات کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے ساحل کے راستہ سے ہوتے ہوئے۔"

عبداللہ بن اُریقط نے غار سے جب آنحضرتؐ اور حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عامر بن فُہیرہؓ کو تیسری رات کی صبح کو لیا تو اس وقت تک مشرکینِ مکہ کی تگ و دو ماند پڑ گئی تھی اور وہ مایوس ہو کر گھروں کو واپس آ گئے تھے اور ان کا گمان تھا کہ آپؐ مکہ کی حدود سے باہر جا چکے ہیں تب غار سے یہ قافلہ روانہ ہوا۔

راستے کے اس رہبر نے سب سے پہلے یمن کے رخ پر اس مختصر سے قافلے کو چلایا اور جنوب کی سمت خوب دور تک لے گیا۔ پھر پچھم کی طرف مڑا اور ساحلِ سمندر کا رخ کیا؛ پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مڑ گیا۔ یہ راستہ ساحلِ بحرِ احمر کے قریب ہی تھا اور اس پر شاذ و نادر ہی کوئی چلتا تھا...... اس طرح وہ آپ ﷺ کو قبا لایا۔"

(سیرت ابن ہشام: ج:۱: ص: ۵۴۰-۵۴۱)

عبداللہ بن اُریقط لیثی جو ہجرتِ نبوی کے وقت کفر پر قائم تھا۔ اس سفر میں رہبری کا فریضہ جس حسن و خوبی سے انجام دیا وہ تاریخ کا ایک زرین باب ہے ہم اس کے اس کردار کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس سے قبل حضرت ام سلمہؓ کو حالتِ کفر میں ہجرت کے عمل میں مدد دینے والے حضرتِ عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ کو خراج عقیدت و تحسین پیش کر چکے ہیں اسی طرح رہبرِ سفر عبداللہ بن اریقط کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں جس کمال حکمت و دانائی کے ساتھ اور مشقت سے پر پیچ راستوں کو اختیار کر کے آپؐ کو مکہ سے قُباء تک پہنچایا۔

سراقہ، ام معبد اور بُریدہ اسلمی کو بھی سلام

ہم سراقہ بن مالک بن جعشم اور ام معبد اور بریدہ اسلمی کا تذکرہ رودادِ سفرِ ہجرت میں کر آئے ہیں لیکن پھر ایک مرتبہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر ضروری ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم نے سفرِ ہجرت میں آپؐ سے امان نامہ لکھوایا تھا۔ پھر ایک موقع پر آپؐ نے سراقہ کو ایک اور اعزاز (وہ دن کیسا ہو گا جس دن تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے) بخشا پھر حضرتِ عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؐ کی پیش گوئی کے مطابق کسریٰ کے کنگن انہیں پہنا دیئے۔ اس لئے یہ ایک تاریخی شخصیت ہیں جن کو آپؐ نے عالمی انقلاب کی خوشخبری دی تھی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی اپنی اپنی جگہ پر اس کا تذکرہ آئے گا۔ یہاں ہم سراقہ کو اس بات پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ جو عہد تم نے آنحضرت ﷺ سے باندھا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ سراقہ کہتے ہیں کہ "مجھ سے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ"۔ اَخْفِ عَنَّا" ہمارے متعلق رازداری سے کام لینا۔" (صحیح بخاری حدیث نمبر: ۳۹۰۶)

چنانچہ آپؐ کے اس حکم کی کماحقہٗ تعمیل کی۔ سلام ہو تجھ پر اے سراقہ لاکھوں سلام۔ سراقہ نے بالکل بجا (اپنے واقعہ سے یہ) نتیجہ اخذ کیا کہ آج چھپ چھپا کر جانے والا غالب ہو کر رہے گا اور وہ غالب ہوا۔ حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم واپس چلا گیا تو دیکھا لوگ آپؐ کی تلاش میں سرگرداں ہیں سراقہ نے ان کو کہا کہ ادھر تو میں کھوج، تلاش کا عمل مکمل کر چکا ہوں۔ یہاں تمہارا جو کام تھا وہ ہو چکا اور وہ اس طرح لوگوں کو واپس لے گیا۔ (زاد المعاد: ج: ۲: ص: ۵۳)

ہم یہاں اُمِ معبد خزاعیہ کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتے جس نے قحط سالی کے باوجود اعلیٰ ظرفی اور کھلے دل سے آپ کا استقبال کیا خصوصاً آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک جس اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا جب اور جہاں جو شخص پڑھے گا تا قیامت اس کو خراجِ عقیدت و تحسین ضرور پیش کرتا رہے گا۔ بیہقی اور ابن سعد کے بیان کے مطابق ابو معبد اور ام معبد مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔"

حضرت بریدہ اسلمی اپنی قوم کے سردار تھے۔ انعام کے لالچ میں نکلے لیکن جب آنحضرت ﷺ سے سامنا ہوا تو نقد دل دے بیٹھے اور پھر جن الفاظ سے آپ کا استقبال کیا وہ تاریخ کا ایک سنہری باب بن گیا۔ بریدہ اسلمیؓ نے آپؐ کو خوش آمدید کہنے کے لئے جن الفاظ کا انتخاب کیا وہ دلالت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عالمی قائد کی حیثیت سے آپ کا استقبال کیا۔ پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی جس کا پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ: "بس یہ امن کا بادشاہ اور صلح کا حامی، دنیا کو عدالت و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔ قبا میں چودہ دن پڑاؤ کرنے کے بعد مدینہ کی طرف چلا اور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔"

قبا اور مدینہ کے عوام و خواص کا پر جوش و پرتپاک استقبال

بخاری کی حدیث کے حوالے سے ہم سرسری تذکرہ کر چکے ہیں۔ یہاں نسبتاً تفصیل سے اس کا ذکر مناسب رہے گا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف میں شور بلند ہوا اور تکبیر سنی گئی قباء کے رہنے والے مسلمان آپؐ کی آمد کی خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ پھر آپؐ سے مل کر تحیۂ نبوت پیش کیا اور گرد و پیش سے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اس وقت آپؐ پر سکینت چھائی ہوئی تھی اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿٤﴾ (التحریم ۶۶:۴)

اللہ اس کا مولیٰ ہے اور اس کے بعد جبریل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔

آپ کے استقبال کے لیے اہل قبا تو نکلے ہی تھے۔ مدینہ منورہ میں بھی یہ خبر پہنچ گئی تو اہل مدینہ بھی آپؐ کے استقبال اور دیدار کے لیے یہاں قبا پہنچ گئے۔ یہ ایک تاریخی دن تھا جس کی نظیر سرزمین مدینہ نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ آج یہود مدینہ نے بھی حبقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب سمجھ لیا تھا کہ:

''اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔''

(بائبل کتاب حبقوق: ۳:۹)

آنحضرت ﷺ نے قبا میں کلثوم بن ہدم کے گھر قیام فرمایا۔ حضرت علیؓ بھی مکہ مکرمہ میں اپنے مفوضہ امور انجام دینے کے بعد پیدل مکہ سے چلے اور قبا میں رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ (زادالمعاد: ۲: ۵۴ سیرت ابن ہشام ج ۱: ۴۹۳)

قبا پہنچ کر آپؐ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ''مسجد قبا'' کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپؐ کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی پھر آپ بحکم الٰہی جمعہ کے دن مدینہ جانے کے لئے سوار ہوئے حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے ردیف تھے۔ آپؐ نے بنوالنجار کو جو آپؐ کے ماموؤں کا قبیلہ تھا اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلواریں حمائل کئے حاضر تھے۔ آپؐ نے ان کی معیت میں مدینہ کا رخ کیا۔ بنوسالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہوگیا۔ آپؐ نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے۔ نماز جمعہ میں کل ایک سو آدمی تھے۔

(الرحیق المختوم: ص: ۲۴۰ بحوالہ بخاری ج ۱: ۵۵۵، ۵۶۰۔ زادالمعاد: ۲: ۵۵۔ ابن ہشام: ۱: ۴۹۴۔ رحمۃ للعالمین۔ ج ۱: ۱۰۲)

مدینہ منورہ میں آپؐ کی تشریف آوری

نماز جمعہ کے بعد آنحضرتؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب کی بجائے ''مدینۃ الرسول'' ﷺ پڑ گیا۔ یعنی شہر رسول ﷺ جسے مختصراً ''مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت تابناک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس وتحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچ کر حرہ کے مقام پر اتر گئے اکابر انصار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کو سلام کیا اور عرض کیا، آپ سوار ہو جائیں آپؐ کی حفاظت اور فرمانبرداری کی جائے گی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سوار ہو گئے اور ہتھیار بند انصار نے آپ دونوں کو حلقہ میں لے لیا اتنے میں مدینہ میں بھی سب کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔ سب لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے بلندی پر چڑھ گئے اور کہنے لگے اللہ کے نبی آ گئے، اللہ کے نبی آ گئے......

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر ۳۹۱۱)

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگوں کو جتنی خوشی اور مسرت آپؐ کی تشریف آوری سے ہوئی میں نے کبھی انہیں کسی بات پر اس قدر خوش نہیں دیکھا۔ لونڈیاں بھی خوشی میں کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار حدیث نمبر ۳۹۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جوش پرتپاک استقبال کی صورتحال یہ تھی کہ انصار کی بچیاں یہ گیت گا کر استقبال میں شرکت کا احساس دلا رہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

انصار اگرچہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن آرزو تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ انصار کے جس مکان یا محلے سے گزرتے وہاں کے لوگ آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرش راہ ہیں تشریف لایئے! مگر آپ فرماتے کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبویؐ ہے لیکن آپؐ نیچے نہیں اترے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپؐ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپ کے ننھیال والوں یعنی بنو النجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے بس توفیق الٰہی تھی کیونکہ آپ ننھیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو النجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے آنحضرتؐ سے عرض معروض شروع کی لیکن حضرت ابو ایوب انصاری نے لپک کر کجاوہ اٹھا لیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف حضرت اسعد بن زرارہؓ نے آ کر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ چنانچہ یہ اونٹنی انہیں کے پاس رہی۔'' (بخاری کے حوالے سے ایک حدیث اس کی تائید میں اوپر گزر چکی ہے۔)......

(زاد المعاد ج۔۲۔ص۔۵۵ رحمۃ للعالمین ج۔ا۔ص۔۱۰۶)

''چند دن بعد آپؐ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سودہؓ اور آپؐ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اور حضرت اسامہؓ اور حضرت ام ایمن بھی آ گئیں۔ ان سب کو حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ آل ابی بکرؓ کے ساتھ جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں لے کر آئے تھے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی حضرت زینب حضرت ابو العاصؓ کے پاس رہ گئیں، انہوں نے آنے نہیں دیا، اور وہ جنگ بدر کے بعد تشریف لا سکیں۔ (زاد المعاد ج۔۲۔ص۵۵)

سفر ہجرت اور انتظامات ربانی

آنحضرت ﷺ کی ہجرت کا مرحلہ مکمل ہو گیا۔ اول تا آخر جتنے کردار اس میں نظر آتے ہیں۔ ہم نے ان سب کو کسی نہ کسی طرح خراج عقیدت و تحسین پیش کیا ہے لیکن یہ حقیت اپنی جگہ اٹل ہے کہ اتنا بڑا مرحلہ محض اللہ رب العالمین کی رحمت اور مہربانی سے سر ہوا اور ہر مرحلہ اور ہر جگہ اور ہر آن رحمت خداوندی شامل حال نہ ہوتی تو ہجرت کا عمل قطعاً پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اگر یہ کہا جائے کہ سفر ہجرت دراصل انتظامات ربانی کا منصوبہ تھا جس کی تکمیل کے لئے اس نے اپنے کن کن لشکروں کو کیسے استعمال کیا یہ بھی ایک سربستہ راز ہے جو قیامت کے دن کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ (التوبہ۹:۴۰)

''تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں اللہ ان کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔''

ان الفاظ پر بار بار غور کریں (وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا) کچھ لشکر تو وہ ہیں جو نظر آ رہے تھے کہ وہ ہجرت نبوی کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں لیکن ان کو کون ساتھ چلنے چلانے پر آمادہ اور مجبور کر رہا تھا۔ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہی تھے جو کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ آپ ہجرت کے ہر مرحلے اور ہر عمل پر غور کریں اور دیکھیں کہ یہ لشکر خداوندی کس طرح انتظامات ربانی کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ چند مراحل ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کا گھیراؤ ہو چکا تھا۔ بارہ مسلح افراد کا دستہ قاتلانہ حملہ کے لیے چاق و چوبند تیار کھڑا تھا۔ بس وقت مقررہ کا انتظار تھا کہ یکبارگی حملہ کر کے آپ کا کام تمام کر دینے کا عزم بالجزم تھا۔ اس کے باوجود آپ طے شدہ وقت پر اپنے گھر سے نکلے مسلح دستے کے ہر فرد کے سر پر مٹی ڈالی اور وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے گھر چلے پھر وہاں سے غار ثور تک پہنچے۔ یہ کیسے ممکن ہوا بس یہ اللہ کے ان لشکروں کی مدد سے ہوا جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت کے لئے مامور کیا تھا۔

۲۔ غار جبل ثور کے اوپر واقع ہے اور یہ پہاڑ پانچ ہزار فٹ بلند و بالا ہے اور اس کی چڑھائی بہت پر پیچ ہے اور اس پر چڑھنا نہایت ہی مشکل ہے۔ ذرا تصور فرمائیں کہ جب اس غار کے منہ پر دشمن پہنچ گئے تھے اور کھوج لگانے والے اس غار کو اندر سے جا کر دیکھنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اس اثنا میں سربرآوردہ شخصیات نے منع کرتے ہوئے کہا کہ اندر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ غار پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے جو بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ بس یہ بھی اللہ کا لشکر ہی تھا جس نے مشرکوں کی نگاہوں کو غار کے اندر جھانکنے سے پھیر دیا تھا۔

۳۔ آنحضرت ﷺ تین پوری راتیں غار میں رہے۔ حضرت اسماءؓ، حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ کا مسلسل آنا، جانا لگا رہا اور کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی اور یہ لوگ اپنے فرائض پوری سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے رہے یہاں تک کہ عبد اللہ بن اُریقط دو اونٹوں سمیت غار ثور پر کھڑے ہوئے اور آپؐ غار سے نکلے اور مع رفقاء مدینہ طیبہ کے لئے چلے مکہ مکرمہ کی حدود میں کسی کی نظر آپؐ اور ساتھیوں میں سے کسی پر نہ پڑی اور اس طرح ام معبد کے ہاں ضیافت سے لطف اندوز ہونے کے بعد روانہ ہو چکے تو اہل مکہ کو کسی نے خبر پہنچائی کہ آپؐ مع رفقا ام معبد کے خیمہ کو بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ ان مشکل ترین حالات میں کون آپؐ کی حفاظت کر رہا تھا؟ بس ان سب مراحل میں بھی نادیدہ لشکر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معمور تھے وہ آپؐ کی مع رفقاء حفاظت کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

۴۔ سراقہؓ بن مالک بن جعشم، اور بریدہ اسلمیؓ نے آنحضرت ﷺ کو پالیا تھا۔ دو سو اونٹوں کا دونوں کو لالچ تھا۔ لیکن سراقہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھوڑے کو کس ذات نے زمین میں دھنسا دیا اور اسے تحریری امان نامہ مانگنا پڑا کہ کل کلاں جب آپؐ دنیا پر غالب آئیں تو یہ امان نامہ دکھا کر آپؐ تک رسائی حاصل کر سکوں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ دیا یوں سراقہ واپس چلا گیا اور حضرت بریدہؓ اسلمی تو آپؐ سے ہمکلام ہوتے ہی اسلام کا اعلان کرتے ہوئے آپؐ کو امن کا بادشاہ، دنیا کا عادل و منصف حاکم تسلیم کر کے اپنی پگڑی نیزے کے ساتھ باندھ کر اس کو لہراتے ہوئے اپنے ستر دوستوں سمیت اسلام کا اعلان کیا۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے ان لشکروں کے ذریعے کیا جو لشکر انسانی دسترس سے باہر ہیں۔

۵۔ پھر قبا اور مدینہ منورہ کے عوام و خواص کے دلوں میں کس نے محبت ڈال دی کہ سب نے آپؐ کا استقبال کیا اور محبت میں سرشار ترانے اور نغمے گائے اور آپؐ کو حکمران سلطنت ہی نہیں مانا بلکہ غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان کیا۔ غور کیجئے وہ ناقہؐ بے نکیل جس نے آپؐ کو قبا سے اٹھایا اور وہاں جا کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبوی ہے۔ آپؐ کا یہ ارشاد کہ ''اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔'' کا کیا مطلب ہے کہ یہ اونٹنی بھی اللہ کے لشکروں کے اشارے پر چلے گی جو لشکر اللہ کی طرف سے مامور ہیں۔ غرض سفر ہجرت کے جملہ انتظامات منصوبہ ربانی تھا جو اللہ نے اپنے غیر مرئی لشکروں سے مکمل کرایا۔ تیرہ سالہ مکی دور کے ختم ہوتے ہی آنحضرت ﷺ کے مدنی دور کا آغاز مدینہ کی اسلامی ریاست جو چند گھرانوں پر مشتمل تھی کی حکمرانی سے ہوا۔ تاہم آگے بڑھنے سے پہلے ہجرت کا ایک عظیم پہلو جو تاریخ اسلام سے متعلق ہے کو بیان کرنا بھی اس موضوع کی اہم ضرورت ہے۔ آیئے مختصراً دیکھتے ہیں کہ اسلامی سن اور تاریخ کا آغاز کیونکر اور کس تناظر میں ہوا۔

غلبہ اسلام اور سنہ ہجری

تاریخ اسلام میں ہجرت ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے کیونکہ پہلی محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے اور اس کی بنیاد عظیم واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ ذوالحجہ کا آخری دن ختم ہوتے ہی یکم محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کر دیتا ہے۔ یہ دراصل فتح مدینہ کی یادگار ہے جسے تلواروں کی چمک سے فتح نہیں کیا گیا تھا بلکہ سرور کائنات آنحضرت ﷺ نے اپنی ہجرت کے ذریعے فتح کیا تھا۔ جس کی شہادت قرآن نے بایں الفاظ دی ہے کہ

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ ۹۔۴۰)

''تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں اللہ ان کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوتم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔''

یہ ہجرت جس کے نتیجے میں اسلام نے جڑ پکڑی اور پھر بالتدریج وہ تناور درخت بن گیا جسکی شاخیں مغرب و مشرق اور شمال و جنوب تک پھیل گئیں اور اس کی چھاؤں میں دنیائے انسانیت کو سکھ کا سانس نصیب ہوا اللہ تعالیٰ نے جس کی تصویر کشی یوں کی ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ۧ﴾ (الفتح ۴۸۔۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے انکی صفت توارۃ میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے سے جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

عرب قمری تقویم سے مانوس اور وابستہ تھا تاہم اس میں کچھ خرابیاں بھی در آئیں تھیں قرآن نے اس کو یوں بیان کیا کہ:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (التوبۃ ۔۹۔۳۶)

''حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے، اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔ یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو، اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو۔ جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔''

وقت کی پیمائش کا قدرتی طریقہ قمری تقویم ہے یعنی ایک ماہ کی مدت ایک ہلال سے لے کر اگلے ہلال کی رویت ہے اور مدت بھی تیس دن ہوتی ہے اور کبھی انتیس اور نہ انتیس دن سے کم ہو سکتی ہے اور نہ تیس سے زیادہ۔ ایسے جب بارہ ماہ گزر جائیں تو ایک قمری سال مکمل ہو جاتا ہے جو کبھی ۳۵۴ کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۵۵ دن کا۔ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ کیونکہ بارہ مہینے گزرنے پر تقریباً ویسا ہی موسم آجاتا ہے جیسا کہ ایک سال پہلے تھا۔ سن ہجری کا آغاز حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہجرت نبوی کے بعد سولہویں سال میں ہوا۔ زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: شعبان سے مقصود کون سا شعبان ہے؟ اس سال کا شعبان یا آئندہ برس کا شعبان۔ پھر آپ نے سربرآوردہ صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے کہا: اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ بروقت ختم نہیں ہو جاتا لہٰذا ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہو سکیں۔''

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس یمن سے ایک عامل آیا اس نے کہا کہ لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے، اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی۔ اس پر حضرت عمرؓ اور لوگوں کو اس معاملے کا خیال ہوا۔ پہلے انہوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت سنہ کا حساب شروع کر دیں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں ایک رائے یہ قرار پائی کہ ہجرت سے سنہ کا آغاز کیا جائے۔

ان روایات کی مزید تشریح ان روایات سے ہوتی ہے جو طبری نے نقل کی ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

[ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمر ﷺ انه تاتینا منك لیس لها تاریخ وقد کان عمر ﷺ دون الدواوین ووضع الاخرجة واحتاج الی تاریخ ولم التاریخات القدیمة مجمع علیه عند ذالك واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبداء من الهجرة۔"]

''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ کی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کر دیے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے اور اس سے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لیے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انہیں اختیار کریں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرت کے واقعہ کو بنیاد قرار دے کر سنہ ہجری کو اختیار کیا جائے۔'' ابو ہلال عسکری ''الاوائل'' اور مقریزی نے تاریخ میں حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علیؓ نے (بھی) دی تھی وہ کہتے ہیں کہ '' جَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فَسَأَلَهُمْ مِنْ أَيِّ يَوْمٍ يَكْتُبُ التَّارِيْخَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ طَالِبٍ مِنْ يَوْمٍ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ مَكَّةَ فَفَعَلَهُ عُمَرُ ''۔ (کتاب الاوائل قلمی اور مقریزی طبع ثانی ج:۲:ص:۵۶)

جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اس دن سے جس دن آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔'' یعقوبی نے ۱۶ھ کے واقعات میں ہجرت کے معاملہ کو منجملہ ان امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علیؓ کے مشورے سے طے پائے تھے۔ وہ رقمطراز ہیں: کہ

[''وَفِيْهَا أَرَّخَ عُمَرُ الْكُتُبَ وَأَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ التَّارِيْخَ مُنْذُ مَوْلِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ مِنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمَبْعَثِ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ طَالِبٍ أَنْ يَكْتُبَهُ مِنَ الْهِجْرَتِ وَ كَتَبَهُ مِنَ الْهِجْرَتِ۔"]

''اسی زمانے میں حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ مقرر کر دی جائے۔ پہلے انہیں خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے شروع کریں۔ پھر خیال کیا آپ ؐ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے لیکن حضرت علیؓ نے رائے دی کہ سنہ ہجرت سے شروع کرنا چاہیے۔

(مزید دیکھئے تاریخ طبری ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور)

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی ادوار میں منقسم ہے۔ ایک عہد مکہ کی زندگی اور اس میں جدوجہد اور سرگرمیوں کا دور ہے۔ اور دوسرا مدینہ میں قیام اور وہاں کی تگ ودو، محنت و مشقت اور غلبہ اسلام کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلنے اور ہمہ وقت سرگرم اور مستعد رہنے کا دور ہے۔ پہلا دور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرت پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کی ابتدا غار حرا کے اعتکاف سے ہوتی ہے اور تکمیل غار ثور سے نکل کر مکہ کے حدود کے اختتام سے نکل کر مدینہ طیبہ کی حدود میں داخل ہونے سے ہوتی ہے۔ اور یہ دور ہجرت سے شروع ہو کر حجۃ الوداع پر ختم ہوتا ہے یعنی اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔ یہ دوسرا دور اسلام کے غلبے اور اقبال کا اصلی دور تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں جب سنہ کے بارے میں غور و خوض شروع ہوا تو دنیا میں رائج نظامہائے سنین کا جائزہ لیا گیا۔ غیر مسلموں سے بھی مشورے لئے گئے کچھ لوگوں نے از خود مشورے دیئے۔ مجلس شوریٰ میں سب تجاویز پر غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر اب تک کی اسلامی تاریخ کے اہم واقعہ ہجرت کو سنہ کا آغاز قرار دیا گیا جو دراصل اسلام کے عروج و غلبہ کا باعث بنا۔

یہ بات آپ کے علم میں آ چکی ہے کہ عرب میں نظام قمری رائج تھا، تاہم بیعت عقبہ ثانیہ اور تیرہ نبوی کے ذوالحج میں مناسک حج ادا کرنے کے بعد منعقد ہوئی۔ اس کے بعد کثرت سے صحابہ کرامؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی جبکہ آنحضرت ﷺ نے ماہ صفر کے اختتام پر ہجرت کا آغاز فرمایا اور یکم ربیع الاول کو آپ قبا میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ اصولی طور پر ہجرت کا فیصلہ ذوالحج میں ہو چکا تھا اور اس فیصلہ پر صحابہ کرامؓ کی ہجرت سے عملدرآمد شروع ہو گیا تھا۔ تاہم آنحضرت ﷺ نے اپنی ہجرت کے بعض مصالح کے تحت اللہ تعالیٰ کے حکم پر موخر کر دیا تھا۔ اللہ کی طرف سے اذن ہجرت کے فوراً بعد آپ نے بھی فوراً اس فیصلے پر عملدرآمد کیا اور اس طرح ہجرت کے اس اہم واقعہ کو سنہ ہجری کا درجہ حاصل ہو گیا۔

ہجرت نبوی کے تکمیلی مرحلہ کے چند اہم واقعات

قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں اہل ایمان کی عقائد کے باب میں تربیت کی جا رہی تھی۔ آپ قرآن مجید کی آخری سورتوں کا مطالعہ کریں تو ان میں زیادہ توحید باری تعالیٰ کو بیان کیا گیا ہے۔ ان سورتوں کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں وحدہٗ لاشریک ہے اور صفات میں بھی حقوق و اختیارات میں بھی یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی اس کا ہم سر اور ہم پلہ ہے۔ پھر مکی دور میں توحید کے بیان کے ساتھ رسالت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پر اسی طرح ایمان لایا جائے جس طرح آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا حق ہے۔ آپ ؐ پر ایمان لانے کا حق یہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر صاحب ایمان آپؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور کسی بھی شکل میں آپؐ کی نافرمانی نہ کرے۔ آپؐ کو آخر الزماں نبی ماننے، ملائکہ پر ایمان لانے، سابقہ منزل من اللہ کتب کے ساتھ قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے آخری کتاب تسلیم کرنے، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانے، یعنی اللہ کی طرف سے جو فیصلے ہوں ان کو بلا چون و چرا قبول کرنے اور عقیدہ آخرت پر پختہ یقین کرنے کی تعلیمات دی گئی ہیں۔ اخلاقیات کے باب میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ، صبر وثبات اور عظمت وعزیمت کا راستہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نماز کا باقاعدہ حکم معراج کے موقع پر عطا کیا گیا، لیکن اہل ایمان یہ فریضہ پہلے سے انفرادی طور پر ادا کر رہے تھے لیکن ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں نماز باجماعت کا حکم ہوا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد باجماعت نماز ادا کرنے کا تفصیلی نظام عطا کیا۔ آنحضرت ﷺ نے قبا سے روانہ ہونے کے بعد اور مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے دو اہم کام انجام دیئے۔ ایک کام تو آپ ﷺ کے پہلے جمعۃ المبارک کا پہلا خطاب ہے اور دوسرا مدینہ طیبہ کے استقبال کرنے والوں سے خطاب ہے۔ ان دونوں کا تجزیہ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپؐ باقاعدہ پہلی اسلامی حکومت مدینہ منورہ کے پہلے حکمران کی حیثیت سے عملاً چارج سنبھال چکے تھے۔ دل میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ وہ کیسے؟ میں ایک منظر دوبارہ آپ کے سامنے دہراتا ہوں تاکہ آپ کو مکی زندگی اور مدنی زندگی کا جو آغاز ہی میں فرق ہے اس کو سمجھنے میں مدد ملے۔

آپ کا بنی سالم بن عوف کے ہاں پہلا خطبۂ جمعہ

آنحضرت ﷺ کی مدینہ آمد سے قبل باجماعت نماز جمعہ کا اہتمام حضرت اسعد بن زرارہؓ نے کر رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ قبا سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو جب آپ بنی سالم بن عوف کے قریب سے گزرے تو ایک وادی میں نماز جمعہ کے لیے اترے اور مدنی دور کا پہلا جمعہ اور خطاب جمعہ آپ نے یہاں ارشاد فرمایا۔ تاریخ طبری سے اس خطبہ کا آپ متن ملاحظہ کریں:

["اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ وَاُومِنُ بِهٖ وَلَا اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ ... مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالاً بَعِيْدًا۔ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ خَيْرُ مَا اُوْصِيَ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يَّاْمُرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِهٖ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ نَصِيْحَةً وَلَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ ذِكْراً... وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ عَلٰى وَجَلٍ وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنُ صِدْقٍ عَلٰى مَا تَبْغُوْنَ مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ مَنْ يُّصْلِحِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِيْ بِذٰلِكَ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ يَكُنْ لَّهٗ ذِكْرًا فِيْ عَاجِلِ اَمْرِهٖ وَذُخْراً فِيْمَا بَعْدَ حِيْنٍ؟ يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰى مَا قَدَّمَ...... وَاِنَّ تَقْوَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہِ یُوَقِّیْ مَقْتَہ، وَیُوَقِّی عَقُوْبَتَہٗ وَ یُوَقِّیْ سَخَطَہ، وَاِنَّ تَقْوَی اللہِ تَبْیَضُّ الْوُجُوْہَ وَیَرْضَی الرَّبَّ وَ یَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ... خُذُوْا بِحَظِّکُمْ وَلَا تُفَرِّطُوْا فِیْ جَنْبِ اللہِ وَقَدْ عَلَّمَکُمُ اللہُ کِتَابَہ، وَنَہَجَ لَکُمْ سَبِیْلَہ، لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَیَعْلَمَ الْکَاذِبِیْنَ، فَاَحْسِنُوْا کَمَا اَحْسَنَ اللہُ اِلَیْکُمْ ...... لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللہِ وَاعْلَمُوْا لِمَا بَعْدَ الْیَوْمِ ... اَللہُ اَکْبَرُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔"]

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں، اس سے مدد طلب کرتا ہوں، اس سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اس سے ہدایت مانگتا ہوں۔ اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ جو اس کا منکر ہے اس سے اپنی دشمنی کا اعلان کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اس کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے جسے اس نے ہدایت، روشنی اور نصیحت دے کر بندوں کے لیے مبعوث فرمایا کہ طویل عرصے سے انبیا کا آنا رک گیا تھا اور جہالت اور گمراہی کا رواج ہو گیا تھا اور اس لیے کہ اب زمانہ ختم ہو رہا ہے۔ آخرت کی گھڑی آ گئی ہے اور وقت قریب آ پہنچا ہے۔ جس نے اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔ وہ حد سے بڑھ گیا اور بہت دور غلط راستے پر چلا گیا۔

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو یہ بہترین مشورہ جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے۔ کہ وہ اسے آخرت کے لیے نیک اعمال پر ابھارے اور اللہ کے خوف کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کا حکم دے۔ بس تم اللہ سے ڈرتے رہو جبکہ اس نے اپنے سے ڈرایا ہے۔ اس سے بہتر کوئی نصیحت ہے نہ مشورہ۔ اللہ سے ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ تم سچی نیت سے آخرت کے لیے اللہ کے خوف کو پیش نظر رکھ کر نیک اعمال کرو، اور جو شخص ظاہر و باطن میں حسنِ نیت کے ساتھ اللہ کی خوشی کے لیے عمل کرے گا اللہ اسے دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو۔ اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کی بات سچی ہے جو اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کا ارشاد ہے

﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ﴾(ق۔٥٠۔٢٩)

''میرے ہاں بات پلٹی نہیں جاتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔''

مزید آپؐ نے فرمایا

''ہم کسی وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور ہم ہرگز کبھی بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔'' کھلے اور چھپے ہر حال میں اپنے دنیاوی اور دینی معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ جو اس سے ڈرتا رہے گا اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ اللہ کا خوف اس کی دشمنی عذاب اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔ اللہ کے خوف سے چہرے نورانی ہو جاتے ہیں، رب راضی ہوتا ہے اور مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اپنی ہمت کے مطابق عمل کرو اور اللہ کے مقابلے میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ نے اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور تمہیں اپنا راستہ بتا دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سچے تھے اور کون جھوٹے۔ لہٰذا جیسا احسان اللہ نے تمہارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی تقویٰ تم اختیار کرو۔ اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو، اور اس کی راہ میں خلوص نیت سے جہاد کرو۔ اس نے تم کو اختیار کیا ہے اور تم کو مسلمان کیا ہے تاکہ اس نبوت کی دلیل کے بعد اب جو برباد ہو برباد ہو اور جو زندہ رہے وہ زندہ رہے۔ تمام قوت صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اکثر اللہ کو یاد کرتے رہو۔ آخرت کے لیے عمل کرو جو شخص اللہ کے سامنے اپنی ساکھ بنالے اللہ پھر سب میں اس کی عزت قائم کر دے گا اور یہ اس لیے کہ اللہ کا فیصلہ لوگوں پر نافذ ہے۔ ان کی کوئی بات اس پر نہیں چلتی اور وہ تمام لوگوں کا مالک ہے لوگ اس کے بالکل مالک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام قوتیں صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہیں۔''

(تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک۔ ج۔ ۲۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵ نفیس ناشران وتاجران)

خطبہ جمعہ کے بعد جب مدینہ روانہ ہوئے اور لوگوں نے آپؐ کا پر جوش خیر مقدم اور استقبال کیا حتیٰ کے مرد وخواتین، بچے، بوڑھے، لونڈیاں، غلام اور قبائل کے قبائل اظہار عقیدت کے لیے نکلے اور آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ حضرت زرارہ بن اوفی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن سلام (جو یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہوں نے کہا ''جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپؐ کی طرف دوڑے۔ کہا جانے لگا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا تاکہ آپؐ کو دیکھوں جب میں نے آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو ایسا نظر آیا جو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلا کلام جو میں نے آپؐ سے سنا وہ یہ تھا کہ:

["يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ"] (الطبقات الکبری ابن سعد طبع بیروت ج: ۱۔ ص: ۱۱۳)

''اے لوگوں سلام (السلام علیکم کو) عام کرو۔ کھانا کھلایا کرو۔ قرابت داروں کے ساتھ احسان کیا کرو۔ اس وقت نماز (تہجد) پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

خطبہ جمعہ کو بار بار پڑھیے کہ مدینہ کی سرزمین پر پہنچ کر آپؐ نے اپنی رعایا کو کیا پیغام دیا ہے۔ سب سے پہلا پیغام یہ دیا کہ

۱۔ حمد وثناء اللہ کے لیے ہے۔ مدد اور گناہوں سے معافی اور ہدایت اسی سے مانگنی چاہیے۔

۲۔ ایمان باللہ کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ منکرین حق سے دشمنی کا اعلان واظہار کیا جائے۔

۳۔ بندگی وعبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی کی جائے اور اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

۴۔ حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول مانا جائے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت، روشنی اور نصیحت دے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔

۵۔ قیامت قریب آن پہنچی ہے۔ لہٰذا جہالت وگمراہی کے خاتمے کے لیے جدوجہد کو منظم کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۶۔ صراط مستقیم یہ ہے کہ زندگی کے جملہ معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ یہی حقیقی کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے والا راہ راست سے بھٹک گیا اور حدود اللہ کو پامال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے گمراہی وضلالت کے گڑھے میں گر گیا۔

۷۔ آپؐ نے پہلے خطبۂ جمعہ میں لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ ایک دوسرے کو اللہ سے ڈرنے کی تاکید کریں، بس اللہ سے ڈرو اس لیے کہ اللہ نے اپنے سے ڈرایا ہے، اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سچی نیت سے آخرت کے لیے اللہ کے خوف کو سامنے رکھ کر نیک عمل کرے کیونکہ جو شخص ظاہر و باطن میں حسن نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ جبکہ خدا سے بے خوف ہو کر عمل کرنے والا خواہش کرے گا کہ کاش اس کے اور اسکے بُرے اعمال کے درمیان فاصلہ حائل ہوتا۔ پھر فرمایا: اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اگرچہ وہ بہت مہربان ہے۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لہٰذا کھلے اور چھپے ہر شعبہ زندگی میں خواہ وہ دنیاوی معاملات ہوں یا دینی اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو برائیوں سے بھی محفوظ رکھے گا اور اجر عظیم بھی عطا کرے گا۔ پھر ارشاد ہوا جو اللہ سے ڈرتا رہا اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اللہ کا خوف، اس کی دشمنی، عذاب، اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔ اللہ کے خوف سے چہرے نورانی ہو جاتے ہیں، رب راضی ہو جاتا ہے اور انسان کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔ اس لیے مقدور بھر متقیانہ عمل کرو اور اللہ کے مقابلے میں حد سے نہ بڑھو۔

پھر فرمایا اللہ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید نازل کیا ہے۔ اور اس میں تمہیں سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔ تاکہ سچے اور جھوٹے کو قرآن کی روشنی میں پہچانا جا سکے۔ قرآن نازل کر کے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ لہٰذا احسان جیسا تقویٰ (خوفِ خدا) تم اختیار کرو اور احسان کا بدل یہ ہے کہ تم اللہ کے دشمنوں سے دشمنی کرو اور اس کے راستے میں خلوص نیت سے جہاد کرو۔ اس کام کے لیے اس نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں دولت اسلام سے نوازا ہے۔ نبوت کی اس دلیل کے بعد اب جس نے تباہی و بربادی کا راستہ اختیار کرنا ہے وہ تباہی و بربادی کا راستہ اختیار کرے اور جو زندگی و بندگی کا راستہ اپنانا چاہتا ہے۔ وہ زندگی و سلامتی کا راستہ اپنائے۔

۹۔ قوت و اقتدار اللہ کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ آخرت کے لیے عمل کرو۔ جو شخص اللہ کے ہاں (تقویٰ اور نیک اعمال کے ذریعے) اپنی ساکھ بنا لے گا۔ پھر اللہ سب میں اس کی عزت قائم کر دے گا۔ یہ اس لیے کہ اللہ تمام لوگوں کا مالک ہے۔ اللہ کے فیصلے لوگوں پر نافذ ہوتے ہیں اور لوگ بالکل اس کے مالک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تر قوتیں صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہیں۔

درج بالا سطور میں آنحضرت ﷺ کے پہلے خطبۂ جمعہ کے خطاب کی، نو نکات میں تلخیص پیش کی گئی ہے۔ ان نکات میں مزید اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تاہم خطاب جمعہ کو بار بار پڑھیں اور اس میں غور و خوض کریں یا خطاب کا مفہوم و مطلب جو نو نکات کی شکل میں بیان کیا گیا ہے، اس پر غور کریں تو خطبہ جمعہ کا بیشتر حصہ تقویٰ اختیار کرنے اور عمل کرتے وقت اللہ کا خوف اور اس سے ڈرنے کی تاکید در تاکید پر مشتمل ہے۔ اور پھر جب اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ خطاب کرنے والا اس وقت محض اللہ کا نبی اور رسول ہی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ وہ اسلامی حکومت کا اولین حکمران بھی ہے تو اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اسلامی حکومت کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ حکمران وقت کا بنیادی اور اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کا تعلق اللہ اور اس کے رسول سے جوڑ دے۔ یہ تعلق جتنا پختہ اور مضبوط ہوگا اتنا معاشرہ پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقویٰ کو کثرت سے بیان فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے قرآنی آیات کی تشریح میں تقویٰ کے حوالے سے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کا احاطہ کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات اور آنحضرت ﷺ کی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ﴿قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ اَلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ اَلصّٰبِرِينَ وَالصّٰدِقِينَ وَالْقٰنِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿١٧﴾﴾ (آل عمران ۳:۱۵تا۱۷)

''کہو میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ''مالک، ہم ایمان لائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچا لے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں راست باز ہیں۔ فرمانبردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔''

۲۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾
(آل عمران۔۳۔۱۰۲)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

۳۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾﴾
(آل عمران ۳۔۱۳۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے فلاح پاؤ گے۔''

۴۔ ﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهٖ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾﴾ (اعراف۔۷۔۱۵۶)

''اور ہمارے لیے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی، ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا۔'' جواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارشاد ہوا سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔"

۵۔ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① ﴾(الانفال ۸۔۱)

تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں کہو یہ انفال تو اللہ اور اسکے رسول کے ہیں پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

۶۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉙ ﴾(الانفال ۸۔۲۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا۔ اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کرے گا اور تمہارے قصور معاف کرے گا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

۷۔ ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ⑱ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲ ﴾(التوبہ ۹۔۱۰۸۔۱۰۹)

جو مسجد روز اول سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

۸۔ ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② ﴾۔(النحل ۱۶۔۲)

وہ اس روح کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعے نازل فرما دیتا ہے۔ (اس ہدایت کے ساتھ لوگوں کو آگاہ کر دو کے میرے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں لہٰذا تم مجھی سے ڈرو۔

۹۔ ﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ㉚ ﴾(النحل ۱۶۔۳۰)

دوسری طرف جب خدا ترس لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیتے ہیں کہ ”بہترین چیز اتری ہے۔“ اس طرح کے نیکوکار لوگوں کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

۱۰۔ ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴾

(محمد۔ ۴۷۔ ۱۵)

پرہیزگار لوگوں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ نتھرے ہوئے پانی کی، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی دودھ کی کہ جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے کے لیے لذیذ ہوگی، نہریں بہہ رہی ہوگی صاف شفاف شہد کی۔ اس میں ان کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش (کیا وہ شخص جس کے حصے میں جنت آنے والی ہے) ان لوگوں کی طرح ہوسکتا ہے جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور جنہیں ایسا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں تک کاٹ دے گا؟

۱۱۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾ (الحجرات ۴۹۔ ۳)

جو لوگ رسول خدا کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔

۱۲۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ (الحجرات ۴۹۔ ۱۳)

”لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔“

۱۳۔ ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (تغابن ۶۴۔ ۱۶)

”جہاں تک تمہارا بس چلے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

۱۴۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴾ (الاحزاب ۳۳۔ ۷۰)

”اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③﴾ (الطلاق ۶۵۔۳)

''جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کی چند احادیث کا مطالعہ بھی اس ضمن میں مفید ثابت ہوگا۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[قَالَ اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَ اِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِی النِّسَاءِ"]

(صحیح مسلم۔ حدیث نمبر ۲۷۴۲)

''حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بے شک دنیا شیریں اور شاداب (سر سبز) ہے اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بنانے والا ہے، پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟ پس اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو دنیا (کے دھوکے) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی کے بارے میں تھی۔''

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی] (صحیح مسلم۔ حدیث نمبر ۲۷۲۱)

''حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے) کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری، (تقویٰ) پاک دامنی اور (لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔''

۳۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

"[اِتَّقُوا اللهَ وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ، وَاَطِيْعُوْا اُمَرَاءَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ"] (جامع الترمذی حدیث نمبر ۶۱۶۔ ابواب الصلوۃ۔ باب صلوۃ الجمعۃ)

(حضرت ابو امامہ صُدَی بن عجلان ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا) اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں فرض نمازیں ادا کرو۔ اپنے (رمضان) کے مہینے کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو! اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[یَا اَیُّھَا النَّاسُ! اُذْکُرُوا اللّٰہَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ، جَاءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ ۔] (مشکوۃ۔حدیث نمبر ۵۳۵۱۔بحوالہ جامع ترمذی)

(حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رات کا دوتہائی حصہ گزر جاتا تو نبی ﷺ تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور فرماتے) اے لوگو! اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو۔زلزلہ (یقینا) آنے والا ہے۔یعنی پہلا صور پھونکا جانے والا ہے۔دوسرا صور بھی آرہا ہے۔جو پیچھے آنے والا ہے۔موت اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ آ گئی موت سختیوں کے ساتھ آ گئی ہے۔"

۵۔حضرت ابو بردہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

[قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ: ھَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا ۔ قَالَ: فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْكَ یَا اَبَا مُوْسٰی ھَلْ یَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھِجْرَتَنَا مَعَہٗ وَجِھَادَنَا مَعَہٗ وَعَمَلَنَا كُلَّہٗ مَعَہٗ بَرَدَ لَنَا؟ وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاہُ بَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ؟ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِیْ: لَا وَاللّٰہِ ، قَدْ جَاھَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصَلَّیْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا كَثِیْرًا ۔ وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ كَثِیْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ ۔ قَالَ اَبِیْ وَلٰكِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَاہُ بَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ ۔ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰہِ كَانَ خَیْرًا مِنْ اَبِیْ ۔] (صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، حدیث نمبر:3915)

"مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے دریافت کیا: کیا آپ کو علم ہے کہ میرے والد (عمر فاروق) نے آپ کے والد ابو موسیٰ سے کیا کہا تھا؟ ابو بردہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا مجھے علم نہیں۔عبداللہ بن عمر نے بتایا کہ میرے والد نے آپ کے والد کو (مخاطب کرتے ہوئے) کہا تھا۔اے ابو موسیٰ! کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا اسلام لانا، ہمارا ہجرت کرنا، ہمارا جہاد کرنا اور ہمارے تمام کام ہمارے لیے ثابت و برقرار رہیں لیکن وہ تمام اعمال جو ہم نے آپ کی وفات کے بعد کیے ہیں ہم ان اعمال سے برابر بھی چھوٹ جائیں تو یہ ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ لیکن آپ کے والد نے میرے والد سے کہا، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جہاد کیا نمازیں ادا کیں، روزے رکھے اور بہت سے نیک کام کیے اور ہماری وجہ سے بہت سے لوگ اسلام لائے بلاشبہ ہم ان (کاموں کے ثواب کی) امید رکھتے ہیں۔میرے والد عمر نے کہا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے لیکن میں تو محبوب جانتا ہوں کہ آپؐ کے ساتھ والے عمل ہمارے لیے ثابت و برقرار رہیں ہم نے جو اعمال آپؐ کی وفات کے بعد کیے ہیں۔ ہم ان اعمال سے برابر چھوٹ جائیں تو یہ ہماری نجات کے لیے کافی ہیں۔ابو بردہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! یقیناً آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے۔"

۶۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْيَةِ اللهِ فِی السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَ الرِّضٰى، وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰى، وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ، وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ، وَاَنْ يَكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا، وَنُطْقِیْ ذِكْرًا، وَنَظَرِیْ عِبْرَةً وَآمُرَ بِالْعُرْفِ، وَقِيْلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔

(مشکوۃ۔حدیث نمبر ۵۳۵۸۔بحوالہ رزین)

(حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)''میرے پروردگار نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ سے ڈرنا، ناراضگی اور رضامندی میں انصاف کی بات کرنا۔فقیری اور مال ودولت کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا، یہ کہ میں اس شخص سے صلہ رحمی کروں جو مجھ سے قطع رحمی کرتا ہے، میں اس شخص کو عطیہ دوں جو مجھے محروم کرتا ہے، میں اس شخص کو معاف کردوں جو مجھ سے ظلم کرتا ہے، میری خاموشی (اللہ کی ذات) میں غور وفکر کا سبب ہو، میرا بولنا (اللہ کے) ذکر کا مظہر ہو، میرا دیکھنا (میرے لیے باعث عبرت ہو) اور نیک کاموں کی تلقین کروں۔اور ایک روایت میں (بالعرف کی جگہ) بالمعروف ہے۔''

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اِقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْآنَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (النساء۔۴۔۴۱) قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔] (بخاری حدیث نمبر ۴۵۸۲۔مسلم حدیث نمبر ۸۰۰)

(حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)'' قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کو قرآن پڑھکر سناؤں جب کہ قرآن آپ پر اترا ہے۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میں اپنے علاوہ دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کے سامنے سورہ نساء پڑھی، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا''پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔'' تو آپ نے فرمایا، بس اب کافی ہے۔ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔''

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

[''لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ] (بخاری حدیث نمبر ۶۱۸۶۔مسلم حدیث نمبر ۲۳۵۹)

(حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ اس میں آپ نے فرمایا) اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ (یہ سن کر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اپنے چہروں کو (کپڑوں سے) ڈھانپ لیا اور ان کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔"

۹۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

["لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ" بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ "] (سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۶۳۳ 'ابواب الجہاد)

"وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔"

۱۰۔ نبی کریم ؐ نے فرمایا:

[لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْأَثَرَانِ فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى وَأَثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ تَعَالَى "] (جامع ترمذی۔ حدیث نمبر ۱۶۶۹)

(حضرت ابوامامہ صُدَیّ بن عجلان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا) اللہ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ قطرہ خون جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔ رہے دو نشان (تو ان میں سے) ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے لگے اور دوسرا نشان وہ ہے جو اللہ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے لگے۔"

آنحضرت ﷺ کے اس پہلے خطابِ جمعہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطاباتِ جمعہ، حلقہ ہائے دروس قرآن اور ایسے دعوتی و تربیتی پروگرامات کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس میں وعظ و نصیحت، تعلق باللہ اور فکر آخرت جیسی تعلیمات کا پہلو غالب ہو، تاکہ انسان کی ذہنی فکری اور عملی تربیت ایسی ہو جو دلوں میں راسخ، اثر انداز اور قلوب میں اتر جانے والی ہی نہ ہو بلکہ سیرت و کردار میں انقلاب برپا کر دے اس کی مثال اس اینٹوں کے بھٹے کی ہے جس میں ہلکی آنچ پر نہایت عمدہ اور معیاری اینٹوں کو پکا کر مضبوط اور عالی شان عمارات تعمیر کی جاسکتی ہیں۔

لیکن اس کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کا وہ خطاب دوبارہ پڑھیں جو آپؐ نے نماز جمعہ کے بعد بنی سالم بن عوف کے ہاں مدینہ منورہ پہنچنے پر کیا۔ اہل مدینہ نے آپؐ کا نہایت گرمجوشی کے ساتھ سڑک کے دونوں کناروں پر دورویہ کھڑے ہو کر مرد و خواتین، بوڑھوں، بچوں، غلاموں اور لونڈیوں نے گیت یا نغمے گا گا کر خیر مقدم کیا اور خوش آمدید کہا استقبال کرنے والوں سے آپؐ نے کتنا مختصر، جامع اور دلپذیر خطاب فرمایا

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ" اے لوگو! أَفْشُوا السَّلَامَ: سلام (السلام علیکم) عام کرو۔

وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ کھانا کھلاؤ۔ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ۔ صلہ رحمی کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

کتنا مختصر ہے خطاب اور کتنا جامع ہے یہ خطاب۔ ذرا تصور فرمایئے استقبال کرنے والوں کو کیا کہا جا رہا ہے۔ دراصل آپ معراج کا باب نکال کر سورہ بنی اسرائیل میں عطا کردہ منشورِ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ اس منشور کی تلخیص ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کے لیے معراج کے موقع پر عطا فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی حالات وضروریات کو سامنے رکھ کر فوری طور پر چار نکاتی ایجنڈا جاری فرمایا جس میں وہ صیغے استعمال فرمائے جس میں امر یعنی حکم کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اسلام اور حکمِ سلام

اسلام کے اندر بہ تکرار سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ قرآن مجید میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ سلام کا جواب اس سے بہتر انداز میں دیا جائے ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوْهَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾﴾

(النساء:۴:۸۶)

اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس حوالے سے امت کو جو تعلیم وتربیت دی ہے وہ ان چند ارشادات کو پڑھنے سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام میں سلام کی اہمیت کیا ہے اور امت مسلمہ کو اس کی کس قدر ضرورت ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

["قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ۔ وَتُقْرِءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ"]

(صحیح بخاری، کتاب الایمان حدیث نمبر:12۔28۔6236وصحیح مسلم، حدیث نمبر:160 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر:5193وسنن نسائی:5015وسنن ابن ماجہ:3253)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام میں بہتر بات کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا، سب سے بہتر بات یہ ہے کہ تو کھانا کھلائے اور ہر واقف اور ناواقف کو سلام کہے۔''

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ۔]

(وسنن ابوداؤد کتاب الادب حدیث نمبر:5197وسنن بیہقی فی شعب الایمان حدیث نمبر:8787)

(حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سلام کہنے میں پہل کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

[إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ] (سنن ابوداؤد حدیث نمبر:5200 والبخاری فی الادب المفرد حدیث نمبر:1010)

(حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا) جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے سلام کہے۔ اگر درمیان میں کوئی درخت، دیوار یا پتھر حائل ہو جائے پھر اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے سلام کہے۔

۴۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

["يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُونُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ"]

(مشکوۃ حدیث نمبر ۴۶۵۲۔ بحوالہ جامع الترمذی)

(حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''اے میرے بیٹے! جب تو اپنے اہل خانہ پر داخل ہو تو انہیں سلام کہہ، اس سے تجھ پر اور تیرے اہل خانہ پر برکت نازل ہوگی۔''

۵۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

[" إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ"]

(مشکوۃ۔حدیث نمبر ۴۶۶۰۔ بحوالہ جامع الترمذی)

(حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا) ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو ''السلام علیکم کہے۔ اگر وہاں بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے۔ پھر وہ وہاں سے اٹھے تو السلام علیکم کہے۔ اس لیے کہ پہلا سلام آخری سلام سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔''

۶۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے

["اَلْبَادِي بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِّنَ الْكِبْرِ"]

(جامع الترمذی، کتاب الاستیذان، حدیث نمبر:2706 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر:5208 والبخاری فی الادب المفرد حدیث نمبر:1008)

''نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔''

السلام علیکم کے معنی ہیں ''تم پر سلامتی ہو'' یعنی تم سلامت رہو' تم پر مصیبت نہ آئے کوئی تکلیف نہ پہنچے، تم بھی سلامت رہو اور تمہارے ساتھ وابستہ سب لوگ سلامت رہیں۔ پھر اسی سانس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی یا بھائیوں کو کہتا ہے کہ ''ورحمۃ اللہ'' اور تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ یعنی تم محض سلامت ہی نہ رہو بلکہ تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ پھر مزید کہتا ہے کہ ''وبرکاتہ'' اور اس کی برکتیں ہوں تم پر۔ ذرا غور کیجیے کہ یہ کیسی خوبصورت تعلیم ہے جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں داخلے کے وقت ایک بڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی ہے۔ یہ دعائیہ کلمات انسان دن میں صرف ایک مرتبہ نہیں بار بار کہتا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی کہتا ہے اور گھر سے نکلتے ہوئے بھی کہتا ہے۔ باہر ہر ملنے والے کو خود کہتا ہے یا سلام کا جواب دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے غلبہ دین کے لیے پہلے روز ہی اسلام کا جو تعارف کرایا وہ یہ ہے کہ اسلام سلامتی کا پیغام دیتا ہے، رات کو بھی سلامتی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور دن کو بھی۔ نمازوں میں اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے سب کے لیے سلامتی کا پیغام ہے۔ یہ سلامتی اہل ایمان کے لیے آخرت کے دن بھی ہوگی۔ دیکھیے کہ قیامت کے دن مومنین کا استقبال کیسے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ (الاحزاب۔ ۳۳:۴۴)

جس روز وہ اس سے ملیں گے، ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ اور ان کے لیے اللہ نے بڑا باعزت اجر فراہم کر رکھا ہے۔

﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝﴾ (الواقعہ۔ ۹۰۔۹۱)

اور اگر وہ اصحاب یمین میں سے ہو تو اس کا استقبال یوں ہوتا ہے کہ سلام ہے تجھے تُو اصحاب الیمین میں سے ہے

۲۔ کھانا کھلاؤ

خطاب کا یہ دوسرا جملہ ہے جس کے اندر بڑی جامعیت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ دوسرے یہ کہ ضرورت مندوں، محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ تیسرے یہ کہ آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرو اور ایک دوسرے کو کھانا کھلاؤ۔ یہاں مساکین کے حوالہ سے قرآن مجید کی آیات ملاحظہ کیجیے۔

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝﴾ (الحاقہ ۶۹۔ ۳۴)

''اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝﴾ (الفجر ۸۹۔ ۱۸)

''اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اکساتے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ (الدھر ۷۶۔ ۸۔۹)

اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

خطاب کا یہ جملہ کتنا اہم ہے۔ اس کا اندازہ آپ درج بالا قرآنی آیات سے لگائیں۔ قرآنی آیات کو سامنے رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[" لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ إِلٰى جَنْبِهٖ۔ "]

(مشکوۃ حدیث نمبر ۴۹۹۱، بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

(حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا) ”آپؐ نے فرمایا وہ شخص مومن نہیں جو سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔“

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا:

[" يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا، غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا۔ قَالَ: هِيَ فِي النَّارِ۔ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَإِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا، وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقِطِ۔ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ: هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ "] (مشکوۃ۔ حدیث نمبر ۴۹۹۲، بحوالہ مسند احمد، بیہقی فی شعب الایمان)

”اے اللہ کے رسول! فلاں عورت کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ کثرت سے نوافل ادا کرتی ہے، نفلی روزے رکھتی ہے اور نفلی صدقہ کرتی ہے۔ البتہ زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! فلاں عورت کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ نفلی روزے کم رکھتی ہے، نفلی صدقہ کم دیتی ہے اور نوافل کم پڑھتی ہے، صرف پنیر کے ٹکروں کا صدقہ کرتی ہے اور اپنی زبان کے ساتھ پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔“

یہ ایسی تعلیم ہے جو ابتدائی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے وقت بھی ضروری تھی۔ آج بھی اس کی ضرورت ہے۔ اور تا قیامت اس کی ضرورت رہے گی۔ اس لیے یہ جملہ ”أَطْعِمُوا الطَّعَامَ“ کھانا کھلاؤ۔ رہتی دنیا تک پڑھا جاتا رہے گا اور اسلامی ریاست کے منشور کا بنیادی جزو تھا اور رہے گا۔ قرآن مجید کے ان ارشادات کو بغور پڑھیے۔ ارشاد ہے۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (النساء۔۴:۸)

”اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال سے ان کو بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔“

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوْٓا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۵۔۸۹)

تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید تم شکر ادا کرو۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَــزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝﴾ (المائدۃ۔۵۔۹۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے۔ تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اسے اللہ نے معاف کر دیا۔ لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اس سے اللہ بدلہ لے گا۔ اللہ سب پر غالب اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰي وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الانفال۔۸۔۴۱)

اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز یعنی دونوں فوجوں کے مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی، (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبۃ۔۹۔۶۰)

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ سب کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔"

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾﴾

(النور۔۲۴۔۲۲)

"تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔"

صلہ رحمی کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پہلے خطاب میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی ہے وہ صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی کی ممانعت کا حکم ہے۔ یہ ایسا موضوع ہے جو مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو جگہ جگہ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے اور قطع رحمی سے منع کیا ہے۔ انسان کی فطرت مدنیت پسند ہے اور قبیلہ و خاندان کے وقار کا انحصار اس کے افراد کے باہمی تعلقات پر ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے ہمدرد، معاون اور خیر خواہ ہوں تو نہ صرف یہ کہ وہ خوشحال ہوتے ہیں بلکہ معاشرے میں بھی انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور غلبہ اسلام کی تحریک سے وابستہ لوگوں کے لیے اور ضروری ہے کہ وہ صلہ رحمی کرنے والے ہوں اور قطع رحمی سے اجتناب کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾﴾ (النساء۔۴۔۱)

"لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو، یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔"

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾﴾ (النسا۔۴۔۳۶)

"اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔"

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (البقرۃ۔۲۔۸۳)

"یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔"

آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید سے صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

[خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَیِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ، قَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ۔ قَالَ: اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ، قَالَتْ بَلٰی یَارَبِّ! قَالَ: فَذَاكِ۔]

(صحیح بخاری کتاب الادب حدیث نمبر:5987، 4830 وصحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر:6518)

(حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب اللہ پاک اس سے فارغ ہوا تو رشتہ داری کھڑی ہوگئی اور اس نے اللہ پاک کے تہبند کو پکڑ لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہٹ جا۔ اس نے کہا، یہ اس شخص کا مقام ہے جو تیرے ساتھ قطع رحمی سے پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اس شخص کو اپنے ساتھ ملاؤں جو تجھ کو ملائے اور میں اس شخص سے قطع تعلق کروں جو مجھ سے قطع تعلق کرے؟ اس نے جواب دیا پروردگار! یہ درست ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا، پس یہ تیرے لیے ہے۔"

مزید فرمایا:

[اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ]

(صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث:۵۹۸۸)

(حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "رشتہ داری یعنی رحم لفظ رحمان سے مشتق ہے اللہ پاک نے اعلان فرما دیا کہ جو تجھے ملائے گا میں اسے (اپنے ساتھ) ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔"

مزید ارشاد فرمایا:

[اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ۔ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری حدیث نمبر:5489 ومسلم حدیث نمبر:6519)

(حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا) ''رشتہ داری عرش کے ساتھ معلق ہے، وہ اعلان کرتی ہے کہ جو مجھے ملائے گا۔ اللہ پاک اسے (اپنے ساتھ) ملائے گا اور جو مجھے توڑے گا اللہ پاک اس سے قطع تعلق کرے گا۔''

مزید ارشاد فرمایا

["قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ"]

(صحیح بخاری حدیث نمبر:5989 وصحیح مسلم حدیث نمبر:6520 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر:1696 وجامع الترمذی:1909)

(حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قطع رحمی کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

["لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا"]

(بخاری حدیث نمبر:5991)

(حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو صلہ رحمی کا بدلہ دیتا ہے البتہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے ولا ہے جس سے صلہ رحمی نہیں کی جاتی مگر وہ صلہ رحمی کرتا ہے۔

(حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا)

["يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِّيْ وَ أَحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَ يَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔"] (صحیح مسلم، حدیث:٦٥٢٥)

''اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تیری بات درست ہے تو گویا تو انکے منہ میں گرم خاکستر ڈال رہا ہے اور اللہ پاک کی جانب سے تیرے ساتھ ہمیشہ (ایک فرشتہ) ان کے خلاف مددگار رہے گا جب تک تو اس کی پابندی کرے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ. وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ"] (سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ حدیث نمبر:90)

(حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیک اعمال سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی عمر میں اضافہ ہوسکتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کے گناہ کے سبب انسان رزق سے محروم رہ جاتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["قَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَا اللهُ وَ أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُه، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّتُه."]

(سنن ابوداؤد کتاب الزکوۃ، باب فی صلۃ الرحم، حدیث نمبر:1694 وجامع الترمذی حدیث نمبر:1907 ومصنف ابن ابی شیبۃ:8/347-348)

(حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا) ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں اور میں رحمان ہوں، میں نے رشتہ کو پیدا فرمایا اور میں نے اس کے لیے اپنے نام سے نام نکالا پس جو شخص رشتے داری کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو شخص رشتے داری کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

["لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ الرَّحِمِ."] (مشکوۃ: حدیث نمبر ۴۹۳۱ ۔ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

(حضرت عبداللہ بن اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا) ''آپؐ نے فرمایا ان لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

["مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ."]

(جامع الترمذی کتاب صفۃ القیامہ، حدیث نمبر:2511 وسنن ابوداؤد کتاب الادب، حدیث نمبر:4902 وسنن ابن ماجہ:4211 وصحیح ابن حبان:2039، 2040 والحاکم:2/356، 162، 163)

(حضرت ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''زیادتی کرنے اور قطع رحمی کرنے کے سوا کوئی ایسا گناہ نہیں ہے کہ اللہ پاک اس کے کرنے والے کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور آخرت میں بھی سزا سے ہمکنار کرے۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

[تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ.] (مشکوۃ، حدیث نمبر ۴۹۳۴ ۔ بحوالہ جامع الترمذی)

(حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''اپنے نسب ناموں کے بارے میں معلومات حاصل کرو تا کہ تم صلہ رحمی کرسکو اس لیے صلہ رحمی اہل وعیال میں محبت، مال کی زیادتی اور عمر میں اضافہ (کا باعث) ہے۔''

صلہ رحمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحم رشتہ داری اور قرابت کو کہتے ہیں۔ رحم کے حروف ر، ح، م' ' رحمان میں موجود ہیں۔ بلکہ اس میں اس طرح داخل ہیں جس طرح رگیں ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں الفاظ رحم اور رحمان کا ماخذ رحمت ایک ہی ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کی تجلی کا ایک عکس ہے اور اسکی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے۔ صرف وہی شخص قطع رحمی کرتا ہے جس کا مزاج رحمان سے مربوط اور ہم آہنگ نہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا بدذوق اور سنگدل آدمی اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ قطع رحمی کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے منقطع ہونا اور صلہ رحمی کا مطلب ہے اللہ رب العالمین کی رحمت کا مستحق ہونا۔ جو شخص رشتہ داری کو توڑتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم اور منقطع ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اللہ کی رحمت اور نگاہ کرم اس پر متوجہ ہو جاتی ہے۔ رشتہ داری کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور پناہ حاصل ہے۔ اس نے رشتہ داروں سے بہت اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ چاہے وہ دور کے ہوں یا قریب کے۔ جس کا جتنا رشتہ زیادہ قریب کا ہو آدمی پر اسکا اتنا زیادہ حق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس استقبالی جلسہ سے جو پہلا خطاب ارشاد فرمایا اس کا تیسرا اہم نکتہ ''وَصِلُوا الْأَرْحَامَ'' تھا۔ آپؐ نے خطاب کے معاً بعد ہی اس کو عملی جامہ یوں پہنایا کہ جب آپؐ مدینہ شہر میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ کا ہر فرد خواہش مند تھا کہ آپؐ ان کے گھر قیام فرمائیں لیکن آپؐ نے اپنے ننھیالی محلہ بنو النجار میں قیام پسند کیا تاکہ صلہ رحمی کا تقاضا پورا ہو اور ان کی عزت افزائی کی جاسکے۔

نماز تہجد کی اہمیت وضرورت

یہاں بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے پہلے عوامی خطاب کے بعد جس میں آپؐ نے سلام کو عام کرنے، ضرورت مند بھوکوں کو کھانا کھلانے اور دور وقریب کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے ساتھ جو حکم دیا وہ یہ ہے کہ ''وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ'' تم اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ دراصل یہ جملہ اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مکی زندگی کے بالکل ابتداء میں ہدایت فرمائی تھی کہ آپ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں تاکہ آپؐ کے اندر نبوت کے بار عظیم کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قوت پیدا ہو۔ ذرا غور کیجئے کہ قرآن مجید کے اس حکم پر جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نازل فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝٧﴾ (المزمل ۷۳۔۱۔۷)

اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم، آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن کو ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔''

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝٢٦﴾ (الدھر۔ ۷۶۔۲۶)

اور رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾

(بنی اسرائیل۔۱۷۔۷۹)

اور رات کو نماز تہجد پڑھو، یہ تمہارے لیے نفل ہے بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کرے۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ (الطور۔۵۲۔۴۸۔۴۹)

”اے نبی اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو، تم ہماری نگاہ میں ہو، تم جب اٹھو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، رات کو بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔“

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الذاریت۔۵۱۔۱۷۔۱۸)

”راتوں کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے“

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۚ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۚ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المزمل۷۳۔۲۰)

”اے نبی تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے، لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی، اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھ لیا کرو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ مریض ہوں گے، کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس جتنا قرآن بآسانی پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔ اللہ سے مغفرت مانگتے رہو، بے شک اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔“

پس آنحضرتؐ نے وہ تربیتی نظام جو مکہ مکرمہ کے بالکل ابتدائی دور میں آپ کو عطا کیا گیا تھا تا کہ بار نبوت اٹھانے، اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے اس راستے میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب کو برداشت کرنے کی استعداد پیدا ہو سکے۔ اسی تربیتی کورس کا اس خطاب میں اعادہ فرمایا تا کہ اسلامی ریاست کے قیام کے آغاز ہی میں مسلمان ذہنی طور پر تیار رہیں کہ جس عالمی انقلاب کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، اسکے لیے طویل ترین جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس عالمی انقلاب کے راستے میں جو دشوار گزار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منزلیں آئیں گی ان کو سر کرنے کے لیے کارِ نبوت میں اس عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے جو عمل مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے وہ رات کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھنے کا ہے۔ یعنی فرائض وسنن کی ترتیب کے بعد نوافل میں جس نماز کو بلند درجہ حاصل ہے وہ رات کی یہ نمازِ تہجد ہے۔ آنحضرتؐ پر بحیثیت نبی ورسول نماز تہجد فرض تھی لیکن اسلامی تحریکات کے قائدین ہوں یا کارکنان ان کے لیے بھی یہ نماز بہت ضروری ہے کیونکہ یہ فہم قرآن کے لیے بھی ہے اور دشمن کے حملوں اور ہتھکنڈوں کے مقابلے میں صبر وثبات اور جذبہ ایثار وقربانی اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے لیے بھی ہے اور ولولہ اور جذبہ تازہ بھی فراہم کرنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اجتماع میں آپؐ نے اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط اور مربوط رکھنے کے لیے لوگوں کو چوتھی بات نماز تہجد پڑھنے کی ارشاد فرمائی۔ یہاں چند احادیث مبارکہ اس غرض سے درج کی جاتی ہیں تاکہ دورِ حاضر کی اسلامی تحریکات کے قائدین وکارکنان کو معلوم ہو سکے کہ اسکی کیا اہمیت وضرورت ہے۔

(حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ)

["قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ. فَقِيْلَ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ؟ قَالَ: اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا"]

(صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر:1130،4836 ومسلم کتاب صفات المنافقین حدیث نمبر:7125 وترمذی:412 نسائی:1643۔ ابن ماجہ:1419)

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو لمبا قیام کیا یہاں تک کہ آپؐ کے قدموں میں ورم آ گیا۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ اتنا لمبا قیام کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔"

(حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ)

"ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهُ : مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ ، مَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ قَالَ : ذٰلِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهِ اَوْ قَالَ فِيْ اُذُنَيْهِ۔"

(صحیح بخاری کتاب التہجد، حدیث نمبر:1144، 3270 ومسلم کتاب الصلاۃ المسافرین حدیث نمبر:1817 ونسائی:1607، 1608 وابن ماجہ:1330)

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ایک شخص کا تذکرہ ہوا، اس کے بارے میں آپؐ کو بتایا گیا کہ وہ صبح ہونے تک سویا رہتا ہے۔ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا آپؐ نے فرمایا وہ ایسا شخص ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔ یا فرمایا اس کے دونوں کانوں میں (شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔)"

(حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ)

["اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ "سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا ذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ ؟ وَمَا ذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ ؟ مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ۔ يُرِيْدُ اَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّيْنَ ؟ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ۔"] (صحیح بخاری کتاب الفتن، حدیث نمبر:7069، 115)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ پاک ہے آج رات کس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر خزانے نازل ہوئے ہیں اور کس قدر فتنے نازل ہوئے ہیں۔ حجروں میں رہنے والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ (مقصود آپ کی ازواج مطہرات ہیں) تا کہ وہ تہجد کی نماز ادا کریں۔ کثرت کے ساتھ ایسی عورتیں جو دنیا میں باریک لباس زیب تن کرنے والی ہیں لیکن آخرت میں بغیر لباس کے ہونگی۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

["يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُوْلُ: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَه، مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَه، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَلَه. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَ يَقُوْلُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَلَا ظَلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ"]

(صحیح بخاری حدیث نمبر:1145، 6321، 7494 و مسلم حدیث نمبر:1773 و ترمذی:446)

(حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی جانب نزول کرتا ہے جب رات کا آخری تیسرا حصہ باقی رہتا ہے۔ تو وہ اعلان کرتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اس کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اسکے سوال کو پورا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کو معاف کروں۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور طلوع فجر ہونے تک اعلان کرتے ہیں کہ کون ہے جو ایسے رب کو قرض دے جو فقیر نہیں ہے اور نہ ظالم ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.] (صحیح مسلم حدیث نمبر:1770)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا)" آپ نے فرمایا رات میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان جب اس کی موافقت کرتا ہے اور وہ اس ساعت میں اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ اس کے سوال کو پورا کرتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا:

["اَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوٗدَ: وَاَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوٗدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَه، وَيَنَامُ سُدُسَه. وَيَصُوْمُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا"]

(صحیح بخاری حدیث نمبر:1131، 2420 و صحیح مسلم، کتاب الصیام حدیث نمبر:2739 و ابوداؤد:2448 و نسائی:1629، 2343 و ابن ماجہ 1712)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا)" اللہ کے ہاں زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوب نماز داؤدؑ کی نماز ہے اور اللہ کے ہاں زیادہ محبوب روزے داؤدؑ کے روزے ہیں۔ داؤدؑ نصف رات نیند کرتے اور تیسرا حصہ قیام کرتے اور پھر رات کا چھٹا حصہ نیند کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔"

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

["كَانَ ـ تَعْنِيْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ـ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيُحْيِيْ آخِرَهُ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ، فَإِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ جُنُبًا، وَثَبَ فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ."]

(بخاری حدیث نمبر:1146 ومسلم حدیث نمبر:1728 وسنن نسائی حدیث نمبر:1639)

"رسول اللہ ﷺ شروع رات میں نیند کرتے اور رات کے آخر میں بیدار رہتے۔ بعد ازاں اگر آپ کو اہل خانہ کے ساتھ کچھ ضرورت ہوئی تو اس کو پورا کرتے پھر نیند کرتے۔ اگر اذان کے وقت جنبی ہوتے تو جلدی سے اٹھتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے۔ اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیے وضو کرتے پھر دو رکعت (سنت) ادا کرتے۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

[عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ ـ] (مشکوٰۃ۔ حدیث نمبر ۱۲۲۷ بحوالہ جامع الترمذی)

(حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) رات کو قیام کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت ہے اور یہ تمہارے رب کے قریب، برائیوں کے خاتمے اور گناہوں سے دور رہنے کا سبب بھی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

["ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللهُ إِلَيْهِمْ ـ الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيْ ـ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِي الصَّلَاةِ، وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ ـ] (مشکوٰۃ۔ حدیث نمبر ۱۲۲۸۔ بحوالہ شرح السنہ)

(حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "تین شخص ہیں جن سے اللہ خوش ہے۔ ۱۔ وہ شخص جو رات کو کھڑا ہوا، اس نے نوافل ادا کیے۔ ۲۔ اور وہ لوگ جنہوں نے نماز (ادا کرنے) کے لیے صفیں درست کیں۔ ۳۔ اور وہ لوگ جنہوں نے دشمن کے ساتھ جنگ میں صفیں باندھیں۔"

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

["رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ۔ رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلَّى، فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ۔"]

(سنن ابوداؤد کتاب التطوع، حدیث نمبر:1308۔ سنن نسائی کتاب قیام اللیل حدیث نمبر:1611 صحیح ابن خزیمہ:۱۱۴۸ وابن حبان:646 والحاکم علی شرط مسلم:۱/309)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا) ''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے اور بیوی کو بیدار کرتا ہے، وہ بھی نفل ادا کرتی ہے۔ اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسکے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو (نیند سے) بیدار کرتی ہے وہ تہجد ادا کرتا ہے اگر انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔

(حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ)

["قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ ! اَىُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ ؛ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، وَدُبُرَ الصَّلَوٰاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ"](مشکوۃ۔حدیث نمبر ۱۲۳۱۔بحوالہ جامع الترمذی)

''آپ ؐ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! دعا کب زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا، رات کے آخری حصہ میں اور فرض نماز کے بعد''

رسول کریم ؐ نے فرمایا:

[اِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفاً يُّرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا ،وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا اَعَدَّهَا اللهُ لِمَنْ اَلَانَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ ،وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ۔]

(مشکوۃ۔حدیث نمبر ۱۲۳۲۔بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

''حضرت ابو مالک اشعری ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت میں اونچے محلات ہیں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے (بوجہ شفاف ہونے کے) نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ محلات ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو نرمی سے بات کرتے ہیں اور (غریبوں کو) کھانا کھلاتے ہیں اور مسلسل روزے رکھتے ہیں اور جب لوگ رات کو نیند میں ہوتے ہیں تو وہ نفل ادا کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "[اَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلَاةٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ ن]

(صحیح مسلم حدیث نمبر:2755، 2756 ابوداؤد:2429 ترمذی:438 ونسائی:1612، 1613 وابن ماجہ:1742)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ؐ سے سنا، آپ ؐ فرمارہے تھے کہ) فرض نماز کے بعد افضل نماز آدھی رات کے وقت کی نماز ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

["اِذَا اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا اَوْصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا ، كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ وَ الذَّاكِرَاتِ۔"]

(سنن ابوداؤد حدیث نمبر:1309 وحدیث نمبر:1308 وسنن بن ماجہ حدیث نمبر:1335 وصحیح ابن حبان حدیث نمبر:645)

(حضرت ابوسعید ؓ اور حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا)''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی شخص رات کو اپنے گھر والوں کو بیدار کرتا ہے، وہ دونوں اکٹھے دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں یا وہ اکیلا ادا کرتا ہے تو ان دونوں کو ''ذکر کرنے والے مردوں'' اور ''ذکر کرنے والی عورتوں'' میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ:

[اَنَّ اَبَاهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ، كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ اَيْقَظَ اَهْلَه، لِلصَّلَاةِ. يَقُوْلُ لَهُمْ : اَلصَّلَاةُ. ثُمَّ يَتْلُوْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ. ﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى.)﴾(طٰہٰ۔۲۰۔۱۳۲)

''ان کے والد حضرت عمرؓ رات کو نوافل ادا کرتے، جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتے۔ جب آخر رات ہوتی تو وہ (نفل) نماز کے لیے اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔ ان سے مخاطب ہو کر کہتے کہ (نفل) نماز ادا کرو۔ بعد ازاں یہ آیت تلاوت فرماتے (جس کا ترجمہ ہے) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور نماز (ادا کرنے) پر ہمیشگی اختیار کرو۔ ہم تم سے رزق کا سوال نہیں کرتے بلکہ ہم تمہیں رزق عطا کرتے ہیں اور پرہیز گاری کا انجام اچھا ہے۔''

ان چار باتوں کو بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ'' ''سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کے اس خطاب کے وقت حضرت عبداللہ بن سلام بھی استقبالیہ اجتماع میں موجود تھے اور وہ ایک نظر آپؐ کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ وہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے اور عالم زادے بھی، مدینہ کے یہودیوں میں بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو ایسا نظر آیا جو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر کیا تھا کہ یہ خطاب جسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''دریا کو کوزے میں بند کر دیا'' کو سنتے ہی وہ گھر گئے اور جب آپؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے تو یہ بھی وہاں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ۔ ج:۱،ص:۱۱۳)

آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے اور تاج نبوت آپؐ کے سر مبارک پر سجا ہوا تھا اور رسول رحمتؐ تھے ہی لیکن آج اسلامی ریاست کے مقتدر اعلیٰ بھی بن چکے تھے۔ یہاں رہ رہ کر ایک سوال سامنے آتا ہے کہ کیا مدینہ طیبہ آپؐ نے قتل وخونریزی سے حاصل کیا تھا کوئی جنگ برپا کی تھی؟ کوئی ظلم وبربریت کا بازار گرم ہوا تھا؟ شمشیر زنی یا خنجر زنی ہوئی تھی؟ تیر اندازی، یا چاقو چھرا کسی کو گھونپا گیا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں یہ انقلاب تھا پر امن انقلاب، باوقار انقلاب برپا کر دیا۔ قبیلوں اور قوموں کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا۔ اور دنیا کو ایک ایسا نظام امن وسلامتی عطا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ معاشی اور اقتصادی انقلاب، معاشرتی وسماجی اور عائلی انقلاب، عدالتی اور سفارتی انقلاب، روحانی، ذہنی وفکری انقلاب آیئے ذرا دیکھتے ہیں کہ مدنی زندگی میں آپ کو جب اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کی تو اسکے لیے نظام زندگی کیا عطا فرمایا اور پھر آپؐ نے اس کے نفاذ کے لیے کیا کیا اقدامات کیے اور پھر اس نظام کو جزیرۃ العرب میں کیسے غالب کیا اور اس کو عالمی سطح پر کیسے متعارف کرایا اور اس کے غلبے کی جدوجہد کو منظم کرنے کے لیے کیا ہدایات دیں۔ اس وقت میں دس سالہ مدنی دور میں کیے جانے والے کام کو مختصراً ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ پھر نتائج کا حاصل پیش کریں گے۔ اور اس سوال پر غور وفکر کریں گے کہ کیا آنحضرت ﷺ نے فریضہ اقامت دین ادا کیا یا نہیں اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا یا نہیں اور اسلامی حکومت بالفعل قائم ہوگئی یا نہیں۔ آیئے مدنی دور کے کام کا مختصر خاکہ آپ کے مطالعہ اور غور وفکر کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

مدنی دور کا با قاعدہ آغاز اور اس کے اہم واقعات

اھجری اس کے اہم واقعات

ہجرت نبویؐ کی تکمیل کے بعد مدنی زندگی میں آپ ﷺ نے جو اہم امور انجام دیئے نہایت اختصار کے ساتھ انہیں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ مسجد قبا کی تعمیر اور آپؐ کی اس میں بہ نفس نفیس شرکت
۲۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر آپؐ کا عارضی قیام
۳۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر اور آپؐ کی بہ نفس نفیس اس میں شرکت
۴۔ مہاجرین وانصار میں مواخات کا اہتمام
۵۔ باہم تعاون کا ایک اور عہد و پیمان
۶۔ نماز ظہر، عصر اور عشا کی فرض نمازوں میں مزید دو دو رکعات کا اضافہ جبکہ مغرب پہلے ہی سے تین فرض تھے اور نماز فجر کے دو فرض ہی کو برقرار رکھا گیا۔
۷۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے پہلا دستوری معاہدہ کا عمل میں آنا۔
۸۔ دفاعی سرگرمیوں کا آغاز، سریہ حمزہ بن عبدالمطلب، سریہ عبیدہ بن حارث، سریہ سعد بن ابی وقاص
۹۔ آنحضرت ﷺ نے ذاتی رہائش کے لیے حجروں کی تعمیر فرمائی۔
۱۰۔ نمازوں کی حاضری کے لیے اذان کا با قاعدہ انتظام
۱۱۔ صفہ کی تعمیر اور اہل صفہ کی ضروریات کا انتظام
۱۲۔ اذان اور اقامت کی ابتداء۔
۱۲۔ بھیڑیئے کا چرواہے کے ساتھ گفتگو کرنا۔
۱۴۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم
۱۵۔ مدینہ طیبہ سے وبا اور بخار کا ختم ہو جانا۔

اس سال کے دیگر اہم واقعات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اللہ کی راہ میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب القرشی کی سب سے پہلی تیر اندازی

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات کے لیے بحیثیت سربراہ فوجی، جنگی و سیاسی سفر

۳۔ مدینہ سے بیرون رہائش پذیر قبائل سے معاہدات

۴۔ کرز بن جابر فہری کی ڈاکہ زنی یا دشمن کی پہلی باقاعدہ واردات

۵۔ واقعۂ نخلہ یعنی اسلامی فوجی دستے کی پہلی باقاعدہ سرحدی جھڑپ

۶۔ صوم عاشورہ کا حکم

۷۔ تحویل قبلہ کا حکم اور نمازوں کی حالت میں اس پر عملدرآمد

۹۔ فرضیتِ صیامِ رمضان

۱۰۔ عیدالفطر کی نماز اور صدقۃ الفطر کا وجوب اور نفاذ

۱۱۔ عیدالاضحیٰ کی نماز کی ادائیگی اور قربانی

۱۲۔ نمازوں میں سلام وکلام کی ممانعت

۱۳۔ اذن قتال وجہاد

۱۴۔ سب سے پہلا مال غنیمت اور پہلے کافر عمرو بن علاء حضرمی کا قتل اور کافروں کو قید کیا جانا اور پہلے امیر لشکر کے تقرر کا آغاز ہونا۔

۱۵۔ بدر کی فتح کے ساتھ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِيۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

۱۶۔ مال غنیمت کی حلت کا حکم نازل ہوا۔

۱۷۔ عمیر بن حمام کی شہادت واقع ہوئی۔

۱۸۔ فتح بدر پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کیا گیا۔ ۱۹۔ کافر قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

دوسرے سال کے دیگر اہم واقعات

۱۔ غزوہ ابواء: ۱۲ صفر ۲ھ جسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔ ابواء اور ودان مقامات کے نام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر موجودگی میں حضرت سعد بن عبادہ کو حاکم مدینہ مقرر کیا یہ غزوہ ستر مہاجر مجاہدین پر مشتمل تھا۔

۲۔ غزوہ بواط: ربیع الاول یا ربیع الثانی۔ میں پیش آیا دو سو مہاجر مجاہدین اس میں شامل تھے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قائم مقام سعد بن معاذؓ کو بنایا۔

۳۔ غزوہ بدر اولیٰ: یا غزوہ سفوان ربیع الاول میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ روسائے مشرکین میں سے کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کے مویشیوں پر غارت گری کی۔ آپؐ جوابی کاروائی کے لیے نکلے۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام حاکم مدینہ مقرر کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ غزوہ ذی العشیرہ: جمادی الاول میں پیش آیا۔آپؐ ایک سو پچاس یا دو سو مجاہدین کے ساتھ نکلے۔ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسد مخزومی کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔کئی ایام وہاں رہے۔بنو مدلج اور انکے حلفاء سے جو بنو ضمرہ کے باقی ماندہ لوگ تھے،معاہدہ فرمایا۔

۵۔ غزوہ بدرالکبریٰ۔جس کی قیادت آپؐ نے خود فرمائی۔اس غزوہ کے شرکاء ۳۱۳ تھے۔ ۸۴ مہاجرین اور ۲۲۹ انصار تھے۔مدینہ سے ۱۱ رمضان کو روانگی ہوئی سترہ رمضان کو یہ معرکہ پیش آیا۔کفار کی تعداد ایک ہزار تھی معرکے میں ستر روسا ابوجہل سمیت قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔اس موقع پر آپؐ نے ابولبابہ بن عبدالمنذر الانصاری الاوسی جن کا نام بشیر یا رفاعہ تھا کو قائم مقام حاکم مدینہ مقرر فرمایا۔

۶۔ غزوہ بنی سلیم: بمقام کدر تشریف لے گئے۔اس کا دوسرا نام غزوہ قرقرۃ الکدر بھی مشہور ہے۔قرقرہ سفید چٹیل میدان اور کدر خاکستری رنگ کے پرندوں کو کہا جاتا ہے۔یہ جگہ قرقرۃ الکدر اس لیے کہلائی کیونکہ یہاں خاکستری رنگ کے پرندوں کا مسکن تھا۔قائم مقام حاکم کے بارے میں بعض سیرت نگاروں نے کہا کہ حضرت سباع بن عرفطہ کو اور بعض کے نزدیک حضرت ابن ام مکتوم جن کا اصل نام عمرو یا عبداللہ ہے) کو خلیفہ مقرر کیا۔ان دونوں اقوال کی تطبیق یوں بھی دی گئی ہے کہ حضرت سباع بن عرفطہ کو فیصلوں کے لیے اور حضرت ابن ام مکتوم کو نمازوں کی امامت کے لیے خلیفہ مقرر کیا۔

۷۔ غزوہ سویق۔ذی الحجہ (یا محرم ۳ھ میں) پیش آیا۔غزوہ سویق اس کا نام اس لیے پڑا کہ مشرکوں کا بیشتر توشہ ستو تھے۔جو مسلمانوں کو بطور غنیمت ہاتھ آئے۔ابوسفیان دو سو سواروں کے ساتھ مکہ سے آیا آپ بھی دو سو سواروں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے۔اس موقع پر آپؐ نے سباع بن عرفطہ یا ابن ام کلثوم یا ابولبابہ بن منذر کو قائم مقام حاکم مدینہ مقرر کیا۔

۳ ہجری کے اہم واقعات

۱۔ ممانعت شراب کا ابتدائی اور پہلا حکم

۲۔ کعب بن اشرف کا قتل

۳۔ سودخوری ترک کرنے کے لیے ابتدائی نصیحت اور یتامیٰ کے بارے میں احکام

۴۔ وراثت کے مفصل قانون کا اجراء۔

۵۔ قانون ازدواج،حقوق الزوجین کی تفصیلات کے ساتھ،مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت

۶۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

۷۔ نماز خوف کا آغاز۔

۸۔ میت پر نوحہ کی ممانعت

غزوہ غطفان: محرم اور بقول ابن کثیر ربیع الاول میں یہ غزوہ پیش آیا اس کا دوسرا نام انمار اور تیسرا نام امر بھی ہے غطفان ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبیلے کا نام ہے جو نجد میں رہائش پذیر تھا۔ آپؐ پانچ سو مجاہدین کے ساتھ نکلے۔ قائم مقام حاکم مدینہ حضرت عثمان بن عفان کو بنایا۔

۹۔ غزوہ بنوسلیم ربیع الاول اور جمادی الاولیٰ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کا دوسرا نام غزوہ فرع اور تیسرا نام غزوہ بحران بھی ہے۔ آپؐ تین سو صحابہ کرام کے ساتھ نکلے۔ اس موقع پر مدینہ کا قائم مقام حاکم حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔

۱۰۔ غزوہ بنی قینقاع جمادی الاولیٰ (بعض کا خیال ہے کہ یہ غزوہ ۲ھ شوال میں پیش آیا۔) بنوقینقاع یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو عبداللہ بن سلام کی قوم تھی۔ یہودیوں میں عہد شکنی سب سے پہلے انہوں نے کی تھی۔ آپؐ نے مدینہ کا حکمران ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بنایا۔ یہودیوں کے قلعے کا پندرہ دن محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر جلاوطنی پر معاملہ طے ہوا۔

۱۱۔ غزوہ احد: شوال میں ہوا۔ آنحضرتؐ ایک ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول تین سو منافقین کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔ آپؐ نے سات سو صحابہ کرام کے ساتھ تین ہزار مشرکین مکہ سے مقابلہ کیا مدینہ میں اپنا قائم مقام حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر کیا۔ اس غزوہ میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ اور ڈیڑھ صد زخمی ہوئے۔ یہ غزوہ بہت سخت اور صدمات کا باعث بنا۔

۱۲۔ غزوہ حمراء الاسد یہ شوال میں غزوہ احد کے دوسرے دن پیش آیا۔ دراصل اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ ابوسفیان دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا اس کے جواب میں آپؐ تین سو ساٹھ صحابہ کے ساتھ مقابلے پر نکلے اور حمراء الاسد تک دشمن کا مقابلہ کیا۔

۴ ہجری کے اہم واقعات

۱۔ حادثہ رجیع دعوتی و تربیتی معلمین کے وفد کا قتل جو ستر افراد پر مشتمل تھا۔

۲۔ یہودی جوڑے کو بدکاری کے ارتکاب پر سنگسار کیا گیا۔

۳۔ پردہ کے احکامات کا نزول اور نفاذ

۴۔ شراب کی حرمت کا قطعی قانون اور اس کا نفاذ

۵۔ حضرت خُبیب کی لاش چالیس دن بعد حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود تنعیم سے سولی پر لٹکی ہوئی اتار کر مدینہ لائے۔

۶۔ نماز قصر کا حکم

۷۔ غزوہ بنی النضیر ربیع الاول میں پیش آیا (بعض کا خیال ہے کہ یہ غزوہ ۲ھ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا) آپؐ نے اس موقع پر بیس دن تک ان کا گھیراؤ جاری رکھا بالآخر وہ جلاوطنی پر مجبور ہو گئے۔ اس موقع پر قائم مقام حکمران مدینہ حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر کیا گیا۔

۸۔ غزوہ بدر موعد (اس کے دیگر نام بدر معاد، بدر صغریٰ، بدر ثالثہ، اور بدر اخیرہ بھی ہیں۔) جنگ احد کے موقع پر ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش مکہ نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا۔ اس پر آپ ﷺ بنفس نفیس پندرہ سو صحابہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نکلے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو قائم مقام حکمران مدینہ مقرر فرمایا۔

۵ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ حکم تیمم کا نزول (غزوہ بنوالمصطلق میں) ۲۔ واقعہ افک پیش آیا۔

۳۔ زنا، قذف اور لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ اور پردے کے تفصیلی احکام واقعہ افک کے بعد عطا کئے گئے۔

۴۔ غزوہ دومۃ الجندل پیش آیا۔ یہ شام کے قریب ایک شہر ہے۔ مدینہ سے پندرہ سولہ دن کی مسافت پر۔ آپؐ ۲۵ ربیع الاول کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے اور ۲۰ جمادی الاول کو مدینہ واپسی ہوئی۔ مدینہ میں آپؐ نے اپنا قائم مقام حاکم حضرت سباع بن عرفطہؓ کو مقرر فرمایا۔

۵۔ غزوہ مریسیع (غزوہ بنوالمصطلق) ربیع الاول ۲ شعبان کو پیش آیا۔ آپؐ سات سو صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ۲۸ دن بعد واپسی یکم رمضان کو ہوئی۔ مدینہ کا قائم مقام حکمران حضرت زید بن حارثہ یا حضرت ابوذر غفاری کو بنایا۔ اس غزوہ میں ایک مسلمان شہید ہوا۔ جبکہ دشمن کے دس افراد قتل ہوئے اور سات سو یا اس سے بھی زیادہ قید کر لئے گئے۔

۶۔ غزوہ خندق شوال میں ہوا۔ جس کا نام غزوہ احزاب بھی معروف ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی جبکہ مشرکین دس ہزار (ایک قول کے مطابق پندرہ ہزار) تھے۔ اس میں قریش اور غطفان کے لوگ شامل تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین کے دس لوگ مارے گئے۔

۷۔ غزوہ بنی قریظہ جنگ خندق کے فوراً بعد ذی القعدہ کو ہوا۔ آپؐ تین ہزار صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینہ میں اپنا قائم مقام حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔ پچیس دن دشمن کا محاصرہ جاری رکھا۔ بالآخر حضرت سعدؓ کو انہوں نے فیصل تسلیم کیا چنانچہ ان کے فیصلے پر عملدرآمد کیا گیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ دشمن کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور انکی عورتوں اور بچوں کو حراست میں لے لیا جائے۔

۶ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ غزوہ بنولحیان ربیع الاول (بعض نے جمادی الاولیٰ اور بعض نے رجب بھی لکھا ہے سنہ کے بارے میں بعض کا خیال ۴ ھجری اور بعض کا خیال ۵ ھجری) کو ہوا۔ بنولحیان نے بیر معونہ میں آپؐ کے ستر قراء و معلمین صحابہ کرام کو قتل کر دیا تھا جس کے جواب میں آپؐ دو سو صحابہؓ کے ساتھ نکلے۔ اس موقع پر حضرت ابن ام مکتوم کو قائم مقام حاکم مدینہ مقرر فرمایا۔

۲۔ یکم ذیعقدہ کو آپ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے نکلے۔ ذوالحلیفہ سے آپ نے عمرے کا احرام باندھا۔ مگر مشرکین کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے عمرہ ادا نہ کر سکے۔ بلکہ حدیبیہ کے مقام پر روک دیئے گئے۔ باہم مذاکرات سے پہلی دفعہ مشرکین مکہ نے آپؐ کو حکمران مدینہ تسلیم کیا اور صلح حدیبیہ پر تیار ہوئے۔ چنانچہ اس صلح کے مطابق آپؐ نے اگلے سال عمرۃ القضاء ادا فرمایا۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت ابن ام مکتومؓ (اور بقول بعض مورخین حضرت غیلہ بن عبداللہ اللیثی) کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔

۳۔ غزوہ غابہ: جس کا دوسرا نام ذی قرد بھی ہے۔ آپؐ ایک ڈاکہ کی اطلاع پر جس میں چالیس سوار تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے پانچ یا سات سو افراد کو لے کر نکلے جبکہ مدینہ کی حفاظت کے لیے پہرے پر تین سو افراد کو مقرر فرمایا۔ حضرت سلمہ بن اکوع تن تنہا آگے نکل گئے اور اپنے اونٹ واگزار کرا لیے اور تیر اندازی کے نتیجے میں دشمن اپنا اسلحہ و دیگر سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اس طرح آپؐ مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس موقع پر آپؐ نے مدینہ میں اپنا جانشین حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔

۷ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ عمرۃ القضا ادا کیا۔ ۲۔ حلال و حرام جانوروں کی وضاحت اور اس کا قانون جاری ہوا۔

۳۔ غزوہ خیبر محرم میں ہوا۔ چودہ سو پیادہ اور دو سو سواروں نے آپؐ کے ساتھ رفاقت کی سعادت حاصل کی۔ آپؐ نے مدینہ میں اپنا قائم مقام حضرت سباع بن عرفطہ کو مقرر فرمایا۔ خیبر مدینہ سے آٹھ دن کی مسافت پر شام کی جانب واقع ہے۔ دس دن سے زیادہ آپؐ نے وہاں قیام فرمایا اور محاصرہ جاری رکھا جس کے نتیجے میں صفر میں خیبر فتح ہوا۔

۴۔ غزوہ وادی القریٰ صفر میں وقوع پذیر ہوا۔ وادی القریٰ، خیبر اور مدینہ کے درمیان شام سے آنے والے حجاج کے راستہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ خیبر سے واپسی پر جب آپ کا یہاں سے گزر ہوا تو یہود سے آمنا سامنا ہو گیا۔ آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ چار دن کے محاصرے کے بعد وادی القریٰ کو فتح کر لیا گیا۔

۵۔ غزوہ ذات الرقاع ربیع الاول میں ہوا۔ اس کا دوسرا نام غزوہ بنی محارب بھی ہے اور تیسرا نام غزوہ بنی ثعلبہ بھی۔ نیز یہ غزوہ صلوٰۃ الخوف بھی کہلاتا ہے۔ کیونکہ نماز خوف اسی غزوہ میں شروع ہوئی۔ اس کا نام غزوۃ الاعاجیب بھی ہے کیونکہ اس میں عجیب و غریب امور پیش آئے۔ یہ غزوہ نجد کے علاقے میں بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلے میں تھا۔ آپ ۱۰ ربیع الاول کو ذات الرقاع کے لیے چار سو (سے آٹھ سو) صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے اور حضرت عثمان غنیؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

۸ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ منذر بن ساویٰ سے صلح ہوئی۔

۲۔ چوری کے احکامات اور عورت کے قطع ید کا فیصلہ عمل میں آیا۔

۳۔ رمضان المبارک میں مکہ فتح ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش سے جو معاہدہ امن کیا تھا، وہ اس پر قائم نہ رہے اور تقریباً بائیس ماہ بعد شعبان ۸ ھجری میں آنحضرتؐ کے حلیف بنو خزاعہ پر فوج کشی کر کے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اس لیے آپؐ دس ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے اور آپؐ نے اپنا قائم مقام حضرت ابن ام مکتوم (اور بقول بعض مورخین ابو رہم کلثوم بن حصین) کو مدینہ منورہ کا حکمران مقرر کیا۔ اس میں علمائے امت نے تطبیق یوں قائم کی ہے کہ حضرت ابو رہم کو حکومت کی اور حضرت ابن، ام مکتوم کو نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل فتح عطا فرمائی اور یہاں کفر و شرک کا کلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ ہو گیا۔

۴۔ غزوہ حنین: شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کا دوسرا نام غزوہ ہوازن بھی ہے۔ اس جنگ میں بنو ہوازن ہی آپؐ کے مقابلہ پر آئے۔ بارہ ہزار لشکر آپؐ کے ساتھ تھا۔ یہ لشکر مدینہ سے آنے والے دس ہزار اور مکہ مکرمہ کے دو ہزار نو مسلموں پر مشتمل تھا۔ حنین مکہ سے گیارہ بارہ میل مشرقی جانب اور مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح نصیب فرمائی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس غزوہ میں چار مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر واصل جہنم ہوئے۔

۵۔ غزوہ طائف شوال میں پیش آیا۔ طائف مکہ سے مشرق میں واقع مشہور شہر ہے۔ جہاں آپ مکی دور میں ایک مرتبہ وہاں دعوت دین پیش کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس شہر میں انگور، کھجور اور دوسرے میوے بکثرت ہوتے ہیں۔ ربیع، خریف، گرما، سرما چار موسموں کے پھل ایک ہی دن یہاں ملیں گے۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ آباد تھے۔ آپؐ نے دس دن (بقول بعض چالیس دن) طائف کا محاصرہ جاری رکھا اسلحہ میں سے پہلی دفعہ یہاں منجنیق نصب کی۔ یہ اسلام میں پہلی منجنیق تھی جس سے گولہ باری کی گئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ غزوہ طائف میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ سعیدؓ بن العاص الاموی سمیت بہت سے کافر قتل ہوئے۔

۹ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ حج بیت اللہ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔

۲۔ حضرت ابوبکر کی امارت میں پہلا حج ادا کیا گیا۔

۳۔ مدینہ میں وفود کی آمد کا سلسلہ عروج پر پہنچا۔

۴۔ عاملین زکوۃ کا تقرر عمل میں آیا۔

۵۔ واقعہ ایلاء و تخییر پیش آیا۔

۶۔ غزوہ تبوک۔ رجب میں وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ کے بھی کئی نام ہیں۔ غزوۃ العسرہ، ساعۃ العسرۃ، اور الفاضحہ۔ آخری نام اس لیے پڑا کہ اس سلسلے میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے منافقین کی قلعی کھل گئی۔ یہ سب سے آخری غزوہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ تبوک مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے اس دور میں مدینہ سے چودہ مراحل اور دمشق سے گیارہ مرحلوں میں سفر کیا جاتا تھا۔ تبوک سے واپسی شعبان میں ہوئی۔ اس غزوہ میں صحابہ کرام کی تعداد تیس ہزار تھی۔ غزوہ تبوک نہایت تنگی کے دور میں ہوا۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ تمام علاقوں میں خشک سالی اور قحط تھا۔ کھجور کا پھل تیار تھا۔ توشہ سفر کی قلت اور سواریوں کی کمی کا سامنا تھا اور دشمن کی قوت و کثرت اور طویل بیابانی مسافت کیونکہ چودہ مرحلے صرف جانے کے تھے۔ اور پھر اتنا ہی سفر واپسی کا تھا اور تبوک چالیس میل کے صحرائے شام میں واقع تھا۔ جس میں نہ درخت، نہ سایہ، نہ پانی، ان حالات میں مسلمانوں کے لیے یہ سفر بے حد تکلیف دہ تھا۔ اس سفر کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر جانا تھا۔ بڑے عزم اور دل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گردے کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیے۔ اور یہ لوگ تبوک روانہ ہوئے مگر دشمن بڑی تعداد کے باوجود مقابلہ پر نہ آسکا اور آپؐ پوری کامرانی کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

۱۰ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ حجۃ الوداع

۲۔ مسیلمہ کذاب کی اپنی قوم بنوحنیفہ کے چودہ افراد کے وفد کے ساتھ مدینہ میں آمد

۳۔ اسود بن کعب العنسی کذاب کا دعوائے نبوت

۴۔ نجران کے نصاریٰ کے نام دعوت اسلام کے لیے آپؐ کا خط

۵۔ حضرت معاذ بن جبل کا حاکم یمن بن کر جانا۔

۶۔ حضرت علیؓ کا یمن کے لیے معلم بن کر جانا۔

۷۔ حضرت عمرو بن حزم الانصاری کو بنوحارث کی طرف نجران میں معلم بنا کر بھیجنا

۸۔ فروہ بن عمرو الجزامی شام میں شاہ روم کی طرف سے بلقاء کے عامل تھے۔

۹۔ عدی بن حاتم الطائی کا قبول اسلام

۱۰۔ وفد سلامان کی آمد اور ایک معجزہ

۱۱ ھجری کے اہم واقعات

۱۔ دین کی تکمیل اور مرض الموت کی ابتداء

۲۔ رفیق اعلیٰ سے ملاقات یعنی سفر آخرت

۳۔ حضرت عمرؓ کے جذبات

۴۔ حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ

۵۔ خلافت کا انعقاد

۶۔ تدفین

۷۔ خلافت علی منہاج النبوہ کا آغاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس سالہ دور نبوی میں پیش آنے والے سرایا و مہمات

نمبر شمار	نام سریہ	نام سالار لشکر	تعداد مجاہدین	سنہ ھ
۱	سریہ سیف البحر	حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب	۵۳۰	رمضان ۱ھ
۲	// رابغ	عبیدہ بن حارث بن المطلب	۲۰۰	شوال ۱ھ
۳	// خرار	سعدؓ بن ابی وقاصؓ	۰۲۰	ذیقعدہ ۱ھ
۴	// (محمد بن مسلمہؓ برائے قتل ہجوگو کعب ابن اشرف یہودی)	محمد بن مسلمہ	۰۵	ربیع الاول ۲ھ
۵	زید بن حارثہ کلبی	زید بن حارثہ کلبی	۱۰۰	جمادی الآخر ۲ھ
۶	// نخلہ	عبداللہ بن جحش	۱۲	رجب ۲ھ
۷	// (عمیر بن عدیؓ برائے قتل ہجوگو عصماء بنت مروان)	عمیر بن عدی (الخطمی)		۲۴ رمضان
۸	سریہ (سالم بن عمر برائے قتل ہجوگو یہودی از بنو عمر بن عوف)	سالم بن عمیر		شوال ۲ھ
۹	سریہ (ابی سلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی)	ابو سلمہ	۱۵۰	محرم ۳
۱۰	// (عبداللہ بن انیس اسلمیؓ برائے قتل سفیان بن خالد بمقام بطن عرنہ)	عبداللہ بن انیس عمری		محرم ۳ھ
۱۱	حادثہ رجیع یا سریہ عاصم	سربراہ عاصم بن ثابت ابن ابی افلح	۰۱۰	صفر ۳ ھجری
۱۲	سریہ حضرت منذر بن عمرو الصاعدی	منذر بن عمر الصاعدی	۷۰	صفر ۴ھ
۱۳	// حضرت زید بن حارثہ	حضرت زید بن حارثہ بطرف نجد	۱۰۰	جمادی الاخر ۵ھ
۱۴	// حضرت بلال بن حارث مزنی	حضرت بلال بن حارث مزنی	-	۵ھ
۱۵	// حضرت محمد بن مسلمہ	محمد بن مسلمہ بطرف قرطا	۳۰ سوار	محرم ۶ھ
۱۶	// حضرت عکاشہ بن محصن	عکاشہ بن محصن بطرف عمر مرزوق	۴۰ سوار	ربیع الاول ۶ھ
۱۷	حضرت محمد بن مسلمہ	حضرت محمد بن مسلمہ بطرف (ذی القصہ)	۱۰	ربیع الاول ۶ھ
۱۸	// حضرت ابو عبیدہ بن الجراح	حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بمقام بطرف	۴۰ سوار	//
۱۹	// حضرت زید بن حارثہ	حضرت زید بن حارثہ بمقام جموم	-	ربیع الاخر ۶ھ
۲۰	// //	// بمقام طرف	۱۵	جمادی الاخر ۶ھ
۲۱	// //	// بمقام حسمی	۵ سوار	//
۲۲	// حضرت ابوبکر صدیق	حضرت ابوبکرؓ بطرف وادی القریٰ	۱۰۰	// رجب ۶ھ
۲۳	// حضرت زید بن حارثہ	حضرت زید بن حارثہ بطرف وادی القریٰ	-	رجب //
۲۴	// حضرت عبدالرحمن بن عوف	حضرت عبدالرحمن بن عوف بنو فزارہ	۷۰۰	شعبان //

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵	ررحضرت زید بن حارثہ	حضرت زید بن حارثہ	-	-
۲۶	ررحضرت علی بن ابی طالب	علی بن ابی طالب بمقام فدک	۱۰۰	شعبان ۶ھ
۲۷	ررزید بن حارثہ	زید بن حارثہ بطرف وادی القریٰ	-	رمضان ۶ھ
۲۸	رر عبداللہ بن عتیکؓ	حضرت عبداللہ بن عتیکؓ بمقام خیبر	۵ یا ۷	رمضان ۶ھ
۲۹	ررعبداللہ بن رواحہ	حضرت عبداللہ بن رواحہ برائے اسیر	۳۰	شوال ۶ھ
۳۰	ررکرز بن جابر	کرز بن جابر القرشی	۲۰ سوار	شوال یا جمادی الاخر ۶ھ
۳۱	ررعمرو بن امیہ	عمر بن امیہ ضمری برائے ابوسفیان مکہ	-	جمادی الاخر یا ذی القعدہ ۶ھ
۳۲	ررابان بن سعید	حضرت ابان بن سعید بمقام نجد	-	محرم ۷ھ
۳۳	حضرت عمر بن خطاب	عمر بن خطاب بمقام محربہ برائے بنوہوازن	-	شعبان رر
۳۴	ررحضرت ابوبکر صدیق	ابوبکر صدیق بنوکلاب وادی القریٰ	-	شعبان رر
۳۵	رر بشیر بن سعد	بشیر بن سعد بمقام فدک برائے بنومرہ	۳۰ سوار	رر
۳۶	ررغالب بن عبداللہ اللیثی	غالب بن عبداللہ اللیثی بمقام نجد	۱۳۰ سوار	رمضان رر
۳۷	رربشیر بن سعد	بشیر بن سعد بمقام یمن	۳۰۰	شوال رر
۳۸	رر اخرم	اخرم بن ابی العوجاء	۵۰	ذی الحجہ رر
۳۹	ررغالب بن عبداللہ اللیثی	غالب بن عبداللہ	۱۴	صفر ۸ھ
۴۰	رر	غالب بن عبداللہ	۲۰۰	صفر ۸ھ
۴۱	ررشجاع بن وہب	شجاع بن وہب	۲۴	ربیع الاول رر
۴۲	ررکعب بن عمیر	کعب بن عمیر بمقام ذات اطلاع	۱۵	رر
۴۳	ررموتہ	زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ، ان کی شہادت کے بعد خالد بن ولید	۳۰۰۰	جمادی الاول رر
۴۴	ررعمرو بن العاص	عمرو بن العاص بمقام ذات السلاسل	۳۰۰	جمادی الاخر
۴۵	ررابوعبیدہ بن الجراح	ابوعبیدہ بن الجراح	۳۰۰	جمادی الاخر
۴۶	ررعمرو بن مرہ الجہنی	عمرو بن مرہ برائے ابوسفیان	-	قبل از فتح مکہ
۴۷	ررابوقتادہ بن حارث	ابوقتادہ بمقام بطن اضم	۱۶	شعبان ۸ھ
۴۸	ررابوقتادہ	ابوقتادہ بمقام بطن اضم		رمضان رر
۴۹	رراسامہ بن زید	اسامہ بن زید بمقام حرقات جہینہ		رر
۵۰	ررسعد بن زید الاشہلی	حضرت سعد بن زید اشہلی	۲۰	رر
۵۱	ررخالد بن ولید	خالد بن ولید بجانب نخلہ	-	رمضان رر
۵۲	ررعمرو بن العاص	عمرو بن العاص بمقام رہاط	-	فتح مکہ کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳	// خالد بن ولید	خالد بن ولید بجانب یلملم	۳۵۰	//
۵۴	// عامر بن عبید اشعری	عامر بن عبید بن سلیم		شوال //
۵۵	// طفیل بن عمرو	طفیل بن عمرو		// //
۵۶	// قیس بن اسد	قیس بن اسد بن عبادہ	۴۰۰	ذی القعد //
۵۷	// خالد بن ولید	حضرت خالد بن ولید بجانب یمن قبیلہ ہمدان	-	//
۵۸	// عیینہ بن حصن انصاری	حضرت عیینہ بن حصن انصاری	-	محرم ۹ھ
۵۹	// عبداللہ بن عوسجہ	عبداللہ بن عوسجہ	-	کیم صفر ۹ھ
۶۰	// قطبہ بن عامر انصاری	حضرت قطبہ بن عامر الانصاری	۲۰	//
۶۱	// ضحاک بن سفیان کلابی	ضحاک بن سفیان	-	//
۶۲	// علقمہ بن مجزز مدلجی	حضرت علقمہ بن مجزز	۳۰۰	ربیع الآخر ۹ھ
۶۳	// علی بن ابی طالب	علی بن ابی طالب قبیلہ طے بت قلس/قلیسا	۱۵۰	// ہ
۶۴	// عکاشہ بن محصن	حضرت عکاشہ بن محصن	-	//
۶۵	// ابوسفیان بن حرب و مغیرہ بن شعبہ	حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ کو لات		-//
		منات نامی بت ڈھانے کے لیے		//
۶۶	// خالد بن ولید	خالد بن ولید بطرف دومۃ الجندل		//
۶۷	// بعث ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل	دونوں کو بالائی اور زیریں علاقوں کا گورنر بنا کر بھیجا	۴۲۰	رجب ۹ھ
۶۸	// خالد بن ولید	خالد بن ولید کو یمن کی طرف بنو عبدمدان کی طرف	-	جمادی الاولیٰ ۱۰ھ
۶۹	// مقداد بن اسود	حضرت مقداد بن اسود، کچھ عرب لوگوں کے پاس	-	//
۷۰	علی بن ابی طالب	حضرت علی بن ابی طالب یمن برائے دعوت	۳۰۰	//
۷۱	// بنو عنبس	قریش کے قافلے کی طرف	۹	//
۷۲	// رعیہ سحیمی	برائے دعوت	-	//
۷۴	// ابوامامہ باہلی	حضرت امامہ باہلی کو ان کی قوم کی طرف بھیجا	-	//
۷۵	// جریر بن عبداللہ	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو ذوالخلصہ بت منہدم کرنے کے لیے	-	بعد از حجۃ الوداع ۱۱ھ
۷۶	// خالد بن ولید	یمن برائے قبیلہ ختم کی طرف	-	//
۷۷	// اسامہ بن زید	اسامہ بن زید کو بلقا شام	-	//

عبادات کے لیے مساجد کا قیام اور نظام

آنحضرت ﷺ ہجرت کے سفر کو ابھی مکمل نہیں کر پائے تھے کہ حدود مدینہ میں داخل ہوتے ہی قبا میں آپ نے چند دن قیام فرمایا۔ ابھی منزل مقصود یعنی مدینہ منورہ پہنچے نہیں تھے لیکن حدود مدینہ کے پہلے شہر قبا میں داخل ہوئے جہاں ''مَنْزِلُ الْعُزَّ اب'' کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بطور مرکز استعمال کیا یہاں غیر شادی شدہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ رہائش پذیر تھے۔آپ ؐ نے قبا کے قیام میں سب سے پہلا اور بڑا کام مسجد قبا کی تعمیر کا انجام دیا۔حضرت کلثوم بن الہدم کی افتادہ زمین جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں یہ قطعہ زمین انہوں نے مسجد کے لیے آپ ؐ کی خدمت میں پیش کیا۔یہاں اپنے دست مبارک سے آنحضرت ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی یہی مسجد ہے جس کی شان قرآن مجید میں بایں الفاظ بیاں فرمائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾(التوبہ۔۹۔۱۰۸)

''جو مسجد روز اول سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو،اس میں ایسے لوگ جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔''

قربان جایئے آنحضرت ﷺ پر کہ آپ ؐ نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں اور روئے زمین کے قائد و امام بھی ہیں تاہم آپ ؐ نے صرف مسجد کا سنگ بنیاد ہی نہیں رکھا بلکہ مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ ؐ خود بھی کام کرتے تھے۔بھاری بھاری پتھروں کو اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا۔محبان رسول ؐ آتے اور عرض کرتے''ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں''آپ چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے۔''آپ ان کی درخواست قبول فرماتے لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔

(سیرت النبی ؐ ج:۱۔ص۔۱۸۴ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور بحوالہ وفاء الوفاء)

حضرت عبداللہ بن رواحہ شاعر تھے،وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرنے کے وقت تھکن دور کرنے کے لیے کچھ گنگناتے ہیں اسی طرح وہ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

أَفْلَحَ مَنْ يُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا
وَيَقْرَءُ الْقُرْآنَ قَائِمًا وَّ قَاعِدَا
وَلَا يَبِيتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا۔

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے۔اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔(سیرۃ النبی ج:۱۔ص ۱۸۴ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

پھر آپ ؐ جب قبا سے مدینہ پہنچے اور حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں عارضی طور پر قیام فرمایا تو یہاں بھی سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا انجام دیا۔مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہاں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔آپ ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔پھر آپ ؐ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا اور بنوالنجار کو بلوایا اور کہا تم مجھ سے اپنے باغ کا سودا کر لو انہوں نے کہا قسم اللہ کی!ہم اس کی قیمت صرف اللہ عزوجل ہی سے لیں گے۔حضرت انس ؓ (جو حدیث کے راوی ہیں) نے کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس میں وہ کچھ تھا جو میں تمہیں بتا رہا ہوں یعنی مشرکین کی قبریں، کھنڈر، اور کھجوروں کے درخت۔ آنحضرتؐ نے مشرکین کی قبروں کے متعلق حکم دیا اور انہیں اکھیڑ دیا گیا، کھنڈر برابر کر دیے گئے اور کھجوریں کاٹ دی گئیں اور انکے تنوں کو قبلہ رخ قطار سے رکھ دیا گیا اور دروازے کے دونوں کنارے پتھروں سے چنے گئے اور (صحابہ کرام جو تعمیر میں شریک تھے) پتھر ڈھوتے تھے اور مل کر یہ شعر پڑھتے تھے، اور نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ کہتے جاتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَة۔ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَة۔" اے اللہ! خیر تو بس وہی ہے جو آخرت میں ملے، پس تو انصار و مہاجرین کی نصرت فرما۔"

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی بناء المساجد حدیث نمبر ۴۵۱)

مسجد نبوی کی تعمیر میں آنحضرت ﷺ نے برابر حصہ لیا امام زہری حضرت عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر کے وقت آنحضرت ﷺ بھی صحابہ کرام کے ساتھ کچی اینٹیں ڈھوتے تھے اور یہ شعر آپؐ کی زبان پر تھے۔

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ
هٰذَآ بَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرُ

جتنی یہ مزدوری نتیجہ خیز ہے اتنی خیبر کی مزدوری نتیجہ خیز نہیں۔ اے ہمارے رب! اس میں زیادہ نیکی ہے اور یہ زیادہ پاکیزہ عمل ہے۔" اور کبھی یوں فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَة
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَة

"الٰہی! آخرت کا اجر ہی، (اصل) اجر ہے۔ اس لئے (تو) انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔"

نیز آپؐ ایک مسلمان شاعر کے شعر بھی اس موقع پر پڑھتے تھے۔ ایک اور راوی کا بیان ہے کہ تعمیراتی کام کے وقت آپؐ نے اپنے فاضل کپڑے اتار رکھے تھے تو دوسرے لوگوں نے بھی اپنے کپڑے اتار رکھے تھے۔ وہ کہتے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَ الرَّسُوْلُ يَعْمَلُ
لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلِ الْمُضَلَّل

اگر اللہ کے رسول کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں، تو یقیناً ہمارا یہ عمل گمراہی کا عمل ہے۔"

اور کچھ یوں کہتے کہ

لَا يَسْتَوِيْ مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا
يَدْاَبُ فِيْهَا قَائِمًا وَّ قَاعِدًا
وَ مَنْ يُرٰى عَنِ التُّرَابِ حَامِدًا

مسجدیں تعمیر کرنے والے، ہمیشہ ان میں قیام و قعود میں مصروف رہنے والے اور مٹی سے بچنے کے لیے دور بھاگنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کا محراب بیت المقدس کی طرف بنایا گیا اور اس میں تین دروازے رکھے گئے۔ ایک دروازہ قبلہ کی سمت، ایک دروازہ جو باب الرحمۃ کے نام سے مشہور ہے، اور ایک دروازہ جس سے رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ میں آیا جایا کرتے تھے۔ مسجد کا طول دیوار قبلہ سے آخر تک شمالاً جنوباً سو ہاتھ اور دونوں جانب شرقاً غرباً بھی اتنا ہی تھا، یا اس سے کچھ کم تھا۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ چوڑی تھی۔ ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، چھت کھجور کی چھڑیوں سے ڈالی گئی تھی۔ دروازے کی دونوں سر دلیں پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ کسی نے کہا کہ ''چھت بہترین ہونی چاہیے'' آپؐ نے فرمایا ''نہیں، موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح مناسب ہے'' آپؐ نے اپنے رہائشی حجرے کچی اینٹوں سے مسجد کے پہلو میں تعمیر کیے اور ان پر کھجور کی چھڑیوں کی چھت ڈالی''

(مختصر سیرۃ الرسول محمد بن عبدالوہاب ص، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج:۱ ص:۱۱۵، ۱۱۶)

آنحضرتؐ کے حجروں کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوگئی تو مسجد کے متصل ہی آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے لیے مکان بنوائے۔ اس وقت تک حضرت سودہؓ آپؐ کے گھر میں بحیثیت ام المومنین موجود تھیں۔ اور حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا تاہم رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی جو حجروں کی تعمیر کے بعد عمل میں آئی، اس لیے دو حجرے بنوائے گئے تھے۔ جب اور ازواج مطہرات آتی گئیں تو حسب ضرورت اور مکانات تعمیر ہوتے گئے۔ یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے۔ مکانات کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ کے مکانات شامی جانب تھے اور حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت سودہؓ مقابل جانب تھیں۔

یہ مکانات مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ جب آپ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپؐ کے بال دھو دیتی تھیں۔ یہ مکانات چھ چھ، سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے، چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا تھا، دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا اور راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔

(سیرت النبی ج:۱ ص۔۱۸۷)

صفہ اور اصحاب صفہ

اصحاب صفہ اسلامی لغت کا مشہور و معروف لفظ ہے۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں صفہ مسجد نبوی کے ایک کنارے پر ایک سائبان تھا جو مسجد سے ملحق تیار کیا گیا تھا۔ اکثر صحابہ کرامؓ دعوتی سرگرمیوں کے ساتھ ہر قسم کا کاروبار یعنی تجارت یا زراعت وغیرہ کرتے تھے لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی دعوت الی اللہ کے لیے وقف کر دی تھی۔ وہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر تربیت حاصل کرتے پھر عبادات میں لگ جاتے یا لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے پر مامور کر دیئے جاتے۔ ان میں ایک گروہ دن کو جنگل سے لکڑیاں چن لاتا اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لیے کھانا مہیا کرتا۔ یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اسی صفہ پر پڑے رہتے۔ حضرت ابوہریرہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ ان میں سے کسی کے پاس کبھی چادر اور تہہ بند اکٹھے مہیا نہ ہو سکے۔ چادر کو گلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس طرح باندھ لیتے کہ رانوں تک لٹک آتی۔ اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے کھجوریں جو ٹپک ٹپک کر گرتیں یہ اٹھا کر کھا لیتے۔ کبھی دو دو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے۔ یہ لوگ آکر نماز میں شریک ہوتے لیکن بھوک اور کمزوری کی وجہ سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے، باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے کہ دیوانے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جب کہیں سے کھانا آتا تو سب کا سب ان کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو اپنے پاس بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت ﷺ ان کو مہاجرین اور انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق ایک ایک، دو دو، کو ساتھ لے جاتا اور انہیں اپنے گھر کھانا کھلاتا۔ حضرت سعد بن عبادہ نہایت فیاض اور دولت مند تھے۔ وہ کبھی کبھی ایسے مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ جب ایک دفعہ آپؐ سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں مجھے ایک کنیز عنایت کی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تم کو دوں اور صفہ والے بھوکے مریں۔ راتوں کو عموماً یہ لوگ عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، ان کے لیے ایک معلم مقرر تھا۔ یہ لوگ اس کے پاس جا کر پڑھتے۔ اسی بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے۔ دعوت اسلام کے لیے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہ لوگ بھیجے جاتے۔ حادثہ بئر معونہ میں انہی میں سے ستر صحابہ بھیجے گئے تھے جو شہید کر دیے گئے تھے۔ انکی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ مجموعی طور پر چار سو تک پہنچتی تھی۔ لیکن کبھی بھی ایک زمانہ میں اس قدر تعداد نہیں ہوئی اور نہ صفہ میں اس قدر گنجائش تھی۔

(سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی ج ا ص۔ ۱۹۳، ۱۹۴)

اسلامی ریاست اور ترجیحات کا تعین

آنحضرت ﷺ نے سرزمین مدینہ پہنچتے ہی درج بالا تین اہم کام انجام دیے۔ اولاً دو مساجد یعنی مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر۔ ثانیاً اپنی ذاتی رہائش گاہوں کی تعمیر۔ ثالثاً نادار بے گھر متعلقین و داعیان کے لیے صفہ کی تعمیر۔ ایک عجیب پہلو یہاں یہ بھی آپ کے پیش نظر رہے کہ بعض سیرت نگاروں نے صفہ کی تعمیر کا ذکر مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد کیا ہے اور ذاتی رہائش گاہوں کی تعمیر کا ذکر صفہ کی تعمیر کے بعد کیا ہے اور یہ عین ممکن ہے۔ یہ اس لیے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ صفہ کی تعمیر زیادہ قرین قیاس ہے۔ تاہم آپ آنحضرت ﷺ کی ترجیحات پر غور فرمائیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آپ ﷺ کی پہلی ترجیح مراکز اسلام کا قیام تھا چنانچہ قباء کی آبادی کے تناسب سے وہاں ایک مرکز اسلام بنایا اور یہاں بھی کنوارے اور غیر شادی شدہ لوگوں کے لیے منزل العزاب کو وجود بخشا اور دارالسلطنت مدینہ منورہ میں ریاست کا ہیڈ کوارٹر۔ مسجد نبوی کی صورت میں تعمیر فرمایا اور مسجد کے ساتھ صفہ تعمیر فرمایا جس میں متعلمین و معلمین و مدرسین اور مربیین کی بڑی تعداد رہائش پذیر تھی جو خود بھی محنت و مشقت کر کے گزر اوقات کرتے تھے لیکن صحابہ کرام بھی ان کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرتے تھے۔ اور آنحضرت تو ان کے سرپرست تھے ہی۔ آنحضرتؐ کے اس اسوہ حسنہ سے چند ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو احیائے اسلام کی موجودہ تحریکات کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آیئے غور کرتے ہیں کہ وہ پہلو اور کیا امور ہیں جو اس سے مستنبط ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراکز اسلام کا قیام

روئے زمین پر سب سے بڑا مرکز تو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ ہے جس کے بارے میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (آل عمران ۳:۹۶)

''بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔''

مزید ارشاد فرمایا

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ا۟لْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ۝ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝﴾ (الحج ۲۲۔ ۲۵ تا ۳۰)

جن لوگوں نے کفر کیا اور جو آج اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں اور اس مسجد حرام کی زیارت میں مانع ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے بنایا ہے تو جس میں مقامی باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق برابر ہیں (ان کی روش یقیناً سزا کی مستحق ہے) اس (مسجد حرام) میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا اسے ہم درد ناک عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں، تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں۔خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔یہ تھا (تعمیر کعبہ کا مقصد) اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور تمہارے لیے مویشی جانور حلال کیے گئے ہے، ماسوا ان چیزوں کے جو تمہیں بتائی جا چکی ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو۔ جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

آنحضرت ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے اس وقت بیت اللہ کا نظام آپؐ کے ہاتھ میں نہیں تھا اس لیے آپؐ نے عارضی طور پر اپنا مرکز دار ارقم کو قرار دیا اور یہ مرکز اسلام کی نشر و اشاعت اور مطلوبہ اہداف حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اس لیے دار ارقم کی سرگرمیاں تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔ اس مرکز میں جو تحریک اسلامی کے کارکنان کی تربیت کی گئی اور دعوتی کام کو منظم کیا گیا اور انقلاب امامت کے فریضہ کو جس حسن و خوبی سے انجام دیا گیا اس کام کو سمجھنا اور اس راہ عمل کو اپنانا اور اس سے استفادہ کرنا آج کی اسلامی تحریکات کے لیے ضروری ہے۔

مسجد قبا کی تعمیر اپنے اندر جو پیغام رکھتی ہے اس کا ادراک کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کا پہلا پیغام تو یہ ہے کہ قائد تحریک سفر میں ہو یا حضر میں اس کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اسلامی کارکنوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دے چنانچہ قائد انسانیت جب قبا پہنچے تو بلا شرکت غیرے مسلمہ سربراہ مملکت تھے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ''حرہ'' کے مقام پر جب اترے تو انصار کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ امن و اطمینان کے ساتھ خدمت گزار اور مطیع فرمان بن کر اسلحہ سمیت حاضر ہو گئے اور وہ اونٹ سوار سربراہ حکومت کو اپنی حفاظت میں لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ (طبقات الکبریٰ ج:۱، ص:۱۱۳)

قبا پہنچتے ہی آپؐ نے سب سے پہلے مسجد قبا تعمیر کروائی اس طرح قبا کی مسلم آبادی کو روزانہ پانچ مرتبہ ایک مرکز پر جمع ہونے کا پابند کیا تاکہ مسلمان مل کر بندگیٔ رب بجا لائیں اور پانچ مرتبہ مل کر اپنی خیر خیریت سے بھی آگاہ ہوں اور توسیع دعوت کے کاموں کا جائزہ لے کر ایک دوسرے کی خوبیوں کو جذب کرنے اور کمزوریوں کو دور کرنے کا ذریعہ بھی بن سکیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر یوں کہا جائے کہ قائد ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ کام کرتا ہے یا وہ قدم اٹھاتا ہے جو ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے عمل کو آگے بڑھاتا ہے اور اس کام میں سب سے زیادہ بنیادی کردار مساجد کا قیام ہے کیونکہ مساجد نماز پنجگانہ کے لیے ہوتی ہیں اور نماز اس عمل کا نام ہے جو اجتماعیت کی تعلیم و تربیت کا عملی کورس ہے۔ جو شخص نماز باجماعت کی اس ورکشاپ میں داخل ہو گا وہ کندن بن کر اسلامی اجتماعیت کا علمبردار بن جائے گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ تحریکات اسلامی کے قائدین اپنے پہلے فرض یعنی مساجد کی اہمیت و ضرورت کو سمجھیں اور انکے دائرہ اقتدار و اختیار میں جہاں جہاں ضرورت ہو، اور جہاں جہاں ممکن ہو وہاں مساجد تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور کارکنان تحریک اسلامی کی پہچان یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنی قریبی مسجد سے تعلق کو مربوط، موثر اور نتیجہ خیز بنانے کی جدوجہد کریں، دراصل جو قیادت مساجد کے فطری مراکز کو شعوری یا غیر شعوری طور پر نظر انداز کرے تو وہ اسلامی قیادت ہے ہی نہیں اور جو کارکن مساجد سے اپنے تعلق کو مضبوط نہ کرے اور ان سے بے نیاز بن کر رہے تو وہ اسلامی تحریک کا کارکن ہے ہی نہیں۔ یقین کیجیے مستقبل اسلام کا ہے مگر وہ قیادت اور کارکن جو ان مراکز اسلام سے واجبی سا تعلق رکھتے ہیں وہ منزل سر نہیں کر سکیں گے۔ حقیقی منزل وہ سر کریں گے جو مساجد کے ساتھ روحانی و جسمانی طور پر وابستہ و پیوستہ رہیں گے۔ کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں
ملت سے رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

مسجد نبوی کی تعمیر اور اس کا پیغام

آنحضرت ﷺ نے عارضی قیام حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر میں کیا آپؐ نچلی منزل میں قیام پذیر تھے۔ جبکہ حضرت ابوایوبؓ انصاری بالائی منزل میں۔ آپؐ نے یہ خود فیصلہ فرمایا کیونکہ آنے جانے اور میل ملاقات کرنے والوں کا رش رہتا تھا، اس لئے آپؐ کی سہولت اسی میں تھی اور ملاقاتیوں کے لیے بھی یہ زیادہ آسان تھا لیکن یہاں رہائش رکھنے میں دو اہم امور سامنے آتے ہیں ایک بات تو یہ کہ آپؐ نے اپنے گھر کی تعمیر کو مؤخر کر کے قیادت کو یہ پیغام دیا کہ ذاتی رہائش گاہ کی تعمیر سے مرکز اسلام اور دارالحکومت کے مرکز کی تعمیر مقدم ہے۔ یہ مرکز مسلمان کا مرجع ہے اور اس کے ایمان و اسلام کے اظہار کا گہوارہ اور اسکے روحانی و جسمانی سکون کا دلپذیر مسکن اور جائے قرار ہے لیکن گھر ایک فرد کا مسئلہ ہے وہ فرد قائد انسانیت کا گھر ہو یا ایک عام آدمی کا، لہٰذا فرد کی ضرورت کے مقابلے میں اجتماعیت کی ضرورت کو مقدم رکھنا قیادت کا ناگزیر لازمہ ہے۔ اسی لیے آپؐ نے اپنا یہ اسوہ پیش کر کے تا قیامت امت اور بالخصوص قیادت کو یہ پیغام دیا ہے کہ قیادت اپنے ذاتی مفاد پر جماعت کے مفاد کو ترجیح دے تب کارکنان سے یہ امید وابستہ کی جائے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات پر جماعتی مفاد کو ترجیح دیں گے۔ اور اس واقعہ میں دوسرا پیغام حضرت ابوایوب انصاریؓ کا ہے جو انہوں نے آگے بڑھ کر اونٹ کے کجاوے پر قبضہ کر لیا اور آپؐ نے ہر خواہشمند کو یہ کہہ کر دو ٹوک فیصلہ فرمادیا کہ ''آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے'' یہ ہر اعتبار سے حضرت ابوایوبؓ انصاری کا اعزاز تھا کہ آپؐ نے اپنے قیام کے لیے ابوایوبؓ انصاری کا گھر منتخب فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے تھا۔ تاہم یہ بات قطعاً نظرانداز نہ کی جائے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنا گھر پیش کر دینا اور قیام وطعام کی ذمہ داری لینا کوئی معمولی ایثار نہیں بہت بڑا ایثار تھا۔ اس ایثار میں جو پیغام پنہاں ہے کہ اگر کارکن کے پاس کسی بھی ایثار کی گنجائش موجود ہو تو بلا امتیاز اور بلا توقف قیادت کے لیے یا کارکنان کے لیے آگے بڑھ کر اپنا ایثار پیش کر دینا تحریک اقامت دین کے مشن کو پروان چڑھانے اور اس کے مطلوبہ اہداف کو حاصل کرنے کے لیے از حد ضروری اور ناگزیر ہے۔ مسجد قبا کی تعمیر ہو یا مسجد نبوی کی تعمیر یہ ایک عجیب وغریب منظر ہے کہ سید الکونین ، قائد انبیاء و رسل، فخر موجودات اور حکمرانِ وقت بنفس نفیس ان مساجد کے اینٹ پتھر، گارا سب سامان تعمیرات اٹھا رہا ہے اور تعمیر کے ہر مرحلے میں مزدوروں کی طرح بحیثیت ایک مزدور کام کر رہا ہے منع کرنے کے باوجود وہ کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ کیوں؟ کیا کارکنان موجود نہیں تھے؟ یقیناً کارکنان موجود تھے۔ مزدوری پر بھی کام کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسا کیوں نہیں کیا گیا۔ یہ اس لیے کہ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ سب کو آخرت کا اجر مطلوب تھا اور اس لیے ہر فرد ایک دوسرے سے بڑھ کر کام کر رہا تھا۔ اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن آپ اس بات پر غور کریں کہ یہاں قائد بنفس نفیس کام کر رہا ہے اس کا اثر موجود کارکنان پر کیا پڑا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارکن پکار اٹھا کہ "لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرَّسُوْلُ يَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ" "اگر اللہ کے رسول کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں تو یقیناً ہمارا یہ عمل گمراہی کا عمل ہوگا۔"

چنانچہ قائد کو کام کرتا دیکھ کر کارکن کئی گناہ زیادہ کام کرنے پر آمادہ تھا۔ آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ قائدین تحریکات اسلامی اپنی ذات کو کوئی ماورا چیز نہ سمجھیں اور ہر کام میں بذات خود حصہ لیں جس مہم اور کام میں قیادت خود عملاً کام میں حصہ لے رہی ہوگی اس کام میں کارکن ایک نئے ولولے اور جذبے سے سرشار ہو کر کام میں مگن ہوگا۔ اور اس صورتحال میں کارکن کا جذبہ عمل کبھی سرد نہیں پڑے گا۔

مساجد قرآن وحدیث کی رشنی میں

بیت اللہ، مسجد اقصیٰ اور بیت المعمور کے حوالے سے معراج مصطفیٰ کے ضمن میں ہم نے کچھ امور کو اپنی کتاب میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اتنا بتانا مطلوب ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مساجد کی جو غرض وغایت بیان کی ہے وہ یہ ہیں۔

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾ (الاعراف ۷:۲۹)

"اے نبیؐ، ان سے کہو، میرے رب نے تو راستی وانصاف کا حکم دیا ہے اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو، اپنے دین کو اس کے لیے خالص رکھ کر۔ جس طرح اس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔"

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الاعراف ۷:۳۱)

اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن ۷۲:۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (التوبہ ۹:۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا، اللہ پر اور روز آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

احادیث پاک میں مسجد اور آداب مسجد کے حوالے سے بڑی تفصیل موجود ہے یہاں اس کا احاطہ ممکن نہیں۔صرف چند احادیث کا مطالعہ مناسب ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

["أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا۔"]

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث:۱۵۲۸)

(حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)"(زمین کے) تمام ٹکڑوں میں سے اللہ کو محبوب مساجد ہیں اور تمام ٹکڑوں میں سے اللہ کو ناپسند بازار ہیں۔"

(حضرت عثمان بیان کرتے ہیں)

["قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ]

(صحیح بخاری:۴۵۰ وصحیح مسلم:۱۱۸۹و۱۱۹۰و۷۴۷۰ تا ۷۴۴۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ (کی رضا) کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔"

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ۔

["أَمَرَ رَسُولُ اللهِ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ۔ وَأَنْ يُنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ۔"]

(سنن ابوداؤد حدیث:۴۵۵ و جامع الترمذی: حدیث:۵۹۴ و سنن ابن ماجہ:۷۵۸ وصححہ ابن حبان:۳۰۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ گھروں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں، انہیں پاک صاف رکھا جائے اور انہیں خوشبو لگائی جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

["إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا وَّلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا۔]

(مشکوۃ۔حدیث نمبر ۷۱۰۔بحوالہ بخاری ومسلم)

(حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)"جب تم میں سے کوئی شخص نماز (ادا کرنے) کے لیے کھڑا ہو تو وہ اپنے آگے نہ تھوکے اس لیے کہ وہ جب تک نماز میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے۔وہ (اسی طرح) دائیں جانب بھی نہ تھوکے اس لیے کہ دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے البتہ بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوکے اور اس کو دفن کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

[قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ]

(سنن ابوداؤد: ۵۶۱ و جامع الترمذی حدیث: ۲۲۳ و سنن ابن ماجہ: ۷۸۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں کی جانب چلتے ہیں، انہیں قیامت کے دن پوری روشنی کی خوشخبری دے دو۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرؓو سے روایت بیان کرتے ہیں کہ:

[نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِی الْمَسْجِدِ، وَعَنِ الْبَیْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِیْہِ، وَاَنْ یَّتَحَلَّقَ النَّاسُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَبْلَ الصَّلَاۃِ فِی الْمَسْجِدِ]

(مشکوٰۃ حدیث نمبر ۷۳۲ بحوالہ سنن ابوداؤد و جامع الترمذی)

''رسول اللہ ﷺ نے مساجد میں اشعار کہنے، خرید و فروخت کرنے اور جمعہ کے روز نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

(حضرت مالکؒ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ)

["بَنٰی عُمَرُ رَحْبَۃً فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّی الْبُطَیْحَاءُ، وَقَالَ: مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّلْغَطَ، اَوْیُنْشِدَ شِعْرًا، اَوْیَرْفَعَ صَوْتَہ، فَلْیَخْرُجْ اِلٰی ھٰذِہِ الرَّحْبَۃِ"](مشکوٰۃ۔ حدیث نمبر ۷۴۵۔ بحوالہ موطا امام مالک)

حضرت عمرؓ نے مسجد کے پہلو میں چبوترہ بنایا جس کا نام ''بُطیحائ'' تھا اور فرمایا، جو شخص شور شغب ڈالنا چاہتا ہے یا شعر و شاعری کا ارادہ رکھتا ہے یا آواز بلند کرنا چاہتا ہے وہ اس چبوترے پر چلا جائے۔

مساجد نماز پڑھنے، قرآن مجید کی تلاوت اس کی تعلیم دینے، ذکر و اذکار کرنے اور بندگیٔ رب بجالانے کے مراکز ہیں لیکن ان مراکز کو مزید کن کن مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے میں صرف صحیح بخاری سے چند امور کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں تاکہ دور حاضر میں مسجد کے کردار کو جو محدود کر کے رکھ دیا گیا اس کی اصلاح ہو اور یہ مراکز غلبۂ اسلام کے بعد وہ مقام حاصل کرسکیں جو ان کا حقیقی مقام ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے۔ ''بَابُ الْقِسْمَۃِ وَتَعْلِیْقِ الْقِنْوِ فِی الْمَسْجِدِ'' مسجد میں کسی چیز کا تقسیم کرنا اور خوشے لٹکانا'' اس باب کے ذیل میں جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بحرین سے مال آیا اسے مسجد میں رکھ دیا گیا اور پھر مسجد ہی میں وہ تقسیم فرمایا۔ امام بخاری نے ایک اور باب قائم کیا ہے کہ جسے مسجد میں کھانے کے لیے بلایا جائے وہ اس دعوت کو قبول کرے۔ ایک اور باب کا مفہوم ہے کہ مسجد کے اندر مقدمات کے فیصلے کرنا درست ہے۔ آپؐ نے ایک مرد و عورت کے درمیان لعان کا فیصلہ فرمایا یعنی مرد نے اپنی بیوی پر تہمت زنا لگائی لیکن وہ شہادت نہ پیش کرسکا تو دونوں سے اپنی اپنی صفائی کے بارے میں مسجد میں حلف لیا۔ کیا عورت مسجد میں سو سکتی ہے؟ جی ہاں اس ضمن میں امام بخاری نے ایک نومسلم خاتون کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کیا ہے جس کو آپؐ نے مسجد کے اندر خیمہ لگا کر رہائش فراہم کی تھی۔ کیا مرد مسجد کے اندر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو سکتے ہیں؟ اصحاب صفہ مسجد میں سوجایا کرتے تھے۔ یہ بات انہوں نے بطور دلیل پیش کی ہے اور حضرت علی کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جس میں آپؐ نے انہیں اُبوتراب کا لقب عطا فرمایا تھا۔ کیا مسجد میں اشعار پڑھنا جائز ہے؟ جی ہاں، اس کی ثبوت میں انہوں نے حضرت حسان کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں آپؐ نے انہیں مشرکین کے جواب میں شعر کہنے کا حکم دیا تھا۔ کیا مسجد میں کھیل یا جنگی مشقیں کی جاسکتی ہیں؟ جی ہاں اس کے ثبوت میں انہوں نے وہ واقعہ پیش کیا ہے جب حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں سے مسجد کے اندر کھیل رہے تھے اور آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اپنی چادر میں چھپا کر وہ کھیل دکھایا۔ کیا مسجد میں مریضوں کے لیے خیمہ لگایا جاسکتا ہے؟ جی ہاں۔ اس کے جواز میں انہوں نے خندق کے موقع پر مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے آپؐ نے خیمے نصب کرنے کا حکم دیا تھا کیا کسی ضرورت کے تحت اونٹ کو مسجد میں لایا جاسکتا ہے؟ جی ہاں۔ اس کے جواز میں انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کا وہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جس میں انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپؐ نے انہیں لوگوں کے پیچھے پیچھے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنے کی اجازت دی تھی۔ کیا مشرکین مسجد میں داخل کیے جاسکتے ہیں؟ جی ہاں اس کے جواز میں امام بخاری نے ثمامہ بن اثال کا واقعہ بیان کیا ہے جسے نجد سے گرفتار کر کے لایا گیا اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ غرض یہ صحیح بخاری کے چند ابواب کی تلخیص ہے۔ باقی کتب احادیث کا تتبع کرنا اور یہ دیکھنا کہ مسجد کو دور حاضر میں غلبہ اسلام کی جدوجہد کا مرکز کیسے بنایا جاسکتا ہے اور کس کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ اس باب میں تفصیلی کام کی ضرورت ہے اور یہ ان لوگوں کا فرض بنتا ہے جن کے ہاتھ میں اسلامی تحریکات کی باگ ڈور ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مساجد، مراکز اسلام کا جال پھیلا دینا غلبہ اسلام کی بھی ضرورت ہے اور اس غلبہ کو برقرار رکھنا اور استحکام بخشنا اور وسعت دینا بھی اسلامی تحریکات کو مطلوب ہوتا ہے۔ اس حوالے سے آپ کتاب الصلوٰۃ کی کسی کتاب میں ابواب المساجد کا مطالعہ کریں گے تو یہ پہلو آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ مدینہ طیبہ میں اسلامی حکومت کے وجود میں آجانے کے بعد مساجد کی تعمیرات کا سلسلہ کتنا وسیع ہو گیا تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت محمد بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ رسول اکرم ﷺ کے صحابی اور غزوہ بدر کے شرکاء میں سے تھے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ پانی سے بھر جاتی اور بہنے لگتی ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک نہیں جاسکتا یا رسول اللہ (ﷺ) میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے نماز کی جگہ بنا سکوں۔ راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے عتبان سے کہا: ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔ عتبان نے کہا کہ دوسرے دن رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ عتبان نے کہا میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا تو رسول ﷺ (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپؐ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا عتبان نے کہا کہ ہم نے آپؐ کو تھوڑی دیر کے لیے روکا اور آپؐ کی خدمت میں حلیم پیش کیا، جو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا۔ اور مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک بن دخیش یا (یہ کہا) ابن دخیش دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی نے کہا کہ وہ تو منافق ہے۔ جسے خدا اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی محبت نہیں۔ رسول اللہؐ نے یہ سن کر فرمایا: ایسا مت کہو کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے مقصود خالص خدا کی رضامندی حاصل کرنا ہے تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص خدا کی رضا حاصل کرنا ہو تو دوزخ کی آگ حرام کردی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ ج:۱ حدیث نمبر ۴۲۵)

عام راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے

امام حسن بصری اور ایوب اور امام مالک نے بھی یہی کہا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں رسول اللہ ﷺ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی تو انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تعجب سے سنتے اور کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابو بکرؓ بڑے رونے والے آدمی تھے جب قرآن مجید پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا، قریش کے مشرک سردار اس صورتحال سے گھبرا گئے۔

مکہ و مدینہ کے راستے پر وہ مساجد جن میں آپ نے نماز پڑھی

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے تھے کہ ان کے باپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمرؓ کے متعلق بیان کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے نافع کے بیان کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا۔ فقط مقام شرف روحاء کی مسجد کے متعلق دونوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

شرف الروحاء مدینہ سے ۳۰ یا ۳۶ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ ستر نبیوں نے عبادت الٰہی کی ہے اور یہاں سے حضرت موسیٰؑ حج یا عمرے کی نیت سے گزرے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سنت رسول کے پیش نظر اس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر نے ایسے تاریخی مقامات کو ڈھونڈنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ آئندہ چل کر ایسا نہ ہو کہ لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ خالی اس قسم کے مقامات کی زیارت کرنا بغیر نماز کی نیت کے بے فائدہ ہے اور عتبان کی حدیث اوپر گزر چکی ہے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیجئے تاکہ میں اس کو نماز کی جگہ بنالوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار سے بایں طور برکت لینا درست ہے، خاص طور پر رسول کریم ﷺ کا ہر فعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر نقش قدم ہمارے لیے سرمایہ برکت وسعادت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ جب عمرہ کے قصد سے تشریف لے گئے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حج کے لیے نکلے تو آپؐ نے ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپؐ ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور جب آپ کسی جہاد سے واپس ہوتے تو راستہ ذوالحلیفہ سے گزر کر جاتا یا عمرہ وحج سے واپسی ہوتی تو آپ وادی عتیق کے نشیبی علاقہ میں اترتے، پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر چڑھتے تو وادی کے بالائی کنارہ کے اس مشرقی حصہ پر پڑاؤ ہوتا جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالا ہے۔ (یعنی بطحاء میں) یہاں آپؐ رات کو صبح تک آرام فرماتے۔ یہ مقام اس مسجد کے قریب نہیں ہے جو پتھروں سے بنی ہے آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گہرا نالہ تھا۔ عبداللہ بن عمر وہیں نماز پڑھتے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے اور رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیلاب نے آ کر اس جگہ کے آثار ونشانات کو پاٹ دیا ہے، جہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرف روحاء کی مسجد کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے، عبداللہ بن عمر اس جگہ کی نشاندہی کرتے تھے جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ یہاں تمہارے دائیں طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم (مدینہ سے) مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی سی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم زیادہ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے جو روحاء کے آخر کنارے پر ہے۔ اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں راستے کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحاء کے آخری حصے کے بیچ میں ہے۔ مکہ کو جاتے ہوئے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے اور آگے بڑھ کو خود پہاڑی عرق انطبیہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جاتے۔ جب یہاں آ جاتے تو ظہر پڑھتے اور اگر مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے یا سحر کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو صبح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر پڑھتے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ راستے کے دائیں طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے جو قریہ رویثہ کے قریب ہے۔ پھر آپ اس ٹیلہ سے جو رویثہ کے راستے سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے چلتے تھے۔ اب اس درخت کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان میں سے دوہرا ہو کر جڑ پر کھڑا ہے۔ اس کی جڑ میں ریت کے بہت سے ٹیلے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قریہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں ان قبروں پر اوپر تلے پتھر رکھے ہوئے ہیں، راستے میں دائیں جانب بڑے پتھروں کے پاس جو راستے ہیں ان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمرؓ قریہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہر اسی مسجد میں آ کر پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام فرمایا جو ہرشی پہاڑ کے نزدیک نشیب میں ہیں یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لیے تیر کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ نزدیک ہے اور سب سے لمبا درخت بھی یہی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس نالے سے اترا کرتے تھے جو وادی مرالظہر ان کے نشیب میں ہے۔ مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفراوات سے اترا جائے۔ نبی کریم ﷺ اس ڈھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے۔ جب کوئی شخص مکہ جارہا ہو (جس کو اب بطن مرو) کہتے ہیں راستے اور آپ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف ایک پتھر ہی کی مار کا فاصلہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ مقام ذی طوی میں قیام فرماتے اور رات یہیں گزارا کرتے تھے اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔ مکہ جاتے ہوئے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔ اس مسجد میں نہیں جو اب بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا ٹیلا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کا رخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت ہیں۔ آپ اس مسجد کو جو اب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے ٹیلے کے کنارے اور نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے سیاہ ٹیلے پر تھی ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھاٹیوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

صفہ اسلامک سنٹر

صفہ سائبان یا چبوترہ دراصل یہ ایک اسلامک سنٹر تھا جہاں بے گھر اور بے سہارا لوگوں کے لیے مدینہ کی اسلامی حکومت نے رہائش کا انتظام ہی نہیں کیا تھا بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی ذہنی وفکری تربیت کا انتظام اور جسمانی ورزش یا ٹریننگ کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ وہاں اہل صفہ براہ راست قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور بحیثیت معلم ان کو دور دراز علاقوں میں اشاعت اسلام اور دعوتی وتربیتی کاموں کے لیے اپنی حدود مملکت میں بھیجا جاتا تھا۔ میں یہاں صرف ایک طالب علم اور ایک معلم کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ جن کا مشہور نام حضرت ابوہریرہؓ ہے۔ یہ صفہ اسلامک سنٹر کے ایک روشن دماغ طالب علم ہیں۔ جن کا آبائی تعلق یمن کے قبیلہ دوس سے ہے۔ جن کے ذریعے امت محمدیہ ﷺ کو پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث پہنچی ہیں۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے حضرت ابوہریرہؓ پر اعتراض کیا کہ آپ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں حالانکہ مہاجرین وانصار ان حدیثوں کو بیان نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔

''میرے بھائی مہاجرین تجارت میں اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن میں پیٹ پالنے کے لیے ہر وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اس بنا پر جب وہ لوگ غائب ہوتے تو میں آپؐ کی خدمت میں موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا تھا۔ میں فقرائے صفہ کی جماعت کا ایک فرد تھا جب یہ لوگ بھول جاتے تھے تو میں یاد کر لیتا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم حدیث نمبر ۱۱۸)

یہ تو ان کے متعلم ہونے کا مختصر تذکرہ ہے لیکن وہ کیسے بہترین معلم تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک لمبی حدیث حضرت شفیؓ بن ماتع اصبحی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک شخص کے اردگرد کثیر تعداد میں لوگ جمع ہیں۔ پوچھا کہ لوگوں نے کس شخص کو گھیر رکھا ہے۔ جواب دیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ درس حدیث دے رہے ہیں۔ شفی بن ماتع کہتے ہیں کہ میں قریب پہنچ کر ان کے سامنے جا بیٹھا۔ جب درس ختم ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے آنحضرت ﷺ سے خود سنی اور یاد کی ہو۔ حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا میں آپ کو وہی حدیث سناؤں گا جو میں نے اس گھر میں آنحضرت ﷺ سے خود سنی تھی۔ اس وقت میرے اور آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور شخص نہ تھا۔ یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد سنبھلے اور فرمانے لگے: میں آپ کو وہی حدیث سناؤں گا جو میں نے اس گھر میں آنحضرت ﷺ سے خود سنی تھی۔ اس وقت میرے اور آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور شخص نہ تھا۔ یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد ہوش میں آئے اور کہنے لگے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش عظیم سے اتر کر اپنے بندوں کے پاس آئے گا تا کہ انکا فیصلہ کر دیا جائے اور ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوگی۔ سب سے پہلے تین اشخاص کو بلایا جائے گا۔ قاری قرآن، شہید فی سبیل اللہ اور مال دار کو۔

سب سے پہلے قاری قرآن سے سوال ہوگا کہ میں نے جو قرآن اپنے رسول پر اتارا تھا، کیا تجھے اس کا علم نہیں سکھایا؟ قاری کہے گا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا، علم کے مطابق عمل کیا؟ قاری جواب دے گا اے رب کریم میں تمام دن اور رات تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا تو جھوٹ بولتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو اس لیے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں وہ دنیا میں کہا جا چکا۔

پھر مال دار شخص کو پیش کیا جائے گا اور سوال ہوگا کیا تم کو اتنی وسعتِ مال نہ دی گئی کہ تو کسی کا محتاج نہ رہا؟ وہ جواب دے گا کہ اللہ تو بالکل ٹھیک اور صحیح کہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ پوچھے گا جو کچھ تم کو ملا اس کے مطابق عمل کیسا کیا؟ بندہ جواب دے گا کہ اے رب کریم! میں صلہ رحمی کرتا اور صدقہ دیتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا تم جھوٹ کہتے ہو فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا تمہارا ارادہ تھا کہ تمہیں سخی کہا جائے۔ چنانچہ یہ دنیا میں ہو چکا۔

اب اس شخص کو پیش کیا جائے گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ کریم پوچھے گا کہ تم کیوں قتل ہوئے؟ بندہ جواب دے گا، اے رب کریم تو نے جہاد کا حکم دیا اور میں تیرے راستے میں دین کے دشمنوں سے لڑ کر شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اور وہ کہا جا چکا۔ یہ واقعہ بیان فرما کر رسول اللہ ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا، اے ابو ہریرہؓ یہی وہ تین قسم کے افراد ہیں جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کی آگ جلائے گی۔ (ہدایۃ المستفید شرح کتاب التوحید جلد دوم ص: ۱۱۶۰ تا ۱۱۶۳ بحوالہ ابن جریرؒ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کا یہ درخشاں باب ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور غور کریں کہ جو علم انہوں نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کیا تھا وہ کس تسلسل سے دوسروں تک منتقل کرتے رہے۔ سائل نو وارد تھا وہ مسجد نبوی میں آیا دیکھا اور درس حدیث سنا پھر پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ صحابی رسولؐ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ جی چاہا کہ میں وہ حدیث معلم وقت سے سنوں جو انہوں نے براہ راست آپؐ سے سنی ہو اور جب یہ سوال کیا تو شیخ الحدیث کو آنحضرت ﷺ کے دور کا پورا نقشہ یاد آ گیا اور حدیث سنانے سے پہلے تین مرتبہ وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر درج بالا حدیث سائل کو سنائی۔ اس حدیث کو سننے کے بعد شفی بن ماتع کی کیفیت کیا ہوئی ہوگی یقیناً لرزہ طاری ہو جاتا ہے صاحب ایمان پر۔ یہ تھے ایک متعلم اور یہ تھے صفہ اسلامک سنٹر سے علم کتاب وسنت حاصل کرنے والے ایک معلم و مربی۔ اس سنٹر میں چار سو کی تعداد میں بیک وقت متعلمین بھی ہوتے تھے اور معلمین بھی۔ بس اس وقت اسلامی تحریکات کی اولین اور بنیادی ضرورت ایسے صفہ اسلامک سنٹرز کی ہے جہاں لوگ علم قرآن وحدیث حاصل کریں اور پوری دنیا میں قرآن وحدیث کی روشنی کو عام کریں۔

اسلامی تحریکات کی قیادت اور اس کے کارکنان کا فرض

جن تحریکات اسلامی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شعور بخشا ہے کہ اسلام کامل واکمل نظام زندگی ہے اور یہ کسی کا تابع یا مغلوب بن کر رہنے کے لیے نہیں آیا دنیا میں غالب بن کر رہنے کے لیے آیا ہے تو ان کی اولین اور بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے اپنے کارکنان کے لیے کم از کم ہر ضلع میں ایک اور اگر ممکن ہو تو ہر تحصیل اور اس سطح کے کسی بھی یونٹ میں ایک ایک صفہ اسلامک سنٹر قائم کریں۔ میں صفہ سکول و کالج کی بات نہیں کر رہا۔ میں صفہ اسلامک سنٹر کی بات کر رہا ہوں جس میں عشاق رسولؐ اس لیے جمع ہوتے تھے کہ علم کتاب و سنت حاصل کریں اور منشور اسلام کو عام کرنے کا فریضہ بھی انجام دیں اور موجود مسلمانوں کی تربیت کے ساتھ غیر مسلموں کے دلوں پر بھی دستک دیں اور ان کو اسلام سے روشناس کرائیں لہٰذا اس مقصد کے لیے جو صحابہ کرام متمول اور برسر روزگار تھے وہ تو اس کام کے لیے ہمہ وقت تھے ہی مگر جو لوگ نادار مفلوک الحال تھے وہ صفہ میں طالب علم بھی تھے اور پھر وہ معلم بھی تھے۔ پس قائدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جگہ جگہ پر صفہ اسلامک سنٹرز بنائیں اور متمول اور خوشحال لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اقامت دین کی ان تحریکات کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں اور پھر ان کو علمی صلاحیتوں کے مطابق کام سپرد کریں اور پھر ان کاموں اور اس کے اثرات کا جائزہ لیں۔ نیز تحریکات میں جو مالی اعتبار سے خستہ، کمزور، اور مفلوک الحال لوگ ہیں انہیں ان صفہ اسلامک سنٹرز میں جمع کیا جائے۔ ان کو اقامت دین کے جذبوں سے سرشار کر کے قریہ قریہ، بستی بستی، قصبہ قصبہ، شہر شہر بھیجا جائے تاکہ وہ تحریک اقامت دین سے فرداً فرداً، عورت و مرد بوڑھا جوان سب کو متعارف کرائیں اور اسلام کے منشور کو گلی محلے، مارکیٹ اور بازار تک عام کریں میرے خیال میں ایک ضلع میں دو سو سے تین سو افراد ایسے ہوں جو اس کے لیے مستقل اور ہمہ وقت فارغ ہوں اور انہیں اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہو دراصل تحریکوں کی کامیابی کے لیے یہی لوگ حقیقی سرمایہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ اسلام کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر اٹھاتے ہیں اور یہی اٹھائی ہوئی مضبوط بنیادیں بلند و بالا عمارت کے بوجھ کو سہارتی ہیں۔ میں یہاں کارکنان اسلامی تحریکات کو بھی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پر غور کی دعوت دیتا ہوں کہ کیا اس دور میں غلبہ اسلام کی تحریک ایک گھنٹہ وقت دینے یا اپنی دولت کا ایک قلیل حصہ خرچ کرنے سے کامیاب ہو سکتی ہے؟ نہیں یہ تحریک پورے وقت کا مطالبہ کرتی ہے اور بے دریغ سرمایہ خرچ کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے کارکنان ان صفہ اسلامک سنٹرز سے وابستہ ہوں اور داعیٔ دین بن کر زندگی گزارنے کا اللہ سے عہد کریں۔ ایسا عہد کہ دعوت الی اللہ کا کام ہمارا طرہ امتیاز بن جائے۔ اے اللہ کے پیارے نبی! لاکھوں کروڑوں درود و سلام ہوں آپ پر کہ آپؐ نے عملی جدوجہد سے اسلام کو غلبہ سے ہمکنار بھی کیا اور آنے والے وقتوں میں اسلامی تحریکات کو غلبہ اسلام کا طریقہ کار بھی بتایا۔

قائدین اسلام اور کارکنان کی رہائش گاہیں

آنحضرت ﷺ کا کاشانہ مبارک آپ نے دیکھا کیسا ہے یہ دولت خانہ آخری نبی و آخری رسول اور اس وقت کے حکمران کی کیسی رہائش گاہ ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس قصر شاہی کا نظارہ کیجئے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ مسجد نبوی سے فارغ ہوئے تو مسجد سے متصل ایک جانب اپنی رہائش کے حجرے تعمیر فرمائے کیسے تھے یہ حجرے ابن سعد کے الفاظ میں

["وَبَنٰى بُيُوْتًا إِلٰى جَنْبِهٖ بِاللَّبِنِ وَسَقَفَهَا بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَالْجَرِيْدِ"] (الطبقات الکبریٰ۔ ج:۱، ص:۲۱۶)

مسجد نبوی کے ایک جانب گھر تعمیر فرمائے (یہ گھر بھی) کچی اینٹوں کے تھے، کھجور کی ٹہنیوں پر گارے کے لیپ کر کے حجرے الگ الگ کئے گئے تھے۔ کھجور کے پتوں ہی کی چھت ڈالی گئی، اور دروازوں پر کمبل ڈال دیئے گئے تھے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ میں لڑکپن میں بلوغ سے پہلے آنحضرتؐ کے گھروں میں گیا ہوں۔ چھتیں اتنی نیچی تھیں کہ میں ہاتھ اٹھا کر ان کو چھو سکتا تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں اور حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے گھروں کے دروازوں کو انگلیوں کے ناخنوں سے ٹھونکا جاتا تھا کیونکہ ان میں کنڈیاں نہ تھیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کر کے اس کے تحت دو احادیث درج کی ہیں جن کا مطالعہ ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ باب کا عنوان ہے۔ "بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ إِذْ تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ" "عمارت کے متعلق روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مویشی چرانے والے کوٹھیوں میں اکڑنے لگیں گے۔" اس باب میں امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت درج کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اپنے ہاتھوں سے ایک گھر بنایا تا کہ بارش سے حفاظت رہے اور دھوپ سے سایہ حاصل ہو۔ اللہ کی مخلوق میں سے کسی نے اس کام میں میری مدد نہ کی۔"

(فتح الباری شرح بخاری، ج: حدیث نمبر ۶۳۰۲ کتاب الاستیذان)

ایک اور بخاری کی حدیث ہے کہ حضرت قیس بن مالک سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن الارت کے ہاں ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے آپ نے اپنے پیٹ میں سات داغ لگوائے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھی جو (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں) وفات پا چکے وہ یہاں سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ دنیا نے ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی۔ "وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ" "اور ہم نے (مال و دولت) اتنا پایا کہ جس کے خرچ کرنے کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس مصرف مٹی (میں ڈال دینے) کے سوا اور کوئی نہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اسکی دعا کرتا" ثُمَّ آتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ۔ پھر ہم آپ (خباب بن الارت) کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے تو آپ اپنی دیوار بنا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مسلمان کو ہر اس چیز پر ثواب ملتا ہے جسے وہ خرچ کرتا ہے۔ سوائے اس مال کے جو وہ اس مٹی میں (دیوار مکان کی بنیادوں وغیرہ) میں محفوظ کر کے رکھتا ہے۔" (فتح الباری شرح البخاری، ج:۱۰ حدیث نمبر ۵۶۷۲ کتاب المرضیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب سے گزرے جب کہ میں اور میری والدہ (گھر کی) کسی دیوار کو درست کر رہے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، اے عبداللہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا گھر ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا موت اس (کے خراب ہونے) سے بھی پہلے تیزی سے آنے والی ہے۔ (جامع الاصول لابن الاثیر ج:۱ حدیث نمبر ۲۶۶ کتاب الرابع فی البنیاد والعمارات) اور حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ (مدینہ سے باہر) نکلے تو ایک گنبد نما بلند و بالا عمارت کو دیکھا پوچھا یہ کس کی ہے؟ رفقائے سفر نے کہا یہ فلاں آدمی کی ہے جس کا تعلق انصار سے ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپؐ خاموش ہو گئے لیکن اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا۔ جب وہ صاحب ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کے درمیان آپ کو سلام کیا تو آپؐ نے اعراض فرمایا اور یہ اس شخص نے کئی بار کیا۔ یہاں تک کہ اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ کسی وجہ سے ناراض ہیں۔، اس لیے آپ نے منہ موڑ لیا ہے۔ تو اس نے اپنے دوستوں سے اس کا شکوہ کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دن آپ (مدینہ سے باہر) نکلے اور انہوں نے تمہارا گنبد نما بلند و بالا مکان دیکھا! بس یہ سنتے ہی وہ شخص اپنے مکان کے پاس پہنچا اور اسے منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور اس گنبد نما مکان کو وہاں موجود نہ پایا تو پوچھا گنبد نما مکان کے ساتھ کیا ہوا؟ تو رفقائے سفر نے کہا کہ اسکے مالک نے ہم سے آپ کے اعراض کرنے کی شکایت کی تھی اور ہم نے اس کو اصل معاملے کی خبر دی تو اس نے اس گنبد نما مکان کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: "أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا، إِلَّا مَا لَا يُغْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ"

(السلسلۃ الصحیحہ ج:۶ حدیث نمبر ۲۸۳۰ بحوالہ ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی البنائ)

"سنو ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے مگر جس کے سوا، مگر جس کے سوا یعنی مگر جس کے سوا چارہ کار نہ ہو۔"

گھر بنانے کی ممانعت نہیں گھر تو اللہ کی بڑی نعمت اور باعث سکون ورحمت خداوندی ہے کہ

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾

(النحل ۱۶: ۸۰)

"اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔اس نے جانوروں کے صوف اور اون سے اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔“

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

["أَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، الْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ"]

”چار چیزیں باعث سعادت ہیں نیک بیوی، وسیع مکان، اچھا پڑوسی اور عمدہ سواری“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج ذیل دعا بکثرت مانگا کرتے تھے۔

["اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ"]

”خدایا میرے گناہ بخش دے۔ میرے گھر میں کشادگی پیدا فرما، اور میرے رزق میں برکت عطا کر۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔ارشاد فرمایا۔

["إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطِّيبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ، جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجَوَادَ وَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ"]

”اللہ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند کرتا ہے کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے فیاض ہے فیاضی کو پسند کرتا ہے لہٰذا اپنے گھر کے صحن صاف رکھا کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔“

یہ گھر جہاں باعث رحمت ہیں وہاں یہ باعث عذاب بھی بن سکتے ہیں۔ذرا یہ منظر ملاحظہ فرمائیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾﴾ (سورہ سبا۔ ۳۴۔ ۱۳)

”وہ اس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا، اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔اے آل داؤد، عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکرگزار ہیں۔“

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾﴾

(سورہ سبا۔ ۳۴۔ ۱۵ تا ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سبا کے لیے ان کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی۔، دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا، ملک ہے عمدہ و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا۔ مگر وہ منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے ان کو دیا۔ اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے۔ اور ہم نے ان کے اور ان کی بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں۔ چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ۔ مگر انہوں نے کہا ''اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔ انہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ آخر کار ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو بڑا صابر و شاکر ہو۔' ایک اور مقام ملاحظہ فرمائیے۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ۔۹:۲۴)

''اے نبیؐ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اسکے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہیں دیتا۔''

قرآن مجید کے ان مقامات کا بھی مزید مطالعہ فرمائیں۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ (الاعراف ۷:۷۸)

''آخر کار ایک دہلا دینے والی آفت نے انہیں (قوم ثمود کو) آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے''

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ (الاعراف ۷۔۹۱)

''مگر ہوا یہ کہ ایک دہلا دینے والی آفت نے ان کو (اہل مدین کو) آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔''

﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ (هود۔۱۱:۶۷)

''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا تھا تو ایک سخت دھماکے نے ان کو دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔''

﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّبِيۡلِ وَكَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ﴿۳۸﴾ (العنکبوت۔۲۹۔۳۸)

''اور عاد اور ثمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے۔ ان کے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے خوشنما بنا دیا اور انہیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ ہوش گوش رکھتے تھے۔''

پس قرآن وحدیث کی ان ہدایات اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ تحریکات اسلامی کے قائدین سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنا بے لاگ جائزہ لیں کہ کیا رہائش گاہیں تعمیر کرتے وقت ہم ان ہدایات کو کہاں تک اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ قیادت ہی کارکنان کے لیے نمونہ ہوتی ہے اگر قیادت کی سوچ یہ ہو کہ اس دنیا ہی میں عمدہ ترین مکان، کوٹھی، بنگلہ محل ملنا چاہئے تو وہ اپنے عمل سے کارکنان کی کیا تربیت کرے گا۔؟ معاشرے میں اپنا تعارف کیسے کرائے گا۔ ایک محب اور متبع رسول ﷺ کے طور پر یا دنیادار اور آزاد منش لیڈر کی حیثیت سے۔ تحریکات اسلامی کے کارکنان کو بھی یہاں رک کر سوچنا چاہیے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔؟ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے مقام پر یا اس دور کے کارکنان صحابہ کرام کے نقش قدم پر یہ سوال دراصل تحریکات اسلامی کے قائدین اور کارکنان سے ایک بنیادی سوال ہے کیونکہ اس سوال کے جواب پر نصرت خداوندی یا عدم نصرت کا دارومدار ہے۔ اگر غلبۂ اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کے پاس قصر امیر، کاشانۂ فلاں، دولت خانۂ فلاں، بنگلۂ فلاں کوٹھی فلاں، اور ہاؤس فلاں کے لیے تو کروڑوں کی رقم موجود ہے لیکن غلبہ اسلام کے لیے سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں سے آگے نہیں جایا جاسکتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دین غالب ہو جائے۔ لہٰذا اس وقت تحریکات اسلامی کے قائدین کو نہایت سنجیدگی سے اس حوالے سے غور وخوض کرنا چاہیے تاکہ کسی جگہ سے اصلاح کے عمل کا آغاز تو ہو سکے۔ یاد رکھیے کہ حضرت آدمؑ سے آنحضرت ﷺ تک دنیا میں جتنی اسلامی تحریکات برپا ہوئی ہیں اور اپنے مقاصد واہداف کو حاصل کر سکی ہیں۔ یقیناً وہ اسراف وتبذیر سے بچ کر رہی ہیں جو تحریکات اسراف وتبذیر اور افراط وتفریط کا شکار ہوئی ہیں وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

اسلامی مواخات ضرورت واہمیت

آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہوتے ہی مہاجرین وانصار میں معاہدۂ اخوت قائم کیا جو اسلامی تاریخ میں مواخاۃ کے نام سے سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے۔ ''وفاء الوفاء'' میں علامہ السمہودی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مواخات کا عمل دو مرتبہ پیش آیا۔ پہلی مرتبہ مواخاۃ مکہ مکرمہ میں پیش آئی یہ موخاۃ ان لوگوں کے درمیان کرائی گئی تھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، ان میں زیادہ تر لوگ مکہ مکرمہ ہی میں رہنے والے تھے لیکن کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو حبشہ، فارس اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ "آخٰی بَیْنَهُمْ عَلَى الْحَقِّ وَالْمَوَاسَاةِ وَذَالِكَ بِمَكَّة"

(ابن حبیب م ۲۴۵ھ المسجد المکتب التجاری بیروت۔ ص۔ ۱۷۰)

آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ کے درمیان باہمی ہمدردی وتعاون (علی الحق) کی بنیاد پر مواخاۃ کرائی اور یہ مواخاۃ مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ تاریخ اسلام میں مواخاۃ مکہ کے حوالے سے جو نام ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان۔
۲۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب کے درمیان
۳۔ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے درمیان
۴۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان
۵۔ حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت بلال بن رباحؓ کے درمیان
۶۔ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان
۷۔ حضرت عبیدہ بن الجراح اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے درمیان
۸۔ حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے درمیان

(البلاذری احمد بن یحیٰی، انساب الاشراف، تحقیق محمد حمید اللہ، دارالمعارف مصر ۱۹۵۹، ج۔ا ص۔ ۲۷۰، ابن حبیب المحبر ص۔ ۷۰۔۷۱)

اس موقع پر حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے ان لوگوں کے درمیان تو مواخاۃ کرادی ہے۔ میں رہ گیا ہوں۔ میرا بھائی کون ہوگا؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔

(السمہودی، وفاء الوفاء، ج۔ا ص۔ ۲۶۶)

چونکہ حضرت علیؓ تو پہلے ہی آپؐ کے ساتھ رہتے تھے اور آپؐ ہی ان کی کفالت کرتے تھے اس لیے شاید آپؐ نے ان کے لیے یہ ضرورت محسوس نہ کی۔ جب انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ان لوگوں کے درمیان تو مواخاۃ کرادی ہے میں رہ گیا ہوں۔ میرا بھائی کون ہوگا؟ تو آپؐ نے یہ ارشاد فرما کر ''میں تمہارا بھائی ہوں۔'' حضرت علی کی دلجوئی کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد انصار ومہاجرین کے درمیان مواخاۃ عمل میں آئی۔ یہ مواخاۃ اس طرح عمل میں آئی کہ حضرت انسؓ کے گھر جو مہاجرین وانصار موجود تھے ان کے درمیان مواخاۃ منعقد کی گئی بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ آتے انہیں رسول اکرم ﷺ کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیتے تھے۔ یہ مواخاۃ تقریباً پینتالیس یا پچاس مہاجرین وانصار کے درمیان قائم ہوئی۔ مختلف سیرت نگاروں نے مختلف تعداد لکھی ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ مختلف مجالس میں چلتا رہا اس لیے حاضرین نے بعد میں جس مجلس کا واقعہ بیان کیا مورخین وسیرت نگاروں نے اس واقعہ وتعداد کو لے لیا۔ مثلاً بلاذری نے انساب الاشراف میں بائیس انصار اور بائیس مہاجرین کے ناموں کا ذکر کیا ہے اور پھر وہ بعض مورخین کی اس رائے کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ جو زیادہ قرین قیاس ہے کہ ''انصار ومہاجرین میں کوئی ایسا نہیں بچا تھا جو سلسلہ مواخاۃ میں منسلک نہ کر دیا گیا ہو۔

(بلاذری انساب الاشراف، ج:۱،ص:۲۷۰،۲۷۱)

یہاں چند نام درج کئے جا رہے ہیں۔ تا کہ اندازہ کیا جا سکے کہ یہ مواخاۃ کتنی کثیر المقاصد تھی اور آنحضرت ﷺ کی فکر وبصیرت میں کس قدر وسعت وگہرائی تھی۔ مواخاۃ میں منسلک ہونے والے چند مشہور ومعروف نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیرؓ انصاری ۲۔ عمر فاروقؓ عتبان بن مالکؓ

۳۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن الربیعؓ ۴۔ حضرت عثمان بن عفان۔ اوس بن ثابتؓ

۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔ سعد بن الربیعؓ ۶۔ حضرت زبیر بن العوام۔ سلمہ بن سلامہؓ

۷۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ ابوایوب خالد بن زیدؓ ۸۔ حضرت عمار بن یاسرؓ۔ حذیفہ بن الیمانؓ

۹۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ۔ عباد بن بشیر ۱۰۔ حضرت بلال بن رباحؓ۔ ابورویحہ عبداللہ

۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ سعد بن معاذؓ ۱۳۔ حضرت عبیدۃ بن الحارث بن المطلب۔ عمیر بن الحمام اسلمیؓ

۱۴۔ حضرت عثمان بن مظعون۔ ابوالہیثم بن التیہانؓ ۱۵۔ حضرت الارقم بن الارقم۔ طلحہ بن زید بن سہل

۱۶۔ حضرت علی بن ابی طالب۔ سہل بن حنیفؓ ۱۷۔ حضرت زید بن الخطابؓ۔ معن بن عدی

۱۸۔ حضرت عمرو بن سراقہؓ۔ سعد بن زیدؓ ۱۹۔ حضرت عبد بن مظعون۔ قطبہ بن عامرؓ

۲۰۔ حضرت شماع بن وہب۔ اوس بن خولیؓ ۲۱۔ حضرت عبداللہ بن جحش الاسدی۔ عاصم بن ثابت بن ابی افلح

۲۲۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ سعید بن خیثمہؓ ۲۳۔ حضرت طفیل بن الحارث۔ سفیان بن نسر

۲۴۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ معاذ بن ماعصؓ ۲۵۔ حضرت خباب بن الارت۔ جبار بن صخرؓ

۲۶۔ حضرت صہیب بن سنان۔ الحارث بن الصمہؓ ۲۷۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ العنزی۔ یزید بن المقدرؓ

۲۸۔ حضرت سعید بن زید بن عمروؓ۔ رافع بن مالک ۲۹۔ حضرت وہب بن سراج۔ سوید بن عمروؓ

۳۰۔ حضرت معمر بن الحارث۔ معاذ بن العفراء ۳۱۔ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ۔ عمرو بن معاذؓ

۳۲۔ حضرت زید بن حارثہ۔ اسید بن حضیرؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرتؐ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ ہر کام کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کرتے تھے اور ترجیحات کے تعین کے ساتھ حصول مقاصد و اہداف کے لیے عملی طور پر جدوجہد کو منظم کرتے تھے۔ مواخاۃ کا عمل بھی آپؐ کی منصوبہ بندی کا حصہ تھا اور ہجرت کے بعد ترجیحات میں سرفہرست تھا۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کا عمل بھی آپؐ کی منصوبہ بندی کا حصہ تھا۔ اور ہجرت کے بعد ترجیحات میں سرفہرست تھا۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے اہم مسئلہ مدینہ منورہ کا دفاع اور مہاجرین کی آبادکاری کا تھا۔ دفاعی حوالے سے آنحضرت ﷺ نے جہاں اور بہت سے اقدامات کیے ان میں ایک کام امت مسلمہ کی وحدت اور یکجہتی کا بھی تھا۔

مدینہ منورہ ہجرت سے قبل خانہ جنگی کا شکار تھا، شہر مدینہ جو چھوٹی چھوٹی بہت سی آبادیوں کا مجموعہ تھا، مختلف جنگی قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ یہاں کی باہمی جنگوں میں عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنے آپ کو کسی حد تک غیر جانبدار رکھ کر اس بات کے لیے راہ ہموار کر لی تھی کہ مدینہ منورہ کے عرب و یہودی قبائل اسے اپنا قائد تسلیم کر لیں اور اسے مدینہ کا حکمران مان لیں تا کہ وہ اس خطہ میں امن قائم کرے۔ کچھ قبائل جو خانہ جنگی سے تنگ آئے ہوئے تھے وہ اسے حکمران بنانے پر تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن اُبی نے اپنی تاج پوشی کے لیے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ہجرت کی وجہ سے اس کا حکمرانی کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ شاید اس وجہ سے عبداللہ بن اُبیؔ کا رویہ شروع سے ہی معاندانہ رہا، وہ کھل کر ظاہری طور پر تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کر سکا لیکن خفیہ طور پر امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع اس نے ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو انصار اور مہاجرین میں جو تہذیبی فرق تھا عبداللہ بن اُبی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کا تعلق عدنانی عربوں سے تھا یہ لوگ مکہ مکرمہ اور حجاز کے صحرائی علاقوں میں آباد تھے۔ ان کی تمام عادات و اطوار میں صحرائی اقوام کے اثرات تھے، صحرا کی آزاد اور بدویانہ زندگی کے یہ لوگ دلدادہ تھے، ان کی تہذیب و تمدن اور رسوم و رواج میں صحرائی تہذیب رچی بسی ہوئی تھی۔ صحرا کی آزادانہ زندگی کے ساتھ ہی اہل مدینہ نے اپنا شہری نظام وضع کر لیا تھا اور معاش کے لیے تجارت اور شکار پر بھروسہ کرتے تھے اور تجارت کو انہوں نے زیادہ بہتر طور پر منظم کر لیا تھا۔

انصار میں زیادہ تر اوس اور خزرج کے قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے، یہ لوگ صدیوں سے زراعت پیشہ چلے آرہے تھے۔ مدینہ منورہ میں آباد ہونے سے قبل یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔ وہاں بھی زراعت اور کاشتکاری ان کا پیشہ تھا۔ یمن میں آباد عربوں نے زراعت میں بہت ترقی حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے اپنی زمینوں کی آبادکاری کے لیے ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا تھا جو تاریخ میں سدِ مآرب کے نام سے مشہور ہے۔ پانی کی کثرت اور زرخیز زمینوں کی وجہ سے یہ لوگ خوشحال تھے۔ قرآن حکیم میں بھی ان کی خوشحالی اور زراعت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ بند بعد میں ایک طوفانی سیلاب سے تباہ ہو گیا۔ تھا جس کی وجہ سے زبردست سیلاب آیا اور اہل یمن کے بہت سے زراعت پیشہ لوگوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ یہ لوگ یمن سے نکلے تو ایسی جگہوں پر جا کر آباد ہو گئے جہاں قابل کاشت زمینیں تھیں اور آب پاشی کے لیے پانی موجود تھا۔ ان میں کچھ لوگ مدینہ منورہ آ کر آباد ہو گئے اور یہاں زراعت میں مصروف ہو گئے۔ ان لوگوں کی تہذیب و ثقافت میں متمدن اور متمول قوموں کے اثرات تھے۔ ان کی تہذیب زرعی تہذیب تھی جو صحرا کی تہذیب و تمدن سے مختلف تھی۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ان دو تہذیبوں کا اجتماع ہو گیا تھا ایک صحرائی تہذیب تھی تو دوسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیب کا تعلق زرعی تہذیب سے تھا۔ عبداللہ بن ابی اور اسکے معاونین اس تہذیبی اختلاف سے ناجائزہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے جو منصوبہ بندی فرمائی تھی اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ انصار ومہاجرین کے مابین اس تہذیبی اختلاف کو جلد از جلد ختم کیا جائے اور کسی گروہ کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اس اختلاف سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھا سکے۔ چنانچہ مواخاۃ کے عمل کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انصار ومہاجرین مل جل کر ایک ساتھ رہیں، ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھیں اور ایک دوسرے کی اچھی عادات واطوار اپنائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم وتربیت کے ذریعے ان حضرات کا عقیدہ اس قدر مضبوط کر دیا تھا کہ اس کی بنیاد پر ایک نئی تہذیب وجود میں آنے لگی اور انصار ومہاجرین کے مابین تہذیبی اختلاف بتدریج ختم ہو گیا۔ عبداللہ بن اُبیّ اور اسکے گروہ کے علاوہ یہودی بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے درمیان باہمی نسلی تعصب کو ابھار کر یا مقامی اور غیر مقامی کے مسئلے کو اٹھا کر ایک دوسرے سے لڑایا جائے لیکن منافقین اور یہودیوں کی یہ کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا، چنانچہ آپ نے مواخاۃ قائم کر کے منافقین کی اس قسم کی سازشوں کا سدباب کر دیا۔

مواخاۃ اولیٰ ہو یا مواخاۃ ثانیہ، اس منصوبے کا اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اس کے ذریعے موالی (آزاد شدہ غلام) کی ذہنی وفکری تعلیم وتربیت کا ایسا اہتمام کیا جائے کہ وہ لوگ جو صدیوں سے ذہنی وفکری پستی کا شکار چلے آ رہے تھے، انہیں آزاد لوگوں کے ہم پلہ کیا جائے اور غلامی نے جو ان کی فکر، اور نفسیات کو متاثر کیا ہوا تھا وہ ختم ہو جائے تا کہ یہ لوگ بھی معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

غلامی کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ مال ومتاع کا سا سلوک کیا جاتا ہو اور جو آزاد فکری سے محروم رکھے گئے ہوں، ان کی ذہنی وفکری سطح کس قدر پست ہو جاتی ہے۔ جدید دور میں بھی دنیا کے کئی ممالک مثلاً بھارت میں ایسے گروہ ملتے ہیں جنہیں نچلی ذات قرار دے کر دھتکار دیا جاتا ہے اور انہیں نسلی طور پر کمتر قرار دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوتا ہے اس وجہ سے نیچ ذات کے بہت سے افراد احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور ذہنی وفکری اعتبار سے بہت پیچھے ہوتے ہیں۔، ان لوگوں کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو جسمانی طور پر غلام چلے آ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان آزاد شدہ غلاموں کی تعلیم وتربیت کی بہت فکر تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ احساس کمتری کے جال سے نکل آئیں اور فطرت نے انہیں جو صلاحیتیں عطا کی ہیں انہیں اجاگر کیا جائے تا کہ یہ لوگ بھی اس قابل ہو جائیں کہ وہ کردار ادا کر سکیں جو قائدانہ صلاحیت رکھنے والے آزاد لوگ ادا کر رہے ہیں۔

موالی کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ مواخاۃ میں منسلک کیا تھا جو قریش میں سے تھے مثلاً بلال بن رباح کو عبیدہ ابن الحارث کا بھائی بنا دیا گیا۔ حضرت سالم مولیٰ حذیفہؓ کو حضرت ابوعبیدہ کا بھائی بنا دیا گیا۔ مدنی مواخاۃ میں حضرت سالم کو حضرت معاذ بن ماعص کا بھائی بنا دیا گیا۔ حضرت صہیب بن سنان حضرت الحارث بن الصمہ کے بھائی قرار پائے تھے۔ حضرت خباب بن الارت حضرت جبار بن صخرؓ کے بھائی بن گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ حضرت اسید بن حضیرؓ کے بھائی قرار پائے تھے، ان حضرات کو آزادی ومساوات کی بنیاد پر آزاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی صحبت میں رہنے اور ان کے ساتھ افکار وخیالات کا تبادلہ کرنے سے ان میں نفسیاتی طور پر زبردست تبدیلی آئی، ان کی ذہنی و فکری سطح بلند ہوئی اور غلامی کے اثرات ڈھل گئے ان کے عزائم اور طبیعت میں قائدین کا سا ولولہ پیدا ہو گیا، خیالات میں وسعت و بلندی پیدا ہوئی اور بہت جلد یہ لوگ اعلیٰ درجے کی قائدانہ صلاحیتوں کے مالک بن گئے۔ حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام کا مقام تو اس قدر بلند ہوا کہ اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت سالم کے بارے میں فرمایا تھا:

''کاش اگر آج سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیتا۔''

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن ولاثر۔ ج:۲،ص:۲۴۶)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبرج:۲،ص:۶۸)

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سالم میں کس قدر تبدیلی آ گئی تھی کہ وہ بہت سے آزاد اور نمایاں حیثیت رکھنے والوں سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ منصب خلافت کوئی معمولی عہدہ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں سالم میں وہ تمام صلاحیتیں پیدا ہو گئی تھیں جو اس عظیم الشان منصب کے لیے ضروری ہیں۔ موالی کو اسلامی معاشرے میں وہ تمام سہولتیں میسر تھیں جو کسی بھی آزاد فرد کو حاصل ہو سکتی تھیں۔ سہولتوں سے اہم مسئلہ معاشرے میں ان کے ساتھ باعزت سلوک ہوتا تھا۔ ان کی عزت نفس اور وقار کا پورا پورا خیال رکھا جاتا تھا اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ علم وفکر کے میدان میں موالی نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ چند مثالوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرے میں ان کو کیا مقام حاصل رہا اور انہوں نے کس طرح اپنا کردار ادا کیا۔ مثلاً مدینہ منورہ میں حضرت نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ امام مالک کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، مکہ مکرمہ میں عطاء بن رباح یمن میں حضرت طاؤس بن کیسان، بصریٰ میں حضرت حسن البصری، خراسان میں ضحاک بن مزاحم، شام میں امام مکحول، مصر میں یزید بن حبیب، جزیرہ میں میمون بن مہران وغیرہ۔ اسی طرح مجاہد بن جبیر، سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ عبداللہ بن عباس یہ وہ حضرات ہیں جو علم حدیث اور علم تفسیر کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر علم حدیث اور علم تفسیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بڑے بڑے حکمران اپنے بچوں کو حصول علم کے لیے انکے پاس بھیجنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ مجاہد بن جبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے تیس مرتبہ قرآن کریم پڑھا، تین مرتبہ تو اس طرح پڑھا کہ ایک ایک آیت پر رک کر اس کی تفسیری وضاحت معلوم کی اور مقام وکیفیت نزول کے بارے میں علم حاصل کیا۔ ابوزناد عبدالرحمن بن ذکوان موالی میں سے تھے۔ یہ بھی حضرت امام مالک کے اساتذہ میں رہے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز نے انہیں عراق میں وصولی خراج کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ عبدالملک بن الماجشون بن تیم کے موالی میں سے تھے۔ علم فقہ میں ان کا اہم مقام تھا۔ شرجیل بن سعد بھی آزادہ کردہ غلام تھے۔ سیرت وفتاویٰ میں ان کو بلند مقام حاصل ہے۔ سعید بن جبیر نے جمع و تدوین حدیث وآثار پر بڑا کام کیا ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۳۰ھ) بنو ازد کے غلام تھے، بعض نے انہیں انصار کا غلام لکھا ہے۔ یہ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ان میں سے سب سے زیادہ شہرت کتاب الاموال کو حاصل ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ممکن ہوا کہ مواخاۃ کے عمل نے آزاد اور غلام کے درمیان فرق کو ختم کر کے نفسیاتی طور پر موالی کی تعلیم و تربیت کے لیے بہترین ماحول مہیا کر دیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواخاۃ کا ایک پہلو معاشی مسائل کا حل بھی تھا۔مہاجرین مکہ مکرمہ سے ترک وطن کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہ لوگ اپنا تمام مال و متاع مکہ مکرمہ چھوڑ آئے تھے، مدینہ منورہ میں انکی آبادکاری کا مسئلہ تھا، نیز شہر مدینہ کے وسائل محدود تھے چند سو مہاجرین کی آمد سے یہاں معاشی مشکلات بڑھ گئی تھیں۔رسول اللہ ﷺ ان مسائل کو احسن طریقے سے حل کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کے ذریعے غریب مہاجرین کو وقتی طور پر انصار کے اموال میں شریک کر دیا گیا، وفات کی صورت میں ایک دوسرے کی وراثت میں شریک کر دیئے گئے، اس عمل کا فوری طور پر اقتصادی فائدہ یہ ہوا کہ بے خانماں مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ حل ہو گیا۔

مدینہ منورہ کے معاشی وسائل کو وسعت دینا بھی آپ ﷺ کے منصوبے کا حصہ تھا۔اہل مدینہ (اوس وخزرج) زراعت پیشہ لوگ تھے۔ان کی ساری معاشی جدوجہد زراعت تک محدود تھی۔تجارت اور اسکے اصول وضوابط سے یہ لوگ ناواقف تھے۔مدینہ منورہ میں تجارتی سرگرمیاں محدود تھیں، ان پر بھی مکمل طور پر یہودیوں کا قبضہ تھا، اوس وخزرج کے لوگ عام طور پر یہودیوں کے مقروض رہتے تھے۔یہودی انہیں سود پر قرضہ دیا کرتے تھے۔عملِ مواخاۃ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے معاشی تجربات اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں، مہاجرین نے انصار کے تعاون سے یہاں نہ صرف تجارتی سرگرمیاں شروع کیں بلکہ زراعت کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کی۔قرآن کریم نے تجارت کے ذریعے حصول معاش کو اپنی نعمت اور فضل قرار دیا اور لوگوں کو آمادہ کیا کہ تجارت کو فروغ دیں۔خود رسول اللہ ﷺ نے تجارت کو معاش کا ذریعہ بنایا۔دوسری طرف زراعت کو اس قدر اہمیت دی کہ ایک پودا لگانا بھی عبادت قرار پایا اور اس کا پھل خواہ انسان کھائے، پرندہ یا چوپایہ، درخت لگانے والے کے لیے صدقہ قرار دیا گیا۔

مواخاۃ کا تعلیمی پہلو بھی اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مواخاۃ کے ذریعے مدینہ منورہ کے ہر مسلم گھرانے کو ایک تعلیمی ادارے میں ڈھال دیا تھا۔دراصل تعلیم کے میدان میں مہاجرین و انصار کے درمیان فرق پیدا ہو گیا تھا۔رسول اللہ ﷺ اس فرق کو ختم کرنا چاہتے تھے۔اہل مکہ تیرہ برس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، انہوں نے مکی دور میں نزول وحی کا مشاہدہ کیا تھا وہ مقامات وحی سے بھی واقف تھے، یہ لوگ تیرہ برس تک وحی کی تعبیر وتشریح رسول اللہ ﷺ سے سنتے رہے اور یہ تمام عرصہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارا۔آپ ﷺ کے اعمال واقوال کو دیکھتے اور سنتے رہے اور انہیں اپنی زندگی میں منتقل کرتے رہے۔اس صحبت کی وجہ سے ان کے اعمال میں رسول اللہ ﷺ کے اعمال کی روح جھلکتی تھی۔اس تقدیم ایمانی کی وجہ سے انہیں علم کے میدان میں بھی سبقت تھی اور مہاجرین انصار سے تیرہ برس آگے تھے۔

رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ معرفت وعلم کا یہ فرق ختم ہو جائے اور مہاجرین کے پاس جو مکی دور کا علم ہے وہ تمام کا تمام انصار کو منتقل ہو جائے تاکہ یہ صرف شرح تعلیم میں اضافہ ہی نہ ہو بلکہ مسلم معاشرے کے تمام افراد کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو بھی نشوونما دی جا سکے۔مواخاۃ کے عمل کی وجہ سے ہر گھر غیر رسمی تعلیمی ادارے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔مہاجرین نے نہ صرف یہ کہ مکی دور کے علمِ وحی کو انصار تک منتقل کیا بلکہ وہ علم وتجربہ بھی منتقل کیا جو انہیں تجارت کے میدان میں حاصل تھا۔اسی طرح منفعت وزراعت سے متعلق جو علم اہل مدینہ کے پاس تھا مہاجرین نے وہ ان سے حاصل کیا۔اس طرح علم وہنر کے میدان میں بہت بڑی تبدیلی آئی اور یہ امی قوم جلد ہی علمی وفکری میدان میں دنیا کی قیادت کے لیے تیار ہو گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا گفتگو سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مواخاۃ کا عملی اقدام بہت کامیاب رہا، اس لیے کہ انصار ومہاجرین کے اس قریبی تعلق اور باہمی اخوت ومحبت اور تعاون سے ایک نئی تہذیب اور نیا تمدن وجود میں آیا وہ تہذیب وتمدن جس کی بنیاد اسلامی عقائد، اخلاقِ حسنہ اور اعمال صالحہ تھے۔ یہ عقیدہ کی قوت اور جذبہ عمل ہی تھا جس نے انصار کے دلوں میں اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے بے پناہ قربانیوں کا جذبہ پیدا کیا۔ انصار کی طرف سے جذبہ ایثار وقربانی کو قرآن کریم نے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر ـ ۵۹ـ۹)

وہ اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔

انصار مدینہ کے لیے قرآن مجید کی یہ شہادت باعث سعادت وصد افتخار ہے۔

میثاق مواخاۃ اور اسکے اثرات ونتائج

آنحضرت ﷺ نے مہاجر وانصار میں یہ مواخاۃ قائم کردی تو انہوں نے اس کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا۔ مواخاۃ کی تہہ میں یہ امر طے تھا کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابتداروں کی بجائے ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥﴾ (الاحزاب ـ ۳۳ـ۶)

"بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبیؐ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، مگر کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین ومہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تم کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو۔ یہ حکم کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔"

اس آیت کے نزول کے بعد باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن مواخاۃ کا عہد برقرار رہا۔ اس مواخاۃ یعنی بھائی چارے نے تمام جاہلی عصبیتیں تحلیل کر دیں۔ حمیت وغیرت جو کچھ تھی وہ اسلام کے لیے مختص ہوگئی۔ نسل، رنگ، اور وطن کے امتیازات مٹ گئے اور بلندی وپستی کا معیار انسانیت وتقویٰ قرار پایا۔ آنحضرت ﷺ نے اس مواخاۃ کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد وپیمان قرار دیا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی خوش آمدید اور مبارکباد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلے۔ بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار وغمگساری اور موانست کے جذبات بھی موجود تھے۔ اور اس لیے اس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پر کر دیا تھا۔ مواخاۃ کے بعد اس بھائی چارے پر عملدرآمد کی ایک زندہ وجاوید تصویر ملاحظہ کیجیے اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ دنیا کے کسی سیکولر نظام میں آپ کو کہیں کوئی ایسی تصویر نظر آتی ہے جو ان دو اسلامی بھائیوں نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ جب مہاجرین مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ (مواخاۃ) کرایا حضرت سعدؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا: "انصار کے سب سے دولت مند افراد میں سے ہوں، اس لیے آپ میرا آدھا مال لے لیجئے اور میری دو بیویاں ہیں آپ انہیں دیکھ لیجئے اور جو آپ کو پسند ہو اس کے متعلق مجھے بتایئے میں اسے طلاق دے دوں گا عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں اس پر حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا: اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے، آپ کا بازار کدھر ہے۔ چنانچہ بنی قینقاع کا بازار انہیں بتا دیا گیا اور جب وہ وہاں سے کاروبار کر کے واپس ہوئے تو ان کے ساتھ کچھ پنیر اور گھی تھا۔ پھر آپ اسی طرح روزانہ صبح سویرے بازار چلے جاتے اور کاروبار کرتے۔ آخر ایک دن خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو جسم پر (خوشبو کی) زردی کا اثر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا مہر کتنا ادا کیا؟ عرض کیا سونے کی ایک گٹھلی یا (یہ کہا کہ) ایک گٹھلی کے وزن برابر سونا"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج:۷، حدیث نمبر ۳۷۸۰ عن ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جدہ)

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپؐ نے جسم پر زردی کا نشان دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جواب دیا "میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کر لی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا مہر کیا دیا؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے وزن برابر سونا' (یا کہا کہ) سونے کی ایک گٹھلی اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اچھا اب ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔" (فتح الباری شرح بخاری ج:۷، حدیث نمبر ۳۷۸۱ عن انس)

یہ تو دو بھائیوں حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد کا حال تھا کہ انہوں نے کس خوبصورت انداز میں اپنے تعلقِ مواخاۃ کو نبھایا جہاں تک باقی مہاجرین و انصار کا معاملہ ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ملاحظہ کیجیے وہ بیان کرتے ہیں کہ مواخاۃ کے قائم ہونے کے بعد انصار نے کہا یا رسول اللہ! "کھجور کے باغات ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیجئے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس پر انصار نے کہا کہ پھر آپ حضرات یہ صورت اختیار کر لیں کہ کام میں ہماری طرف سے آپ مدد کر دیا کریں اور کھجور کے پھلوں میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ مہاجرین نے کہا کہ ہم نے آپ حضرات کی بات سنی اور ہم ایسا ہی کریں گے۔ (فتح الباری شرح بخاری ج:۷ حدیث نمبر ۳۷۸۲)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم و نوازش کی کتنی قدر کرتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کر سکتے تھے۔

یہ رشتہ مواخاۃ جو مہاجرین و انصار کے درمیان عمل میں آیا اس کو بار بار پڑھنے کی ضرورت ہے اور دور حاضر کی تحریکات کے قائدین کا فرض ہے کہ وہ اس مواخاۃ کے اسرار و رموز کو خود بھی سمجھیں اور ایسے تحقیقاتی ادارے قائم کریں جو مواخاۃ کے ہر پہلو کو اجاگر کریں اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے منصوبہ بندی کریں تا کہ مسلم امہ کے ہر فرد کے اندر محبت، پیار، رحمت و رافت اور ایثار و قربانی کے جذبات کو ابھارا جا سکے اور اس کے نتیجے میں کارکنانِ تحریک اسلامی کو بھی مواخاۃ کے اس نظام میں پرویا جا سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الحشر ۵۹: ۹۔۱۰)

جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اسکی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ خود اپنی جگہ محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

اور یہ الفت و محبت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (الانفال ۸: ۶۳)

اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیے۔ تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔

''اسلامی مواخات'' کا یہاں تفصیلی تذکرہ ممکن نہیں ہے تاہم قائین کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کی شیرازہ بندی کی خاطر اس موڑ پر بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم دی کہ اسلام کے نظامِ اخوت کی چند بنیادیں ہیں جن کے بغیر اسلامی عالمی برادری وجود میں ہی نہیں آسکتی۔ چنانچہ جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی اخوات کی آٹھ بنیادیں ہمارے سامنے آتی ہیں مثلاً:

۱۔ خیر خواہی ۲۔ عدل ۳۔ ایثار ۴۔ احسان ۵۔ رحمت و الفت ۶۔ عفو و رگزر ۷۔ اعتماد ۸۔ قدر و منزلت

پھر آپ ﷺ نے امت کو بڑی تفصیل سے بتایا کہ اخوت کی عمارت کو مضبوط اور مزین کرنے والے کام کون کون سے ہیں مثلاً:

۱۔ ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا تحفظ اخوات کی عمارت کو مضبوط و مستحکم اور مزین کرنے والا عمل ہے اسی طرح ۲۔ دکھ درد میں شریک ہونا ۳۔ احتساب و نصیحت کرنا ۴۔ ملاقات سلام و مصافحہ جس میں محبت و خوش اخلاقی موجود ہو۔ ۵۔ عیادت مریض اور وفات کی صورت میں تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شرکت۔ ۶۔ شخصی اور ذاتی امور میں شرکت اور اپنے جذبات کا اظہار۔ ۷۔ ہدیہ یعنی تحفہ و تحائف کا باہم تبادلہ، ہدیہ کے بدلے میں بہتر سے بہتر طریقے سے جواب دینا۔ شکریہ ادا کرنا اور دعاؤں کی برسات برسا دینا۔

۸۔ ایک دوسرے کو کھانے پر بلانا اور مل کر کھانا کھانا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ باہم اگر کبھی شکر رنجی ہو جائے تو غلط فہمی دور کر دینا یا واقعی شکایت درست ہو تو اس کو جلدی سے جلدی دور کر دینا۔ اور اگر بوجوہ تعلقات خراب ہو گئے ہوں تو ان کے درمیان صلح کرا دینا۔

۱۰۔ نیز ایک دوسرے کا احترام کرنا اور اچھے ناموں سے اور اچھی صفات کے ساتھ ایک دوسرے کو یاد کرنا اور یاد رکھنا یہ کام اسلام کے نظامِ اخوت کی عمارت کو مضبوط اور مزین کرنے والے ہیں۔ نیز اسلام کے نظامِ اخوت کی عمارت کو تباہ و برباد کرنے والے بھی چند کام ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ مثلاً

۱۔ ایک دوسرے کے حقوق میں دست درازی کرنا۔

۲۔ ایک دوسرے کے جسم و جان کے درپے آزار ہونا۔

۳۔ بدکلامی کرنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا۔

۴۔ ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔

۵۔ چغل خوری کرنا۔

۶۔ تجسس کرنا۔

۷۔ مذاق اڑانا۔ اور کسی کو حقیر سمجھنا۔

۸۔ بدظنی کرنا اور کسی پر تہمت لگانا۔

۹۔ کسی کو نقصان پہنچانا، دل آزاری کرنا یا دھوکہ دینا۔

۱۰۔ حسد کرنا اور عار دلانا وغیرہ۔

مدنی دور کے آغاز ہی میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلامی اخوت کی ان بنیادوں کی تعلیم بھی دی اور اخوت اسلامی کی اس عمارت کو مضبوط و مستحکم اور مزین کرنے والے اوصاف کو اپنانے کی ترغیب بھی دی اور عمارت کو تباہ و برباد کرنے والے اوصاف رذیلہ سے دور رہنے اور ان سے بچ کر رہنے کی بھی تاکید مزید فرمائی۔

مکی اور مدنی دور کا موازنہ کر کے دیکھا جائے تو آپ کو تہذیب و تمدن اور معاشرت میں بڑا فرق محسوس ہوگا۔ لہٰذا مواخات کے انعقاد کے بعد یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اسلامی اخوت کے تکمیلی مرحلہ کیلئے اس نظامِ مواخاۃ کے ساتھ ساتھ اس کی بنیادوں کو بیان کیا جاتا اور اسلامی اخوت کی عمارت کو جو چیزیں مضبوط کرنے والی ہیں ان کو بھی بیان کیا جاتا تاکہ کارکنان ان اوصاف حمیدہ کو اپنا کر اپنا سفر پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں اور اسلامی اخوت کی عمارت کو کمزور یا تباہ و برباد کرنے والے کاموں کو بھی بیان کر دیا گیا تاکہ مسلمان ان اوصاف قبیحہ سے بچ سکیں۔ چنانچہ ان ہدایات کے حاملین نے وہ انقلاب بپا کر دیا جو آنحضرت ﷺ کو مطلوب تھا۔ پس اب بھی مسلمانوں اور بالخصوص داعیان اسلامی انقلاب کو اپنے اندر درج بالا خصوصیات پیدا کرنا ہوں گی، جس کے نتیجے میں خلافت علیٰ منہاج النبوہ نے قائم ہونا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''اسلام کا نظام اخوت'' کا مطالعہ کیجئے اس لئے کہ یہ کتاب مضامین کی متحمل نہیں کیونکہ ہم اس کی ضخامت مناسب حد تک رکھنا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب

اسلامی حکومتِ مدینہ کا آفاقی دستور العمل

مسجد نبویؐ کی تعمیر، صفہ اسلامک سنٹر کے قیام، ذاتی رہائش گاہوں کی تعمیر اور مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کرنے کے بعد پانچواں اہم کام یہ کیا کہ معاہدات کے ذریعہ مدینہ منورہ کو ایک اسلامی ریاست بنا کر اس کو آفاقی دستور العمل عطا کیا۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان ایک تحریر لکھی جس میں یہود سے معاہدہ بھی شامل تھا۔ دراصل یہ معاہدہ اہل ایمان و اہل اسلام اور یہود سمیت غیر مسلموں کے لیے دستور العمل تھا۔ اس دستاویز میں ان سب کے حقوق و فرائض کا تعین کر کے سب کو عمل درآمد کے لیے پابند کر دیا گیا تھا۔ مجموعی طور پر یہ دستور ۵۳ دفعات پر مشتمل ہے جس کا آغاز درج ذیل الفاظ سے کیا گیا ہے۔

[بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ هٰذَا كِتَابٌ مِنۡ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُسۡلِمِيۡنَ مِنۡ قُرَيۡشٍ وَيَثۡرِبَ وَمَنۡ تَبِعَهُمۡ فَلَحِقَ بِهِمۡ وَجَاهَدَ مَعَهُمۡ۔]

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ نوشتہ یا دستاویز محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو نبی ہیں، قریش اور اہل یثرب میں سے ایمانداروں اور اطاعت گزاروں، نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں، ان کے ساتھ شامل ہو جائیں، اور ان کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیں۔''

آفاقی دستور العمل کی ۵۳ دفعات

اس تمہید کے بعد اس آفاقی دستور میں ترپن دفعات جاری کی گئیں جن کو یہاں ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ [اِنَّهُمۡ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ۔]

''دوسرے لوگوں کے مقابلے میں وہ (مسلمان مہاجرین و انصار) ایک امت (سیاسی وحدت) ہوں گے۔''

۲۔ [اَلۡمُهَاجِرُوۡنَ مِنۡ قُرَيۡشٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ وَ هُمۡ يَفۡدُوۡنَ عَانِيَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔]

''قریش کے مہاجر قبل از اسلام کے دستور کے مطابق خون بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے اسیروں کا فدیہ ادا کریں گے تا کہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔''

۳۔ [وَ بَنُوۡا عُوۡفٍ عَلٰى رِبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ مَعَاقِلَهُمُ الۡاُوۡلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفۡدِيۡ عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔]

''اور بنی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۴۔ [وَ بَنُو الْحَارِثِ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی حارثہ کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۵۔ [وَ بَنُو سَاعِدَةَ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی ساعدہ کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۶۔ [وَ بَنُو جُشَمٍ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی جشم کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۷۔ [وَ بَنُو النَّجَّارِ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی نجار کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۸۔ [وَ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی عمرو بن عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۹۔ [وَ بَنُو النَّبِيْتِ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

"اور بنی النبیت کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔"

۱۰۔ [وَ بَنُو الْأَوْسِ عَلٰى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى وَكُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔]

''اور بنی اوس کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا ہر برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

١١۔ [وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يَتْرُكُوْنَ مُفْرَحًا بَيْنَهُمْ اَنْ يُعْطُوْهُ بِالْمَعْرُوْفِ فِيْ فِدَاءٍ اَوْ عَقْلٍ۔]

ایماندار لوگ کسی مفلس اور زیر بار شخص کو مدد دیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ تاکہ اس کا فدیہ یا خون بہا بخوبی ادا ہو سکے۔

ابن اسحاق نے کہا ''مفرح'' اس شخص کو کہتے ہیں جو قرض کے بوجھ سے دبا ہوا اور کثیر العیال ہو۔ شاعر نے کہا ہے۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَبْرَحْ تُوَدِّيْ اَمَانَةً
وَ تَحْمِلُ اُخْرٰى اَفْرَحَتْكَ الْوَدَائِعُ

''جب تو ہمیشہ امانتیں ادا کرتا اور دوسری امانت کا بوجھ اٹھاتا رہے گا تو امانتیں تجھے بوجھل کر دیں گی۔''

١٢۔ [وَاَنْ لَّا يُحَالِفُ مُؤْمِنٌ مَوْلٰى دُوْنَهٗ۔]

''اور کوئی مومن کسی دوسرے مومن کی اجازت کے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہ کرے گا۔''

١٣۔ [وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ عَلٰى مَنْ بَغٰى مِنْهُمْ اَوِ ابْتَغٰى وَ سِيْعَةَ ظُلْمٍ اَوْ اِثْمٍ اَوْ عُدْوَانٍ اَوْ فَسَادٍ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ اَيْدِيَهُمْ عَلَيْهِ جَمِيْعًا وَلَوْ كَانَ وَلَدَ اَحَدِهِمْ۔]

''اور متقی اور ایماندار ہر اس شخص کی مخالفت پر کمر بستہ رہیں گے جو ان سے سرکشی کرے۔ جو ظلم یا گناہ یا زیادتی کا مرتکب ہو یا ایماندار لوگوں میں فساد پھیلائے ان سب کے ہاتھ ایسے شخص کی مخالفت پر ایک ساتھ اٹھیں گے۔ خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

١٤۔ [وَلَا يَقْتُلُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا فِيْ كَافِرٍ وَلَا يَنْصُرُ كَافِرًا عَلٰى مُؤْمِنٍ۔]

''اور کوئی ایماندار کسی ایماندار کو کافر کی خاطر قتل نہ کرے گا۔ اور نہ کسی ایماندار کے خلاف کافر کی امداد کرے گا۔''

١٥۔ [وَاِنَّ ذِمَّةَ اللهِ وَاحِدَةٌ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْضُهُمْ مَوَالِيْ بَعْضٍ دُوْنَ النَّاسِ۔]

''اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے مسلمانوں میں سے ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اور ایماندار لوگ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں باہم بھائی بھائی ہیں۔''

١٦۔ [وَاِنَّهٗ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَهُوْدَ فَاِنَّ لَهُ النَّصْرُ وَ الْاُسْوَةُ غَيْرَ مَظْلُوْمِيْنَ وَ لَا مُتَنَاصِرِيْنَ عَلَيْهِمْ۔]

''اور یہودیوں میں سے جو اتباع کرے گا اسے امداد و مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٧۔ [وَاِنَّہٗ سَلِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاحِدَۃٌ لَا يُسَالِمُ مُؤْمِنٌ دُوْنَ مُؤْمِنٍ فِيْ قِتَالٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰہِ اِلَّا عَلٰى سَوَآءٍ وَعَدْلٍ۔]

ایمانداروں کی صلح ایک ہی ہوگی اللہ کی راہ میں ہو تو کوئی ایماندار کسی دوسرے ایماندار کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ جب تک یہ صلح سب کے لیے برابر نہ ہو۔''

١٨۔ [وَاِنَّ كُلَّ غَازِيَۃٍ غَزَتْ مَعَنَا يَعْقِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔]

''وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے ایک دوسرے کے پیچھے ہوں گے۔''

١٩۔ [وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يُبِيْءُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَآءَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰہِ۔]

''اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متقی ایماندار اس چیز کا بدلہ لیں گے جو خدا کی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔''

٢٠۔ [وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ عَلٰى اَحْسَنِ هُدًى وَاَقْوَمِہٖ]

''اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متقی ایماندار سب سے بہتر اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔''

٢١۔ [وَاِنَّہٗ لَا يُجِيْرُ مُشْرِكٌ مَالًا لِقُرَيْشٍ وَلَا نَفْسًا وَلَا يَحُوْلُ دُوْنَہٗ عَلٰى مُؤْمِنٍ۔]

''اور کوئی مشرک قریش کے مال و جان کو پناہ نہ دے اور نہ ایماندار کے لیے اس سلسلے میں رکاوٹ بنے گا۔''

٢٢۔ [وَاِنَّہٗ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَۃٍ فَاِنَّہٗ قَوَدٌ بِہٖ اِلَّا اَنْ يَرْضٰى وَلِيُّ الْمَقْتُوْلِ وَاِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْہِ كَافَّۃً وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ اِلَّا قِيَامٌ عَلَيْہِ۔]

''اور جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے اور گواہوں سے اس کا ثبوت بھی مل جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس صورت کے مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے اور تمام ایماندار اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کے سوا ان کے لیے کوئی صورت جائز نہ ہوگی۔''

٢٣۔ [وَاِنَّہٗ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَقَرَّ بِمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَۃِ وَاٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّنْصُرَ مُحْدِثًا وَلَا يُؤْوِيْہِ وَاِنَّہٗ مَنْ نَصَرَہٗ اَوْ اٰوَاہُ فَاِنَّ عَلَيْہِ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَغَضَبَہٗ يَوْمَ الْقِيٰمَۃِ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْہُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔]

''اور کسی ایماندار کے لیے جو اس نوشتے یا دستاویز کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہے۔ نیز خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہے جائز نہیں کہ کسی فتنہ اٹھانے والے کی مدد کرے یا اسے پناہ دے جو اسے پناہ دے گا قیامت کے دن خدا کی لعنت اور غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور اس سے کوئی فدیہ یا بدلا قبول نہ کیا جائے گا۔''

٢٤۔ [وَاِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْہِ مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ مَرَدَّہٗ اِلَى اللّٰہِ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ عَلَيْہِ السَّلَامُ۔]

''اور جب کبھی تم میں سے کسی چیز کے متعلق اختلاف پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔''

٢٥۔ [وَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور یہودی جب تک ایمانداروں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔ مصارف بھی برداشت کرتے جائیں گے۔''

۲۶۔ [وَاِنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ اِثْمٌ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ۔]

''اور بنی عوف کے یہودی ایمانداروں کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودی اپنے دین پر رہیں۔ مسلمان اپنے دین پر خواہ موالی ہوں یا اصل البتہ جو لوگ ظلم اور جرم کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات یا گھرانے کے سوا کسی کو ہلاکت وفساد میں نہیں ڈالیں گے۔''

۲۷۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي النَّجَّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ۔]

''اور بنی نجار کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔''

۲۸۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ سَاعِدَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ۔]

''اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔''

۲۹۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ حَارِثَه مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ۔]

''اور بنی حارثہ کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔''

۳۰۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ جُشَمَ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ۔]

''اور بنی جشم کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔''

۳۱۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ اَوْسٍ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ۔]

''اور بنی اوس کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔''

۳۲۔ [وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ۔]

اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ البتہ جو ظلم یا جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مبتلائے ہلاکت وفساد نہ ہوگا۔''

۳۳۔ [وَاِنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِنْ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ۔]

''اور جفنہ بھی بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں۔ انہیں بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔''

۳۴۔ [وَاِنَّ لِبَنِي الشُّطَيْبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ۔]

''اور بنی شطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

۳۵۔ [وَاِنَّ مَوَالِيَ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بنی ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

۳۶۔ [وَاِنَّ بِطَانَةَ يَهُوْدَ كَاَنْفُسِهِمْ۔]

اور یہودیوں کے قبائل کی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

۳۷۔ [اِنَّهٗ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔]

''اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہ نکلے گا۔''

۳۸۔ [وَاِنَّ لَا يَنْحَجِزَ عَلٰى ثَارِ جُرْحٍ وَاِنَّهٗ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَبَرِّ هٰذَا۔]

''اور زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ جو شخص خونریزی کرے گا۔ تو ذمہ داری اس پر اور اسکے گھرانے پر ہوگی بجز اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور خدا اسکے ساتھ ہے۔''

۳۹۔ [وَاِنَّ عَلَى الْيَهُوْدِ نَفَقَتَهُمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ نَفَقَتَهُمْ۔]

''یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے۔''

۴۰۔ [وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ۔]

''اور جو کوئی دستور العمل کو قبول کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے تو وہ (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے وہ ایک دوسرے کی خیرخواہی پر عمل پیرا رہیں گے اور باہم مشورے کریں گے۔ اور وفا ان کا شیوہ ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔''

۴۱۔ [وَاِنَّهٗ لَمْ يَاْثِمِ امْرَءٌ بِحَلِيْفِهٖ وَاِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ۔]

''کوئی شخص اپنے حلیف کی بدعملی کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے گا اور مظلوم کو بہرحال مدد دی جائے گی۔''

۴۲۔ [وَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوْا مُحَارِبِيْنَ۔]

''یہودی اس وقت تک مصارف برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جنگ میں شریک ہوں گے۔''

۴۳۔ [وَاِنَّ يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ]

''یثرب کا میدان اس نوشتے کو ماننے والوں کے نزدیک مقدس و محترم ہوگا۔''

۴۴۔ وَاِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرَ مُضَارٍّ وَلَا اٰثِمٍ۔]

پناہ گزین سے ویسا ہی برتاؤ ہوگا جیسا کہ اصل شخص پناہ دہندہ سے ہو رہا ہو۔ نہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی وہ کسی جرم کا مرتکب ہوگا

۴۵۔ [وَاِنَّهٗ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهَا۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی عورت کو اس کے کنبے والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہ دی جائے گی۔

۴۶۔ [وَإِنَّه مَا كَانَ بَيْنَ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مِنْ حَدَثٍ اَوِ اشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُه فَإِنَّ مَرَدَّه اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَتْقٰى مَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَبَرِّه.]

اس نوشتے کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی نیا معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جس پر فساد رونما ہونے کا ڈر ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول (محمدؐ) کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس نوشتے میں جو کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاداری پسند ہے۔"

۴۷۔ [وَاِنَّ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا.]

"نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اس شخص کو جو اس کا معاون ہو۔"

۴۸۔ [وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ دَهِمَ.]

"اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہو تو ان (معاہد فریقوں یعنی یہودیوں اور مسلمانوں) پر ایک دوسرے کی مدد اور نصرت لازم ہوگی۔"

۴۹۔ [وَاِذَا دُعُوْا اِلٰى صُلْحٍ يُصَالِحُوْنَه وَيَلْبَسُوْنَه فَاِنَّهُمْ يُصَالِحُوْنَه وَيَلْبَسُوْنَه وَاِنَّهُمْ اِذَا دُعُوْا اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَاِنَّه لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ.]

"اگر انہیں صلح کر لینے اور اس میں شرکت کرنے کی دعوت دیجائے گی تو یہ اسے قبول کر لیں گے اور شریک ہوں گے اسی طرح جب وہ کسی صلح کے لیے بلائیں گے تو اسے قبول کریں گے اور مسلمانوں پر بھی قبول کر لینا لازم ہوگا بجز اس صورت کہ کوئی دینی جنگ کرے۔"

۵۰۔ [عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِ الَّذِيْ قِبَلَهُمْ.]

"ہر شخص کے حصے میں اس کی مدافعت آئے گی جو اسکے بالمقابل ہوگا۔"

۵۱۔ [وَاِنَّ يَهُوْدَ الْاَوْسِ مَوَالِيَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ عَلٰى مِثْلِ مَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ.]

"اوس کے یہودیوں کو اصل ہوں یا موالی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس نوشتے کے ماننے والوں کو حاصل ہیں:۔"

۵۲۔ [وَاِنَّه لَا يَحُوْلُ هٰذَا الْكِتَابُ دُوْنَ ظَالِمٍ اَوْ اٰثِمٍ وَاِنَّ مَنْ خَرَجَ اٰمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ اٰمِنٌ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ.]

یہ نوشتہ کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہ آئے گا جو شخص جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو شخص گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی امن کا مستحق ہوگا۔ صرف وہ لوگ مستثنٰی ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں گے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳۔ [وَاِنَّ اللّٰہَ جَارٌ لِّمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰی وَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ]

''خدا اس شخص کا حامی ہے جو عہد و اقرار میں وفا شعار اور پرہیز گار ہے اور اللہ کے رسول محمد ﷺ بھی اس کے حامی ہیں۔''

نومولود اسلامی ریاست کا یہ آفاقی دستور العمل نہایت جامع، مفصل اور عادلانہ تھا جس میں ذرہ برابر بھی ابہام نہیں جو سب کے لیے یکساں قابل قبول تھا اس لیے سب نے اس پر دستخط کر کے توثیق کر دی۔ اس دستور کی شق نمبر ۴۳ بڑی ہی اہم ہے جس کے الفاظ "وَاِنَّ یَثْرِبَ جَوْ فُھَا لِاَھْلِ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ" (یعنی یثرب کا میدان اس نوشتے کو ماننے والوں کے نزدیک مقدس و محترم ہوگا۔ اس میدان سے مراد ہے وہ قطعہ زمین جس کے شمال اور جنوب میں دو پہاڑ عیر اور ثور ہیں، یہ دونوں پہاڑ جو مدینہ منورہ کے دونوں اطراف میں واقع ہیں۔ ان کے درمیان کا مقام حرم پاک ہے۔ نیز مدینہ کے مشرق و مغرب میں حرے (لاوے) ہیں یعنی حرہ واقم اور حرہ وبرہ۔ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے وقت اس میں متعدد آبادیاں یا محلے پھیلے ہوئے تھے۔ اور یہ پورا میدان حرم مکہ کی طرح مقدس و محترم قرار دیا گیا۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَامٌ مَا بَیْنَ عِیْرٍ اِلٰی ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ آوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَآئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔ ذِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَۃٌ یَّسْعٰی بِھَا اَدْنَاھُمْ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا۔ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَآئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔ وَمَنْ وَّالٰی قَوْمًا بِغَیْرِ اِذْنِ مَوَالِیْہِ۔ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَآئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا: مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ، اَوْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْہِ۔ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَآئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔"]

(صحیح بخاری کتاب فضائل المدنیہ حدیث: ۱۸۷۰ و صحیح مسلم: ۳۳۲۷)

(حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے صرف قرآن پاک اور اس صحیفہ کو تحریر کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) ''مدینہ منورہ عیر (مقام) سے ثور (مقام) تک حرم ہے۔ جو شخص حرم پاک میں کسی بدعت کا مرتکب ہوگا یا کسی بدعتی کو جگہ دے گا۔ اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی فرض نماز، نفل (عبادت) قبول نہ ہوگی۔ اور جو شخص اپنے آزاد کرنے والوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم کے ساتھ رشتہ موالات قائم کرتا ہے اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی فرض نماز، نفل (عبادت) قبول نہ ہوگی (بخاری و مسلم) اور ان دونوں کی روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والد کے علاوہ غیر کی جانب اپنی نسبت کرتا ہے یا اپنے آزاد کرنے والوں کے غیر کو اپنا مولیٰ قرار دیتا ہے تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی فرض نماز، نفل (عبادت) قبول نہ ہوگی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ. أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا، أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا. وَقَالَ (الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ، وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا. إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ"]

(صحیح مسلم:۳۳۱۸)

(حضرت سعدؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) "بلا شبہ میں نے مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان کو حرم قرار دے دیا ہے کہ اس کے کانٹوں کو نہ کاٹا جائے اور اس کے شکار کو نہ مارا جائے اور فرمایا، مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوں۔ جو شخص مدینہ منورہ سے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے اس کی سکونت کو ترک کرتا ہے تو اللہ اس میں اس سے بہتر شخص کو آباد فرمائے گا اور جو شخص بھی مدینہ منورہ کی تکالیف و مصائب پر صبر کرے گا۔ تو میں اس کا قیامت کے دن سفارشی اور گواہ بنوں گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

["إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا. أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلَفٍ"]

(صحیح مسلم، حدیث:۳۳۱۷)

(حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔) "بے شک ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کے دو تنگ پہاڑی راستوں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا ہے۔ حرم میں کسی کا خون نہ گرایا جائے۔ نیز لڑائی کے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں اور کسی درخت کے پتوں کو سوائے چارہ کے نہ جھاڑا جائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ."] (صحیح مسلم، حدیث:۳۳۴۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوبکرؓ اور بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ "آپؐ نے دعا کی (جس کا ترجمہ ہے) اے اللہ! ہمیں مدینہ منورہ سے محبت عطا کر جیسا کہ ہمیں مکہ مکرمہ سے محبت تھی۔ یا اس سے بھی زائد اور اس کو صحت افزا بنا اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت عطا کر اور اسکے بخار کو جحفہ میں منتقل کر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى. يَقُولُونَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ"] (صحیح بخاری، حدیث:۱۸۷۱ و صحیح مسلم:۳۳۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مجھے ایک بستی کے بارے میں حکم دیا گیا (کہ میں اس میں اقامت اختیار کروں) جو دیگر بستیوں پر غالب آ جائے گی، لوگ اسکو یثرب (کہہ کر) پکاریں گے جب کہ وہ مدینہ منورہ ہے۔ وہ لوگوں کو خالص کرے گی جیسا کہ بھٹی لوہے کی میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اس اقدام سے جہاں اہل ایمان مہاجرین وانصار کو عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کو بنیادیں فراہم کر دیں اور انہیں ایک متحد، منظم اور باضابطہ جماعتی نظام کا پابند کر دیا وہیں یہودِ مدینہ، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور جنہوں نے مضبوط برج اور قلعے بنا رکھے تھے ان کو بھی ایک ضابطے کا پابند بنا دیا تھا۔ اس طرح اس دستور پر دستخط ہو جانے کے بعد مدینہ اور اس کے اطراف اسلامی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ منورہ قرار پایا اور آنحضرت ﷺ نے اسے حرم محترم کا مقام عطا کر کے دراصل ''اسلامی ریاست'' کی علامت اور دارالحکومت کا درجہ عطا کیا اور یہ طے پایا کہ اس اسلامی ریاست کے سربراہ رسول اکرم ﷺ خود ہیں اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی ہے گویا اس طرح مدینہ واقعۃً اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔ نیز آنحضرت ﷺ نے امن وسلامتی کے اس نظام کو مزید وسعت عطا فرمائی اور دس سالہ دور نبوی میں دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اس دستور کی روشنی میں معاہدے کیے۔ ان تمام معاہدات کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں تاہم چند قبائل کا ذکر نفس موضوع کے اعتبار سے مناسب رہے گا۔

دیگر چند قبائل اور سرداران سے معاہدات

غزوہ ابواء یا ودّان جس میں آپؐ ستر مہاجرین کے ہمراہ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے بنو ضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ معاہدے کا متن درج ذیل ہے۔

''یہ بنو ضمرہ کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریر ہے۔ یہ لوگ اپنے جان اور مال کے بارے میں مامون رہیں گے اور جو ان پر یورش کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔ الا یہ کہ یہ خود اللہ کے دین کے خلاف جنگ کریں۔ (یہ معاہدہ اس وقت تک کے لیے ہے) جب تک سمندر ان کو تر کرے (یعنی ہمیشہ کے لیے ہے) اور جب نبی ﷺ اپنی مدد کے لیے انہیں آواز دیں گے تو انہیں آنا ہوگا۔ (المواہب اللدنیہ ج: ۱ ص۔ ۵۷ مع شرح زرقانی)

یہ پہلا غزوہ تھا جس میں آپؐ نے شرکت فرمائی ابواء، اور ودّان دو مقامات کے نام ہیں۔ ودّان مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے رابغ سے مدینہ جاتے ہوئے انتیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ سنہ ھ کے دوسرے سال کے آغاز صفر ۲ ھ میں آپؐ نے مدینہ منورہ دارالحکومت سے اتنا دور جا کر امن وسلامتی کا یہ معاہدہ فرمایا۔ اسی طرح غزوہ ذی العشیرہ جو سنہ ۲ ھ جمادی الاول وجمادی الآخر میں پیش آیا۔ اس فوجی مہم کے موقع پر آپؐ نے بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو ضمرہ سے عدم جنگ کا معاہدہ کیا۔ اور معاہدہ صلح حدیبیہ ذی قعدہ ۶ ھ جو براہ راست قریش سے ہوا یہ معاہدہ تو بڑا مشہور ومعروف ہے۔

یہ آفاقی دستور العمل آنحضرت ﷺ نے ۱ ھ میں عطا فرما دیا تھا۔ جس میں حکمران اور رعایا کے حقوق وفرائض اور دیگر فوجی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظامات کا ذکر ہے یہ دستور العمل جس رعایا کو دیا جا رہا تھا وہ قبائلی نظام کے حامل تھے۔عرب اوس اور خزرج کے بارہ قبائل میں تقسیم تھے۔اور یہود بنونظیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع وغیرہ دس قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔تاہم اوس کے تین اور قبائل اور یہودیوں کے پندرہ دیگر قبائل آفاقی دستور العمل کی چھتری کے سائے میں ابھی نہیں آئے تھے۔ان میں باہم نسل در نسل لڑائی جھگڑے چلے آ رہے تھے۔کچھ عرب کچھ یہودیوں کے حلیف بن کر باقی عربوں کے اور ان کے حلیف یہودیوں کے حریف بن کر زندگی گزار رہے تھے۔مسلسل مسلح جنگوں سے دونوں طبقات تنگ آ چکے تھے۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ قریش مکہ کی امداد کے متلاشی تھے۔مدینہ کی صورتحال دن بدن تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔امن پسند طبقات کو غلبہ حاصل ہوتا جا رہا تھا اور ایک گروہ اس بات کی تیاری کر رہا تھا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو مدینہ کا بادشاہ بنا دیا جائے۔اس کے لیے تاج حکومت کی تیاری کا کام بھی کاریگروں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

آنحضرتؐ نے ان سب حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت عقبہ کے موقع پر اوس وخزرج کے بارہ قبائل کے لیے الگ الگ بارہ نقیب مقرر فرما کر مسلمانوں کی بالخصوص اور دیگر اہالیان مدینہ کی شیرازہ بندی اور مرکزیت پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا تھا۔کیونکہ مدینہ کے ہر قبیلے کا الگ الگ اپنا راج تھا۔اور وہ اپنے ڈیروں پر اپنے امور طے کرتے تھے۔ان کا مرکزی شہری نظام نہ تھا۔نقباء اور مبلغین نے تین سال کی مسلسل کوششوں سے اسلام کی دعوت پیش کر کے ایک بڑی تعداد کو دائرہ اسلام میں لا کر ایک مرکزیت کا راستہ سمجھا دیا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آتے ہی دیگر اہم امور انجام دینے کے ساتھ ساتھ یہ آفاقی دستور العمل عطا فرمایا جس کے لیے آپ نے لفظ ''هَذَا الْكِتَابُ'' یہ ایک کتاب ہے۔یعنی یہ فرض ہے اور اس کو حکم کا درجہ حاصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء ۴۔ ۱۰۳)

''نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔''

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ﴾ (المطففین ۸۳۔ ۱۸)

''ہرگز نہیں، بے شک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔''

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ (البقرۃ۔ ۲:۲۱۶)

''تم پر قتال کو فرض کر دیا گیا ہے۔''

اس آفاقی دستور العمل میں لفظ ''کتاب'' اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔یہ آفاقی دستور العمل کیا تھا۔اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک حکمران اور ایک قانون۔اس دستور میں دنیا کے لیے بالعموم اور عرب کے لیے بالخصوص انقلاب واصلاح اور ترقی کا ایک دروازہ کھولا گیا اور وہ یہ کہ وہ اپنے حقوق یا زیادہ سے زیادہ خاندان اور قبیلہ کے حقوق کے تحفظ کی بجائے اسلامی ریاست کے اس دستور العمل کو عدل وانصاف حاصل کرنے کا ایک مرکزی اور پبلک ادارہ بنا دیا گیا۔جس سے قبائلی نظام کا خاتمہ ہو گیا اور ایک وسیع تر مملکت کا ادارہ وجود میں آ گیا۔اس دستور یا کتاب میں آنحضرت ﷺ کو عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اعلیٰ اختیارات حاصل تھے۔جس میں آپؐ نے سیاسیات، معاش، اخلاق، غرض زندگی کے جملہ معاملات میں امت کے لیے لائے گئے احکامات کو اپنی ذات پر بھی مساوی طور پر لاگو فرمایا۔آپ اس دستور کا بار بار مطالعہ کریں۔اس دستور کی کچھ دفعات مہاجرین وانصار کے متعلق ہیں اور کچھ دفعات یہودی قبائل کے حقوق وفرائض سے بحث کرتی ہیں لیکن اس دستور کے دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصوں میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ "معاملات کے آخری اور حتمی فیصلے کا اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا" مہاجرین و انصار تو بحیثیت مسلمان آپؐ کے فیصلوں کے پابند ہی تھے تاہم غیر مسلم یہود نے بھی اس دستور پر دستخط کر کے غیر مشروط طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار کو بظاہر قبول و تسلیم کر لیا تھا۔ نیز یہود مدینہ سے "مدینہ طیبہ" کو حرم مقدس بھی منوالیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ تھا۔ اس دستور میں ایک اور اہم بات یہ سامنے آئی کہ دس یہودی قبائل کا فرداً فرداً نام بنام ذکر آیا ہے اور ان کے حقوق برابر تسلیم کیے گئے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک جماعت بن کر اس اسلامی مملکت مدینہ میں شرکت نہیں کی بلکہ ہر قبیلے نے ایک علیحدہ وحدت کی حیثیت سے شمولیت کی۔ آگے چل کر جب چند یہودی قبائل نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں نے ان سے تو جنگ کی اور آپؐ نے ان کو جلاوطن بھی کیا تاہم باقی قبائل یہود جو خاموش رہے بلکہ بعض مواقع پر مسلمانوں کی جنگی مدد بھی کی۔ ان سے یہ دستوری معاہدہ برقرار بھی رہا اور انہیں مسلمان رعایا کے ساتھ تمام سیاسی و تمدنی حقوق مساوی طور پر حاصل رہے۔ لیکن اس دستور میں مہاجرین و انصار سب مسلمانوں کو "اِنَّهُمْ اُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاس" دوسرے لوگوں کے بالمقابل وہ (مسلمان مہاجرین و انصار) ایک امت ہوں گے۔ قرار دیا گیا اور مکی و مدنی تہذیب کے واضح فرق کے باوجود مہاجرین و انصار کی باہمی محبت والفت ضرب المثل بن گئی۔۔ نیز مدنی قبائلی نظام کے خاتمے کے بعد جو ان سب کا باہمی تعلق پیدا ہوا قرآن مجید میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الانفال۔۸۔۶۲ تا ۶۴)

"اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیے۔ تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔ اے نبی تمہارے لیے اور تمہارے پیرو اہلِ ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔"

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ړ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر ۵۹،۹)

جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اسکی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ خود اپنی جگہ محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب

مدنی دورنبوت اوراسلامی نظام زندگی کی ترویج وتنفیذ

قولی وبدنی عبادات

ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ کی اسلامی حکومت وجود میں آ گئی اور آنحضرت ﷺ بحیثیت نبی ورسول اسلامی ریاست کے حکمران بن گئے۔ پہلے سال ہی مراکز اسلام یعنی مساجد کا مدینہ منورہ اور اس سے باہر ایک جال بچھ گیا اور یہ مراکز اسلام مسلمانوں کی حقیقی تربیت گاہیں تھیں۔ پھر مسلمانوں کو باہم ایک نظام اخوت ومحبت میں پرو دیا گیا۔ اس کے بعد اسلام کا نظام وراثت بھی رائج ہوگیا۔ قبائل یہود اور دیگر دور ونزدیک قبائل کے ساتھ تحریری معاہدات عمل میں آ گئے۔ نیز مکی دورنبوت میں عقائد ونظریات کی تعلیمات کا ٹھوس اہتمام تو تھا ہی لیکن مدنی دور میں اس کی اشاعت وترویج کے لیے موثر انتظامات کیے گئے۔ اسلامی عبادات میں عقائد ونظریات کے بعد سب سے زیادہ زور فرض نمازوں پر دیا گیا۔ واجبات اور سنن کی تعلیم کے ساتھ نوافل اور تہجد پڑھنے کی ترغیب بھی دی گئی۔ مسلمانوں کو نماز عیدین، نماز جنازہ، نماز حاجت، نماز کسوف، خسوف، نماز استسقاء، اور سجدہ شکر، نماز چاشت، صلوۃ التسبیح کی عملی تعلیمات کا اہتمام کیا گیا اور نماز قصر اور نماز خوف کے احکامات بتائے گئے۔ طہارت، غسل اور بیت الخلاء کے آداب بتائے گئے۔ مسواک، وضو اور تیمم اور مسح کے تفصیلی احکامات، اور حیض ونفاس کے مسائل سمجھائے اور بیان کئے گئے۔ نمازوں کے اوقات واقسام، اذان اور مساجد کو صاف ستھرا رکھنے اور نمازوں میں کیا کیا پڑھنا ہے اور کیسے کیسے پڑھنا ہے اور نماز کے لئے امام اور مقتدی کے کیا فرائض وحقوق ہیں ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ بالخصوص نماز جمعہ اور اسکے جملہ مسائل واحکامات بیان کیے گئے۔ نیز جہاں نماز جنازہ کی تعلیم دی، میت کے لیے دعائیں سکھائیں وہاں تجہیز وتکفین اور تدفین کے مسائل اور احکامات کو واضح کیا پھر ساتھ ہی قبروں کی زیارت اور میت کے غم کرنے اور سوگ منانے کے طریقے وسلیقے بھی بیان کیے۔ دعائیں اور ہمہ قسم کی دعاؤں کے طریقے اور آداب بتائے، ہمہ قسم نمازوں میں کہاں کیسے اور کن الفاظ میں دعائیں کرنی ہیں۔ سوتے اور سوکر اٹھتے وقت گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت غرض ہر موقع ومحل کے مطابق دعائیں سکھائی گئیں اور ان کے آداب بتائے گئے۔

مالی عبادات کا اجراء اور نفاذ

مواخاۃ کے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس بھائی چارے کا ایک مقصد معاشی طور پر ایک، دوسرے کو سہارا دینا بھی تھا پھر میراث کی تقسیم کی فرضیت بھی اپنے اندر یہ پیغام رکھتی ہے کہ دولت کو کسی ایک جگہ نہ جمع ہونے دیا جائے اور اسکی مساویانہ تقسیم کے ذریعے اسے گردش میں رکھا جائے۔ تاہم یہ دین روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کے لیے ہے اس لیے دنیا بھر کے غرباء ومساکین کو سہارا اور سنبھالا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کے لیے زکوۃ کا نظام ضروری قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

(التوبۃ ۹۔۶۰)

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور انکے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے، اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔"

قرآن مجید میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ نظام زکوۃ رائج کرے اس کی وصولی اور تقسیم کا انتظام کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زکوۃ کے تفصیلی احکامات بیان فرمائے اولاً یہ کہ زکوۃ کن کن چیزوں پر فرض ہے۔ یہ زکوۃ کن لوگوں کو دی جائے گی اور کن لوگوں کو نہیں دی جائے گی۔ نیز سوال کرنا کس کے لیے جائز اور کس کے لیے ناجائز ہے پھر زکوۃ سے زائد اگر غرباء و مساکین کو مال کی ضرورت ہو تو اہل ایمان کو صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا گیا، اس کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا گیا کہ بہترین صدقہ کیا ہے یہاں تک کہ مرد کے مال سے ایک عورت صدقہ کر سکتی ہے یا نہیں اگر کر سکتی ہے تو کس حد تک۔ نیز صدقۃ الفطر کو واجب قرار دیا گیا تا کہ غرباء و مساکین اور معاشرے میں پسے ہوئے لوگوں کو خوشیوں میں برابر شریک کیا جا سکے۔

تزکیۂ نفوس کا الٰہی نظام و پروگرام

مدینہ منورہ ہی میں سنہ ۲ ھ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر روزہ فرض قرار دے دیا۔ جس کا بنیادی مقصد تو تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے لیکن ضمنی مقاصد بے شمار ہیں۔ جس میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بھوک اور پیاس کے ذریعے انسان میں ہمدردی و غمخواری کے جذبات کو ابھارا اور بیدار کیا جائے اور خواہشات نفسانی کو دبانے کے ذریعے سے انسان کے اندر تزکیۂ نفس کے عمل کو پروان چڑھایا جا سکے۔ آنحضرت ﷺ نے روزے کے تفصیلی احکامات بیان فرمائے۔ چاند دیکھنے، سحری کرنے اور افطار کرنے کے اوقات اور روزے کی حالت میں کیا کیا کام کئے جا سکتے ہیں اور کیا کیا کام منع ہیں سب کا تذکرہ فرمایا پھر مسافر کے روزے رکھنے نہ رکھنے، روزوں کی قضا، نفلی روزوں کے احکام و مسائل کو بیان فرمایا۔ اعتکاف اور شب قدر کی تلاش اور قیام رمضان وغیرہ کے مسائل و احکامات کے بیان کے علاوہ قرآن مجید کی عظمت، فضائل، اور آداب تلاوت اور اختلاف قرأت کے جملہ مسائل کو بھی امت کے لیے تفصیلاً بیان کر دیا۔

مالی و بدنی عبادات کے احکامات

مالی اور بدنی عبادات کا مجموعہ حج اور عمرہ ہے اللہ رب العالمین نے حج اور عمرے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ (آل عمران ۳۔ ۹۷)

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کا مقامِ عبادت ہے۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾﴾ (البقرۃ ۲۔ ۱۹۶)

''اللہ کی خوشنودی کے لیے جب حج اور عمرے کی نیت کرو اسے پورا کرو، اور اگر کہیں گھر جاؤ تو جو قربانی میسر آئے، اللہ کی جناب میں پیش کرو، اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ مگر جو شخص مریض ہو، یا جس کے سر میں تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈوا لے تو اسے چاہیے کہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے، تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسب مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ اللہ کے ان احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے حج و عمرے کے احکامات کی حکمتوں کو بیان فرمایا حج کی فرضیت اور عمرے کے وجوب و شرائط کی تفصیلات بیان فرمائیں، اسکے ارکان سنتوں اور ممنوعات کو بیان کرنے کے ساتھ طواف، اسکی شرائط، سنتیں، آداب، سعی بین الصفا اور مروہ، اسکی سنتیں اور آداب، قیام عرفہ، اسکے واجبات سنتیں اور آداب، طواف وداع اور حج وعمرہ کرنے کے طریقے بیان فرمائے نیز مسجد نبوی کی فضیلت اور زیارت مسجد نبوی اور پھر اہل مدینہ کی فضیلت کو بیان فرمایا۔ اسکے ساتھ ہی قربانی کا حکم اور قربانی کے جانوروں کی اقسام مسائل اور آداب کو بیان فرمایا، عقیقہ کا حکم، حکمت اور احکامات کو واضح فرمایا۔ اسی طرح صدقہ وخیرات اور اس کی تفصیلات کو اجاگر فرمایا۔ قسم اور اس کی اقسام، کفارۂ قسم کا بیان فرمایا اور نذر اور اس کی اقسام، جس نذر کو پورا کرنا ضروری تھا اس کے احکامات کو بیان فرمایا۔ اور جو نذریں پوری کرنا حرام اور ناجائز تھیں ان کی تفصیلات کو امت پر واضح فرمایا۔

جملہ معاملات زندگی کے متعلق کامل رہنمائی

اسلام میں معاملات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہاں اس کا احاطہ مطلوب نہیں ہے معاملات میں بیع وتجارت بڑی اہم چیز ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بیع کے حکم کے ساتھ اسکی حکمت اجزاء اس کے ارکان بائع اور مشتری، مبیع، الفاظ عقد، اور باہمی رضامندی، صحیح اور غلط شرائط، بیع خیار، ممنوع تجارتوں کی اقسام کو بیان کیا گیا۔ نقدیات کے بیان میں سود اور اس کی جملہ اقسام، سود کی حرمت کی حکمت، بیع سلم ، تعریف، حکم شرائط و احکام، شفعہ کے احکام میں وسائل اور فسخ بیع پھر جملہ عقود و معاہدات، شراکت کے احکام اور مسائل اور اقسام، مضاربہ اور اس کے احکام و مسائل، مساقات اور مزارعت کے احکام، ٹھیکہ داری اور اسکے مسائل، جعالہ یعنی انعام دینے کے مسائل و احکام، حوالہ شرائط و احکامات، ضمانت، کفالت، رہن وکالت اور صلح کے مسائل، ویران آراضی کے آباد کرنے، فاضل پانی اور چراگاہوں کے مسائل و احکام تک کو بیان کیا گیا۔ پھر قرض، ودیعت اور امانت، مستعار، غصب، لقطہ ولقیط، حجر یعنی تصرفات مالی سے روکنے کے مسائل و احکامات تفصیلا بیان کیے گئے۔ وصیتوں، وقف، ہبہ، رقبیٰ اور عمریٰ اور بیع و شرا کے اصول و قواعد کے ساتھ جزیات تک کو بیان کیا گیا۔ معاملات میں ایک اہم چیز خاندان اور اس کا نظام ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں اور پھر اسکی تشریح میں آنحضرت ﷺ نے نکاح، طلاق، رجوع، لعان، ایلا ظہار، نفقہ اور حضانت یعنی حق تربیت کے جملہ مسائل یہاں تک کہ اسکی جزیات تک کو بیان کیا۔ مثلاً نکاح کی حکمت اس کے ارکان ولی اور اسکے احکام گواہ اور انکے احکام حق المہر اور استحکام نکاح کے آداب وسنن، خطبہ نکاح ولیمہ اور اسکے مسائل و احکام شرائطِ نکاح، میاں بیوی کے جملہ حقوق و فرائض نکاح، متعہ، شغار، حلالہ، غیر مسلموں سے نکاح، محرم عورتوں سے نکاح پھر طلاق اور اس کی اقسام کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ پھر اس ضمن میں وراثت، اسباب وراثت، موانع و شرائط، مردوں عورتوں میں سے کون کس کا وارث ہے اور ان کے حصص کیا کیا ہیں اور ان میں کس کس کو دینا ہے اور تقسیم کا طریقہ کار کیا ہے یہاں تک کہ خنثیٰ، حمل، مفقود الخبر، غرق شدہ اور دیگر حادثات میں ہلاک شدگان اور ذوی الارحام کی وراثت واحکام و مسائل کو بیان کر دیا گیا۔

پھر اکل و شرب کے حوالے سے بھی بڑے تفصیلی احکامات بیان فرمائے گئے کون کون سے جانور حلال اور کون کون سے حرام ہیں ان کو کس طرح ذبح اور کس طرح نحر کیا جائے۔ ذبح اور نحر کرتے وقت کیا پڑھا جائے۔ شکار اور اس کی اقسام اور اسکے ذبح کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا۔ طیب اور حلال مشروبات و ماکولات کو بھی بیان کیا گیا اور ممنوع اور حرام کو بھی بیان کیا گیا۔ جنایات اور اسکی اقسام کو بیان کیا گیا یعنی انسان پر ایسا ظلم جس سے اس کی جان نکل جائے یا اس کے بعض اعضا ضائع یا تلف ہو جائیں۔ قتل عمد قتل شبہ عمد اور قتل خطا کو بیان کیا گیا پھر قصاص اور اس کے وجوب کو بیان کیا گیا۔ شرائط قصاص اور اس میں دیت اور معاف کرنے کے اختیار کو بیان کر دیا گیا۔ اسلامی نظام حکومت میں حدود کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔ ان سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے مارنا یا قتل کر دینا حد کہلاتا ہے۔ مثلاً اس میں سے ایک حد خمر یعنی شراب پینے پر حد کا اجراء ہے۔ اس ضمن میں اسلام نے خمر کی تعریف کو بیان کیا، حرمت کا حکم اور اس کی حکمت کو بیان کیا اور پھر شرابی کے مجرم ثابت ہونے کے بعد اس پر عائد حد کو بیان کیا۔ اور حد قائم کرنے کے طریقہ کار کو بیان کیا۔ حد قذف اور اسکے حکم، حد قذف کی مقدار اس کی حکمت اور اسکی شرائط کو بیان کیا گیا۔ زنا کی حرمت اور اسکی حکمت اور شرائط اور اس کے طریقہ کار کو بیان کیا گیا۔ چوری کی ممانعت کا حکم، چوری ثابت کرنے کا طریقہ و قاعدہ اور پھر چوری ثابت ہو جانے کے بعد اسکی حد اور نفاذ حد کا قانون عطا کیا گیا۔ محاربین یعنی مسلمانوں میں ایک گروہ طاقت وقوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کر کے عام لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھا کر لوگوں کو قتل کرے اور ان کے مال لوٹ لے۔ ایسے لوگوں کے احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سزا کو بیان کیا گیا۔ اسی طرح باغیوں، مرتد ہونے والوں، زندیق، جادوگروں، تارک صلوٰۃ کے حوالے سے احکامات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے جرائم پر تعزیر کے احکامات و مسائل بھی بیان کیے گئے۔ قضا اور شہادت کے حوالے سے بھی قاضی کے منصب کی اہمیت، آداب و شرائط، قاضی کے اخلاق اور ذمہ داریوں کو اور فیصلہ کرنے کے طریقہ کار کو بیان کیا گیا۔ گواہ اور گواہی اور اسکی اقسام وغیرہ کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اسلامی نظام زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اسلام نے ہر شعبہ زندگی میں تفصیلی احکامات عطا کیے ہیں۔ یہاں تک کہ گھڑ دوڑ، تیر اندازی بدنی اور عقلی ورزشوں کو بیان کیا اور اسکو بیان کرنے کے علاوہ بتایا کہ کن مشقوں میں انعام مقرر کیا جا سکتا ہے اور کن میں نہیں۔ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلوں میں انعام لگانے کا بیان کرتے ہوئے دوڑ اور تیر اندازی کا طریقہ تعلیم دیا گیا اور پھر ناجائز انعامی و غیر انعامی مقابلوں کا تذکرہ فرمایا گیا۔ زندگی کا کوئی شعبہ اور پہلو ایسا نہیں جس کو بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو پورے عرب کا اقتدار عطا فرمایا اور آپ ؐ فتح مکہ کے بعد ۱۰ ھ میں حج بیت اللہ کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے تو دوران حج جمعہ کے دن یوم عرفہ کو میدان عرفات میں یہ آیات نازل فرما کر دین کی تکمیل کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلْأَنْعَٰمِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى ٱلصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ① يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحِلُّوا۟ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهْرَ ٱلْحَرَامَ وَلَا ٱلْهَدْىَ وَلَا ٱلْقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلْبَيْتَ ٱلْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَٰنًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَٱصْطَادُوا۟ ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا۟ ۘ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ② حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحْمُ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ وَٱلْمُنْخَنِقَةُ وَٱلْمَوْقُوذَةُ وَٱلْمُتَرَدِّيَةُ وَٱلنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ ٱلسَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُوا۟ بِٱلْأَزْلَٰمِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ ٱلْيَوْمَ يَئِسَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِ ۚ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ۚ فَمَنِ ٱضْطُرَّ فِى مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ③﴾ (المائدہ ۵۔ ۱تا۳)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو بندشوں کی پوری پابندی کرو۔ تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائینگے۔ لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کرلو، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو۔ نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کرلو۔ نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو۔ ان جانوروں پر ہاتھ نہ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔ نہ ان لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اسکی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں۔ ہاں جب احرام کی حالت ختم ہو جائے تو شکار کر سکتے ہو اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو، اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں، ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے۔ تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھونٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اسکے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعے سے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعال فسق ہیں۔ آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ (لہٰذ حرام و حلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو) البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھا لے، بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

اس فرمان کا مطلب یہ کہ "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے" مطلب بڑا واضح ہے کہ دین اسلام ایک مستقل نظام فکر و عمل اور ایسا کامل و اکمل نظام تہذیب و تمدن ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل و معاملات کا حل اصولاً اور تفصیلاً موجود ہے۔ اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حال میں اس سے باہر جانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی اختیار کرنے کا جو اقرار کیا تھا، اس کو چونکہ تم اپنی سعی و عمل سے سچا اور مخلصانہ اقرار ثابت کر چکے ہو، اس لیے میں نے اسے درجہ قبولیت عطا فرمایا ہے اور تمہیں عملاً اس مقام تک پہنچا دیا کہ اب فی الواقع میرے سوا کسی کی اطاعت و بندگی کا جوا تمہاری گردنوں پر نہیں رہا۔ اب جس طرح اعتقاد میں میرے مسلم ہو اسی طرح عملی زندگی میں بھی میرے سوا کسی اور کے مسلم بن کر رہنے کے لیے کوئی مجبوری تمہیں لاحق نہیں رہی ہے۔ ان احسانات کے ذکر سے ذرا پہلے یہ الفاظ کہ (آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے۔) صاف واضح ہے کہ "اب تمہارا دین ایک مستقل نظام بن چکا ہے۔ اور خود اپنی حاکمانہ طاقت کے ساتھ نافذ و قائم ہے۔ کفار جو اب تک اس کے قیام میں مانع و مزاحم رہے ہیں اب اس کی طرف سے مایوس ہو چکے ہیں کہ وہ اسے مٹا سکیں گے اور تمہیں پھر پچھلی جاہلیت کی طرف واپس لے جا سکیں گے اور پھر یہ جو فرمایا (فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ) لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔" فرما کر آنحضرت ﷺ اور پھر آپ کی وساطت سے قیامت تک کے مسلمانوں کو پابند کر دیا گیا کہ تم نے اپنے دین پر ہمیشہ قائم رہنا ہے۔ کسی سے نہیں ڈرنا اللہ کا ہی ڈر اپنے دل میں رکھنا ہے۔ اور اس نظام زندگی کی حفاظت و قیام و تنفیذ میں ذرہ برابر کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

مدنی حکومت کے قیام کے بعد اس میں توسیع واستحکام

اسلامی ریاست کے خلاف قریش مکہ کی سرگرمیاں

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر کفار مکہ نے کیا کیا ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے اس کی جھلکیاں آپ نے قبل از ہجرت کی زندگی میں جگہ جگہ پڑھی ہیں لیکن ہجرت نبویؐ کے باوجود مسلمانوں کے لیے مخالفت کے کئی محاذ کھل گئے۔ پہلا محاذ تو یہی قریش مکہ کی مخالفت اور محاذ آرائی کا محاذ تھا۔ جو ہجرت کے بعد ظلم وتشدد سے بڑھ کر خونریزی اور سفاکیت میں بدل گیا۔ چنانچہ ہجرت نبوی کے بعد اہل مکہ نے پہلا کام تو یہ کیا کہ عبداللہ بن ابی کو جو تھا اور اس کی مدینہ میں بڑی حیثیت تھی اسی بنا پر ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ

''آپ لوگوں نے ہمارے صاحب کو پناہ دے رکھی ہے، اس لیے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو آپ لوگ اس سے لڑائی کیجیے یا اسے نکال دیجیے یا پھر ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ آپ لوگوں پر یورش کر کے آپ کے سارے مردان جنگی کو قتل کر دیں گے اور آپ کی عورتوں کی حرمت پامال کر دیں گے۔ (ابوداؤد باب خبر النصیر۔ حدیث نمبر: ۳۰۰۴)

یہ خط ملتے ہی عبداللہ بن ابی جس کی بادشاہی آنحضرت ﷺ کی مدینہ آمد کی وجہ سے چھن گئی تھی اٹھ کھڑا ہوا اپنے بت پرست ساتھیوں کو جمع کر کے آنحضرت ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ نے انہیں ایک حکمت سے لبریز خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا

''قریش کی دھمکی تم لوگوں پر بہت گہرا اثر کر گئی ہے۔ تم خود اپنے آپ کو جتنا نقصان پہنچا دینا چاہتے ہو قریش اس سے زیادہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ تم اپنے بیٹوں، بھائیوں سے خود ہی لڑنا چاہتے ہو؟ نبی ﷺ کی یہ بات سن کر لوگ بکھر گئے۔''

(ابوداؤد باب خبر النصیر۔ حدیث نمبر: ۳۰۰۴)

عبداللہ بن ابی کا پہلے ہی مرحلہ پر وار خطا ہو گیا لیکن اس نے قریش مکہ کے ساتھ در پردہ اپنے رابطوں کو قائم رکھا اور شر وفساد کے ہر موقع پر وہ سرگرم اور پیش پیش رہا اور یہود سے بھی اس معاملے میں مدد حاصل کرتا رہا۔ لیکن یہ آنحضرت ﷺ کی حکمت تھی جو ہر موقع پر شر وفساد کی بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیا کرتی تھی۔

قریش مکہ نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ مسلمانوں پر مسجد حرام کا دروازہ بند کر دیا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ کا وہ مکالمہ پڑھا جو ابوجہل سے عین اس وقت ہوا جب وہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔

قریش مکہ نے تیسرا قدم یہ اٹھایا کہ مہاجرین کو دھمکی آمیز پیغام بھیجا کہ ہم تمہاری خبر لینے کے لیے یثرب بھی پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو قریش کی چالوں اور برے ارادوں کا باوثوق ذرائع سے علم ہو گیا تھا جس کے باعث آپؐ رات جاگ کر گزارتے تھے یا صحابہ کرام کے پہرے میں سوتے تھے۔ قریش مکہ نے محض دھمکیوں پر اکتفا نہ کیا بلکہ عملی کارروائیوں کا آغاز بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔ان کی ایک کارروائی وہ ہے جو کرز بن جابر فہری نے مشرکین مکہ کی ایک فوجی دستے کے ساتھ مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مار کر مال مویشی لوٹنے کی صورت میں انجام دی، جس کے جواب میں آنحضرت ﷺ سفوان تک تعاقب کرتے ہوئے اس کے پیچھے گئے۔ یہ کارروائی غزوہ سفوان کے نام سے موسوم ہوئی۔ چنانچہ ان حالات میں آنحضرت ﷺ کی کیا کیفیت تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ مدینہ آنے کے بعد ایک رات رسول اللہ ﷺ جاگ رہے تھے کہ فرمایا۔ ''کاش آج رات میرے صحابہ میں سے کوئی صالح آدمی میرے یہاں پہرہ دیتا۔''

ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ ہمیں ہتھیار کی جھنکار سنائی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کون ہے؟'' جواب آیا ''سعد بن ابی وقاص'' فرمایا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''میرے دل میں آپؐ کے متعلق خطرے کا اندیشہ ہوا تو میں آپؐ کے یہاں پہرہ دینے آ گیا ہوں۔ اس پر رسول اللہؐ نے انہیں دعا دی پھر سو گئے۔

(صحیح بخاری باب الحراسۃ فی الغزوۃ فی سبیل اللہ۔ حدیث نمبر:۲۸۸۵)

یہ پہرہ صرف ایک رات کا نہیں تھا بلکہ مسلسل اور دائمی تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رات کو رسول اللہ ﷺ کے لیے پہرہ دیا جاتا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ (المائدہ ۵۔۶۷)

''اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔''

تب رسول اللہ ﷺ نے قبے سے سر نکالا اور فرمایا ''لوگو! واپس جاؤ اللہ عزوجل نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔

بس یہ تھی آنحضرت ﷺ کی کیفیت۔ جہاں تک صحابہ کرامؓ کا معاملہ ہے ان کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے رفقاء مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار نے انہیں اپنے یہاں پناہ دی تو سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو گیا چنانچہ یہ لوگ نہ ہتھیار کے بغیر رات گزارتے تھے اور نہ ہتھیار کے بغیر صبح کرتے تھے۔

جوابی کارروائی کی اجازت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو پہلے مرحلے میں جنگ کی اجازت تو دے دی تھی لیکن جنگ کو فرض قرار نہیں دیا تھا نیز ساتھ ہی جنگ کی اجازت کے ساتھ مزید چند آیات نازل فرمائیں جس میں یہ صراحت فرما دی کہ یہ اجازت محض جنگ برائے جنگ کے طور پر نہیں بلکہ اس سے مقصود باطل کے خاتمے اور اللہ تعالیٰ کے شعائر کا قیام ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۟ ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ (الحج ۲۲۔۳۹)

''اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور اللہ یقیناً ان کی مدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قادر ہے۔''

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٤١﴾﴾ (الحج ۲۲۔۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دینگے، معروف کا حکم دینگے اور منکر سے منع کرینگے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اس اجازت کے بعد کئی اقدامات اٹھائے۔ اولاً شاہراہ مکہ و شام جو دارالحکومت مدینہ سے کچھ فاصلے سے گزرتی تھی اس پر فوجی دستوں کے گشت کا نظام وضع کیا تا کہ ایک طرف قریش مکہ کو یہ پیغام دیا جا سکے کہ شاہراہ شام تجارت کے لیے کسی بھی وقت بند کی جا سکتی ہے اور عملاً غیر محفوظ بھی ہے اس لیے قریش مکہ کو تصادم کی پالیسی کو بدلنا ہوگا۔ ثانیاً آپؐ نے اس شاہراہ پر واقع قبائل کے ساتھ عسکری مہمات شروع کرنے سے پہلے امن و سلامتی کے معاہدے کیے جیسے یہود مدینہ کے ساتھ کیے تھے۔ مثلاً مدینہ سے تین منزل دور یعنی تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر آباد قبیلہ جہینہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور پھر ایسے معاہدے آپؐ نے اس دوران کئی قبائل سے کیے۔

ثالثاً فوجی دستوں کے گشت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مدینہ کے راستوں کو عموماً اور مکے کے راستے پر خصوصاً نگاہ رکھی جائے اور اس طرح قریش مکہ کی سرگرمیوں کو نوٹ کرنے کے ساتھ قبائل کے معاہدوں کے عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے ان کے طرز عمل کو بھی قریب سے دیکھا جاتا رہے تا کہ وہ اسلامی مملکت کے خلاف کسی کارروائی کا حصہ نہ بن جائیں۔ رابعاً ان دستوں کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جزیرۃ العرب میں پیغام خداوندی کو عام کیا جائے تا کہ وہ اس ریاست کو مضبوط کرنے میں مدد کریں۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے آپؐ نے ستتر (۷۷) مسلح دستے دس سال کے عرصے میں روانہ کیے اور بہ نفس نفیس اٹھائیس غزوات میں خود شریک ہوئے۔

ان غزوات و سرایا کی فہرست گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھ لی ہے تفصیلات کے لیے سیرت کی کتب کا مطالعہ کیا جائے اور کتب حدیث میں سے کتاب المغازی کو پڑھنا مفید رہے گا۔ البتہ چند غزوات کے کچھ واقعات آگے چل کر بیان کیے جائیں گے جو غلبہ اسلام کی جدوجہد کو منطقی انجام تک پہنچانے والے ثابت ہوئے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کا استقبال اہل مدینہ نے اس طرح کیا جیسا کہ ایک حکمران کا استقبال کیا جاتا ہے اور آپؐ نے ہجرت کے پہلے سال جو اقدامات اٹھائے وہ بحیثیت حکمران اٹھائے جن کا تفصیلی تذکرہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا مثلاً مرکز اسلام کا قیام، مواخاۃ کا اہتمام امور داخلہ و خارجہ کے حوالے سے معاہدات کا انعقاد، اسلامی نظام زندگی کا بالتدریج نفاذ اور اہل ایمان کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔ ابھی اسلامی حکومت مدینہ شہر تک محدود تھی، اہل مکہ تو اسکے دشمن تھے ہی اس لیے انہوں نے اس ریاست کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے عملی اقدامات اور کارروئیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ تاہم صرف اہل مکہ ہی نہیں سارا عرب اس دین کو مٹا دینے پر تلا ہوا تھا۔ اسی تناظر میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾﴾ (الصف ۶۱۔۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے۔ حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو۔ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں دوٹوک یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ یہ نور یعنی اسلامی نظام زندگی کسی کے مٹانے سے نہیں مٹ سکے گا بلکہ یہ نور اسلام پوری طرح روشن ہو کر اور دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہو کر رہا؟ یہ کیسے؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکے فضل و کرم سے ہوا اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی سربراہی میں صحابہ کرام کی جہد مسلسل سے یہ غلبہ و اقتدار اسلام کو حاصل ہوا۔ یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آیئے آپ ایک طائرانہ نظر جنگ بدر پر ڈالیں تو اس کا خلاصہ یہ سامنے آئے گا کہ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں صحابہ کرامؓ کے جذبات وخیالات مثالی بھی تھے اور قابل تقلید بھی۔ میدان جنگ ابھی نہیں لگا تھا کہ آپؐ نے جب سوال دہرایا کہ کیا تجارتی قافلے کی طرف چلا جائے یا لشکر قریش کی طرف تو مہاجرین میں حضرت مقداد بن عمرو نے کھڑے ہو کر اپنے خطاب میں کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلیے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں جس طرف بھی آپؐ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں: نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ ہم آپؐ کے ساتھ جانیں لڑائیں گے۔ جب تک ہم میں سے کسی کی آنکھ بھی گردش کر رہی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ خطاب سننے کے باوجود پھر اپنا سوال دہرایا کہ ہمیں قافلے یا لشکر قریش میں سے کس طرف چلنا چاہیے۔ اس بار انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ ''ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں۔ آپؐ کی تصدیق کر چکے ہیں کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں، وہ حق ہے اور آپؐ سے سمع وطاعت کا پختہ عہد باندھ چکے ہیں۔ پس اے اللہ کے رسولؐ جو کچھ آپؐ نے ارادہ فرمالیا ہے۔ اسے کر گزریے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں لے کر سامنے سمندر میں جا پہنچیں اور اس میں اتر جائیں تو ہم آپؐ کے ساتھ کود یں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہمیں ہرگز کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ کل آپؐ ہمارے ساتھ دشمن کے ساتھ ٹکرا جائیں۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہیں گے۔ مقابلہ میں سچی جانثاری دکھائیں گے اور بعید نہیں کہ اللہ آپؐ کو ہم سے وہ کچھ دکھا دے جسے دیکھ کر آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں پس اللہ کی برکت کے بھروسے پر آپؐ ہمیں لے چلیں۔

آنحضرتؐ نے جذبات کی ان موجوں کو دیکھا اور سنا اور رب ذوالجلال کے حضور بایں الفاظ التجا کی۔ ''خدایا یہ ہیں قریش اپنے سارے غرور کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسولؐ کو جھوٹا ثابت کریں۔ خداوندا، بس اب آ جائے تیری وہ مدد جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ اے خدا اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر پھر تیری عبادت نہ ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کی یہ عاجزانہ التجا اور صحابہ کرامؓ کے طوفانی جذبات کی موجوں کا سمندر کا بند جب قریش مکہ پر ٹوٹ پڑا تو اسی میں چودہ شہدائے اسلام کے مقابلے میں ستر کفار و سرداران قریش جہنم واصل ہوئے اور ستر ہی قید کر لیے گئے۔ اگر آپ افرادی قوت اور جنگی ساز و سامان کا موازنہ کریں تو تصویر یوں بنتی ہے۔ کہ مسلمانوں کی تین سو تیرہ تعداد تھی۔ جبکہ کفار مکہ کی تعداد تیرہ سو تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے پاس گھوڑے دو تین تھے اور ستر اونٹ۔ ساٹھ زر ہیں جبکہ مکی لشکر کے پاس ایک سو گھوڑے اور چھ سو زر ہیں جبکہ اونٹ بکثرت موجود تھے۔ قرآن نے بدر کے مناظر کو جن الفاظ میں بیان فرمایا ہے اسکے چند نمونے مطالعہ فرمایئے۔

پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور اہل ایمان پر یہ کیا کہ مقابلے کے لیے لشکر قریش کی طرف چلنے کے فیصلے کی توفیق بخشی۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝﴾ (الانفال:۸:۷-۸)

''یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا۔ تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی نا گوار ہو۔''

دوسرا فضل و کرم یہ فرمایا کہ فرشتوں کو مدد و نصرت کے لیے میدان بدر میں بھیجا ارشاد خداوندی ہے

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝﴾ (الانفال۔۸۔۹-۱۰)

''اور وہ موقع جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ جواب میں اس نے فرمایا کہ تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ یہ بات اللہ نے تمہیں صرف اس لیے بتادی کہ تمہیں خوشخبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں، ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔''

تیسرا فضل یوں فرمایا کہ

﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝﴾ (الانفال۔۸۔۱۱)

''اور وہ وقت جب کہ اللہ اپنی طرف سے غنودگی کی شکل میں تم پر اطمینان و بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا تھا تا کہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اسکے ذریعے سے تمہارے قدم جما دے۔''

چوتھا انعام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام کے دل میں رعب ڈال دیا اور اہل ایمان نے انہیں اللہ کے عذاب کا خوب مزا چکھایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (الانفال ۸۔ ۱۲۔ ۱۴)

"اور وہ وقت جب کہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ "میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔ یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لیے نہایت سخت ہے۔ یہ ہے تم لوگوں کی سزا، اب اس کا مزہ چکھو، اور تمہیں معلوم ہو کہ حق کا انکار کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب جنگ کی تعلیم دیتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرتے وقت منہ پھیر کر بھاگنے اور راہ فرار اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور اپنے اس احسان عظیم کی طرف اشارہ کیا کہ آنحضرت ﷺ نے میدان بدر سے مٹھی بھر ریت لے کر "شاھت الوجوہ" کہتے ہوئے کفار کی طرف پھینکی تھی اور اسکے ساتھ ہی آپؐ کے اشارے سے مسلمان یکبارگی کفار پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ۝﴾ (الانفال ۸۔ ۱۵ تا ۱۸)

"اے ایمان لانے والو! جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری (الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے) تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام کے لیے استعمال کیے گئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور کافروں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ اللہ ان کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔"

پھر ابوجہل کی وہ دعا جو اس نے بایں الفاظ کی تھی کہ "اے اللہ! ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا ہے اسے آج توڑ دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾﴾ (الانفال ۸۔۱۹)

(ان کافروں سے کہہ دو) اگر تم چاہتے تھے تو لو، فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا، اب باز آ جاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے، ورنہ پھر پلٹ کر اسی حماقت کا اعادہ کرو گے تو ہم بھی اسی سزا کا اعادہ کریں گے اور تمہاری جمعیت خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو، تمہارے کچھ کام نہ آ سکے گی۔ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔''

پھر ذرا قرآن مجید کے ان مقامات کو بھی ایک مرتبہ ذہن میں تازہ کر لیجئے۔

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾﴾ (الانفال ۸۔۲۶)

''یاد کرو وہ وقت جب تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی۔ اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق دیا شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

مزید ارشاد فرمایا۔

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾﴾ (الانفال ۸۔۳۰)

''وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔''

اور پھر یہ مقام رفعت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾ إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا
وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطٌ ۝۴۷ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ
لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸ ﴾ (الانفال۸۔۴۱۔۴۸)

”اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز یعنی دونوں فوجوں کے مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی، (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یاد کرو وہ وقت جب تم وادی کے اس جانب تھے اور وہ دوسری جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور قافلہ تم سے نیچے (ساحل) کی طرف تھا۔ اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور انکے درمیان مقابلے کی قرارداد ہو چکی ہوتی تو تم ضرور اس موقع پر پہلوتہی کر جاتے، لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لیے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اسے ظہور میں لائے تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے، یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور یاد کرو وہ وقت جب کہ اے نبیؐ خدا ان کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اگر کہیں وہ تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے۔ لیکن اللہ ہی نے اس سے تمہیں بچایا اور یقیناً! وہ سینوں کا حال جانتا ہے۔ اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا۔ اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا تا کہ جو بات ہونی تھی اللہ ظہور میں لے آئے اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
اور ان لوگوں کے ڈھنگ نہ اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔ ذرا خیال کرو اس وقت کا جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارے ساتھ ہوں مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے۔ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے، مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔''

جنگ بدر کے اثرات، نتائج وثمرات

''جنگ بدر بظاہر یک روزہ جنگ تھی جو برپا ہوئی اور اختتام کو پہنچ گئی لیکن پورے جزیرۃ العرب میں ایک سناٹا طاری ہوگیا۔ مدینہ منورہ میں ایک گروہ منافقین کا تھا جو کفار کا ہمراز تھا اور وہ ہجرت اور اسلامی حکومت کے قیام کے باوجود یہ باور کئے بیٹھا تھا کہ یہ مہمان ہیں آج ہیں کل نہیں ہونگے۔ یہ گروہ جنگ بدر کے بعد اپنا وقار برقرار رکھنے اور خفیہ سرگرمیوں کو پروان چڑھاتے رہنے کے لیے بظاہر مسلمان ہوگئے جبکہ بباطن وہ منافقین کا گروہ تھا جو معرکہ بدر کے بعد دارالحکومت مدینہ منورہ ہی میں وجود میں آگیا تھا اس گروہ کا لیڈر عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ دوسرا گروہ یہود مدینہ کا تھا جو ہجرت سے پہلے قبائل اوس وخزرج کو لڑا کر حکمران بنا بیٹھا تھا اور سودی کاروبار کی بدولت پورے مدینہ کے باشندگان کو ظلم کی چکی میں پیس رہا تھا۔ اس گروہ کی عداوت ودشمنی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان کیا ہے۔

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ (المائدہ۵۔۸۲)

''تم اہل ایمان کی عداوت ودشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔''

یہود مدینہ کی عداوت ودشمنی کا کچھ حال آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔ تاہم اتنا بیان کردینا ضروری ہے کہ یہود نے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی سازشیں تیار کیں، مسلم خواتین کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا۔ اور نقض عہد تو ہمیشہ ان کا وطیرہ رہا۔ جنگ بدر کے بعد یہود مدینہ جو اسلامی حکومت کو اپنے مذہبی اور اقتصادی معاملات کے لیے ایک خطرہ محسوس کرتے تھے، آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ اور رنج والم سے جل بھن کر رہ گئے۔ رہے کفار مکہ وہ تو آنحضرتؐ کے ازلی وابدی دشمن تھے۔ جن سے بدر کے مقام پر جنگ برپا ہوئی تھی اور مکی دور نبوت کی کشمکش حق وباطل تو کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔ ان تین گروہوں کے علاوہ اسلامی حکومت کے خلاف جنگ بدر کے بعد ایک چوتھا گروہ بھی وجود میں آگیا اور وہ مدینے کے اردگرد بودوباش رکھنے والے بدوؤں کا گروہ تھا۔ یہ لٹیرے اور رہزن تھے۔ اور وہ جنگ بدر کے بعد لرزہ براندام تھے کہ آنحضرت ﷺ کی قائم کردہ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد اگر جڑ پکڑ گئی اور مستحکم ہوگئی تو انکی لوٹ کھسوٹ کا راستہ بند ہوجائے گا۔ اس لیے ان کے دلوں میں بھی مسلمانوں کے خلاف کینہ بھڑک اٹھا۔ اور وہ بھی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس طرح جنگ بدر ''یوم الفرقان'' ثابت ہوئی۔ حق اور باطل کے درمیان اس جنگ نے کھلا اور واضح فرق کردیا۔ تاہم مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان خطرات سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کو ٹھوس ہدایات عطا فرمائیں۔ اور پھر بڑے اہم اقدامات اٹھائے جن سے آپؐ کی قائدانہ عبقریت کا پتا چلتا ہے۔ اور یہ واضح ہوتا ہے کہ آپؐ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینے کے گردو پیش کے ان خطرات کے سلسلے میں کس قدر بیدار اور ان سے نمٹنے کے لیے کتنے جامع منصوبے رکھتے تھے۔ مدنی اسلامی حکومت کا شعبہ اطلاعات اتنا فعال تھا کہ اندرونی اور بیرونی خطرات پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ مثلاً شعبہ اطلاعات نے یہ خبر دی کہ غطفان کی شاخ بنوسلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کے لیے فوج تیار کر رہے ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس دوسو سواروں کے ساتھ ان کے اپنے علاقے میں اچانک جا پہنچے جس سے ان کے اندر بھگدڑ مچ گئی اور وہ افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے جس پر لشکر مدینہ نے قبضہ کر لیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کا خمس نکال کر بقیہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصے میں دو دو اونٹ آئے۔ آپ کے علم میں رہے کہ یہ غزوہ جو مقام کدر پر پیش آیا جنگ بدر کے صرف ساٹھ دن بعد پیش آیا۔ اس طرح سازشیوں اور دسیسہ کاروں پر دھاک بیٹھ گئی اور اس کارروائی سے ان کے حوصلے پست ہوئے اور وہ خوف زدہ ہو کر رہ گئے۔

قریش مکہ نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی

جنگ بدر میں قریش مکہ کے ستر لوگ قتل ہو گئے تھے اور اتنے ہی قید بھی ہو گئے۔ شکست کا داغ اس پر مستزاد تھا۔ اس لیے مشرکین مکہ غصے سے بے قابو تھے اور پورا مکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف ہانڈی کی طرح کھول رہا تھا۔ متاثرین جنگ میں سے ہر فرد سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس جنگ کا انتقام کیسے لیا جائے۔ اور شکست کے بدنما داغ کو کیسے دھویا جائے۔ اسی سوچ میں ڈوبے ہوئے عمیر بن وہب جمحی اور صفوان بن امیہ حطیم کعبہ میں محو گفتگو تھے۔ عمیر بن وہب جس کا بیٹا وہب بن عمیر جنگ بدر میں بنی زریق کے ایک شخص رفاعہ بن رافع کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں تھا۔ وہ عمیر جو قریش کے شیطانوں میں سے ایک تھا اور مکے میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ اس نے مقتولین قریش کے بدر کے کنویں میں پھینکے جانے کا ذکر چھیڑا تو صفوان نے کہا۔ خدا کی قسم انکے بعد جینے میں کوئی لطف نہیں رہا۔

جواب میں عمیر نے کہا۔ خدا کی قسم تم ٹھیک کہتے ہو۔ دیکھو خدا کی قسم، اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا، جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس کچھ نہیں اور اہل وعیال نہ ہوتے، جن کے بارے میں اندیشہ ہے کہ میرے بعد ضائع ہو جائیں گے۔ تو میں سوار ہو کر محمدؐ کے پاس جاتا اور اسے قتل کر ڈالتا، کیونکہ میرے پاس وہاں جانے کی ایک وجہ موجود ہے۔ میرا بیٹا ان کے ہاں قید ہے۔

صفوان نے یہ گفتگو سن کر کہا: ''عمیر سنو! تمہارا قرض میرے ذمے ہے میں اسے تمہاری طرف سے ادا کروں گا۔ اور تمہارے اہل وعیال میرے اہل وعیال ہیں: جب تک وہ موجود رہیں گے میں ان کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے پاس کوئی چیز موجود ہو اور ان کو نہ ملے۔''

عمیر نے کہا: ''اچھا اب میرے اور اپنے اس معاملے کو صیغۂ راز میں رکھنا'' صفوان نے کہا کہ ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

صفوان کے ساتھ حطیم کعبہ میں یہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد عمیر وہاں سے اٹھا، اپنی تلوار سان پر رکھائی اور زہر آلود کرائی پھر وہ روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا لیکن ابھی وہ مسجد کے دروازے پر اپنی اونٹنی بٹھا ہی رہا تھا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے درمیان جنگ بدر میں اللہ کے عطا کردہ اعزاز واکرام کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔انہوں نے دیکھتے ہی کہا

''یہ کتا، اللہ کا دشمن عمیر کسی برے ہی ارادہ سے آیا ہے۔'' پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ اللہ کا دشمن عمیر اپنی تلوار حمائل کیے آیا ہے۔آپؐ نے فرمایا، اسے میرے پاس لے آؤ۔عمیر آیا تو حضرت عمرؓ نے اس کی تلوار کے پرتلے کو اس کے گلے کے پاس سے پکڑ لیا۔اور انصار کے چند افراد سے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور وہیں بیٹھ جاؤ اور آپؐ کے خلاف اس کے خطرے سے چوکنا رہو۔؟ کیونکہ یہ شخص قابل اطمینان نہیں ہے۔اس کے بعد وہ عمیر کو اندر لے گئے آنحضرت ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت عمرؓ اس کی گردن میں اس کی تلوار کا پرتلہ لپیٹ کر پکڑے ہوئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا ''عمرؓ اسے چھوڑ دو اور عمیر سے فرمایا: تم قریب آ جاؤ اس نے قریب آ کر کہا، آپ لوگوں کی صبح بخیر ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے تحیہ سے مشرف کیا ہے جو تمہارے اس تحیہ سے بہتر ہے۔یعنی سلام سے، جو اہل جنت کا تحیہ ہے۔اس مکالمے کے بعد آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے عمیر تم یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ اس نے نہایت سادگی سے کہا یہ قیدی جو آپ لوگوں کے قبضے میں ہے۔اسی کے لیے آیا ہوں۔آپ لوگ اسکے بارے میں احسان فرما دیجیے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری گردن میں یہ تلوار کیوں ہے عمیر نے کہا ''اللہ ان تلواروں کا برا کرے کہ یہ ہمارے کچھ کام نہ آ سکیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمیر سچ سچ بتاؤ یہاں آنے کا کیا مقصد ہے اس نے پھر وہی جواب دہرایا کہ بس صرف اسی قیدی بیٹے کے لیے آیا ہوں۔آپؐ نے فرمایا۔

["بَلْ قَعَدْتَ اَنْتَ وَ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ فِي الْحِجْرِ فَذَكَرْتُمَا اَصْحَابَ الْقَلِيْبِ مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ قُلْتَ لَوْ لَا دَيْنٌ عَلَيَّ وَ عِيَالٌ عِنْدِيْ لَخَرَجْتُ حَتّٰى اَقْتُلَ مُحَمَّدًا فَتَحَمَّلَ لَكَ صَفْوَانُ بِدَيْنِكَ وَ عِيَالِكَ عَلٰى اَنْ تَقْتُلَنِيْ لَهٗ وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ۔"]

''نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے اور قریش کے جو مقتولین (جنگ بدر کے موقع پر) کنویں میں پھینکے گئے تھے ان کا تذکرہ کیا، پھر تم نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے اہل وعیال نہ ہوتے تو میں یہاں سے جاتا اور محمد ﷺ کو قتل کر دیتا۔اس پر صفوان نے تمہارے قرض اور اہل وعیال کی ذمہ داری قبول کی بشرطیکہ تم مجھے قتل کر دو۔لیکن یاد رکھو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے یعنی تم مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔''

آنحضرت ﷺ نے عمیر وصفوان کے اس منصوبہ قتل کا راز افشاء کر دیا تو عمیر نے فوراً اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔''

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے پاس آسمان کی جو خبریں لاتے تھے، اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی، اسے ہم جھٹلا دیا کرتے تھے لیکن یہ (رازدارانہ گفتگو) تو ایسا معاملہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے سوا کوئی موجود نہ تھا اس لیے واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ بات اللہ کے سوا اور کسی نے آپؐ تک نہیں پہنچائی۔پس اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی اور اس مقام تک ہانک کر پہنچایا۔ پھر عمیر نے کلمہ حق کی شہادت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا
["فَقِّهُوْا اَخَاكُمْ فِيْ دِيْنِهٖ وَاَقْرِئُوْهُ الْقُرْآنَ وَاَطْلِقُوْا لَهٗ اَسِيْرَهٗ فَفَعَلُوْهُ"]
"اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ اور اسے قرآن پڑھاؤ اور ان کا قیدی رہا کر دو۔ سب نے ویسا ہی کیا۔"

پھر عمیر نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کا نور بجھانے میں کوشاں تھا اور جو لوگ اللہ عزوجل کے دین پر تھے، ان کی ایذا رسانی میں بہت سخت تھا اب چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اجازت دیں میں مکہ جاؤں اور انہیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اسلام کی طرف بلاؤں تا کہ اللہ انہیں سیدھی راہ پر لائے چنانچہ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے اور اسلام کی دعوت دینے میں مصروف ہو گئے تو ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا تاہم صفوان بن امیہ نے عمیر کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔
(سیرت ابن ہشام مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ ج ا۔ صفحہ۔ ۶۰۷ تا ۶۳۷ ملخصاً)

جذبہ انتقام کی یہ تھی ایک انفرادی مثال، لیکن قریش مکہ بالخصوص جن کے جوان صرف قیدی ہی نہیں قتل ہو گئے تھے۔ ان کے اندر جذبہ انتقام کی آگ کیسے بھڑک رہی ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر لیجیے۔ ہم یہاں ابوسفیان جو قریش کا سردار اور سپہ سالار تھا اور جنگ بدر کے بعد کوئی ایسی کارروائی انجام دینے میں جلدی کر رہا تھا کیونکہ اس نے نذر مان رکھی تھی کہ جنابت کے سبب اس کے سر کو پانی نہ چھو سکے گا۔ یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کر کے بدر کا بدلہ نہ لے لے۔ چنانچہ ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے دو سو سواروں کو لے کر مدینہ سے بارہ میل دور وادی قناۃ کے سرے پر واقع نیب نامی ایک پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ ابوسفیان کو مدینے پر کھلم کھلا حملے کی ہمت نہ ہوئی اس لیے اس نے ایک ایسی کارروائی انجام دی جسے ڈاکہ زنی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں اطراف مدینہ کے اندر داخل ہوا اور حیی بن اخطب کے پاس جا کر اس کا دروازہ کھلوایا۔ اس نے انجام کے خوف سے انکار کر دیا۔ ابوسفیان وہاں سے نکلا اور بنونضیر کے ایک دوسرے سردار سلام بن مشکم کے گھر پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی تھا۔ ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت چاہی، اس نے اجازت بھی دی اور میزبانی بھی کی۔ خوراک کے علاوہ شراب بھی پلائی اور مسلمانوں کے پس پردہ حالات سے آگاہ بھی کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں میں پہنچا اور ایک دستہ بھیج کر مدینہ کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کرا دیا۔ اس دستے نے وہاں کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور جلائے اور ایک انصاری اور اس کے حلیف کو ان کے کھیت میں پا کر قتل کر دیا اور تیزی سے مکہ واپس بھاگ نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واردات کی خبر ملتے ہی نہایت تیز رفتاری سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔ تاہم تیز رفتاری کے باعث بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے، اور بہت سا ساز و سامان پھینک دیا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکرۃ الکدر تک تعاقب کیا۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے صرف دو ماہ بعد پیش آیا۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ۲۱۔ ۲۲۔ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مسلمان چاروں طرف دشمن کے نرغے میں تھے۔ اندرونی طور پر منافقین اور یہود کی سازشوں کی زد میں تھے اور بیرونی طور پر مدینہ سے باہر رہنے والے بدویوں اور قریش مکہ کے نشانہ پر تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر جوابی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائیوں کا اہتمام نہ کرتے تو ملی سالمیت خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ جبکہ اسلام کو غلبہ واستحکام مطلوب تھا۔ اس لیے آپ نے دشمن کی ہر کارروائی کا موثر اور فوری جواب دیا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد مدینہ کی وزارت اطلاعات نے آنحضرتؐ کو یہ اطلاع دی کہ بنو ثعلبہ اور محارب کی بہت بڑی جمعیت مدینہ پر چھاپہ مارنے کے لیے جمع ہو رہی ہے یہ خبر ملتے ہی آپؐ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ سوار و پیادہ ساڑھے چار سو افراد کو لے کر آپؐ روانہ ہوئے۔ راستے میں صحابہ کرام نے بنو ثعلبہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کو بلالؓ کی رفاقت میں دے دیا۔ اور اس نے دشمن کی سرزمین تک پہنچانے کے لیے رہبر کا کردار ادا کیا۔ جب دشمن کو مدنی فوج کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ گردو پیش پہاڑیوں میں بکھر گئے۔ لیکن آپؐ نے پیش قدمی جاری رکھی اور لشکر کے ہمراہ اس مقام تک تشریف لے گئے جسے دشمن نے کمین گاہ کے طور پر منتخب کیا تھا۔ یعنی ''ذی امر'' جو ایک چشمہ تھا۔ آپؐ نے وہاں تقریباً پورا مہینہ قیام کیا تا کہ مسلمانوں کا بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم ہو اور انہیں مسلمانوں کی طاقت کا احساس ہو۔ چنانچہ اس کارروائی سے دشمن پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ صف۔ ۲۳)

یاد رہے کہ غزوہ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ تین سو فوجیوں کے ساتھ بحران نامی ایک علاقے کی طرف تشریف لے گئے جو حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں واقع ہے اور آپؐ نے اس علاقہ میں مسلسل دو ماہ قیام فرمایا جس سے پورے علاقے میں امن وامان کے قیام میں بڑی مدد ملی۔ (سیرت ابن ہشام۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۳)

مسلمان ان کارروائیوں کے ذریعے طاقتور بھی ہوتے جا رہے تھے اور مدنی حکومت کی توسیع واستحکام کا عمل بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ قریش مکہ کے تجارتی قافلے کے سفر کا وقت آن پہنچا جو گرمیوں کے موسم میں وہ کیا کرتے تھے۔ اس بار تجارتی قافلے کی قیادت صفوان بن امیہ کے حصے میں آئی تھی وہ سراسیمہ اور پریشان حال تھا اس نے قریش مکہ سے کہا ''محمد ﷺ اور اسکے ساتھیوں نے ہمارے لیے تجارتی شاہراہ شام پر صعوبت بنا دی ہے۔ وہ ساحل سمندر کو چھوڑتے ہی نہیں ہیں جبکہ باشندگان ساحل نے ان سے مصالحت کر لی ہے۔ حتیٰ کہ عام لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں؟ اگر ہم گھروں میں بیٹھ رہیں تو اپنا اصل مال بھی کھا جائیں گے اور کچھ باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ مکہ میں ہماری زندگی کا دارومدار اس پر ہے کہ گرمی میں شام اور جاڑے میں حبشہ سے تجارت کریں۔'' غوروخوض کے بعد یہ طے پایا کہ عراق کے راستے سفر کرو جو نجد سے ہو کر شام جاتا ہے جو بڑا طویل اور مدینہ کے مشرق میں خاصے فاصلے سے گزرتا ہے۔ چنانچہ قریش کا تجارتی قافلہ جب مکہ سے شام کے لیے اس نئے راستے پر چلا تو اس کے پورے منصوبے کی خبر مدینے میں پہنچ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کی کمان میں دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت زید نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا اور ابھی قریش کا قافلہ بے خبری کے عالم میں القردہ نامی ایک چشمہ پر پڑاؤ ڈالنے کے لیے اتر رہا تھا کہ اسے جا لیا اور اچانک یلغار کر کے پورے قافلے پر قبضہ کر لیا۔ صفوان بن امیہ اور دیگر شرکائے قافلہ کو بھاگنے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ مسلمانوں نے قافلے کے رہنما فرات بن حیان کو گرفتار کر لیا۔ ظروف اور چاندی کی بہت بڑی مقدار جو قافلے کے پاس تھی اور جس کا اندازہ ایک لاکھ درہم تھا بطور غنیمت رسالے کے افراد میں تقسیم کر دیا۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرات بن حیان نے آپؐ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر لیا۔ (سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۷۔ ۲۸)

ان حالات کے پیش نظر قریش مکہ نے مدنی حکومت کے خلاف ٹکر لینے کا فیصلہ کیا۔ جس سے وہ جنگ بدر، اور ان کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کا انتقام بھی مطلوب تھا، جواب بھی اور اس مدنی اسلامی ریاست کے خاتمے کا خواب بھی جو کسی بھی شکل میں پورا نہ ہو سکا۔

یہود مدینہ کا عیارانہ ومکارانہ کردار اور اسکی سزا

عرب میں یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھتے ہی پہلا کام یہ کیا تھا کہ مسلم معاشرے اور یہودیوں کے درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ طے کیا جس میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ کوئی کسی کے حقوق پر دست درازی نہیں کرے گا۔ اس معاہدے کا مکمل متن آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں تاہم اس کے کچھ حصے کا ترجمہ دوبارہ درج کیا جاتا ہے کہ یہود مدینہ کے خبث باطن کا پردہ چاک کیا جا سکے۔

''یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے اور جو کوئی دستور العمل کو قبول کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے تو وہ (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی پر عمل پیرا رہیں گے اور باہم مشورے کریں گے۔ اور وفا ان کا شیوہ ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔ اس نوشتے کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی نیا معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جس پر فساد رونما ہونے کا ڈر ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس نوشتے میں جو کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاداری پسند ہے۔ اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہو تو ان (معاہد فریقوں یعنی یہودیوں اور مسلمانوں) پر ایک دوسرے کی مدد اور نصرت لازم ہوگی۔''

یہ ایک قطعی اور واضح معاہدہ تھا جس کی شرائط یہودیوں نے خود قبول کی تھیں لیکن بہت جلد انہوں نے آنحضرتؐ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ روش کا اظہار شروع کر دیا۔ اور ان کا عناد روز بروز سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا۔ انفرادی طور پر عیاری کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک بوڑھا یہودی شاس بن قیس جو قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے تھا بڑا زبردست کافر تھا اور مسلمانوں سے سخت عداوت اور بغض وحسد رکھتا تھا۔ ایک بار صحابہ کرام کی مجلس سے گزرا جس میں اوس وخزرج دونوں ہی قبیلے کے لوگ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ اسے یہ دیکھ کر کہ اب ان کے اندر جاہلیت کی باہمی عداوت کی جگہ اسلام کی الفت واجتماعیت نے جگہ لے لی ہے۔ اور ان کی دیرینہ شکر رنجی کا خاتمہ ہو گیا ہے، اسے سخت رنج ہوا۔

شاس بن قیس کہنے لگا ''واہ اس دیار میں بنو قیلہ کے اشراف متحد ہو گئے ہیں۔ بخدا ان اشراف کے اتحاد کے بعد تو ہمارا یہاں گزارا نہیں۔ چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی کو جو اسکے ساتھ تھا حکم دیا کہ ان کی مجلس میں جائے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر پھر جنگ بعاث اور اس کے پہلے کے حالات کا ذکر کرے اور اس سلسلے میں دونوں جانب سے جو اشعار کہے گئے ہیں کچھ ان میں سے سنائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس یہودی نوجوان نے ایسا ہی کیا۔ اس کے نتیجے میں اوس وخزرج میں تو تو میں میں شروع ہوگئی لوگ جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر فخر جتانے لگے حتیٰ کہ دونوں قبیلوں کے ایک ایک آدمی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ردوقدح شروع کردی۔ پھر ایک نے اپنے مدمقابل سے کہا اگر چاہو ہم اس جنگ کو پھر جوان کر کے پلٹا دیں۔ مقصد یہ تھا کہ ہم باہمی جنگ کے لیے پھر تیار ہیں۔ جو اس سے پہلے لڑی جاچکی ہے۔ اس پر دونوں فریقوں کو تاؤ آ گیا اور وہ کہنے لگے کہ چلو ہم تیار ہیں۔ حرہ مقابلہ ہوگا۔ ہتھیار......ہتھیار......! چنانچہ لوگ ہتھیار لے کر حرہ کی طرف نکل پڑے۔ قریب تھا کہ خونریز جنگ ہوجاتی لیکن آنحضرتؐ کو اس کی خبر ہوگئی۔ آپؐ مہاجرین صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر جلدی سے ان کے پاس پہنچے اور فرمایا۔

''اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ۔ اللہ۔ کیا میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کی پکار! اور وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی ہدایت سے سرفراز کرچکا ہے اور اسکے ذریعے تم سے جاہلیت کا معاملہ کاٹ کر اور تمہیں کفر سے نجات دے کر تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ چکا ہے۔'' آپؐ کی نصیحت سن کر صحابہ کو احساس ہوا کہ انکی حرکت شیطان کا ایک جھٹکا اور دشمن کی ایک چال تھی، چنانچہ وہ رونے لگے اور اوس وخزرج کے لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر آنحضرت ﷺ کے ساتھ اطاعت شعار وفرمانبردار بن کر اس حالت میں واپس آئے کہ اللہ نے ان کے دشمن شاس بن قیس کی عیاری کی آگ بجھادی۔ (سیرت ابن ہشام ج: اول۔ ص۔ ٦٢٩)

ارشاد ربانی ہے

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾﴾ (آل عمران ٣۔ ٩٨۔ ٩٩)

''کہو، اے اہل کتاب تم کیوں اللہ کی باتیں ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو، اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کہو، اے اہل کتاب یہ تمہاری کیا روش ہے کہ جو اللہ کی بات مانتا ہے اسے بھی تم اللہ کے راستہ سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ ٹیڑھی راہ چلے، حالانکہ تم خود (اس کے راہ راست ہونے پر) گواہ ہو۔ تمہاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِيعُوا۟ فَرِيقًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ كَٰفِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟ ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ (آل عمران۔۳۔۱۰۰ تا ۱۰۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمہیں ایمان سے کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمہارے لیے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے۔ جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جارہی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے، شاید کہ ان علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔ تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں: جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائینگے۔''

قبیلہ بنو قینقاع کی سرکشی میں شدت آگئی۔ انہوں نے اپنی شرارتوں، خباثتوں اور لڑانے بھڑانے کے علاوہ مسلمانوں کو مذاق و استہزا کا نشانہ بنانا اور اذیت پہنچانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ مسلمان عورتوں سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ان کی ایک خباثت بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

ابن ہشام نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب عورت بنو قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور بیچ کر (کسی ضرورت کے لیے) ایک سنار کے پاس گئی جو یہودی تھا بیٹھ گئی۔ یہودیوں نے اس کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پچھلی طرف باندھ دیا۔ اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی تو بے پردہ ہو گئی۔ تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا اس پر اس عورت نے چیخ و پکار مچائی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔ جواباً یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف مسلمانوں سے فریاد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور بنی قینقاع کے یہودیوں میں بلوہ ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام۔ جلد دوم ص۔ ۲۴۔ ۲۵)

یہودیوں کی آنحضرت ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی وعداوت کے اسباب کیا تھے۔ اگر بغور حالات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے تین بڑے اسباب یہ نظر آتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو محض ایک رئیس قوم دیکھنا چاہتے تھے جو ان کے ساتھ بس ایک سیاسی معاہدہ کر کے رہ جائے اور صرف اپنے گروہ کے دنیوی مفاد سے سروکار رکھے۔ مگر انہوں نے دیکھا کہ آپ تو اللہ اور آخرت اور رسالت اور کتب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ (جس میں خود ان کے اپنے رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانا بھی شامل تھا اور معصیت چھوڑ کر ان احکام الٰہی کی اطاعت اختیار کرنے اور ان اخلاقی حدود کی پابندی کرنے کی طرف بلایا جا رہا تھا جن کی طرف خود ان کے انبیاء بھی بلاتے رہے ہیں۔ یہ چیز ان کو سخت ناگوار تھی۔ ان کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ عالمگیر اصولی تحریک اگر چل پڑی تو اس کا سیلاب ان کی جامد عصبیت اور ان کی نسلی قومیت کو بہالے جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اوس وخزرج اور مہاجرین کو بھائی بھائی بنتے دیکھ کر، اور یہ دیکھ کر کہ گردو پیش کے عرب قبائل میں بھی جو لوگ اسلام کی دعوت قبول کر رہے ہیں۔ وہ سب مدینے کی اس اسلامی برادری میں شامل ہو کر ایک ملت بنتے جا رہے ہیں۔ انہیں یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ صدیوں سے اپنی سلامتی اور اپنے مفادات کی ترقی کے لیے انہوں نے عرب قبیلوں میں پھوٹ ڈال کر اپنا الو سیدھا کرنے کی جو پالیسی اختیار کر رکھی تھی اب اس نئے نظام میں نہ چل سکے گی۔ بلکہ اب ان کو عربوں کی ایک متحدہ طاقت سے سابقہ پیش آئے گا جس کے آگے ان کی چالیں کامیاب نہ ہو سکیں گی۔

تیسرے یہ کہ معاشرے اور تمدن کی جو اصلاح رسول اللہ ﷺ کر رہے تھے اس میں کاروبار اور لین دین کے تمام ناجائز طریقوں کا سدباب شامل تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سود کو بھی آپ ناپاک کمائی اور حرام خوری قرار دے رہے تھے جس سے انہیں خطرہ تھا کہ اگر عرب پر آپؐ کی فرمانروائی قائم ہو گئی تو آپؐ اسے قانوناً ممنوع کر دیں گے۔ اس میں ان کو اپنی موت نظر آتی تھی۔

ان وجوہ سے انہوں نے حضورؐ کی مخالفت کو اپنا قومی نصب العین بنا لیا۔ آپؐ کو زک دینے کے لیے کوئی چال، کوئی تدبیر اور کوئی ہتھکنڈا استعمال کرنے میں ان کو ذرہ برابر تامل نہ تھا۔ وہ آپؐ کے خلاف طرح طرح کی جھوٹی باتیں پھیلاتے تھے تاکہ لوگ آپ سے بدگمان ہو جائیں۔ اسلام قبول کرنے والوں کے دلوں میں ہر قسم کے شکوک وشبہات اور وسوسے ڈالتے تھے تاکہ وہ اس دین سے برگشتہ ہو جائیں۔ خود جھوٹ موٹ کا اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جاتے تھے تاکہ لوگوں میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف زیادہ سے زیادہ غلط فہمیاں پھیلائی جا سکیں۔ فتنے برپا کرنے کے لیے منافقین سے ساز باز کرتے تھے۔ ہر اس شخص اور گروہ اور قبیلے سے رابطہ پیدا کرتے تھے جو اسلام کا دشمن ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنے اور ان کو آپس میں لڑا دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے تھے۔ اوس اور خزرج کے لوگ خاص طور پر ان کے ہدف تھے جن سے ان کے مدتہائے دراز سے تعلقات چلے آ رہے تھے۔ جنگ بعاث کے تذکرے چھیڑ چھاڑ کر وہ ان کو پرانی دشمنیاں یاد دلانے کی کوشش کرتے تھے تاکہ ان کے درمیان ایک دفعہ پھر تلوار چلوائی جائے اور اخوت کا رشتہ تار تار ہو جائے جس میں اسلام نے ان کو باندھ دیا تھا۔ مسلمانوں کو مالی حیثیت سے تنگ کرنے کے لیے بھی وہ ہر قسم کی دھاندلیاں کیا کرتے تھے۔ جن لوگوں سے ان کا پہلے سے لین دین تھا، ان میں سے جونہی کوئی شخص اسلام قبول کرتا وہ اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتے تھے۔ اگر اس سے کچھ لینا ہوتا تو تقاضے کر کے اس کا ناک میں دم کر دیتے، اور اسے کچھ دینا ہوتا تو اس کی رقم مار کھاتے۔ اور علانیہ کہتے کہ جب ہم نے تم سے معاملہ کیا تھا اس وقت تمہارا دین کوئی اور تھا، اب چونکہ تم نے اپنا دین بدل دیا ہے۔ اس لیے ہم پر تمہارا کوئی حق باقی نہیں ہے۔ اسکی متعدد مثالیں تفسیر طبری، تفسیر نیسابوری، تفسیر قرطبی، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر روح المعانی میں موجود ہیں۔

معاہدے کے خلاف یہ کھلی کھلی معاندانہ روش تو جنگ بدر سے پہلے ہی وہ اختیار کر چکے تھے۔ مگر جب بدر میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو قریش پر فتح مبین حاصل ہوئی تو وہ تلملا اٹھے۔ اور انکے بغض کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی۔ اس جنگ سے وہ یہ امید لگا کر بیٹھے تھے کہ قریش کی طاقت سے ٹکرا کر مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی لیے انہوں نے فتح اسلام کی خبر پہنچنے سے پہلے مدینے میں یہ افواہیں اڑانی شروع کر دی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کو شکست فاش ہوئی اور اب ابوجہل کی قیادت میں قریش کا لشکر مدینے کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے لیکن جب نتیجہ ان کی امیدوں اور تمناؤں کے خلاف نکلا تو وہ غم اور غصے کے مارے پھٹ پڑے۔ بنی نضیر کا سردار کعب بن اشرف چیخ کر اٹھا کہ خدا کی قسم اگر محمدؐ نے اشراف عرب کو قتل کر دیا ہے تو زمین کا پیٹ ہمارے لیے اسکی پیٹھ سے زیادہ بہتر ہے۔'' پھر وہ مکہ پہنچا اور بدر میں جو سرداران قریش مارے گئے تھے ان کے نہایت اشتعال انگیز مرثیے کہہ کر مکہ والوں کو انتقام پر اکسایا۔ پھر مدینہ واپس آ کر اس نے اپنے دل کی جلن نکالنے کے لیے ایسی غزلیں کہنی شروع کیں جن میں مسلمان شرفاء کی بہو بیٹیوں کے ساتھ اظہار عشق کیا گیا تھا۔ آخر کار اس کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول ۳ھ میں محمد بن مسلمہ انصاری کو بھیج کر اسے قتل کرا دیا۔ (ابن سعد، ابن ہشام، تاریخ طبری۔ ج۔ ۲۔ ص: ۱۹۵ تا ۱۹۷ مطبوعہ الفیصل لاہور)

یہودیوں کا پہلا قبیلہ جس نے اجتماعی طور پر جنگ بدر کے بعد کھلم کھلا اپنا معاہدہ توڑ دیا بنی قینقاع تھا۔ یہ لوگ خود شہر مدینہ کے اندر ایک محلہ میں آباد تھے۔ اور چونکہ یہ سونار، لوہار اور ظروف ساز تھے۔ اس لیے انکے بازار میں اہل مدینہ کو کثرت سے جانا پڑتا تھا۔ ان کو اپنی شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ آہن گر ہونے کی وجہ سے ان کا بچہ بچہ مسلح تھا۔ سات سو مردان جنگی انکے اندر موجود تھے۔ اور ان کو اس بات کا زعم تھا کہ قبیلہ خزرج سے انکے پرانے حلیفانہ تعلقات تھے اور خزرج کا سردار عبداللہ بن ابی ان کا پشتیبان تھا۔ بدر کے واقعہ سے یہ اس قدر مشتعل ہوئے کہ انہوں نے اپنے بازار میں آنے جانے والے مسلمانوں کو ستانا اور خاص طور پر ان کی عورتوں کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت کو برسر عام برہنہ کر دیا گیا۔ اس پر سخت جھگڑا ہوا اور ہنگامے میں ایک مسلمان اور ایک یہودی قتل ہو گیا۔ جب حالات اس حد تک پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے محلہ میں تشریف لے گئے اور ان کو جمع کر کے آپ نے ان کو راہ راست پر آنے کی تلقین فرمائی۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ ''اے محمدؐ، تم نے شاید ہمیں بھی قریش سمجھا ہے؟ وہ لڑنا نہیں جانتے تھے، اس لیے تم نے انہیں مار لیا۔ ہم سے سابقہ پیش آئے گا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مرد کیسے ہوتے ہیں۔ یہ گویا صاف صاف اعلان جنگ تھا۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ نے شوال (اور بروایت بعض ذی القعدہ) ۲ھ کے آخر میں ان کے محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ صرف پندرہ روز ہی یہ محاصرہ جاری رہا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور انکے تمام قابل جنگ آدمی باندھ لیے گئے۔ اب عبداللہ بن ابی انکی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے سخت اصرار کیا کہ آپ انہیں معاف کر دیں چنانچہ حضور ﷺ نے اسکی درخواست قبول کر کے یہ فیصلہ فرما دیا کہ بنی قینقاع اپنا سب مال، اسلحہ اور آلات صنعت چھوڑ کر مدینہ سے نکل جائیں۔ (ابن سعد، ابن ہشام تاریخ طبری۔ ج۔ ۲۔ ص: ۱۹۱ تا ۱۹۳ مطبوعہ الفیصل لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش مکہ کی انتقام کی آگ اور جنگ احد میں آپ ؐ اور اہل ایمان کا مثالی کردار

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام مدنی اسلامی ریاست کے تحفظ، بقا اور توسیع و استحکام کے لیے شب و روز جدو جہد میں مصروف تھے۔ جنگ بدر کے بعد کئی محاذوں پر انہیں جانفشانی کرنی پڑی۔ اندرون ملک منافقین اور یہود کی شرارتوں اور خباثتوں کا سامنا تھا اور بدویوں کی یلغار اور لوٹ مار کا سدباب کرنے کے ساتھ بیرون ملک قریش مکہ کی عسکری کارروائیوں کا جواب دینا اور دفاع کرنا بھی ضروری تھا۔ جنگ بدر سے مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں جو صف ماتم بچھی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہ تمام تر تیاریوں کے ساتھ جنگ بدر کا بدلہ و انتقام لینے کے لیے شوال ۳ھ میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ انتقامی کارروائیوں کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر ابوسفیان بحر احمر کے کنارے جس راستے پر چل کر تجارتی قافلے کو بچا کر مکہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا ایک قرارداد کے ذریعے قافلے کا تمام تر سرمایہ یعنی ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار انتقامی جنگ کے لیے وقف کر دیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾ (الانفال ۸۔ ۳۶)

"جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لیے صرف کر رہے ہیں اور ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔ پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر کر لائے جائیں گے۔"

قریش مکہ نے دوسرا بڑا قدم یہ اٹھایا کہ مقابلے کے لیے رضا کارانہ بھرتی کا اعلان کر دیا اور ترغیب و تحریص کے تمام حربے استعمال کیے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے شعراء کی خدمات بھی حاصل کیں۔ قریش کے علاوہ ان کے حلیفوں اور احابیش کو ملا کر مجموعی طور پر تین ہزار فوج تیار ہو گئی۔ 15 خواتین بھی فوج کے ساتھ چلیں تاکہ حرمت و ناموس کی حفاظت کا خیال سب کو دامنگیر رہے۔ سواری اور بار برداری کے لیے تین ہزار اونٹ اور رسالے کے لیے ایک روایت کے مطابق ایک سو اور دوسری روایت کے مطابق دو سو گھوڑے جن کو بطور سواری استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ساتھ تھے۔ اور حفاظتی ہتھیاروں میں سات سو زرہیں تھیں۔ مکی لشکر نہایت غصے اور انتقام کے جذبوں سے لبریز مدینے کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباسؓ جن کی نظر قریش مکہ کی نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں پر تھی تفصیلات لکھ کر انہوں نے اپنے قاصد کو فی الفور مدینہ منورہ روانہ کیا۔ جس نے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کی مسافت صرف تین دن میں طے کر کے ان کا خط حضرت محمد ﷺ کو پہنچایا۔ اس وقت آپ مسجد قبا میں تھے۔ یہ خط حضرت ابی بن کعبؓ نے آپؐ کو پڑھ کر سنایا۔ فوراً آپ مدینہ تشریف لائے اور سرکردہ احباب سے مشورہ کیا۔ اب مدینہ میں ہنگامی صورتحال کے پیش نظر لوگ ہتھیار بند رہنے لگے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی ہتھیار جدا نہیں کیے جاتے تھے۔ سعد بن معاذؓ، اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ آنحضرت ﷺ کی نگرانی پر مامور ہو گئے۔ انصار کا یہ دستہ ساری ساری رات آپؐ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازے پر گزار دیتا۔ کچھ دستے مدینے کے مختلف راستوں پر تعینات ہو گئے۔ تاکہ اچانک کوئی حملہ نہ ہو جائے۔ مکی لشکر نے مدینہ کے دامن میں احد کے قریب عینین نامی ایک مقام پر جو مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے ایک بنجر زمین تھی۔ پڑاؤ ڈال دیا۔

......مدنی ریاست کی مجلس شوریٰ نے مدینہ کی دفاعی حکمت عملی پر خوب غور خوض کے بعد عوامی رائے کا احترام کرتے ہوئے مدینے سے باہر میدان میں مقابلہ طے کیا۔ آپ تیار ہو کر احد کی طرف روانہ ہونے والے تھے کہ صحابہ کرام کو احساس ہوا کہ آپؐ کی رائے کے علی الرغم اپنی رائے پر اصرار کیا۔ ہمیں اپنی رائے واپس لے کر مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کی رائے قبول کر لینی چاہیے تھی۔ چنانچہ جب صحابہ کرام نے آپؐ کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ "کوئی نبی جب اپنا ہتھیار پہن لے تو مناسب نہیں کہ اسے اتارے۔ تا آنکہ اللہ اس کے درمیان اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ (مسند احمد، نسائی، حاکم، ابن اسحاق)

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپؐ کو یہ ہدایت فرمائی کہ

﴿تُحْشَرُوْنَ۝ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۝ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝﴾ (آل عمران ۳: ۱۵۹-۱۶۰)

"(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔"

آنحضرتؐ نے مشاورت کے بعد جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھائی ضروری امور طے کرنے کے بعد ایک فوج کے ہمراہ جنہیں ایک سو زرہ پوش اور پچاس شاہسوار تھے جبکہ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ زرہ پہنے نبی ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپؐ نے احد اور مدینہ کے درمیان رات گزاری۔ فوجی کیمپ کے گرد و پیش پچاس منتخب صحابہ کرام کی پہرہ کی ڈیوٹی لگائی۔ جو رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ حضرت ذکوانؓ خصوصی طور پر نبی کریم ﷺ کے پاس پہرہ دے رہے تھے طلوع فجر سے کچھ پہلے آپ ﷺ پھر چل پڑے اور مقام "شوط" پہنچ کر فجر کی نماز پڑھی اب آپؐ دشمن کے بالکل قریب تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی منافق نے بغاوت کر دی۔ اور وہ ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خوامخواہ اپنی جان دیں۔ اس نے اس بات پر بھی احتجاج کیا کہ رسول ﷺ نے مدینہ میں رہ کر لڑنے کی اس کی بات نہیں مانی۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی رائے مان لی گئی۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کا نفاق بے نقاب ہو گیا تاہم اس نے جن مقاصد کے پیش نظر یہ شرارت کی تھی۔ وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے احباب سمیت واپسی کا اعلان کر کے اسلامی لشکر میں اضطراب، ہیجان اور کھلبلی برپا کر کے انکے حوصلے پست کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ تین سو کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد میں واپسی کے لیے نقل و حرکت دشمن کو دکھا کر اسے حوصلہ دینا اور در پردہ اپنی حمایت کا اظہار کرنا مطلوب تھا۔ قریب تھا کہ دشمن اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا لیکن اللہ کی رحمت خاص نے اہل ایمان کو ڈھانپ لیا اور وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾﴾ (آل عمران۔ ۳۔ ۱۲۱ تا ۱۲۷)

''(اے پیغمبر، مسلمانوں کے سامنے اس موقع کا ذکر کرو) جب تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے اور (احد کے میدان میں) مسلمانوں کو جنگ کے لیے جا بجا مامور کر رہے تھے۔ اللہ ساری باتیں سنتا ہے اور وہ نہایت باخبر ہے۔ یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا، اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ آخر اس سے پہلے جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا تھا، حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو، امید ہے کہ اب تم شکر گزار ہو گے۔ اے نبی یاد کرو جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے۔ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے؟ بے شک اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمہارے اوپر چڑھ کر آئیں گے اسی آن تمہارا رب (تین ہزار نہیں) پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتا دی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں فتح و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی قوت والا اور دانا و بینا ہے۔ (اور وہ تمہاری مدد اس لیے کرے گا) تا کہ کفر کی راہ چلنے والوں کا ایک بازو کاٹ دے، یا ان کو ایسی ذلیل شکست دے کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔''

ان واپس لوٹ جانے والے منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾﴾ (آل عمران: ۳۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہ منافق جب ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت ہی کرو تو کہنے لگے" کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے" یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی بند لڑنے گئے اور مارے گئے تو ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ ان سے کہو" اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو خود تمہاری موت جب آئے اسے ٹال کر دکھا دینا۔"

آنحضرت ﷺ اب سات سو مجاہدین کو لے کر آگے بڑھے۔ وادی کے آخری سرے پر واقع احد پہاڑی کی گھاٹی پر نزول فرمایا اور وہیں اپنے لشکر کا کیمپ لگوایا۔ سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد کا بلند و بالا پہاڑ۔ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان حد فاصل بن گیا۔ دفاعی حکمت عملی میں سے ایک اہم فیصلہ یہ تھا کہ آپؐ نے پچاس ماہر تیر اندازوں کا انتخاب کر کے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کی کمان عطا فرمائی اور انہیں وادی قنات کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جو اسلامی لشکر سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے تعینات فرمایا اور بار بار تاکید فرمائی اور خصوصاً ان کے کمانڈر کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو۔ وہ پیچھے سے ہم پر چڑھ نہ آئیں۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ پر رہنا۔ تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔ (سیرت بن ہشام۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۴۶) پھر آپؐ نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا" ہماری پشت کی حفاظت کرنا اگر دیکھو کہ ہم مارے جارہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔" (مسند احمد، طبرانی، حاکم، عن ابن عباس، فتح الباری ج: ۷، ص۔ ۳۵)

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں جو حضرت براءؓ سے مروی ہیں وہ کہتے ہیں کہ

["لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَأَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ وَقَالَ "لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا"] (صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ احد حدیث نمبر ۴۰۴۳، ۳۰۳۹)

جنگ احد کے موقع پر جب مشرکین سے مقابلے کے لیے ہم پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں (پہاڑی کے درے پر) مقرر فرمایا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اس وقت بھی جب تم لوگ دیکھ لو کہ ہم غالب آ گئے ہیں پھر بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اس وقت بھی جب تم دیکھ لو کہ وہ ہم پر غالب آئے ہیں تم لوگ ہماری مدد کے لیے نہ آنا"

غرض مکی لشکر کے ساتھ مدنی لشکر کا مقابلہ ہوا اور اللہ رب العالمین نے اہل ایمان کو فتح و کامرانی سے نوازا۔ ارشاد ربانی ہے

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾ ﴾

(آل عمران:۳۔۱۵۲)

''اللہ نے (تائیدونصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے،اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے،تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں پھر بھی معاف ہی کر دیا،کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی ہی نظر عنایت رکھتا ہے۔''

صحیح بخاری میں اس فتح وکامیابی کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

[فَهَزَمَهُمْ . قَالَ: فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَ أَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ "] (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبۃ)

''پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔براء بن غازبؓ نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی سے بھاگ رہی تھیں۔انکے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں اور وہ اپنے کپڑے کو اٹھائے ہوئے تھیں۔''

جنگ احد میں لشکر قریش شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور ایمان والوں کو کامیابی سے نوازا لیکن جلد یہ کامیابی ہزیمت میں بدل گئی کہ جس دستہ کو آپؐ نے بہ تکرار بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا تھا کہ

["إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَ إِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ"]

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۹)

''آپؐ نے انہیں تاکید کی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، جب تک کہ میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے۔پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا،جب تک کہ میں تمہیں خود نہ بلا بھیجوں''

اس تاکید کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی تو درے پر مامور اس دستہ میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کے باعث فتح ہزیمت میں بدل گئی۔اللہ تعالیٰ نے اس صورتحال کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ ﴾(العمران ۳۔۱۵۳۔۱۵۵)

’’یاد کرو جب تم بھاگے چلے جارہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا ہوش تمہیں نہ تھا۔اور رسول تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔اس وقت تمہاری اس روش کا بدلہ اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے، تا کہ آئندہ کے لیے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو۔اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔اس غم کے بعد اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی کیفیت طاری کردی کہ وہ اونگھنے لگے۔مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لیے ساری اہمیت اپنی ذات ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلاف حق تھے۔یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ ’’اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟‘‘ ان سے کہو ’’(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ ’’اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے‘‘ ان سے کہہ دو کہ ’’اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لئے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے وہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔تم میں سے جو لوگ مقابلے کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔اللہ نے انہیں معاف کردیا، اللہ بہت درگزر فرمانے والا اور بردبار ہے۔‘‘

جنگ احد کی کچھ تفصیلات ہم آگے چل کر بتائیں گے۔لیکن یہاں صرف اتنا علم میں رہے کہ اس جنگ میں ستر اہل ایمان شہید ہوگئے اور ڈیڑھ سو کے قریب زخمی۔زخمیوں میں حضور ﷺ بھی شامل تھے۔بعض صحابہ کرامؓ چلنے پھرنے سے قاصر تھے۔دن بھر جنگ جاری رہی۔رات کو آنحضرت ﷺ نے شہدائے اسلام کی تدفین وتکفین کا عمل مکمل کیا صبح مدینہ منورہ پہنچے۔واپس پہنچتے ہی دفاعی نقطہ نظر سے کئی اہم فیصلے کیے۔اولاً یہ کہ

[’’لَمَّا أَصَابَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ الْمُشْرِكُونَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا. قَالَ :" مَنْ يَذْهَبُ فِي أَثَرِهِمْ. فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا قَالَ. كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالزُّبَيْرُ"] (صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۷۷)

احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ تکلیف پہنچی تھی جب وہ پہنچی اور مشرکین واپس جانے لگے تو آنحضرت ؐ کو اس کا خطرہ ہوا کہیں وہ لوٹ کر مدینہ پر حملہ نہ کریں اس لیے آپ ؐ نے فرمایا کہ ان کا پیچھا کرنے کون کون لوگ جائیں گے۔ اسی وقت ستر صحابہ کرام ؓ تیار ہو گئے۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ان ستر صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت زبیر ؓ بھی تھے۔

ستر صحابہ کرام کا یہ دستہ دراصل غزوۂ حمراء الاسد کے لیے ہراول دستہ تھا۔ جنگ احد میں شہدائے احد کی تعداد ستر تھی اور ڈیڑھ سو کے لگ بھگ زخمی بھی تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ کی ایک روایت کے مطابق بائیس اور ایک دوسری روایت کے مطابق سینتیس لوگ واصل جہنم ہوئے تھے۔ اس سب کچھ کے باوجود قریش مکہ خالی ہاتھ واپس لوٹ رہے تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کو یہ اندیشہ تھا اور وہ بالکل درست تھا۔ چنانچہ مکی لشکر نے جب مدینہ منورہ سے چھتیس میل دور یعنی مقام روحا پر پہنچ کر جب پڑاؤ ڈالا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا۔ ان کی شان وشوکت توڑ کر بھی انہیں یونہی چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کے پاس اتنی قوت باقی ہے کہ وہ تمہارے لیے دردسر بن سکتے ہیں۔ لہٰذا واپس چلو اور انہیں جڑ سے صاف کر دو۔ یہ رائے سردار قریش ابوسفیان کی تھی لیکن صفوان بن امیہ اس رائے کے خلاف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ لوگو! ایسا نہ کرو مجھے خطرہ ہے کہ جو (مسلمان غزوہ احد میں) نہیں آئے تھے وہ بھی اب تمہارے خلاف جمع ہو جائیں گے۔ لہٰذا اسی حال میں واپس چلے چلو فتح تمہاری ہے۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ مدینہ پر پھر چڑھائی کرو گے تو گردش میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن بھاری اکثریت نے یہ رائے قبول نہ کی اور فیصلہ کیا کہ مدینہ واپس چلیں گے۔ چنانچہ اسی اثناء میں قبیلہ ابوقیس کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا تو ابوسفیان نے کہا کہ کیا آپ لوگ میرا ایک پیغام محمد ﷺ کو پہنچا دو گے؟ میرا وعدہ ہے کہ اس کے بدلے جب آپ لوگ مکہ آئیں گے تو عکاظ کے بازار میں آپ لوگوں کو اتنی کشمش دوں گا جتنی آپ کی یہ اونٹنی اٹھا سکے گی۔ چنانچہ اس قافلے نے حمراء الاسد کے مقام سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کو ابوسفیان کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ پیغام سن کر مسلمانوں کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور یہ پکار اٹھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

معبد بن ابی معبد خزاعی کا کردار

آنحضرت ؐ نے احد سے واپسی کے بعد مدینہ پہنچتے ہی علی الصبح دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے اعلان کرنے والے کے ذریعے یہ اعلان کرایا کہ مکی لشکر کے مقابلے کے لیے اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اس لیے ہمارے ساتھ صرف وہی لوگ نکلیں جو کل جنگ احد میں شریک تھے۔ چنانچہ فی الفور سب شرکاء احد جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور غم سے نڈھال بھی اس اجتماع میں حاضر ہوئے۔ آپ ؐ نے روانگی کا حکم دیا بلا تردّد سب نے سر اطاعت خم کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ منظر بھی سامنے آیا کہ زخموں سے چور چور بھائی کو دوسرا بھائی کندھوں پر اٹھائے دشمن کے تعاقب پر چلا جا رہا تھا۔ ادھر ابوسفیان مقام "روحا" پر لشکر مکی کو روک کر انہیں مدینہ پر دھاوا بول کر اسلامی ریاست کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ابھار رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ مکہ سے براستہ مدینہ ہماری شاہراہ اسلامی حکومت کے ہوتے ہوئے غیر محفوظ ہے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو چھڑانے پر ہم نے ڈھائی لاکھ درہم خرچ کیے ہیں۔ ایک لاکھ درہم کی چاندی عراق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رستے کو اختیار کرنے کے باوجود ہم کھو بیٹھے ہیں۔ ان حالات میں کمائی کے تمام ذرائع مسدود ہو چکے ہیں۔ اور مکہ کے سر پر خوفناک معاشی بحران منڈلا رہا ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہم واپس پلٹ کر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ چنانچہ مکی لشکر دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مشغول تھا کہ تائید ایزدی سے ایک ایسا واقعہ وقوع پذیر ہوا جس سے مکی لشکر کے حوصلے پست ہو گئے جس سے وہ مکہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے۔ وہ اس طرح کہ...... جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ سے تعاقب کے لیے نکل کر حمراء لاسد میں خیمہ زن ہو چکے تھے اسی اثناء میں معبد بن ابی معبد خزاعی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ یہاں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق وہ اپنے شرک ہی پر قائم تھے لیکن آنحضرت ﷺ کے خیر خواہ تھے کیونکہ قبیلہ خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان دوستی اور تعاون کا معاہدہ تھا۔ معبد نے کہا اے محمد ﷺ آپؐ کو اور آپؐ کے رفقاء کو زک پہنچی ہے۔ وہ واللہ ہم پر سخت گراں گزری ہے۔ ہماری آرزو تھی کہ اللہ آپ کو بعافیت رکھتا اس کے اظہار ہمدردی پر آپؐ نے فرمایا کہ ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اسکی حوصلہ شکنی کرو۔ چنانچہ معبد آنحضرت ﷺ کی مجلس سے اٹھا اور سیدھا روحا کے مقام پر پہنچا جہاں مکی لشکر مشاورت کے بعد مدینہ پر حملہ کرنے کا طے کر چکا تھا۔ ابوسفیان کو معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اس نے معبد کو ملتے ہی پوچھا کہ پیچھے کی کیا خبر ہے؟ معبد نے کمال حکمت سے کہا۔ آپؐ اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں ان کا لشکر اتنا بڑا ہے کہ میں نے اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا سارے لوگ تمہارے خلاف غصے سے کباب ہوئے جا رہے ہیں۔ احد میں پیچھے رہ جانے والے بھی آ گئے ہیں وہ جو کچھ ضائع کر چکے ہیں۔ اس پر نادم ہیں اور تمہارے خلاف اس قدر بھڑکے ہوئے ہیں کہ میں نے اس کی مثال دیکھی نہیں۔ معبد کی اس گفتگو سے ابوسفیان خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے کہا ''ارے بھائی یہ کیا کہہ رہے رہو۔''

معبد نے کہا ''واللہ! میرا خیال ہے تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھ لو گے یا لشکر کا ہراول دستہ اس ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہو جائے گا۔

ابوسفیان نے کہا'' واللہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان پر پلٹ کر پھر حملہ کریں۔ اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں۔

معبد نے کہا: ''ایسا نہ کرنا میں تمہاری خیر خواہی کی بات کر رہا ہوں۔''

معبد کی یہ بات سن کر ابوسفیان اور مکی لشکر کے حوصلے پست ہو گئے اور گھبراہٹ اور رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے صفوان بن امیہ کی رائے قبول کرنے میں عافیت سمجھی اور مکہ کی طرف سفر جاری رکھا۔ تاہم مسلمانوں کے ساتھ دوبارہ ٹکراؤ سے بچنے کے لیے جوابی اعصابی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن بعد نماز عصر جنگ احد کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ رات کو راستے میں قیام فرمایا دوسرے یعنی ہفتے کے دن جنگ احد برپا ہوئی۔ اتوار کے دن حمراء الاسد تشریف لے گئے تھے۔ پیر، منگل، بدھ، تین دن آپؐ نے یہاں قیام فرمایا۔ مکی لشکر کے یہاں سے روانہ ہو جانے کے بعد پورے اطمینان سے مدینہ تشریف لائے۔ حمراء الاسد میں قیام کے دوران مکی لشکر کے دو لوگ گرفتار کر کے مدنی فوج نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ ان میں سے ایک تو ابوعزہ تھا۔ یہ بدر کی جنگ میں بھی گرفتار ہوا تھا۔ اس کو فدیہ کے بغیر اس کی غربت اور لڑکیوں کی کثرت کے سبب اس شرط پر رہا کر دیا گیا تھا کہ اس نے عہد کیا تھا کہ میں آئندہ مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی لڑائی میں شرکت نہیں کروں گا۔ لیکن اس نے وعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافی اور عہد شکنی کی اور صفوان بن امیہ کے کہنے پر اپنے اشعار کے ذریعے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا اور خود بھی جنگ احد میں شریک ہوا۔ دوسری دفعہ بھی اس نے معافی کی درخواست کی۔ لیکن اس کی درخواست رد کردی گئی۔ اس کے بعد حضرت زبیر یا حضرت عاصم بن ثابت کو آپؐ نے حکم دیا اور انہوں نے اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

دوسرا شخص معاویہ بن مغیرہ ابن ابی العاص دراصل دشمن کا جاسوس تھا جب احد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو یہ اپنے چچیرے بھائی حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملنے آیا۔ حضرت عثمان نے آپؐ سے اس کے لیے امان طلب کی۔ آپؐ نے اس شرط پر امان دی کہ وہ تین دن کے بعد یہاں پایا گیا تو قتل کر دیا جائے گا لیکن جب مدینہ اسلامی لشکر سے خالی ہو گیا تو یہ شخص قریش کی جاسوسی کے لیے تین دن سے زیادہ ٹھہر گیا۔ جب لشکر واپس آیا تو بھاگنے کی کوشش کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عمارؓ کو حکم دیا اور انہوں نے اس شخص کا تعاقب کر کے اسے تہہ تیغ کر دیا۔"

(سیرت ابن ہشام۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۴ تا ۸۹ نیز۔ زاد المعاد، بخاری، اور فتح الباری، غزوہ احد اور حمراء الاسد کے باب میں تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔)

جنگ احد پایہ تکمیل کو پہنچی آیئے ایک مرتبہ پھر میدان احد میں چلتے ہیں کہ وہاں اہل ایمان پر کیا بیتی اس لیے کہ غلبہ اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کی دعوت اس کا پہلا عمل ہے اور ایمان قبول کرنے والوں کی تربیت ان کا دوسرا مرحلہ ہے۔ اور ان کو بنیان مرصوص بنانا اور ان کو تنظیم کی تسبیح میں پرونا کسی اسلامی تحریک کا تیسرا مرحلہ ہوتا ہے۔ اور ان سب کاموں کے لیے بھی قربانیاں دینا اور جہد مسلسل کے نتیجے میں مصیبتوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کوئی انقلاب جنم لیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی ان تین امور سے عبارت ہے۔ اور جب ہجرت کے نتیجے میں انقلاب امامت یا قیادت کا مرحلہ سر ہو جاتا ہے تو اسلامی ریاست کے وجود میں آجانے کے باوجود دعوت کی توسیع اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے بھی قیادت اور کارکنان کو سر دھڑ کی بازی لگانا پڑتی ہے۔ کبھی فتح اور کبھی ہزیمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ بدر کی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت سے نوازا لیکن میدان احد میں فتح کے باوجود کارکنان کی غلطیوں سے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جنگ احد کے چند واقعات پر غور کیا جائے تاکہ روئے زمین کی تحاریک اسلامی کے قائدین اور ان کے کارکنان کو باور کرایا جاسکے کہ اس میدان کے خار دار کانٹے کیا کیا ہیں۔ اور انہیں کس وقت کن کن مصیبتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ میدان احد میں

آنحضرت ﷺ نے پوری جنگ میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے یہ ایک الگ موضوع ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مطلوب ہے کہ جنگ احد میں آپؐ کی ذات کو کیا کیا تکالیف پہنچیں۔ نہایت اختصار سے کام لیا جائے تو اس روداد ابتلاء کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہ جنگ احد میں ہر لحاظ سے آپؐ کا پلڑا بھاری تھا۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور ان کی وہ عورتیں جو ان کی ہمت بڑھانے کے لیے آئی تھیں پنڈلیوں سے اوپر کپڑے اٹھائے ہوئے جس سے ان کے پازیب دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑیوں کی بلندیوں سے تیزی کے ساتھ بھاگی جارہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر درہ پر مامور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے تیر انداز ساتھی پکار اٹھے۔ الغنیمۃ۔ الغنیمۃ۔ مال غنیمت، مال غنیمت۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نہ ہٹنا اس لیے تم مال غنیمت کے لیے نہ جاؤ لیکن ان کے بعض ساتھیوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی اس حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ستر مسلمان شہید ہوئے۔ (بخاری کتاب المغازی۔ باب غزوۂ احد۔ حدیث نمبر ۴۰۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے قرآن مجید میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(آل عمران۔ ۱۵۲)

''اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے، اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے، تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں پھر بھی معاف ہی کر دیا، کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی ہی نظر عنایت رکھتا ہے۔''

ابوسفیان اور خالد بن ولید نے میدان احد میں شکست کھائی لیکن خالد بن ولید کی نظریں اس درے پر لگی ہوئی تھیں۔ جو اس سے پہلے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کر چکا تھا۔ جب پچاس میں سے چالیس تیر انداز یہ محاذ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ تو خالد بن ولید نے اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر شہسواروں سمیت اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچا اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے بقیہ ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر کے ایک نعرہ بلند کیا جس سے مشرکین کی فوج کو اس نئی صورتحال کا علم ہو گیا اور وہ بھی اسلامی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اب اسلامی لشکر آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آ چکا تھا۔ جب اسلامی لشکر کفار کے نرغے میں آ گیا تو صورت حال یہ ہو گئی کہ ایک گروہ تو بالکل ہوش کھو بیٹھا اسے صرف جان کی پڑ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے میدان جنگ چھوڑ دیا اور مدینے میں جا پہنچا کچھ مہاجرین پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور ایک گروہ پیچھے کی طرف پلٹا تو مشرکین کے ساتھ خلط ملط ہو گیا۔ یعنی دونوں لشکر گڈمڈ ہو گئے اور ایک دوسرے کا پتہ نہ چل سکا۔ اس عالم میں مسلمانوں کے ہاتھوں بعض مسلمان قتل ہو گئے۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ احد کے دن پہلے مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد ابلیس نے آواز لگائی اللہ کے بندو پیچھے............ اس پر صف پلٹی اور پچھلی صف سے گتھ گئی۔ حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد پر حملہ ہو رہا ہے وہ پکار اٹھے اللہ کے بندو! میرے والد ہیں۔ لیکن خدا کی قسم لوگوں نے ان سے ہاتھ نہ روکا یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا۔ حذیفہؓ نے کہا اللہ آپ کی مغفرت کرے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۶۵)

جب دشمن نے عقب سے حملہ کیا اور مسلمان لشکر کے نرغے میں آ گئے تو آنحضرت ﷺ کے پاس صرف نو صحابہ کرام رہ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اُفْرِدَ یَوْمَ اُحُدٍ فِیْ سَبْعَۃٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَرَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ احد کے دن (جب کافروں کا غلبہ ہوا اور مسلمان مغلوب ہو گئے) اکیلے رہ گئے۔ سات آدمی انصار کے اور دو قریش کے آپ ﷺ کے پاس رہ گئے تھے۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4641)

آنحضرت ﷺ کے سامنے اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے اس وقت دو راستے تھے۔ ایک راستہ یہ تھا کہ آپ بھی بھاگ کر محفوظ جگہ پر چلے جاتے۔ اور اپنے لشکر کو جو دشمن کے نرغے میں تھا اس کی قسمت پر چھوڑ دیتے اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہ کو بلاتے اور ان کو اپنے پاس جمع کر کے ایک مضبوط محاذ تشکیل دیتے اور اسکے ذریعے مشرکین کا گھیرا توڑ کر اپنے لشکر کے لیے احد کی بلندی کی طرف جانے کا راستہ بناتے۔ آزمائش کے اس نازک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر شجاعت اور بہادری اور عظمت و عزیمت کا راستہ اختیار فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے خالد بن ولید کے شہسواروں کو دیکھتے ہی نہایت بلند آواز سے صحابہ کرام کو پکارا اللہ کے بندے...... ادھر۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہ آواز مسلمانوں سے پہلے مشرکین تک پہنچے گی اور ہوا بھی یہی۔ چنانچہ یہ آواز سن کر مشرکین کو یقین ہو گیا کہ آپ یہاں موجود ہیں۔ لہٰذا ایک دستے نے آپ ﷺ پر حملہ کر دیا اور یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی کہ آپ ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ ایک افواہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔

﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۃ العمران۔ ۱۵۳)

''یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا ہوش تمہیں نہ تھا۔ اور رسول تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔ اس وقت تمہاری اس روش کا بدلہ اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے، تاکہ آئندہ کے لیے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔'' اس سے قبل آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــــًٔا ۭ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾﴾ (آل عمران ۳۔ ۱۴۴ تا ۱۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی اور رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے۔ انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔ کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مرسکتا موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے۔ جو شخص ثواب دنیا کے ارادے سے کام کرے گا اس کو ہم دنیا ہی میں سے دے دیں گے۔ اور جو ثواب آخرت کے ارادے سے کام کرے گا۔ وہ آخرت کا ثواب پائے گا۔ شکر کرنے والوں کو ہم ان کی جزا ضرور عطا کریں گے۔ اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں مصیبتیں ان پر پڑیں، ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ ان کی دعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رب۔ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہے اسے معاف کردے، ہمارے قدم جمادے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر، آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی پکار مشرکین نے سن لی اور آپ کو پہچان لیا۔ کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں سے زیادہ آپؐ کے قریب تھے چنانچہ انہوں نے جھپٹ کر آپؐ پر حملہ کر دیا۔ اور کسی مسلمان کی آمد سے پہلے پہلے فیصلہ کن طاقت کا استعمال کر ڈالا۔ یہ فوری حملے کے نتیجے میں مشرکین اور وہاں پر موجود نو صحابہ کرام کے درمیان نہایت سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی جس کے نتیجے میں جانبازوں نے تاریخ اسلام کو سنہری حروف میں لکھا۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کے دن جب کفار نے آپؐ پر چڑھائی کی تو آپؐ نے فرمایا

["مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا وَلَهُ الْجَنَّةُ وَهُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ."]

''ان (دشمنوں) کو کون ہم سے پھیرتا ہے؟ اس کو جنت ملے گی یا جنت میں (وہ) میرا ساتھی ہوگا۔

["فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ:"]

ایک انصاری آگے بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

["فَلَمَّا رَهِقُوهُ أَيْضًا قَالَ مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا وَلَهُ الْجَنَّةُ أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى قُتِلَ السَّبْعَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِصَاحِبَيْهِ مَا أَنْصَفْنَا أَصْحَابَنَا."] (مسلم کتاب الجهاد والسیر حدیث نمبر ۴۶۴۱)

''کفار نے پھر چڑھائی کی آپؐ نے فرمایا کون ہے جو ان کو لوٹاتا ہے؟ اس کو جنت ملے گی یا جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ ایک اور انصاری آگے بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ پھر یہی حال رہا یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہم نے اپنے اصحاب کے ساتھ انصاف نہ کیا۔ (یا ہمارے اصحاب نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا) پہلی صورت میں اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ قریش بیٹھے رہے اور انصار شہید ہو گئے دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہمارے اصحاب جو جان بچا کر بھاگ گئے انہوں نے انصاف نہ کیا اور ان کے بھائی شہید ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو بچانے کی فکر میں رہے۔''

ان ساتوں میں آخری صحابی حضرت عمارہ بن یزید بن السکن تھے۔ وہ لڑتے رہے، لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ کچھ دیر بعد مسلمانوں کی ایک اور جماعت وہاں جا پہنچی اس نے کفار کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو ان کے نرغے سے نکال لیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا ابن السکن کو ''اُدْنُوْهُ مِنِّيْ، اُدْنُوْهُ مِنِّيْ'' میرے قریب کرو۔ اس کو میرے قریب کردو۔ اس کو قریب اٹھا کر لایا گیا۔ آپؐ نے اسے زانوئے مبارک کو تکیہ بنا کر لٹا لیا اور وہ اس حالت میں جان بحق ہو گئے کہ ان کا رخسار رسولؐ کے زانو مبارک پر تھا۔ (سیرت ابن ہشام: ج ۲: ص: ۶۴)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر انتہائی سخت ہو جس نے اس کے نبی کے ساتھ یہ کیا۔ آپ کا اشارہ آگے کے دندان مبارک (کے ٹوٹ جانے) کی طرف تھا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس شخص (ابی بن خلف) پر انتہائی سخت ہوا جسے اس کے نبی ﷺ نے اللہ کے راستے میں قتل کیا۔ اور حضرت عباسؓ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اس شخص پر نازل ہوا جسے اللہ کے نبی نے قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب اس شخص پر نازل ہوا (عبداللہ بن قمیہ لعنۃ اللہ علیہ) رسول اللہ ﷺ کے چہرے مبارک کو خونا خون کیا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۷۳، ۴۰۷۶)

ان احادیث میں جنگ احد کا ایک انتہائی خطرناک پہلو سامنے آیا ہے وہ یہ کہ رسول ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ آپؐ کے اگلے چار دانت شہید ہو گئے، جس سے آپ ﷺ کو شدید تکلیف پہنچی۔ یہ حرکت کرنے والا ایک کافر عبداللہ بن قمیہ تھا جس پر قیامت تک اللہ کی لعنت نازل ہوتی رہے گی۔ اس جنگ میں دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ خود رسول ﷺ کے دست مبارک سے مکہ کا مشہور کافر ابی بن خلف قتل ہوا۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے کسی کو مارنا نہیں چاہتے تھے مگر یہ ابی بن خلف کی انتہائی بدقسمتی کی دلیل ہے کہ وہ خود آپ ﷺ کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔

ایک اور حدیث جو حضرت سہل بن سعدؓ سے ہے ان سے نبیؐ کے زخموں کے بارے میں سوال کیا گیا جو آپؐ کو غزوہ احد میں پہنچے تھے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''اللہ کی قسم، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو کس نے دھویا تھا اور کون ان پر پانی ڈال رہا تھا اور کس دوا سے آپ کا علاج کیا گیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی خون دھو رہی تھیں۔ حضرت علی ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون اور زیادہ نکل کر آ رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور پھر اسے زخم پر چپکا دیا جس سے خون کا آنا بند ہو گیا۔ اسی دن آپؐ کے آگے کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہو گیا تھا۔ خُود سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔
(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا کہ یہ حضرت جبریلؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ہتھیار بند، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے۔ایک اور حدیث جو حضرت سعد بن ابی وقاص سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر میں نے رسول ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کے ساتھ دو اور صاحب حضرت جبریل اور میکائیل انسانی شکل میں آئے ہوئے تھے) وہ آپ کو اپنی حفاظت میں لے کر کفار سے بڑی سختی سے لڑ رہے تھے۔ان کے جسم پر سفید کپڑے تھے۔میں نے انہیں نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔(صحیح بخاری۔کتاب المغازی۔حدیث نمبر ۴۰۴۱، ۴۰۵۴)

حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا اس ہاتھ سے انہوں نے غزوہ احد کے دن نبیؐ کی حفاظت کی تھی۔(صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۰۶۳)

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں جب مسلمان نبیؐ کے پاس سے منتشر ہو کر پسپا ہو گئے تو حضرت ابوطلحہ آنحضرت ﷺ کی اپنے چمڑے کی ڈھال سے حفاظت کر رہے تھے۔حضرت ابوطلحہ بڑے تیر انداز تھے اور کمان خوب کھینچ کر تیر چلایا کرتے تھے اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں۔مسلمانوں میں سے کوئی اگر تیر کا ترکش لے کر گزرتا تو حضور ﷺ ان سے فرماتے کہ یہ تیر ابوطلحہ کے لیے یہیں رکھتے جاؤ۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مشرکین کو دیکھنے کے لیے سر اٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابوطلحہؓ عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔سر مبارک اوپر نہ اٹھایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر سے کوئی تیر آپ کو آ کر لگ جائے۔میری گردن آپ سے پہلے ہے اور میں نے دیکھا کہ جب حضرت عائشہ بنت ابوبکر اور ام سلیم (حضرت انس کی والدہ) اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے ہیں ان کی پنڈلیاں نظر آ رہی تھیں اور مشکیزے اپنی پیٹھوں پر لیے دوڑ رہی تھیں اور اس کا پانی زخمی مسلمانوں کو پلا رہی تھیں۔پھر (جب اس کا پانی ختم ہو جاتا ہے) تو واپس آتیں اور مشک بھر کر پھر لے جاتیں اور مسلمانوں کو پلاتی ہیں۔اس دن ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر گئی تھی۔

(صحیح بخاری کی کتاب۔المغازی۔حدیث نمبر ۴۰۶۳)

حضرت ابوعثمان کا بیان ہے کہ ان غزوات میں سے جن میں نبیؐ نے کفار سے قتال کیا بعض غزوہ (احد) میں ایک موقع پر آپؐ کے ساتھ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کے سوا کوئی اور باقی نہیں رہ گیا تھا۔

(صحیح بخاری کی کتاب۔المغازی۔حدیث نمبر ۴۰۶۰۔۴۱۶۱)

حضرت سعید بن مسیب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ نے اپنے ترکش کے تیر مجھے نکال کر دیے اور فرمایا ''اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ'' خوب تیر برسائے جا، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔(صحیح بخاری کی کتاب۔المغازی۔حدیث نمبر ۴۰۵۵)

صحیحین کی یہ چند روایات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احد کے دن آپ پر کیا گزری اور آپؐ کے ساتھ موجود انصار و مہاجرین پر کیا بیتی۔اگر کتب احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو روداد بہت طویل ہے۔تاہم سنن نسائی کی ایک روایت جس میں حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ پر مشرکین کے اس وقت کے حملے کا ذکر کیا ہے جب آپ انصار کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔حضرت جابر کا بیان ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو جا لیا تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو ان سے نمٹے؟ حضرت طلحہؓ نے کہا میں۔اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جابرؓ نے انصار کے آگے بڑھنے اور ایک ایک کر کے شہید ہونے کی تفصیل ذکر کی ہے۔ جسے صحیح مسلم کے حوالے سے آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب یہ شہید ہو گئے تو حضرت طلحہؓ آگے بڑھے اور گیارہ آدمیوں کے برابر تنہا لڑائی کی یہاں تک کہ انکے ہاتھ پر تلوار کی ایک ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس پر ان کے منہ سے آواز نکلی حس (سی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ پھر اللہ نے مشرکین کو پلٹا دیا۔ (فتح الباری ج۔ ۷۔ ص۔ ۳۶۱ سنن نسائی ج۔ ۲۔ ص۔ ۵۲۔ ۵۳۔)

مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ حضرت طلحہ کو احد کے روز انتالیس یا پینتیس زخم آئے اور انکی نچلی اور شہادت کی انگلیاں شل ہو گئیں۔ (فتح الباری ج۔ ۷۔ ص۔ ۳۶۱)

اور ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کے بارے میں احد کے دن فرمایا کہ جو شخص روئے زمین پر کسی شہید کو زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (مشکوۃ ج۔ ۲۔ ۵۶۶، سیرت ابن ہشام۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۶)

صحابہؓ پروانوں کی طرح واپس لوٹ آئے

یہ تو تھے وہ نو جانباز صحابہ کرامؓ جن میں سے سات نے جام شہادت نوش کیا اور دو نے بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ یہ حادثہ بالکل اچانک پیش آیا تھا۔ ظاہر ہے تمام صحابہ کرامؓ پورے اخلاص کے ساتھ شریک جہاد تھے اور درہ پر مامور تیر اندازوں کی غلطی سے جب دشمن نے موقع پا کر یکدم اچانک پیچھے سے حملہ کر دیا تو بھگدڑ کی کیفیت کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی آواز سنتے ہی صحابہ کرامؓ آپ کی طرف بے تحاشا دوڑ کر واپس آئے کہ کہیں کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آ جائے۔ مگر یہ لوگ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو چکے تھے۔ جو صحابہ کرامؓ بھاگ کر ذرا دور پہنچ چکے تھے وہ بھی بدلی ہوئی صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے واپس میدان جنگ کی طرف پلٹے اور جہاد و قتال میں عملاً شریک ہو گئے۔ میدان جنگ میں پلٹنے والے صحابہ کرام کے سامنے یہ منظر تھا کہ چھ انصاری صحابی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ اور ساتویں انصاری زخمی ہو کر گر چکے تھے اور حضرت سعد اور حضرت طلحہ جان توڑ کر مدافعت کر رہے تھے۔ ان واپس پلٹنے والے لوگوں نے اپنے جسموں اور ہتھیاروں سے نبی کریم ﷺ کے گرد باڑھ تیار کر دی اور دشمن کے تابڑ توڑ حملے روکنے میں انتہائی بہادری اور فداکاری سے کام لیا۔ آپؐ کے پاس پہلے پلٹ کر آنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے۔

صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے روداد احد بیان کرتے ہوئے فرمایا "احد کے دن (محافظین کے سوا تمام صحابہ کرام آپؐ کو آپؐ کی قیام گاہ یا کنٹرول روم میں چھوڑ کر اگلی صفوں میں چلے گئے تھے۔ پھر گھیراؤ کے حادثے کے وقت) سارے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں پہلا شخص تھا جو نبی کریم ﷺ کے پاس پلٹ کر آیا۔ دیکھا تو آپؐ کے سامنے ایک آدمی تھا جو آپؐ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور آپؐ کو دشمن سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تم طلحہؓ ہو۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ تم طلحہؓ ہو۔ تم پر میرے باپ فدا ہوں۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح میرے پاس آ گئے۔ وہ اس طرح دوڑ رہے تھے گویا چڑیا (اڑ رہی) ہے۔ یہاں تک کہ مجھ سے آ ملے۔ اب ہم دونوں نبی کریم ﷺ کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے آگے حضرت طلحہؓ بچھے پڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اپنے بھائی کو سنبھالو اس نے (جنت) واجب کر لی۔ حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ (ہم پہنچے) آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا اور خود کی دو کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار میں دھنس چکی تھیں میں نے انہیں نکالنا چاہا تو ابوعبیدہ نے کہا، خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے۔ اس کے بعد انہوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تا کہ رسول اکرم ﷺ کو اذیت نہ پہنچے اور بالآخر ایک کڑی اپنے منہ سے کھینچ کر نکال دی لیکن (اس کوشش میں) ان کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ اب دوسری میں نے کھینچنی چاہی تو ابوعبیدہ نے کہا "ابوبکر! خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجئے۔ اس کے بعد دوسری بھی آہستہ آہستہ کھینچی۔ لیکن ان کا دوسرا نچلا دانت بھی گر گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اپنے بھائی طلحہؓ کو سنبھالو (اس نے جنت) واجب کر لی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ اب ہم طلحہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سنبھالا (اس وقت تک) ان کو دس سے زیادہ زخم آ چکے تھے۔

پھر ان ہی نازک ترین لمحات کے دوران آنحضرتؐ کے گرد مزید جانثار صحابہؓ کی ایک جماعت بھی آن پہنچی جن میں ابودجانہؓ، مصعب بن عمیرؓ، علی بن ابی طالبؓ، سہیل بن حنیفؓ، مالک بن سنانؓ، ام عمارہؓ نسیبہ بنت کعب مازنیہ۔ قتادہ بن نعمانؓ، عمرؓ بن الخطاب، حاطبؓ بن ابی بلتعہ، اور ابوطلحہؓ۔ جیسے جیسے لشکر اسلام کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا اسی طرح مشرکین کی تعداد بھی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جارہی تھی۔ جس کے نتیجے میں ان کے حملے سخت ہوتے جارہے تھے اور ان کا دباؤ بڑھتا جارہا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان چند گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں جا گرے جنہیں عامر فاسق نے اسی قسم کی شرارت کے لیے کھود رکھا تھا اور اس کے نتیجے میں آپ کا گھٹنا موچ کھا گیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ تھاما اور طلحہ بن عبیداللہ نے (جو خود بھی زخموں سے چور تھے) آپؐ کو آغوش میں لے لیا۔ تب آپؐ برابر کھڑے ہو سکے۔

حضرت نافع بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مہاجر صحابی کو سنا فرمارہے تھے کہ، میں جنگ احد میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہر جانب سے رسول ﷺ پر تیر برس رہے ہیں اور آپؐ تیروں کے بیچ میں ہیں لیکن سارے تیر آپؐ سے پھیر لیے جاتے ہیں۔ (یعنی آگے گھیرا ڈالے ہوئے صحابہ انہیں روک لیتے تھے) اور میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن شہاب زہری کہہ رہا تھا کہ، مجھے بتاؤ محمد کہاں ہے؟ اب یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ (حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تھے۔) آپؐ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر وہ آپؐ سے آگے نکل گیا۔ اس پر صفوان نے اسے ملامت کیا۔ جواب میں اس نے کہا "واللہ میں نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ خدا کی قسم وہ ہم سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم چار آدمی یہ عہد و پیمان کر کے نکلے کہ انہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن ان تک نہ پہنچ سکے۔
(زادالمعاد۔ج۔۲۔ص۔۹۷)

بہر حال اس موقع پر مسلمانوں نے ایسی بے مثال جانبازی اور تابناک قربانیوں کا مظاہرہ کیا کہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ گزشتہ صفحات میں آپ حضرت ابوطلحہؓ کی جرأت و بہادری کے واقعات پڑھ چکے ہیں۔ مزید چند صحابہ کرام کے بے مثال کارنامے ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت ابودجانہؓ نبی ﷺ کے آگے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ کو آپؐ کے لیے ڈھال بنا دیا ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ ہلتے نہ تھے۔ (سیرت ابن ہشام ج۔۲۔ص۔۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے عتبہ بن ابی وقاص کا پیچھا کیا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید کیا تھا اور اسے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا سر چھٹک گیا۔ پھر اس کے بعد اس کے گھوڑے اور تلوار پر قبضہ کرلیا۔۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بہت زیادہ خواہاں تھے کہ اپنے اس بھائی عتبہ کو قتل کریں مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ بلکہ یہ سعادت حضرت حاطب ؓ کی قسمت میں تھی۔

حضرت سہل بن حُنَیف بھی بڑے جانباز تیر انداز تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی اور اسکے بعد مشرکین کو نہایت زور و شور سے دفع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تیر چلا رہے تھے چنانچہ حضرت قتادہ بن نعمان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ اس کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ پھر اس کمان کو حضرت قتادہ ؓ بن نعمان نے لے لیا اور وہ انہیں کے پاس رہی اس روز یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت قتادہ ؓ کی آنکھ چوٹ کھا کر چہرے پر ڈھلک آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے پپوٹے کے اندر داخل کردیا۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہی زیادہ خوبصورت لگتی تھی اور اسکی بینائی زیادہ تیز تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی جس سے ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ اور انہیں بیس یا بیس سے زیادہ زخم آئے جن میں سے بعض زخم پاؤں میں لگے اور وہ لنگڑے ہوگئے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ کے والد مالک بن سنان ؓ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا۔ آپ ؐ نے فرمایا اسے تھوک دو۔ انہوں نے کہا واللہ اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھے۔ اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

ایک نادر کارنامہ خاتون صحابیہ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب ؓ نے انجام دیا۔ وہ چند مسلمانوں کے درمیان لڑتی ہوئی ابن قمیۂ کے سامنے آگئی۔ ابن قمیۂ نے ان کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ گہرا زخم ہوگیا۔ انہوں نے بھی ابن قمیۂ کو اپنی تلوار کی کئی ضربیں لگائیں لیکن کمبخت دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ اس لیے بچ گیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے لڑتے بھڑتے بارہ زخم کھائے۔

حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے بھی انتہائی پامردی اور جانبازی سے جنگ کی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن قمیہ اور اسکے ساتھیوں کے پے در پے حملوں کا دفاع کر رہے تھے۔ انہی کے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا پھریرا تھا۔ ظالموں نے ان کے داہنے ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا اور کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ بالآخر ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے جھنڈے پر گھٹنے ٹیک کر اسے سینے اور گردن کے سہارے لہرائے رکھا۔ اور اسی حالت میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کا قاتل ابن قمیہ تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ہیں۔ کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر ؓ آپ ؐ کے ہم شکل تھے۔ چنانچہ وہ حضرت مصعب ؓ کو شہید کر کے مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلا چلا کر اعلان کیا کہ محمدؐ قتل کر دیے گئے۔

ابن قمیہ کے اس اعلان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مسلمانوں اور مشرکین دونوں میں پھیل گئی۔ اور یہی وہ نازک لمحہ تھا جس میں حضورؐ سے الگ تھلگ نرغے میں آئے ہوئے بہت سے صحابہ کرام ؓ کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ انکے عزائم سرد پڑ گئے۔ اور ان کی صفیں اتھل پتھل اور بدنظمی و انتشار کا شکار ہوگئیں۔ مگر آپ ؐ کی شہادت کی یہی خبر اس حیثیت سے مفید ثابت ہوئی کہ اس کے بعد مشرکین کے پُر جوش حملوں میں کسی قدر کمی آ گئی کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا آخری مقصد پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب بہت سے مشرکین نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملہ بند کر کے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا۔ انہوں نے جم کر لڑائی کی۔ وہاں پر موجود باقی صحابہ کرام نے بھی بے مثال جانبازی و سرفروشی کے ساتھ دفاع اور حملہ کیا جس سے بالآخر اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی صفیں چیر کر نرغے میں آئے ہوئے صحابہ کرام کی جانب راستہ بنائیں۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور صحابہ کرامؓ کی طرف تشریف لائے۔ سب سے پہلے حضرت کعبؓ نے آپ کو پہچانا۔ خوشی سے چیخ اٹھے مسلمانو! خوش ہو جاؤ! یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔ تاکہ مشرکین کو آپؐ کی موجودگی اور مقام موجودگی کا پتہ نہ لگ سکے۔ مگر ان کی آواز مسلمانوں کے کان تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ مسلمان آپؐ کی پناہ میں آنا شروع ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ تقریباً تیس صحابہ جمع ہو گئے۔ جب اتنی تعداد جمع ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی گھاٹی یعنی کیمپ کی طرف ہٹنا شروع کیا مگر چونکہ اس واپسی کے معنی یہ تھے کہ مشرکین نے مسلمانوں کو نرغے میں لینے کی جو کارروائی کی تھی وہ بے نتیجہ رہ جائے۔ اس لیے مشرکین نے اس واپسی کو ناکام بنانے کے لیے اپنے تابڑ توڑ حملے جاری رکھے۔ مگر آپؐ نے ان حملہ آوروں کا ہجوم چیر کر راستہ بنا ہی لیا اور شیران اسلام کی شجاعت و شہ زوری کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ اسی اثناء میں مشرکین کا ایک اڑیل شہسوار عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو دو ہاتھ کرنے کے لیے ٹھہر گئے مگر مقابلے کی نوبت نہ آئی کیونکہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے میں گر گیا اور اتنے میں حارثؓ بن صمہ نے اس کے پاس پہنچ کر اسے للکارا اور اسکے پاؤں پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہیں بٹھا دیا۔ پھر اس کا کام تمام کر کے اس کا ہتھیار لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے۔ مگر اتنے میں مکی فوج کے ایک دوسرے سوار عبداللہ بن جابر نے پلٹ کر حضرت حارث بن صمہ پر حملہ کر دیا اور ان کے کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا۔ مگر مسلمانوں نے لپک کر انہیں اٹھا لیا۔ ادھر خطرات سے کھیلنے والے مرد مجاہد حضرت ابودجانہؓ جنہوں نے آج سرخ پٹی باندھی ہوئی تھی عبداللہ بن جابر پر ٹوٹ پڑے اور اسے تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔

کرشمۂ قدرت دیکھئے کہ اس خونریز اور مار دھاڑ کے دوران مسلمانوں کو نیند کی جھپکیاں بھی آ رہی تھیں اور جیسا کہ قرآن نے بتلایا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے امن و طمانیت تھی۔ ابوطلحہؓ کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد کے روز نیند چھا رہی تھی۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گر گئی۔ حالت یہ تھی کہ وہ گرتی تھی اور میں پکڑتا تھا پھر گرتی تھی اور پھر میں پکڑتا تھا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۴۰۶۸، ۴۵۶۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کی جانبازی و جان سپاری کے ساتھ یہ دستہ منظم طور پر پیچھے سے ہٹتا ہوا پہاڑی کی گھاٹی میں واقع کیمپ تک جا پہنچا اور بقیہ لشکر کے لیے بھی اس محفوظ مقام تک پہنچنے کا راستہ بنا دیا۔ چنانچہ باقی ماندہ لشکر بھی اب آپؐ کے پاس آ گیا اور خالد بن ولید کی فوجی عبقریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی عبقریت کے سامنے ناکام ہو گئی۔

آنحضرتؐ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تشریف لا چکے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ محمد کہاں ہے؟ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ صحابہؓ نے کہا، یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے آنے دو۔ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حارث بن صمہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا تو اس طرح لوگ ادھر ادھر اڑ گئے، جیسے اونٹ اپنے بدن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپؐ اس کے سامنے آ پہنچے۔ اس کی خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی جگہ کھلی دکھائی دی۔ آپؐ نے اسی پر ٹکا کر ایسا نیزا مارا کہ وہ گھوڑے سے کئی بار لڑھک لڑھک گیا۔ جب قریش کے پاس گیا۔ درآنحالیکہ گردن میں کوئی بڑی خراش نہ تھی۔ البتہ خون بند تھا اور بہتا نہ تھا تو کہنے لگا، مجھے واللہ محمدؐ نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے دل چھوڑ دیا ہے۔ ورنہ واللہ کوئی خاص چوٹ نہیں ہے۔ اس نے کہا! وہ مکے میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس لیے خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو میری جان چلی جاتی۔ بالآخر اللہ کا یہ دشمن مکہ واپس ہوتے ہوئے مقام سرف پہنچ کر مر گیا۔ ابوالاسود نے حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ یہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

(مختصر سیرۃ الرسول شیخ عبداللہ۔ ص۔ ۲۵۰)

پہاڑ کی طرف واپسی کے دوران ایک چٹان آ گئی۔ آپؐ نے اس پر چڑھنے کی کوشش کی مگر چڑھ نہ سکے کیونکہ ایک تو آپ کا بدن بھاری ہو چکا تھا دوسرے آپؐ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی اور پھر آپؐ کو سخت چوٹیں بھی آئی تھیں۔ لہٰذا حضرت طلحہ بن عبیداللہ نیچے بیٹھ گئے اور آپ کو کندھوں پر اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح آپؐ چٹان پر پہنچ گئے۔ آپؐ نے فرمایا طلحہ نے (جنت) واجب کر لی۔

(سیرت ابن ہشام۔ ج: ۲: ص: ۶۶)

مشرکین کا آخری حملہ

جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی کے اندر اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئے تو مشرکین نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی آخری کوشش کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ گھاٹی کے اندر تشریف فرما تھے۔ ابوسفیان اور خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکین کا ایک دستہ چڑھ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ یہ ہم سے اوپر نہ جانے پائیں۔ پھر حضرت عمرؓ بن خطاب اور مہاجرین کی ایک جماعت نے لڑ کر انہیں پہاڑ سے اترنے پر مجبور کر دیا۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص۔ ۶۹۔ ۷۰)

مغازی اموی کا بیان ہے کہ مشرکین پہاڑ پر چڑھ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا۔ ان کے حوصلے پست کرو۔ یعنی انہیں پیچھے دھکیل دو۔ انہوں نے کہا میں تنہا ان کے حوصلے کیسے پست کروں؟ اس پر آپؐ نے تین بار یہی بات دہرائی۔ بالآخر حضرت سعدؓ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک شخص کو مارا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے پھر وہی تیر لیا۔ اسے پہچانتا تھا اور اس سے دوسرے کو مارا تو اس کا بھی کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر تیر لیا۔ اسے پہچانتا تھا اور اس سے ایک تیسرے کو مارا تو اس کی بھی جان جاتی رہی۔ اس کے بعد مشرکین نیچے اتر گئے۔ میں نے کہا یہ مبارک تیر ہے۔ پھر میں نے اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا۔ یہ تیر زندگی بھر حضرت سعدؓ کے پاس رہا۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے پاس رہا۔

(زاد المعاد۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۹۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہدائے احد کا مثلہ

یہ آخری حملہ تھا جو مشرکین نے نبی ﷺ کے خلاف کیا تھا چونکہ انہیں آپؐ کے انجام کا صحیح علم نہ تھا بلکہ آپؐ کی شہادت کا تقریباً یقین تھا اس لیے انہوں نے اپنے کیمپ کی طرف پلٹ کر مکہ واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ کچھ مشرک مرد اور عورتیں مسلمان شہداء کے مثلہ میں مشغول ہو گئے۔ یعنی شہیدوں کی شرمگاہیں، کان، ناک وغیرہ کاٹ لیے۔ پیٹ چیر دیئے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چاک کر دیا اور منہ میں ڈال کر چبانا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا۔ اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار بنایا۔ (سیرت ابن ہشام: ۲: ص: ۷۴۔۷۵)

آخر تک جنگ لڑنے کے لیے مسلمانوں کی مستعدی

پھر آخری وقت میں دو ایسے واقعات پیش آئے جن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جانباز و سرفروش مسلمان اخیر تک جنگ لڑنے کے لیے کس قدر مستعد تھے اور اللہ کی راہ میں جان دینے کا کیسا ولولہ خیز جذبہ رکھتے تھے۔

ا۔ حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں ان مسلمانوں میں تھا جو گھاٹی سے باہر آئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مشرکین کے ہاتھوں مسلمانوں کا مثلہ کیا جا رہا ہے۔ تو رک گیا۔ پھر آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک جو بھاری بھر کم زرہ میں ملبوس تھا شہیدوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اور کہتا جا رہا تھا کہ کٹی ہوئی بکریوں کی طرح ڈھیر ہو گئے۔ اور ایک مسلمان اس کی راہ تک رہا تھا۔ وہ بھی زرہ پہنے ہوئے تھا۔ میں چند قدم اور بڑھ کر اس کے پیچھے ہو لیا پھر کھڑے ہو کر آنکھوں ہی آنکھوں میں مسلم اور کافر کو تولنے لگا۔ محسوس ہوا کہ کافر اپنے ڈیل ڈول اور ساز و سامان دونوں کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اب میں دونوں کا انتظار کرنے لگا بالآخر دونوں میں ٹکر ہو گئی اور مسلمان نے کافر کو ایسی تلوار ماری کہ وہ پاؤں تک کاٹتی چلی گئی۔ مشرک دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ پھر مسلمان نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا: او کعبؓ! کیسی رہی؟ میں ابو دجانہ ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج: ۴۔ ص۔ ۱۷)

خاتمہ جنگ پر کچھ مومن عورتیں میدان جہاد میں پہنچیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا کہ پنڈلی پازیب تک کپڑے چڑھائے پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لا رہی تھیں۔ اور زخمیوں کے منہ میں انڈیل رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ احد کے روز ام سلیط ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھیں۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۰۶۴) ان ہی عورتوں میں حضرت ام ایمن بھی تھیں۔ انہوں نے جب شکست خوردہ مسلمانوں کو دیکھا کہ مدینے میں گھسنا چاہتے ہیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں اور کہنے لگیں یہ سوت کاتنے کا تکلا لو اور ہمیں تلوار دو۔ (ہماری زبان میں تم چوڑیاں پہن لو) اس کے بعد تیزی سے میدان جنگ کی طرف پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ ان پر حبان بن عرقہ نے تیر چلایا۔ وہ گر پڑیں اور پردہ کھل گیا۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ بات گراں گزری۔ اور آپؐ نے سعد بن ابی وقاص کو بغیر انی کے تیر دے کر فرمایا اسے چلاؤ۔ حضرت سعدؓ نے چلایا تو وہ تیر حبان کے حلق میں لگا اور وہ چت گرا اور اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس طرح ہنسے کہ جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ فرمایا سعدؓ نے ام ایمن کا بدلہ چکا لیا۔ اللہ ان کی دعا قبول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔(السیرۃ الحلبیہ۔۲۔۲۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی کے اندر اپنی قیام گاہ میں ذرا قرار پالیا تو حضرت علی بن ابی طالب مہراس سے اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے...... کہا جاتا ہے کہ مہراس پتھر کا بنا ہوا وہ گھڑا ہوتا ہے جس میں زیادہ پانی آسکتا ہو اور کہا جاتا ہے کہ یہ احد میں ایک چشمے کا نام تھا۔ بہر حال حضرت علیؓ نے وہ پانی نبی علیہ السلام کی خدمت میں پینے کے لیے پیش کیا۔ آپؐ نے قدرے ناگوار بو محسوس کی اس لیے اسے پیا تو نہیں البتہ اس سے چہرے کا خون دھولیا اور سر پر بھی ڈال لیا۔ اس حالت میں آپؐ فرمار ہے تھے اس شخص پر اللہ کا غضب ہو جس نے اسکے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا۔(سیرت ابن ہشام۔۷۔ص۔۶۹)

ادھر حضرت محمد بن مسلمہؓ شیریں اور خوش ذائقہ پانی لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اور دعائے خیر دی۔(السیرۃ الحلبیہ ۲:۳۰)زخم کے اثر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بیٹھے بیٹھے پڑھی اور صحابہ کرام نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔
(سیرت ابن ہشام)

اس کے بعد مشرکین نے واپسی کی تیاری مکمل کر لی تو ابو سفیان جب احد پر نمودار ہوا اور باآواز بلند بولا کیا تم میں محمد ہیں؟ لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکرؓ) ہیں؟ لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر سوال کیا؟ کیا تم میں عمرؓ بن خطاب ہیں؟ لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اس کا جواب دینے سے منع فرما دیا تھا۔ ابو سفیان نے ان تین کے سوا کسی اور کے بارے میں نہ پوچھا کیونکہ اسے اور اس کی قوم کو معلوم تھا کہ اسلام کا قیام ان ہی تینوں کے ذریعے سے ہے۔ بہر حال جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے کہا چلو ان تینوں سے فرصت ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بے قابو ہو گئے اور بولے او اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا۔

''تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا ہے لیکن میں نے نہ حکم دیا تھا اور نہ اس کا برا ہی منایا ہے۔'' پھر اُعْلُ ھُبَل ۔ ھبل بلند ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو ''اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ''۔ اللہ اعلیٰ اور برتر ہے۔

پھر ابو سفیان نے نعرہ لگایا ''لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ''۔ ہمارے لیے عزّیٰ ہے اور تمہارے لیے عزّیٰ نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا، کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُم ۔ اللہ ہمارا مولی ہے اور تمہارا کوئی مولی نہیں۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا۔ اچھا کارنامہ رہا۔ آج کا دن جنگ بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۳۹۔۴۰۴۳)

حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا ''برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں''
(ابن کثیر تفسیر آل عمران ۳۔۱۴۹ تا ۱۵۳)

اس کے بعد ابو سفیان نے کہا عمر! میرے قریب آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ، دیکھو کیا کہتا ہے۔ وہ قریب آئے تو ابو سفیان نے کہا، عمر میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا واللہ نہیں۔ بلکہ وہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا تم میرے نزدیک اب قمیہ سے زیادہ سچے اور راست باز ہو۔
(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲ ص۔ ۷۷۔ ۷۸)

بدر میں ایک اور جنگ لڑنے کا عہد و پیمان

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان اور اس کے رفقاء واپس ہونے لگے تو ابوسفیان نے کہا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ ہے۔ رسول اللہؐ نے ایک صحابی سے فرمایا: کہہ دو ٹھیک ہے۔ اب یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی۔
(سیرت ابن ہشام۔ ص۔)

آنحضرت ﷺ زخموں سے چور چور تھے اور ڈیڑھ سو صحابہ کرام بھی۔ بعض کم تھے اور بعض شدید زخمی تھے۔ جو چلنے پھرنے سے قاصر تھے۔ اس اعلان کے بعد کہ جو لوگ کل جنگ احد میں شریک تھے وہ فی الفور جمع ہو جائیں، جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے انہیں لشکر قریش کے تعاقب کا حکم دیا سب لوگ تعاقب مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ چلنے سے معذور لوگ بھی عزم صمیم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے یہاں دو ایمان افروز واقعات کا مطالعہ ہمارے لیے ایمان کی تقویت کا باعث ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری جو سات اور دوسری روایات کے مطابق چھ بیٹیوں کے باپ تھے اور بہت مقروض تھے۔ جنگ احد کا اعلان ہوتے ہی انہوں نے فیصلہ کیا کہ میں نے بھی جنگ میں شریک ہونا ہے اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے حضرت جابرؓ سے کہا کہ جابر تم نے گھر میں رہنا ہے اس لیے کہ تمہاری چھوٹی سات بہنیں ہیں اور میرے ذمے بہت سارا قرض ہے۔ اس لیے تمہارا گھر رہنا ضروری ہے۔ اور مجھے شہادت کی آرزو ہے۔ چنانچہ وہ جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ یہ ہفتے کے دن کی بات ہے لیکن آج لشکر اسلام دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو رہا تھا اور آنحضرت ﷺ نے یہ قید لگا دی تھی کہ کل جو لوگ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے وہ تعاقب کے لیے نکلیں گے۔ (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۵۲، ۴۰۵۳)

ان کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں جا سکتا۔ منادی کا اعلان سنتے ہی حضرت عبداللہ انصاریؓ کے بیٹے حضرت جابرؓ حاضر خدمت ہوئے اور لشکر قریش کے تعاقب میں شرکت کی خواہش کے ساتھ درخواست کی کہ کم از کم میرے لیے یہ قید ختم کی جائے کیونکہ کل میں والد کے حکم کی وجہ سے شریک جنگ نہیں ہو سکا تھا۔ جب کہ کل ان کی شہادت ہو چکی ہے اور آج میں خود مختار ہوں۔ حضرت جابرؓ نے کہا:

[يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبِي كَانَ خَلَّفَنِي عَلَى أَخَوَاتٍ لِي سَبْعٍ وَقَالَ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِي وَلَا لَكَ أَنْ نَتْرُكَ هٰؤُلَاءِ النِّسْوَةَ لَا رَجُلَ فِيهِنَّ. وَلَسْتُ بِالَّذِي أُوثِرُكَ بِالْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى نَفْسِي فَتَخَلَّفْ عَلَى أَخَوَاتِكَ فَتَخَلَّفْتُ عَلَيْهِنَّ. فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَرَجَ مَعَهُ."]

(آل عمران ۳۔ تفسیر ابن کثیر آیت نمبر ۱۷۲۔ وتہذیب سیرہ ابن ہشام ص۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱)

اے اللہ کے رسول ﷺ کل (احد) کی لڑائی میں شریک نہیں ہوا تھا اس لیے کہ میرے والد حضرت عبداللہؓ نے مجھے حکم دیا تھا کہ بیٹے تمہارے ساتھ یہ چھوٹی چھوٹی سات بہنیں ہیں۔ نہ تو میں پسند کرتا ہوں اور نہ تم کہ انہیں تنہا چھوڑ اجائے لہٰذا تم ان کے پاس رہو اور میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک جنگ ہوتا ہوں مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم جاؤ اور میں (گھر) بیٹھا رہو، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی بہنوں کے پاس رہو اور میں (جنگ احد کے لیے) جاتا ہوں۔ اس وجہ سے میں تو وہاں رہا، اور میرے والد آپؐ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے (اور شہید بھی ہو گئے) اور اب میری عین تمنا ہے کہ آج مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپؐ کے ساتھ چلوں۔ چنانچہ آپؐ نے مجھے اجازت دی۔ چنانچہ شرکائے احد کے علاوہ یہ واحد مجاہد ہیں جنہیں اللہ کے رسول نے اجازت دی اور وہ شریک جہاد ہوئے۔

دوسرا واقعہ قبیلہ بنو اشہل کے دو نوجوانوں کا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ

["اَنَّ رَجُلاً مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ، كَانَ قَدْ شَهِدَ اُحُدًا قَالَ: شَهِدْنَا اُحُداً مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَا وَاَخِيْ فَرَجَعْنَا جَرِيْحَيْنِ. فَلَمَّا اَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْخُرُوْجِ فِيْ طَلَبِ الْعَدُوِّ وَقُلْتُ لِاَخِيْ. اَوْ قَالَ لِيْ. اَتَفُوْتُنَا غَزْوَةٌ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ وَاللهِ مَا لَنَا مِنْ دَابَّةٍ نَرْكَبُهَا. وَمَا مِنَّا اِلَّا جَرِيْحٌ ثَقِيْلٌ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. وَ كُنْتُ اَيْسَرَ جِرَاحاً مِنْهُ. فَكَانَ اِذَا غَلَبَ حَمَلْتُهُ عَقَبَهُ حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ."]

(تفسیر ابن کثیر سورہ آل عمران۔ ۳۔ ۱۷۲۔ سیرت ابن ھشام)

قبیلہ بنو اشہل کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ غزوہ احد میں ہم دونوں بھائی شامل تھے اور سخت زخمی ہو کر ہم لوٹے تھے، جب اللہ کے رسولؐ کے منادی نے ندا دی تو ہم دونوں بھائیوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ افسوس نہ ہمارے پاس سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر اللہ کے نبی کے ساتھ جائیں اور نہ زخموں کے مارے جسم میں اتنی طاقت ہے کہ پیدل ساتھ ہولیں افسوس یہ غزوہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ہمارے بے شمار گہرے زخم ہمیں آج جانے سے روک دیں گے لیکن پھر ہم نے ہمت باندھی۔ مجھے اپنے بھائی کی نسبت ذرا ہلکے زخم تھے۔ جب ہمارے بھائی بالکل عاجز آ جاتے کہ قدم نہ اٹھتا تو میں انہیں جوں توں کر کے اٹھا لیتا۔ جب تھک جاتا تو اتار دیتا یونہی جوں توں کر کے ہم لشکر گاہ تک پہنچ ہی گئے۔

جنگ احد، غزوہ حمراء الاسد اپنے اختتام کو پہنچی۔ فتح کے بعد احد کی ہزیمت کے باوجود اہل ایمان نے بے مثال قربانیوں سے احد کی ہزیمت کے اثرات کو بڑی حد تک مٹا دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعاقب کی حکمت عملی نے قریش مکہ کو پسپائی پر مجبور کر دیا اور مسلمانوں کے حوصلوں کو بھی جلا بخشی۔ تاہم جنگ بدر کے موقع پر مخاصمت کے جو چار محاذ منظر عام پر آ گئے تھے وہ اپنے جملہ عزائم بد کے ساتھ کھلے ہوئے تھے۔ منافقین کا نفاق تو اس صورت میں سامنے آ گیا کہ دشمن کی نظروں کے سامنے تین سو کی تعداد میں لوگ جنگ احد کا بائیکاٹ کر کے مدینہ واپس آ گئے تھے اور کوئی بڑی خبر سننے کے منتظر تھے۔ لیکن ہزیمت کے باوجود اللہ نے آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کی نصرت فرمائی اور مکی لشکر کچھ حاصل کیے بغیر واپس چلا گیا اور جب راستے میں اس نے دیکھا کہ ہم تو خالی ہاتھ مکہ واپس جا رہے ہیں۔ تو واپس پلٹنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بپھرے ہوئے زخمی شیر کی طرح تعاقب کرنے والے صحابہ کرام کو دیکھ کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ تیسرا محاذ یہود مدینہ کا تھا اور وہ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہتے تھے اور چوتھا محاذ مدینہ منورہ سے باہر چاروں طرف بدوؤں کا تھا کہ ہر وقت بدامنی پھیلانے، رہزنی، ڈاکہ مارنے اور مسلمانوں کو ہراساں کرنے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروف رہتے تھے آئیے ہم یہ دیکھیں کہ غزوہ احد کے بعد ان چاروں گروہوں کی سرگرمیاں کیا کیا رہیں۔

جنگ احد کے بعد بدوؤں کا کردار

جنگ احد کے بعد مجموعی طور پر مسلمانوں کی شہرت اور ساکھ پر بہت برا اثر پڑا۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور مخالفین کے دلوں سے ان کی ہیبت جاتی رہی، اس کے نتیجے میں اہل ایمان کی داخلی اور خارجی مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ اسلامی ریاست مدینہ کے لیے ہر طرف سے خطرات منڈلانے لگے۔ یہود اور منافقین کے گھناؤنے کردار کے پیش نظر بدوؤں نے بھی کھل کر عداوت کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ابھی جنگ احد کو دو ماہ ہی گزر رہے تھے کہ بنو اسد بن خزیمہ کا قبیلہ مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہوا۔ مدنی حکومت کے محکمہ اطلاعات نے یہ خبر دی کہ خویلد کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم اور اپنے اطاعت شعاروں کو لے کر بنو اسد کو آنحضرت ﷺ پر حملے کے لیے منظم کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ خبر ملتے ہی آپؐ نے ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کا ایک دستہ تیار فرمایا اور حضرت ام سلمہ کو اس کا علم دے کر سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا۔ انہوں نے بڑی تیز رفتاری اور چابکدستی کے ساتھ بنو اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ان پر اس قدر اچانک حملہ کر دیا کہ وہ بھاگ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

یہ واقعہ ۴ ھجری محرم کے چاند دیکھنے کے بعد کا ہے۔ لیکن ۵ محرم ۴ھ کو ایک خبر ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی حملہ کرنے کے لیے فوج جمع کر رہا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے انکی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن انیس کو روانہ فرمایا۔ یہ ۵ محرم کو روانہ ہوئے اور ۲۳ محرم کو واپس آئے اٹھارہ دن باہر رہ کر خالد کو قتل کر کے اس کا سر لا کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس موقع پر آپؐ نے انہیں عصا مبارک مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: یہ عصا میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا۔ چنانچہ جب عبداللہ بن انیس کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ عصا بھی ان کے ساتھ ان کے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔ (زادالمعاد۔ ۲۔ ۱۰۹)

دھوکہ اور فریب سے صحابہ کرامؓ کو قتل کرنے کے منصوبے

۴ھ ماہ صفر میں ایک اندوہناک حادثہ پیش آیا کہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ان کے اندر اسلام کا کچھ چرچا ہے لہٰذا ان کے ہمراہ کچھ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے اور قرآن پڑھانے کے لیے روانہ فرمادیں آپؐ نے دس صحابہ کرام کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا اور عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا حضرت عاصم بن ثابت کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ معلمین رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی ایک چشمے پر پہنچے تو ان پر قارہ اور عضل کے مذکورہ افراد نے قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان کو چڑھا دیا اور بنولحیان کے کوئی ایک سو تیر انداز ان کے پیچھے لگ گئے اور معلمین کے نشانات قدم دیکھتے دیکھتے انہیں جالیا۔ صحابہ کرامؓ ایک ٹیلے پر پناہ گیر ہو گئے۔ بنولحیان کے ان تیر اندازوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا ”تمہارے لیے عہد و پیمان ہے کہ اگر ہمارے پاس اتر آؤ تو ہم تمہارے کسی آدمی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصمؓ نے اترنے سے انکار کر دیا اور اپنے رفقا سمیت ان سے جنگ شروع کر دی بالآخر تیروں کی بوچھاڑ سے سات صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے اور صرف تین صحابہ کرامؓ باقی رہ گئے۔ بنولحیان کے ان تیر اندازوں نے پھر اپنا عہد و پیمان دہرایا جس کے نتیجے میں یہ تینوں نیچے اتر آئے لیکن اترتے ہی انہوں نے بدعہدی کی اور انہیں پکڑ لیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی کمانوں کی تانت سے باندھ لیا۔ اس پر تینوں میں سے ایک نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے گھسیٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے تو قتل کر دیا باقی دو صحابہ حضرت خبیبؓ اور زید بن دثنہ کو مکہ لے جا کر بیچ دیا۔

حضرت زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل کر دیا اور حضرت خبیب کچھ عرصہ اہل مکہ کی قید میں رہے۔ بالآخر اہل مکہ نے ان کے قتل کا فیصلہ کیا اور مقام تنعیم پر سولی چڑھانے کے لیے لے گئے جب انہوں نے سولی پر چڑھانا چاہا تو حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔

''مجھے چھوڑ دو ذرا دو رکعت نماز پڑھ لوں۔'' مشرکین نے چھوڑا اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جب سلام پھیر چکے تو فرمایا

''بخدا اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں گھبراہٹ کی وجہ سے کر رہا ہوں تو کچھ اور (نماز) کو طول دیتا۔''

اس کے بعد دعا کرتے ہوئے کہا ''اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے پھر انہیں بکھیر کر مارنا اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔''

اس موقع پر حضرت خبیبؓ نے چند اشعار کہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''لوگ میرے گرد گروہ در گروہ جمع ہو گئے ہیں، اپنے قبائل کو چڑھا لائے ہیں اور سارا مجمع جمع کر لیا ہے۔ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آئے ہیں اور مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب کر دیا گیا ہے۔ میں اپنی بے وطنی و بیکسی کا شکوہ اور اپنی قتل گاہ کے پاس گروہوں کی جمع کردہ آفات کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ اے عرش والے! میرے خلاف دشمنوں کے جو ارادے ہیں اس پر مجھے صبر دے۔ انہوں نے مجھے بوٹی بوٹی کر دیا ہے اور میری خوراک بری ہو گئی ہے۔ انہوں نے مجھے کفر کا اختیار دیا ہے۔ حالانکہ موت اس سے کم تر اور آسان ہے۔ میری آنکھیں آنسو کے بغیر امنڈ آئیں۔ میں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے پروا نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو میں قتل ہوں گا۔ یہ تو اللہ کی ذات کے لیے ہے اور وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کیے ہوئے اعضا کے جوڑ جوڑ میں برکت دے۔''

اس موقع پر ابوسفیان کا ایک مکالمہ حضرت خبیبؓ کے ساتھ بایں الفاظ ہوا۔

ابوسفیان: کیا تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ (تمہارے بدلے) محمدؐ ہمارے پاس ہوتے، ہم انکی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے۔؟

حضرت خبیبؓ نے کہا: نہیں واللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں رہوں اور (اس کے بدلے میں) جہاں محمدؐ ہیں وہاں رہتے ہوئے کانٹا چبھ جائے، اور وہ آپ کو تکلیف دے۔''

اس کے بعد مشرکین نے انہیں سولی پر لٹکا دیا اور ان کی لاش کی نگرانی کے لیے آدمی مقرر کر دیے۔ لیکن حضرت عمرو بن امیہ ضمری تشریف لائے اور رات میں جھانسہ دے کر لاش اٹھا لے گئے اور اسے دفن کر دیا۔ حضرت خبیب کا قاتل عقبہ بن حارث تھا۔ حضرت خبیبؓ نے اس کے باپ حارث کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔

بخاری کی روایت ہے کہ حضرت خبیب پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قتل کے موقع پر دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ شروع کیا۔ انہیں دوران قید دیکھا گیا کہ وہ انگور کے گچھے کھا رہے تھے حالانکہ ان دنوں مکے میں کھجور بھی نہیں ملتی تھی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۱۰۰۱۔ ۴۰۸۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حادثہ رجیع سے بھی زیادہ سنگین المیہ بئر معونہ کا ہے جو ۴ھ صفر ہی کے مہینہ میں پیش آیا جس میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ اس المیہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔ یہ ابو براء عامر بن مالک جو ''مُلاعِبُ الأَسنَّة (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ دارالحکومت مدینہ میں خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اپنے اصحاب کو دعوت دین کے لیے اہل نجد کے پاس بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعوت قبول کرلیں گے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اپنے صحابہ کے متعلق اہل نجد سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا وہ میری پناہ میں ہوں گے۔ اس پر نبی ﷺ نے ابن اسحاق کے بقول چالیس اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ستر آدمیوں کو اس کے ہمراہ بھیج دیا۔ ستر ہی کی روایت درست ہے۔ اور منذر بن عمرو کو جو بنو ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے اور ''مُعْتَقٌ لِلْمَوْت'' (موت کے لیے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور تھے، ان کا امیر بنا دیا۔ یہ لوگ فضلاء قراء اور سادات واخیار صحابہ تھے۔ دن کو لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور رات کو خدا کے حضور مناجات اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس طرح چلتے چلاتے معونہ کے کنوئیں پر جا پہنچے۔ یہ کنواں بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان ایک زمین پر واقع ہے۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان صحابہ کرامؓ نے ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا خط دے کر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا۔ لیکن اس نے خط کو دیکھا تک نہیں اور ایک آدمی کو اشارہ کر دیا جس نے حضرت حرام کو پیچھے سے اس زور سے نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرامؓ نے فرمایا! اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد فوراً ہی دشمن خدا عامر نے باقی صحابہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے قبیلہ بنی عامر کو آواز دی مگر انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہ دھرے۔ ادھر سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی۔ بنو سلیم کے تین قبیلوں میں عصیہ، رعل اور ذکوان نے اس پر لبیک کہا اور جھٹ آکر ان صحابہ کرامؓ کا محاصرہ کر لیا۔ جواباً صحابہ کرامؓ نے بھی لڑائی کی مگر سب شہید ہو گئے۔ حضرت کعب بن زید بن نجارؓ زندہ بچے۔ انہیں شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں اٹھا لیا گیا۔ اور جنگ خندق تک حیات رہے۔ ان کے علاوہ مزید دو صحابہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اور حضرت منذر بن عقبہ بن عامرؓ اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے جائے واردات پر چڑیوں کو منڈلاتے دیکھا تو سیدھے جائے واردات پر پہنچے پھر حضرت منذر تو اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو قید کر لیا گیا۔ لیکن جب بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو عامر نے ان کو پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے، جس نے ایک گردن آزاد کرنے کی نذر مانی تھی، آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اس دردناک المیہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے ان ستر فاضل مسلمین کی شہادت کے المیے نے جنگ احد کا چرکہ تازہ کر دیا۔ یہ اس لحاظ سے زیادہ المناک تھا شہداء احد تو ایک کھلی ہوئی اور دو بدو جنگ میں مارے گئے تھے مگر یہ بیچارے ایک شرمناک غداری کی نذر ہو گئے۔

حضرت عمرو بن امیہؓ واپسی میں وادی قناۃ کے سرے پر واقع مقام قرقرہ پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں اتر پڑے۔ وہیں بنو کلاب کے دو آدمی بھی آکر اترے۔ جب وہ دونوں بے خبر سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ نے ان دونوں کا صفایا کر دیا۔ ان کا خیال تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنے ساتھیوں کا بدلہ لے رہے ہیں حالانکہ ان دونوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد تھا مگر حضرت عمرو جانتے نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو اپنی کارروائی کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت مجھے لازماً ادا کرنی ہے۔ اس کے بعد آپؐ، مسلمان اور ان کے خلفاء یہود سے دیت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ یہی واقعہ غزوہ بنی نضیر کا سبب بنا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔'' (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص: ۱۸۳۔۱۸۸ وزاد المعاد: ۲: ۱۰۹۔۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ کو بئر معونہ اور رجیع کے ان المناک واقعات سے جو چند ہی دن آگے پیچھے پیش آئے تھے۔ اس قدر رنج پہنچا اور آپؐ اس قدر غمگین و دلفگار ہوئے کہ جن قوموں اور قبیلوں نے ان صحابہ کرامؓ کے ساتھ غدر و قتل کا یہ سلوک کیا تھا آپؐ نے ان پر ایک مہینہ تک بددعا کی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے آپؐ کے صحابہ کو بئر معونہ پر شہید کیا تھا، آپ نے ان پر تیس روز تک بددعا کی۔ آپ نماز فجر میں رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ پر بددعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں اپنے نبی پر وحی نازل کی جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔ وہ وحی یہ تھی'' ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔'' اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا یہ قنوت ترک فرما دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۰۹۰)

ان پے در پے المناک واقعات کے تناظر میں آپ نے بنی غطفان کے دو قبیلوں بنو محارب اور بنو ثعلبہ جو مدینہ پر چڑھائی کے لیے بدوؤں اور اعرابیوں کو افرادی قوت فراہم کر رہے تھے۔ ان سرگرمیوں کو کچلنے کے لیے نجد پر یلغار کا فیصلہ کیا اور صحرائے نجد میں دور تک گھستے چلے گئے جس کا مقصد یہ تھا کہ ان سنگدل بدویوں پر خوف طاری ہو جائے اور وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف حادثہ رجیع اور بئر معونہ جیسی سنگین کارروائیوں کے اعادہ کی جرأت نہ کریں۔ سرکش بدو جو لوٹ مار کی تیاریاں کر رہے تھے مسلمانوں کی اس اچانک یلغار کی خبر سنتے ہی خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا دبکے۔ مسلمان لٹیرے قبائل پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے بعد امن و امان کے ساتھ مدینہ واپس پلٹے۔ سیرت طیبہ میں اس کارروائی کو غزوہ نجد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسی طرح غزوہ دومۃ الجندل جو شام کے قریب واقع ہے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ دومۃ الجندل کے گرد آباد قبائل آنے جانے والے قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور وہاں سے گزرنے والی اشیاء لوٹ رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑی جمعیت فراہم کر لی ہے۔ ان اطلاعات کے پیش نظر آنحضرتؐ نے ایک ہزار صحابہ کرامؓ کی جماعت کیساتھ دومۃ الجندل کی طرف کوچ فرمایا۔

اس غزوے میں آپؐ کا معمول تھا کہ آپؐ رات میں سفر فرماتے اور دن میں چھپے رہتے تھے تاکہ دشمن پر بالکل اچانک اور بے خبری میں ٹوٹ پڑیں۔ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ باہر نکل گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر ہلہ بول دیا کچھ ہاتھ آئے کچھ نکل بھاگے۔

جہاں تک دومۃ الجندل کے باشندوں کا تعلق ہے تو جس کا جدھر سینگ سمایا بھاگ نکلا جب مسلمان دومۃ الجندل کے میدان میں اترے تو کوئی نہ ملا۔ آپ نے چند دن قیام فرما کر ادھر ادھر متعدد دستے روانہ کیے لیکن کوئی بھی ہاتھ نہ آیا۔ بالآخر آپ مدینہ پلٹ آئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس غزوے میں عینیہ بن حصن سے مصالحت بھی ہوئی۔ دومۃ الجندل سرحد شام میں ایک شہر ہے۔ یہاں سے دمشق کا فاصلہ پانچ رات اور مدینے کا فاصلہ پندرہ رات کا ہے۔

ان اچانک فیصلہ کن اقدامات اور حکیمانہ حزم وتدبر پر مبنی منصوبوں کے ذریعے نبی ﷺ نے قلمرو اسلام میں امن وامان بحال کرنے اور صورتحال پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کی اور وقت کی رفتار کا رخ مسلمانوں کے حق میں موڑ لیا اور اندرونی اور بیرونی مشکلات پیہم کی شدت کم کی جو ہر جانب سے انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔ چنانچہ منافقین خاموش اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ یہود کا ایک قبیلہ جلاوطن کر دیا گیا۔ دوسرے قبائل نے حق ہمسائیگی اور عہدو پیمان کے ایفا کا مظاہرہ کیا۔ بدو اور اعراب ڈھیلے پڑ گئے اور قریش نے مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے سے گریز کیا اور مسلمانوں کو اسلام پھیلانے اور رب العالمین کے پیغام کی تبلیغ کرنے کے مواقع میسر آئے۔

غزوہ بدر دوم

اعراب کی شوکت توڑ دینے اور بدوؤں کے شر سے مطمئن ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے اپنے بڑے دشمن (قریش) سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کیونکہ سال تیزی سے ختم ہو رہا تھا اور احد کے موقع پر طے کیا ہوا وقت قریب آ تا جا رہا تھا اور محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا فرض تھا کہ میدان کارزار میں ابوسفیان اور اس کی قوم سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے نکلیں اور جنگ کی چکی اس حکمت سے چلائیں کہ جو فریق زیادہ ہدایت یافتہ اور پائیدار بقاء کا مستحق ہو۔ حالات کا رخ پوری طرح اس کے حق میں ہو جائے۔ چنانچہ شعبان ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اس طے شدہ جنگ کے لیے بدر کا رخ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار کی جمعیت اور دس گھوڑے تھے۔ آپؐ نے فوج کا علم حضرت علیؓ کو دیا اور بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہو گئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر روانہ ہوا اور مکے سے ایک مرحلہ دور وادی مرّ الظہران پہنچ کر مجنہ نام کے مشہور چشمے پر خیمہ زن ہوا لیکن وہ مکہ ہی سے بوجھل اور بددل تھا۔ بار بار مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کا انجام سوچتا تھا اور رعب وہیبت سے لرز اٹھتا تھا۔ مرالظہران پہنچ کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اور وہ واپسی کے بہانے ڈھونڈنے لگا۔ بالآخر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ قریش کے لوگو! جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ جانور بھی چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے، لہٰذا میں واپس جا رہا ہوں، تم بھی واپس چلے چلو۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہی لشکر کے اعصاب پر خوف وہیبت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورہ پر کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی اور کسی نے بھی سفر جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ لڑنے کی رائے نہ دی۔

ادھر مسلمانوں نے بدر میں آٹھ روز تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کیا اور اس دوران اپنا سامان بیچ کر ایک درہم کے دو درہم بناتے رہے، اس کے بعد اس شان سے مدینہ واپس آئے کہ جنگ میں پیش قدمی انکے ہاتھ آ چکی تھی، دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور ماحول پر ان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ یہ غزوہ بدر موعد، بدر ثانیہ، بدر آخرہ اور بدر صغریٰ کے ناموں سے معروف ہے۔

(زادالمعاد۔ ج۔۲۔ ص۔۱۱۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش اور بنونضیر کی جلاوطنی

بئر معونہ کے المیہ میں ضمناً یہ بات آپ کے علم میں آ چکی ہے کہ قرقرہ کے مقام پر حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنوکلاب کے دو آدمی انتقاماً قتل ہو گئے تھے جب کہ انکے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عہد تھا مگر وہ اس سے بے خبر تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپؐ نے بحیثیت سربراہ مملکت فیصلہ فرمایا کہ ان دونوں مقتولین کی دیت مجھے لازماً ادا کرنی ہے۔ چنانچہ یہود مدینہ کے ساتھ جو معاہدہ طے پایا تھا اسکے مطابق وہ دیت کی ادائیگی میں معاونت کے پابند تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ہمراہ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بنوکلاب کے ان دونوں مقتولین کی دیت میں اعانت کے لیے بات چیت کی انہوں نے کہا کہ ''ابوالقاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے ہم آپ کی ضرورت پوری کئے دیتے ہیں۔ آپؐ ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کے وعدے کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھی۔

ادھر یہود تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور جو بدبختی ان کا نوشتۂ تقدیر بن چکی تھی اسے شیطان نے خوشنما بنا کر پیش کیا۔ یعنی ان یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبیؐ ہی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: کون ہے جو اس چکی کو اوپر لے کر جائے اور آپ کے سر پر گرا کر آپ کو کچل دے۔ اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش نے کہا میں کروں گا۔ ان لوگوں سے سلام بن مشکم نے کہا بھی کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی قسم انہیں تمہارے ارادوں کی خبر دے دی جائے گی اور پھر ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد و پیمان ہے یہ اس کی خلاف ورزی بھی ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور اپنے منصوبے کو روبہ عمل لانے کے عزم پر برقرار رہے۔

ادھر اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبریل تشریف لائے اور آپؐ کو یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپؐ تیزی سے اٹھے اور مدینے کے لیے چل پڑے۔ بعد میں صحابہ کرام بھی آپ سے آن ملے اور کہنے لگے آپؐ اٹھ کر آئے اور ہم سمجھ نہ سکے۔ آپؐ نے بتلایا کہ یہود کا کیا ارادہ تھا۔

مدینہ واپس آ کر آپؐ نے فوراً ہی محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینے سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اسکے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ وہ چند دن تک سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ لیکن اسی دوران عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو۔ ڈٹ جاؤ، گھر بار نہ چھوڑو۔ میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو کر تمہاری حفاظت میں جان دے دیں گے اور تمہیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز نہیں دبیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ یہ پیغام سن کر یہود کی خود اعتمادی پلٹ آئی اور انہوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن ہونے کی بجائے ٹکر لی جائے گی۔ ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا۔ اس لیے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے آپؐ نے جو کرنا ہو کر لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لیے یہ صورتحال نازک تھی کیونکہ ان کے لیے اپنی تاریخ کے اس نازک اور پیچیدہ موڑ پر دشمنوں سے ٹکراؤ کچھ زیادہ مفید ومناسب نہ تھا۔ انجام خطرناک ہوسکتا تھا۔ آپؐ دیکھ ہی رہے تھے کہ سارا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا اور مسلمانوں کے دو تبلیغی وفود نہایت بے دردی سے تہ تیغ کیے جا چکے تھے۔ پھر بنی نضیر کے یہود اتنے طاقتور تھے کہ ان کا ہتھیار ڈالنا آسان نہ تھا اور ان سے جنگ مول لینے میں طرح طرح کے خدشات تھے مگر بئر معونہ کے المیے سے پہلے اور اس کے بعد کے حالات نے جو نئی کروٹ لی تھی اسکی وجہ سے مسلمان قتل اور بدعہدی جیسے جرائم کے سلسلے میں زیادہ حساس ہو گئے تھے۔ اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جذبہ انتقام فزوں تر ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے طے کرلیا کہ چونکہ بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا تھا، اس لیے ان سے بہر حال لڑنا ہے۔ خواہ اسکے نتائج جو بھی ہوں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کو حیی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپؐ نے اور صحابہ کرامؓ نے کہا، اللہ اکبر اور پھر لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بنونضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھ میں علم تھا۔ بنونضیر کے علاقے میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا گیا۔

ادھر بنونضیر نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی اور قلعہ بند رہ کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ چونکہ کھجور کے باغات ان کے لیے سپر کا کام دے رہے تھے۔ اس لیے آپؐ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب ان کا محاصرہ کرلیا گیا تو بنوقریظہ ان سے الگ تھلک رہے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہ آئے۔ غرض کوئی بھی انہیں مدد دینے یا ان کی مصیبت ٹالنے پر آمادہ نہ ہوا۔

محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا بلکہ صرف چھ رات۔ یا بقول بعض پندرہ رات۔ جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش منظور فرمالی اور یہ بھی منظور فرمالیا کہ وہ اسلحہ کے سوا باقی جتنا ساز وسامان اونٹوں پر لاد سکتے ہوں سب لے کر بال بچوں سمیت چلے جائیں۔

بنونضیر نے اس منظوری کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہاتھوں اپنے مکانات اجاڑ ڈالے تاکہ دروازے اور کھڑکیاں بھی لادلے جائیں۔ بلکہ بعض بعض نے چھت کی کڑیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی لادلیں۔ پھر عورتوں اور بچوں کو سوار کیا اور چھ سو اونٹوں پر لدلدا کر روانہ ہو گئے۔ بیشتر یہود اور ان کے اکابر مثلاً حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر کا رخ کیا۔ ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی۔ صرف دو آدمیوں یعنی یامین بن عمرو اور ابوسعید بن وہب نے اسلام قبول کیا۔ لہٰذا ان کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضے میں لے لیے۔ ہتھیاروں میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ بنونضیر کے یہ باغات، زمین اور مکانات خالص آنحضرت کا حق تھا آپؐ کو اختیار تھا کہ آپؐ اسے اپنے لیے محفوظ رکھیں یا جسے چاہیں دیں۔ چنانچہ آپ نے (مال غنیمت کی طرح) ان اموال کا خمس (پانچواں حصہ) نہیں نکالا کیونکہ اسے اللہ نے آپ کو بطور فئے دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر اسے (بزور شمشیر) فتح نہیں کیا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے اپنے اس اختیار خصوصی کے تحت اس پورے مال کو صرف مہاجرین اولین پر تقسیم فرمایا۔ البتہ دو انصاری صحابہ ابودجانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سہیل بن حنیفؓ کو ان کے فقر کے سبب اس میں سے کچھ عطا فرمایا اس کے علاوہ آپ نے (ایک چھوٹا سا ٹکڑا) اپنے لیے محفوظ رکھا جس میں سے آپؐ اپنی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے۔ اور اسکے بعد جو بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لیے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرما دیتے تھے۔

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے پوری سورہ حشر نازل فرمائی جس میں یہود کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرز عمل کا پردہ فاش کیا گیا اور مال فے کے احکام بیان فرماتے ہوئے مہاجرین وانصار کی مدح وستائش کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنگی مصالح کے پیش نظر دشمن کے درخت کاٹے جاسکتے ہیں اور ان میں آگ لگائی جاسکتی ہے۔ ایسا کرنا فساد فی الارض نہیں ہے۔ پھر اہل ایمان کو تقویٰ کے التزام اور آخرت کی تیاری کی تاکید کی گئی ہے۔ ان سب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد وثناء کو بیان کرتے ہوئے سورہ ختم فرما دی۔ اس موقع کی مناسبت سے ہم موجودہ تحاریک اسلامی کے قائدین اور کارکنان کو سورہ الحشر ۵۹: ۱ تا ۲۴ کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ
كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ
تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ
مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ
الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦ لِلْفُقَرَاۗءِ
الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ
كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڟ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑩ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ
قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ
رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى
مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ⑭ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۚ⑮ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ
اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۧ⑰
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ⑱ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ⑲ لَا
يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ⑳ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ
عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُوْنَ ㉑ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ㉒
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ㉓ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۧ㉔ ﴾(سورۃ الحشر:۵۹۔ ا تا ۲۴)

’’اللہ ہی کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہی غالب اور حکیم ہے۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کی گڑھیاں انہیں اللہ سے بچا لیں گی مگر اللہ ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو اے دیدہ بینا رکھنے والو! اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا میں وہ انہیں عذاب دے ڈالتا، اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے، اللہ اس کو سخت سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا۔ اور (اللہ نے یہ اذن اس لیے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے اور جو مال اللہ ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دے۔ وہ ایسے مال نہیں ہیں جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول ؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور اسکے رسول ؐ اور رشتہ داروں، اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) ان غریب مہاجرین کے لیے ہیں جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی حمایت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے انکے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں "اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اور تمہارے معاملے میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر یہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ ہرگز نہ نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی ہرگز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ ان کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے۔ ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمہارا خوف ہے اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تمہارا مقابلہ نہ کریں گے لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔ یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ حال اس لیے ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ انہیں لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزا چکھ چکے ہیں۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں۔ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ پھر دونوں کا انجام یہ ہونا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔ دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔ اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔"

آپ نے غزوہ احد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی کشمکش کا حال پڑھا کہ آپؐ نے بیرونی خطرات یعنی اہل مکہ اور بدوؤں کی سازشوں اور سرگرمیوں کو کس طرح کچلا اور انکی سرکوبی کی۔ اور اندرونی محاذ یعنی یہود بالخصوص بنونضیر کی سازشوں اور سرگرمیوں کا کیسے سدباب کیا۔ اس حوالے سے مسلمانوں کے اندر پایا جانے والا ایک عنصر یعنی منافقین اس کے ساتھ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ نے کیا برتاؤ کیا اس کی صرف ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اوس اور خزرج کے قبیلے آپس کی خانہ جنگیوں سے تھک کر ایک شخص کی قیادت و سیادت میں قریب قریب متفق ہو چکے تھے۔ اور اس بات کی تیاریاں کر رہے تھے کہ اس کو اپنا بادشاہ بنا کر باقاعدہ تاجپوشی کی رسم ادا کریں حتیٰ کہ اس کے لیے تاج بنا بھی لیا گیا تھا۔ یہ قبیلہ خزرج کا رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ قبیلہ خزرج میں اس کی بزرگی بالکل متفق علیہ تھی اور اوس و خزرج اس سے پہلے کبھی ایک شخص کی قیادت پر جمع نہیں ہوئے تھے۔

اس صورتحال میں اسلام کا چرچا مدینے پہنچا اور ان دونوں قبیلوں کے بااثر آدمی مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ ہجرت سے پہلے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی جا رہی تھی اس وقت حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری اس دعوت کو صرف اس مصلحت سے موخر کرنا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بھی بیعت اور دعوت میں شریک ہو جائے تاکہ مدینہ بالاتفاق اسلام کا مرکز بن سکے۔ لیکن جو وفد بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا اس نے اس مصلحت کو کوئی اہمیت نہ دی اور اسکے تمام شرکاء جن میں دونوں قبیلوں کے ۷۵ آدمی شامل تھے۔ ہر خطرہ مول لے کر حضور کو دعوت دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

اس کے بعد جب آنحضرتؐ مدینے پہنچے تو انصار کے گھرانے میں اسلام اتنا پھیل چکا تھا کہ عبداللہ بن ابی بے بس ہو گیا اور اس کو اپنی سرداری بچانے کی اس کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ خود بھی مسلمان ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ان بہت سے حامیوں کے ساتھ جن میں دونوں قبیلوں کے شیوخ اور سردار شامل تھے، داخل اسلام ہو گیا، حالانکہ دل ان سب کے جل رہے تھے اور خاص طور پر ابن ابی کو اس بات کا سخت غم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بادشاہی چھین لی ہے۔ کئی سال تک اس کا یہ منافقانہ ایمان اور اپنی ریاست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھن جانے کا یہ غم طرح طرح کے رنگ دکھاتا رہا۔ ایک طرف حال یہ تھا کہ ہر جمعہ کو جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے بیٹھتے تو عبد اللہ بن ابی اٹھ کر کہتا ”حضرات، یہ اللہ کے رسول آپ کے درمیان موجود ہیں جن کی ذات سے اللہ نے آپ کو عزت اور شرف بخشا ہے، لہٰذا آپ ان کی تائید کریں اور جو کچھ یہ فرماتے ہیں اسے غور سے سنیں اور ان کی اطاعت کریں۔

(ابن ہشام، ج ۳، ص ۱۱۱)

دوسری طرف کیفیت یہ تھی کہ روز بروز اس کی منافقت کا پردہ چاک ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور مخلص مسلمانوں پر یہ بات کھلتی جا رہی تھی کہ وہ اور اس کے ساتھی اسلام اور رسول اللہ ﷺ اور گروہ اہل ایمان سے سخت بغض رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ راستے سے گزر رہے تھے کہ ابن ابی نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ آپ نے حضرت سعد بن عبادہ سے اس کی شکایت کی انہوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ، اس شخص کے ساتھ نرمی برتیے، آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہم اس کے لیے تاج شاہی تیاری کر رہے تھے، اب یہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس سے بادشاہی چھین لی ہے۔“

جنگ بدر کے بعد جب یہود بنی قینقاع کی صریح بدعہدی اور سرکشی پر رسول ﷺ نے ان پر چڑھائی کی تو یہ شخص انکی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور حضورؐ کی زرہ پکڑ کر کہنے لگا کہ ”یہ سات سو مردان جنگی جو ہر دشمن کے مقابلے میرا ساتھ دیتے رہے، آج ایک دن میں آپ انہیں ختم کر ڈالنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم، میں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک آپ میرے ان حلیفوں کو معاف نہ کر دیں گے۔

(ابن ہشام ج۔ ۳، ص۔ ۵۱۔ ۵۲)

جنگ احد کے موقع پر اس شخص نے صریح غداری کی اور عین وقت پر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدان سے الٹا واپس آ گیا۔ جس نازک گھڑی میں اس نے یہ حرکت کی تھی اس کی نزاکت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قریش کے لوگ تین ہزار کا لشکر لے کر مدینے پر چڑھ آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ انکے مقابلے پر صرف ایک ہزار آدمی ساتھ لے کر مدافعت کے لیے نکلے تھے۔ ان ایک ہزار میں سے بھی یہ منافق تین سو آدمی توڑ لایا اور صرف سات سو کی جمعیت کے ساتھ تین ہزار دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

اس واقعہ کے بعد مدینے کے عام مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص قطعی منافق ہے۔ اس کے وہ ساتھی بھی پہچان لیے گئے جو منافقت میں اسکے شریک کار تھے۔ اسی بنا پر جنگ احد کے بعد جب پہلا جمعہ آیا اور یہ شخص آپؐ کے خطبہ سے پہلے حسب معمول تقریر کرنے کے لیے اٹھا تو لوگوں نے اس کا دامن کھینچ کر کہا ”بیٹھ جاؤ، تم یہ باتیں کرنے کے اہل نہیں ہو۔“ مدینے میں یہ پہلا موقع تھا کہ علانیہ اس شخص کی تذلیل کی گئی۔ اس پر برہم ہو کر وہ لوگوں کی گردنوں سے کودتا پھاندتا مسجد سے نکل گیا۔ مسجد کے دروازے پر بعض انصاریوں نے اس سے کہا: یہ کیا حرکت کر رہے ہو، واپس چلو اور رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرو۔ اس نے بگڑ کر جواب دیا۔ میں ان سے کوئی استغفار نہیں کرانا چاہتا۔“ (ابن ہشام، ج ۳، ص ۱۱۱)

پھر ۴ھ میں غزوہ بنونضیر پیش آیا اور اس موقع پر اس شخص نے اور اسکے ساتھیوں نے اور بھی زیادہ کھل کر اسلام کے خلاف اعدائے اسلام کی حمایت کی ایک طرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ ان یہودی دشمنوں سے جنگ کی تیاری کر رہے تھے اور دوسری طرف یہ منافقین اندر ہی اندر یہودیوں کو پیغام بھیج رہے تھے کہ ڈٹے رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم سے جنگ کی جائے گی تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور تم کو نکالا جائے گا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اس خفیہ ساز باز کا راز اللہ تعالیٰ نے خود کھول دیا۔ جیسا کہ سورہ حشر کے دوسرے رکوع میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اس کی اور اس کے ساتھیوں کی پردہ دری ہو جانے کے باوجود جس وجہ سے رسول اللہؐ اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ فرما رہے تھے۔ وہ اس لیے کہ منافقین کا ایک بڑا جتھہ اس کے ساتھ تھا۔ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے بہت سے سردار اس کے حامی تھے۔ مدینے کی آبادی میں کم از کم ایک تہائی تعداد اس کے ساتھیوں کی موجود تھی۔ جیسا کہ غزوہ احد کے موقع پر ظاہر ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ باہر کے دشمنوں سے لڑائی کے ساتھ ساتھ اندر کے ان دشمنوں سے جنگ مول لے لی جاتی۔ اسی بنا پر ان کی منافقت کا حال جانتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت تک ان کے ساتھ ان کے ظاہری دعوائے ایمان کے لحاظ سے معاملہ فرماتے رہے۔ دوسری طرف یہ لوگ بھی نہ اتنی طاقت رکھتے تھے نہ ہمت کہ علانیہ کافر بن کر اہل ایمان سے لڑ لیتے۔ یا کسی حملہ آور دشمن کے ساتھ کھلم کھلا مل کر میدان میں آ جاتے۔ بظاہر وہ اپنا ایک مضبوط جتھہ بنائے ہوئے تھے مگر ان کے اندر وہ کمزوریاں موجود تھیں جن کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حشر کی آیات ۱۲ تا ۱۴ میں صاف صاف کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اسی لیے وہ مسلمان بنے رہنے میں ہی اپنی خیر سمجھتے تھے۔ مسجدوں میں آتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ زکوۃ بھی دے ڈالتے تھے۔ زبان سے ایمان کے وہ لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے جن کے کرنے کی مخلص مسلمانوں کو کبھی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ ان کے پاس اپنی ہر منافقانہ حرکت کے لیے ہزار جھوٹی توجیہیں موجود تھیں جن سے وہ خاص طور پر اپنے ہی قبیلہ انصار کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان تدبیروں سے وہ اپنے آپ کو ان نقصانات سے بھی بچا رہے تھے کہ جو انصار کی برادری سے الگ ہو جانے کی صورت میں ان کو پہنچ سکتے تھے۔ اور فتنہ پردازی کے ان مواقع سے بھی فائدہ اٹھا رہے تھے جو اس برادری میں شامل رہ کر انہیں مل سکتے تھے۔ اس تناظر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ منافقین کے اوصاف و کردار کو بیان کیا ہے۔ ہم یہاں تفصیل میں تو نہیں جانا چاہتے تاہم سورۃ البقرۃ کی یہ آیات ملاحظہ فرمائیے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ
مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ
قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ
اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي
اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝
صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَھُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (البقرۃ۲۔۸تا۲۰)

’’بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں۔ مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں، اس کی پاداش میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو انہوں نے یہی کہا کہ ’’ہم اصلاح کرنے والے ہیں‘‘ خبردار، حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ، تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ’’کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں‘‘ خبردار حقیقت میں تو یہ خود بے وقوف ہیں، مگر یہ جانتے نہیں ہیں۔ جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں۔ اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔ وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے۔ اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، مگر یہ سودا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہے اور یہ ہرگز صحیح راستے پر نہیں ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کر لیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، یہ اب نہ پلٹیں گے۔ یا پھر ان کی مثال یوں سمجھو کہ آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہے اور اسکے ساتھ اندھیری گھٹا اور کڑک اور چمک بھی ہے، یہ بجلی کے کڑاکے سن کر اپنی جانوں کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونسے لیتے ہیں اور اللہ ان منکرین حق کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ چمک سے ان کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ گویا عنقریب ان کی بصارت اچک لے جائے گی۔ جب ذرا کچھ روشنی انہیں محسوس ہوتی ہے تو اس میں کچھ دور چل لیتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سلب کر لیتا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

جنگ احد کے تناظر میں منافقین کا پردہ یوں چاک کیا کہ

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

(آل عمران۔ ۳۔ ۱۵۴)

’’مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لیے ساری اہمیت اپنی ذات ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلاف حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ ’’اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟‘‘ ان سے کہو ’’(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ ’’اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے‘‘ ان سے کہہ دو کہ ’’اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لئے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ لے اور اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔‘‘

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾﴾ (آل عمران۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸)

’’وہ منافق کہ جب ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت ہی کرو تو کہنے لگے ’’کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے‘‘ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی بند لڑنے گئے اور مارے گئے تو ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ ان سے کہو ’’اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو خود تمہاری موت جب آئے اسے ٹال کر دکھا دینا۔‘‘

مزید ارشادات ربانی، النسآئ:4:60تا63، 72، 73، 77، 78، 81، 88تا91، 138تا141، اورالمائدہ:5:51تا53 کا مطالعہ براہ راست کتب تفاسیر سے کیجئے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے گروہ منافقین کے عزائم وارادوں اوران کی سرگرمیوں کو کھول کر بیان کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے گروہ میں دور سے پہچان لیے جاتے تھے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور بباطن ہیں وہ مکار ومنافقین۔ اس گروہ کا مزید تذکرہ آگے چل کر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

غزوۂ احزاب اور اس کے اثرات ونتائج

غزوۂ احزاب اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کا ایک سنہری باب ہے۔ بنونضیر کی مدینہ طیبہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر میں بیٹھ کر سرداران یہود نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے اور مکمل طور پر تباہ وبرباد کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹاڈالنے کے لیے منصوبہ بندی کی اور منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پانچ افراد کو نامزد کیا گیا۔ حیی بن اخطب کو اس مشن کا صدر منتخب کیا گیا۔ جبکہ سلام بن مشکم، کنانہ بن ابی الحقیق، ہوذہ بن قیس الوائلی اور ابوعامر (فاسق جو معرکہ احد میں مسلمانوں کے خلاف اوس کے غدار دستے کا قائد تھا) اور مزید پندرہ لوگ اس مہم کے لیے ممبر منتخب ہوئے۔ اس نمائندہ وفد نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ کا دورہ کیا اس دورے کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے۔

یہ وفد پوری تیاری کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچا اور سرداران قریش کے زعماء اور قائدین کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے اسلامی ریاست کے خاتمے اور مسلمانوں کی بیخ کنی اور ان کے اقتدار کی وسعت کو روکنے کے لیے ایک منصوبہ پیش کیا جس سے زعمائے قریش نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کامل اتفاق کیا۔ اس وفد کی آمد اور رابطہ مہم کے بعد ملکی پارلیمنٹ کا ہنگامی اجلاس دارالندوہ میں منعقد ہوا۔ ابوسفیان نے پارلیمنٹ ہاؤس میں یہودی وفد کو خوش آمدید کہا اور شکریہ کے ساتھ ان کا پیش کردہ منصوبہ ارکان پارلیمنٹ کے سامنے رکھا۔ بحث وتمحیص کے بعد منصوبے کی منظوری کے ساتھ طے پایا کہ اسلامی حکومت مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ جنگ کی جائے گی جس کا علم بردار عثمان بن طلحہ العبدری ہوگا جبکہ فوج کی کمان ابوسفیان بن حرب کے پاس ہوگی اور سواروں کے سالار خالد بن ولید ہوں گے۔ کفر کے علمبرداروں کو چار ہزار فوج جمع کرنے کا ہدف ملا جس کو وہ حاصل کرنے میں لگ گئے جبکہ چار ہزار فوج کے جنگی وخانگی مصارف کا پورا بوجھ بھی قیادت پر تھا چنانچہ اسلامی ریاست کے خاتمے کے لیے قریش مکہ نے یہ سب کچھ قبول کیا اور وہ پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ خیبر کے یہود کا وفد سرداران مکہ کی حمایت وتائید حاصل کرنے کے بعد دیار غطفان پہنچا۔ قبائل غطفان کی صورتحال بہت مختلف تھی۔ اہل مکہ کے درمیان یہ متفق علیہ نظام تھا کہ فوج کی عام کمان بنی امیہ کے ہاتھ میں ہوتی اور سقایہ اور رفادہ بنی ہاشم میں، جبکہ جنگوں میں بنوعبدالدار حجابت کے ساتھ علمبرداری سے مخصوص تھے۔ اور بنومخزوم کے پاس سواروں کی عام کمان ہوتی تھی۔ گویا قبائل قریش ایک نظام اور ضابطے کے پابند تھے لیکن قبائل غطفان منتشر الخیال تھے اور وہ کوئی ایسا نظام نہیں رکھتے تھے جس پر وہ جنگی حالات میں عملدرآمد کرتے اس لیے یہودی وفد نے غطفانی قبائل کے زعماء سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں اور انہیں اکسایا اور مدنی ریاست کے کلی خاتمہ کے لیے آمادہ کیا اور اس کے لیے یہودی وفد نے چھ ہزار فوج مسلمانوں پر چڑھانے کے عوض خیبر کی کھجوروں کے ایک سال کا پورا پھل دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ غطفانی قبائل نے فوراً یہ پیشکش قبول کرلی کیونکہ جب بھی انہوں نے مدینہ پر دھاوا بولنے کا فیصلہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کی سرکوبی ان کے حرکت میں آنے سے قبل کرادی۔ قبائل غطفان کے لیے زریں موقع تھا کہ قبائل قریش اور یہود خیبر ان کے بھرپور تعاون کے لیے موجود تھے اس لیے غطفان کی افواج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار کمانوں کے تحت مدینہ منورہ روانہ ہوئی جس کی مجموعی تعداد چھ ہزار تھی۔

۱۔ بنوفزارہ کا سالار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا۔

۲۔ بنو اسد کا سالار طلیحہ بن خویلد تھا۔

۳۔ بنو اشجع کا سالار مسعود بن رُخیلہ بن نویرہ تھا جبکہ

۴۔ بنو مرہ کا سالار حارث بن عوف تھا۔

چار ہزار قبائل قریش اور ان کے حلفاء نے اور چھ ہزار قبائل غطفان نے اسلامی ریاست مدینہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے عزم کے ساتھ مدینہ کی طرف مارچ کیا۔ آنحضرت ﷺ اور مدنی ریاست کی انٹیلی جنس یہود خیبر، قبائل قریش اور قبائل غطفان کی سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ مدینہ شہر کی مجموعی آبادی بھی دس ہزار نہیں تھی۔ جس کے خاتمے کے لیے یہ اتحاد قائم ہی نہیں ہوا بلکہ بالفعل اسلحہ سے لیس مدینہ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

اسلامی ریاست کے لیے دفاعی منصوبۂ عمل

مدینہ منورہ جو اسلامی ریاست کا دارالحکومت تھا اور جس نے آنحضرت ﷺ کی قیادت میں مہاجرین کرام کو اپنے دامن میں جذب کر لیا تھا اور اسلامی ریاست اپنے ارتقائی مراحل بڑی تیزی سے طے کر رہی تھی اور اسی بات نے دشمنانِ دین کو لرزہ براندام کر رکھا تھا۔ اس لیے تمام گروہ اور قبائل نے متحدہ محاذ بنا کر مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف رواں دواں ہوا۔ ادھر آنحضرتؐ اور صحابہ کرام بھی ان کی سرگرمیوں سے بے خبر نہیں تھے۔ جب اسلامی خبر رساں اداروں نے یہود خیبر اور قبائل قریش و غطفان کی ان سرگرمیوں سے آپؐ کو آگاہ کیا تو آپؐ نے فوراً مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب فرمایا۔ شوریٰ میں ایک نکاتی ایجنڈا پر غور و خوض شروع ہوا، جائزہ اور تقابلی تیاریوں کے ضمن میں یہ بات منصۂ شہود پر آئی کہ افرادی قوت دس ہزار کے مقابلے میں صرف تین ہزار ہے۔ جس میں منافقین کا ایک عنصر بھی موجود تھا۔ قریش اگر چار ہزار فوج کے ساتھ آئے تھے اسلحہ سے لیس تھے ان کے پاس نقل و حمل کے لیے پندرہ سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے اور قبائل غطفان کے پاس کیا وسائل تھے اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف عیینہ بن حصن فزاری کے ہاتھ میں دس ہزار نیزے تھے۔ مجلس شوریٰ میں جس سوال پر غور کیا جا رہا تھا وہ یہ تھا کہ اس متحدہ احزاب کا مقابلہ کیسے ممکن ہے؟ ہر رکن شوریٰ اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کا امکان نظر نہیں آ رہا تھا کہ اسی اثناء میں حضرت سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے تجویز پیش کی کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ یہ حکیمانہ تجویز تھی جس سے اہل عرب قطعاً واقف نہ تھے۔ آپؐ نے اس تجویز کی تحسین فرمائی اور پوری مجلس شوریٰ اس تجویز پر یکسو ہو گئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس تجویز پر فوراً عملدرآمد شروع کیا مدینہ طیبہ ایک وسیع و عریض میدان میں واقع ہے۔ بظاہر وہ میدانی علاقہ معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت نے اسے ایسا محل وقوع عطا فرمایا ہے کہ مدینہ کے جنوب میں باغات اس کثرت سے تھے کہ اس جانب سے کوئی حملہ اس پر نہ ہو سکتا تھا۔ اور مدینہ کی مشرقی جانب حرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی لاوے کی چٹانیں ہیں اور جن پر سے کوئی اجتماعی فوج کشی آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ اور یہی کیفیت مغربی جنوبی گوشے کی بھی ہے۔ اس لیے حملہ صرف اور صرف جبل احد کے مشرقی اور مغربی کونوں سے ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز کو کمال حکمت وتدبر اور عسکری فراست کے ساتھ ان مشرقی ومغربی گوشوں کے درمیان خندق کھدوا کر مدینہ منورہ کے اس عظیم دارالحکومت کو ہر لحاظ سے محفوظ کر لیا۔ یہ خندق کتنی لمبی تھی؟ کتنی چوڑی تھی؟ اور کتنی گہری تھی اور کتنے مجاہدین نے اسے کتنے وقت میں کھودا اور کن کن حالات سے گزر کر اسکی تکمیل کرائی اسکی مختصر روداد درج ذیل ہے۔

خندق کی تجویز پر اتفاق رائے کے بعد آنحضرت ﷺ نے دس دس افراد کے گروپ بنا کر ان گروپس کو چالیس چالیس ہاتھ خندق کھدائی کا کام سونپ دیا تقریباً پندرہ فٹ فی مجاہد کھدائی حصے میں آئی۔ خندق کی لمبائی پانچ ہزار ہاتھ کے لگ بھگ تھی جبکہ گہرائی پانچ گز یعنی پندرہ فٹ اور خندق کی چوڑائی بھی اس سے کم نہ تھی تاکہ دشمن کسی بھی طرح اسے عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ خندق کی کھدائی میں جہاں صحابہ کرام جانفشانی کے ساتھ مصروف تھے وہاں خود آنحضرت ﷺ خندق کی کھدائی کی نگرانی کے ساتھ ساتھ اپنے حصے کی کھدائی بھی کر رہے تھے۔ ''بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب'' سے چند احادیث کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے جس سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ خندق کی کھدائی میں آپؐ نے بحیثیت کارکن کام انجام دیا۔ حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے وقت آنحضرت ﷺ مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا بطن مبارک غبار سے اٹ گیا تھا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر (اس دوران) یہ کلمات جاری تھے۔

[وَاللهِ لَوْ لَا اللهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَه: (اَبَيْنَا ۔ اَبَيْنَا]

(بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۱۰۴)

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، نہ ہم صدقہ کر سکتے، نہ نماز پڑھتے، پس تو ہمارے دلوں پر سکینت وطمانیت نازل فرما۔ اور اگر ہماری کفار سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عنایت فرما۔ جو لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں۔ یہ کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی نہیں مانتے۔ ابینا، ابینا، (ہم ان کی نہیں مانتے) پر آپؐ کی آواز بلند ہو جاتی۔'' بخاری کے اسی باب میں ایک اور روایت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ''حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ خندق کھودتے ہوئے اس کے اندر سے آپ بھی مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں۔ آپؐ کے بطن مبارک کی کھال مٹی سے اٹ گئی تھی۔ آپؐ کے (سینے سے پیٹ تک) گھنے بالوں (کی ایک لکیر) تھی..............''

صحابہ کرام نے بھی نہایت تندہی سے خندق کھودنے کا فریضہ انجام دیا تفصیلات کا احاطہ ممکن نہیں۔ مختصراً یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے صحابہ کرامؓ خندق کھود رہے تھے اور مٹی ہم اپنے کاندھوں پر اٹھا اٹھا کر باہر ڈال رہے تھے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے دعا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اَللّٰھُمَّ لَا عِیْشَ اِلَّا عِیْشُ الْاٰخِرَۃِ ۔ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃ ۔](بخاری حدیث نمبر ۴۰۹۸)

''اے اللہ! آخرت کی زندگی ہی بس آرام کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔''

حضرت انس کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین اور انصار سردی میں صبح سویرے ہی خندق کھودر ہے ہیں ۔ ان کے پاس غلام نہیں تھے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی جگہ پر کام انجام دیتے۔ جب آنحضرت ﷺ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو دعا کی

''اے اللہ زندگی تو بس آخرت ہی کی ہے۔پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما تو'' صحابہ کرام نے جواب دیا۔

[نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ۔ عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا ۔"](بخاری حدیث نمبر ۴۰۹۹)

''ہم ہی ہیں جنہوں نے محمدؐ سے جہاد کرنے کے لیے بیعت کی ہے۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے۔'' بخاری کے اسی باب میں حضرت انس سے ایک اور روایت ہے جو غزوہ خندق کے وقت آپؐ اور صحابہ کرامؓ کی صورتحال کو مزید اجاگر کرتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ''مدینہ کے گرد مہاجرین وانصار خندق کھودنے میں مصروف ہوگئے اور مٹی اپنی پیٹھ پر اٹھانے لگے۔ اس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے ''ہم نے ہی محمدؐ سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے'' انہوں نے کہا کہ اس پر نبی کریم ﷺ نے دعا کی ''اے اللہ! خیر تو صرف آخرت ہی کی خیر ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو تو برکت عطا فرما''

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مٹھی جو آٹا اور ان صحابہ کرام کے لیے ایسے روغن میں جس کا مزہ بھی بگڑ چکا ہوتا ملا کر پکا دیا جاتا تھا۔ یہی کھانا ان صحابہ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا جاتا۔ صحابہ کرامؓ بھوکے ہوتے۔ یہ ان کے حلق میں چپکتا اور اس میں بد بو ہوتی۔ گویا اس وقت ان کی خوراک کا بھی یہ حال تھا۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۱۰۰)

مزید صورتحال حضرت جابرؓ کی دو روایات سے سامنے آتی ہے جو بخاری کے اسی باب کے اندر موجود ہے۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودرہے تھے کہ ایک نہایت سخت قسم کی چٹان نکلی (جس پر کدال اور پھاوڑے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، اس لیے خندق کی کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی کہ خندق میں ایک چٹان ظاہر ہوگئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں اندر اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے۔ اس وقت (بھوک کی شدت کی وجہ سے) آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا تین دن سے ہمیں ایک دانہ کھانے کے لیے نہیں ملا تھا۔ حضورؐ نے کدال اپنی ہاتھ میں لی اور چٹان پر اس سے مارا۔ چٹان (ایک ہی ضرب میں) بالو کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے (گھر آ کر) میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج میں نے حضور اکرم ﷺ کو (فاقوں کی وجہ سے) اس حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہوسکا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے۔ انہوں نے بتایا ہاں کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ۔ میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے۔ پھر گوشت کو ہم نے چولھے پر ہانڈی میں رکھا۔ اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آٹا گوندھا جاچکا تھا اور گوشت چولہے پر پکنے کے قریب تھا۔ آنحضرت ﷺ سے میں نے عرض کیا گھر میں کھانے کے لیے مختصر کھانا تیار ہے۔ یا رسول اللہ! آپ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے چلیں۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ کتنا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو سب کچھ بتادیا آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہے اور نہایت عمدہ وطیب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ چولھے سے ہانڈی نہ اتاریں اور نہ تنور سے روٹی نکالیں۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ سب لوگ چلیں۔ چنانچہ تمام انصار اور مہاجرین تیار ہو گئے۔ جب جابرؓ گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے کہا کہ اب کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ تمام مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا، حضور ﷺ نے آپ سے کچھ پوچھا بھی تھا؟ جابرؓ نے کہا کہ ہاں حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اندر داخل ہو جاؤ لیکن اژدحام نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ روٹی کا چورا کرنے لگے اور گوشت اس پر ڈالنے لگے۔ ہانڈی اور تنور دونوں ڈھکے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے لیا اور صحابہ کرامؓ کے قریب کر دیا۔ پھر آپ نے گوشت اور روٹی نکالی۔ اس طرح آپ برابر چورا کرتے جاتے اور گوشت اس میں ڈالتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام صحابہ شکم سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا۔ آخر میں آپ نے (جابرؓ کی بیوی) سے فرمایا کہ اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کے یہاں ہدیہ میں بھیجو، کیونکہ لوگ آج کل فاقہ میں مبتلا ہیں۔'' (بخاری حدیث نمبر ۴۱۰۱)

ایک اور حدیث میں جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے معلوم کیا کہ نبی کریم ﷺ انتہائی بھوک میں مبتلا ہیں۔ میں فوراً اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا، کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ انتہائی بھوکے ہیں۔ میری بیوی ایک تھیلا نکال کر لائیں جس میں ایک صاع جو تھے گھر میں ہمارا ایک بکری کا بچہ بھی بندھا ہوا تھا۔ میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو کو چکی میں پیسا۔ جب میں ذبح سے فارغ ہوا تو وہ بھی جو پیس چکی تھی۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں کر کے ہانڈی میں رکھ دیں۔ اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری بیوی نے پہلے ہی تنبیہ کر دی تھی کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے کان میں یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا بچہ ذبح کر لیا ہے اور ایک صاع جو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ اس لیے آپ دو ایک صاحب کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بہت بلند آواز سے فرمایا، اے اہل خندق! جابرؓ نے تمہارے لیے کھانا تیار کروایا ہے۔ بس اب کام چھوڑ دو اور جلدی چلے چلو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جب تک میں نہ آ جاؤں۔ ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور نہ آٹے کی روٹی پکانی شروع کرنا۔ میں اپنے گھر آیا۔ ادھر حضور اکرمؐ بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ مجھے برا بھلا کہنے لگی۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے حضور اکرمؐ کے سامنے عرض کر دیا تھا۔ آخر میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا نکالا اور حضور اکرمؐ نے اس میں لعاب دہن کی آمیزش کر دی اور برکت کی دعا کی۔ ہانڈی میں بھی آپؐ نے لعاب کی آمیزش کی اور برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ۔ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور گوشت ہانڈی سے نکالے لیکن چولہے سے ہانڈی نہ اتارنا۔ صحابہ کرامؓ کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اتنے ہی کھانے کو سب نے (شکم سیر ہو کر) کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔ جب تمام لوگ واپس ہو گئے تو ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح شروع میں تھی اور آٹے کی روٹیاں برابر پکائی جا رہی تھیں۔''

(بخاری حدیث نمبر ۴۱۰۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ہشام نے اپنی کتاب میں ایک اور واقعہ درج کیا ہے جو کھجوروں میں برکت سے متعلق ہے۔

نعمان بن بشیر کی بہن بیان کرتی ہیں کہ میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں اور کہا کہ بیٹی! اپنے باپ، نیز اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس ناشتہ پہنچا دے۔ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی۔ وہاں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا۔ مجھے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا ''تَعَالِي يَابُنَيَّةُ! مَاهٰذَا مَعَكِ؟ اے بچی ادھر آ، بتا یہ تیرے پاس کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے یہ دے کر میرے باپ بشیر بن سعد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے کہ وہ ناشتہ کر لیں۔ فرمایا یہاں لا، میں نے آپ کے دونوں ہاتھوں میں کھجوریں انڈیل دیں۔ لیکن آپ کے دونوں ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب کیا گیا اور اسے بچھا دیا گیا آپ نے کھجوریں اس کپڑے میں ڈال دیں اور وہ سارے کپڑے پر بکھر گئیں پھر کسی قریب بیٹھے ہوئے شخص سے کہا: خندق کھودنے والوں کو آواز دے لو کہ وہ سب ناشتہ کر لیں تمام لوگ آ گئے اور کھجوریں کھانے لگے، کھجوریں برابر بڑھتی ہی جاتی تھیں تا آنکہ تمام لوگوں نے ناشتہ کر لیا اور اس کے بعد بھی کھجوریں کپڑے کے اطراف سے گرتی رہیں۔ (ابن ہشام ج:۲۔ص۔۲۵۲)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ اس جگہ ایک پتھر آ گیا جو مجھ سے نہ ٹوٹتا تھا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہی تھے آپ نے مجھے کدال چلاتے دیکھا، محسوس کیا کہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔ تو آپؐ نیچے اترے اور میرے ہاتھ سے کدال لے لی، ایک کدال ماری تو نیچے ایک بجلی چمکی، دوسری کدال ماری پھر بجلی چمکی، تیسری بار کدال ماری تو پھر بھی بجلی چمکی۔ میں نے عرض کیا کہ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! آپ کدال مار رہے تھے تو اس وقت نیچے چمکنے والی چیز کیا تھی؟ فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا پہلی بجلی سے اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ یمن فتح کرائے گا۔ دوسری بجلی نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ شام و مغرب فتح کرائے گا اور تیسری بجلی کے ذریعے مشرق مسخر کرائے گا۔'' (سیرت ابن ہشام ج:۲:۲ ۵۳)

چونکہ مدینہ شمال کے علاوہ باقی اطراف سے حرے (لاوے کی چٹانوں) پہاڑوں اور کھجور کے باغات سے گھرا ہوا ہے اور نبی ﷺ ایک ماہر اور تجربہ کار فوجی کی حیثیت سے یہ جانتے تھے کہ مدینے پر اتنے لشکر کی یورش صرف شمال کی جہت سے ہو سکتی ہے۔ اس لیے آپؐ نے صرف اسی جانب خندق کھدوائی۔ مسلمانوں نے خندق کھودنے کا کام مسلسل جاری رکھا۔ دن بھر کھدائی کرتے اور شام کو گھر پلٹ آتے یہاں تک کہ مدینے کی دیواروں تک کفار کے لشکر جرار کے پہنچنے سے پہلے مقررہ پروگرام کے مطابق خندق تیار ہو گئی۔

ادھر قریش اپنا چار ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پہنچے تو رومہ، جرف اور زغابہ کے درمیان مجمع الاسیال میں خیمہ زن ہوئے اور دوسری طرف غطفان اور ان کے نجدی ہمسفر چھ ہزار کی نفری لے کر آئے تو احد کے مشرقی کنارے ذنب نقمی میں خیمہ زن ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب ۳۳۔۲۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب اہل ایمان نے ان جتھوں کو دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی فرمایا تھا اور اس (حالت) نے ان کے ایمان اور جذبہ اطاعت کو اور بڑھا دیا۔''

لیکن منافقین اور کمزور نفس لوگوں کی نظر اس لشکر پر پڑی تو ان کے دل دہل گئے اور وہ کہنے لگے کہ

﴿وَإِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾

(الاحزاب:۳۳۔۱۲)

''اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ محض فریب تھا۔''

بہر حال اس لشکر کے مقابلے کے لیے رسول اللہ ﷺ بھی تین ہزار مسلمانوں کی نفری لے کر تشریف لائے اور کوہ سلع کی طرف پشت کر کے قلعہ بندی کی شکل اختیار کر لی۔ سامنے خندق تھی جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل تھی۔ مسلمانوں کا شعار (کوڈ لفظ) حٰم لَا يُنْصَرُونَ (حٰم۔ ان کی مدد نہ کی جائے۔) مدینے کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم کے حوالے کیا گیا تھا اور عورتوں اور بچوں کو مدینے کے قلعوں اور گڑھیوں میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ جب مشرکین حملے کی نیت سے مدینے کی طرف بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چوڑی سی خندق ان کے اور مدینے کے درمیان حائل ہے۔ مجبوراً انہیں محاصرہ کرنا پڑا۔ حالانکہ وہ گھروں سے چلتے وقت اس کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ کیونکہ دفاع کا یہ منصوبہ خود ان کے بقول ایک ایسی چال تھی جس سے عرب واقف ہی نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس معاملے کو سرے سے اپنے حساب میں داخل ہی نہ کیا تھا۔ مشرکین خندق کے پاس پہنچ کر غیظ وغضب سے چکر کاٹنے لگے۔ انہیں ایسے کمزور نقطے کی تلاش تھی جہاں سے وہ اتر سکیں۔ ادھر مسلمان ان کی گردش پر پوری پوری نظر رکھے ہوئے تھے۔ اور ان پر تیر برساتے رہتے تھے۔ تاکہ انہیں خندق کے قریب آنے کی جرات نہ ہو۔ وہ اس میں نہ کود سکیں اور نہ مٹی ڈال کر عبور کرنے کے لیے راستہ بنا سکیں۔ ادھر قریش کے شہسواروں کو گوارا نہ تھا کہ خندق کے پاس محاصرے کے نتائج میں بے فائدہ پڑے رہیں۔ یہ ان کی عادت اور شان کے خلاف بات تھی چنانچہ ان کی ایک جماعت نے جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے ایک تنگ مقام سے خندق پار کر لی اور ان کے گھوڑے خندق اور سلع کے درمیان چکر کاٹنے لگے۔ ادھر سے حضرت علیؓ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور جس مقام سے قریش مکہ نے گھوڑے پار کرائے تھے، اسے قبضے میں لے کر ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس پر عمرو بن عبدود نے مبارزت کے لیے پکارا۔ حضرت علیؓ دو دو ہاتھ کرنے کے لیے مقابلہ میں آ گئے اور ایک ایسا فقرہ چست کیا کہ وہ طیش میں آ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ اس کی کوچیں کاٹیں اس کے چہرے پر مارا اور حضرت علیؓ کے دوبدو آ گیا۔ وہ بڑا بہادر اور شہہ زور تھا۔ دونوں میں پُر زور ٹکر ہوئی۔ ہر ایک نے دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کیے۔ بالآخر حضرت علیؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے وہ اس قدر مرعوب تھے کہ عکرمہ نے بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ دیا مشرکین نے کئی دفعہ خندق پار کرنے یا اسے پاٹ کر راستہ بنانے کی بڑی زبردست کوشش کی لیکن مسلمانوں نے بڑی عمدگی سے انہیں دور رکھا اور انہیں اس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیروں سے چھلنی کیا اور ایسی پامردی سے ان کی تیراندازی کا مقابلہ کیا کہ انکی ہر کوشش ناکام ہوگئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی نماز بھی قضا ہوگئی۔ حضرت علی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا

"جس طرح ان کفار نے ہمیں صلوۃ وسطیٰ (نماز عصر) نہیں پڑھنے دی اور سورج غروب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ انکی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔" (بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۱)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ غزوہ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے قریب (دشمن سے لڑکر) واپس ہوئے۔ وہ کفار کو برا بھلا کہہ رہے تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سورج غروب ہونے کو ہے اور میں عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھ سکا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! نماز تو میں بھی نہیں پڑھ سکا۔ آخر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی بطحان میں اترے۔ آنحضرتؐ نے نماز کے لیے وضو کیا، ہم نے بھی وضو کیا، پھر عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۲)

خندق کے اس محاذ پر پُرزور مقابلوں اور کشمکش میں چھ مسلمان شہید ہوگئے اور دس مشرکین مکہ واصل جہنم ہوئے۔ ان میں سے دو تلوار سے قتل کئے گئے اور آٹھ تیراندازی میں کیفر کردار کو پہنچے۔ اسی دوران حضرت سعد بن معاذؓ کو ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی اور بعد میں وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

احزاب کی جتھہ بندی کرنے والا بڑا یہودی لیڈر حیی بن اخطب کا رابطہ غطفان اور قریش کے لیڈروں کے ساتھ برابر جاری تھا۔ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے مرکز پر قبضہ کرنے کا جو منصوبہ طے کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ یکبارگی ایک طرف قریش مکہ دوسرطرف قبائل غطفان حملہ آور ہوں گے۔ تو مسلمانوں کا صفایا ہوجائے گا۔ لیکن خندق کے دفاعی منصوبہ عمل نے ان کے تمام ناپاک عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد کفار کے لیے ایک ہی تدبیر باقی رہ گئی تھی وہ یہ کہ بنی قریظہ کے یہودی قبیلے کو غداری پر آمادہ کریں جو مدینہ طیبہ کے جنوب مشرقی گوشے میں رہتا تھا چونکہ اس قبیلے سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ تھا جس کی رو سے مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مدافعت کا پابند تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے اس طرف سے بےفکر ہوکر اپنے بال بچے ان گڑھیوں میں بھجوادیے تھے جو بنی قریظہ کی جانب تھیں۔ اور ادھر مدافعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کفار نے اسلامی دفاع کے اس کمزور پہلو کو بھانپ لیا۔ ان کی طرف سے بنی نضیر کا یہودی سردار حیی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس گیا تاکہ انہیں معاہدہ توڑ کر جنگ میں شامل ہونے پر آمادہ کرے ابتداء انہوں نے اس سے انکار کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارا محمد ﷺ سے معاہدہ ہے اور آج تک ہمیں ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن جب ابن اخطب نے ان سے کہا کہ دیکھو میں اس وقت عرب کی متحدہ طاقت اس شخص پر چڑھا لایا ہوں، یہ اسے ختم کردینے کا نادر موقع ہے۔ اس کو اگر تم نے کھو دیا تو پھر اس کے بعد تمہیں کوئی دوسرا موقع نہ مل سکے گا۔ تو یہودی ذہن کی اسلام دشمنی معاہدے پر غالب آ گئی اور بنی قریظہ عہد توڑنے پر آمادہ ہوگئے۔

نبی ﷺ اس معاملے سے بھی بے خبر نہ تھے۔ آپ کو بروقت اسکی اطلاع مل گئی اور آپ نے فوراً انصار کے سرداروں (سعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عبادہ، سعد بن معاذ، عبداللہ بن رواحہ، اور خوات بن جبیر) کو ان کے پاس تحقیق حال اور فہمائش کے لیے بھیجا۔ چلتے وقت آپ نے ان کو ہدایت کی کہ اگر قریظہ عہد پر قائم رہیں تو آ کر سارے لشکر کے سامنے علی الاعلان یہ خبر سنا دینا اگر وہ نقص عہد پر مصر ہوں تو صرف مجھ کو اشارۃً اس کی اطلاع دے دینا تاکہ عام مسلمان یہ بات سن کر پست ہمت نہ ہو جائیں۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو بنی قریظہ کو پوری خباثت پر آمادہ پایا اور انہوں نے برملا ان سے کہہ دیا کہ "لَا عَقْدَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَلَا عَهْدَ" ہمارے اور محمدؐ کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔" اس جواب کو سن کر وہ لشکر اسلام میں واپس آئے اور اشارۃً حضورؐ سے عرض کر دیا: "عُضَل وَ قَارَہ؟ یعنی قبیلہ عضل و قارہ نے رجیع کے مقام پر مبلغین اسلام کے وفد سے جو غداری کی تھی وہی کچھ اب بنی قریظہ کر رہے ہیں۔

یہ خبر بہت جلد مدینے کے مسلمانوں میں پھیل گئی اور ان کے اندر اس سے سخت اضطراب پیدا ہو گیا کیونکہ اب وہ دونوں طرف سے گھیرے میں آ گئے تھے اور ان کے شہر کا وہ حصہ خطرے میں پڑ گیا تھا جدھر دفاع کا کوئی بھی انتظام نہ تھا اور سب کے بچے بھی اسی جانب تھے اس پر منافقین کی سرگرمیاں اور تیز ہو گئیں اور انہوں نے اہل ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لیے طرح طرح کے نفسیاتی حملے شروع کر دیے۔ کسی نے کہا کہ "ہم سے وعدے تو قیصر و کسریٰ کے ملک فتح ہو جانے کے کیے جا رہے تھے اور حال یہ ہے کہ ہم رفع حاجت کے لیے بھی نہیں نکل سکتے۔" کسی نے یہ کہہ کر خندق کے محاذ سے رخصت مانگی کہ اب تو ہمارے گھر ہی خطرے میں پڑ گئے ہیں، ہمیں جا کر ان کی حفاظت کرنی ہے۔ کسی نے یہاں تک خفیہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حملہ آوروں سے اپنا معاملہ درست کر لو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کر دو یہ ایسی شدید آزمائش کا وقت تھا کہ جس میں ہر اس شخص کا پردہ فاش ہو گیا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی نفاق موجود تھا۔ صرف صادق اور مخلص اہل ایمان ہی تھے جو اس کڑے وقت میں بھی فداکاری کے عزم پر ثابت قدم رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نازک موقع پر بنی غطفان سے صلح کی بات چیت شروع کی اور ان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا 1/3 حصہ لے کر واپس چلے جائیں۔ لیکن جب انصار کے سرداروں (سعد بن عبادہ، اور سعد بن معاذؓ) سے آپؐ نے ان شرائطِ صلح کے متعلق مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ آپؐ کی خواہش ہے کہ ہم ایسا کریں؟ یا یہ اللہ کا حکم ہے کہ ہمارے لیے اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ یا آپؐ صرف ہمیں بچانے کے لیے یہ تجویز فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا کہ میں صرف تم لوگوں کو بچانے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارا عرب متحد ہو کر تم پر پل پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو ایک دوسرے سے توڑ دوں۔ اس پر دونوں سرداروں نے بالاتفاق کہا کہ "اگر آپؐ ہماری خاطر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو اسے ختم کر دیجیے یہ قبیلے ہم سے اس وقت بھی ایک حبہ خراج کے طور پر کبھی نہ لے سکے تھے جب ہم مشرک تھے اور اب تو اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لانے کا شرف ہمیں حاصل ہے، کیا اب یہ ہم سے خراج لیں گے ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دے۔ یہ کہہ کر انہوں نے معاہدے کے اس مسودے کو چاک کر دیا جس پر ابھی فریقین کے دستخط نہ ہوئے تھے۔

اسی دوران قبیلہ غطفان کی شاخ اشجع کے ایک صاحب نعیم بن مسعود مسلمان ہو کر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی تک کسی کو بھی میرے قبول اسلام کا علم نہیں ہے، آپؐ مجھ سے اس وقت جو خدمت لینا چاہیں میں اسے انجام دے سکتا ہوں۔ حضورؐ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا تم جا کر دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوئی تدبیر تو کرو۔ چنانچہ وہ بنی قریظہ کے پاس گئے جن سے ان کا بہت میل جول تھا۔ اور ان سے کہا کہ قریش اور غطفان تو محاصرے سے تنگ آ کر واپس بھی جا سکتے ہیں ان کا کچھ نہ بگڑے گا مگر تمہیں مسلمانوں کے ساتھ اسی جگہ رہنا ہے وہ لوگ اگر چلے گئے تو تمہارا کیا بنے گا میری رائے یہ ہے کہ تم اس وقت تک جنگ میں حصہ نہ لو جب تک ان کے باہر سے آئے ہوئے قبائل کے چند نمایاں آدمی تمہارے پاس یرغمال کے طور پر بھیج نہ دیئے جائیں۔ یہ بات بنی قریظہ کے دل میں اتر گئی اور انہوں نے متحدہ محاذ کے قبائل سے یرغمال طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا پھر یہ صاحب قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ بنی قریظہ کچھ ڈھیلے پڑتے نظر آ رہے ہیں۔ بعید نہیں کہ وہ تم سے یرغمال کے طور پر کچھ آدمی مانگیں اور انہیں محمدؐ کے حوالے کر کے اپنا معاملہ صاف کر لیں۔ اس لیے ذرا ان کے ساتھ ہوشیاری سے معاملہ کرنا۔ اس سے متحدہ محاذ کے لیڈر بنی قریظہ کی طرف سے کھٹک گئے اور انہوں نے قرظی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ اس طویل محاصرے سے اب ہم تنگ آ گئے ہیں اب ایک فیصلہ کن لڑائی ہونی چاہیے کل تم ادھر سے حملہ کرو اور ہم ادھر سے یکبارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بنی قریظہ نے یہ جواب کہلا بھیجا کہ آپ لوگ جب تک اپنے چند نمایاں آدمی یرغمال کے طور پر ہمارے حوالے نہ کر دیں، ہم جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس جواب سے متحدہ محاذ کے لیڈروں کو یقین آ گیا کہ نعیم کی بات سچی تھی۔ انہوں نے یرغمال دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس سے بنی قریظہ نے سمجھ لیا کہ نعیم نے ہم کو ٹھیک مشورہ دیا تھا۔ اس طرح یہ جنگی چال بہت کامیاب ثابت ہوئی اور اس نے دشمنوں کے کیمپ میں پھوٹ ڈال دی۔

اب محاصرہ ۲۵ دن سے زیادہ طویل ہو چکا تھا۔ سردی کا زمانہ تھا اتنے بڑے لشکر کے لیے پانی اور غذا اور چارے کی فراہمی بھی مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جا رہی تھی پھوٹ پڑ جانے سے بھی محاصرین کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ اس حالت میں یکایک ایک رات سخت آندھی آئی جس میں سردی اور کڑک اور چمک تھی اور اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا آندھی کے زور سے دشمنوں کے خیمے الٹ گئے اور انکے اندر شدید افراتفری برپا ہو گئی۔ قدرتِ خداوندی کا یہ کاری وار وہ نہ سہہ سکے۔ راتوں رات ہر ایک نے اپنے گھر کی راہ لی اور صبح جب مسلمان اٹھے تو میدان میں ایک دشمن بھی موجود نہ تھا نبی ﷺ نے میدان کو دشمنوں سے خالی دیکھ کر فوراً ارشاد فرمایا "لَنْ تَغْزُوَ كُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ۔" یعنی "اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔" یہ حالات کا بالکل صحیح اندازہ تھا۔ قریش ہی نہیں، سارے دشمن قبائل متحد ہو کر اسلام کے خلاف اپنا آخری داؤ چل چکے تھے۔ اس میں ہار جانے کے بعد اب ان میں یہ ہمت ہی باقی نہ رہی تھی کہ مدینے پر حملہ آور ہونے کی جرأت کر سکتے۔ اب حملے کی قوت دشمنوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ قرآن مجید سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیات ۹ تا ۲۷ کا مطالعہ کریں تو جنگ احزاب کے ان حالات کو درج ذیل آیات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ۚ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۟ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۟ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ
فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ
يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا
بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿١٥﴾
قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ
ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا
يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ
اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً
عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ
الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ
اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا
هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ
وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى
اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ
اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ ﴾ (الاحزاب۔ ۳۳۔۹تا ۲۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔ یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اسکے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ''اے یثرب کے لوگو، تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، پلٹ چلو۔ جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبیؐ سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں'' حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے، دراصل وہ (محاذ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔ اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اس وقت انہیں فتنے کی طرف دعوت دی جاتی تو یہ اس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے انہیں شریک فتنہ ہونے میں کوئی تامل ہوتا۔ ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہونی ہی تھی۔ اے نبیؐ ان سے کہو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا۔ اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمہیں مل سکے گا۔ ان سے کہو، کون ہے جو اللہ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے؟ اور کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے؟ اللہ کے مقابلے میں تو یہ لوگ کوئی حامی و مددگار نہیں پا سکتے ہیں؟

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جنگ کے کام میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آؤ ہماری طرف۔ جو لڑائی میں حصہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کو، جو تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں۔ خطرے کا وقت آ جائے تو اس طرح دیدے پھرا پھرا کر تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو، مگر جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہی لوگ فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لیے تمہارے استقبال کو آ جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے، اسی لیے اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیے اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے یہ سمجھ رہے ہیں کہ حملہ آور گروہ ابھی گئے نہیں ہیں اور اگر وہ پھر حملہ آور ہو جائیں تو ان کا جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر یہ کہیں صحرا میں بدوؤں کے درمیان جا بیٹھیں اور وہیں تمہارے حالات پوچھتے رہیں۔ تاہم اگر یہ تمہارے درمیان رہے بھی تو لڑائی میں کم ہی حصہ لیں گے۔ درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ اور سچے مومنوں (کا حال اس وقت یہ تھا کہ) جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اسکے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اسکے رسول کی بات بالکل سچی تھی۔ اس واقعہ نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہوا) تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول کر لے، بے شک اللہ غفور ورحیم ہے۔ اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہو گیا، اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے، پھر اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ ان کی گڑھیوں سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں اس نے ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو۔ اس نے تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہیں دیا جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

حضرت حذیفہؓ کی بہادری اور قبائل قریش وغطفان کی تباہی و پسپائی

جنگ خندق کی آخری راتیں نہایت ہی خطرناک اور پریشان کن تھیں کیونکہ ایک طرف سے قبائل قریش چار ہزار فوج لے کر چڑھ آئے تھے، دوسری طرف قبائل غطفان چھ ہزار فوج کے ہمراہ مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے۔ جبکہ یہودِ خیبر دونوں افواج کو وسائل جنگ فراہم کر رہے تھے جس کے نتیجہ میں یہود بنو قریظہ نے علانیہ عہد توڑ ڈالا اور وہ شہر کے اس حصے سے حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو گئے جس طرف سے اسلامی فوج نے دفاع کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا اور جس طرف مسلمانوں کے بال بچے بھی تھے اور چوتھا دشمن جو بظاہر مسلمان اور بباطن کفار و مشرکین کے ساتھ ہمدردیاں رکھتا تھا۔ وہ خندق کے محاذ کو ایک ایک کر کے چھوڑنے لگا۔ ان حالات میں مخلص اہل ایمان مرد و خواتین نے جس پامردی کا ثبوت دیا اس کے ایک ورق کا ایک بار پھر مطالعہ ضرور فرمائیے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ سے کوفہ کے ایک نوجوان نے دریافت کیا اے عبداللہ! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ کے رسولؐ کو دیکھا اور آپؐ کی مجلس میں بیٹھے۔ بتاؤ تو سہی تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا واللہ ہم جانثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان کہنے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور ﷺ کے زمانے کو پاتے تو واللہ آپؐ کو قدم نیچے نہ دینے دیتے۔ اپنی گردنوں پر اٹھا کر لے جاتے۔ آپؓ نے فرمایا بھتیجے لو، ایک واقعہ سنو جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ رات گئے تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لا دے؟ اللہ تعالیٰ کے نبیؐ اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف، بھوک، اور سردی کی انتہا تھی، پھر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے پھر فرمایا ہے کوئی جا کر یہ خبر لا دے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا۔ اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔''

اب بھی کوئی کھڑا نہ ہوا اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہا تھا؟ خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے، بالآخر میرا نام لے کر سردار رسولؐ نے آواز دی، اب تو بغیر کھڑے ہوئے چارہ ہی نہ تھا۔ فرمانے لگے حذیفہؓ تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ دیکھ جب تک میرے پاس نہ پہنچ جانا کوئی نیا کام نہ کرنا، میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرأت کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا۔ وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے خدا تعالیٰ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں۔ چولہوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹا دی ہیں۔ خیموں کی چوبیں اکھڑ گئی ہیں۔ آگ جلا نہیں سکتے۔ کوئی چیز اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھکانے پر نہیں رہی۔ اسی وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور بہ آواز بلند منادی کی کہ اے قریشیو! اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہوا ہو۔ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان کھڑا تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں نے کہا کہ اب ہوشیار رہنا۔ پھر ابوسفیان نے کہا قریشیوں بخدا ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی، ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی۔ اور ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی۔ پھر اس ہوا نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ ہم پکا کھا نہیں سکتے۔ آگ تک جلا نہیں سکتے۔ خیمے میں ٹھہر نہیں سکتے۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں۔ اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ واپس ہو جاؤں۔ پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔ اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر (جس کا گھٹنا بندھا ہوا بیٹھا تھا) چڑھ گیا اور اسے مارا وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کا پاؤں کھولا اس وقت اچھا موقع تھا کہ اگر میں چاہتا تو ایک تیر ہی میں ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا۔ لیکن محمد ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی ایسا کام نہ کرنا۔ اس لیے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔ اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا۔ جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے جو آپؐ کی کسی بیوی کی تھی، نماز میں مشغول ہیں۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اوڑھا دی۔ پھر رکوع و سجدہ کیا اور میں وہیں چادر اوڑھے ہوئے بیٹھا رہا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ قریشیوں کے واپس جانے کی خبر جب قبیلہ غطفان کو پہنچی تو انہوں نے بھی سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے"

(تفسیر ابن کثیر الاحزاب: ۳۳۔ تفسیر آیات: ۹۔ ۱۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سخت سردی کے قسم اللہ تعالیٰ کی مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان میں چڑھا لیا اور چاہتا ہی تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا کہ میرا نشانہ خالی نہ جاتا۔ لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں حمام میں چلا آ رہا ہوں۔ ہاں جب حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا۔ تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مجھے اوڑھا دی۔ میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا۔ صبح خود حضور ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا کہ اے سونے والے بیدار ہو جا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ الاحزاب: ۴۶۴۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ حضور ﷺ کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات کو بیان فرما رہے تھے کہ اہل مجلس نے کہا اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے۔ اس پر آپ نے یہ بیان فرمایا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے۔ اندر سے بنو قریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں۔ بال بچے اور عورتیں مدینہ منورہ میں ہیں۔ خطرہ لگا ہوا ہے کہ اگر بنو قریظہ نے اس طرف کا رخ کیا تو ایک ساعت میں ہی عورتوں اور بچوں کا فیصلہ کر دینگے۔ واللہ اس رات جیسی خوف و ہراس والی حالت کبھی ہم پر نہیں گزری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں۔ آندھیاں اٹھتی ہیں، اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے۔ العظمۃ للہ ساتھی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنا تو کجا۔ اپنی انگلیاں بھی نظر نہ آتی تھیں۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے۔ وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر کہ ہمارے بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں، حضور ﷺ سے آ آ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ ؐ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا۔ جس نے کہا میں جاؤں؟ آپ ؐ نے فرمایا شوق سے جاؤ۔ وہ ایک ایک کر کے سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو رہ گئے۔ حضور ﷺ نے ایک ایک کو دیکھا۔ میری عجیب حالت تھی۔ نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لیے کوئی ڈھال تھی، نہ سردی سے بچنے کے لیے کوئی چیز تھی۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچتی تھی۔ جب حضور ﷺ میرے پاس پہنچے اس وقت میں اپنے گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا حذیفہؓ۔ فرمایا ''سن'' واللہ مجھ پر زمین تنگ ہوگئی کہ کہیں حضور ﷺ مجھے کھڑا نہ کریں میری تو حالت ہی غیر ہوگئی لیکن کرتا کیا۔ حضورؐ کا فرمان تھا، میں نے کہا حضورؐ سن رہا ہوں، ارشاد؟ آپ نے فرمایا دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے۔ جاؤ ان کی خبر لاؤ۔ واللہ اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ کسی کو گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی لیکن حضورؐ کا حکم سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا تو میں نے دیکھا کہ آپ ؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں کہ خدیا! اس کی آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے حفاظت کر۔ حضور ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف، ڈر یا وحشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے آواز دے کر فرمایا۔ دیکھو حذیفہؓ وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے نہ پہچانتا تھا میں وہاں گیا تو یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو۔ واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی ہے۔ وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی۔ واللہ اس سے ایک بالشت بھر بھی باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں میں نے دیکھا کہ بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ رسولؐ کو خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو کفایت کر دی اور آپ ؐ کے دشمنوں کو مات دی۔ اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور ﷺ کی عادت میں یہ بات داخل تھی کہ جب کبھی کوئی گھبراہٹ اور دِقت کا وقت ہوتا تو آپ ؐ نماز شروع کر دیتے۔ جب میں نے حضور ﷺ کو یہ خبر سنائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔'' (الاحزاب ۳۳۔۹۔۱۰) پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنو قریظہ ہیں شدت خوف اور گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئی تھیں۔ اور دل حلق تک پہنچ گئے تھے۔ اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آ جائیں گے۔ عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے۔ مسلمانوں کو تو یقین تھا کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے۔ ''درحقیقت تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ اور سچے مومنوں (کا حال اس وقت یہ تھا کہ) جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اسکے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اسکے رسول کی بات بالکل سچی تھی۔" (الاحزاب ۳۳۔۲۲) لیکن منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت ﷺ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیے جائینگے۔ صحابہ نے عین اس گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول ؐ اس وقت ہمیں اس بچاؤ کی کوئی دعا تلقین کریں، آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو" اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا" یا اللہ ہماری پردہ پوشی کر، یا اللہ ہمارے خوف ڈر کو امن وامان میں بدل دے۔" ادھر مسلمانوں کی یہ دعائیں بلند ہوئیں ادھر خدائی لشکر ہواؤں کی صورت میں آیا اور کافروں کا تیا پانچا کر دیا۔

(ابن کثیر الاحزاب ۳۳۔۹۔۱۰)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون ؓ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں۔ میں نے حضور ؐ سے اجازت چاہی تو آپ ؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ میں چلا تو ہوائیں زناٹے کی طرح چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور ﷺ کا پیغام پہنچا دیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور ﷺ کی طرف چل دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس ڈھال کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے نیچے پھینک دیا۔ اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ خدا تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے میں خوف اور رعب بھر دیے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو۔ بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہیں جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ "اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔" (تفسیر ابن کثیر)

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ؓ حضرت حسان بن ثابت ؓ کے فارغ نامی قلعے کے اندر تھیں۔ حضرت حسان ؓ بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ وہیں تھے۔ حضرت صفیہ ؓ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا اور قلعے کا چکر کاٹنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بنو قریظہ رسول اللہ ؐ کے ساتھ کیا ہوا عہد و پیمان توڑ کر آپ ؐ سے برسرِ پیکار ہو چکے تھے اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی نہ تھا جو ہمارا دفاع کرتا۔ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سمیت دشمن کے بالمقابل پھنسے ہوئے تھے اگر ہم پر کوئی حملہ آور ہو جاتا تو آپ انہیں چھوڑ کر آ نہیں سکتے تھے اس لیے میں نے کہا اے حسان ؓ یہ یہودی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، قلعے کا چکر کاٹ رہا ہے اور مجھے خدا کی قسم اندیشہ ہے کہ یہ باقی یہود کو بھی ہماری کمزوری سے آگاہ کر دے گا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ ہماری مدد کو نہیں آ سکتے۔ لہٰذا آپ جائیے اور اسے قتل کر دیجئے۔ حضرت حسان ؓ نے کہا واللہ آپ جانتی ہیں کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں۔ حضرت صفیہ ؓ کہتی ہیں کہ اب میں نے خود اپنی کمر ہمت باندھی پھر ستون کی ایک لکڑی لی۔ اس کے بعد قلعے سے اتر کر اس یہودی کے پاس پہنچی اور لکڑی سے مار مار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد قلعہ میں واپس آئی اور حسان ؓ سے کہا کہ جائیے اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہتھیار اور اسباب اتار لیجئے چونکہ وہ مرد ہیں، اس لیے میں نے اس کے ہتھیار نہیں اتارے، حسانؓ نے کہا مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج۔۲۔ص۔۲۶۵)

بنوقریظہ کی بدعہدی اور ان کا انجام بد

بنوقریظہ کی بدعہدی کا حال گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب یہ لوگ حیی بن اخطب کے اصرار پر بدعہدی پر اتر آئے اور آپؐ نے تحقیق حال اور فہمائش کے لیے حضرت سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا جب یہ وفد بنوقریظہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے برملا کہہ دیا کہ ''لَا عَقْدَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَلَا عَهْدَ''۔ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے۔ اور انہوں نے مجاہدین اسلام اور بالخصوص خواتین کے خیموں پر حملے کا پروگرام بنالیا اور اس کے لیے پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں جمع کر لی تھیں۔ جن پر بعد میں مجاہدین اسلام نے قبضہ کرلیا دریں حالات محاذ جنگ پر صحابہ کرامؓ کی یہ دعا جس کی تعلیم آپ نے ہی دی تھی ''اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا''

''اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کردے'' اور آنحضرت ﷺ مسلسل بارگاہ رب العزت میں یہ دعا کر رہے تھے کہ

[''اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ أَهْزِمِ الْأَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔'']

(بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۵، عن عبداللہ بن ابی اوفی)

''اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے! جلدی حساب لینے والے! کفار کے لشکر کو شکست دے، اے اللہ! ان کی طاقت کو متزلزل کردے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی مدد کی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝﴾ (الاحزاب۔۳۳۔۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔''

مزید ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝﴾ (الاحزاب ۲۵:۳۳)

اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے، اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہوگیا، اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان وانعام تھا جسے ہادی اعظم حضرت محمد ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں ورد زبان رکھا اور اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کو حج وعمرہ اور شب وروز بطور وظیفہ پڑھنے کی تعلیم دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غزوے، حج یا عمرے سے واپس آتے تو سب سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ پھر یوں فرماتے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہت اسی کے لیے ہے۔ حمد اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (یا اللہ) ہم واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے عبادات کرتے ہوئے۔ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے، اور اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے۔

["صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ"] (بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۶)

"اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کی فوجوں کو اس اکیلے نے شکست دے دی۔ اللہ کی رحمت خاص سے باہر سے آئے ہوئے احزاب قریش مکہ اور قبائل غطفان مع اعوان انصار خائب وخاصر ہو کر واپس پلٹے اور سرور کائنات حضرت محمدؐ

[لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ]

(بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۴)

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ جس نے اپنے لشکر کو فتح دی۔ اپنے بندے (یعنی محمد ﷺ) کی مدد کی اور احزاب (یعنی افواج مکہ اور قبائل غطفان اور انکے اعوان وانصار) کو تنہا بھگا دیا۔ بس اس کے بعد کوئی چیز اس کے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔"

محاذ جنگ خندق سے یہ ترانہ پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جوں ہی نبی کریم ﷺ خندق کے مقام سے واپس آئے اور ہتھیار اتار کر غسل کیا تو جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس آئے اور کہا آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں، خدا گواہ ہے ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، ان پر فوج کشی کیجئے، آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کس پر؟ جبرئیل نے کہا کہ ان پر اور انہوں نے (یہود کے قبیلہ) بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آپؐ نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی۔ اس حکم الٰہی کے بعد خود حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی بنو قریظہ روانہ ہو گئے جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے واضح ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جیسے اب بھی وہ گرد وغبار میں دیکھ رہا ہوں جو جبریل علیہ السلام کے ساتھ سوار فرشتوں کی وجہ سے قبیلہ غنم کی گلی میں اٹھا تھا جب رسول اکرم ﷺ نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۸)

حضرت جبرئیل نے ظہر کے وقت بنو قریظہ پر چڑھائی کا حکم سنایا تو آپؐ نے حضرت بلال کو منادی کا حکم دیا کہ "مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ۔" یعنی جو بھی سننے والا فرمانبردار مسلمان ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچ کر پڑھے۔ یہ اعلان سنتے ہی صحابہ کرامؓ بنو قریظہ کی طرف چل دیئے۔ اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ۔ غزوہ احزاب سے فارغ ہو کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان عصر کی نماز بنو قریظہ تک پہنچنے کے بعد ادا کریں۔ بعض حضرات کی عصر کی نماز کا وقت راستے ہی میں ہو گیا۔ ان میں سے کچھ صحابہؓ نے کہا کہ ہم راستے میں نماز نہیں پڑھیں گے۔ (کیونکہ آنحضرتؐ نے بنو قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کے لیے فرمایا تھا۔) اور بعض صحابہؓ نے کہا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرتؐ کے ارشاد کا منشا یہ نہیں تھا۔ (چنانچہ انہوں نے راستے ہی میں نماز عصر پڑھ لی) بعد میں جب آنحضرتؐ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے کسی پر خفگی (کا اظہار) نہیں فرمایا۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۱۱۹)

آنحضرت ﷺ نے مدینے کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد کیا اور حضرت علیؓ کو جنگ کا پھریرا دے کر آگے روانہ کیا جب وہ بنو قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے تو بنو قریظہ نے رسول اکرم ﷺ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ آپؐ مہاجرین اور انصار کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ بنو قریظہ پہنچے اور ''انا'' نامی ایک کنویں پر نزول فرمایا۔ نیز جیسے جیسے مسلمانوں تک بنو قریظہ کی طرف مارچ کی اطلاع پہنچی وہ روانہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے لشکر میں جا شامل ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔ آنحضرت ﷺ کی ہدایت و رہنمائی میں بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا گیا یہ محاصرہ پچیس روز طویل ہو گیا۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو یہود بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے یہود کے سامنے تین تجاویز پیش کیں لیکن وہ کسی بھی تجویز کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ کعب بن اسد نے کہا۔

۱۔ بچاؤ کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم سب اسلام قبول کر لیں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو کر اپنی جان، مال اور بچوں کو محفوظ کر لیں۔ کعب بن اسد نے تجویز پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ واللہ تم لوگوں پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ واقعی نبی ہیں اور رسول ہیں اور وہی ہیں جنہیں تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

۲۔ یا اپنے بیوی بچوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کر دو اور تلوار سونت کر محمد ﷺ کی طرف نکل پڑو اور پوری قوت سے ٹکرا جاؤ یا اس کے بعد فتح پاؤ یا سب کے سب مارے جاؤ۔

۳۔ یا پھر محمد ﷺ پر اور ان کے صحابہ پر دھوکہ سے سنیچر کے دن پل پڑیں کیونکہ انہیں اطمینان ہوگا کہ آج لڑائی نہیں ہوگی۔

ان تینوں تجاویز کو رد کر دینے کے بعد بنو قریظہ کے سامنے ایک ہی راستہ رہ جاتا تھا کہ آپؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیں۔ تاہم انہوں نے ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنے بعض حلیفوں سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؐ ابو لبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابو لبابہ ان کے حلیف بھی تھے اور ان کے باغات اور آل اولاد بھی اسی علاقے میں تھے۔ آپؐ نے ابو لبابہ کو انکے پاس بھیج دیا۔ حضرت ابو لبابہ جب وہاں پہنچے تو مرد انہیں دیکھ کر ان کی طرف دوڑ پڑے اور عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابو لبابہ پر رقت طاری ہو گئی۔ یہود نے کہا۔ ابو لبابہ! کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں؟ انہوں نے کہا ہاں! لیکن ساتھ ہی ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن فوراً ابو لبابہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہے وہ واپس آئے لیکن آپؐ کے پاس جانے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ کر قسم کھائی کہ اب انہیں رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے کھولیں گے اور انہوں نے طے کیا کہ آئندہ بنو قریظہ کی سر زمین میں کبھی داخل نہیں ہوں گے۔ یہ پانچ دن اسی حال میں رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور وہ تب مسجد نبوی کے ستون سے جدا ہوئے۔

حضرت ابو لبابہؓ کے اشارے کے باوجود بنو قریظہ نے آپ کو اس شرط پر رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا کہ قبیلہ اوس کے سردار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد بن معاذؓ انکے حق میں جو فیصلہ کر دیں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ انہوں نے حضرت سعد کو اس امید پر حکم بنایا کہ زمانہ جاہلیت میں اوس اور بنی قریظہ کے درمیان جو حلیفانہ تعلقات مدتوں سے چلے آرہے تھے وہ ان کا خیال کریں گے اور انہیں بھی اسی طرح مدینہ سے نکل جانے دیں گے جس طرح پہلے بنی قینقاع اور بنی نضیر کو نکل جانے دیا گیا تھا۔ خود قبیلہ اوس کے لوگ بھی یہی سفارش آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر رہے تھے۔ اور حضرت سعدؓ جب حکم مقرر ہو گئے تھے ان سے بھی یہی تقاضا کر رہے تھے کہ اپنے حلیفوں کے ساتھ نرمی برتیں۔ حضرت سعد کی دور رس نگاہ کے سامنے یہود کا جو کردار تھا وہ یہ تھا کہ پہلے جن دو قبیلوں کو مدینہ سے نکل جانے کا موقع دیا گیا تھا وہ کس طرح سارے گرد و پیش کے قبائل کو بھڑکا کر مدینہ پر دس ہزار کا لشکر چڑھا لائے تھے اور بنو قریظہ کا یہ کردار بھی ان کے سامنے تھا کہ اس آخری یہودی قبیلے نے عین بیرونی حملے کے موقع پر بدعہدی کر کے اہل مدینہ کو تباہ کر دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ نیز یہود اور یہودیت کی پوری تاریخ ان کے سامنے تھی جو قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اس تناظر میں انہوں نے ایک تاریخ ساز فیصلہ سنایا فیصلے سے پہلے حضرت سعد نے کہا، کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا مسلمانوں پر بھی؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے پھر کہا اور جو یہاں ہیں ان پر بھی؟ ان کا اشارہ رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا۔ مگر اجلال و تعظیم کے سبب چہرہ دوسری طرف رکھا۔ آپؐ نے فرمایا، جی ہاں، مجھ پر بھی۔ اس تاریخ ساز فیصلے کے لیے صحیح بخاری کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سعد زخمی ہو گئے تھے۔ قریش کے ایک کافر حسان بن عرفہ نے ان پر تیر چلایا تھا اور ان کے بازو کی رگ میں آ کر لگا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا تھا کہ قریب سے انکی عیادت کرتے رہیں۔ پھر جب آپ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے؟ خدا کی قسم! ابھی میں نے ہتھیار نہیں اتارے۔ آپؐ کو ان پر فوج کشی کرنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کس پر؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا آنحضور ﷺ بنو قریظہ کی طرف پہنچے (اور انہوں نے اسلامی لشکر کے پندرہ دن کے سخت محاصرہ کے بعد) سعد بن معاذؓ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈال دیئے۔ آنحضور ﷺ نے سعدؓ کو فیصلے کا اختیار دیا۔ سعدؓ نے کہا میں ان کے بارے میں فیصلہ کرتا ہوں کہ جتنے لوگ ان کے جنگ کے قابل ہیں وہ قتل کر دیے جائیں۔ ان کے بچے اور عورتیں قید کر لیے جائیں اور ان کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام نے بیان کیا کہ پھر مجھے میرے والد نے عائشہؓ سے خبر دی کہ سعدؓ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں کہ تیرے راستے میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انہیں ان کے وطن سے نکالا لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ہماری اور ان کی لڑائی ختم کر دی ہے لیکن اگر قریش سے ہماری لڑائی کا کوئی سلسلہ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھئے۔ یہاں تک کہ میں تیرے راستے میں ان سے جہاد کروں اور اگر لڑائی کے سلسلے کو تو نے ختم ہی کر دیا ہے تو میرے زخموں کو پھر سے ہرا کر دے اور اس میں میری موت واقع کر دے۔ اس کے بعد سینے پر ان کا زخم پھر سے تازہ ہو گیا۔ مسجد میں قبیلہ بنو غفار کے کچھ صحابہ کا بھی ایک خیمہ تھا۔ خون ان کی طرف بہہ کر آیا تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! تمہاری طرف سے یہ خون ہماری طرف کیوں بہہ کر آیا ہے؟ دیکھا تو سعدؓ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا، ان کی وفات اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوئی۔(صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۱۲۲)

''ایک اور حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ نے سعد بن معاذؓ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈال دیئے تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں (مدینہ منورہ) سے بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب اس جگہ کے قریب آئے جسے آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھنے کے لیے منتخب کر رکھا تھا تو آپؐ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ یا آپؐ نے یوں فرمایا اپنے سے بہتر لیڈر کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ بنو قریظہ نے تم کو ثالث مان کر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چنانچہ سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ جتنے لوگ ان میں سے جنگ کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دیا۔ یا یہ فرمایا کہ جیسے بادشاہ (یعنی خدا) کا حکم تھا۔(صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۴۱۲۱)

حضرت سعد بن معاذؓ کے اس فیصلے کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر بنو قریظہ کو مدینہ میں لا کر بنو نجار کی ایک عورت جو حضرت حارث کی صاحبزادی تھی کے گھر میں قید کر دیا گیا اور مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں۔ پھر انہیں ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ کچھ لوگوں کے جانے کے بعد باقی ماندہ قیدیوں نے اپنے سردار کعب بن اسد سے پوچھا کہ آپ کا کیا اندازہ ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔؟ اس نے کہا کیا تم لوگ کسی بھی جگہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔؟ دیکھتے نہیں کہ پکارنے والا رک نہیں رہا ہے اور جانے والا پلٹ نہیں رہا ہے۔ یہ خدا کی قسم قتل ہے۔'' بہر کیف ان سب کی گردنیں ماردی گئیں۔ بنو قریظہ کی اس تباہی کے ساتھ ہی قبائل قریش اور قبائل غطفان اور ان کے اعوان وانصار کو اسلامی ریاست کے خاتمے اور مسلمانوں کو نیست ونابود کر دینے کے خواب کو پورا کرنے کے لیے چڑھ لانے والے بڑے کردار کا بھی صفایا ہو گیا۔ یعنی حیی بن اخطب بھی انجام بد سے دوچار ہوا۔ یہ ام المومنین حضرت صفیہؓ کا باپ تھا اور خیبر کا باشندہ۔ جس نے بنو قریظہ کو بدعہدی پر آمادہ کیا تھا۔ اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر کوئی برا وقت آیا تو میں بھی اپنی قوم کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں گا۔ چنانچہ وہ اس برے وقت میں بنو قریظہ کے ساتھ نبھاتے ہوئے قلعہ بند ہو گیا تھا۔ حیی بن اخطب کو جب خدمت نبوی میں لایا گیا تو اس نے ایک جوڑا زیب تن کر رکھا تھا جسے خود ہی ہر جانب سے ایک ایک انچ پھاڑ رکھا تھا تاکہ اسے مال غنیمت میں نہ رکھوالیا جائے۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ اس نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے کہا: ''سنئے! میں نے آپؐ کی عداوت پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جو اللہ سے لڑتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''لوگو! اللہ کے فیصلے میں کوئی حرج نہیں یہ تو نوشتہ تقدیر ہے۔ اور ایک بڑا قتل ہے۔ جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا ہے اس کے بعد وہ بیٹھا اور اسکی گردن ماردی گئی۔

بنو قریظہ کے محاصرہ میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا جن کا نام خلاد بن سوید ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جن پر بنو قریظہ کی ایک عورت نے چکی کا پاٹ پھینک مارا تھا۔ بس بنو قریظہ کی اس عورت کو بطور قصاص قتل کر دیا گیا۔ باقی عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ نیز پچیس روزہ اس محاصرے کے دوران حضرت عکاشہؓ کے بھائی ابوسنان بن محصن نے بھی وفات پائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوہ خندق و بنو قریظہ کے بعد کی صورتحال

یکے بعد دیگرے ان دو غزوات خندق و بنو قریظہ کے بعد قریش مکہ کی قوت بکھر گئی اور ان کی کمر ٹوٹ گئی اور پھر وہ کسی بھی حربی میدان میں اترنے کی پوزیشن میں نہ رہے اور یہود تو پہلے بھی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اگر ان میں ہمت ہوتی تو وہ کھل کر میدان میں آتے اور مردوں کی طرح مقابلہ کرتے۔ انہوں نے اپنے لیے جس کردار کو پسند کیا وہ مکر وفریب، دجل اور سازشوں کا بزدلانہ کردار تھا اور غزوہ بنو قریظہ کے بعد وہ بھی ختم ہو کر رہ گیا تھا لیکن تقریباً سو میل کے فاصلے پر اس کا وجود ضرور موجود تھا اور وہاں سلام بن ابی الحقیق جس کا نمبر حیی بن اخطب کے بعد تھا اور جس نے مسلمانوں کے مقابلے میں احزاب کو منظم کیا تھا وہ اہل مدینہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اس کے جرائم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اس نے قریش کو مال اور رسد کی بھی مدد کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا بھی پہنچاتا رہتا تھا۔ اس لیے قبیلہ خزرج نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی اور غزوہ بنو قریظہ کے بعد اجازت میں جلدی بھی کی کہ کہیں قبیلہ اوس اس میں بازی نہ لے جائے کیونکہ کعب بن اشرف کو قبیلہ اوس کے لوگوں نے نہایت عجیب وغریب طریقے سے قتل کیا تھا۔ اس لیے قبیلہ خزرج کی تمنا تھی کہ ہم بھی اس دشمن خدا کو منفرد انداز میں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں جس طرح یہ کارنامہ انجام دیا وہ درج ذیل ہے۔

''حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند صحابہؓ کو ابو رافع (یہودی کے قتل) کے لیے بھیجا اور عبداللہ بن عتیکؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا گھناؤنا کردار ادا کرتا رہتا تھا اور آپؐ کے خلاف (آپؐ کے دشمنوں کی) مدد کیا کرتا تھا، سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں وہ رہا کرتا تھا جب اس قلعے کے قریب یہ حضرات پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر اپنے گھروں کو واپس آ چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا آپ لوگ یہیں رہیں میں (ابو رافع کے قلعہ پر) جا رہا ہوں۔ ممکن ہے دربان پر کوئی تدبیر کارگر ہو جائے اور میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں چنانچہ آپ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے سے قریب پہنچ کر آپ نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا، جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام افراد اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے انہیں بھی قلعہ کا آدمی سمجھ کر آواز دی، خدا کے بندے اگر اندر آنا ہے تو جلدی سے آ جاؤ میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (عبداللہ بن عتیک کا بیان ہے کہ چنانچہ میں اندر چلا گیا اور چھپ کر ان کی نقل وحرکت کو دیکھنے لگا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے قبضے میں کر لیا پھر میں نے دروازہ کھول لیا۔ ابو رافع کے پاس اس وقت کہانیاں اور داستانیں بیان کی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے خاص بالا خانے میں تھا، جب داستان گو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چڑھنے لگا اس عرصہ میں جتنے دروازے (اس تک پہنچنے کے لیے) کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کر دیتا تھا۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر قلعہ والوں کو میرے متعلق معلوم ہو جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر دوں، آخر میں اس کے قریب پہنچ گیا اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہے، اس لیے میں نے آواز دی۔ یا ابا رافع۔ وہ بولا کون ہے۔ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی، اس وقت میں بہت گھبرایا ہوا تھا اور یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہ کرسکا۔ وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا پھر دوبارہ اندر گیا۔ اور میں نے پوچھا، ابو رافع! یہ آواز کیسی تھی، وہ بولا تیری ماں پر تباہی آئے ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) میں نے تلوار سے ایک ضرب لگائی، انہوں نے بیان کیا کہ اگرچہ میں نے اسے شدید زخمی کر دیا تھا لیکن ابھی وہ مرا نہیں تھا، اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں رکھ کر دبائی جو اسکے پیٹ تک پہنچ گئی۔ مجھے اب یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں چنانچہ میں نے دروازے ایک ایک کر کے کھولنے شروع کیے، آخر میں ایک زینے پر پہنچا میں یہ سمجھا کہ زمین کی سطح تک پہنچ چکا ہوں (لیکن ابھی میں اوپر ہی تھا) اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامے سے باندھ لیا اور آکر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں۔ جب (سحر کے وقت) مرغ نے بانگ دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہو کر کہا کہ اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت ہو گئی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اب جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کروا دیا ہے۔ چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پاؤں پھیلایا تو آپؐ نے اس پر دست مبارک پھیرا اور اسکی برکت سے پاؤں اتنا اچھا ہو گیا کہ جیسے کبھی اس میں چوٹ آئی ہی نہیں تھی۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۰۳۹)

ابو رافع کے قتل کو میں نے ایک طویل حدیث کی روشنی میں قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ غزوہ خندق اور بنو قریظہ کے بعد صلح حدیبیہ تک کے غزوات وسرایا پر اگر ایک نظر ڈالیں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ کسی بھی سریے یا غزوے میں کوئی سخت جنگ نہیں ہوئی صرف بعض بعض مقامات پر معمولی قسم کی جھڑپیں ہوئیں۔ لہٰذا ان کو باقاعدہ جنگ کی بجائے طلایہ گردی، فوجی گشت اور تادیبی نقل وحرکت کہا جاسکتا ہے۔ جس کا مقصد ڈھیٹ بدوؤں اور اکڑے ہوئے دشمنوں کو خوفزدہ کرنا تھا۔ حالات کا گہرا تجزیہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غزوۂ احزاب اور بنو قریظہ کے بعد بیرونی اور اندرونی محاذوں پر حالات میں تبدیلی آنی شروع ہو گئی تھی۔ اور دشمنان دین واسلام کے حوصلے ٹوٹتے جا رہے تھے۔ اب انہیں یہ امید باقی نہیں رہ گئی تھی کہ دعوت اسلام کو توڑا اور اسکی شان وشوکت کو پامال کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ تبدیلی ذرا اچھی طرح کھل کر اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب مسلمان صلح حدیبیہ سے فارغ ہو چکے۔ یہ صلح دراصل اسلامی قوت کا اعتراف تھا اور اس صلح نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی کہ اب اسلامی تحریک اور مدنی اسلامی ریاست کو جزیرہ نمائے عرب میں باقی اور برقرار رہنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ آیئے اگلے باب میں صلح حدیبیہ اور اسکے متعلقات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

طواف بیت اللہ کا خواب، معاہدہ صلح حدیبیہ اور فتح مبین

آنحضرت ﷺ نے غزوہ خندق کے بعد ایک پیش گوئی فرمائی تھی جس کو حضرت سلیمان بن صرد نے بیان کیا کہ جب عرب کے قبائل قریش وغطفان خندق کے موقع پر مدینہ پر چڑھ کر آئے تھے، ناکام ونامراد واپس ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ

[اَلْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ .] (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۱۱۰)

''اب ہم ان سے جنگ کریں گے، وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے، ہم ہی ان پر فوج کشی کیا کریں گے۔''

ظاہر ہے کہ یہ ارشاد نبوی حالات وواقعات کے گہرے تجزیے کے بعد تھا، اللہ تعالیٰ کے اشارے سے تھا اور اسے اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھانا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایک خواب دکھایا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ جب کہ سورۃ الفتح کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تصدیق بایں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِينَ ۙ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۙ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ (الفتح۔ ۴۸۔ ۲۷)

''فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے۔ اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرمادی۔''

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ خواب اشارہ الٰہی ہی نہیں بلکہ حکم خداوندی تھا۔ جس پر عملدر آمد کے لیے آنحضرت ﷺ نے اپنا خواب صحابہ کرامؓ کو سنانے کے ساتھ سفر کی تیاری شروع کر دی۔ نیز آس پاس کے قبائل میں آپؐ نے اعلان عام کرادیا کہ ہم عمرے کے لیے جارہے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے تیار ہو جائے۔ سچے اور مخلص اہل ایمان عمرے پر جانے کا اعلان سنتے ہی فوراً تیار ہو گئے اور جن لوگوں کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی انہوں نے تو یہی سمجھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جارہے ہیں۔ اس لیے ان میں سے ایک فرد بھی تیار نہ ہوا۔ یہاں رک کر ذرا چشم تصور میں لائیں۔ تیرہ سالہ مکی زندگی کے حالات، پھر، ہجرت کا سارا واقعہ اور بدر واحد اور غزوہ احزاب کی روداد تو ایسا لگتا ہے کہ واقعی آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کا یہ اقدام موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا لیکن قرآنی تعلیمات کی روح بھی یہی ہے اور تقاضا بھی کہ خطرات کے طوفانوں میں کود جاؤ اور نتائج کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اور پھر یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ وہ مشکل ترین حالات میں اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کی اس وقت مدد کی جب انہیں اٹھا کر آگ میں پھینک دیا گیا تھا۔ اور اُم اسماعیل کی اس وقت مدد کی جب اس نے صحرائے عرب میں اس کو پکارا۔ اور اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کی اس وقت مدد کی جب سامنے دریائے فرات تھا اور پیچھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لشکر فرعون۔ اور پھر آنحضرتؐ اور صحابہ کرام کی کہاں کہاں مدد نہیں کی خواہ وہ مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت اور ہر لمحہ اور ہر مرحلہ پر آپؐ کی اور صحابہ کرامؓ کی مدد کی۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کے اس انتہائی خطرناک سفر کے لیے روانہ ہو کر ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ یہ ذی القعدہ کا آغاز تھا اور یہ پہلا مہینہ ان چار مہینوں (ذی القعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب) میں سے ایک تھا جو عرب میں حج اور عمرے کے لیے مخصوص ہیں۔ آنحضرتؐ نے ذوالحلیفہ سے جو مدینہ کا میقات ہے، عمرے کا احرام باندھا۔ قربانی کے لیے ایک سو ستر اونٹ ساتھ لئے جنکی گردنوں میں ھدی کی علامت کے طور پر قلادے پڑے ہوئے تھے۔ پرتلوں میں صرف ایک ایک تلوار رکھ لی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی۔ اور اس کے سوا کوئی سامان جنگ ساتھ نہ تھا۔ اس طرح یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔ جب آنحضرت ﷺ اتنے بڑے قافلے کے ساتھ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر کی طرف مرکوز تھیں اور لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جارہا بلکہ ماہ حرام میں، احرام باندھ کر ھدی کے اونٹ ساتھ لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنے جارہا ہے اور قطعی طور پر غیر مسلح ہے۔

عمرہ کرنے کے لیے جس طرح یہ کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا اسی طرح قریش مکہ کو آنحضرت ﷺ کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال دیا تھا۔ انہیں اچھی طرح اس قافلہ کی آمد کے مقصد کا علم تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جارہا ہو اسے روکنے کا کسی کو حق نہیں حتیٰ کہ کسی قبیلے سے اسکی دشمنی بھی ہو تو عرب کے مسلمہ قوانین کی رو سے وہ اپنے علاقے سے اس کے گزرنے میں مانع نہیں ہوسکتا۔ قریش مکہ اس الجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے عرب میں اس پر شور مچ جائے گا۔ اور عرب کا ہر شخص پکار اٹھے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے۔ تمام قبائل یہ سمجھیں گے کہ ہم خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں اور ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کسی کو حج اور عمرہ کرنے دینا یا نہ کرنے دینا اب اہل مکہ کی مرضی پر موقوف ہے، جس سے وہ ناراض ہوں گے اسے بیت اللہ کی زیارت کرنے سے اسی طرح روک دیں گے جس طرح آج مدینے کے ان زائرین کو روک دیا ہے۔ یہ ایسی غلطی ہوگی جس سے سارا عرب ان سے منحرف ہو جائے گا لیکن اگر محمد ﷺ کو اتنے بڑے قافلے کے ساتھ بخیریت مکہ میں داخل ہو جانے دیا جائے تو پورے ملک میں ہوا اکھڑ جائے گی اور لوگ کہیں گے اہل مکہ محمد ﷺ سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ آخرکار بڑی شش و پنج کے بعد ان کی جاہلانہ حمیت ہی ان پر غالب آکر رہی اور انہوں نے اپنی ناک کی خاطر یہ فیصلہ کیا کہ کسی بھی قیمت پر اس قافلے کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ چنانچہ قریش مکہ پوری تیاریوں کے ساتھ اس مدنی قافلے کو روکنے اور مزاحمت کرنے کے لیے چل پڑے۔

آنحضرت ﷺ نے بنی کعب کے ایک شخص کو مخبر کی حیثیت سے آگے بھیج رکھا تھا تاکہ وہ قریش مکہ کے ارادوں اور انکی نقل و حرکت سے آپؐ کو بروقت مطلع کرتا رہے۔ جب مدنی قافلہ عسفان پہنچا تو مخبر نے آکر آپؐ کو اطلاع دی کہ قریش مکہ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید کو انہوں نے دو سو سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف آگے بھیج دیا ہے تاکہ وہ کاروان عمرہ کا راستہ روکیں۔ قریش مکہ نے جو حکمت عملی طے کی تھی وہ یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرتؐ اور ان کے ساتھیوں سے چھیڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھاڑ کر کے ان کو اشتعال دلائیں۔ اور پھر لڑائی ہو جائے تو پورے ملک میں یہ مشہور کر دیا جائے کہ یہ لوگ دراصل آئے ہی لڑنے کے لیے تھے مگر بہانہ انہوں نے عمرہ کا کیا تھا اور احرام محض دھوکہ دینے کے لیے باندھ رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے قریش مکہ کی ان سازشوں کو یوں ناکام بنا دیا کہ یہ اطلاع ملتے ہی کہ اہل مکہ پوری تیاری کے ساتھ گھروں سے چل پڑے ہیں۔ فوراً راستہ تبدیل کر دیا اور ایک نہایت دشوار گزار راستے سے سخت مشقت اٹھا کر مکہ مکرمہ سے تقریباً تیرہ میل دور حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جہاں سے حدود حرم کا آغاز ہوتا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے جب کاروان عمرہ عسفان پہنچا تو بشر ابن سفیان کعبی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! قریش آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع سن چکے تھے۔ مع عورتوں اور بچوں کے نکل کر آ گئے ہیں۔ چیتے کی کھالوں میں ملبوس ہیں۔ ذی طویٰ میں آ کر ڈیرے ڈالے ہیں۔ انہوں نے عہد کیا ہے کہ آپؐ کو مکہ میں ہرگز نہ داخل ہونے دیں گے۔ اور خالد بن ولید سواروں کے سپہ سالار ہیں۔ انہیں کراع الغمیم پہلے ہی بھیج دیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے بشر ابن سفیان سے خبر سن کر پھر ایک مرتبہ اپنے مقصد بعثت کو بایں الفاظ بیان فرمایا کہ: قریش کا برا ہو! انہیں تو جنگ کھا گئی، اگر وہ اس معاملے کو مجھ پر اور عربوں پر چھوڑ دیں تو ان کا کیا بگڑتا ہے؟ اگر عرب مجھے ہلاک کر دیں گے تو قریش کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے عربوں پر غالب کر دے گا تو وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور اسلام میں داخل نہیں ہوں گے تو جب تک انکی قوت ہوگی جنگ کریں گے۔ پھر قریش کس خیال میں ہیں؟ فَوَاللهِ لَآ أَزَالُ أُجَاهِدَ عَلَى الَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِهٖ حَتّٰى يُظْهِرُهُ اللهُ أَوْ تَنفَرِدَ هٰذِهِ السَّالِفَه۔ خدا کی قسم! اس مقصد کے لیے میں برابر جہاد کرتا رہوں گا۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ تاآنکہ وہ ذات پاک اسے غالب کر دے یا میری موت آ جائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کون ہے جو مجھے یہ راستہ چھوڑ کر جس پر قریش ہیں کسی دوسرے راستے سے لے چلے۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے کہا ''یا رسول اللہ! میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ چنانچہ آپؐ دوسرے راستے سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ زہری نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ جب آنحضرتؐ کو اطمینان ہو گیا تو خزاعہ قبیلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بدیل ابن ورقاء خزائی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہی وہ واحد قبیلہ تھا جو اس علاقے میں آپؐ کا خیر خواہ تھا۔ بدیل بن ورقاء نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ محض زیارت و اکرام بیت اللہ مقصود ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے قبیلہ خزاعہ سے وہی بات کی جو بشر ابن سفیان کو فرما چکے تھے۔ یہ تمام خزاعی واپس چلے گئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطلوبہ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

بدیل بن ورقاء خزاعیؓ اپنی قوم کے چند افراد کو لے کر حاضر ہوئے یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو پیچھے چھوڑ کر آ رہا ہوں جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیروں پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے۔ ان کے ساتھ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں اور ہر طرح کا سامان ان کے ساتھ ہے وہ لوگ آپؐ سے لڑیں گے اور آپؐ کے بیت اللہ پہنچنے میں مزاحم ہوں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

[اِنَّا لَمْ نُجِیْ لِقِتَالِ اَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَاِنَّ قُرَيْشاً قَدْ نَهَكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَاَضَرَّتْ بِهِمْ فَاِنْ شَاءُوْا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ فَاِنْ اَظْهَرْ فَاِنْ شَاءُوْا اَنْ يَدْخُلُوْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِمَّا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِي هَذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللَّهُ أَمْرَهُ]

(مختصر سیرت ابن ہشام ص ۲۲۱۔ صحیح بخاری کتاب الشروط۔ حدیث نمبر ۲۷۳۱۔ ۲۷۳۲)

''ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کے لیے آئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ مسلسل لڑائیوں نے قریش کو پہلے ہی کمزور کر دیا ہے اور انہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اب اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت تک (لڑائی کا سلسلہ بند رکھنے کا) ان سے معاہدہ کر لوں گا، اس عرصہ میں وہ میرے اور عوام کفار و مشرکین عرب کے درمیان نہ پڑیں، اور مجھے ان کے سامنے اپنا دین پیش کرنے دیں۔ پھر اگر میں کامیاب ہو جاؤں، اور اس کے بعد وہ چاہیں تو اس دین میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ جس میں اور تمام لوگ ہو چکے ہوں گے لیکن اگر مجھے کامیابی نہ ہوئی تو انہیں بھی آرام ہو جائے گا۔ ئی اور جنگ سے اور اگر انہیں میری اس پیش کش سے انکار ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب تک میرا تن سر سے جدا نہیں ہو جاتا میں دین کے لیے برابر لڑتا رہوں گا۔ یا پھر خداوند تعالیٰ اسے نافذ فرما دے گا۔''

بدیلؓ نے کہا میں آپ کی یہ گفتگو قریش تک پہنچاؤں گا چنانچہ وہ یہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کے پاس اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے یہاں سے آئے ہیں اور ہم نے ان سے کچھ سنا ہے اگر تم پسند کرو تو ہم تمہارے سامنے اسے بیان کر دیتے ہیں۔ قریش کے بیوقوفوں نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ تم اس شخص کی کوئی بات ہمیں سناؤ۔ لیکن جو لوگ صاحب الرائے تھے انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو کچھ تم نے سنا ہے وہ ہمیں سناؤ۔ بدیل نے وہ سب کچھ بیان کر دیا۔ جو آنحضرت ﷺ سے سنا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ''یہ تمام خزاعی واپس ہو کر قریش کے پاس گئے اور کہا'' اے گروہ قریش! محمد ﷺ کے معاملے میں تم جلد بازی کر رہے ہو۔ محمد قتال (جنگ) کے لیے قطعاً نہیں آئے ان کا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت کرنا ہے اس پر قریش خزاعیوں سے بگڑ گئے اور انہیں متہم کر کے نازیبا گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: اگر چہ وہ قتال کے ارادے سے نہیں آئے مگر خدا کی قسم! پھر بھی انہیں بیت اللہ میں بہ زور داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اور عربوں کو چاہیے کہ ہم سے اس سلسلے میں بات نہ کریں۔ (سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص۔ ۳۷۱)

قریش کے یکے بعد دیگرے کئی نمائندے بارگاہ نبویؐ میں

مذاکرات کا یہ سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے عروہ بن مسعودؓ (جو اس وقت تک کفار کے ساتھ تھے) کھڑے ہوئے اور کہا: اے قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں رکھتے۔ سب نے کہا کیوں نہیں! ضرور رکھتے ہیں۔ عروہ نے پھر کہا: کیا میں بیٹے کی طرح تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ عروہ نے پھر کہا تم لوگ مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لیے کہا تھا اور جب انہوں نے انکار کر دیا تو میں نے اپنے گھرانے، اولاد اور ان تمام لوگوں کو تمہارے پاس لا کھڑا کر دیا تھا جنہوں نے میرا کہنا مانا تھا؟ قریش نے کہا کیوں نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آپ کی باتیں درست ہیں) اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا دیکھو اب اس شخص (نبی کریم ﷺ) نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز رکھی ہے، اب تم قبول کرلو اور مجھے اس کے پاس (مذاکرات) کے لیے جانے دو، سب نے کہا آپ ضرور جایئے۔ چنانچہ عروہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے عروہ سے بھی وہی باتیں کہیں جو آپؐ بدیل سے کہہ چکے تھے۔ عروہ نے اس وقت کہا: اے محمد ﷺ اگر آپؐ نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا ہو۔ لیکن دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ پر غالب ہوئے) تو میں خدا کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ اوباش لوگ اس وقت بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ بولے۔

["اِمْصُصْ بَظْرَ الّٰلاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ"]

"ارے جا! لات بت کی شرمگاہ چوس لے۔ کیا ہم رسول اللہ ﷺ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دینگے۔"

عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا ابو بکرؓ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔

راوی نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپؐ کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے تھے تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے مغیرہؓ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ نے انہیں مخاطب ہوکر کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغابازی کی سزا سے تجھ کو نہیں بچایا۔ اصل میں مغیرہؓ (اسلام لانے سے قبل) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ (تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں! لیکن آنحضور ﷺ نے کہا تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں رہا یہ مال تو اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ وہ دغابازی کے ساتھ ہاتھ آیا ہے۔ جسے میں نہیں لے سکتا۔

پھر عروہ گھور گھور کر رسول اکرم ﷺ کے اصحاب کی نقل وحرکت دیکھتے رہے۔ پھر راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ ﷺ نے بلغم بھی تھوکا تو آپؐ کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا آپؐ نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپؐ وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپؐ کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپؐ گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپؐ کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے ساتھی نظر بھر کر آپؐ کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اسکی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپ کی کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد ﷺ نے بلغم بھی تھوکا تو آپؐ کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا آپؐ نے حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپؐ وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپؐ کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی جب آپؐ گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپؐ کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے ساتھی نظر بھر کر آپؐ کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہیے کہ اسے قبول کر لو۔ اس پر بنو کنانہ کا ایک شخص بولا اچھا مجھے بھی ان کے ہاں جانے دو۔ لوگوں نے کہا تم بھی جا سکتے ہو۔ جب یہ آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں شخص ہے، ایک ایسی قوم کا فرد ہے جو بیت اللہ کی قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس لیے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔ صحابہؓ نے قربانی کے جانور اس کے سامنے کھڑے کر دیے اور لبیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ سبحان اللہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو کعبہ سے روکا جائے۔ اس کے بعد قریش میں سے ایک دوسرا شخص مکرز بن حفص نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو۔ لوگوں نے کہا کہ تم بھی جا سکتے ہو۔ جب وہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے قریب پہنچا تو آپؐ نے فرمایا یہ مکرز ہے اور ایک بدترین شخص پھر وہ نبی ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ ابھی وہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا۔ اس نے (سابقہ سند کے ساتھ) بیان کیا کہ مجھے ایوب نے خبر دی اور انہیں عکرمہ نے کہا جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم ﷺ نے (نیک فال کے طور پر) فرمایا تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔

معمر نے بیان کیا کہ زہری نے اپنی حدیث میں اس طرح بیان کیا تھا کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو کہنے لگا کہ ہمارے اور اپنے درمیان صلح کی ایک تحریر لکھ لو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا۔ اور فرمایا لکھو۔ بسم الرحمن الرحیم۔ سہیل کہنے لگا رحمن کو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے۔ البتہ تم لکھ سکتے ہو "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" جیسے پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا۔ قسم اللہ کی ہمیں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے سوا اور کوئی دوسرا جملہ نہیں لکھنا چاہیے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "باسمك اللهم" ہی لکھنے دو۔ آپؐ نے لکھوایا یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے صلح نامہ کی دستاویز ہے۔ (ﷺ) سہیل نے کہا اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو نہ ہم آپؐ کو کعبہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپؐ تو صرف اتنا لکھئے کہ "محمد بن عبد اللہ" اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ گواہ ہے کہ میں اس کا سچا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے رہو۔ لکھو "محمد بن عبد اللہ" زہری نے بیان کیا کہ یہ سب کچھ (نرمی اور رعایت صرف آپؐ کے اس ارشاد کا نتیجہ تھا (جو پہلے ہی آپ بدیلؓ سے کہہ چکے تھے) کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہو گی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے سہیل سے فرمایا لیکن صلح کے لیے پہلی شرط یہ ہو گی کہ تم لوگ ہمیں بیت اللہ کے طواف کرنے کے لیے جانے دو گے۔ سہیل نے کہا قسم اللہ کی ہم (اس سال) ایسا نہیں ہونے دیں گے ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے۔ (اس لیے ہم نے اجازت دی) البتہ آئندہ سال کے لیے اجازت ہے۔ پھر سہیل بن عمرو نے لکھا کہ یہ شرط بھی (لکھ لیجئے) کہ ہماری طرف کا جو شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی آپؐ کے یہاں جائے گا۔ خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو آپ اسے ہمیں واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر کہا) سبحان اللہ! (ایک شخص کو) مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ جو مسلمان ہو کر آیا ہو۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرؓ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے، وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگ کر آئے تھے۔ اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمدؐ! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ آپؐ ہمیں اسے واپس کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے۔ (اس لیے جب صلح نامہ طے پا جائے گا تو اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔ سہیل کہنے لگا اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر آپؐ سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کرو۔ اس نے کہا کہ میں اس سلسلہ میں احسان نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں تمہیں احسان کر دینا چاہیے۔ لیکن اس نے کہا کہ میں ایسا احسان بھی نہیں کر سکتا۔ البتہ مکرز نے کہا کہ چلئے ہم اس کا آپؐ پر احسان کرتے ہیں مگر (اس کی بات نہ چلی) ابو جندلؓ نے کہا مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ کیا میرے ساتھ جو کچھ معاملہ ہوا ہے تم نہیں دیکھتے؟ ابو جندلؓ کو اللہ کے راستے میں بڑی سخت اذیتیں پہنچائی گئیں تھیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عمر بن خطابؓ نے کہا آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اسکے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اور وہی میرا پروردگار ہے۔ میں نے کہا کہ آپؐ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا۔) آپؐ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں تم بیت اللہ ضرور پہنچو گے۔ اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔

انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں ابو بکرؓ کے یہاں گیا۔ ان سے بھی یہی پوچھا ابو بکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ ابو بکرؓ نے کہا جناب! بلاشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ رب ہی ان کا مددگار ہے۔ پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو۔ خدا گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا آنحضورؐ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے۔ لیکن کیا آنحضرت ﷺ نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اس سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے میں نے کہا نہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا پھر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا بعد میں میں نے اپنی اس عجلت پسندی کی مکافات کے لیے نیک عمل کئے۔

پھر جب صلح نامہ سے آپ فارغ ہو چکے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ اب اٹھو اور (جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کرو اور سر بھی منڈوالو۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ گواہ ہے صحابہ میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا اور تین مرتبہ آپؐ نے یہ جملہ فرمایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا اے اللہ کے نبی کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کریں اور اپنے حجام کو بلالیں جو آپ کے بال مونڈ دے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے گئے کسی سے کچھ نہ کہا اور سب کچھ کیا اپنے جانور کی قربانی کرلی اور اپنے حجام کو بلوایا جس نے آپؐ کے بال مونڈے۔ جب صحابہؓ نے دیکھا تو وہ بھی ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج وغم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ پھر آنحضور ﷺ کے پاس (مکہ سے) چند مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو۔ **بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ** تک۔ اس دن حضرت عمرؓ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی جواب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے تو معاویہ بن ابی سفیانؓ سے نکاح کرلیا تھا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو قریش کے ایک فرد ابو بصیرؓ (مکہ سے فرار ہوکر) حاضر ہوئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے انہیں واپس لینے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا اور انہوں نے آ کر کہا کہ ہمارے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر کو واپس بھیج دیا۔ قریش کے دونوں افراد جب انہیں واپس لے کر لوٹے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو کھجور کھانے کے لیے اترے۔ ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک سے فرمایا قسم اللہ کی تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے ساتھی نے تلوار نیام سے نکال دی۔ اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم نہایت عمدہ تلوار ہے۔ میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ ابو بصیرؓ اس پر بولے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اور اس طرح تلوار کو اپنے قبضہ میں کرلیا پھر اس شخص نے تلوار کے مالک کو ایسی ضرب لگائی وہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا، اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد میں دوڑا ہوا داخل ہوا۔ نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا یہ شخص کچھ خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی مارا جاؤں گا۔ (اگر آپ لوگوں نے ابو بصیر کو نہ روکا) اتنے میں ابو بصیر بھی آ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کردی۔ آپؐ مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تیری ماں کی خرابی) اگر اس کا کوئی اور بھی مددگار ہوتا تو پھر لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ جب انہوں نے آپ کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ آپ پھر کفار کے حوالے کریں گے۔ اس لیے وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے۔ راوی نے بتایا کہ اپنے گھر والوں سے (مکہ سے) چھوٹ کر ابو جندل بن سہیلؓ بھی ابو بصیرؓ سے جا ملے اور اب یہ حال تھا کہ قریش کا جو شخص بھی اسلام لاتا (بجائے مدینہ آنے کے) ابو بصیرؓ کے یہاں (ساحل سمندر پر) آ جاتا۔ اس طرح سے ایک جماعت بن گئی۔ اور اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قریش کے جس قافلے کے متعلق بھی سن لیتے کہ وہ شام جا رہا ہے تو اسے راستے ہی میں روک کر لوٹ لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔ اب قریش نے نبی کریم ﷺ کے یہاں اللہ اور رحم کا واسطہ دے کر درخواست بھیجی کہ آپ کسی کو (ابو بصیرؓ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے پاس بھیجیں اور انہیں پابند کریں) کہ وہ قریش کی ایذا رسانی سے رک جائیں۔ اور اسکے بعد جو شخص بھی آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے یہاں جائے گا۔ (مکہ سے) اسے امن ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے یہاں آدمی بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "اور قسم اس ذات پروردگار کی جس نے روک دیا تھا تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور انکے ہاتھوں کو تم سے (یعنی جنگ نہیں ہو سکی تھی) وادی مکہ (حدیبیہ میں) بعد میں اس کے کہ تم کو غالب کر دیا تھا ان پر یہاں تک کہ بات جاہلیت کے دور کی بے جا حمایت تک پہنچ گئی تھی۔ ان کی حمیت (جاہلیت) یہ تھی کہ انہوں نے (معاہدے میں بھی) آپ کے لیے اللہ کے نبی ہونے کا اقرار نہیں کیا اسی طرح انہوں نے بسم اللہ الرحمن نہیں لکھنے دیا اور آپ کے بیت اللہ جانے سے مانع بنے۔

حدیث پاک کا یہ آخری حصہ میں نے صحیح بخاری (کتاب الشروط: باب الشروط فی الجھاد و المصالحہ مع اھل الحرب و کتابہ الشروط) حدیث نمبر ۲۷۳۱، ۲۷۳۲" سے لیا ہے۔ یہاں اسی ترتیب سے حدیث درج کر دی ہے۔ تاکہ آپ کے سامنے کاروانِ عمرہ کے اہم واقعات کی مجموعی تصویر آ جائے۔ جس میں رنگ بھرنا بعد کا کام ہے۔ اس حدیث میں بدیل کے ذریعے جس مصالحت کی پیشکش قریش مکہ کو کی گئی تھی وہ بالآخر آنحضرت ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان مذاکرات کے ذریعہ صلح نامہ حتمی طور پر طے پا گیا۔ مذاکرت کے دوران چند امور ایسے ظہور پذیر ہوئے جو اہم بھی ہیں اور تاریخی بھی۔ اور تاریخ ساز بھی جو قیامت تک کی تحریکات اسلامی کے قائدین اور کارکنان کے لیے رہنمائی وہدایت کا کام بھی دیں گے اور غیر مسلم ذہنیت کو سمجھنے میں مدد گار بھی ہیں۔ مجموعی طور پر چھ اہم امور ایسے ہیں جن کا مطالعہ از حد ضروری ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ حدیبیہ کے مقام پر معجزات کا ظہور ۲۔ بیعت رضوان اور حضرت عثمان کا سفارتی مشن

۳۔ مشرکین میں مخالفین صلح کی کارروائیاں اور آنحضرتؐ ۴۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل ایمان کی کیفیات

۵۔ شرائط صلح اور اس کی برکات ۶۔ صلح حدیبیہ دراصل فتح مبین تھی۔

۱۔ حدیبیہ کے مقام پر معجزات کا ظہور

حدیبیہ کے مقام پر کئی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ یہاں پانی کے حوالے سے معجزات کا ذکر مناسب رہے گا۔ حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے۔ حدیبیہ نامی ایک کنواں وہاں پر تھا ہم نے اس میں اتنا پانی کھینچا کہ اس کے اندر ایک قطرہ پانی بھی نہ رہا۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر ملی (کہ کنویں کا پانی ختم ہو گیا ہے) تو آپؐ کنویں پر تشریف لائے اور اسکے کنارے پر بیٹھ کر کسی ایک برتن میں پانی طلب فرمایا۔ اس سے آپؐ نے وضو کیا اور مضمضہ (یعنی کلی) کی اور دعا فرمائی۔ پھر سارا پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم نے کنویں کو یوں ہی رہنے دیا۔ اور اسکے بعد جتنا ہم نے چاہا اس میں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔

حضرت براء بن عازبؓ ہی سے ایک اور حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ "حدیبیہ کے موقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہزار چار سو کی تعداد میں لوگ تھے۔ یا اس سے بھی زیادہ۔ ایک کنویں پر پڑاؤ ہوا، لشکر نے اس کا سارا پانی کھینچ لیا اور (اس کے بعد لوگ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ کنویں کے پاس تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈول میں اسی کنویں کا پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا تو آپؐ نے اس میں کلی فرمائی اور دعا کی پھر فرمایا کہ کنویں کو یوں ہی تھوڑی دیر کے لیے رہنے دو۔ اس کے بعد سارا لشکر بھی سیراب ہوتا رہا اور اپنی سواریوں کو بھی خوب پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہاں سے انہوں نے کوچ کیا۔

ایک حدیث جس کے راوی حضرت جابرؓ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر سارا ہی لشکر پیاسا ہو چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھا۔ اس کے پانی سے آپؐ نے وضو کیا۔ پھر صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام بولے یارسول اللہ! ہمارے پاس اب پانی نہیں رہا، نہ وضو کرنے کے لیے اور نہ پینے کے لیے۔ سوائے اس پانی کے جو آپؐ کے برتن میں موجود ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھا اور پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر ابلنے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم نے پانی بھی پیا اور وضو بھی کیا۔ (سالم کہتے ہیں) میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے۔ انہوں نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو بھی وہ پانی کافی ہو جاتا۔ ویسے اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ احادیث نمبر ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲)

عسفان کے مقام پر جب آنحضرت ﷺ کی بشر ابن سفیان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بتایا کہ قریش ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ چکے ہیں اور خالد بن ولید کو سواروں کے سپہ سالار کی حیثیت سے کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا گیا ہے۔ اس اطلاع کے بعد اشارۂ ربانی سے آپؐ نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کے لیے راستہ بدلا تو راستے میں کئی واقعات پیش آئے اور جب آپ ثنیۃ المراء پہنچے تو آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا۔ ''خَلَأَتْ'' یعنی اونٹنی اب اپنی جگہ چھوڑے گی نہیں، جم گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جمی نہیں۔ یہ اسکی عادت نہیں، لیکن اسے اس پاک ہستی نے روک دیا ہے جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔ آج قریش کسی بھی چیز کی طرف مجھے دعوت دیں جو صلہ رحمی (یعنی قرابت داری) پر مبنی ہو تو میں وہ چیز انہیں دیے بغیر نہ رہوں گا۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا۔ ''اِنْزِلُوْ'' پڑاؤ ڈالو۔ آپ سے کہا گیا یارسول اللہ اس وادی میں پانی نہیں جہاں ہم لوگ اتریں۔ آنحضرت نے ترکش سے تیر نکالا اور اپنے ایک صحابی کو دیا صحابی تیر لے کر وہاں ایک کنویں میں اتر گئے اور وہ تیر کنویں کے بالکل وسط میں گاڑ دیا۔ پھر کیا تھا۔ کثیر پانی ابل پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو ہٹ کر اونٹوں کی جگہ پر جانا پڑا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کنویں میں تیر لے جانے والے قبیلہ اسلم کے ناجیہ ابن جندب تھے جو آنحضرت ﷺ کے قربانیوں کے جانور لے جا رہے تھے اور ابن ہشام کی ایک روایت کے مطابق تیر لے جانیوالے افضی بن حارثہ تھے اور ابن اسحٰق کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت براء بن عازب کہا کرتے تھے۔ میں وہ شخص ہوں جو رسول اکرم ﷺ کا تیر لے کر اترا تھا۔ (یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یہ تیر لے جانے میں حسب ضرورت ان تینوں حضرات نے حصہ لیا ہو۔ ناجیہ نامی تیر لے جانے والے شخص کے بارے میں قبیلہ اسلم کے لوگوں نے کہا کہ ناجیہ کنویں میں تھے اور لوگوں کو ڈول بھر بھر کر پانی دے رہے تھے کہ ایک انصاری لڑکی آئی اور اس نے یہ شعر پڑھا

یَا اَیُّھَا الْمَائِحُ دَلْوِیْ دُوْنَکَا
اِنِّیْ رَاَیْتُ النَّاسَ یَحْمَدُوْنَکَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَثْنُوْنَ خَيْرَ اَوْ يُمَجِّدُوْنَكَا.

اے پانی بھر بھر کے دینے والے یہ لے میرا ڈول میں نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تیری بڑی ستائش کرتے ہیں۔ اور تیرے مجد و شرف کو بہت بلند بتاتے ہیں۔

ناجیہ نے لوگوں کو ڈول بھر بھر کر پانی دیتے ہوئے اس کا جواب یوں دیا۔

قَدْ عَلِمَتْ جَارِيَةٌ يَمَانِيَه اِنِّىْ اَنَا لَمَائِحُ وَ اسْمِي نَاجِيَهْ

وَطَعْنَةٍ ذَاتَ رَشَاشٍ رَاهِيَةً طَعَنْتُهَا عِنْدَ صُدُوْرِ الْعَادِيَه.

''یمنی لڑکی کو معلوم ہو گیا ہے کہ پانی بھر بھر کر دے رہا ہوں اور میرا نام ناجیہ ہے اور فوارے کی طرح خون اچھالنے والے بہت سے چوڑے زخم میں، جو میں نے دشمنوں کے سینوں میں اپنے نیزوں سے کیے۔''

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۶۹ تا ۲۷۱)

۲۔ حضرت عثمان غنیؓ کا سفارتی مشن اور بیعت الرضوان

آنحضرت ﷺ نے دوران مذاکرات ایک موڑ پر یہ فیصلہ فرمایا کہ ایک نمائندہ مکہ مکرمہ میں بھیجا جائے جو مذاکرات کے عمل کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ کاروانِ مدینہ کے مکہ مکرمہ آنے کے مقصد کی وضاحت بھی کرے۔ اور موجودالوقت حالات میں جو آنحضرت ﷺ کا موقف ہے وہ بھی ان کے سامنے بیان کرے۔ اس سفارت کے لیے آپ نے سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ کا نام تجویز کیا۔ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے معذرت کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر مجھے اذیت دی گئی تو مکہ میں بنی کعب کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو میری حمایت میں اٹھ کھڑا ہو۔ آپ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں ان کا کنبہ وقبیلہ مکہ ہی میں ہے۔ وہ آپ کا پیغام اچھی طرح پہنچا دیں گے۔ آپؐ نے حضرت عثمان کو بلایا اور قریش کے پاس روانگی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ انہیں بتاؤ کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے عمرہ کی غرض سے آئے ہیں، انہیں اسلام کی بھی دعوت دو۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو یہ حکم بھی دیا کہ مکہ میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انہیں فتح کی بشارت سنا دیں اور انہیں بتائیں کہ اللہ عزوجل اب اپنے دین کو مکہ میں ظاہر و غالب کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ ایمان کی وجہ سے کسی کو روپوش ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حضرت عثمانؓ آپ کا پیغام لے کر روانہ ہوئے، جب مقام بلدح میں قریش کے پاس سے گزرے (جو یہاں مدنی کارواں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دینے کا تہیہ کیے بیٹھے تھے) تو انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ اور یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔ قریش نے کہا ہم نے آپ کی بات سن لی۔ آپ اپنے کام پر جائیے۔ ادھر سعید بن عاص نے اٹھ کر حضرت عثمانؓ کو مرحبا کہا اور اپنے گھوڑے پر زین کس کر آپ کو سوار کیا، اور ساتھ بٹھا کر اپنی پناہ میں مکہ لے گیا۔ وہاں جا کر حضرت عثمانؓ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سربراہان قریش کو آنحضرت ﷺ کا پیغام سنایا اس سے فارغ ہو چکے تو قریش نے پیشکش کی کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں مگر آپ نے یہ پیش کش مسترد کر دی اور یہ گوارا نہ کیا کہ رسول اکرم ﷺ کے طواف کرنے سے پہلے خود طواف کر لیں۔

حضرت عثمانؓ نے آنحضرت ﷺ کا پیغام پہنچا دیا اور مہم اور مقصد پورا کر چکے تو قریش نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ پیش آمدہ صورتحال پر باہم مشورہ کر کے قطعی فیصلہ کر لیں اور حضرت عثمانؓ کو ان کے لائے ہوئے پیغام کا جواب دے کر واپس کریں مگر حضرت عثمانؓ کے دیر تک مکہ مکرمہ میں رکے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔

جب رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ہم اس جگہ سے ہرگز نہیں ٹلیں گے یہاں تک کہ لوگوں سے معرکہ آرائی کر لیں۔ پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بیعت کی دعوت دی۔ صحابہ کرامؓ ٹوٹ پڑے اور اس بات پر بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ یزید بن عبید نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے پوچھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ علی الموت'' موت پر (بخاری حدیث نمبر ۴۱۶۹)

حضرت عثمان کو اس بیعت رضوان میں جس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ شہادت ہے کہ

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح ۴۸۔۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔ ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی''

آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بیعت میں جس شان سے شامل فرمایا اس کا اندازہ بخاری شریف کی ایک حدیث کے آخری حصے سے لگایا جا سکتا ہے جسے عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ اگر مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمانؓ سے زیادہ عزت والا ہوتا تو آپؐ اسے (پیغام دے کر) بھیجتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور آپ کے مکہ مکرمہ جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی اور آپؐ نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کو بیعت میں یوں شریک فرمایا

[فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ ۔ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ ۔ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ]

(مشکوٰۃ باب مناقب عثمانؓ حدیث نمبر ۶۰۸۰۔ بحوالہ صحیح بخاری)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہے۔

تاہم جب بیعت رضوان پایہ تکمیل تک پہنچ چکی تو حضرت عثمانؓ اپنے سفارتی مشن کی تکمیل کے بعد مکہ مکرمہ سے واپس کاروان مدینہ کے پاس حدیبیہ پہنچے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مشرکین مکہ کی مصالحتی مذاکرات کے خلاف کارروائیاں اور آپؐ کی حکمت عملی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاکرات کے لیے جو پیغامات بھجوائے تھے بالآخر سرداران قریش اپنی من مانی شرائط پر مصالحت کے لیے ذہنا تیار ہو گئے۔ تاہم ان کا ایک عنصر مصالحت کے خلاف تھا۔ بالخصوص نوجوان صلح کے حق میں نہیں تھے اور وہ جنگ کے ذریعے جنگ بدر و خندق وغیرہ کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اس لیے ان مصالحتی کوششوں کو اپنی تخریبی کارروائیوں کے ذریعے ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ بطور مثال ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ۸۰ افراد پر مشتمل ایک مسلح گروہ تنعیم پہاڑ کی جانب اترا انہوں نے آپؐ اور صحابہ کرامؓ کے کیمپ پر اچانک شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ ان سب کو پکڑ لیا گیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا۔ اس موقع سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ (الفتح ۴۸۔۲۴)

''وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، حالانکہ وہ ان پر تمہیں غلبہ عطا کر چکا تھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے۔ اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔''

پس اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو فتح یاب کیا اور مصالحت کے لیے راستہ آسان ہو گیا۔

۴۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل ایمان کی کیفیات

جس طرح صلح حدیبیہ کے بارے میں مشرکین مکہ کے بعض لوگ مصالحت کے سخت مخالف تھے۔ اسی طرح شرائط مصالحت پر اہل ایمان کو بھی سخت اضطراب تھا۔ اس کا اندازہ سہل بن حنیف کی روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ

''جب ہم حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اگر ہم لڑنا چاہتے تو لڑائی کر سکتے تھے۔ اور یہ اس صلح کی بات جو رسول اللہؐ اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟'' آپؐ نے جواب دیا: ''کیوں نہیں'' حضرت عمرؓ نے پھر دریافت ''کیا ہمارے مقتول شہداء جنت میں نہیں ہیں اور ان مشرکن کے دوزخ کی آگ میں؟'' فرمایا ''کیوں نہیں، بالکل ایسا ہی ہے۔'' تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے دین پر یہ دھبہ لگا کر کیوں واپس جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ہمارے اور ان کے مابین ابھی فیصلہ نہیں فرمایا۔'' اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خطاب کے بیٹے میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔'' راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ غصہ سے مغلوب ہو کر بے صبری میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا ''کیا ہمارے مقتول شہداء جنت میں نہیں جائیں گے اور ان مشرکین کے جہنم میں؟'' حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں'' تو حضرت عمرؓ بولے ''تو پھر ہم (یہ شرائط مان کر) کس بنیاد پر اپنے دین پر یہ دھبہ، رسوائی لگوا کر واپس جائیں، جب کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔" حضرت ابوبکرؓ نے کہا: "اے ابن خطاب! وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ ان کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔"

(مسلم حدیث نمبر ۴۶۳۳ باب صلح الحدیبیہ)

تاہم یہ کیفیت صرف حضرت عمرؓ کی ہی نہیں تھی بہت سے صحابہ کرامؓ اس اضطراب کا شکار تھے اس کا اندازہ اس صورتحال سے لگایا جا سکتا ہے جو صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخطوں کے بعد بھی موجود تھی۔ صلح سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اب یہیں قربانی کر کے سر منڈواؤ اور احرام ختم کر دو۔ مگر کوئی شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آپؐ نے تین مرتبہ حکم دیا، مگر صحابہ کرام پر اس وقت رنج و غم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ آنحضرت ﷺ کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہ آئی تھی کہ آپ صحابہ کرام کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ آپؐ کو اس پر سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے خیمے میں جا کر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر خود اپنا اونٹ نحر فرمائیں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپؐ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپؐ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں سر منڈوا لیے یا بال ترشوا لئے اور احرام سے نکل آئے مگر دل غم و اندوہ سے بھرا ہوا تھا۔

۵۔ شرائط صلح اور اس کی برکات

آنحضرت ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان مذاکرات جاری تھے کہ قریش نے صورتحال کی نزاکت محسوس کر لی اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کی کہ صلح میں لازماً یہ بات طے کر لی جائے کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیں۔ سہیل بن عمرو آپؐ کے پاس حاضر ہوا۔ نبی کریمؐ نے سہیل کو آتا دیکھ کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا: "تمہارا کام سہل کر دیا گیا۔ اس شخص کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔ سہیل نے آپؐ کے پاس پہنچ کر دیر تک گفتگو کی اور بالآخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہو گئیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ آنحضرت ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں گے اور پھر اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے ساتھ سوار (یعنی صرف تلوار) کا ہتھیار ہوگا، میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے۔ اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے۔ کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

۳۔ جو محمدؐ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا۔ اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا۔ اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی۔

۴۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر (بھاگ کر) محمدؐ کے پاس جائے گا۔ محمدؐ اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن محمدؐ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا۔ قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ اس معاہدہ کے طے کرنے میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا تذکرہ کئی احادیث میں آیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول کریم ﷺ سے مصالحت کی۔ قریشی وفد میں سہیل بن عمرو بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔'' سہیل نے کہا ہم نہیں جانتے کہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کیا ہے؟ جس کا ہمیں علم ہے۔ وہ لکھو۔ وہ (بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ) آپؐ نے پھر فرمایا لکھو کہ ''یہ معاہدہ محمد کی جانب سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں۔'' مشرکین بولے کہ ''اگر ہمارے علم میں یہ ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اگر ہم تسلیم کر لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر لازماً آپ کی اتباع کرتے، اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اچھا لکھو کہ یہ تحریر محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔'' پھر انہوں نے آپؐ سے یہ شرط طے کی کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے تو اسے ہم واپس نہیں کریں گے۔ اگر ہم میں سے کوئی آدمی بھاگ کر تمہارے پاس پہنچ جائے تو اسے ہمارے ہاں واپس لوٹانا ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ شرط تحریر کریں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لکھو کہ ہم سے کوئی ان کے پاس چلا جائے تو اللہ نے اسے دور کر دیا (یا اللہ اسے ہم سے دور رکھے) اور ان میں سے جو کوئی ہمارے پاس آئے گا تو اس کے لیے اللہ ضرور راستہ نکالے گا اور اسکے لیے کشادگی و فراخی پیدا فرمادے گا۔

(صحیح مسلم۔ حدیث نمبر ۴۶۲۹)

حضرات براء بن عازبؓ کی حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے.............. مشرکین سے اس پر صلح ہوئی کہ (اس سال آپؐ واپس چلے جائیں) آئندہ سال آپ اپنے اصحاب کے ساتھ تین روز مکہ میں قیام کر سکیں گے۔ اور ہتھیار میان میں ہوں گے۔

(بخاری کتاب الشروط باالشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط حدیث نمبر ۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

ایک حدیث میں ہے کہ دونوں (فریقین) نے اس بات پر اتفاق کیا کہ دس سال تک جنگ بند رہے گی ان سالوں میں لوگ امن و آشتی سے رہیں گے ایک دوسرے پر دست درازی سے باز رہیں گے۔ (سیرت ابن ہشام: تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک قصۃ الحدیبیہ)

اسی حدیث کے آخر میں یہ شرط بھی ہے کہ

[وَاِنَّهٗ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْ عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَ عَهْدِهٖ دَخَلَ فِيْهِ. وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْ عَقْدِ قُرَيْشٍ وَ عَهْدِهٖ دَخَلَ فِيْهِ .] (سیرت ابن ہشام: تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک قصۃ الحدیبیہ)

''اور یہ کہ جو کوئی محمد ﷺ کے عقد و عہد میں داخل ہونا چاہے تو وہ اس میں داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عقد و عہد میں داخل ہونا چاہے وہ اس میں داخل ہو سکتا ہے۔''

دوران مذاکرات معاہدہ لکھتے وقت اور بعد ازاں کئی اہم واقعات رونما ہوئے تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے معاہدہ صلح کے بعد چند مومنہ عورتیں بھی آ گئیں۔ ان کے اولیاء نے مطالبہ کیا کہ حدیبیہ میں جو صلح مکمل ہو چکی ہے اس کی رو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انہیں واپس کیا جائے۔ لیکن آپ ؐ نے یہ مطالبہ اس دلیل کی بنا پر مسترد کر دیا کہ اس دفعہ کے متعلق معاہدے کے جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ۔''اور یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جا رہا ہے کہ) ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائے گا آپ ؐ اسے لازماً واپس کر دیں گے خواہ وہ آپ کے ہی دین پر کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اس معاہدہ کا تعلق عورتوں کی واپسی سے متعلق ہے ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ۖ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَءَاتُوهُم مَّآ أَنفَقُواْ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُواْ بِعِصَمِ ٱلْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُواْ مَآ أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُواْ مَآ أَنفَقُواْ ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ ٱللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝١٠﴾ (الممتحنہ ۶۰۔۱۰)

''اے ایمان والو! جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کر لو، اور ان کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیے تھے وہ انہیں پھیر دو۔ اور ان کے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیے تھے انہیں وہ واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیے تھے وہ انہیں واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔''

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد جب کوئی مومنہ عورت ہجرت کر کے آتی تو رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں اس کا امتحان لیتے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١٢﴾

(الممتحنہ۔۶۰۔۱۲)

''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی ایسا بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ جو عورتیں اس آیت میں ذکر کردہ شرائط کی پابندی کا عہد کرتیں آپؐ ان سے بیعت لے لیتے اور پھر انہیں واپس نہ کرتے۔ نیز اسی حکم کے مطابق مسلمانوں نے اپنی کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی۔

حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ بھی مکمل ہوا اور اس پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا۔ صلح مکمل ہوتے ہی بنی خزاعہ آنحضرت ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے۔ اور یہ لوگ پہلے سے بنو ہاشم کے حلیف چلے آ رہے تھے اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے۔

۶: صلح حدیبیہ دراصل فتح مبین تھی

صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے مدینہ واپسی کے لئے اعلان فرمایا جب یہ کاروان مدینہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذلت سمجھتا ہوا واپس جا رہا تھا تو کراع الغمیم یا ضجنان کے مقام پر سورہ الفتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ خبر دی کہ جس صلح کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں دراصل وہ فتح عظیم ہے۔ سورہ فتح کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا آج مجھ پر وہ چیز نازل ہوئی ہے جو میرے لیے دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر یہ سورہ آپؐ نے تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کو بلا کر اسے سنایا کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔ اس صورتحال کو سمجھنے کے لیے درج ذیل آیات کا مطالعہ بہت ہی مناسب رہے گا جسے حضرت مجمعؓ بن جاریہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم واپس ہوئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے اونٹوں کو تیزی سے بھگانے لگے۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ایسی جلدی کرنے کا کیا سبب ہے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا ہے۔ تو ہم بھی بھاگتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نکلے۔ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے ان کے سامنے (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُبِيْناً) پڑھا ایک آدمی نے دریافت کیا "يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَتْحٌ هُوَ" یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ فتح ہے؟ ارشاد ہوا۔

["نَعَمْ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنَّهٗ لَفَتْحٌ"]

''ہاں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ یقیناً وہ فتح ہے۔''

ایک اور حدیث میں جو حضرت عروہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپؐ کے اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا واللہ یہ فتح نہیں ہے۔ ہمیں بیت اللہ کے حج و عمرہ سے روک دیا گیا ہے۔ نیز ہماری قربانیوں کے جانور وہاں پہنچنے نہیں دیے گئے۔ خود رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں بند ہو گئے اور مشرکین کی قید سے نکل بھاگنے والے دو شخصوں کو واپس کر دیا گیا۔ یہ کیسی فتح ہے؟ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک بھی پہنچ گئی تو آپؐ نے فرمایا ''بہت بری ہے یہ گفتگو، ایسی بات نہیں بلکہ صلح حدیبیہ تو بہت بڑی فتح ہے۔ مشرکین تمہیں اپنے شہروں سے بخوشی واپس بھیجنے پر رضامند ہوئے اور مسئلے کے حل کا تم سے تقاضا کیا اور امن و امان کے بارے میں تمہارے ساتھ دلچسپی کا اظہار کیا اور تمہارے بارے میں جس ناپسندیدگی کا اظہار کیا وہ تو کیا مگر اللہ نے تمہیں کامرانی و کامیابی سے سرفراز کیا۔ اور تمہیں بسلامت واپس کیا مال غنیمت تمہیں حاصل ہوا اور اجر و ثواب سے نوازا گیا۔ لہٰذا یہ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی فتح ہے۔ کیا تم احد کے روز کو بھول گئے جب تم پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے اور کوئی کسی کی طرف مڑ کر نہ دیکھتا تھا اور میں تمہیں پیچھے سے پکار رہا تھا۔ کیا تمہیں خندق کا دن بھول گیا ہے جب دشمن کا گروہ تم پر اوپر نیچے سے حملہ آور تھا اور جب آنکھیں پتھرا گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ مسلمان بولے اللہ اور اسکے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ واللہ! اے اللہ کے نبیؐ وہ سب سے بڑی فتح ہے۔''

(صلح حدیبیہ کی یہ اور مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے فتح الباری ج۔ ۷۔ ص۔ ۴۳۹ تا ۴۵۸، بخاری ج۔ ۱۔ ص ۳۷۸ تا ۳۸۱۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۵۹۸ تا ۶۰۰، ۷۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد و خندق کے جن مصائب و آلام کا درج بالا حدیث میں تذکرہ فرمایا اس کا تقاضا ہے کہ اس کو بار بار پڑھا جائے اور ان کا موازنہ صلح حدیبیہ سے کیا جائے جو دشمن کے گھر اور عین حرم مکہ کے قریب ہوئی اور وہ احد جو مدینہ سے پانچ کلومیٹر گھر کے قریب واقع ہے اور خندق جو مدینہ کے سر پر واقع ہے۔ خندق کے موقع پر جو صورتحال تھی اس کا صرف ایک اندرونی منظر ملاحظہ فرمایئے تا کہ صلح حدیبیہ سے اس کا موازنہ کر کے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ صلح حدیبیہ فتح مبین تھی یا نہیں؟

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے خندق کے قصہ میں بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر سخت مصیبت آن پڑی تو بہت سے لوگ نفاق کی روش پر چل پڑے اور ناگفتہ بہ بری باتیں کرنے لگے۔ جب رسول اکرمؐ نے لوگوں کو مصائب اور تکلیفوں میں مبتلا دیکھا تو آپؐ نے ان کو خوشخبری اور بشارت دینی شروع کی اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ ضرور بالضرور تمہیں ان مشکلات اور مصائب سے نجات دے گا جن میں تم اس وقت گرفتار ہو اور مجھے توقع اور امید ہے کہ میں امن وامان سے بیت اللہ کا طواف کروں گا اور اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کی چابیاں مجھے دلوائے گا۔ اور کسریٰ اور قیصر کو ہلاک کرے گا۔ اور تم ان کے خزانے کو فی سبیل اللہ لازماً خرچ کرو گے۔ آپؐ کے ساتھ شریک لوگوں میں سے ایک نے کہا کیا تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب نہیں کہ وہ وعدہ تو ہم سے یہ کررہے ہیں کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانے آپس میں بطور غنیمت تقسیم کریں گے۔ حالانکہ ہم جس نازک صورتحال سے دوچار ہیں اس کی نوعیت یہ ہے کہ ہم سے کوئی اطمینان وامن سے جنگل تک نہیں جاسکتا۔ اللہ کی قسم محمدؐ جو ہم سے وعدہ کررہے ہیں۔ وہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے اور کچھ لوگ جو آپؐ کے ساتھ تھے کہنے لگے ہمیں تو اجازت دیں کہ ہم گھر واپس جائیں کیونکہ ہمارے گھر اب غیر محفوظ ہیں۔ اور کچھ نے کہا اے اہل یثرب اب تمہارے لیے کوئی مقام نہیں لہٰذا واپس لوٹ چلو۔''

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ بھی صلح حدیبیہ کو ہی دراصل فتح مبین قرار دیتے تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

[" تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ]

(تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو۔ جبکہ فتح مکہ تو فتح ہے ہی دراصل ہم فتح بیعت الرضوان کو سمجھتے ہیں جو حدیبیہ کے دن عمل میں آئی۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["فَنَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْفَتْحِ فَاَرْسَلَ اِلٰی عُمَرَ فَاَقْرَاَهُ اِيَّاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ فَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ فَطَابَتْ نَفْسُهُ وَرَجَعَ"]

(صحیح مسلم کتاب المغازی والسیر۔ باب صلح الحدیبیہ۔ حدیث نمبر ۴۶۳۳۔ مزید دیکھئے ص۔ ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۶۷، سیرت ابن ہشام ج۔ ۳۔ ص۔ ۹۹ تا ۱۱۲)

حضرت سہیل بن حنیفؓ کی روایت ہے کہ پھر قرآن نازل ہوا جس میں فتح وکامرانی کا تذکرہ ہے۔ (یعنی سورہ فتح) آپؐ نے حضرت عمرؓ کو بلایا انہیں یہ سورۃ پڑھائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ صلح فتح ہے ہماری؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں! پس پھر وہ خوش ہو گئے اور واپس لوٹ گئے۔

جنہوں نے تحریک اسلامی کا علم اٹھانا ہے اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کرنی ہے ان کے نصاب میں سورہ الفتح کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ یہاں اس سورہ کے جملہ مضامین کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں ہے تاہم مختصراً اس کے موضوعات کو بیان کرنا ضروری ہے۔ کاروان مدینہ جب حدیبیہ سے چلا تھا غم واندوہ سے نڈھال تھا لیکن ابھی اس نے تقریباً پچیس میل کا سفر طے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو رحمت خاص سے ڈھانپ لیا اور نزول وحی کی کیفیت طاری فرمادی اور جب سورۃ الفتح آپؐ کے سینے میں محفوظ ہو گئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا اور یہ سورہ ان کو پڑھ کر سنائی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾ (الفتح ۴۸۔ ۱ تا ۴)

"اے نبیؐ ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ اور تم کو زبردست نصرت بخشے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک ایمان اور بڑھالیں۔ زمین وآسمان کے تمام لشکر اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور وہ علیم وحکیم ہے۔"

اس کے بعد اہل ایمان کی کامیابی اور منافقین ومشرکین کی ناکامی کو بایں الفاظ بیان فرمایا۔

﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾ (الفتح: ۴۸: ۵ تا ۷)

"تا کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ رہنے والی ان جنتوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے ان کی برائیاں دور کر دے، اور اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے متعلق برے گمان رکھتے ہیں۔ برائی کے پھیر میں وہ خود ہی آ گئے، اللہ کا غضب ہوا ان پر اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم مہیا کر دی جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ زمین و آسمان کے لشکر اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔''

پھر نبی کریم ﷺ کو شاہد، بشیر و نذیر کے اوصاف سے متصف فرما کر لوگوں کو ایمان لانے، ان کا ساتھ دینے، ان کی تعظیم کرنے، اور صبح و شام تسبیح کرتے رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔

﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩ ﴾ (الفتح ۴۸۔۹)

''اے نبیؐ ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس (یعنی رسول کا) ساتھ دو، اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔''

اس کے بعد ان صحابہ کرامؓ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور ساتھ ہی منافقین کے کردار کو بیان کر کے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا مژدہ سنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝١٠ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَٰلُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝١١ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰٓ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًۢا بُورًا ۝١٢ وَمَن لَّمْ يُؤْمِنۢ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَعِيرًا ۝١٣ ﴾ (الفتح ۴۸۔ ۱۰ تا ۱۳)

''اے نبیؐ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا، اور جو اس عہد سے وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ اے نبیؐ بدوی عربوں میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب آ کر تم سے کہیں گے کہ ''ہمیں اپنے اموال اور بال بچوں کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا'' پس آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔'' یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں، ان سے کہنا ''اچھا، یہی بات ہے تو کون تمہارے معاملہ میں اللہ کے فیصلے کو روک دینے کا کچھ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے؟ تمہارے اعمال سے تو اللہ ہی باخبر ہے۔
(بلکہ اصل بات وہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو) بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسولؐ اور مومنین اپنے گھر والوں میں ہرگز پلٹ کر نہ آ سکیں گے اور یہ خیال تمہارے دلوں کو بہت بھلا لگا اور تم نے بہت برے گمان کیے اور تم سخت بد باطن لوگ ہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر جو لوگ ایمان نہ رکھتے ہوں ایسے کافروں کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہت وقدرت کا تذکرہ فرما کر منافقین کی دلی خواہشات کو بیان کر کے انہیں ان کے انجام بد سے ڈرایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ۝١٤ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ
اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ
تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٥ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى
قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٦ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٧﴾ (الفتح ۱۴ تا ۱۷)

''آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی کا مالک اللہ ہی ہے، جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے اور وہ غفور ورحیم ہے۔ جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے لگو گے تو یہ پیچھے سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ ان سے صاف کہہ دینا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے۔ یہ کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کر رہے ہو۔ (حالانکہ بات حسد کی نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ صحیح بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔ ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں سے کہنا کہ عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تم کو ان سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مطیع ہو جائیں گے۔ اس وقت اگر تم نے حکم جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم پھر اسی طرح منہ موڑ گئے جس طرح پہلے موڑ چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا۔ ہاں اگر اندھا اور لنگڑا اور مریض جہاد کے لیے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ جو کوئی اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اور جو منہ پھیرے گا اسے دردناک عذاب دے گا۔''

مزید بیعت الرضوان سے مشرف ہونے والے صحابہ کرامؓ کو نصرت وظفر مندی کی بشارت کے ساتھ کفار کی شکست اور اموال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

بادشاہوں اور حکام کے نام مکتوبات نبویؐ

اسلامی حکومت کے تحفظ اور ترقی کے لیے مزید اقدامات

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کے روز اول کے سب سے بڑے دشمن قریش سے امن کی ضمانت مل جانے کے بعد کہ دس سال تک کوئی فریق کسی کے خلاف کسی قسم کی کوئی جنگی کارروائی نہیں کرے گا اور قبائل عرب کو آزادی مل جانے کے بعد کہ وہ جس سے چاہیں معاہدہ دوستی کر سکتے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے اسلامی حکومت کے تحفظ اور ترقی کے لیے کئی اہم قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ایک شاہان حکومت کو اسلام کی دعوت پہنچانے کا فیصلہ دوسرا یہود کے استیصال کا فیصلہ اور تیسرا قبائل مجد کی سرکوبی اور سرزنش کا فیصلہ فرمایا۔

بادشاہوں اور حکام کے نام مکتوبات نبویؐ

صلح حدیبیہ جس میں قریش کے ساتھ دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا تھا اس سے سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ حدیبیہ سے مدینہ پہنچنے پر آپؐ نے بادشاہوں اور حکام وقت کو اپنی انقلابی دعوت کا ہدف بنایا وہی دعوت جس کا آغاز صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو مخاطب کر کے کیا تھا۔ جب آپؐ نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کے اس منصوبے سے اپنے احباب کو آگاہ فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ بادشاہ اور حکام خط اس وقت قبول کرتے ہیں جب ان پر مہر لگی ہوئی ہو۔ چنانچہ آپؐ کے لئے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے جامع نام سے چاندی کی مہر بنوائی گئی۔ صحابہ کرامؓ میں سے تجربہ کار اور دنیا کی معلومات رکھنے والے اور ان کی زبان کے ماہر قاصد منتخب فرمائے اور انہیں خط دے کر روانہ فرمایا۔ محرم میں ایک ہی دن چھ پیغام رساں مدینہ سے اپنے اپنے خط لے کر چلے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ میں نجاشی کے پاس بھیجا گیا۔

۲۔ حضرت دحیہ بن خلیفۃ الکلبی کو قیصر کے پاس بھیجا گیا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی کو کسریٰ کے پاس بھیجا گیا۔

۴۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعۃ اللخمی کو مقوقس کے پاس بھیجا گیا۔

۵۔ حضرت علاء بن حضرمی کو منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس بھیجا گیا۔

۶۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری کو ھوذہ بن علی الحنفی کے پاس بھیجا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ۔ ج۔۱۔ص: ۱۲۵۔۱۲۶۔)

حبشہ کے نجاشی کو ایک خط آپؐ نے مکہ مکرمہ سے لکھا تھا۔ جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور دوسرا خط آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر لکھا جس کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔ انہوں نے یہاں ایک دوسرے خط کا تذکرہ بھی کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح کے بارے میں لکھا تھا کیونکہ ان کا خاوند نصرانی ہو کر مر گیا تھا چنانچہ نجاشی نے حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام حبیبہ کا چار سو دینار مہر دے کر آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کر دیا اور انہیں قاصد کے ساتھ بحری جہاز میں بھجوا دیا۔ نجاشی کے نام ان خطوط کا تفصیلی تذکرہ ہجرت حبشہ کے باب میں گزر چکا ہے۔ اس لیے ان خطوط کو چھوڑ کر باقی مکتوبات کا آپ یہاں مطالعہ کریں گے۔ جو درج ذیل ہیں۔

ا۔ مکتوب نبوی بنام شاہ روم قیصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے بندے اور اس کے رسول خدا ﷺ طرف سے ہرقل عظیم کے نام۔ اس شخص کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ۔ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوہرا عطا کرے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی اور عبادت نہ کریں۔ اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہمارے بعض، بعض کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر لوگ رخ پھیر دیں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب بدوالوحی حدیث نمبر ۷)

یہ مکتوب حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی نے آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق حاکم بصریٰ کے پاس پہنچایا اور اس نے یہ خط قیصر روم تک پہنچایا۔ آیئے اس کی تفصیلات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس کو حضرت ابن عباس ؓ نے حضرت ابوسفیان کی زبانی امت مسلمہ کے سامنے رکھا ہے جو تا قیامت پڑھا جاتا رہے گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول ﷺ نے قریش اور ابوسفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے تو یہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء، وزراء، امراء) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلایا پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لاکر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے (اس شخص حضرت محمد ﷺ) کے حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ (ابوسفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ تھی کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے۔؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے اعلیٰ نسب والے ہیں۔ کہنے لگا کہ اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی۔؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے۔؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے۔ یا کمزوروں نے۔؟ میں نے کہا نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے۔؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کیا اپنے اس دعوے (نبوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقرر مدت ٹھہری ہوئی ہے۔ معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی بات (جھوٹ) اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہرقل نے کہا کہ تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟۔ ہم نے کہا ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے۔؟ میں نے کہا لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا (شرک) کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیز گاری، صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے یہ سب سن کر پھر ہرقل نے اپنے ترجمانوں سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دو میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا (دعویٰ نبوت کی) یہ بات تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی۔ تو تم نے جواب دیا نہیں۔ تب میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے۔ جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے تم نے کہا نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ سے) اپنے آباء واجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا نہیں تو میں نے سمجھ لیا جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹ بات کہہ سکتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے۔ تو (دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تم نے کہا وہ بڑھ رہے ہیں۔ اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے کہا نہیں تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے۔ جن کے دلوں میں اس کی مسرت رچ بس جائے وہ اس سے لوٹا نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں تم نے کہا نہیں پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور میں نے تم سے کہا وہ تم سے کس چیز کے لیے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں سچ بولنے اور پرہیز گاری کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ بات جو تم کہہ رہے ہو سچ ہے تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (پیغمبر) آنے والا ہے۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگوایا جو آپ نے دحیہ کلبی کے ذریعے حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا اس میں (لکھا تھا)

[بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ اِلٰى هِرَقۡلَ عَظِيۡمِ الرُّوۡمِ..."]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد ﷺ کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے لیے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین و دنیا میں) سلامتی نصیب ہوگی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ پر ہی ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیر لیں تو (مسلمانو) تم ان سے کہہ دو کہ (تم) مانو یا نہ مانو ہم تو ایک خدا کے اطاعت گزار ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے گرد بہت شور و غوغا ہوا۔ بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا اور میں نے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (حضرت محمد ﷺ) کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔ (دیکھو تو) اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کا بیان ہے کہ) ابن ناطور ایلیاء کا حاکم ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کا لاٹ پادری بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا آیا ایک دن صبح کو پریشان تھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی پاتے ہیں (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا۔ علم نجوم میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر غالب آگیا۔ (بھلا) اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کراتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کے سوا کوئی ختنہ نہیں کراتا۔ سو ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ سلطنت کے تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجئے کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کر دیے جائیں۔ وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا اس نے رسول ﷺ کے حالات بیان کیے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لیے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا اس نے بتایا کہ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہرقل نے کہا کہ یہ ہی (محمد ﷺ) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہرقل کی طرح ماہر تھا پھر وہاں سے ہرقل حمص چلا گیا۔ ابھی حمص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا۔ اس کی رائے بھی حضور ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہرقل کے موافق تھی۔ کہ (محمد ﷺ واقعی) پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حمص کے محل میں طلب کیا۔ اور اسکے حکم سے محل کے دروازے بند کر لیے گئے۔ پھر وہ اپنے خاص محل سے باہر آیا۔ اور کہا "اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟ اگر تم اپنی سلطنت کی بقا چاہتے ہو تو پھر اس نبی کی بیعت کر لو اور مسلمان ہو جاؤ۔" (یہ سننا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے۔ مگر انہیں بند پایا۔ آخر جب ہرقل نے (اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ (جب وہ دوبارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنیمت کی خوشخبری سنائی گئی

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝﴾ (الفتح۔ ۱۸ تا ۲۳)

’’اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر یہ فتح اس نے تمہیں عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیے تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور غنیمتوں کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے ہو اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ کافر لوگ اگر اس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مددگار نہ پاتے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔‘‘

اگلی تین آیات میں حدیبیہ کے مقام پر جنگ روکنے کے اسباب اور معاہدہ صلح کے موقع پر اہل ایمان پر نزول سکینت کا ذکر بایں الفاظ بیان فرمایا۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ (الفتح۔ ۲۴ تا ۲۶)

’’وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔ حالانکہ وہ ان پر تمہیں غلبہ عطا کر چکا تھا۔ اور جو کچھ تم کر رہے تھے۔ اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد حرام سے روکا اور ہدی کے اونٹوں کو ان کی قربانی کی جگہ پر نہ پہنچنے دیا۔ اگر مکہ میں ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انہیں پامال کر دو گے اور اس سے تم پر حرف آئے گا۔ (تو جنگ نہ روکی جاتی۔ روکی وہ اس لیے گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے۔ وہ مومن الگ ہوتے تو (اہل مکہ میں سے) جو کافر تھے۔ ان کو ہم ضرور سخت سزا دیتے۔ (یہی وجہ ہے کہ) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ حمیت بٹھا لی تو اللہ نے اپنے رسولؐ اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی۔ اور مومنوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل تھے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اس خواب کی تصدیق و توثیق فرمائی اور قریبی فتح کی نوید سنائی اور پھر ایک بار آپؐ کی بعثت کے بنیادی مقصد کو بیان فرمایا۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ (الفتح ۲۷ تا ۲۸)

"فی الواقع اللہ نے اپنے رسولؐ کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے۔ اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

آخر میں فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس آیت میں اہل ایمان کے اوصاف بیان کر کے ایک کھیتی کی مثال دے کر بتایا گیا ہے کہ کاشتکار کو وہ خوش کر رہی یعنی غلبہ اسلام کی تکمیل کا مرحلہ مکمل ہونے والا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح ۴۸۔ ۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے انکی صفت توراۃ میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار اس کے پھلنے پھولنے سے جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

یہ کارواں آمدورفت کے وقت کے علاوہ بقول ابن سعد بیس دن حدیبیہ کے مقام پر قیام کے بعد مدینہ واپس پہنچ گیا۔ بظاہر یہ کارواں اس سال عمرہ وحج کیے بغیر حدیبیہ سے واپس تو آ گیا اور اس طرح قریش مکہ نے اپنی کامیابی کے شادیانے بجائے لیکن حقیقی کامرانی وکامیابی کسے حاصل ہوئی؟ کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فیوض وبرکات مسلمانوں کے سامنے آتے چلے گئے اور تین سال کے اندر اندر جزیرۃ العرب میں اسلام بالفعل غالب ہوگیا اور اس امر میں کسی کو شک نہ رہا کہ فی الواقع یہ صلح ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اس صلح سے تحریک اسلامی نے کتنی پیش رفت کی آیئے اس کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

معاہدہ صلح میں تحریراً پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ تسلیم کرلیا گیا۔ جبکہ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل کے خلاف باغی گروہ کی تھی۔ اب خود قریش ہی نے آپؐ سے معاہدہ کر کے سلطنت اسلامی کے مقبوضات پر آپؐ کا اقتدار مان لیا اور قبائل عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں سے جو لوگ جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر سکتے ہیں۔ چنانچہ معاہدہ کی اس دفعہ سے مکہ کی ایک بڑی طاقت بنو خزاعہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حلیفانہ تعلقات کا اعلان کر دیا اور بنو بکر قریش کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود مکہ کے اندر اسلامی تحریک نے کتنی پیش رفت کی کہ قوت وطاقت کا توازن تقسیم ہو کر دشمن اپنے گھر میں برابر ہوگیا اور آئندہ چل کر اسی بنا پر مکہ فتح ہوگیا۔

معاہدہ کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ کل تک جو اجارہ داری کے گھمنڈ میں حرم مکہ میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی تھی اب وہ پابندی ختم ہوگئی اور مسلمانوں کے لیے زیارت بیت اللہ کا حق تسلیم کرلیا گیا۔ اور قریش نے گویا یہ مان لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے جیسا کہ وہ اب تک کہتے چلے آرہے تھے بلکہ عرب کے مسلمہ ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح سے وہ بھی حج وعمرہ کے مناسک ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہل عرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہوگئی جو قریش کے پروپیگنڈہ سے اسلام کے خلاف پیدا ہوگئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاہدے کے بعد اہل عرب جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی رو سے یہ بات بھی طے پا گئی کہ آئندہ دس سال فریقین جنگ بند رکھیں گے۔ اور کوئی کسی کے خلاف عسکری کارروائی کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ معاہدہ کی اس دفعہ سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا اور انہوں نے عرب کے تمام اطراف ونواح میں پھیل کر تیزی سے اسلام کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پورے انیس سال میں اتنے آدمی مسلمان نہیں ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر ہو گئے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صرف چودہ سو لوگ عمرہ وحج کرنے کے لیے آئے تھے لیکن صرف دو سال کے بعد قریش مکہ کی بدعہدی کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو دس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار مجاہدین کا لشکر آپ ؐ کے ہمرکاب تھا۔ قریش کے ساتھ معاہدہ صلح طے پا جانے کے بعد جنگ بندی کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کو یہ موقع میسر آ گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کر سکیں اور اسلامی قوانین کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب و تمدن عطا کر سکیں۔ چنانچہ یہ کارنامہ آپ نے انجام دے دیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ③﴾ (المائدہ ۵۔ ۳)

”تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھونٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اسکے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعے سے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعال فسق ہیں۔ آج کافروں کو تمہاری طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

قریش مکہ سے صلح کے بعد جنوب کی طرف سے مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہو گیا۔ نیز اس کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے شمال عرب اور وسط عرب کی تمام مخالف قوتوں کو بہ آسانی مسخر کر لیا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد ابھی تین مہینے ہی گزرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ دشمن کا علاقہ خیبر فتح ہو گیا۔ اور اسکے بعد فدک وادی القریٰ، تیما اور تبوک کی بستیاں اسلام کے زیر نگیں آتی چلی گئیں۔ پھر وسط عرب کے وہ تمام قبیلے بھی جو یہودیوں اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے۔ ایک ایک کر کے تابع فرمان ہوتے گئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو سال کے اندر عرب کی قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل ہی ہے جو آئندہ اقدامات آنحضرت ﷺ نے اٹھائے اور جو فتوحات ہوئیں اور ارتقائی منازل طے ہوئیں گویا صلح سے فتوحات و ترقی منازل کا دروازہ کھل گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا۔ جس کے نتیجہ میں قیصر روم کی فوج کے ہاتھوں فارس کی فوجوں کی پے در پے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاول سنہ ۷ ھ کا واقعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعے ہوا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی۔ ان دونوں نے کہا۔ کچھ ہوش ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ کی بہت معمولی بات بھی قابل اعتراض شمار کی ہے۔ تو کیا آپ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اسے میری اس بات کی خبر دو۔ اور اس کو یہ کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی۔ جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رکے گی جس کے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہیں دے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم کا بادشاہ بنا دوں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اسے تاحکم ثانی برانگیختہ نہ کرنا۔ اس واقعہ کی وجہ سے باذان اور اس کے فارسی رفقاء (جو یمن میں موجود تھے) مسلمان ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ ج۔۱ ص۔۵ و فتح الباری ج۔۸ ص۔۷ ۱۲، ۱۲۸)

دیگر مکتوبات نبویؐ

آنحضرت ﷺ نے جو دعوتی خطوط وقت کے حکمرانوں کو لکھے ہیں ان میں سیرت نگاروں میں ابن حزم نے دس خطوط، ابن ہشام نے نو اور سیرۃ حلبیہ میں آٹھ خطوط کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہاں ان کا احاطہ کرنا مطلوب نہیں ہے تاہم محمد بن سعد نے طبقات میں جن مکتوبات کا ذکر کیا ہے ان کی تعداد ۱۰۵ ہے (طبقات ابن سعد ج۔۱ ص۔۷ ۱۲ تا ۲۰۹) ان خطوط میں سے صرف دو خطوط کا مطالعہ دعوتی سرگرمیوں کو سمجھنے میں بہت مفید رہے گا۔

۱۔ مکتوب نبویؐ بنام حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، اور ایمان لائے اور تصدیق کرے اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اللہ پر ایمان لاؤ جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور تمہارے لیے تمہاری بادشاہت باقی رہے گی۔

یہ خط قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی حضرت شجاع بن وہب کے ہاتھ روانہ کیا گیا جب انہوں نے یہ خط حارث کے حوالے کیا تو اس نے کہا مجھ سے میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے۔؟ میں اس پر یلغار کرنے ہی والا ہوں اور اسلام نہ لایا۔

(تاریخ طبری ج۔۲ ص۔۲۹۱ مطبوعہ الفیصل لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مکتوب نبویؐ بنام شاہ عمان

آنحضرت ﷺ نے ایک خط شاہ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا۔ ان دونوں کے والد کا نام جلندی تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن عبداللہ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ، سلامت رہو گے کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں، تا کہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرہ سے آگاہ کردوں اور کافروں پر قول برحق ہوجائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کرلو گے تو تم ہی دونوں کو والی اور حاکم بنادوں گا۔ اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہوجائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہوگی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آجائے گی۔

اس خط کو لے جانے کے لیے ایلچی کی حیثیت سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں روانہ ہو کر عمان پہنچا اور عبد سے ملاقات کی۔ دونوں بھائیوں میں یہ دور اندیش اور نرم خو تھا۔ میں نے کہا تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ اس نے کہا میرا بھائی عمر اور بادشاہت دونوں میں مجھ سے بڑا اور مقدم ہے۔ اس لیے میں تم کو اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خط پڑھ لے۔ اس کے بعد اس نے کہا اچھا تم دعوت کس بات کی دیتے ہوں۔

میں نے کہا: ہم ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد نے کہا اے عمرو! تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو۔ بتاؤ تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ ہمارے لیے ان کا طرز عمل لائق اتباع ہوگا۔

میں نے کہا وہ تو محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کیا ہوتا اور آپؐ کی تصدیق کی ہوتی۔ میں خود بھی انہی کی رائے پر تھا لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی۔

عبد نے کہا: تم نے کب ان کی پیروی کی۔

میں نے کہا: ابھی جلد ہی

اس نے دریافت کیا: تم کس جگہ اسلام لائے۔

میں نے کہا: نجاشی کے پاس اور بتلایا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد نے پوچھا: اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کا کیا کیا؟

میں نے کہا: اسے برقرار رکھا اور اس کی پیروی کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کہا: اسقفوں اور راہبوں نے بھی اسکی پیروی کی!

میں نے کہا: ہاں

عبد نے کہا: اے عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ آدمی کی کوئی خصلت جھوٹ سے زیادہ رسوا کن نہیں۔

میں نے کہا: میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ ہم اسے حلال سمجھتے ہیں۔

عبد نے کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہرقل کو نجاشی کے اسلام لانے کا علم نہیں۔

میں نے کہا: کیوں نہیں

عبد نے کہا: تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہے۔

میں نے کہا: نجاشی ہرقل کو خراج ادا کیا کرتا تھا لیکن جب اس نے اسلام قبول کیا اور محمد ﷺ کی تصدیق کی تو بولا خدا کی قسم اب اگر وہ مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا۔ اور جب اس کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس کے بھائی یناق نے کہا: کیا تم اپنے غلام کو چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج نہ دے اور تمہارے بجائے ایک دوسرے شخص کا دین اختیار کر لے؟ ہرقل نے کہا: یہ ایک آدمی ہے جس نے ایک دین کو پسند کیا اور اسے اپنے لیے اختیار کر لیا۔ اب میں اس کا کیا کر سکتا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اپنی بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا ہے

عبد نے کہا: عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے کہا: واللہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا: اچھا مجھے بتاؤ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ اور کس چیز سے منع کرتے ہیں۔؟

میں نے کہا اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں نیکی وصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ظلم و زیادتی، زنا کاری، شراب نوشی اور پتھر، بت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد نے کہا: یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری متابعت کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر (چل پڑتے) یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔

میں نے کہا: اگر وہ اسلام قبول کر لے تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے۔ البتہ انکے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں میں تقسیم کریں گے۔

عبد نے کہا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے اچھا بتاؤ صدقہ کیا ہے؟

جواب میں میں نے مختلف اموال کے اندر رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے صدقات کی تفصیل بتائی۔ جب اونٹوں کی باری آئی تو وہ بولا: اے عمرو! ہمارے ان مویشیوں میں سے بھی صدقہ لیا جائے گا جو خود ہی درخت چر لیتے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد نے کہا: واللہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اس کو مان لے گی۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ میں اس کی ڈیوڑھی میں چند دن ٹھہرا رہا۔ وہ اپنے بھائی کے پاس جا کر میری ساری باتیں بتاتا رہتا تھا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے بلایا اور میں اندر داخل ہوا۔ چوبداروں نے میرے بازو پکڑ لیے۔ اس نے کہا چھوڑ دو اور مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بیٹھنا چاہا تو چوبداروں نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا اپنی بات کہو، میں نے سربمہر خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے مہر توڑ کر خط پڑھا، جب پورا خط پڑھ چکا تو اپنے بھائی کے حوالے کر دیا۔ بھائی نے بھی اسی طرح پڑھا مگر میں نے دیکھا کہ اس کا بھائی اس سے زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ مجھے بتاؤ قریش نے کیا روش اختیار کی ہے؟

میں نے کہا: سب ان کے اطاعت گزار ہو گئے ہیں۔ کوئی دین سے رغبت کی بناء پر اور کوئی تلوار سے خوفزدہ ہو کر۔

بادشاہ نے پوچھا: ان کے ساتھ کون لوگ ہیں۔

میں نے کہا سارے لوگ۔ انہوں نے اسلام کو برضا و رغبت قبول کر لیا ہے اور اسے تمام دوسری چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی رہنمائی سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ گمراہ تھے۔ اب اس علاقہ میں میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی اور باقی رہ گیا ہے اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور محمد ﷺ کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار روند ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے اس لیے اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے اور رسول اللہ ﷺ تم کو تمہاری قوم کا حکمران بنا دیں گے۔ تم پر نہ سوار داخل ہوں گے نہ پیادے۔

بادشاہ نے کہا: مجھے آج چھوڑ دو اور کل پھر آؤ۔

اس کے بعد میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا۔

اس نے کہا: عمرو! مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہت کی حرص غالب نہ آئی تو وہ اسلام قبول کر لے گا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گیا لیکن اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے میں اس کے بھائی کے پاس واپس چلا گیا اور بتلایا کہ بادشاہ تک میری رسائی نہ ہو سکی۔ بھائی نے مجھے اسکے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے کہا "میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا۔ اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دوں جس کے شہسوار یہاں آئے تو ایسا رن پڑے گا کہ انہیں کبھی اس سے سابقہ نہ پڑا ہو گا۔

میں نے کہا: اچھا تو میں کل واپس جا رہا ہوں۔

جب اسے میری واپسی کا یقین ہو گیا تو اس نے بھائی سے خلوت میں بات کی اور بولا "یہ پیغمبر جن پر غالب آ چکا ہے ان کے مقابل ہماری کوئی حیثیت نہیں اور اس نے جس کے پاس بھی پیغام بھیجا ہے اس نے دعوت قبول کر لی ہے، لہٰذا دوسرے دن صبح ہی مجھے بلوایا گیا اور بادشاہ اور اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ کی تصدیق کی اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے مجھے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے میری مخالفت کی اس کے خلاف میرے مددگار ثابت ہوئے۔

(زاد المعاد ج۔۳۔ ۶۲۔ ۶۳ الطبقات الکبری۔ ج۔۱۔ ص۔ ۱۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے) تو اس نے کہا میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی۔ سو وہ میں نے دیکھ لی تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہی رہی۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری کی کتاب بدء الوحی۔ حدیث نمبر ۷)

آپ نے دیکھا کہ کس شان سے حضرت دحیہ کلبیؓ نے آپ کا نامہ مبارک پہنچایا ہرقل شاہ روما کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ قیصر روم سے بیت المقدس جا کر ملے جسے یہاں لفظ ''ایلیا'' سے یاد کیا گیا ہے۔ جس کے معنی بیت اللہ کے ہیں۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا ہی شاندار دربار سجایا اور سفیر اسلام سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کیں۔ اس کے بعد مزید تحقیق کے لیے حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی مکہ کا آدمی آیا ہوا ہو تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ابوسفیان مع دیگر تاجران ملک شام آئے ہوئے تھے۔ ان کو بیت المقدس بلا کر دربار میں پیش کیا گیا۔ ان دنوں ابوسفیان نبی کریم ﷺ کا جانی دشمن تھا مگر قیصر کے دربار میں اس کی زبان سوائے حق و صداقت کے کچھ نہ بول سکی۔ ہرقل نے آنحضرت ﷺ سے متعلق ابوسفیان سے دس سوال کیے۔ جو بہت گہرے حقائق اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے جوابات میں ابوسفیان نے بھی جن حقائق کا اظہار کیا، ان سے حضرت محمد ﷺ کی صداقت ہرقل کے دل میں نقش ہو گئی۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہرقل کے سوالات نے بھی ابوسفیان کو ایک مرتبہ جھنجوڑ کر رکھ دیا اور اسے یہ کہنا پڑا کہ ابوکبشہ کے بیٹے (آنحضرت ﷺ) کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔ دیکھو تو اس سے بنی اصفر یعنی روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے (ابوسفیان کو) یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔...... جہاں تک ہرقل کا معاملہ ہے وہ اپنی قوم کا سامنا نہ کر سکا۔ مگر جو کچھ اس نے خط پڑھ کر اور سفیر اسلام سے گفتگو کر کے اور ابوسفیان کے جوابات سن کر کہا "فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ۔ "تو عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں:'' چنانچہ ایوان شہنشاہ روم کچھ عرصے بعد مسلمانوں کے قدموں میں تھا اور اسلام کا علم اس پر لہرا رہا تھا۔

۲۔ مکتوب نبوی بنام مقوقس شاہ مصر

آنحضرت ﷺ نے دوسرا مکتوب مقوقس شاہ مصر کے نام حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعے روانہ کیا۔ اس کا اصل نام جریج بن متی یا بن یامین تھا جو مصر و اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ مکتوب کا ترجمہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اما بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔ اے اہل قبط ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں بعض بعض کو اللہ کی بجائے اپنا رب نہ بنائیں پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الوثائق السیاسیہ۔ص۔۱۰۶۔زادالمعاد لابن القیم۔ج۔۳۔ص۔۶۱)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے آنحضرت ﷺ کا خط بھی پہنچایا اور مقوقس کے دربار میں پہنچ کر جس احسن انداز میں اسلام کی ترجمانی کی وہ تاریخ اسلام کے اندر سنہری حروف میں لکھا جا چکا ہے۔ انہوں نے مقوقس عظیم مصر کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

''سرزمین مصر پر تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے آخر و اول کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ پہلے تو اسکے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت پکڑو۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں۔

مقوقس نے کہا'' ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔

حضرت حاطب نے فرمایا: ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا (ادیان) کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو اس نبی نے لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے۔ یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کے لیے بشارت دی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے حضرت محمدؐ کے لیے بشارت دی ہے۔ اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جس طرح تم اہل توریت کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم میں آتا ہے۔ وہ قوم اس کی امت ہو جاتی ہے اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے۔ اور پھر ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں''

مقوقس نے کہا'' میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ اور نہ گمراہ جادوگر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں۔ میں مزید غور کروں گا۔'' مقوقس نے آنحضرت ﷺ کا خط لے کر (احترام کے ساتھ) ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا۔ اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسول ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن عبداللہ کے لیے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے آپ پر سلام۔ اما بعد۔ میں نے آپ کا مکتوب پڑھا اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اعزاز و کرام کیا۔ آپؐ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں۔ جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں۔ آپ ﷺ کی سواری کے لیے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں اور آپؐ پر سلام''

(الوثائق السیاسیہ۔ص۔۱۰۷)

چنانچہ جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ واپس تشریف لائے اور مقوقس کا جواب اور لونڈیاں اور دلدل نامی خچر پیش کیا تو آپؐ نے ماریہ اور ان کی بہن سیرین کو حضرت ام سلیم بن ملحان کے ہاں ٹھہرایا۔ پھر آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان پر اسلام پیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ تو وہ دونوں مسلمان ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے حضرت ماریہ کی بہن سیرین کا نکاح حضرت حسان بن ثابت شاعر سے کر دیا۔ چنانچہ حضرت سیرین کے ہاں عبدالرحمن پیدا ہوئے اور حضرت ماریہ کے بطن سے آنحضرت کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد۔ ج۔ ا۔ ص۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵)

۳۔ منذر بن ساوٰی کے نام مکتوب نبوی

آنحضرت ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی کو ایک خط دے کر منذر بن ساوی کے پاس بھیجا۔ منذر نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ امابعد! اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنا دیا ہے۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا۔ اور میری زمین میں مجوس بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیں۔ اس خط کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے درج ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام۔ تم پر سلام ہو میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔! امابعد۔ میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لیے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے۔ لہٰذا مسلمان جس حال میں ایمان لائے ہیں۔ انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے۔ اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے جو یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ۔ ج۔ ا۔ ص۔ ۲۷۔ ۱۲۔ زاد المعاد۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۱۔ ۶۲)

۴۔ ہوذہ بن علی حکمران یمامہ کے نام خط

آنحضرت ﷺ نے اپنا مکتوب حضرت سلیط بن عمرو عامری کے ذریعہ ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام لکھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا۔ لہٰذا اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لیے برقرار رکھوں گا۔

جب قاصد رسولؐ سلیط بن عمرو ہوذہ کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کو مہمان بنایا اور مبارک باد دی۔ حضرت سلیط نے اسے خط پڑھ کر سنایا تو اس نے درمیانی قسم کا جواب دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ لکھا ”آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا کہنا اور میں قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ اور عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے اس لئے کچھ میرے ذمے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیجئے۔ میں آپ کی پیروی کروں گا۔ اس نے حضرت سلیط کو تحائف بھی دیئے اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا بھی دیا۔ حضرت سلیط یہ تحائف لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام تفصیلات گوش گزار کیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا" اگر وہ زمین کا ایک ٹکڑا بھی مجھ سے طلب کرے گا تو میں اسے نہ دوں گا اور وہ خود بھی تباہ ہو گا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا۔" پھر آنحضرت فتح مکہ کے بعد واپس تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ خبر دی کہ ہوذہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ (پھر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا" سنو یمامہ میں ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک کہنے والے نے کہا: یارسول اللہ! اسے کون قتل کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا تم اور تمہارے ساتھی۔ اور واقعۃً ایسا ہی ہوا۔

(طبقات الکبریٰ ج۔۱۔ص۔۱۲۶۔ زادلمعاد۔ج۔۳۔۶۱۔۶۲)

۵۔مکتوب نبوی بنام خسرو پرویز شاہ فارس

آنحضرت ﷺ نے ایک خط کسریٰ شاہ فارس خسرو پرویز کو لکھا اور اس خط کو اس تک پہنچانے کے لیے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا انتخاب فرمایا۔ آپ نے کسریٰ کے نام جو خط لکھا وہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی طرف ...... اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تا کہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافروں پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بارِ گناہ ہوگا۔

"...... خط کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس کو پڑھ کر سنایا گیا اس نے خط چاک کر دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا میری رعایا میں ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔ اور پھر وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا تھا کسریٰ نے خط چاک کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کئے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپؐ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی کریمؐ ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعے حکم دیا ہے کہ وہ آپؐ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپؐ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کرے۔ اور باذان نے اس کام کے لیے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے۔ آپؐ میرے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کہیں۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ کل ملاقات کریں۔"

دوسری طرف عین اسی وقت جب مدینہ میں یہ دلچسپ مہم درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھواں باب

غزوۂ خیبر اور بدعہد یہود کا استیصال

یہود کے خلاف کارروائی

قریش مکہ کے بعد سب سے بڑا اور پڑھا لکھا دشمن گروہ یہود تھا۔ اگرچہ غزوہ بنی قینقاع برپا ہو جانے کے بعد بنو قینقاع کو جلا وطن کر دیا گیا تھا اور اس طرح غزوہ بنو نضیر کے محاصرے نے بنو نضیر بھی جلا وطنی پر مجبور ہو گئے تھے اور جنگ خندق کے موقع پر بدعہدی کے نتیجے میں بنو قریظہ کے مردان جنگی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے نیز یہود کے بڑے بڑے سردار کعب بن اشرف سلام ابن الحقیق کے قتل کے باوجود خیبر سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ خیبر فوجی انگیخت کا مرکز اور لڑانے بھڑانے اور جنگ کی آگ بھڑکانے کی کان تھا۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے ذرا غور فرمائیے کہ جنگ خندق کے موقع پر قریش مکہ اور ان کے حلفا اور قبائل بنو غطفان کو مدینے پر کون چڑھا لایا تھا۔ غور و خوض کے بعد آپ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہود خیبر۔ بنو قریظہ کو غدر و خیانت پر کس نے آمادہ کیا تھا؟ یہود خیبر نے منافقین، بنو غطفان اور بدوؤں سے مسلسل کس کا رابطہ تھا کہ تخریب کاریوں کے ذریعے مسلمانوں کو آزمائشوں میں ڈالا جا سکے۔؟ یہ بھی یہود خیبر ہی تھے۔ یہاں تک کہ اس گروہ نے آنحضرتؐ کو قتل کر دینے کا بھی منصوبہ بنایا تھا اس لیے حضورؐ کا بحیثیت قائد تحریک اسلامی اور سربراہ مملکت فرض تھا کہ اندرونی قریبی قوت جو ایک سو میل کے فاصلے پر بیٹھ کر مسلمانوں کو پریشان کن حالات سے دوچار کر دیتی تھی اس کا مکمل طور پر استیصال کر دیا جائے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے بقول ابن اسحاق حدیبیہ سے واپس آکر ذوالحجہ کا پورا مہینہ اور محرم کے چند دن مدینہ میں قیام فرمایا اور پھر محرم کے باقی ماندہ ایام میں خیبر کے لیے روانہ ہو گئے۔

خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیما کی فتح

اللہ تعالیٰ نے فتح خیبر کی خوشخبری حدیبیہ سے واپسی پر مدینے پہنچنے سے پہلے عطا فرما دی تھی۔ یہ خیبر ہی کی نہیں بلکہ خیبر کے بعد کی تمام فتوحات مثلاً فتح مکہ حنین وغیرہ فتوحات کی بھی خوشخبری تھی۔ ایک مرتبہ پھر سورہ فتح کی ان آیات پر غور فرمائیں جو پہلے گزر چکی ہیں۔

''اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر یہ فتح اس نے تمہیں عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیے تا کہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور غنیمتوں کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے ہو اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الفتح ترجمہ: ۴۸۔ ۱۸ تا ۲۱)

قرآن مجید کی یہ تصریح کہ ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مال غنیمت ان کو عطا کر دیا ہے۔ جسے وہ (عنقریب)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کریں گے۔ یہ اشارہ ہے خیبر کی فتح اور اس کے مال غنیمت کی طرف۔ یہ آیت اس امر کی بھی تصریح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انعام صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص فرمادیا تھا جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ باشندگان مدینہ میں سے ان کے سوا کسی کو اس فتح اور ان غنائم میں شریک ہونے کا حق نہ تھا۔ اس بنا پر جب حضرت محمد ﷺ خیبر پر چڑھائی کرنے کے لیے نکلے تو آپؐ نے صرف انہی لوگوں کو اپنے ساتھ لیا جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ منافقین کا یہود سے اور یہود کا منافقین سے مسلسل رابطہ تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے یہود خیبر کو یہ پیغام ارسال کر دیا کہ آپؐ نے تمہاری طرف رخ کیا ہے۔ لہٰذا چوکنا ہو جاؤ اور تیاری کر لو۔ اس اطلاع کے بعد اہل خیبر نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کو حصول مدد کے لیے بنو غطفان کے پاس روانہ کیا کیونکہ وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف انکے مددگار رہتے تھے۔ یہود نے یہ پیش کش بھی کی کہ اگر انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تو خیبر کی نصف پیداوار انہیں دی جائے گی۔ بنو غطفان بھی تیار ہو کر یہود کی امداد کے لیے خیبر کی طرف چل پڑے مگر اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کی یوں مدد فرمائی کہ راستے میں انہوں نے اپنے پیچھے کچھ شور و شغب سنا تو انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں اور مویشیوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اس لیے وہ واپس پلٹ گئے۔

حضور ﷺ کو اس بات کا پورا ادراک تھا کہ بنو غطفان یہود کی مدد کو ضرور پہنچیں گے۔ اس لیے آپ ﷺ نے راستے کے واقف ماہرین سے مشورہ کیا اور حکمت عملی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ایسا راستہ بتائیں جو خیبر میں شمال کی جانب سے یعنی مدینے کی بجائے شام کی جانب سے ہم داخل ہو سکیں۔ تاکہ اس حکمت عملی کے ذریعے ایک طرف تو یہود کے شام بھاگنے کا راستہ بند کیا جا سکے اور دوسری طرف بنو غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو کر ان کی طرف سے کسی مدد کی رسائی کے امکانات کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ماہرین سفر نے ''مرحب'' (یعنی کشادگی) کے راستے سے خیبر کے مقام مطلوب تک پہنچا دیا۔ چودہ سو مجاہدین کے لشکر نے خیبر کے دامن میں رات بسر کی لیکن یہود کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رات کے وقت خیبر پہنچے آپ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کے لیے رات کے وقت موقع پر پہنچتے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے بلکہ صبح ہو جاتی جب کرتے۔ چنانچہ صبح کے وقت یہودی اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے لیکن جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ محمد ﷺ خدا کی قسم، محمد ﷺ لشکر لے کر آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ خیبر برباد ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔'' (صحیح بخاری باب غزوہ خیبر حدیث نمبر ۴۱۹۷)

پھر آپؐ نے مشورہ کے ساتھ پڑاؤ کی جگہ کا انتخاب فرمایا اور خیبر کے قریب پہنچ کر خیبر کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ لشکر ٹھہر گیا اور آپؐ نے یہ دعا فرمائی ''اے اللہ! ساتوں آسمان اور جن پر وہ سایہ فگن ہیں ان کے پروردگار! اور ساتوں زمینوں، اور جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں، ان کے پروردگار! اور شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ان کے پروردگار!...... ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی اور اس کے باشندوں کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ اور اس بستی کے شر سے اور اس کے باشندوں کے شر سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (اس کے بعد فرمایا کہ چلو) اللہ کے نام سے آگے بڑھو۔

(سیرت ابن ہشام۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۱۳۳۔ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک آبادی میں پانچ بڑے قلعے تھے۔ جبکہ دوسرے حصے میں تین بڑے قلعے تھے۔ ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں مگر چھوٹی چھوٹی تھیں۔ جنگ پہلے پانچ قلعوں کو فتح کرنے کے لیے ہوئی۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا۔ پھر قلعہ صعب بن معاذ، پھر قلعہ زبیر، قلعہ ابی اور قلعہ نزار پر حملہ کیا گیا۔ جو سب کے سب فتح ہوئے۔ اسکے بعد خیبر کا باقی حصہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ یہاں صرف قلعہ ناعم کی فتح کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

قلعہ ناعم اپنے محل وقوع کی نزاکت اور اسٹریجی کے لحاظ سے یہود کی پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا اور یہی قلعہ مرحب نامی اس شہ زور اور جانباز یہودی کا قلعہ تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر جانا جاتا تھا۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اسکے رسول بھی اسے عزیز رکھتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ رات سب لوگوں کی اس فکر میں گزر گئی کہ دیکھیں حضور ﷺ علم کسے عطا فرماتے ہیں۔ صبح ہوئی تو سب خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اس امید کے ساتھ کہ علم انہی کو ملے گا۔ لیکن حضور ﷺ نے دریافت فرمایا علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں بلواؤ۔ جب وہ لائے گئے تو آپؐ نے لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں لگا دیا۔ اور ان کے لیے دعا کی۔ اس دعا کی برکت سے ان کی آنکھیں اتنی اچھی ہو گئیں جیسے پہلے کوئی بیماری ہی نہیں تھی۔ حضرت علی نے علم سنبھال کر عرض کیا یا رسول اللہ میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ ہمارے ہی جیسے نہ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یوں ہی چلے جاؤ۔ انکے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری باب غزوہ خیبر حدیث نمبر ۴۲۱۰)

آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علیؓ مسلمانوں کی فوج کو لے کر اس قلعے کے سامنے پہنچے اور قلعہ بند یہود کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے یہ دعوت مسترد کر دی اور اپنے بادشاہ مرحب کی کمان میں مسلمانوں کے مدمقابل آ کھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں اتر کر پہلے مرحب نے دعوت مبارزت دی جس کی کیفیت سلمہؓ بن اکوع نے یوں بیان کی ہے کہ جب ہم خیبر پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار لے کر ناز و تکبر کے ساتھ اکڑتا ہوا اور یہ کہتا ہو نمودار ہوا۔ " قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبٌ. شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ. اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ. " خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پوش۔ بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو۔"

حضرت سلمہؓ بن اکوع کہتے ہیں کہ اسکے مقابل میرے چچا عامرؓ نمودار ہوئے اور فرمایا۔

[" قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي عَامِرٌ. شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرٌ.]

"خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں۔ ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگجو۔"

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال میں جا چبھی اور عامرؓ نے اسے نیچے مارنا چاہا لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ انہوں نے مرحب کی پنڈلی پر وار کیا تو تلوار کا سرا پلٹ کر ان کے گھٹنے پر آ لگا اور بالآخر اسی زخم سے وہ مرتبہ شہادت پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائز ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اکٹھی کر کے ان کے بارے میں فرمایا۔ "ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔ وہ بڑے جانباز مجاہد تھے۔ کم ہی ان جیسا کوئی عرب روئے زمین پر ہوا ہو گا۔

حضرت عامرؓ کے زخمی ہو جانے کے بعد مرحب کے مقابلے کے لیے حضرت علیؓ تشریف لے گئے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع کا بیان ہے اس وقت حضرت علیؓ نے یہ اشعار کہے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَه

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَه

أُوفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ اس کے پوری کر دوں گا۔ اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

پھر حضرت علی کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۲۰۹، مسلم حدیث نمبر ۴۶۷۸)

جنگ کے دوران حضرت علیؓ یہود کے قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ کی چوٹی سے ایک یہودی نے جھانک کر پوچھا تم کون ہو؟ حضرت علیؓ نے کہا: میں علی بن ابی طالب ہوں۔ یہودی نے کہا۔ اس کتاب (تورات کی قسم) جو موسیٰ پر نازل کی گئی تم لوگ بلند ہوئے۔ اس کے بعد مرحب کا بھائی یاسر یہ کہتے ہوئے نکلا کہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا۔ اس کے اس چیلنج پر حضرت زبیرؓ میدان میں اترے۔ اس پر ان کی ماں حضرت صفیہ نے کہا یا رسول کیا میرا بیٹا قتل کیا جائے گا۔؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تمہارا بیٹا اسے قتل کر دے گا۔ چنانچہ حضرت زبیر نے یاسر کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد ناعم کے پاس زوردار جنگ ہوئی جس میں کئی سر برآوردہ یہودی مارے گئے اور بقیہ یہود میں مقابلے کی طاقت نہ رہی۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کا حملہ نہ روک سکے۔ تاہم یہ جنگ کئی دن جاری رہی اور اس میں مسلمانوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ شدید کشمکش کے باوجود یہود مسلمانوں کو شکست دینے میں ناکام رہے۔ اور ایک ایک کر کے چپکے چپکے قلعہ ناعم سے منتقل ہو کر قلعہ صعب میں چلے گئے اور مسلمانوں نے قلعہ ناعم پر مکمل قبضہ کر لیا۔ پھر اسی طرح قلعہ صعب، قلعہ زبیر، قلعہ ابی، قلعہ نزار پر بڑی جدوجہد کے بعد قبضہ کر لیا گیا۔ خیبر کا دوسرا حصہ جس میں قلعہ قموص، قلعہ وطیح اور قلعہ سلالم تھا کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ قلعہ قموص جنگ کے ذریعے فتح ہوا جبکہ واقدی نے دوٹوک الفاظ میں صراحت کی ہے کہ اس علاقے کے تینوں قلعے مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے مسلمانوں کے حوالے کیے گئے۔ جب آنحضرت ﷺ اس علاقے میں تشریف لائے تو وہاں کے باشندوں کا سختی سے محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ چودہ دن جاری رہا۔ یہود اپنے قلعوں سے نکل ہی نہیں رہے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے قصد فرمایا کہ منجنیق نصب فرمائیں۔ جب یہود کو تباہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے صلح کے لیے پیغام بھیجا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے" ابن ابی الحقیق نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا میں آپ کے پاس آ کر بات چیت کر سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اور جب یہ جواب ملا تو اس نے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعے میں جو فوج ہے اس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بال بچے انکے پاس رہیں گے (یعنی ان کو لونڈی اور غلام نہیں بنایا جائے گا) بلکہ وہ اپنے بچوں کو لے کر خیبر کی سرزمین سے نکل جائیں گے اور اپنے اموال، باغات، زمینیں، سونے، چاندی، گھوڑے، زرہیں رسول اکرم ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔ صرف اتنا کپڑا لے کر جائیں گے۔ جتنا ایک انسان اپنی پشت پر اٹھا سکے۔ آپؐ نے فرمایا اور اگر تم لوگوں نے مجھ سے کچھ چھپایا تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری الذمہ ہوں گے۔ یہود نے شرط منظور کر لی اور مصالحت کا عمل مکمل ہو گیا۔ معاہدہ کے باجود ابن ابی ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں نے بدعہدی کی جس کی پاداش میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ یہود کو جلاوطن کرنا چاہتے تھے مگر یہود نے کہا ہمیں اس سرزمین میں رہنے دیجئے ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے کیونکہ ہمیں آپ لوگوں سے زیادہ اس کی معلومات ہیں۔ ادھر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے پاس اتنی افرادی قوت نہیں تھی کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتے اور نہ صحابہ کرامؓ کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ یہ کام سرانجام دیتے اس لیے آپ نے خیبر کی زمین اس شرط پر یہودیوں کے حوالے کر دی کہ ساری کھیتی اور تمام پھلوں کی پیداوار کا آدھا یہود کو دیا جائے گا اور جب تک آپؐ کی مرضی ہوگی اس پر برقرار رکھیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۲۲۸، سیرت ابن ہشام، ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۱۸)

زہر آلود بکری اور آنحضرت ﷺ

خیبر کی فتح کے بعد حضور ﷺ مطمئن اور یکسو ہو چکے تھے۔ اس دوران سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپؐ کے پاس بھنی ہوئی بکری کا ہدیہ بھیجا۔ اس نے پوچھ رکھا تھا کہ آپؐ کون سا عضو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کو بتایا گیا کہ دستی۔ اس لیے اس نے دستی میں خوب زہر ملا دیا تھا۔ اس کے بعد بقیہ حصہ بھی زہر آلود کر دیا تھا۔ پھر اسے لے کر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپؐ کے سامنے رکھا تو آپؐ نے دستی اٹھا کر اس کا ایک ٹکڑا چبایا لیکن نگلنے کی بجائے تھوک دیا۔ پھر فرمایا یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے زینب کو بلایا تو اس نے اقرار کر لیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہمیں اس سے راحت ملے گی اور اگر نبی ہے تو اسے خبر دے دی جائے گی۔ اس پر آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ اس موقع پر آپؐ کے ساتھ حضرت بشیر بن براء بن معرورؓ بھی شامل تھے۔ انہوں نے ایک لقمہ نگل لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی تو بطور قصاص آپؐ نے زینب کو قتل کر دیا۔

(صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۳۱۶۹۔ ۴۲۴۹۔ ۵۷۷۷)

فتح خیبر کے ساتھ ہی فدک، وادی القریٰ، تیماء بھی فتح کر لیے گئے تھے۔ ان میں سے وادی القریٰ بزور شمشیر فتح ہوا۔ مجموعی طور پر ان مہمات کے دوران شہدائے اسلام کی تعداد ۲۳ ہے جبکہ یہود کے مقتولین ایک سو چار ہیں۔ اس طرح خیبر کی فتح کے بعد آپ مدینہ طیبہ کی طرف واپس تشریف لائے اس سفر میں کتنا وقت صرف ہوا اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ محرم کے چند دن گزار کر آپ خیبر کے لیے روانہ ہوئے تھے جبکہ واپسی صفر کے اخیر میں ہوئی یا ربیع الاول میں۔ اس غزوہ کے نتیجے میں مسلمانوں کا دشمن نمبر ایک لیکن عسکری طاقت کے اعتبار سے قریش کے مقابلہ میں نمبر دو کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور اس طرح اسلامی ریاست کو مزید ترقی ملی اور استحکام نصیب ہوا۔ آگے بڑھنے سے پہلے میں یہاں دو احادیث کو بیان کرنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ تاکہ موجودہ دور میں تحریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کے قائدین اور کارکنان اور عام مسلمانوں کے لیے یہ احادیث رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بن سکیں۔

اسلام میں خود کشی حرام ہے اور جہنم جانے کا باعث ہے

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (اپنے لشکر کے ساتھ) مشرکین (یعنی) یہود خیبر کا مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے لوگوں نے جنگ کی پھر آپ اپنے خیمے کی طرف واپس ہوئے اور یہودی بھی اپنے خیموں میں واپس چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کے متعلق کسی نے ذکر کیا کہ یہودیوں کا کوئی بھی آدمی اگر انہیں مل جائے تو اس کا پیچھا کر کے اس کا قتل کیے بغیر نہیں رہتے۔ کہا گیا کہ آج فلاں شخص ہماری طرف سے جتنی بہادری اور ہمت سے لڑا ہے شاید اتنی بہادری سے کوئی نہیں لڑا ہوگا۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ ایک صحابی نے اس پر کہا کہ پھر میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ بیان کیا کہ پھر وہ ان کے پیچھے ہو لیتے جہاں وہ ٹھہر جاتے وہ بھی ٹھہر جاتا جہاں پر وہ دوڑ کر چلتا یہ بھی دوڑنے لگتے۔ بیان کیا کہ پھر وہ صاحب زخمی ہو گیا۔ انتہائی شدید طور پر اور چاہا کہ جلدی موت آجائے اس پر انہوں نے اپنی تلوار زمین میں گاڑ دی اور اس کی نوک سینے کے مقابل کر کے اس پر گر پڑے۔ اور اس طرح خودکشی کر لی۔ اب دوسرے صحابی (جو ان کی جستجو میں لگے ہوئے تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے۔؟ اس صحابی نے عرض کیا کہ جن کے متعلق ابھی حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ تو لوگوں پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گزرا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے ان کے پیچھے پیچھے جاتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ساتھ رہا۔ ایک موقع پر جب وہ شدید زخمی ہو گئے تو اس خواہش میں کہ موت جلدی آجائے۔ اپنی تلوار انہوں نے زمین میں گاڑ دی اور اس کی نوک کو اپنے سینے کے سامنے کر کے اس پر گر پڑے۔ اور اس طرح خود انہوں نے اپنی جان کو ہلاک کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان زندگی بھر جنت والوں کے عمل کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اہل دوزخ میں ہوتا ہے۔ اس طرح دوسرا شخص اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۲۰۲)

امانات میں خیانت کا وبال

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے، اونٹ، سامان اور باغات ملے تھے۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف لوٹے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک مدعم نامی غلام تھا۔ جو بنی الضباب کے ایک صحابی نے آپ کو ہدیہ میں دیا تھا۔ وہ آنحضرت ﷺ کا کجاوا اتار رہا تھا کہ کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر ان کو لگا۔ لوگوں نے کہا مبارک ہو شہادت! لیکن حضور ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو چادر اس نے خیبر میں تقسیم سے پہلے مال غنیمت سے چرائی تھی۔ وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی تھی۔ یہ سن کر ایک دوسرے صحابی نے ایک یا دو تسمے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میں نے اٹھا لیے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ بھی جہنم کا تسمہ بنتا۔ (صحیح بخاری باب غزوہ خیبر۔ حدیث نمبر ۴۲۳۴، ۶۷۰۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیبر کے لیے تحصیلدار کا تقرر

حضرت ابوسعید خدری ؓ اور حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی (سواد بن غزیہ ؓ کو) خیبر کا عامل مقرر کیا۔ وہ وہاں سے عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کہ خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم یارسول اللہ! ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے خراب) دو یا تین صاع کھجور کے بدلے میں ان سے لیے لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو۔ بلکہ (اگر اچھی کھجور لانی ہو تو) ساری کھجور پہلے درہم کے بدلے بیچ ڈالا کرو، پھر ان دراہم سے اچھی کھجور خرید لیا کرو۔ (صحیح بخاری استعمال النبی علی اہل خیبر حدیث نمبر ۴۲۴۴۔۴۲۴۵)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارہواں باب

بدوؤں کے خلاف تادیبی کاروائی

قریش مکہ کے ساتھ مصالحت اور یہود خیبر کے کلی استیصال کے بعد اسلامی ریاست مدینہ کو جس تیسرے دشمن سے سابقہ پڑتا رہتا تھا وہ بدو تھے جو نجد کے صحرا میں خیمہ زن تھے۔ اور رہ کر لوٹ مار کی کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ یہ بدو کسی آبادی یا شہر کے مستقل رہائشی نہیں تھے اور نہ ان کا قیام مکانات اور قلعوں کے اندر ہوتا تھا۔ اس وجہ سے جب ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لائی جاتی تو وہ کبھی پکڑ لیے جاتے اور کبھی بھاگنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ تھے بھی بڑی تعداد میں یہی وجہ تھی کہ قریش جنگِ خندق میں چار ہزار فوج لائے تھے اور یہ چھ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ کثرت کے باوجود متحد اور منظم نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کوئی وزن معاشرے میں نہیں تھا۔ تاہم خیمہ زن اس دشمن پر قابو پالینا اہل مکہ اور باشندگان خیبر کے مقابلے میں مشکل تھا۔ لہٰذا ان کو خوفزدہ کر دینے والی تادیبی کارروائیاں ہی مفید ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ اسی تناظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تادیبی کارروائیاں منظم فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خیبر پر حملے کا فیصلہ فرمایا تو آپؐ کے سامنے ایک سوال یہ تھا کہ محرم کے مکمل ہونے کے بعد ہماری (خیبر جانے کی وجہ سے) عدم موجودگی کے باعث مدینہ کے گرد و پیش مقیم بدو جن کا کام لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ہے اور جو ہر وقت مسلمانوں کی غفلت اور بیرونی مصروفیات کے منتظر رہتے ہیں۔ کہیں مدینہ پر کوئی حملہ نہ کر دیں۔ اس لیے حسب معمول اپنی اور مسلمانوں کی عدم موجودگی میں دارالحکومت مدینہ منورہ کی حفاظت کا جہاں آپؐ نے انتظام فرمایا وہاں آپؐ نے نہایت دور اندیشی سے مدبرانہ فیصلہ یہ بھی کیا کہ حضرت ابان بن سعیدؓ کی کمان میں نجد کی جانب ایک سریہ بھی روانہ فرمایا تا کہ دشمن مدینہ کی جانب میلی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے اور اس سریہ کے گشت کے باعث وہ خوفزدہ ہو کر اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچنے میں مصروف رہے۔ اس سریہ کو غالباً یہ حکم یا اجازت بھی تھی کہ وہ خیبر آ جائیں اور اس کے خیبر پہنچنے کی خبر ہمیں اس حدیث میں ملتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ سعید بن عاص کو خبر دے رہے تھے کہ حضرت ابان بن سعید کو آنحضرتؐ نے کسی سریہ پر مدینہ منورہ سے نجد کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت ابوھریرہؓ نے بیان کیا کہ "فَقَدِمَ اَبَانٌ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَ۔" پھر حضرت ابان اور ان کے ساتھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے خیبر فتح ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کے گھوڑے تنگ چھال ہی کے تھے۔ حضرت ابوھریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! غنیمت میں ان کا حصہ نہ لگائیے۔ اس پر حضرت ابان بولے اے دبر! تیری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ قدوم الضان کی چوٹی سے اتر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابان بیٹھ جا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا حصہ نہیں لگایا۔

(صحیح بخاری باب غزوہ خیبر حدیث نمبر ۴۲۳۸ و ۲۸۲۷)

خیبر کی فتح کے بعد مدینہ پہنچتے ہی آپؐ نے اسلام کے تیسرے دشمن اور امن عامہ تباہ و برباد کر دینے والے عنصر یعنی بدوؤں کا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ فرمایا اور اس کام کے لیے بنفس نفیس عازم سفر ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوہ ذات الرقاع

غزوہ خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو آپؐ نے ان چھاپہ مار، لوٹ مار اور ڈاکہ مارنے والوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے چار سو بروایت دیگر سات سو صحابہ کے ہمراہ بلاد نجد کا رخ کیا اور مقام نخل پہنچ کر بنو غطفان کی ایک جمعیت کا مقابلہ کیا۔ (اس غزوہ میں حضرت ابوھریرہؓ جو غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور پھر یہاں سے خیبر پہنچے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری جو حبش سے سیدھے خیبر پہنچے تھے جبکہ آپ خیبر فتح کر چکے تھے شریک ہوئے تھے۔ (ان دونوں صحابہؓ کی شرکت اس بابت کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا) یہ غزوہ بھی نہایت ہی خوف ناک اور خطرناک حالات میں پیش آیا اور جس کا اندازہ آپ صرف دو واقعات سے لگا سکتے ہیں۔ ایک تو صلوٰۃ خوف کے اس واقعہ سے جو اس غزوہ کے موقع پر پیش آیا جو درج ذیل ہے۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نجد کے اطراف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک تھا مقابلہ کے وقت ہم صف بستہ ہوگئے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (مسلمانوں میں سے) ایک جماعت آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک ہوگئی۔ اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ اس جماعت کی جگہ واپس آگئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب دوسری جماعت (آنحضرتؐ کے قریب آئی ان کے ساتھ بھی آپ نے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔ پھر دونوں جماعتوں نے (باری باری) اسی سابقہ جگہ پر آکر ایک ایک رکوع اور دو دو سجدے ادا کیے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ الخوف۔ حدیث نمبر ۹۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ پر بھروسہ

غزوہ ذات الرقاع میں ایک عجیب واقعہ یہ بھی پیش آیا جسے حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اطراف نجد میں غزوہ کے لیے گئے تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی واپس ہوئے۔ قیلولہ کا وقت ایک وادی میں آیا۔ جہاں ببول کے درخت بہت تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پکارا۔ ہم جب حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ کے پاس ایک بدوی بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے میری تلوار (مجھی پر) کھینچ لی تھی۔ میں اس وقت سویا ہوا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا 'مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ'؟ تمہیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا۔؟ قُلْتُ: ''اَللّٰہُ''۔ میں نے کہا اللہ'' اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھر کوئی سزا نہیں دی۔

ایک دوسری روایت میں حضرت جابر ہی سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے پھر ہم ایک ایسی جگہ آئے جہاں بہت گھنے سایہ کا درخت تھا۔ وہ درخت ہم نے آنحضرتؐ کے لیے مخصوص کر دیا۔ کہ آپؐ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں آرام فرمائیں۔ بعد میں مشرکین میں سے ایک شخص آیا، آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے وہ تلوار آنحضرت ﷺ پر کھینچ لی اور پوچھا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اس نے پوچھا آج میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ''...... (صحیح بخاری باب غزوۃ ذات الرقاع حدیث نمبر ۴۱۳۵، ۴۱۳۶)

حدیث [مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي] کی شرح

آنحضرت ﷺ نے ایک کھجوروں کے علاقہ میں خصفہ نامی قبیلے پر جہاد کیا اور واپسی پر مسلمان ایک جگہ پر دوپہر کا آرام کرنے کے لئے اترے۔ اور الگ الگ ہو کر درختوں کے نیچے سو گئے۔ اس موقع پر اس قبیلے کا ایک آدمی غورث بن حارث ننگی تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ پس یہ سارا واقعہ پیش آیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ بعد میں جب وہ بدو ناکام ہو گیا اس نے کہا میں آپؐ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرتا ہوں۔ اور اس بات کا بھی میں آپؐ سے وعدہ کرتا ہوں کہ لڑنے والی قوم کا ساتھ نہیں دوں گا۔ حضور ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں ایک ایسے بزرگ شخص کے پاس سے آیا ہوں جو بہترین قسم کا آدمی ہے واقدی نے اس قصے میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ بعد میں وہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں واپس آیا اور اس کے ذریعے سے بہت سی مخلوق نے ہدایت حاصل کی۔

نیز فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے مزید لکھا ہے کہ ابوعوانہؒ کی روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ (آپؐ نے اس کے جواب میں اللہ کہا تو) تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ تو پھر وہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھائی اور فرمایا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپؐ اچھے پکڑنے والے ہوئے۔ (یعنی احسان کا رویہ اختیار فرمایئے) آپؐ نے فرمایا تم شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔'' .... اس نے کہا: میں آپؐ سے عہد کرتا ہوں کہ آپؐ سے لڑائی نہیں کروں گا۔ اور نہ آپؐ سے لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ .... حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے اس کی راہ چھوڑ دی اور اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا میں تمہارے یہاں سب سے اچھے انسان سے ہو کر آ رہا ہوں۔

بخاری (باب غزوۃ الرقاع) کا ہی مطالعہ کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنگ کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ اور سفر بھی دشوار گزار تھا۔

اس حوالے سے امام بخاری نے باب باندھ کر جو الفاظ رقم فرمائے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''یہ جنگ محارب قبیلے سے ہوئی تھی جو خصفہ کی اولاد تھے۔ اور یہ خصفہ بنو ثعلبہ کی اولاد میں سے تھا جو غطفان قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ اس باب کی دوسری حدیث یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محارب اور بنی ثعلبہ کے ساتھ جنگ کے موقع پر نماز خوف پڑھائی۔ تیسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ ذات الرقاع کے لیے مقام نخل سے روانہ ہوئے تھے۔ وہاں آپؐ کا قبیلہ غطفان کی ایک جماعت سے سامنا ہوا۔ ساتویں حدیث میں حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں اطراف نجد میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوے کے لیے گیا تھا وہاں ہم دشمن کے آمنے سامنے ہوئے اور انکے مقابلے کے لیے صف بندی کی۔ اور بخاری کے اس باب کی ایک حدیث میں ہے کہ قاسم بن محمد نے بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بنی انمار میں (نماز خوف) پڑھی۔

غزوہ ذات الرقاع نہایت مشکل ترین غزوہ تھا

اس غزوہ کا نام ذات الرقاع کیوں پڑا اس غزوہ کا محل وقوع حرات یعنی لاوے کی چٹانیں تھیں اس لیے پر مشقت سفر بھی تھا اور پر خطر بھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے ہم چھ ساتھی تھے ان سب کے لیے صرف ایک اونٹ تھا۔ جس پر باری باری ہم سوار ہوتے تھے۔ (پیدل، طویل اور پر مشقت سفر کی وجہ سے) ہمارے پاؤں پھٹ گئے۔ میرے بھی پاؤں پھٹ گئے تھے۔ ناخن بھی جھڑ گئے تھے۔ چنانچہ ہم قدموں پر کپڑے کی پٹی باندھ باندھ کر چل رہے تھے۔ اس لیے اس کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑا، کیونکہ ہم نے قدموں کو پٹیوں سے باندھا تھا۔

(صحیح بخاری باب غزوۃ الرقاع۔ حدیث نمبر ۴۱۲۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور حضرت عباد کی نماز

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے میرے چچا صدقہ بن یسار نے بواسطہ عقیل بن جابر، بن عبداللہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم غزوہ ذات الرقاع (مقام نخل کے لیے رسول اللہ کے ساتھ گئے تھے کسی شخص نے مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ رسول اللہ واپس تشریف لا رہے تھے تو اس عورت کا شوہر جو واقعے کے وقت موجود نہ تھا آ گیا اور اسے سارا واقعہ بتایا گیا۔ اس نے عہد کر لیا کہ وہ اس وقت تک نہ بیٹھے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کا خون نہ بہائے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے لگ گیا۔ آپ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے اور فرمایا۔ آج کی رات میری حفاظت کے لیے کون تیار ہے؟ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اس پر ایک مہاجر اور انصاری صحابی نے آمادگی ظاہر کی۔ اور کہا: یارسول اللہ ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اس گھاٹی کے دہانے پر ٹھہر جانا۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے وادی کی گھاٹی میں قیام کیا تھا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق ان آدمیوں میں سے ایک عمار بن یاسر اور دوسرے عباد بن بشر تھے۔

ابن اسحاق نے کہا پھر جب یہ دونوں گھاٹی کے دہانے پر جانے کے لیے نکلے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا آپ رات کے کس حصے میں میری طرف سے نگرانی چاہتے ہیں۔ پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں؟ مہاجر نے جواب دیا۔ "رات کے پچھلے حصے میں آپ ذمہ داری لے لیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا اس گفتگو کے بعد مہاجر سو گیا اور انصاری اس غرض سے نماز پڑھنے لگا کہ نیند نہ آئے۔ اب وہ شخص (عورت کا شوہر) آیا اور دیکھا کہ یہاں ایک آدمی (انصاری) موجود ہے وہ سمجھ گیا کہ یہ اس جماعت کا پاسبان ہے۔ پھر اس شخص نے تیر پھینکا جو انصاری کے لگا۔ انہوں نے بدن سے کھینچ کر رکھ دیا۔ اور ویسے کا ویسا ہی کھڑا رہا۔ (نماز پڑھتا رہا) مقتولہ کے شوہر نے دوسرا تیر پھینکا اور وہ بھی جا کر لگا مگر پھر انصاری نے اسے بھی بدن سے نکال کر رکھ دیا اور حسب سابق کھڑا نماز پڑھتا رہا۔ تیسری بار تیر پھینکا، یہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا مگر اسے نکال کر رکھ دیا۔ اتنے میں نماز سے فراغت حاصل ہوئی۔ انصاری نے اپنے ساتھی (مہاجر) کو جگایا اور کہا اٹھو میں زخمی ہو کر اپنی جگہ ڈھیر ہو گیا ہوں۔ مہاجر اچھل کر میرے پاس پہنچا مقتولہ کے شوہر نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کو دیکھ لیا اور سمجھ گیا کہ پتا چل گیا ہے کہ میں کس ارادے سے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ حضرت جابرؓ مزید فرماتے ہیں کہ مہاجر نے انصاری کو اس طرح لہولہان دیکھا تو کہا: سبحان اللہ تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگایا جواب دیا میں ایک سورہ کے پڑھنے میں مصروف تھا اور پسند نہ کیا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے بیچ میں چھوڑ دوں جب اس کی تیراندازی کا تسلسل ہی قائم ہو گیا تو رکوع وسجود کر کے میں نے تمہیں مطلع کیا خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر رسول اللہ ﷺ نے ڈالی ہے اسے کہیں ضائع نہ کردوں تو میں سورت ختم کر لینے سے پیشتر کبھی نہ رکتا۔ اگر چہ میری جان ہی پر آ بنتی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲۔ ۲۳۹ تا ۲۴۱)

آنحضرت ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لائے۔ تاہم بدوؤں کی سرکوبی کے لیے کئی سرایا اور مہمات روانہ فرمائیں۔ ان سرایا میں سے ۱۔ سریہ قدید ۲۔ سریہ حسمی ۳۔ سریہ تربہ۔ ۴۔ سریہ اطراف فدک ۵۔ سریہ میفعہ ۶۔ سریہ خیبر ۷۔ سریہ یمن وجبار اور ۸۔ سریہ غابہ ہیں۔ ان سرایا میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ نقصان سریہ اطراف فدک میں ہوا یہ سریہ بشیر بن سعد انصاری کی قیادت میں تیس مجاہدین پر مشتمل تھا انہوں نے بنومرہ پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی بھیڑ بکریاں اور چوپائے ہانک کر لائے۔ رات جہاں قیام تھا وہاں دشمن آ پہنچا۔ مسلمانوں نے جم کر تیراندازی کی بالآخر بشیر بن سعدؓ اور ان کے رفقا کے تیر ختم ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں سب مجاہدین قتل کر دیے گئے۔ صرف بشیر بن سعد انصاری بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ انہیں زخمی حالت میں فدک رکھا گیا۔ اور زخم مندمل ہونے کے بعد وہ واپس مدینہ تشریف لائے۔ باقی سرایا اپنے مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔

غزوۂ ذات الرقاع اور درج بالا سرایا نے سنگ دل اعراب کو مرعوب اور خوفزدہ کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ ایک مرتبہ پھر آپ اس غزوہ اور سرایا کی تفصیلات کو غور سے پڑھیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان کارروائیوں کے بعد غطفان کے ان قبائل نے سر اٹھانے کی جرأت نہ کی بلکہ وہ ڈھیلے پڑتے پڑتے سپر انداز ہو گئے اور بالآخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حتیٰ کہ ان اعراب کے کئی قبائل ہم کو فتح مکہ اور غزوہ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اور انہیں غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے حصہ دیا گیا اور پھر فتح مکہ سے واپسی پر ان کو صدقات وصول کرنے کے لیے اسلامی حکومت کا عمال بنا کر بھی بھیجا گیا۔ نیز وہ اپنے صدقات بھی اسلامی حکومت کو باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد بڑے بڑے شہروں اور ممالک کی فتوحات کا راستہ ہموار ہونا شروع ہوا۔ کیونکہ اس کے بعد اندرون ملک حالات پوری طرح اسلام اور مسلمانوں کے لیے سازگار ہوتے چلے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسواں باب

منافقین مدینہ کے گھناؤنے کردار کی چند جھلکیاں

منافقت کیا ہے؟ اور مدنی اسلامی حکومت میں منافقین کا کردار

مدنی اسلامی حکومت کے قیام کے وقت اسلام اور مسلمانوں کے چار بڑے دشمن میدان میں تھے۔ دو بیرونی دشمن قریش مکہ اور بدوی اہل عرب اور دو اندرونی دشمن یہود مدینہ اور منافقین۔ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے ساتھ ہی قریش بری طرح پسپا اور ناکام ہو گئے۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر وہ کسی بھی قسم کی مزاحمت سے قاصر تھے۔ یہود مدینہ غزوہ بنوقینقاع، غزوہ بنوالنضیر، غزوہ بنو قریظہ اور غزوہ خیبر سے اپنی موت آپ مر گئے۔ اور آپ ﷺ نے غزوہ خیبر سے فارغ ہونے کے بعد تیسرے بڑے دشمن بدوؤں کی طرف رخ کیا۔ غزوۂ ذات الرقاع کے ذریعے اور عمرہ قضا تک پہنچتے پہنچتے بدوؤں کی بھی کمر توڑ دی گئی۔ رہا منافقین کا طبقہ یہ چار بڑے دشمنوں میں سے ایک بڑا اندرونی دشمن تھا۔ جس نے قدم قدم پر مسلمانوں کو پریشان کیا اور آنحضرت ﷺ کو اذیتیں پہنچائیں اور نظام حکومت کو ناکام کرنے کی سازشوں میں مصروف رہا۔ اس اجمال کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے آیئے دیکھیں کہ نفاق یا منافقت کسے کہتے ہیں؟

نفاق کسے کہتے ہیں؟

نفق جس سے لفظ نفاق، منافقت نکلا ہے، کے بنیادی معنی گزر کر پار ہو جانے کے ہیں۔ پھر آگے چل کر اس اصل سے جتنے الفاظ نکلے ہیں ان سب میں یہ بنیادی معنی قدر مشترک کے طور پر موجود ہے۔ مثلاً نفق'' سرنگ کو کہتے ہیں جس میں ایک طرف داخل ہونے کا اور دوسری طرف نکلنے کا راستہ ہوتا ہے۔ ''نافقاء'' چوہے کے اس بل کو کہتے ہیں جس میں دو سوراخ ہوں، ایک گھسنے کا دوسرا بھاگ نکلنے کا۔ اس طرح پاجامے کا نیفہ عربی زبان میں ''نیفق'' کہلاتا ہے جس کا حال بھی یہی ہے کہ ازار بند ایک طرف سے داخل کر کے دوسری طرف نکالا جاتا ہے۔ غرض ان سب چیزوں میں داخل ہو کر گزر جانے اور پھر پار ہو کر نکل جانے کا مفہوم موجود ہے۔ نفاق کا لفظ بھی اسی برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ امام راغب نے مفردات القرآن میں ''نفاق'' کے معنی یوں لکھے ہیں۔

["اَلدُّخُولُ فِي الشَّرْعِ مِنْ بَابٍ وَالْخُرُوجُ عَنْهُ مِنْ بَابٍ"]

(مفردات امام راغب ج۔ ۲۔ ص۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳)

''دین میں ایک دروازے سے داخل ہونا اور دوسرے سے باہر نکل آنا۔''

دین میں داخل ہونے کے بعد پھر اس سے باہر نکلنا دو وجوہات کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ اولاً دین میں داخلہ محض دکھانے کے لیے ہوا ہو اور دل بدستور کفر و انکار پر جما ہوا ہو۔ ثانیاً یہ کہ داخل تو ہوا اسلام سے تعلق کی بنا پر لیکن یہ تعلق اتنا کمزور ہو کہ دوسرے تعلقات اس پر پوری طرح غالب ہوں۔ پہلی قسم کا نفاق عقیدے کا نفاق اور دوسری قسم کا نفاق عمل کا نفاق کہلاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ:

ا۔ زمانۂ رسالت میں منافق دو طرح کے تھے ایک تو وہ لوگ تھے جو زبان سے کلمہ شہادت ادا کرتے تھے اور ان کے دل پوری طرح کفر و انکار پر جمے ہوئے تھے۔ صرف دھوکہ دینے کے لیے کلمہ شہادت پڑھتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ﴾ (النساء ۴۔ ۱۴۵)

''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔''

دوسرے وہ لوگ جو دائرہ اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے مگر ان کے ایمان میں کمزوریاں تھیں وہ ایمان میں زیادہ پختہ نہ تھے۔ (اس ضعف ایمانی کی مختلف نوعیتیں تھیں) مثلاً ایک گروہ تو ان لوگوں کا تھا جو ہر معاملہ میں اپنی قومی روش کو دیکھتا تھا، اگر قوم مسلمان ہوئی تو اس کے پیچھے یہ بھی مسلمان ہو گئے اور اگر وہ کافر رہی تو یہ بھی کافر ہی رہے۔ دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا تھا جن کے دلوں پر دنیا کی حقیرانہ لذتوں کا بھوت بری طرح سوار تھا۔ اتنا بری طرح کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لئے ان کے دلوں میں کوئی جگہ خالی نہیں رہ گئی تھی یا دولت کا لالچ، حسد اور کینہ وغیرہ باطنی کثافتیں اس طرح ان کے دلوں پر قبضہ کئے ہوئے تھیں کہ دعا کی حلاوتوں اور عبادت کی برکتوں کو محسوس کر سکنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہ گیا تھا۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جن کو معاشی افکار و اشغال نے اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا اور وہ اس امر کی ان کو فرصت ہی نہ لینے دیتے تھے کہ وہ آخرت کا بھی کوئی خیال کریں اور اس سے اپنی امیدیں وابستہ کریں۔ چوتھا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جن کو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر پورا اطمینان ہی نہیں تھا اور اس بات میں ان کے سینے بے ہودہ گمانوں اور رکیک شبہات کی گزرگاہ بنے ہوئے تھے کہ وہ اپنی گردنوں سے حلقہ اسلام کا قلادہ نکال پھینکتے اور اس سے علانیہ کنارہ کش ہو جاتے۔ ان شکوک و شبہات کی پیدائش کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کے عام حالات بشریت کے مطابق تھے اور ملت اسلامیہ کا ظہور اور عروج اطراف عالم پر حاکمانہ اقتدار کی شکل میں ہوا (اور یہ دونوں ہی باتیں ان کی ناقص فہم کے تراشے ہوئے معیار کے مطابق نہ تھیں) یہ اور اسی طرح کے کچھ اور اسباب تھے جنھوں نے ان کو مسئلہ نبوت محمدیؐ کے بارے میں غیر مطمئن بنا رکھا تھا۔ پانچواں گروہ ایسے افراد کا تھا جن کے اندر قبائلی اور خاندانی محبت اس حد تک رچی بسی ہوئی تھی کہ اس نے ان کو مجبور کیا کہ اپنے اپنے قبیلوں کی تائید و اعانت میں ہر طرح کی مساعی پر ثابت قدم رہیں اگرچہ وہ اہل اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ پڑتی ہوں، اور اس طرح حق و باطل کے معرکہ میں مفاد اسلام کو مجروح کرنے سے دریغ نہ کریں۔ نفاق کی اس قسم کو نفاق عمل یا نفاق اخلاق کہتے ہیں''

(شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر۔ ۱۹۷۰۔ ص: ۲۴، ۲۵)

اہل علم نے نفاق کے بنیادی محرکات پر بھی بحث کی ہے اور پھر مزید اس کی اقسام پر بھی .... انہوں نے خصوصیت کے ساتھ منافقین کو چار قسموں میں تقسیم کر کے ان پر بحث کی ہے۔

۱۔ اسلام کو اندر سے تباہ کرنے والے اعتقادی منافق ۲۔ مفاد پرست اعتقادی منافق

۳۔ شک و ریب میں مبتلا عملی منافق ۴۔ مفاد پرست اور ابن الوقت عملی منافق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقین مدینہ کے گھناؤنے کردار کی ایک جھلک

ہجرت نبویؐ کے بعد روز اول سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول اور دیگر منافقینِ مدینہ کا کردار نہایت گھناؤنا چلا آ رہا تھا لیکن غزوہ بنی المصطلق اور غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین کا جو سازشی اور گھٹیا کردار مسلمانوں کے سامنے آیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بات آپ پر اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جنگ بدر کی فتح سے عرب میں تحریک اسلامی کا جو عروج شروع ہوا تھا وہ غزوہ خندق تک پہنچتے پہنچتے اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ مشرکین مکہ، یہود مدینہ اور بدوؤں کے علاوہ منافقین سب ہی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ اس نو خیز طاقت کو محض ہتھیاروں اور فوجوں کے بل پر شکست نہیں دی جا سکتی۔ جنگ خندق میں قریش مکہ اور بدوؤں کی متحدہ دس ہزار افواج کی پسپائی تو گویا اس امر کا اعلان تھا کہ مخالف اسلام طاقتوں کی قوت اقدام ختم ہو چکی ہے۔ اب اسلام بچاؤ کی نہیں بلکہ اقدام کی جنگ لڑے گا اور کفر کو اقدام کی بجائے بچاؤ کی لڑائی لڑنی پڑے گی۔ اسلام کے اس روز افزوں عروج کی اصل وجہ مسلمانوں کی تعداد تھی اور نہ اسلحہ کی برتری کیونکہ تعداد میں بھی وہ ہمیشہ زیادہ رہے تھے اور اسلحہ کی برتری بھی انہیں حاصل رہی تھی۔ مسلمانوں کو جو چیز برابر آگے بڑھاتی جارہی تھی وہ دراصل مسلمانوں کی اخلاقی برتری تھی۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی بے داغ سیرتیں ان کے سامنے تھیں۔ جن کی طہارت اور پاکیزگی اور مضبوطی دلوں کو مسخر کرتی چلی جارہی تھی۔ اور دوسری طرف انہیں صاف نظر آ رہا تھا کہ انفرادی و اجتماعی اخلاق کی طہارت نے مسلمانوں کے اندر کمال درجے کا اتحاد اور نظم و ضبط پیدا کر دیا ہے۔ جس کے سامنے مشرکین اور یہود کا ڈھیلا نظام جماعت امن اور جنگ دونوں حالتوں میں شکست کھاتا چلا جارہا تھا۔

تاہم کمینہ خصلت لوگوں نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ایک محاذ کھولا۔ کیونکہ کمینہ خصلت لوگوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ جب وہ دوسرے کی خوبیاں اور اپنی کمزوریاں صریح طور پر دیکھ لیتے ہیں اور یہ جان لیتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اسے بڑھا رہی ہیں اور ان کی کمزوریاں انہیں گرا رہی ہیں، تو انہیں یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور اس کی خوبیاں جذب کریں بلکہ وہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کے اندر بھی اپنے ہی جیسی برائیاں پیدا کر دیں۔ اور یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس کے اوپر خوب گندگی اچھالیں تاکہ دنیا کو اس کی خوبیاں بے داغ نظر نہ آئیں۔ یہی ذہنیت تھی جس نے اس مرحلے پر دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا رخ جنگی کارروائیوں سے ہٹا کر رذیلانہ حملوں اور داخلی فتنہ انگیزیوں کی طرف پھیر دیا۔ اور چونکہ یہ خدمت باہر کے دشمنوں کی بہ نسبت خود مسلمانوں کے اندر منافقین زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتے تھے، اس لئے بالارادہ یا بلا ارادہ طریقہ کار یہ قرار پایا کہ مدینہ کے اندر منافقین اندر سے فتنے اٹھائیں اور یہود و مشرکین باہر سے ان کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے اس تناظر میں کمینہ صفت منافقین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنے برے اور بدکردار ہوتے ہیں یہ لوگ مثلاً آگے بڑھنے سے قبل میں یہاں رئیس المنافقین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

عبداللہ بن ابی قحبہ گری کا سرپرست اور نہایت بدکردار آدمی تھا

قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت شاندار نظام عطا کیا ہے۔ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور اسلامی حکومت بالفعل قائم ہوگئی تو بتدریج آپ ﷺ نے دور جاہلیت کے نظام کو تبدیل کر دیا۔ مثلاً عرب میں قحبہ گری کا عام رواج تھا اور اس کو باقاعدہ قانونی تحفظ حاصل تھا۔ جس میں بڑے بڑے رؤسا بھی یہ کاروبار کرتے تھے۔ جس میں ایک نام رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا بھی ہے جو اپنی لونڈیوں کو اس پیشہ کے لیے مجبور کرتا تھا تا کہ وہ اپنے معاش کو اس ذریعہ سے مضبوط کرے اور ان کی اولاد پیدا ہونے سے خدام کی ایک کھیپ تیار ہوتی رہے۔ اس حوالے سے سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکامات عطا فرمائے ہیں۔ یہاں صرف ایک آیت ملاحظہ فرمائیے۔

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور۔ ۲۴۔ ۳۳)

''اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہیے عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں ان سے مکاتبت کر لو، اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں۔ اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کے لئے غفور رحیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ (وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ) اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو۔'' اس حکم کے پس منظر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عرب میں قحبہ گری کی دو صورتیں رائج تھیں۔ ایک خانگی اور دوسرے باقاعدہ چکلے۔ خانگی کا پیشہ کرنے والی زیادہ تر آزاد شدہ لونڈیاں ہوتی تھیں جن کا کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یا ایسی آزاد عورتیں ہوتی تھیں جن کی پشت پناہی کرنے والا کوئی خاندان یا قبیلہ نہ ہوتا۔ یہ کسی گھر میں بیٹھ جاتیں اور کئی کئی مردوں سے بیک وقت ان کا معاہدہ ہو جاتا کہ وہ ان کی مدد کے طور پر خرچ دیں گے اور اپنی حاجت رفع کرتے رہیں گے۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو عورت ان مردوں میں سے جس کے متعلق کہہ دیتی کہ یہ بچہ اس کا ہے اسی کا بچہ وہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ یہ گویا معاشرے کا ایک مسلمہ ادارہ تھا جسے اہل جاہلیت ایک قسم کا نکاح سمجھتے تھے۔ اسلام نے آ کر نکاح کے صرف اس معروف طریقے کو قانونی نکاح قرار دیا جس میں ایک عورت کا صرف ایک شوہر ہوتا ہے اور اس طرح باقی تمام صورتیں زنا شمار ہو کر آپ سے آپ جرم ہوگئیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی وجوہ النکاح التی کان یناکح بہا اھل الجاھلیہ حدیث نمبر ۲۲۷۲)

دوسری صورت یعنی کھلی قحبہ گری، تمام لونڈیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ اس کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ لوگ اپنی جوان لونڈیوں پر ایک بھاری رقم عائد کر دیتے تھے کہ ہر مہینے اتنا کما کر ہمیں دیا کرو اور وہ بے چاریاں بدکاری کرا کر یہ مطالبہ پورا کرتی تھیں۔ اس کے سوا نہ کسی دوسرے ذریعہ سے وہ اتنا کما سکتی تھیں، نہ مالک ہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی پاکیزہ کسب کے ذریعہ سے یہ رقم لایا کرتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اور نہ جوان لونڈیوں پر عام مزدوری کی شرح سے کئی کئی گنی رقم عائد کرنے کی کوئی دوسری معقول وجہ ہی ہوسکتی تھی۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنی جوان جوان اور خوبصورت لونڈیوں کو کوٹھوں پر بٹھا دیتے تھے اور ان کے دروازوں پر جھنڈے لگا دیتے تھے۔ جنہیں دیکھ کر دور ہی سے معلوم ہوجاتا تھا کہ ''حاجتمند آدمی کہاں اپنی حاجت رفع کرسکتا ہے۔ یہ عورتیں ''قیلقیات'' کہلاتی تھیں اور ان کے گھر ''مواخیر'' کے نام سے مشہور تھے۔ بڑے بڑے معزز رئیسوں نے اس طرح کے چکلے کھول رکھے تھے۔ خود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین وہی صاحب جنہیں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کرچکے تھے اور وہی صاحب جو حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ مدینہ میں ان کا ایک باقاعدہ چکلہ موجود تھا۔ جس میں چھ خوبصورت لونڈیاں رکھی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے وہ صرف دولت ہی نہیں کماتے تھے۔ بلکہ عرب کے مختلف حصوں سے آنے والے معزز مہمانوں کی تواضع بھی انہیں سے فرمایا کرتے تھے اور ان کی ناجائز اولاد سے اپنے خدم وحشم کی فوج بھی بڑھاتے تھے۔ انہی لونڈیوں میں سے ایک جس کا نام معاذہ تھا مسلمان ہوگئیں اور اس نے توبہ کرنی چاہی۔ ابن ابی نے اس پر تشدد کیا۔ اس نے جا کر حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی انہوں نے معاملہ سرکار تک پہنچایا۔ اور سرکار رسالتمآب ﷺ نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضہ سے نکال لی جائے۔ یہی زمانہ تھا جب بارگاہ خداوندی سے یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اصل مقصود محض لونڈیوں کو جرم زنا پر مجبور کرنے سے روکنا نہیں بلکہ دولت اسلامیہ کے حدود میں قحبہ گری (prostitution) کے کاروبار کو بالکل خلاف قانون قرار دے دینا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان عورتوں کے لیے اعلان معافی بھی ہے جو اس کاروبار میں جبراً استعمال کی گئی ہوں۔ (ابن جریر جلد ۱۸ ص۔ ۵۵ تا ۸۸۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ الاستیعاب لابن عبدالبر ج۔ ۲ ص ۷۶۲۔ ابن کثیر ج ۳۔ ص ۲۸۸، ۲۸۹)

اللہ کی طرف سے یہ فرمان آجانے کے بعد نبیؐ نے اعلان فرمایا کہ

["لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ"]

اسلام میں قحبہ گری کی کوئی گنجائش نہیں'' (ابوداؤد بروایت ابن عباس، باب ، ولد الزنا)

دوسرا حکم جو آپ نے دیا وہ یہ تھا کہ زنا کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام، ناپاک اور قطعی ممنوع ہے۔ رافع بن خدیج کی روایت ہے کہ آپ نے مہر البغی یعنی زنا کے معاوضے کو خبیث اور شر المکاسب، ناپاک اور بدترین آمدنی قرار دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ابوجحیفہ کہتے ہیں حضور نے کسب البغی یعنی پیشہ زنا سے کمائی کی آمدنی کو حرام ٹھیرایا (بخاری، احمد، مسلم) ابو مسعود عقبہ بن عمرو کی روایت ہے کہ آپ نے مہر البغی کالین دین ممنوع قرار دیا (صحاح ستہ واحمد) تیسرا حکم آپ نے یہ دیا کہ لونڈی سے جائز طور پر صرف ہاتھ پاؤں کی خدمت لی جاسکتی ہے۔ اور مالک کوئی ایسی رقم اس پر عائد، یا اس سے وصول نہیں کرسکتا جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ یہ رقم وہ کہاں سے اور کیا کرکے لاتی ہے۔ رافع بن خدیج کہتے ہیں نهى رسول الله ﷺ عن كسب الامة حتى يعلم من اين هو۔ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے کوئی آمدنی وصول کرنا ممنوع قرار دیا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آمدنی اسے کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الاجارہ) رافع بن رفاعہ انصاری کی روایت میں اس سے زیادہ واضح حکم ہے۔ نَهَانَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ إِلَّا مَا عَمِلَتْ بِيَدِهَا وَقَالَ هٰكَذَا بِأَصَابِعِهِ نَحْوَ الْخُبْزِ وَالْغَزْلِ وَالنَّقْشِ ''اللہ کے نبی ﷺ نے ہم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لونڈی کی کمائی سے منع کیا بجز اس کے جو ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے، اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے یوں بتایا، جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا، یا اون اور روئی دھنکنا (مسند احمد، ابو داؤد کتاب الاجارہ) اس معنی میں ایک روایت ابو داؤد اور مسند احمد میں حضرت ابوھریرہؓ سے بھی مروی ہے جس میں کسب الاماء (لونڈیوں کی کمائی) اور مھر البغی (زنا کی آمدنی) وصول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس طرح نبی ﷺ نے قرآن کی اس آیت کے منشا کے مطابق قحبہ گری کی ان تمام صورتوں کو شرعاً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا جو اس وقت تک عرب میں رائج تھیں۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر عبداللہ بن ابی کی لونڈی معاذہ کے معاملہ میں جو کچھ آپؐ نے فیصلہ فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس لونڈی سے اس کا مالک جبراً پیشہ کرائے اس پر سے مالک کی ملکیت بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ النور ۲۴-۱۳۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ج۔۳۔ص۔۲۹۷ تا ۳۰۰)

منافقین کتنی تعداد میں تھے اس کا ایک سرسری اندازہ تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنگ احد میں غداری کے وقت عبداللہ بن ابی کے ساتھ تین سو لوگ واپس ہوئے تھے۔ اور اگر عبداللہ بن ابی کے اس بیان کو سامنے رکھا جائے کہ جب اس نے یہود بنو نضیر کو جنگ کرنے کے لیے ابھار اور دو ہزار افرادی قوت سے تعاون کا یقین دلایا تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ میں وہ اپنے حامی کتنی تعداد میں باور کرتا تھا۔ اس مقام پر منافقین اور انکی سرگرمیوں کا احاطہ کرنے کی بجائے عبداللہ بن ابی کی چند موٹی موٹی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر کمینہ خصلت ان منافقین نے گندگی اچھالنے کا پہلا حملہ اس وقت کیا جب حضرت زید بن حارثہ نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی اور آنحضرت ﷺ نے بحکم ربانی ان سے نکاح کر لیا۔ اس موقع پر مدینہ کے منافقین پروپیگنڈہ کا ایک طوفان عظیم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر سے یہود و مشرکین نے بھی ان کی آواز میں آواز ملا کر افترا پردازیاں شروع کر دیں کہ محمد ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے اور جب بیٹے کو علم ہوا اور وہ طلاق دے کر بیوی سے دستبردار ہو گیا تو انہوں نے خود اپنی بہو سے شادی کر لی۔ پروپیگنڈے کا یہ طوفان عظیم ایسا تھا کہ مسلسل عجیب و غریب قصے گھڑ گھڑ کر اس کثرت سے پھیلائے گئے کہ مخلص مسلمان بھی ان کے اثرات سے نہ بچ سکے۔ حالانکہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی حقیقی پھوپھی (امیمہ بنت عبدالمطلب) کی صاحبزادی تھیں، بچپن سے جوانی تک ان کی ساری عمر آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کے سامنے گزری تھی، ان کو اتفاقاً دیکھ لینے اور معاذ اللہ ان پر عاشق ہو جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس واقعہ سے ایک ہی سال پہلے نبی کریم ﷺ نے خود ان کو مجبور کر کے حضرت زید سے ان کی شادی کی تھی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اس شادی سے ناراض تھے۔ خود حضرت زینب اس پر راضی نہ تھیں کیونکہ ایک آزاد کردہ غلام کی بیوی بننا قریش کے شریف ترین گھرانے کی بیٹی طبعاً قبول نہ کر سکتی تھی۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ صرف اس لئے کیا تا کہ مسلمانوں میں معاشرتی مساوات قائم کرنے کی ابتدا خود اپنے خاندان سے کریں، انہیں حکماً اس پر راضی کیا تھا۔ یہ سب باتیں دوست اور دشمن سب کو معلوم تھیں اور یہ بھی کسی سے چھپا ہوا نہ تھا کہ حضرت زینب کا احساس فخر نسبی ہی وہ اصل وجہ تھی جس کی بنا پر ان کا اور حضرت زید بن حارثہ کا نباہ نہ ہو سکا۔ اور آخر کار طلاق تک نوبت پہنچی۔ مگر اس کے باوجود کمینہ صفت اور افترا پرداز منافقین نے نبی ﷺ پر بدترین اخلاقی الزامات لگائے اور ان کو اس کثرت سے رواج دیا کہ آج تک ان کا یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروپیگنڈہ آج کے کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اور منافقین میں اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔

اس کے بعد دوسرا بڑا حملہ انہوں نے غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر کیا اور یہ حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت تھا۔ بنی المصطلق قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ تھی جو ساحل بحر احمر پر جدے اور رابغ کے درمیان قدید کے علاقے میں رہتی تھی۔ اس کے چشمے کا نام مریسیع تھا جس کے آس پاس اس قبیلے کے لوگ آباد تھے۔ اس مناسبت سے احادیث میں غزوے کا نام مریسیع بھی آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ملی کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور دوسرے قبائل کو بھی جنگ کرنے کے لیے ابھار رہے ہیں تو یہ اطلاع پاتے ہی آپؐ ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ فتنے کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسے کچل دیا جائے۔ اس مہم میں عبداللہ بن ابی بھی منافقوں کی ایک بڑی تعداد لے کر آپ کے ساتھ ہو گیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ اس سے پہلے کسی جنگ میں منافقین اس کثرت سے شامل نہ ہوئے تھے۔ مریسیع کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے اچانک دشمن کو جا لیا، کچھ دیر فریقین میں تیروں کا تبادلہ ہوا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام نے یکبارگی حملہ کیا اور فتح یاب ہو گئے۔ اس کے بعد پورے قبیلے کو مال واسباب سمیت گرفتار کر لیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر ابھی مریسیع ہی پر لشکر اسلام پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ ایک روز حضرت عمرؓ کے ایک ملازم (جہجاہ بن مسعود غفاری) اور قبیلہ خزرج کے ایک حلیف (سنان بن وبر جہنی) کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ اس نے انصار کو پکارا۔ دوسرے نے مہاجرین کو آواز دی۔ لوگ دونوں طرف سے جمع ہو گئے اور معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے جو انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا، بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اس نے انصار کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کیا کہ یہ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں۔ ہماری اور ان قریشی کنگلوں کی مثال ایسی ہے کہ کتے کو پال تا کہ تجھی کو بھنبھوڑ کھائے۔ یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم لوگوں نے خود ہی انہیں لا کر اپنے ہاں بسایا ہے اور ان کو اپنے مال اور جائیداد میں حصہ دار بنایا ہے۔ آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ "مدینے واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کر دے گا۔ چنانچہ اس کے اس قول کو بایں الفاظ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝٨﴾ (المنافقون ٦٣-٨)

"یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔"

اس کی ان باتوں کی اطلاع جب نبی ﷺ کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو قتل کرا دینا چاہیے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا "فَكَيْفَ يَا عُمَرُ إِذَا تَحَدَّثَ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ" (عمر، دنیا کیا کہے گی کہ محمد خود اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے) پھر آپ نے فوراً ہی اس مقام سے کوچ کا حکم دے دیا اور دوسرے دن دوپہر تک کسی جگہ پڑاؤ نہ کیا تا کہ لوگ خوب تھک جائیں اور کسی کو بھی بیٹھ کر چہ میگوئیاں کرنے اور سننے کی مہلت نہ ملے۔ راستے میں اسید بن حضیرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ آج آپ نے اپنے معمول کے خلاف بے وقت کوچ کا حکم دیا ہے۔؟ آپ نے جواب دیا تم نے سنا نہیں کہ تمہارے صاحب نے کیا باتیں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ انہوں نے پوچھا کون صاحب؟ آپ نے فرمایا ''عبداللہ بن ابی'' انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ اس شخص سے رعایت فرمایئے، آپ جب مدینے تشریف لائے ہیں تو ہم لوگ اسے بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے اور اس کے لیے تاج تیار ہو رہا تھا۔ آپ کی آمد سے اس کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ اسی کی جلن وہ نکال رہا ہے۔''

اس واقعہ کی مزید تفصیلات دیگر روایات میں یوں بیان ہوئی ہیں۔

''بنی المصطلق کو شکست دینے کے بعد ابھی لشکر اسلام اس بستی میں ٹھہرا ہوا تھا جو مریسیع نامی کنویں پر آباد تھی کہ یکا یک پانی پر دو صاحبوں کا جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک کا نام جہجاہ بن مسعود غفاری تھا جو حضرت عمرؓ کے ملازم تھے اور ان کا گھوڑا سنبھالنے کی خدمت انجام دیتے تھے اور دوسرے صاحب سنان بن وبرالجہنی تھے، جن کا قبیلہ خزرج کے ایک قبیلے کا حلیف تھا۔ زبانی ترش کلامی سے گزر کر نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی اور جہجاہ نے سنان کے ایک لات رسید کر دی جسے اپنی قدیم یمنی روایات کی بنا پر انصار سخت توہین و تذلیل سمجھتے تھے۔ اس پر سنان نے انصار کو مدد کے لیے پکارا، اور جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی۔ ابن ابی نے اس جھگڑے کی خبر سنتے ہی اوس اور خزرج کے لوگوں کو بھڑکانا اور چیخنا شروع کر دیا کہ دوڑو اور اپنے حلیف کی مدد کرو۔ ادھر سے کچھ مہاجرین بھی نکل آئے قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی اور اسی جگہ انصار و مہاجرین آپس میں لڑ پڑتے جہاں ابھی ابھی وہ ملکر ایک دشمن قبیلے سے لڑے تھے اور اسے شکست دے کر ابھی اسی علاقے میں ٹھہرے ہوئے تھے لیکن یہ شورش سن کر رسول اللہ ﷺ نکل آئے اور آپ نے فرمایا۔ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؛ مَا لَكُمْ وَلِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ؛ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ تم لوگ کہاں اور جاہلیت کی پکار کہاں؟ اسے چھوڑ دو یہ بڑی گندی چیز ہے۔ اس پر دونوں طرف سے صالح لوگوں نے آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کرا دیا اور سنان نے جہجاہ کو معاف کر کے صلح کر لی۔

اس کے بعد ہر وہ شخص جس کے دل میں نفاق تھا عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچا اور ان لوگوں نے جمع ہو کر اس سے کہا کہ اب تک تو تم سے امیدیں وابستہ تھیں اور تم مدافعت کر رہے تھے مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے مقابلے میں ان کنگلوں کے مددگار بن گئے ہو۔ ابن ابی پہلے کھول رہا تھا۔ ان باتوں سے وہ اور زیادہ بھڑک اٹھا۔ یہ کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی، ان پر اپنے مال تقسیم کیے یہاں تک کہ اب یہ پھل پھول کر خود ہمارے ہی حریف بن گئے۔ ہماری اور ان قریش کے کنگلوں (اصحاب محمدؐ) کی حالت پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرتا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے۔ تم لوگ ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ خدا کی قسم، مدینے پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔

مجلس میں اتفاق سے حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے جو اس وقت ایک کم عمر لڑکے تھے۔ انہوں نے یہ باتیں سن کر اپنے چچا سے ان کا ذکر کیا اور انکے چچا نے جو انصار کے رئیسوں میں سے تھے، جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضور ﷺ نے زید کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے جو کچھ سنا تھا من وعن دھرا دیا۔ حضور نے فرمایا شاید تم ابن ابی سے ناراض ہو۔ ممکن ہے تم سے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔ ممکن ہے تمہیں شبہ ہو گیا ہو کہ ابن ابی یہ کہہ رہا ہے۔ مگر زید نے عرض کیا نہیں حضورؐ، خدا کی قسم میں نے اس کو یہ باتیں کہتے سنا ہے۔ اس پر حضورؐ نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ باتیں ہرگز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیں۔ انصار کے لوگوں نے بھی کہا کہ حضورؐ لڑکے کی بات ہے شاید اسے وہم ہو گیا ہو۔ یہ ہمارا شیخ اور بزرگ ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک لڑکے کی بات کا اعتبار نہ فرمائیے۔ قبیلے کے بڑے بوڑھوں نے زید کو بھی ملامت کی اور وہ بیچارے رنجیدہ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ مگر حضورؐ زید کو بھی جانتے تھے اور عبداللہ بن ابی کو بھی، اس لیے آپ سمجھ گئے کہ اصل بات کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ یا اگر مجھے یہ اجازت دینا مناسب خیال نہیں فرماتے تو خود انصار ہی میں سے معاذ بن جبل، عباد بن بشر، یا سعد بن معاذ، یا محمد بن مسلمہ کو حکم دیجئے کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا "ایسا نہ کرو، لوگ کہیں گے کہ محمدؐ خود اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے" اس کے بعد آپؐ نے فوراً ہی کوچ کا حکم دے دیا حالانکہ حضورؐ کا معمول کے لحاظ سے وہ کوچ کا وقت نہ تھا۔ مسلسل ۳۰ گھنٹے چلتے رہے یہاں تک کہ لوگ تھک کر چور ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور تھکے ہوئے لوگ زمین پر کمر لگاتے ہی سو گئے۔ یہ آپ نے اس لئے کیا کہ جو کچھ مریسیع کے کنویں پر پیش آیا تھا اس کے اثرات لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائیں۔ راستے میں انصار کے سردار اسید بن حضیر آپ سے ملے اور عرض کیا یا نبی اللہ آج آپ نے ایسے وقت کوچ کا حکم دیا جو سفر کے لیے موزوں نہ تھا آپ کبھی ایسے وقت سفر کا آغاز نہیں فرمایا کرتے تھے۔؟ آپؐ نے جواب دیا تم نے سنا نہیں کہ تمہارے صاحب نے کیا باتیں کی ہیں؟ انہوں نے پوچھا کون صاحب؟ آپ نے فرمایا "عبداللہ بن ابی" انہوں نے عرض کیا "کیا کہا؟ فرمایا "اس نے کہا "مدینے پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ، خدا کی قسم عزت والے تو آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے، آپؐ جب چاہیں اسے نکال سکتے ہیں۔"

رفتہ رفتہ یہ بات تمام انصار میں پھیل گئی اور ان میں ابن ابی کے خلاف سخت غصہ پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے ابن ابی سے کہا جا کر رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگو، مگر اس نے تڑخ کر جواب دیا "تم نے کہا ان پر ایمان لاؤ، میں ایمان لے آیا۔ تم نے کہا اپنے مال کی زکوۃ دو۔ میں نے زکوۃ بھی دے دی۔ اب بس یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمدؐ کو سجدہ کروں۔ ان باتوں سے اس کے خلاف مومنین انصار کی ناراضی اور زیادہ بڑھ گئی اور ہر طرف سے اس پر پھٹکار پڑنے لگی۔ جب یہ قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبداللہ ہی تھا، تلوار سونت کر باپ کے آگے کھڑے ہو گئے اور بولے۔ آپ نے کہا تھا کہ مدینہ واپس پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا، اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت آپ کی ہے یا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی۔ خدا کی قسم آپ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جب تک رسول اللہ ﷺ آپ کو اجازت نہ دیں۔ اس پر ابن ابی چیخ اٹھا "خزرج کے لوگو! ذرا دیکھو، میرا بیٹا ہی مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔" لوگوں نے یہ خبر حضورؐ تک پہنچائی تو آپ نے فرمایا: عبداللہ سے کہو، اپنے باپ کو گھر آنے دے۔ عبداللہ نے کہا: ان کا حکم ہے تو اب آپ داخل ہو سکتے ہیں۔۔ اس وقت حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: کیوں عمر، اب تمہارا کیا خیال ہے؟ جس وقت تم نے کہا تھا کہ مجھے اس کو قتل کرنے کی اجازت دیجیے اگر تم اسے قتل کر دیتے تو بہت سی ناکیں اس پر پھڑکنے لگتیں۔ آج اگر میں اس کو قتل کرنے کا حکم دوں تو اسے قتل تک کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ "خدا کی قسم اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے رسول کی بات میری بات سے زیادہ مبنی بر حکمت تھی۔

اسی سفر میں اس نے ایک اور خطرناک فتنہ اٹھا دیا اور فتنہ بھی ایسا کہ اگر نبی ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کمال درجہ ضبط و تحمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حکمت و دانائی سے کام نہ لیتے تو مدینے کی نوخیز مسلم سوسائٹی میں سخت خانہ جنگی برپا ہو جاتی۔ یہ حضرت عائشہؓ پر تہمت کا فتنہ تھا۔ اس کا واقعہ خود انہی کی زبان سے سنیے جس سے پوری صورتحال سامنے آ جائے گی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ سفر پر جانے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپ کی بیویوں میں سے کون آپ کے ساتھ جائے۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا اور میں آپ کے ساتھ گئی۔ واپسی پر جب ہم مدینے کے قریب تھے، ایک منزل پر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا اور ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں اٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئی اور جب پلٹنے لگی تو قیام گاہ کے قریب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے میں لگ گئی، اور اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ میں کوچ کے وقت اپنے ہودے میں بیٹھ جاتی اور چار آدمی اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم عورتیں اس زمانے میں غذا کی کمی کے سبب سے بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ میرا ہودہ اٹھاتے وقت لوگوں کو یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔ وہ بے خبری میں خالی ہودہ اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آ جائیں گے۔ اسی حالت میں مجھ کو نیند آ گئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل (سلمی) اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے مجھے وہ بارہا دیکھ چکے تھے۔ (یہ صاحب بدری صحابیوں میں سے تھے۔ ان کو صبح دیر تک سونے کی عادت تھی۔ اس لیے یہ بھی لشکر گاہ میں کہیں پڑے سوتے رہ گئے اور اب اٹھ کر مدینے جا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ روک لیا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رسول اللہ ﷺ کی بیوی یہیں رہ گئیں۔ اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے فوراً اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، لا کر اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے۔ میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے قریب ہم نے لشکر جا لیا جب کہ وہ ابھی ایک جگہ جا کر ٹھہرا ہی تھا اور لشکر والوں کو ابھی یہ پتہ نہ چلا تھا کہ میں پیچھے چھوٹ گئی ہوں۔ اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیے اور ان میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی تھا۔ مگر میں اس سے بے خبر تھی کہ مجھ پر کیا باتیں بن رہی ہیں۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس وقت صفوان کے اونٹ پر حضرت عائشہؓ لشکر گاہ میں پہنچیں اور معلوم ہوا کہ آپ اس طرح پیچھے چھوٹ گئی تھیں، اسی وقت عبداللہ بن ابی پکار اٹھا "خدا کی قسم یہ بچ کر نہیں آئی، لو دیکھو تمہارے نبی کی بیوی نے رات ایک اور شخص کے ساتھ گزاری اور اب وہ اسے علانیہ لیے چلا آ رہا ہے۔

مدینے پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک مہینے کے قریب پلنگ پر پڑی رہی۔ شہر میں اس بہتان کی خبریں اڑ رہی تھیں، رسول اکرم ﷺ کے کانوں تک بھی بات پہنچ چکی تھی۔ مگر مجھے کچھ پتہ نہ تھا۔ البتہ جو چیز مجھے کھٹکتی تھی وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ میری طرف نہ تھی جو بیماری کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ آپ گھر میں آتے تو بس گھر والوں سے یہ پوچھ کر رہ جاتے۔ کیف تیکم۔ (کیسی ہیں یہ؟) خود مجھ سے کوئی کلام نہ کرتے۔ اس سے مجھے شبہ ہوتا کہ کوئی بات ہے ضرور۔ آخر آپ سے اجازت لے کر میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی تا کہ وہ میری تیمارداری اچھی طرح کر سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روز رات کے وقت حاجت کے لیے میں مدینے کے باہر گئی۔ اُس وقت ہمارے گھروں میں یہ بیت الخلا نہ تھے اور ہم جنگل ہی جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ مسطح بن اثاثہ کی ماں بھی تھیں جو میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے خاندان کی کفالت حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے ذمے لے رکھی تھی مگر اس احسان کے باوجود مسطح بھی ان لوگوں میں شریک ہو گئے تھے جو حضرت عائشہ ؓ کے خلاف اس بہتان کو پھیلا رہے تھے۔ رستے میں ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا غارت ہو مسطح۔ میں نے کہا اچھی ماں ہو جو بیٹے کو کوستی ہو، اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ انہوں نے کہا "کیا تجھے اس کی باتوں کی کچھ خبر نہیں؟ پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کہ افترا پرداز لوگ میرے متعلق کیا باتیں اڑا رہے ہیں۔ (منافقین کے سوا خود مسلمانوں میں سے جو لوگ اس فتنہ میں شامل ہو گئے تھے۔ ان میں مسطح، حسان بن ثابت مشہور شاعر اسلام، اور حمنہ بنت جحش کی بہن کا حصہ سب سے نمایاں تھا۔) یہ داستان سن کر میرا خون خشک ہو گیا، وہ حاجت بھی بھول گئی جس کے لیے آئی تھی، سیدھی گھر گئی اور رات بھر رو رو کر کاٹی۔

آگے چل کر حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میرے پیچھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ اور حضرت اسامہ بن زید ؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اسامہ ؓ نے میرے حق میں کلمہ خیر کہا اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ، بھلائی کے سوا آپ کی بیوی میں کوئی چیز ہم نے نہیں پائی۔ یہ سب کچھ کذب اور باطل ہے جو اڑایا جا رہا ہے۔" رہے حضرت علی ؓ تو انہوں نے کہا "یارسول اللہ عورتوں کی کمی نہیں ہے، آپ اس کی جگہ دوسری بیوی کر سکتے ہیں اور تحقیق کرنا چاہیں تو خدمت گار لونڈی کو بلا کر حالات دریافت فرمائیں۔ چنانچہ خدمت گار کو بلایا گیا اور پوچھ گچھ کی گئی۔ اس نے کہا "اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی جس پر حرف رکھا جا سکے۔ بس اتنا عیب ہے کہ آٹا گوندھ کر کسی کام کو جاتی ہوں اور کہہ جاتی ہوں کہ بی بی ذرا آٹے کا خیال رکھنا مگر وہ سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ اسی روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا "مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت کو بچائے جس نے میرے گھر والوں پر الزامات لگا کر مجھے اذیت پہنچانے کی حد کر دی ہے۔ بخدا میں نے تو اپنی بیوی ہی میں کوئی برائی دیکھی ہے اور نہ اس شخص میں جس کے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔ وہ تو کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر آئے بھی نہیں۔ اس پر اسید بن حضیر (بعض روایات میں سعد بن معاذ ؓ) نے اٹھ کر کہا "یارسول اللہ ﷺ اگر وہ ہمارے قبیلے کا آدمی ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپ حکم دیں ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ ؓ رئیس خزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "جھوٹ کہتے ہو، تم ہرگز اسے نہیں مار سکتے۔ تم اسکی گردن مارنے کا نام صرف اس لیے لے رہے ہو کہ وہ خزرج میں سے ہے۔ اگر وہ تمہارے قبیلے کا آدمی ہوتا تو تم کبھی یہ نہ کہتے کہ ہم اس کی گردن ماردیں گے۔ اسید بن حضیر نے جواب میں کہا "تم منافق ہو اس لیے منافقوں کی حمایت کرتے ہو۔ اس پر مسجد نبوی میں ہنگامہ برپا ہو گیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ قریب تھا کہ اوس وخزرج مسجد میں ہی لڑ پڑتے، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ٹھنڈا کیا اور پھر منبر سے اتر آئے۔

حضرت عائشہ ؓ مزید بیان کرتی ہیں کہ اس بہتان کی افواہیں کم وبیش ایک مہینے تک شہر میں اڑتی رہیں اور آنحضرت ﷺ سخت اذیت میں مبتلا رہے میں روتی رہی۔ میرے والدین انتہائی پریشانی اور رنج میں مبتلا رہے۔ آخر کار ایک روز آنحضرت ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں یہ آیات نازل فرمائیں

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ⑫ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑭ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱﴾ (النور ۲۴۔ ۱۱ تا ۱۸)

''جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اُسی وقت کیوں مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا یہ صریح بہتان ہے؟ وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں، اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم وکرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا۔ (ذرا غور تو کرو، اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اِس جھوٹ کو لیتی چلی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔

کیوں نہ اِسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ''ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ، یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔'' اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت نازل فرمائی اور سب اہل ایمان مطمئن ہوگئے اور یہ آیات تا قیامت تلاوت کی جاتی رہیں گی۔

مسجد ضرار کی تعمیر، غزوہ تبوک سے امیدیں اور نبی اکرمؐ کو قتل کرنے کی سازش

منافقین مدینہ کی آنحضرت ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں مسلسل جاری رہیں یہاں تک کہ انہوں نے اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرگرمیوں کو منظم اور مربوط بنانے کے لیے مسجد ضرار تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی تعمیر میں مرکزی کردار ابو عامر راہب کا تھا۔ یہ شخص انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا۔ عیسائی عالم تھا جس نے درویشی طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ اور عام لوگوں میں اس کی درویشی کی اچھی شہرت تھی۔ خصوصاً خزرج قبیلہ اس کے زہد و درویشی کا بڑا معتقد تھا۔ اور اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو جس طرح عبداللہ بن ابی منافق نے آپ ﷺ کو اپنا سیاسی حریف سمجھ کر اسلام دشمنی کی منافقانہ روش اختیار کی تھی۔ ابو عامر راہب نے آپ کو اپنا روحانی حریف سمجھ کر آپ ﷺ سے عداوت کی راہ اختیار کر لی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی آمد کے بعد لوگوں کی توجہ ابو عامر کی طرف سے ہٹ کر رسول اکرم ﷺ کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ پہلے تو یہ شخص اس انتظار میں رہا کہ قریش مکہ ہی اس شخص اور اس کے ساتھیوں سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں مگر جب بدر میں قریش مکہ کو شکست فاش ہوئی تو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اس کی چھپی ہوئی عداوت بھڑک اٹھی۔ پھر بعد میں اس نے اپنا اثر و رسوخ استعمال میں لاتے ہوئے عرب قبائل میں اسلام کے خلاف تبلیغ شروع کر دی اور جنگوں پر ابھارنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتا رہا۔ اسلام کے خلاف کوئی سازش بھی کفار یا منافقین کی طرف سے تیار ہوتی تو اس میں اس کا عمل دخل ضرور ہوتا تھا۔

جب فتح مکہ کے بعد حنین میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو شکست ہو گئی تو ابو عامر راہب کو یقین ہو گیا کہ اب عرب کے اندر کوئی طاقت ایسی نہیں رہ گئی جو اسلام اور مسلمانوں کو کچل سکے۔ لہٰذا اس نے اپنے مذہب کے واسطے سے قیصر روم کو مسلمانوں پر چڑھا لانے کا منصوبہ تیار کیا مدینہ کے منافقین ایسے تمام کاموں میں اس کے ہمراز اور معاون تھے۔ جب وہ اس غرض کے لئے روم کے طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے منافقوں سے کہا کہ فوراً ایک مسجد تیار کرو جہاں ہم لوگ جمع ہو کر صلاح و مشورہ کر سکیں اور میں یا میرا کوئی قاصد آئے تو وہ وہاں اطمینان سے قیام کر سکے اور ایسی ناپاک سازشیں چونکہ مذہبی تقدس کے پردے میں ہی چھپ کر ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا ایسی اغراض کے لئے مسجد ہی کی تعمیر ضروری سمجھی گئی۔

چنانچہ مسجد قبا اور مسجد نبوی کے درمیان قبا سے قریب ایک تیسری مسجد تیار ہونے لگی اور اسکی ضرورت یہ بتائی گئی کہ ہم میں سے بہت سے لوگ کمزور و ناتواں ہیں جو بارش اور سردی کے موسم میں قبا تک نہیں پہنچ سکتے نیز مسجد قبا میں جگہ تنگ ہے لہٰذا نمازیوں ہی کی سہولت کے لیے یہ مسجد بنائی جا رہی ہے۔ مسجد کی تعمیر کے بعد یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ آپ ﷺ وہاں چل کر ''افتتاح'' کے طور پر دو رکعت نماز پڑھا دیجئے۔ اس سے منافقوں کی غرض صرف مسلمانوں کو فریب دینا اور سازشوں سے شک و شبہ کے خطرات کو دور کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''اس وقت میں جہاد (جنگ تبوک) پر جا رہا ہوں۔ واپسی پر دو رکعت نماز جا کر پڑھا دوں گا۔

چنانچہ آپ ﷺ تیس ہزار لشکر کو لے کر تبوک کے لئے روانہ ہو گئے .... تو پیچھے رہ جانے والے منافق بغلیں بجانے لگے، انہیں یقین تھا کہ اب مسلمان بچ کر واپس نہیں آ سکیں گے اور قیصر روم کی فوجیں مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیں گی لہٰذا وہ اس مسجد میں بیٹھ کر یہ صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ جونہی مسلمانوں کی شکست کی خبر ملے تو تاج شاہی عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کے سر پر رکھ دیا جائے اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا جائے مگر ان منافقوں کی توقعات و خواہشات کے علی الرغم اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظور تھا۔ ہوا یہ کہ جب آپ ﷺ تبوک پہنچے تو ملک غسان کو مقابلہ پر آنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اس کی کئی وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ ملک غسان کچھ عرصہ پہلے جنگ موتہ میں مسلمانوں کی جرات ایمانی دیکھ چکا تھا کہ کس طرح اس کا ایک لاکھ کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر بھی غالب نہ آسکا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے کس جرأتمندی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تھا اور اس غزوہ میں تو آنحضرت ﷺ بذات خود شریک تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ تیس ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر بھی تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے قیصر روم سے مزید کمک کی توقع تھی۔ لیکن قیصر روم نے جب ابوسفیان سے بھرے دربار میں آنحضرت ﷺ کے حالات سنے تو آپؐ کی صداقت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام لانے کو تیار تھا مگر اپنے وزیروں مشیروں کے تیور دیکھ کر اس نے اسلام کا اعلان کرنے کی جرأت نہ کی اندریں صورتحال قیصر روم نے ملک غسان کو کمک بھیجنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح ملک غسان کے لشکر کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

آپؐ نے بیس دن تبوک میں رہ کر اس کا انتظار کیا۔ اس قیام سے ایک تو دشمن پر اپنی دھاک بٹھانا مقصود تھا دوسرے، بہت سے عرب قبائل جو پہلے قیصر روم کے باجگزار تھے کٹ کر مدنی اسلامی ریاست کے تابع ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کی تبوک کی کامیاب کارروائی کے بعد واپسی ہوئی تو ظاہر ہے کہ منافقین کی توقعات خاک میں مل گئیں منافقین میں سے کچھ لوگ سفر تبوک میں ساتھ گئے تھے چنانچہ آستین کے سانپوں نے واپسی کے اس سفر میں آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی جو شاید پہلے سے ان کے طے شدہ منصوبے کا حصہ تھی تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

تبوک سے واپسی کے سفر میں منافقین نے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازش تیار کر رکھی تھی اور ان سازشیوں کو بعد میں اہل عقبہ (گھاٹی والے) کا نام دیا گیا۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ رات کے وقت پہاڑی کے دشوار گزار راستوں میں چلتے چلتے گھاٹی کی جگہ آپ ﷺ کو الگ لے جا کر اچانک آپ ﷺ پر حملہ کر دیا جائے اور آپ ﷺ کو سواری سے اٹھا کر نیچے گھاٹی میں پھینک کر ہلاک کر دیا جائے اور اس واقعہ کی کسی کو خبر بھی نہ ہو جب آپ ﷺ اس گھاٹی پر پہنچے تو اللہ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ سارے لشکر میں منادی کر دے کہ کوئی شخص گھاٹی کی طرف نہ آئے اور بطن وادی کی طرف سے جائے جو آسان اور کھلا راستہ ہے۔ اس وقت حضرت حذیفہ بن یمان آپ ﷺ کی اونٹنی کو آگے سے پکڑے چل رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسرؓ پیچھے چل رہے تھے کہ اس اعلان پر سب مسلمانوں نے بطن وادی کی راہ لی مگر یہ منافقین آپ ﷺ کے حکم کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے ناپاک ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے درپے تھے اچانک چار منافق اپنے چہروں پر ڈھاٹے باندھے آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ ان منافقوں کی سواریوں کے چہروں پر کاری ضربیں لگائیں۔ انہوں نے اپنی ڈھال سے ان سواریوں کے چہروں پر زوردار حملے کیے، ساتھ ہی یہ کہتے جاتے تھے، اللہ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ'' حضرت حذیفہؓ کی اس پکار سے منافقوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادہ کی اطلاع ہو چکی ہے۔ لہٰذا یہ لوگ جلدی جلدی مسلمانوں کے لشکر سے جا ملے۔ آپ ﷺ نے ان منافقوں اور ان کے باپوں تک کے نام حضرت حذیفہؓ کو بتلا دیئے تھے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ان کے نام کسی کو نہ بتلائے جائیں۔ حضرت حذیفہؓ ان منافقوں کو پوری طرح پہچانتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز افشا نہیں کرتے تھے اس لیے آپ ؓ کو ''رازداران رسول'' کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث اس واقعہ پر روشنی ڈالتی ہے۔

''ایک دفعہ حضرت حذیفہ ؓ اور عقبہ والوں میں سے ایک شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اس شخص نے کہا ''میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کتنے تھے؟ لوگوں نے حضرت حذیفہ ؓ کو کہا کہ جب وہ پوچھتا ہے تو آپ بتلا دیجئے۔ حضرت حذیفہ کہنے لگے، ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ چودہ تھے اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو وہ پندرہ تھے اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو دنیا اور آخرت میں اللہ اور اسکے رسول کے دشمن ہیں۔ باقی رہے تین تو انہوں نے عذر کیا تھا کہ ہم نے اللہ کے رسول کی منادی کی آواز نہیں سنی تھی۔ اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا کہ ان لوگوں کا ارادہ کیا تھا۔ (مسلم حدیث نمبر ۷۰۳۷)

قرآن مجید میں ان کی اس سازش سے یوں پردہ اٹھایا گیا ہے کہ

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (التوبۃ ۹۔۷۴)

''یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔ یہ انکا سارا غصہ اسی بات پر ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے۔ اب اگر یہ اپنی اس روش سے باز آ جائیں تو انہی کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار رہو۔''

غزوہ تبوک تک منافقین کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا جا رہا تھا لیکن اب ضرورت اس امر کی تھی کہ جس طرح مشرکین اور بدوؤں کا صفایا کر دیا گیا تھا اور یہود مدینہ کا استیصال ہو چکا تھا اسی طرح منافقین کے ساتھ بھی نرمی کی بجائے سختی کی ضرورت تھی کیونکہ آٹھ نو سال کے اندر مدینہ منورہ تمام عرب کا دارالسلطنت بن گیا تھا اور اب آستین کے ان سانپوں کو سرزنش کرنا بہت ضروری تھا اس لئے ارشاد فرمایا

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التوبۃ ۹۔۷۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آؤ آخر کار ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔''

چنانچہ حکم ربانی (وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ) اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ کی عملی تفسیر یوں سامنے آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی واپسی کے سفر ہی میں مدینہ کے قریب ذی اوان کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار کی غرض و غایت اور منافقوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناپاک سازشوں سے مطلع کر دیا اور حکم فرمایا کہ آپ ﷺ کو ہرگز اس مسجد کے افتتاح کے لئے نماز نہ پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہیں سے دو صحابہ کرام مالک بن خشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ فوراً جا کر اس مسجد کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے فوراً آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو پیوند خاک کر دیا گیا۔ مسجد ضرار کے حوالہ سے جو آیات نازل ہوئیں وہ درج ذیل ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبة۔۹۔۱۰۷تا۱۱۰)"

کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں اور (خدا کی بندگی کرنے کی بجائے) کفر کریں اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف برسر پیکار ہو چکا ہے وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی۔ (جس کے نکلنے کی کوئی صورت نہیں) بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے۔"

قرآن و حدیث کی ان تفصیلات سے یقیناً آپ کو یہ اندازہ ضرور ہوا ہوگا کہ کس گھٹیا ذہن کے مالک تھے یہ منافقین اور بالخصوص ان کا سردار عبداللہ بن ابی اور ابو عامر راہب جن کی بنیادی خصوصیات تو یہ تھیں کہ وہ جھوٹ بولنے میں معروف تھے۔ امانت میں خیانت کرنا ان کا وطیرہ تھا اور بدعہدی کرنا ان کی گھٹی میں تھا اور دھوکہ بازی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا یہ اور ایسی بے شمار برائیاں جو ان چار علامات کی کوکھ سے پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے حامل تھے۔ اس کردار کے باوجود ان سے چشم پوشی جس بنا پر کی جاتی رہی اس کا مطالعہ بھی آپ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا۔ اگر اس گروہ کو سزا دینا تحریک اسلامی کے لیے مفید ہوتا تو جنگ احد کے موقع پر کم از کم تین سو دھوکہ بازوں کے خلاف کورٹ مارشل کرنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ بالخصوص رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا کردار جو اس نے غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر اختیار کیا تھا وہ ایسا کردار تھا کہ اگر کوئی دوسرا شخص مسلم امت میں رہتے ہوئے اس طرح کا رویہ اختیار کرتا تو وہ واجب القتل ٹھہرتا۔ لیکن عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین کو قانوناً سزا نہ دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسلامی ریاست میں محض قانوناً کسی شخص یا گروہ کے مستحق قتل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور اسے قتل کر دیا جائے۔ ایسے کسی فیصلے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا اس کا قتل کسی عظیم تر فتنے کا موجب تو نہ بن جائے گا۔ حالات سے آنکھیں بند کر کے قانون کا اندھا دھند استعمال بعض اوقات اس مقصد کے خلاف بالکل الٹا نتیجہ پیدا کر دیتا ہے جس کے لیے قانون استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایک منافق اور مفسد آدمی یا گروہ کے پیچھے قابل لحاظ سیاسی قوت موجود ہو تو اسے سزا دے کر مزید فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع دینے سے بہتر یہ ہے کہ حکمت اور تدبر کے ساتھ اس اصل سیاسی طاقت کا استیصال کر دیا جائے جس کے بل پر وہ شرارت کر رہا ہو۔ یہی مصلحت تھی جس کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اسکے ہم مشرب منافقین کو اس وقت تک سزا نہ دی جب آپؐ انہیں سزا دینے پر قادر تھے بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے رہے، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کے بعد مدینہ میں منافقین کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب

عمرۃ القضاء

آنحضرت ﷺ نے اگلے سال ذیقعدہ کا چاند نظر آتے ہی ان تمام صحابہ کرام کو حکم دیا جو حدیبیہ میں حاضر تھے۔ کہ عمرہ قضاء کے لیے چلیں۔ چنانچہ اس عرصہ میں جو لوگ شہید ہو گئے یا وفات پا گئے ان کے علاوہ سب لوگ چلے اور ایک شخص بھی پیچھے نہ رہا۔ شرکائے حدیبیہ کے علاوہ اور لوگ بھی عمرہ کے لیے نکلے یہ تعداد دو ہزار تھی جبکہ عورتیں اور بچے اس کے علاوہ تھے۔ آپؐ نے اس موقع پر ابورھم غفاری کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ ساٹھ اونٹ ساتھ لیے جس کی دیکھ بھال حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد کی، ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ آپ صحابہ کرام کے ساتھ لبیک پکارتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاہم قریش مکہ کی جانب سے بدعہدی کے اندیشے کے سبب دفاع کا پورا اہتمام فرمایا۔ ہتھیار لے کر جنگجو افراد مستعد ہو کر چلے جب آپ وادی یاجج پہنچے تو سارے ہتھیار یعنی ڈھال، سپر، تیر، نیزے سب رکھ دیے اور انکی حفاظت کے لیے اوس بن خولیٰ انصاری کی ماتحتی میں دوسو آدمی وہیں چھوڑ دیے اور سوار کا ہتھیار یعنی میان میں رکھی تلواریں لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ مکہ میں داخلے کے وقت اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ مسلمانوں نے تلواریں حمائل کر رکھی تھیں اور آپؐ کو گھیرے میں لیے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔

دوسری طرف صورتحال یہ تھی کہ مشرکین نے مکہ تین دنوں کے لیے خالی کر دیا تھا جب مسلمان مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو یہ کعبہ کے شمال میں واقع جبل قعیقعان پر بیٹھ کر نظارہ کر رہے تھے۔ اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔ ان کے اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں۔ البتہ رکنِ یمانی اور حجر اسود کے درمیان صرف چلتے ہوئے گزریں۔ اس حکم کا منشاء یہ تھا کہ مشرکین آپؐ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں چنانچہ آپ نے اور مسلمانوں نے تین چکر دوڑ کر لگائے مشرکین نے جب دیکھا تو کہنے لگے یہ لوگ جن کے متعلق ہم سمجھ رہے تھے کہ بخار نے انہیں توڑ ڈالا ہے۔ یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔

آنحضرت ﷺ مکے میں اس پہاڑی گھاٹی کے راستے سے داخل ہوئے جو حجون پر نکلتی ہے۔ مشرکین نے آپ ﷺ کو دیکھنے کے لیے لائن لگا رکھی تھی۔ آپؐ مسلسل لبیک کہہ رہے تھے۔ احرام کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کے حکم پر صحابہ کرام نے اضطباع یعنی احرام کی چادروں کو دائیں کندھے کے نیچے بغل سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ جس سے دایاں کندھا کھلا ہوا تھا۔ حرم پہنچ کر آپؐ نے اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھوا پھر طواف کیا۔ صحابہ کرام نے بھی طواف کیا۔ یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک مسلسل سات چکر لگائے اور طواف سے فارغ ہو کر آپؐ اور صحابہ کرام نے صفا و مروہ کی سعی کی۔ اس وقت آپؐ کے ہدی یعنی قربانی کے جانور مروہ کے پاس کھڑے تھے۔ آپؐ نے سعی سے فارغ ہو کر فرمایا۔ یہ قربان گاہ ہے اور مکے کی ساری گلیاں قربان گاہ ہیں۔ اس کے بعد مروہ ہی کے پاس جانوروں کو قربان کر دیا۔ پھر وہیں سر منڈایا۔ مسلمانوں نے بھی آپؐ کی اتباع میں ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو یاجج بھیج دیا گیا کہ وہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے وہ آ کر اپنا عمرہ ادا کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے مکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تین روز قیام فرمایا۔ چوتھے دن جب صبح ہوئی تو مشرکین نے حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہا۔ اپنے صاحب سے کہو کہ ہمارے یہاں سے روانہ ہو جائیں کیونکہ معاہدہ میں طے کردہ مدت گزر چکی۔ اس کے بعد آپؐ مکہ سے نکل آئے اور مقام سرف میں اتر کر قیام فرمایا اور پھر آپؐ مدینہ منورہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔

اذیت ناک دفعہ کا قریش مکہ کی طرف سے خاتمہ کا اعلان

معاہدہ صلح حدیبیہ کی وہ دفعہ جس نے چودہ سو مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور جس کو مسلمان ذلت کی انتہا سمجھتے تھے کہ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمدؐ اسے واپس کر دیں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔ اور معاہدے کی اس دفعہ کی رو سے جبکہ ابھی یہ معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ ابوجندلؓ بیڑیاں گھسیٹتے حدیبیہ پہنچا تھا اور فریاد کر رہا تھا کہ مجھے واپس بھیج کر آزمائش میں نہ ڈالا جائے اور سہیل کے مطالبہ پر کہ معاہدہ زبانی طے پا چکا ہے اس لئے ابوجندل کو واپس کیا جائے اور آنحضرتؐ نے عہد کا پاس کرتے ہوئے صبر کی تلقین کرتے ہوئے اور یہ دعا دیتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں، ان سب کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔ ابوجندل کو سہیل کے سپرد کر دیا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کے لئے کشادگی اور نکلنے کا راستہ ہموار کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ مدینہ واپس تشریف لا کر مطمئن ہو چکے تھے اور تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا ایک مسلمان جسے مکہ میں اذیتیں دی جا رہی تھیں دشمن کی قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کا نام ابوبصیر تھا وہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور قریش کے حلیف تھے۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمی بھیجے اور سرداران قریش کا پیغام لائے کہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان جو عہد و پیمان ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابوبصیرؓ کو واپس بھیج دیا۔ قریش کے دونوں افراد جب انہیں واپس لے کر لوٹے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو کھجور کھانے کے لیے اترے۔ ابوبصیرؓ نے ان میں سے ایک سے فرمایا قسم اللہ کی تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے ساتھی نے تلوار نیام سے نکال دی۔ اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم نہایت عمدہ تلوار ہے۔ میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ ابوبصیرؓ اس پر بولے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اور اس طرح تلوار کو اپنے قبضہ میں کر لیا پھر اس شخص نے تلوار کے مالک کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا، اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد میں دوڑتا ہوا داخل ہوا۔ نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا یہ شخص کچھ خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی مارا جاؤں گا۔ اگر آپ لوگوں نے ابوبصیر کو نہ روکا) اتنے میں ابوبصیر بھی آ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی۔ آپؐ مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلائی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (تیری ماں کی خرابی) اگر اس کا کوئی اور بھی مددگار ہوتا تو پھر لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ جب انہوں نے آپ کے الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ آپ پھر کفار کے حوالے کریں گے۔ اس لیے وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے۔ راوی نے بتایا کہ اپنے گھر والوں (یعنی مکہ سے) چھوٹ کر ابوجندل بن سہیلؓ بھی ابوبصیرؓ سے جا ملے اور اب یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال تھا کہ قریش کا جو شخص بھی اسلام لاتا (بجائے مدینہ آنے کے) ابوبصیرؓ کے یہاں (ساحل سمندر پر) آ جاتا۔ اس طرح ایک جماعت بن گئی۔ اور اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قریش کے جس قافلے کے متعلق بھی سن لیتے کہ وہ شام جا رہا ہے تو اسے راستے ہی میں روک کر لوٹ لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔ اب قریش نے نبی کریم ﷺ کے یہاں اللہ اور رحم کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ آپ کسی کو بھیجیں (ابوبصیرؓ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے یہاں جائیں) کہ وہ قریش کی ایذا سے رک جائیں۔ اور اسکے بعد جو شخص بھی آپ کے یہاں جائے گا۔ (مکہ سے) اسے امن ہے۔

قریش نے تنگ آ کر آنحضرت ﷺ کو اللہ اور قرابت کا واسطہ دیتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ آپؐ ابوبصیر اور ان کے جملہ ساتھیوں کو اپنے پاس بلالیں اور اب جو آپؐ کے پاس جائے گا۔ مامون رہے گا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے انہیں بلوالیا اور وہ مدینہ آ گئے۔ اور اس طرح قریش کی درخواست پر مسلمانوں کو تکلیف دینے والی سب سے زیادہ خطرناک دفعہ کا خاتمہ ہوا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکیسواں باب

معرکہ مُوتہ اور عالمی انقلاب کا آغاز

آنحضرت ﷺ نے شاہان عالم، سربراہان مملکت اور سرداران اقوام کو جو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے، ان میں سے ایک خط حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے ہاتھ حاکم بصریٰ کو بھی بھیجا تھا لیکن انہیں قیصر روم کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی جو بلقاء پر مامور تھا گرفتار کر لیا اور مضبوطی کے ساتھ باندھ کر ان کو قتل کر دیا تھا۔ دنیا بھر میں یہ مسلمہ امر تھا اور ہے کہ سفیروں، قاصدوں اور ایلچیوں کا قتل نہایت بدترین جرم تھا جو اعلان جنگ کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھا جاتا تھا، اس لئے جب آنحضرتؐ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپؐ پر یہ بات سخت گراں گزری اور آپؐ نے اس علاقہ پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا اور یہ سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا جو اس سے پہلے جنگ احزاب کے علاوہ کسی اور جنگ میں فراہم نہ ہو سکا تھا۔ جبکہ جنگ احزاب مدینہ کے دروازے پر خندق کھود کر لڑی گئی اور جنگ موتہ بلقاء کے قریب جہاں سے بیت المقدس دو دن کی مسافت پر تھا جو گھر سے دور دشمن کی سرزمین پر کھلے میدان میں برپا ہوئی تھی۔

جمادی الاول ۸ ھ میں یہ لشکر اس وصیت کے ساتھ روانہ فرمایا کہ سالار لشکر حضرت زید بن حارثہؓ ہوں گے۔ اگر وہ قتل کر دیے جائیں تو حضرت جعفر اور جعفرؓ قتل کر دیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔ آپؐ نے لشکر کے لیے سفید پرچم باندھا اور اسے حضرت زید بن حارثہؓ کے حوالے کیا۔ لشکر کو آپ نے یہ وصیت بھی فرمائی کہ جس مقام پر حضرت حارث بن عمیرؓ قتل کئے گئے تھے وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اور لڑائی کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے غزوہ کرو۔ اور دیکھو بدعہدی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا، کسی بچے اور عورت اور انتہائی عمر رسیدہ بڈھے اور گرجے میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا۔ کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا، اس وصیت کے بعد لشکر اسلام اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ اس کی مشایعت کرتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے اور وہیں سے اسے الوداع کہا۔

تین ہزار اسلامی لشکر کا مقابلہ دو لاکھ کے ساتھ

اسلامی لشکر معان پہنچا۔ یہ مقام شمالی حجاز سے متصل شامی علاقے میں واقع ہے یہاں لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور یہیں جاسوسوں نے اطلاع پہنچائی کہ ہرقل قیصر روم بلقاء کے علاقے مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر لے کر خیمہ زن ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کے جھنڈے تلے لخم وجذام، بلقین وبہرا اور بلی (قبائل عرب) کے مزید ایک لاکھ لوگ بھی جمع ہو گئے ہیں۔ اسلامی لشکر کے لیے یہ ایک بڑا چیلنج تھا کہ ایک طرف تین ہزار لشکر اور وہ اپنے اسلامی مرکز سے دور بہت دور دو لاکھ لشکر جرار سے ایک دم سامنا۔ یہ ایک نہایت سنجیدہ اور دوٹوک سوال تھا جو اسلامی لشکر کے سامنے تھا کہ دشمن کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے ٹکرایا جائے یا مزید کمک کے لیے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایات کے لیے انتظار کیا جائے۔ اس غور و خوض اور مشورے میں دو تین راتیں گزر گئیں۔ اس صورتحال میں حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں لوگوں کو اپنی گفتگو سے گرما دیا اور انہوں نے کہا

''لوگو! خدا کی قسم! جس چیز سے آپ کترا رہے ہیں یہ تو وہی شہادت ہے جس کی طلب میں آپ نکلے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دشمن سے ہماری لڑائی تعداد، قوت، کثرت کے بل پر نہیں ہے بلکہ ہم محض اس دین کے بل پر لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں مشرف کیا ہے۔ اس لئے چلئے آگے بڑھیے۔ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی حاصل ہو کر رہے گی۔ یا تو ہم غالب آئیں گے یا شہادت سے سرفراز ہوں گے۔''

معان کے مقام پر منعقدہ مجلس شوریٰ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی رائے کے مطابق دشمن سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسلامی لشکر نے بلقاء کی ایک بستی میں جس کا نام ''مشارف'' تھا۔ ہرقل کی فوجوں کا سامنا کیا اس پیشقدمی کے بعد دشمن مزید قریب آ گیا اور لشکر اسلام ''موتہ'' کی جانب سے سٹ کر خیمہ زن ہو گیا۔ پھر لشکر کی جنگی ترتیب قائم کی گئی۔ میمنہ پر حضرت قطبہ بن قتادہ عذری مقرر کئے گئے اور میسرہ پر حضرت عباد بن مالک انصاریؓ مقرر کیے گئے۔

سپہ سالاروں کی یکے بعد دیگرے شہادت اور نصرت خداوندی کا نزول

موتہ کے مقام پر اسلامی لشکر کے سب سے پہلے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ نے علم لیا اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ جس پر امت مسلمہ ہمیشہ نازاں رہے گی۔ سینہ تان کر دشمن کا مقابلہ زخم پر زخم کھاتے چلے گئے لیکن سینہ سپر رہے پیٹھ نہیں دکھائی یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھ گئے اور جام شہادت نوش فرما کر زمین پر آ رہے۔ نہایت تیزی سے حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور لپک کر جھنڈا اٹھایا اور بے مثال جنگ شروع کر دی۔ جب لڑائی شباب کو پہنچی تو اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے کوچیں کاٹ دیں اور وار پر وار کرتے رہے اور دشمن کے حملوں کو روکتے رہے یہاں تک کہ دشمن کی ضرب سے داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے مسلسل بلند رکھا یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر دونوں باقیماندہ بازوؤں سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور اس وقت تک بلند رکھا یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک رومی نے ان کو ایسی تلوار ماری کہ ان کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ امام بخاری نے اس حوالے سے جو روایات اپنی صحیح میں درج کی ہیں اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی شہادت ہے کہ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر طیارؓ کی لاش پر کھڑے ہو کر میں نے شمار کیا تو نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم انکے جسم پر تھے لیکن پیچھے یعنی پیٹھ پر ایک زخم بھی نہیں تھا۔ ایک اور حدیث میں وہ بیان کرتے ہیں کہ اس غزوہ میں میں بھی شریک تھا بعد میں جب ہم نے جعفر کو تلاش کیا تو ان کی لاش ہمیں شہداء میں ملی اور (جب ہم نے غور سے انہیں دیکھا تو) ان کے جسم پر کچھ اوپر نوے زخم نیزوں اور تیروں کے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ إِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ. (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۲۶۴)

''جب جعفر بن ابی طالب کے لیے سلام بھیجتے تو کہتے سلامتی ہو تم پر اے دو پروں والے کے بیٹے'' دراصل شہادت کے بعد اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کو جنت میں دو بازو عطا کیے ہیں جن سے یہ جنت میں آزادی کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب آنحضرت ﷺ نے ذوالجناح رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو بازو پرندے کی طرح کے بخش دئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں۔

حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ میدان میں اترے علم اٹھالیا اور تلوار تھام کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس موقع پر قبیلہ بنو عجلان کے ثابت بن ارقم نامی صحابی نے لپک کر جھنڈا اٹھالیا اور فرمایا: مسلمانو! اپنے کسی آدمی کو سپہ سالار بنالو۔ صحابہؓ نے کہا: آپ ہی یہ کام انجام دیں۔ انہوں نے کہا: میں یہ کام نہیں کرسکوں گا۔ اس کے بعد صحابہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے جھنڈا لیتے ہی نہایت پرزور جنگ لڑی اس کا ایک منظر ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے زیدؓ، جعفرؓ، اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر اس وقت صحابہ کرامؓ کو دے دی تھی جب ابھی انکے متعلق کوئی خبر (مدینہ میں) نہیں آئی تھی۔ آپ فرماتے جارہے تھے کہ اب زید جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں، اب وہ شہید کردیئے گئے۔ اب جعفرؓ نے جھنڈا اٹھالیا۔ وہ بھی شہید کردیے گئے ہیں۔ اب ابن رواحہ نے جھنڈا اٹھالیا ہے، وہ بھی شہید کردیے گئے ہیں۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔ اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید جس بے جگری سے لڑے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ خود حضرت خالد بن ولیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ''غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ صرف ایک یمن کا بنا ہوا چوڑے پھل کا تیغہ باقی رہ گیا تھا۔''

(صحیح بخاری باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام)

خالد بن ولید کی کامیاب جنگی حکمت عملی

جنگ موتہ میں کامیابی کا سہرا حضرت خالد بن ولید کے سر پر سجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عسکری بصیرت عطا فرمائی تھی اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے ''سیف اللہ'' اللہ کی تلوار کا لقب عطا فرمایا تھا۔ پہلے دن حضرت زید بن ثابت نے لشکر کی جنگی ترتیب قائم کی تھی وہ تین سپہ سالاروں اور نامعلوم صحابہ کرامؓ کی شہادتوں کے باوجود وہ ترتیب حضرت خالد بن ولید نے تبدیل نہ کی مگر جنگ کے دوسرے روز انہوں نے لشکر کی ہیئت اور وضع تبدیل کردی اور اس کی ایک نئی ترتیب قائم کی۔ یعنی مقدمہ (اگلی صف) کو ساقہ (پچھلی صف) اور ساقہ کو مقدمہ کی جگہ رکھ دیا، جبکہ میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ میں بدل دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر دشمن چونک گیا اور کہنے لگا کہ انہیں کمک پہنچ گئی ہے۔ غرض اس کامیاب حکمت عملی سے رومی ابتداء ہی میں مرعوب ہو گئے۔ ادھر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور کچھ دیر تک جنگ جاری رہی تو حضرت خالدؓ نے ایک اور چال چلی کہ اپنے لشکر کے نظام کو محفوظ رکھتے ہوئے لشکر اسلام کو تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹانا شروع کیا جس سے رومی مزید خوفزدہ ہو گئے اور لشکر اسلام کا پیچھا نہ کیا کہ مسلمان دھوکا دے کر انہیں صحرا کی پہنائیوں میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن اپنے علاقے میں واپس چلا گیا اور مسلمانوں کے تعاقب کی بات نہ سوچی۔ ادھر مسلمان کامیابی کے ساتھ پیچھے ہٹے اور پھر مدینہ واپس آ گئے۔ اس حکمت عملی کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ لشکر اسلام مزید جانی نقصان سے بچ گیا اور دوسرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ یہ ہوا کہ اگر پسپائی کا راستہ اختیار کیا جاتا تو مجموعی طور پر صرف مفتوحہ علاقوں میں نہیں دنیا بھر میں مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جاتی۔ اس جنگ کا فوری نتیجہ تو یہ سامنے آیا کہ بنوسلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ وغیرہ قبائل نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھ گئے کہ رومی جو دنیا کی سپر طاقت ہوتے ہوئے اپنے گھر میں تین ہزار لشکر سے دو لاکھ فوج نے شکست کھائی ہے تو ہمارا مقابلہ مسلمانوں سے ممکن نہیں ہے۔ نیز یہی جنگ ہے جس سے رومیوں کے ساتھ پہلی خونریز ٹکر شروع ہوئی جو آگے چل کر رومی ممالک کی فتوحات اور دور دراز علاقوں پر مسلمانوں کے اقتدار کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ (فتح الباری شرح بخاری۔ سیرۃ ابن ہشام۔ زاد المعاد۔ وغیرہ باب غزوہ موتہ)

یہ تھیں برکات جو صلح حدیبیہ کے بعد ایک ایک کر کے سامنے آ رہی تھیں۔ یا تو وہ وقت تھا کہ مسلمان جنگ احد کے صدمہ سے چور چور تھے۔ اور مدینہ کا قریبی ماحول پر خطر بن کر رہ گیا تھا اور جنگ خندق اس لیے مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑنا پڑی کہ احزاب کا مقابلہ باہر نکل کر کرنا ممکن نہیں تھا اور آج عرب میں اسلام ایک نا قابل شکست طاقت نظر آنے لگا اور اسلامی ریاست ایک طرف نجد تک، دوسری طرف حدود شام تک، تیسری طرف ساحل بحر احمر تک اور چوتھی طرف مکہ کے قریب تک پھیل گئی تھی۔ احد میں جو زخم مسلمانوں نے کھایا تھا وہ ان کی ہمتیں توڑنے کے بجائے ان کے عزم کے لیے ایک اور تازیانہ ثابت ہوا۔ وہ زخمی شیر کی طرح بپھر کر اٹھے اور تین سال کی مدت میں انہوں نے نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ان کی مسلسل جدوجہد اور سرفروشیوں کا ثمرہ یہ تھا کہ مدینہ کے چاروں طرف ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو میل تک تمام مخالف قبائل کا زور ٹوٹ گیا۔ مدینہ پر جو یہودی خطرہ ہر وقت منڈلاتا رہتا تھا اس کا ہمیشہ کے لیے استیصال ہو گیا اور حجاز میں دوسرے مقامات پر بھی جہاں جہاں یہودی آباد تھے، سب مدینہ کی حکومت کے باج گزار بن گئے۔ اسلام کو دبانے کے لیے قریش نے آخری کوشش غزوہ خندق کے موقع پر کی اور اس میں وہ سخت ناکام ہوئے۔ اس کے بعد اہل عرب کو اس امر میں کوئی شک نہ رہا کہ اسلام کی یہ تحریک اب کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی اب اسلام محض ایک عقیدہ و مسلک ہی نہ تھا جس کی حکمرانی صرف دلوں اور دماغوں تک محدود ہو، بلکہ وہ ایک ریاست بھی تھا جس کی حکمرانی عملاً اپنے حدود میں رہنے والے تمام لوگوں کی زندگی پر محیط تھی۔ اب مسلمان اس طاقت کے مالک ہو چکے تھے کہ جس مسلک پر وہ ایمان لائے تھے، بے روک ٹوک اس کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اس کے سوا کسی دوسرے عقیدہ و مسلک یا قانون کو اپنے دائرہ حیات میں دخل انداز نہ ہونے دیں۔

پھر یہاں تک پہنچتے پہنچتے اسلامی اصول اور نقطہ نظر کے مطابق مسلمانوں کی اپنی ایک مستقل تہذیب بن چکی تھی۔ جو زندگی کی تمام تفصیلات میں دوسروں سے الگ اپنی ایک امتیازی شان رکھتی تھی۔ اخلاق، معاشرت، تمدن، ہر چیز میں اب مسلمان غیر مسلموں سے بالکل ممیز تھے۔ تمام اسلامی مقبوضات میں مساجد اور نماز با جماعت کا نظم قائم ہو گیا تھا۔ ہر بستی اور ہر قبیلے میں امام مقرر تھے۔ اسلامی قوانین دیوانی و فوجداری بڑی حد تک تفصیل کے ساتھ بن چکے تھے اور اپنی عدالتوں کے ذریعہ نافذ کیے جا رہے تھے۔ لین دین، اور خرید و فروخت کے پرانے معاملات بند اور نئے اصلاح شدہ طریقے رائج ہو چکے تھے۔ وراثت کا مستقل ضابطہ بن گیا تھا۔ نکاح اور طلاق کے قوانین، پردہ شرعی اور استیذان کے احکام، اور زنا و قذف کی سزائیں جاری ہونے سے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی ایک خاص سانچے میں ڈھل گئی تھی۔ مسلمانوں کی نشست و برخاست، بول چال، کھانے پینے، وضع قطع اور رہنے سہنے کے طریقے تک اپنی ایک مستقل شکل اختیار کر چکے تھے۔ اسلامی زندگی کی ایسی مکمل صورت گری ہو جانے کے بعد غیر مسلم دنیا اس طرف سے قطعی مایوس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکی تھی کہ یہ لوگ جن کا اپنا ایک الگ تمدن بن چکا ہے، پھر بھی ان میں آ ملیں گے۔

صلح حدیبیہ سے پہلے تک مسلمانوں کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ وہ کفار قریش کے ساتھ ایک مسلسل کشمکش میں الجھے ہوئے تھے اور انہیں اپنی دعوت حق کا دائرہ وسیع کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی۔ اس رکاوٹ کو حدیبیہ کی ظاہری شکست اور حقیقی فتح نے دور کر دیا۔ اس سے ان کو نہ صرف یہ کہ اپنی ریاست کے حدود میں امن میسر آ گیا بلکہ اتنی مہلت بھی مل گئی کہ گرد و پیش کے علاقوں میں اسلام کی دعوت کو لے کر پھیل جائیں۔ چنانچہ اس کا افتتاح نبی ﷺ نے ایران، روم، مصر اور عرب کے بادشاہوں اور رئیسوں کو خطوط لکھ کر کر لیا اور اس کے ساتھ ہی قبیلوں اور قوموں میں مسلمانوں کے داعی خدا کے بندوں کو اس کے دین کی طرف بلانے کے لیے پھیل گئے۔ اور کتاب وسنت کے نور سے سرزمین عرب وعجم کو بقعہ نور بنا دیا۔ جنگ موتہ سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حالات کا رخ مسلمانوں کی طرف پھیر دیا اور وہ اس طرح کہ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح نامہ لکھا گیا تھا اس کی چار دفعات میں سے ایک کو تو خود قریش نے درخواست کر کے ختم کرایا تھا کہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ آنے والے مسلمان کو تو قریش واپس نہیں کریں گے لیکن مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والے مسلمان واپس کرنے کے پابند ہوں گے اس دفعہ کے خاتمے کے بعد اس صلح نامہ کی ایک دوسری دفعہ کو بھی انہوں نے خود توڑ ڈالا جس کے بعد مکہ کے فتح ہونے کی راہ ہموار ہوگئی۔ آیئے اس نقض عہد کی کچھ تفصیلات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں باب

فتح مکہ اسباب ومتعلقات

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ (الفتح۔۴۸۔۱)۔

''اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی۔''

اس آیت کریمہ میں ایک اصولی بات ارشاد فرمائی گئی تھی کہ صلح حدیبیہ کے ذریعے چہار سو فتح کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں جو ایک کھلی حقیقت ہے جس کا ایک حصہ مکہ کی فتح بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے اسباب بھی پیدا فرما دیئے اور وہ اس طرح کہ معاہدہ حدیبیہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ

''جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے گا داخل ہو سکے گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا اس فریق کا جزو سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسے کسی قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی۔'' اس دفعہ کے تحت صلح مکمل ہو چکی۔ بنو خزاعہ آنحضرتؐ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرف بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے۔ اس طرح دونوں قبیلے ایک دوسرے سے مامون اور بے خطر ہو گئے۔ لیکن چونکہ ان دونوں قبیلوں میں دور جاہلیت سے عداوت اور کشمکش چلی آ رہی تھی اور صلح حدیبیہ کی متذکرہ دفعہ کی وجہ سے دونوں فریق ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے تھے تاہم بنو بکر کو شیطان نے انتقام پر اکسایا اور اس نے اس موقع کو غنیمت جان کر بنو خزاعہ سے بدلہ چکانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ دیلی نے بنو بکر کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر شعبان ۸ ھ میں بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ اس وقت بنو خزاعہ وتیر نامی ایک چشمہ پر خیمہ زن تھے۔ ان کے متعدد لوگ مارے گئے۔ اس حملے میں قریش نے ہتھیاروں سے بنو بکر کی مدد کی بلکہ قریش کے کچھ آدمی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوئے بہر حال حملہ آوروں نے بنو خزاعہ کے بقیہ لوگوں کو حرم میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ حرم میں پہنچ گئے تو پھر بھی بنو بکر انہیں قتل کرنے سے باز نہ آئے تو بنو خزاعہ کے لوگ پکار اٹھے۔ ''اِلٰهَكَ اِلٰهَكَ'' اپنے الٰہ کے واسطے ہم کو قتل نہ کرو، اپنے اللہ کے واسطے ہم کو قتل نہ کرو۔ اور مشرکین ان کو جواب دیتے ''لَا اِلٰهَ الْيَوْمَ'' آج الٰہ کوئی چیز نہیں'' پھر باقی بچے ہوئے بنو خزاعہ کے چالیس افراد نے بدیل بن ورقاء خزاعی اور اپنے ایک آزاد کردہ غلام رافع کے گھروں میں پناہ لی۔ اور عمرو بن سالم خزاعی نے وہاں سے نکل کر فوراً مدینہ کا رخ کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم نے نظم کی صورت میں یوں دہائی دی۔

''اے پروردگار! میں محمد ﷺ سے ان کے عہد اور ان کے والد کے قدیم عہد کی دہائی دے رہا ہوں۔ آپ لوگ اولاد تھے ہم جننے والے۔ پھر ہم نے تابعداری اختیار کی اور کبھی دست کش نہ ہوئے۔ اللہ آپ کو ہدایت دے، آپ پُر زور مدد کیجئے اللہ کے بندوں کو پکاریے وہ مدد کو آئیں گے جن میں اللہ کے رسول ہوں گے ہتھیار پوش اور چڑھے ہوئے چاند کی طرح گورے اور خوبصورت اگر ان پر ظلم اور توہین کی جائے تو چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ آپ ایک ایسے لشکر جرار کے اندر تشریف لائیں جو جھاگ بھرے سمندر کی طرح تلاطم خیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ یقیناً قریش نے آپ کے عہد کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ کا پختہ پیمان توڑ دیا ہے۔ انہوں نے میرے لیے کداء میں گھات لگائی اور یہ سمجھا کہ میں کسی کو (مدد کے لیے) نہ پکاروں گا حالانکہ وہ بڑے ذلیل اور تعداد میں قلیل ہیں۔ انہوں نے وتیر پر رات میں حملہ کیا اور ہمیں رکوع وسجود میں قتل کیا (یعنی ہم مسلمان تھے اور ہمیں قتل کیا گیا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرو بن سالم تیری مدد کی گئی۔ اس کے بعد آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا آپؐ نے فرمایا یہ بادل بنی کعب کی مدد کی بشارت سے دمک رہا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج۔۲۔ص۔۴۶۵)

اس کے بعد بدیل بن ورقاء، خزاعی کی سرکردگی میں بنوخزاعہ کی ایک جماعت مدینہ میں آئی اور آنحضرتؐ کو بتایا کہ کون سے لوگ مارے گئے اور کس طرح قریش نے بنوبکر کی پشتی بانی کی اس کے بعد یہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

آپؐ کا قریش سے مطالبہ اوران کا انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن سالم کی فریاد بھی سنی اور بدیل بن ورقاء خزاعی اور اسکے ساتھ آنے والے چالیس سواروں کی روداد الم کو بھی سنا تو آپؐ کو سخت رنج ہوا اور آپؐ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور نقض عہد پر تنبیہ کے ساتھ انکے ساتھ تین شرائط پیش کیں اور مطالبہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک شرط مان لو۔ وہ شرائط درج ذیل تھیں۔

۱۔ بنوخزاعہ کے جملہ مقتولین کا خون بہا ادا کرو۔

۲۔ قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ یا پھر اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمر نے قریش کی زبان سے کہا ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔ (سیرت النبیؐ علامہ شبلی نعمانی۔ ج۔۱۔۳۱۰،۳۱۱)

لیکن قاصد کے جانے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی مگر اب کیا ہوسکتا تھا تاہم قریش نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

تجدید عہد کے لیے ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

قریش عہد شکنی کر کے شاید اتنے پریشان نہیں ہوئے تھے جتنے پریشان قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے ہوئے جنہوں نے آپؐ کی طرف سے تین شرائط پیش کی تھیں اور قرطہ بن عمر نے تیسری شرط قبول کرنے کا انتخاب بھی کر لیا۔ قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنی بدعہدی کا احساس ہوگیا اور انہوں نے اس کے انجام بد کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے دارالندوہ میں ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور طے کیا کہ تجدید عہد کی درخواست کے ساتھ ابوسفیان کو مدینے روانہ کیا جائے۔

ادھر مدینہ میں آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ قریش اپنی اس عہد شکنی کے بعد اب کیا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ابوسفیان اس عہد کو پھر سے پختہ کرنے اور مدت صلح کو بڑھانے کے لیے آ گیا ہے۔''

ابوسفیان مکہ سے چلا اور عسفان کے مقام پر پہنچا تو بدیل بن ورقاء سے ملاقات ہوئی تو ابوسفیان کو پختہ یقین ہوگیا کہ بدیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ سے مکہ واپس جا رہا ہے۔ ابوسفیان مدینہ پہنچا اور سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر گیا، جب آنحضرت ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو بیٹی نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا

بیٹی کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟'' بیٹی نے کہا ''یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک آدمی ہیں۔'' ابوسفیان کہنے لگا ''خدا کی قسم میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔''

پھر ابوسفیان نکل کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے صلح حدیبیہ کے حوالے سے دوبارہ تجدید کی بات کی۔ آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ وہ تجدید عہد کے حوالے سے حضورؐ سے گفتگو کریں۔ انہوں نے صاف جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے بعد وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچا اور ان سے بات چیت کی۔ انہوں نے برملا کہا۔ بھلا میں تم لوگوں کے لیے آنحضرت ﷺ سے درخواست کروں گا۔ خدا کی قسم اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اسی کے ذریعے تم سے جہاد کروں گا۔ اسکے بعد وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچا وہاں حضرت فاطمہؓ بھی موجود تھیں اور حضرت حسن بھی تھے جو ابھی چھوٹے سے بچے تھے سامنے گھٹنوں پر چل رہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے علی میرے ساتھ تمہارا سب سے گہرا نسبی تعلق ہے۔ میں ایک ضرورت سے آیا ہوں ایسا نہ ہو کہ جس طرح میں نامراد آیا اسی طرح نامراد واپس چلا جاؤں۔ تم میرے لیے محمدؐ سے سفارش کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا: ابوسفیان! تجھ پر افسوس رسول اکرم ﷺ نے ایک بات کا عزم کر لیا ہے۔ ہم اس بارے میں آپؐ سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد وہ حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا کیا آپ ایسا کر سکتی ہیں کہ اپنے اس بیٹے کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ دینے کا اعلان کر کے ہمیشہ کے لیے عرب کا سردار ہو جائے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: واللہ میرا یہ بیٹا اس درجے کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کے درمیان پناہ دینے کا اعلان کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے کوئی پناہ دے بھی نہیں سکتا۔

ان تمام تر کوششوں اور ناکامیوں کے بعد ابوسفیان کی آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی۔ اس نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سخت گھبراہٹ، کشمکش اور مایوسی و ناامیدی کی حالت میں کہا۔ ''ابوالحسن میں دیکھتا ہوں کہ حالات اتنے سنگین ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم! میں تمہارے لیے کوئی کارآمد چیز نہیں جانتا۔ البتہ تم بنو کنانہ کے سردار ہو لہٰذا کھڑے ہو کر لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دو، اس کے بعد اپنی سرزمین میں واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا: کیا تمہارے خیال میں یہ میرے لیے کچھ کارآمد ہو گا؟ حضرت علیؓ نے کہا نہیں خدا کی قسم میں اسے کارآمد نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی صورت بھی سمجھ نہیں آتی۔ اس کے بعد ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ لوگو! میں آپ سب کے درمیان امان کا اعلان کر رہا ہوں۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا۔

ابوسفیان واپس مکہ پہنچ گیا۔ لوگ پوچھنے لگے کہ پیچھے کا کیا حال ہے۔؟ ابوسفیان نے کہا ''میں محمدؐ کے پاس گیا۔ بات کی تو واللہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوقحافہ کے بیٹے کے پاس گیا تو اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں پائی۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب کے پاس گیا تو اسے سب سے بڑھ کر کٹر دشمن پایا۔ پھر علی کے پاس گیا اسے سب سے زیادہ نرم پایا۔ اس نے مجھے ایک رائے دی اور میں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر عمل بھی کیا لیکن پتا نہیں وہ کارآمد بھی ہے یا نہیں؟ لوگوں نے پوچھا "وہ کیا رائے تھی؟ ابوسفیان نے کہا "وہ رائے یہ تھی کہ میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دوں، اور میں نے ایسا ہی کیا۔" قریش نے کہا "کیا تو محمدؐ نے اسے نافذ قرار دیا۔ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ تیری تباہی اس شخص (علیؓ) نے تیرے ساتھ مذاق کیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے علاوہ کوئی صورت نہ بن سکی۔

فیصلہ کن اقدام کی ابتدائی تیاریاں

اشارہ ایزدی سے آنحضرت ﷺ نے عہد شکنی کی خبر آنے سے تین روز قبل ام المومنین حضرت عائشہؓ کو حکم دے دیا تھا کہ آپ کا ساز و سامان تیار کر دیں لیکن کسی کو پتہ نہ چلے۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو پوچھا بیٹی! یہ تیاری کیسی ہے؟ انہوں نے کہا، واللہ مجھے نہیں معلوم۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ بنو اصفر یعنی رومیوں سے جنگ کا وقت تو نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کا ارادہ کدھر کا ہے۔؟ حضرت عائشہؓ نے کہا واللہ مجھے علم نہیں۔ تیسرے دن علی الصبح عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کو لے کر مدینہ پہنچا۔ پھر صورتحال واضح ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے تیاری کا حکم دیا اور بتایا کہ مکہ چلنا ہے اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی کہ اللہ جاسوسوں اور خبروں کو قریش کے پاس پہنچنے سے روک دے۔ اور پکڑ لے تاکہ ہم انکے علاقے میں ان کے سر پر ایک دم جا پہنچیں۔

اس اقدام کو خفیہ اور رازدارانہ رکھنے کی غرض سے رمضان ۸ھ میں حضرت ابوقتادہؓ ربعی کی قیادت میں آٹھ آدمیوں کا ایک سریہ بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر مقام ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان واقع ہے۔ اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ سمجھنے والا سمجھے کہ آپؐ اس علاقے کا رخ کریں گے اور یہی خبریں ادھر ادھر پھیلیں لیکن یہ سریہ جب اپنے مقررہ مقام تک پہنچ گیا تو اسے خبر ملی کہ آنحضرتؐ مکہ کے لیے روانہ ہیں۔ چنانچہ یہ سریہ بھی آپؐ سے جا ملا۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۲۶ تا ۲۲۸۔ زاد المعاد ج ۲۔ ص ۱۵۰)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط اور آپؐ کی بروقت کاروائی

آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مکہ مکرمہ کی طرف چلنے کا حکم دے دیا لوگ سرعت کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ کتنی تعداد میں رجسٹریشن ہوگئی جتنی تعداد میں قریش مکہ اور قبائل غطفان خندق کے دن مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ یعنی دس ہزار۔ حضرت عباس سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

"نبی کریم ﷺ (مکہ کے لیے) مدینہ سے روانہ ہوئے (وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ) تو آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اس وقت آپ کو مدینہ میں تشریف لا کر ساڑھے آٹھ سال پورے ہونے والے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپؐ بھی روزے سے تھے اور تمام مسلمان بھی۔ لیکن جب آپؐ مقام کدید پر پہنچے۔ یہ قدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ ہے۔ آپؐ نے روزہ توڑ دیا اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ توڑ دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۲۷۶)

بلاشبہ یہ لشکر اور اس کی سب تیاریاں صیغۂ راز میں تھیں اور رہیں تاہم ایک مخلص صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے ایسی کمزوری کا صدور ہو گیا جس کی تفصیلات ذیل کی حدیث میں آپ پڑھیں گے۔ بعد میں ان کے بیان کی سچائی آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گئی لہٰذا آپ نے ان کی غلطی سے درگزر فرمایا پوری حدیث درج ذیل ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو رسول کریم ﷺ نے روانہ کیا اور ہدایت کی کہ (مکہ کے راستے پر) چلے جانا جب تم مقام روضہ خاخ پر پہنچو تو وہاں تمہیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی۔ وہ ایک خط لیے ہوئے ہے تم اس سے وہ لے لینا۔ انہوں نے کہا ہم روانہ ہوئے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی سے لیے جا رہے تھے۔ جب ہم روضہ خاخ پر پہنچے تو واقعی وہاں ہمیں ایک عورت ہودج میں سوار ملی (جس کا نام سارا یا کنود ہے) ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے لیکن جب ہم نے اس سے یہ کہا کہ اگر تو نے خود خط نکال کر ہمیں نہیں دیا تو ہم تیرا کپڑا اتار کر (تلاشی لیں گے) تب اس نے اپنی چوٹی میں سے وہ خط نکالا۔ ہم وہ خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس ہوئے اس میں یہ لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے چند مشرکین مکہ کے نام (صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل) پھر انہوں نے اس میں مشرکین کو حضور اکرم ﷺ کے بعض بھیدوں کی خبر بھی دی تھی۔ (آپ فوج لے کر آنا چاہتے ہیں۔) حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے حاطب! تو نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں اس کی وجہ عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں دوسرے مہاجرین کی طرح قریش کے خاندان سے نہیں ہوں۔ صرف ان کا حلیف بن کر ان سے جڑ گیا ہوں اور دوسرے مہاجرین کے وہاں عزیز و اقرباء ہیں جو ان کے گھر بار مال اسباب کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ جب میں خاندان کی رو سے ان کا شریک نہیں ہوں تو کچھ احسان ہی ان پر ایسا کروں جس کے خیال سے وہ میرے کنبہ والوں کو نہ ستائیں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے پھر کر نہیں کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد میرے دل میں کفر کی حمایت کا جذبہ ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ واقعی انہوں نے تمہارے سامنے سچی بات کہہ دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن اڑا دوں لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ غزوہ بدر میں شریک رہے ہیں اور تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ جو غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں سے واقف ہے۔ سورۃ ممتحنہ میں اس نے انکے متعلق خود فرما دیا ہے۔ جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ ۙ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَٰدًا فِى سَبِيلِى وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِى ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ①﴾ (الممتحنہ ۶۰-۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں۔ اور انکی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے گا۔ وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔" (بخاری کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۴۲۷۴)

ابوسفیان کا اسلام اور فتح مکہ عظمت کعبہ کا دن

حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو قریش کو اس کی خبر مل گئی تھی۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، اور بدیل بن ورقاء نبی کریم ﷺ کے بارے میں معلومات کے لیے مکہ سے نکلے۔ یہ لوگ چلتے چلتے مقام مرّ الظہر ان پر جب پہنچے تو انہیں جگہ جگہ آگ جلتی ہوئی دکھائی دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مقام عرفات کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے؟ یہ تو عرفات کی آگ کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ اس پر بُدیل بن ورقاء نے کہا کہ یہ بنی عمرو (یعنی قباء کے قبیلے) کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا کہ بنی عمرو کی تعداد اس سے بہت کم ہے۔ اتنے میں حضور ﷺ کے محافظ دستے نے انہیں دیکھ لیا اور انکو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے، پھر ابوسفیان ؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے (مکہ کی طرف) بڑھے تو حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان ؓ کو ایسی جگہ پر روکے رکھو جہاں گھوڑوں کا جاتے وقت ہجوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی فوجی طاقت کو دیکھ لیں۔ چنانچہ حضرت عباس ؓ انہیں ایسے مقام پر روک کر کھڑے ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قبائل کے دستے ایک ایک کر کے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ایک دستہ گزرا تو انہوں نے پوچھا، عباس! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ قبیلہ غفار ہے۔ ابوسفیان ؓ نے کہا کہ مجھے غفار سے کیا سروکار۔ پھر قبیلہ جہینہ گزرا تو ان کے متعلق بھی یہی کہا۔ قبیلہ سلیم گزرا تو ان کے متعلق بھی انہوں نے یہی کہا۔ آخر ایک دستہ سامنے آیا اس جیسا فوجی دستہ نہیں دیکھا گیا۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔؟ عباس ؓ نے کہا کہ یہ انصار کا دستہ ہے۔ سعد بن عبادہ ؓ اس کے امیر ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں (انصار کا علم ہے) سعد بن عبادہ ؓ نے کہا ابوسفیان! "الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ" آج کا دن قتل عام کا دن ہے۔ آج کعبہ میں بھی لڑنا درست قرار دیا گیا ہے۔ ابوسفیان اس پر بولے اے عباس! قریش کی ہلاکت و بربادی کا دن آ لگا ہے۔ پھر ایک اور دستہ آیا یہ سب سے چھوٹا تھا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ ؓ تھے۔ آنحضرت ﷺ کا علم زبیر بن العوام اٹھائے ہوئے تھے۔ جب حضور ﷺ ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ آپکو معلوم نہیں، سعد بن عبادہ ؓ کیا کہہ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو ابوسفیان نے بتایا کہ یہ اور یہ کہہ کر گئے ہیں کہ آپ قریش کا کام تمام کر دیں گے۔ (سب کو قتل کر دیں گے) حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعد ؓ نے غلط کہا ہے بلکہ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ کعبہ کی عظمت اور زیادہ کر دے گا۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ عروہ نے بیان کیا۔ پھر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کا علم مقام حجون میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گاڑ دیا جائے۔ عروہ نے بیان کیا اور مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، کہا کہ میں نے عباسؓ سے سنا، انہوں نے زبیر بن عوامؓ سے کہا (فتح مکہ کے بعد) کہ حضورؐ نے ان کو یہیں علم گاڑنے کے لیے حکم فرمایا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس دن حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوں اور خود حضور اکرم ﷺ کداء کے نشیبی علاقہ) کی طرف سے داخل ہوئے۔ اس دن خالد بن ولیدؓ کے دستہ کے دو صحابی جیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہریؓ شہید ہوئے تھے۔

(بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۲۸۰)

اس حدیث میں مرالظہر ان ایک مقام کا نام ہے۔ مکہ سے ایک منزل پر۔ اب اس کو وادی فاطمہ کہتے ہیں۔ عرفات میں حاجیوں کی عادت تھی کہ ہر ایک آگ سلگاتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو الگ الگ آگ جلانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ ہزاروں جگہ آگ روشن کی گئی۔ ابوسفیان کو جہاں روک کر کھڑا کیا گیا تھا جب آنحضرت ﷺ وہاں سے گزرے تو ابوسفیان نے آپ کو قسم دے کر پوچھا کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ابوسفیان نے سعد بن عبادہؓ کا کہنا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں آج تو رحمت اور کرم کا دن ہے۔ آج اللہ قریش کو عزت دے گا۔ اور سعدؓ سے جھنڈا لے کر ان کی بجائے قیس کو دیا۔ فتح مکہ کے دن علم نبوی مقام حجون میں گاڑا گیا تھا۔ کدآ بالمد اور کدا با القصر دونوں مقامات کے نام ہیں۔ پہلا مقام مکہ کے بالائی جانب میں ہے اور دوسرا نشیبی جانب میں۔ جب خالد بن ولیدؓ فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے کچھ آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ کافر ۱۲۔ ۱۳ مارے گئے اور مسلمان دو شہید ہوئے۔

اس حدیث میں حضرت ابوسفیان سے مراد ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہیں جو رسول کریمؐ کے چچیرے بھائی تھے۔ یہ شاعر بھی تھے اور ایک دفعہ آنحضرتؐ کی ہجو میں انہوں نے ایک قصیدہ کہا تھا جس کا جواب حسانؓ نے بڑے شاندار شعروں میں دیا تھا۔ فتح مکہ کے دن اسلام لانے کا ارادہ کر رہے تھے مگر پچھلے حالات یاد کر کے شرم کے مارے سر نہیں اٹھا رہے تھے۔ آخر حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ آنحضرتؐ کے منہ مبارک کی طرف منہ کر کے وہ الفاظ کہہ دیجئے جو حضرت یوسفؑ کے سامنے انکے خطاکار بھائیوں نے کہے تھے۔

﴿قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ﴾ (یوسف۔ ۱۲۔ ۹۱)

''یعنی اللہ کی قسم! آپ کو اللہ نے ہمارے اوپر بڑی فضیلت بخشی ہے اور ہم بلاشک خطاکار ہیں۔''

آپ یہ الفاظ کہیں گے تو رسول کریم ﷺ کے الفاظ بھی جواب میں وہی ہوں گے جو حضرت یوسف کے تھے

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ (یوسف: ۹۲:۱۲)

'' اے بھائیو! آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تم کو بخشے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

آپ ﷺ فتح مکہ کے دن سورہ الفتح تلاوت فرما رہے تھے

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ معاویہ بن قرہؓ نے کہا کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے گھیر لیں گے تو میں بھی اسی طرح تلاوت کر کے دکھاتا جیسے عبداللہ بن مغفلؓ نے پڑھ کر سنایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ اگر اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی تو خیف بنی کنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر کے لیے قسم کھائی تھی۔

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو معمولی زمین سے اونچی اور پہاڑ سے کچھ نیچی ہو۔ مسجد خیف اسی جگہ واقع ہے۔ کسی وقت کفار مکہ نے اسلام دشمنی پر یہیں قسم کھائی تھی۔ اللہ نے ان کا غرور خاک میں ملایا اور اسلام کو عظمت عطا فرمائی۔ قریش نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو آپ کے پورے خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مکہ سے نکال کر ہی دم لیں گے۔ آخر وہ دن آیا کہ وہ خود ہی نیست و نابود ہو گئے اور اسلام کا جھنڈا مکہ پر لہرایا۔ سچ ہے کہ:۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۱)

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا ان شاء اللہ کل ہمارا قیام خیف بنی کنانہ میں ہوگا جہاں قریش نے کفر کے لیے قسم کھائی تھی۔

یہاں آپ اس لیے اترے کہ اللہ کا احسان ظاہر ہو ایک دن تو وہ تھا کہ بنو ہاشم کے کافروں سے ایسے مغلوب اور مرعوب تھے یا ایک دن اللہ نے وہ دکھایا کہ سارے قریش کے کافر مغلوب ہو گئے اور اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہم ترین تاریخی مقامات کو یاد رکھنا بھی اسلام کا تقاضا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر خود تھی۔ آپ نے اسے اتارا ہی تھا کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردہ سے چمٹا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے (وہیں) قتل کر دو۔ امام بخاری نے کہا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں آگے اللہ جانے، نبی کریم ﷺ اس وقت احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

چونکہ ابن خطل اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا تھا اور ایک آدمی کا قاتل بھی تھا اور رسول ﷺ کی ہجو کے گیت بھی گایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر وہ کعبہ کے پردوں سے باہر نکالا گیا اور زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔ آنحضرت ﷺ نے آئندہ کے لیے اس طرح کرنے سے منع فرما دیا کہ اب قریش کا آدمی اس طرح بے بس کر کے نہ مارا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن جب نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ حضور اکرم ﷺ ایک چھڑی سے جو دست مبارک میں تھی مارتے جاتے تھے اور اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے تھے کہ (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو آپؐ بیت اللہ میں اس وقت تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل نہیں ہوئے جب تک اس میں بت موجود رہے۔ بلکہ آپ نے حکم دیا اور بتوں کو باہر نکال دیا گیا۔ انہیں میں سے ایک تصویر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تھی اور ان کے ہاتھوں میں (پانسہ) کے تیر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ ان مشرکین کا ناس کرے، انہیں خوب معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا۔ پھر آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اندر چاروں طرف تکبیر کہی پھر باہر تشریف لائے، آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی۔

کلید کعبہ (اقتدار کلی) آپؐ کے ہاتھ میں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی علاقہ کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔ اسامہ بن زید آپؐ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ بلالؓ اور کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ آخر اپنے اونٹ کو آپ نے مسجد (کے قریب باہر) بٹھایا اور بیت اللہ کی کنجی لانے کا حکم دیا۔ پھر آپ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ آپ اندر کافی دیر تک ٹھہرے، جب باہر تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آگے بڑھے۔ عبداللہ بن عمر سب سے پہلے اندر جانے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ کے دروازے کے پیچھے حضرت بلالؓ کو کھڑے ہوئے دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے وہ جگہ بتلائی جہاں آپؐ نے نماز پڑھی تھی۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آنحضرتؐ نے نماز میں کتنی رکعتیں پڑھیں تھیں۔ (یہ تمام روایات صحیح بخاری کی کتاب المغازی سے لی گئی ہیں)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تھی لیکن حضرت بلالؓ کی روایت میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور یہی صحیح ہے ممکن ہے کہ ابن عباسؓ باہر ہوں اور ان کو آپ کے نماز پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو۔ آپ نے فراغت کے بعد کعبے کی کنجی پھر عثمانؓ کے حوالہ کردی۔ اور فرمایا کہ یہ ہمیشہ تیرے خاندان میں رہے گی۔ یہ میں نے تجھے نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور جو کوئی ظالم ہوگا وہ یہ کنجی تجھ سے چھینے گا۔ آج تک یہ کنجی اسی خاندان شیبی کے اندر محفوظ ہے۔ اور کعبہ شریف جب بھی کھولا جاتا ہے۔ وہی لوگ آکر کھولتے ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ۔

فتح کی خوشی میں آنحضرت ﷺ کا نماز شکرانہ ادا کرنا

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چاشت کی نماز پڑھی، انہوں نے کہا کہ جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرتؐ نے ان کے گھر غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضورؐ کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر بھی اس میں رکوع و سجود پوری طرح اطمینان سے کرتے تھے۔ ہلکی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز میں آپ نے قرأت بہت مختصر کی تھی۔ جبکہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ کا قیام ام ہانیؓ کے گھر تھا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"۔ یعنی تو پاک ہے اے اللہ! ہمارے مالک ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ یا اللہ مجھ کو بخش دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم چھوٹی عمر کے انسان کو بڑا بنا دیتا ہے

حضرت ابن عباس ؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے تھے۔ جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہؓ بیٹھے ہوتے تھے۔اس پر بعض لوگ کہنے لگے اس جوان کو آپ ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں۔؟ اس کی عمر جیسے تو ہمارے بچے بھی ہیں۔اس پر حضرت عمرؓ نے کہا وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا علم و فضل تم جانتے ہو۔انہوں نے بیان کیا کہ پھر ان بزرگ صحابیوں کو ایک دن عمرؓ نے بلایا اور مجھے بھی بلایا۔انہوں نے بیان کیا کہ میں سمجھتا تھا مجھے اس دن آپ نے اس لیے بلایا تھا تاکہ آپ میرا علم بتا سکیں۔پھر آپ نے دریافت کیا

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝﴾

(النصر:۱۱۰:۱ تا ۳)

ختم سورت تک کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کسی نے کہا کہ ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی۔بعض نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے اور بعض نے کوئی جواب نہ دیا۔پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا ابن عباس ؓ! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔پوچھا، پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس میں رسول ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہوگئی۔یعنی مکہ فتح ہوگیا تو یہ آپؐ کی وفات کی نشانی ہے۔اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔عمرؓ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا وہی میں بھی سمجھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے دین کی ایک بات پوچھ کر ابن عباس ؓ کی فضیلت بوڑھوں پر ظاہر کردی۔جیسے اللہ تعالیٰ نے آدم کو علم دے کر بڑی بڑی عمر والے فرشتوں پر ان کی فضیلت ثابت کردی اور ان فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔حدیث میں وفات نبوی پر اشارہ ہے۔یعنی سورہ النصر میں اشارہ تھا کہ ہر کمال راز والے۔ ہر زوالے را کمالے چنانچہ فتح مکہ کے بعد اہل علم نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ آپؐ اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف جانے والے ہیں۔

مکہ مکرمہ تا قیامت حرمت والا شہر ہے

حضرت ابو شریح عدویؓ نے (مدینہ کے امیر) عمرو بن سعید سے کہا جبکہ عمرو بن سعید (عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف) مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے کہ اے امیر! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے ایک حدیث بیان کروں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی۔اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا، میرے قلب نے اس کو یاد رکھا اور جب حضور اکرم ﷺ ارشاد فرما رہے تھے تو میں اپنی آنکھوں سے آپؐ کو دیکھ رہا تھا۔حضور اکرمؐ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا بلاشبہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا شہر قرار دیا ہے کسی انسان نے اسے اپنی طرف سے حرمت والا قرار نہیں دیا۔اس لیے کسی شخص کے لیے بھی جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، جائز نہیں کہ اس میں کسی کا خون بہائے اور نہ اس سرزمین کا کوئی درخت کاٹے اور اگر کوئی شخص رسول اکرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے (فتح مکہ کے موقع پر) جنگ سے اپنے لیے رخصت نکالے تو تم اس سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کو (تھوڑی دیر کے لیے) اسکی اجازت دی تھی۔ تمہارے لیے بالکل اجازت نہیں ہے۔ اور مجھے بھی اجازت دن کے تھوڑے سے حصے میں ملی تھی اور آج بھی اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل یہ شہر حرمت والا تھا۔ پس جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ (ان کو میرا کلام) پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے آپ کو پھر جواب کیا دیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے کہا میں یہ مسائل تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم کسی گنہگار کو پناہ نہیں دیتا نہ کسی کا خون کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے، مفسد کو بھی پناہ نہیں دیتا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں فرمایا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی خرید و فروخت مطلق حرام قرار دے دی ہے۔

فتح مکہ کے دن کون کیوں قتل کیا گیا

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امنِ عام کا اعلان کر دیا مگر نو آدمی ایسے تھے جن کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے پائے جائیں۔ وہ نو لوگ یہ تھے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عکرمہ بن ابی جہل، عبدالعزیٰ بن خطل، حارث بن نفیل مقیس بن صابہ، ہبار بن اسود، اور ابن خطل کی دو لونڈیاں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے گیت گایا کرتی تھیں اور سارہ نامی ایک (بعض کے نزدیک) بنی عبدالمطلب کی لونڈی۔ قیام امن کے لیے ان فسادیوں کا خاتمہ ضروری تھا۔ جب ان لوگوں کو یہ خبر ملی تو عکرمہ بن ابی جہل سنتے ہی فرار ہو گیا مگر اس کی بیوی نے اس کے لیے امان طلب کی اور آپؐ نے امان دے دی وہ مسلمان ہو گیا بعد میں ان کا اسلام بہت بہتر ثابت ہوا۔ جنگ یرموک میں ۱۳ھ میں بعمر ۶۲ سال شہید ہوئے۔ باقی آٹھ میں سے صرف ابن خطل، حارث، مقیس اور حارث کی دو لونڈیاں قتل کی گئیں۔ باقی اسلام قبول کر کے بچ گئے۔ ان ہی ایام میں فتح مکہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عزیٰ بت کا خاتمہ کیا تھا جس میں ایک عورت (چڑیل قسم کی نکلی) اور اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ عزیٰ قریش اور بنو کنانہ کا سب سے بڑا بت تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سواع نامی بت کو ختم کیا۔ اور سعید بن زید اشہلی کے ہاتھوں منات بت کو منہدم کر دیا گیا۔ اس میں بھی ایک چڑیل نکلی تھی جو قتل کر دی گئی۔

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے

حضرت ایوب نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ابوقلابہ نے کہا کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ کیوں نہیں پوچھتے؟ ابوقلابہ نے کہا کہ پھر میں ان کی خدمت میں گیا اور ان سے سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ جہالت میں ہمارا قیام ایک چشمہ پر تھا جہاں عام راستہ تھا۔ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اس شخص کا کیا معاملہ ہے۔ (یہ اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) لوگ بتاتے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا اور اللہ ان پر وحی نازل کرتا ہے۔ یا اللہ نے ان پر وحی نازل کی ہے۔ (وہ قرآن کی کوئی آیت سناتے) میں فوراً یاد کر لیتا۔ اس کی باتیں میرے دل کو لگتی تھیں۔ ادھر سارے عرب والے فتح مکہ پر اپنے اسلام کو موقوف کیے ہوئے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس نبی کو اور اس کی قوم (قریش) کو نبٹنے دو۔ اگر وہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر غالب آ گئے تو پھر وہ واقعی سچے نبی ہیں۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام لانے میں پہل کی اور میرے والد نے بھی۔ میری قوم نے اسلام میں جلدی کی۔ پھر جب وہ (مدینہ) سے واپس آئے تو کہا میں خدا کی قسم ایک سچے نبی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ فلاں نماز اس طرح فلاں وقت پڑھا کرو۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان دے اور امامت وہ کرائے جسے قرآن سب سے زیادہ یاد ہو۔ لوگوں نے اندازہ کیا کہ کسے قرآن سب سے زیادہ یاد ہے تو کوئی شخص (ان کے قبیلے میں) مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا نہیں ملا۔ کیونکہ میں نے آنے جانے والے سواروں سے سن کر قرآن پاک یاد کر لیا کرتا تھا۔ اس لیے مجھے لوگوں نے امام بنایا۔ حالانکہ اس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی اور میرے پاس ایک ہی چادر تھی جب میں (اسے لپیٹ کر سجدہ کرتا تو اوپر ہو جاتی۔ اور پیچھے کی جگہ) کھل جاتی۔ اس قبیلے کی ایک عورت نے کہا تم اپنے قاری کے چوتڑ تو پہلے چھپا دو۔ آخر انہوں نے کپڑا خریدا اور میرے لیے قمیض بنائی۔ میں جتنا خوش اس قمیض سے ہوا اتنا کسی اور سے نہیں ہوا تھا۔
(بخاری کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۴۳۰۲)

حدود اللہ میں سفارش کی کوئی گنجائش نہیں ہے

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں چوری کر لی تھی۔ اس عورت کی قوم گھبرائی ہوئی اسامہ بن زید کے پاس آئی تاکہ وہ حضور سے سفارش کر دیں (کہ اس کا ہاتھ چوری کے جرم میں نہ کاٹا جائے) عروہ نے بیان کیا کہ جب اسامہ ؓ نے اس کے بارے میں آنحضور ﷺ سے بات کی تو آپ ؐ کے چہرے مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ ؐ نے فرمایا تم مجھ سے اللہ کی قائم کی ہوئی حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو۔ اسامہ نے عرض کیا۔ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ پھر دوپہر کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو خطاب کیا اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق تعریف کرنے کے بعد فرمایا تم میں سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک کیے گئے کہ اگر ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کر لے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس عورت کے لیے حکم دیا اور ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس عورت نے صدق دل سے توبہ کر لی اور شادی بھی کر لی۔ حضرت عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد وہ میرے یہاں آتی تھیں۔ ان کو اور کوئی ضرورت ہوتی تو رسول ﷺ کے سامنے پیش کر دیتی۔ (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر: ۴۳۰۴)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے خود آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا تو آج تو ایسی ہے جیسے اس دن تھی جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔ حدود اسلامی کا پس منظر ہی یہ ہے کہ اس کے قائم ہونے کے بعد مجرم گناہ سے بالکل پاک صاف ہو کر مقبول الٰہی ہو جاتا ہے اور حدود قائم ہونے کے بعد بہت سے جرائم کا سد باب ہو جاتا ہے۔ جہاں شرعی حدود قائم ہوتی ہیں۔ وہاں جرائم بہت کم پائے جاتے ہیں۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ جس عورت کا مقدمہ مذکور ہے اس کا نام فاطمہ مخزومیہ تھا، بعد میں بنو سلیم کے ایک شخص سے اس نے شادی بھی کر لی تھی۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبائل کا اتحاد اور غزوہ حنین

مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد جہاں قبائل عرب اسلام قبول کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے، وہاں بعض اڑیل، طاقتور اور متکبر قبائلِ عرب ششدر تھے کیونکہ یہ فتح اچانک اور سریع الحرکت کارروائی کے بعد حاصل ہوئی تھی اور مکہ کے ہمسایہ قبائل میں اتنی سکت نہ تھی کہ اس ناگہانی امر واقعہ کا مقابلہ کرسکیں۔ البتہ اڑیل، طاقتور اور متکبر قبائل جن میں ہوازن، اور ثقیف سرفہرست تھے ان کے ساتھ مضر، جشم، اور سعد بن بکر کے قبائل اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔ ان سب قبیلوں کا تعلق قیس عیلان سے تھا۔ انہیں یہ فتح اپنی خودی اور عزت نفس کے خلاف محسوس ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کے سامنے سپر انداز ہو جائیں۔ اس لئے ان قبائل نے مالک بن عوف نصری کے پاس جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ مسلمانوں پر یلغار کی جائے۔ اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ روانہ ہوئے۔ مالک بن عوف ان کا جنرل کمانڈر تھا۔ اس نے لوگوں سے ان کے مال مویشی اور بال بچوں کو بھی ساتھ لانے کا حکم دیا تاکہ لوگ خواتین کی بے حرمتی اور مال و متاع کے لٹ جانے کے ڈر سے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ یہ لوگ وادی اوطاس میں پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔ یہ حنین کے قریب بنو ہوازن کے علاقے میں ایک وادی ہے لیکن یہ وادی حنین سے علیحدہ ہے۔ حنین ایک دوسری وادی ہے جو ذوالمجاز کے بازو میں واقع ہے۔ وہاں سے عرفات ہوتے ہوئے مکے کا فاصلہ دس میل سے زیادہ ہے۔

(فتح الباری۔ شرح صحیح بخاری ج۔۸۔ص۔۲۷ تا ۴۲)

لشکر اسلام حنین کی طرف

مقام اوطاس پر پڑاؤ ڈالنے کے حوالے سے درید بن صمہ اور جنرل کمانڈر مالک بن عوف کے درمیان شدید اختلاف بھی ابھر کر سامنے آیا۔ تاہم جنرل کمانڈر نے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے، جب وہ واپس آئے تو ان کا جوڑ جوڑ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ جنرل کمانڈر نے کہا: تمہاری تباہی ہو تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے کچھ چتکبرے گھوڑوں پر سفید انسان دیکھے اور اتنے میں واللہ ہماری وہ حالت ہو گئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔

آنحضرت ﷺ کو دشمن کی سرگرمیوں کی برابر اطلاعات مل رہی تھیں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابو حدرد اسلمیؓ کو یہ حکم دے کر روانہ فرمایا کہ لوگوں کے درمیان گھس کر قیام کریں اور ان کے حالات کا ٹھیک ٹھیک پتا لگائیں اور آپؐ کو صورتحال سے مطلع کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔ نیز ہفتے کے دن ۶ شوال ۸ ھجری کو آپؐ نے مکہ سے کوچ فرمایا۔ بارہ ہزار فوج آپ کے ہمرکاب تھی۔ دس ہزار انصار و مہاجرین پر مشتمل فوج مدینہ منورہ سے آپؐ کے ساتھ آئی تھی اور دو ہزار باشندگان مکہ سے جن میں اکثریت نو مسلموں کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے صفوان بن امیہ سے سو (۱۰۰) زرہیں مع آلات و اوزار ادھار لیں اور حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ دوپہر زوال کے بعد ایک سوار نے آ کر خبر دی کہ میں نے فلاں اور فلاں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا تو دیکھتا ہوں بنو ہوازن سب کے سب ہی آ گئے ہیں۔ ان کی عورتیں، چوپائے اور بکریاں سب ساتھ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ سب ان شاء اللہ کل مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا۔ رات ہوئی تو حضرت انسؓ بن ابی مرثد غنویؓ نے رضاکارانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر سنتری کے فرائض انجام دیئے۔ (سنن ابوداؤد مع عون المعبود ج۔۲۔ص۔۲۱۷، باب فضل الحرس فی سبیل اللہ)

لشکر اسلام پر تیر اندازوں کا اچانک حملہ

آنحضرت ﷺ منگل اور بدھ کی درمیانی شب ۱۰ شوال کو حنین پہنچے لیکن مالک بن عوف یہاں پہلے ہی پہنچ کر اپنا لشکر رات کی تاریکی میں اس وادی کے اندر اتار کر ایسے راستوں، گزرگاہوں، گھاٹیوں، پوشیدہ جگہوں اور دروں میں پھیلا اور چھپا چکا تھا اور اسے حکم دے چکا تھا کہ مسلمان جونہی نمودار ہوں انہیں تیروں سے چھلنی کر دینا، پھر ان پر یکدم اکٹھے ٹوٹ پڑنا۔

ادھر سحر کے وقت آنحضرت ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم فرمائی اور پرچم باندھ باندھ کر لوگوں میں تقسیم کئے پھر صبح کے جھٹپٹے میں مسلمانوں نے آگے بڑھ کر وادی حنین میں قدم رکھا۔ وہ دشمن کے وجود سے قطعی بے خبر تھے۔ انہیں مطلق علم نہ تھا کہ اس وادی کے تنگ دروں کے اندر ثقیف و ہوازن کے جیالے ان کی گھات میں بیٹھے ہیں، اس لیے وہ بے خبری کے عالم میں پورے اطمینان سے اتر رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ان پر دشمن کے پرے کے پرے یک دم اکٹھے ٹوٹ پڑے۔ اس اچانک حملے سے مسلمان سنبھل نہ سکے اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی کسی کی طرف دیکھ نہ رہا تھا، بالکل شکست فاش تھی، یہاں تک کہ ابوسفیان بن حرب نے...... جو ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا...... کہا، اب ان کی بھگدڑ سمندر سے پہلے نہ رکے گی اور جبلہ یا کلدہ بن جنید نے چیخ کر کہا، دیکھو آج جادو باطل ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام۔ج۔۳۔ص۔۱۶۱)

براء بن عازبؓ کا بیان جو صحیح بخاری میں مروی ہے اس سے مختلف ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہوازن کے تیر انداز تھے۔ ہم نے حملہ کیا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسکے بعد ہم غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو تیروں سے ہمارا استقبال کیا گیا۔
(صحیح بخاری۔کتاب المغازی۔حدیث نمبر ۴۳۱۷)

اور حضرت انسؓ کا بیان جو صحیح مسلم میں مروی ہے وہ بظاہر اس سے بھی قدرے مختلف ہے مگر بڑی حد تک اس کا مؤید ہے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم نے مکہ فتح کیا۔ پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے عورتیں، پھر بھیڑ بکریاں پھر دوسرے چوپائے۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید تھے۔ مگر ہمارے سوار (دشمن کی تیراندازی کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گیر ہونے لگے اور ذرا دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔
(صحیح بخاری کتاب المغازی۔باب ویوم حنین اذ اعجبتکم و فتح الباری ج۔۸۔ص۔۲۹)

بہر حال جب بھگدڑ مچی تو آنحضرت ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا ''لوگو! میری طرف آؤ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔'' اس وقت اس جگہ آپؐ کے ساتھ چند مہاجرین اور اہل خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔ ابن اسحاق کے بقول ان کی تعداد نو یا دس تھی۔ نووی کا بیان ہے کہ آپ کے ساتھ بارہ آدمی ثابت قدم رہے۔ امام احمد اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں حنین کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مگر آپ کے ساتھ اسی مہاجرین وانصار ثابت قدم رہے۔ ہم نے اپنے قدموں پر (پیدل) تھے اور ہم نے پیٹھ نہیں پھیری۔ ترمذی نے بہ سند حسن حضرت ابن عمرؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے لوگوں کو حنین کے روز دیکھا کہ انہوں نے پیٹھ پھیر لی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سو آدمی بھی نہیں۔
(فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ج۔۸۔ص۔۲۹۔۳۰)

ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا۔یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ کا رخ کفار کی طرف تھا اور آپ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

[اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ]

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

لیکن اس وقت ابوسفیانؓ بن حارث نے آپؐ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور حضرت عباسؓ نے رکاب تھام لی تھی۔دونوں خچر کو روک رہے تھے کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جن کی آواز خاصی بلند تھی حکم دیا کہ صحابہ کرامؓ کو پکاریں۔حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا: درخت والو............! (بیعت رضوان والو) کہاں ہو؟ واللہ وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے اور جوابا کہا، ہاں ہاں آئے آئے۔(صحیح مسلم۔حدیث نمبر ۴۶۱۲)

حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا اور نہ موڑ پاتا تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا اور اونٹ کو چھوڑ چھاڑ کر آواز کی جانب دوڑتا۔اس طرح جب آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے تو انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی۔

اس کے بعد انصار کی پکار شروع ہوگئی۔او...... انصاریو! او...... انصاریو! پھر یہ پکار بنو حارث بن خزرج کے اندر محدود ہوگئی۔ ادھر مسلمان دستوں نے جس رفتار سے میدان چھوڑا تھا اسی رفتار سے ایک کے پیچھے ایک آتے چلے گئے۔اور دیکھتے ہی دیکھتے فریقین میں دھواں دھار جنگ شروع ہوگئی۔رسول اللہ ﷺ نے میدان جنگ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔فرمایا" اب چولھا گرم ہوگیا ہے۔" پھر آپ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" چہرے بگڑ جائیں۔یہ مٹھی بھر اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے نہ بھر گئی ہو۔اس کے بعد ان کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور ان کا کام زوال پذیر ہوتا چلا گیا۔مٹی پھینکنے کے بعد چند ساعتیں گزری تھیں کہ دشمن کو فاش شکست ہوگئی۔ثقیف کے تقریباً ستر آدمی قتل کئے گئے اور ان کے پاس جو کچھ مال، ہتھیار، عورتیں اور بچے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے یہی وہ تغیر ہے جس کی طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(التوبہ۔۹۔۲۵ تا ۲۷)

''اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دشمن کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب

شکست کھانے کے بعد دشمن کے ایک گروہ نے طائف کا رخ کیا۔ ایک نخلہ کی طرف بھاگا اور ایک نے اوطاس کی راہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر اشعریؓ کی سرکردگی میں تعاقب کرنے والوں کی ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ کی۔ فریقین میں تھوڑی سی جھڑپ ہوئی اس کے بعد مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے۔ البتہ اس جھڑپ میں اس دستے کے کمانڈر ابو عامر اشعریؓ شہید ہو گئے۔

مسلمان شہسواروں کی ایک دوسری جماعت نے نخلہ کی طرف پسپا ہونے والے مشرکین کا تعاقب کیا اور درید بن صمہ کو پکڑا جسے ربیعہ بن رفیع نے قتل کیا۔ شکست خوردہ مشرکین کے تیسرے اور سب سے بڑے گروہ کے تعاقب میں جس نے طائف کی راہ لی تھی۔ خود رسول اللہ ﷺ مال غنیمت جمع فرمانے کے بعد روانہ ہوئے۔

جنگ حنین کا مال غنیمت

مال غنیمت کی تفصیل یہ ہے۔ قیدی چھ ہزار، اونٹ چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ، چاندی چار ہزار اوقیہ (یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم جس کی مقدار چھ کوئنٹل سے چند ہی کلو کم ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ پھر جعرانہ میں روک کر حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی نگرانی میں دے دیا۔ اور جب تک غزوہ طائف سے فارغ نہ ہو گئے اسے تقسیم نہ فرمایا۔ قیدیوں میں شیما بنت حارث سعدیہ بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اور انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو رسول ﷺ نے ایک علامت کے ذریعے پہچان لیا۔ پھر ان کی بڑی قدر و عزت کی۔ اپنی چادر بچھا کر بٹھایا اور احسان فرماتے ہوئے انہیں ان کی قوم میں واپس کر دیا۔

غزوہ طائف

یہ غزوہ درحقیقت غزوہ حنین کا تتمہ ہے۔ چونکہ ہوازن ثقیف کے بیشتر شکست خوردہ افراد اپنے جنرل کمانڈر مالک بن عوف نصری کے ساتھ بھاگ کر طائف ہی آئے تھے اور یہیں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے حنین سے فارغ ہو کر اور جعرانہ میں مال غنیمت جمع فرما کر اسی ماہ شوال ۸ ھ میں طائف کا قصد فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقصد کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں ایک ہزار فوج کا ہراول دستہ روانہ کیا گیا، پھر آپؐ نے خود طائف کا رخ فرمایا۔ راستہ میں نخلہ یمانیہ، پھر قرن منازل سے پھر لیہ سے گزرا۔ لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا۔ آپؐ نے اسے منہدم کروا دیا۔ پھر سفر جاری رکھتے ہوئے طائف پہنچے اور قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے نے قدرے طول پکڑا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ یہ چالیس دن تک جاری رہا۔ اہل سیر میں سے بعض نے اس کی مدت بیس دن بتائی ہے۔ بعض نے دس دن بعض نے اٹھارہ دن اور بعض نے پندرہ دن۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۔۸۔ص)

دوران محاصرہ دونوں طرف سے تیراندازی اور پتھر بازی کے واقعات بھی پیش آتے رہے۔ بلکہ پہلے پہل جب مسلمانوں نے محاصرہ کیا تو قلعہ کے اندر سے ان پر اس شدت سے تیراندازی کی گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈی دل چھایا ہوا ہے۔ اس سے متعدد مسلمان زخمی ہوئے، بارہ شہید ہوئے اور انہیں اپنا کیمپ اٹھا کر موجودہ مسجد طائف کے پاس لے جانا پڑا۔ رسول ﷺ نے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے اہل طائف پر منجنیق نصب کی اور متعدد گولے پھینکے جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت دبابہ کے اندر گھس کر آگ لگانے کے لیے دیوار تک پہنچ گئی۔ لیکن دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے جس سے مجبور ہو کر مسلمان دبابہ کے نیچے سے باہر نکل آئے۔ مگر باہر نکلے تو دشمن نے ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے بعض مسلمان شہید ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ نے دشمن کو زیر کرنے کے لیے ایک اور جنگی حکمت عملی کے طور پر حکم دیا کہ انگور کے درخت کاٹ کر جلا دیے جائیں۔ مسلمانوں نے ذرا بڑھ چڑھ کر ہی کٹائی کر دی۔ اس پر ثقیف نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر گزارش کی کہ درختوں کو کاٹنا بند کر دیں۔ آپؐ نے واسطے اور قرابت کی خاطر ہاتھ روک لیا۔ دوران محاصرہ آنحضرت ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہے۔ اس اعلان پر تیئیس آدمی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں میں آ شامل ہوئے۔ انہی میں حضرت ابو بکرہؓ بھی تھے۔ وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر ایک چرخی یا گراری کی مدد سے (جس کے ذریعہ رہٹ سے پانی کھینچا جاتا ہے) لٹک کر نیچے آئے تھے۔ (چونکہ گراری کو عربی میں بکرہ کہتے ہیں) اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو بکرہ رکھ دی۔ ان سب غلاموں کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ اور ہر ایک کو ایک ایک مسلمان کے حوالے کر دیا کہ اسے سامان بہم پہنچائے۔ یہ حادثہ قلعہ والوں کے لیے بڑا جانکاہ تھا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۳۲۶)

جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور قلعہ قابو میں آتا نظر نہ آیا اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش اور گرم لوہوں کی زد پڑی اور ادھر اہل قلعہ نے سال بھر کا سامان خورد و نوش بھی جمع کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلی سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر آپ اس پر ڈٹے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ گئے تو وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ یہ سن کر رسول ﷺ نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت عمرؓ کے ذریعے لوگوں میں اعلان کروا دیا کہ ہم ان شاء اللہ کل واپس ہوں گے۔ لیکن یہ اعلان صحابہ کرامؓ پر گراں گزرا۔ وہ کہنے لگے، ہونہہ طائف فتح کیے بغیر واپس ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو کل صبح لڑائی پر چلنا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن لوگ لڑائی پر گئے لیکن چوٹ کھانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو اس کے بعد آپؐ نے فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم ان شاء اللہ کل واپس ہوں گے۔ اس پر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے بے چون و چرا رخت سفر باندھنا شروع کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے رہے۔ اس کے بعد لوگوں نے ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر کوچ کیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ یوں کہو۔

[اٰئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔]

ہم پلٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت گزار ہیں اور اپنے رب کی حمد کرتے ہیں۔

کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ثقیف پر بددعا کریں۔ آپ ؐ نے فرمایا: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔

جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے محاصرہ ختم کر کے واپس آئے تو جعرانہ میں کئی روز مال غنیمت تقسیم کیے بغیر ٹھہرے رہے۔ اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آپ ؐ کی خدمت میں آ جائے اور اس نے جو کچھ کھویا ہے سب لے جائے۔ لیکن تاخیر کے باوجود جب آپ ؐ کے پاس کوئی نہ آیا تو آپ ؐ نے مال کی تقسیم شروع کر دی تا کہ قبائل کے سردار اور مکہ کے اشراف جو بڑی حرص سے جھانک رہے تھے انکی زبان خاموش ہو جائے۔ مؤلفۃ القلوب کی قسمت نے سب سے پہلے یاوری کی اور انہیں بڑے بڑے حصے دیئے گئے۔

ابوسفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ (کچھ کم چھ کیلو چاندی) اور ایک سو اونٹ عطا کئے گئے۔ اس نے کہا میرا بیٹا یزید۔ آپ نے اتنا ہی یزید کو بھی دیا۔ اس نے کہا اور میرا بیٹا معاویہ؟ آپ ؐ نے اتنا ہی معاویہ کو بھی دیا۔ (یعنی تنہا ابوسفیان کو اس کے بیٹوں سمیت تقریباً ۱۸ کیلو گرام چاندی اور تین سو اونٹ) دیے گئے۔ حارث بن کلدہ کو بھی سو اونٹ دیے گئے اور کچھ مزید قریشی وغیر قریشی رؤساء کو سو سو اونٹ دیے گئے۔ کچھ دوسروں کو پچاس پچاس اونٹ دیے گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔ چنانچہ مال کی طلب میں بدو آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ؐ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کیا۔ اتفاق سے آپ کی چادر درخت میں پھنس گئی۔ آپ نے فرمایا لوگو! میری چادر دے دو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو انہیں بھی تم پر تقسیم کر دوں گا۔ پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل، نہ جھوٹا"

اس کے بعد آپ ؐ نے اپنے اونٹ کے بازو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ بال لیے اور چٹکی میں رکھ کر بلند کرتے ہوئے فرمایا: واللہ میرے لیے تمہارے مال فے میں کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اتنا بال بھی نہیں۔ صرف خمس ہے اور خمس بھی تم پر ہی پلٹا دیا جاتا ہے۔"

مُؤَلَّفَةِ الْقُلُوْب کو دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت ؓ کو حکم دیا کہ مال غنیمت اور فوج کو یکجا کر کے لوگوں پر غنیمت کی تقسیم کا حساب لگائیں۔ انہوں نے ایسا کیا تو ایک ایک فوجی کے حصے میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئیں۔ جو شہسوار تھا اسے بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

یہ تقسیم ایک حکیمانہ سیاست پر مبنی تھی کیونکہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی عقل کے راستے پر نہیں بلکہ پیٹ کے راستے سے حق پر لائے جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح جانوروں کو ایک مٹھی ہری گھاس دکھلا دیجئے اور وہ اس کی طرف لپکتے اور اپنے محفوظ ٹھکانے تک جا پہنچتے ہیں اسی طرح مذکورہ قسم کے انسانوں کے لیے مختلف ڈھنگ کے اسباب کشش کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ ایمان سے مانوس ہو کر اس کے لیے پرجوش بن جائیں۔

انصار کا حزن واضطراب

یہ سیاست پہلے پہل سمجھی نہ جا سکی۔ اس لیے کچھ زبانوں پر حرف اعتراض آ گیا۔ انصار پر خصوصاً اس سیاست کی زد پڑی تھی۔ کیونکہ وہ سب کے سب حنین کے ان عطایا سے بالکلیہ محروم رکھے گئے۔ حالانکہ مشکل کے وقت انہیں پکارا گیا تھا اور وہی اڑ کر آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اس طرح کی جنگ کی تھی کہ شکست فاش شاندار فتح میں تبدیل ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ دیکھ رہے تھے کہ بھاگنے والوں کے ہاتھ پُر ہیں اور وہ خود محروم و تہی دست۔

ابن اسحاق نے ابوسعید خدریؓ سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور قبائل عرب کو وہ عطیے دیے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو انصار نے جی ہی جی میں پیچ و تاب کھایا اور ان میں بہت چہ میگوئی ہوئی یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے کہا، خدا کی قسم رسول اللہؐ اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپؐ نے اس حاصل شدہ مال فے میں جو کچھ کیا ہے اس پر انصار اپنے جی ہی جی میں آپ پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ آپؐ نے اسے اپنی قوم میں تقسیم فرمایا، قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیے لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا ''اے سعد! اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! میں بھی تو اپنی قوم ہی کا ایک آدمی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''اچھا تو اپنی قوم کو اس چھولداری میں جمع کرو۔ سعدؓ نے نکل کر انصار کو اس چھولداری میں جمع کیا۔ کچھ مہاجرین بھی آ گئے تو انہیں داخل ہونے دیا۔ پھر کچھ دوسرے لوگ بھی آ گئے تو انہیں واپس کر دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا قبیلہ انصار آپ کے لیے جمع ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: ''انصار کے لوگو! تمہاری یہ کیا چہ میگوئی ہے جو میرے علم میں آئی ہے! اور یہ کیا ناراضی ہے جو جی ہی جی میں تم نے مجھ پر محسوس کی ہے! کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے، اللہ نے تمہیں ہدایت دی اور محتاج تھے، اللہ نے تمہیں غنی بنا دیا۔ اور باہم دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیے؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ اور اس کے رسول کا بڑا فضل و کرم ہے۔ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! خدا کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ مانی جائے گا۔''

کہ آپؐ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا، ہم نے آپؐ کی مدد کی، آپ کو دھتکار دیا گیا تھا، ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا، آپ محتاج تھے، ہم نے آپؐ کی غمخواری و غمگساری کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لیے ناراض ہو گئے جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا؟ اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ رحم فرما انصار پر اور ان کے بیٹوں پر انکے بیٹوں کے بیٹوں (پوتوں) پر"

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب سن کر لوگ اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے "ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ واپس ہو گئے اور لوگ بھی بکھر گئے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۳۳۰، سیرت ابن ہشام ج ۳۔ص ۱۷۶تا۱۷۸)

وفد ہوازن کی آمد

غنیمت تقسیم ہو جانے کے بعد ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آ گیا۔ یہ کل چودہ آدمی تھی ان کا سربراہ زہیر بن صرد تھا۔ اور ان میں رسول اللہ ﷺ کا رضاعی چچا ابو برقان بھی تھا۔ وفد نے سوال کیا کہ آپ مہربانی کر کے قیدی اور مال و اسباب واپس کر دیں۔ اور اس انداز میں بات کی کہ دل پسیج جائے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ان میں ان کے نو اشراف تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا بیعت کی۔ اس کے بعد آپؐ سے گفتگو کی اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے جنہیں قید فرمایا ہے، ان میں مائیں، بہنیں ہیں اور پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ اور یہی قوم کے لیے رسوائی کا سبب ہوتی ہیں۔ واضح رہے کہ ماؤں وغیرہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی رضائی مائیں اور خالائیں، پھوپھیاں اور بہنیں ہیں۔ ان کے خطیب زہیر بن صرد تھے۔ (فتح الباری ج۔۸۔ص۔۳۳)

آپ نے فرمایا میرے ساتھ جو لوگ ہیں انہیں دیکھ ہی رہے ہو۔ اور مجھے سچ بات زیادہ پسند ہے۔ اس لیے بتاؤ کہ تمہیں اپنے بال بچے زیادہ محبوب ہیں یا مال؟ انہوں نے کہا ہمارے نزدیک خاندانی شرف کے برابر کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تو جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم لوگ اٹھ کر کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کو مومنین کی جانب سفارشی بناتے ہیں۔ اور مومنین کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سفارشی بناتے ہیں کہ آپؐ ہمارے قیدی واپس کر دیں۔ اس کے بعد جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے یہی کہا۔ جواباً آپؐ نے فرمایا۔ جہاں تک اس حصے کا تعلق ہے جو میرا ہے اور بنی عبد المطلب کا ہے تو وہ تمہارے لیے ہے اور میں ابھی لوگوں سے پوچھ لیتا ہوں۔ اس پر انصار اور مہاجرین نے اٹھ کر کہا جو کچھ ہمارا ہے وہ سب بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ اس کے بعد اقرع بن حابس نے کہا لیکن جو کچھ میرا اور بنو تمیم کا ہے وہ آپؐ کے لیے نہیں ہے۔ اور عیینہ بن حصن نے کہا جو کچھ میرا اور بنو فزارہ کا ہے وہ آپؐ کے لیے نہیں ہے اور عباس بن مرداس نے کہا جو کچھ میرا اور بنو سلیم کا ہے وہ بھی آپ کے لیے نہیں ہے۔ اس پر بنو سلیم نے کہا کہ جی نہیں جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ عباس بن مرداس نے کہا تم لوگوں نے میری توہین کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے ہیں (اور اسی غرض سے) میں نے ان کے قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی تھی اور اب میں نے انہیں اختیار دیا ہے تو انہوں نے بال بچوں کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھا لہٰذا جس کسی کے پاس کوئی قیدی ہو اور وہ بخوشی واپس کر دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ بہت اچھی راہ ہے اور جو کوئی اپنے حق کو روکنا چاہتا ہو تو وہ بھی ان کے قیدی تو انہیں واپس ہی کر دے۔ البتہ آئندہ جو سب سے پہلا مال فئی حاصل ہوگا اس سے ہم اس شخص کو ایک کے بدلے چھ دیں گے۔ لوگوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے بخوشی دینے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم جان نہ سکے کہ آپ میں سے کون راضی ہے اور کون نہیں۔ لہٰذا آپ لوگ واپس جائیں اور آپ کے چودھری حضرات آپ کے معاملے کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ اس کے بعد سارے لوگوں نے ان کے بال بچے واپس کر دیے۔ صرف عینیہ بن حصن رہ گیا جس کے حصے میں ایک بڑھیا آئی تھی۔ اس نے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخر میں اس نے بھی واپس کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سارے قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عطا فرما کر واپس کر دیا۔ (بخاری کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۴۳۱۸، ۴۳۱۹)

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ اسکے بعد عتاب بن اسید کو مکہ کا والی بنا کر مدینہ روانہ ہو گئے اور مدینہ واپسی ۲۴ ذیقعدہ ۸ھ کو ہوئی۔

جی ہاں مکہ فتح ہو گیا

آنحضرت ﷺ ۲۷ صفر المظفر ۱۴ نبوی کو اپنے گھر سے چلے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہو کر غار ثور میں پہنچے تھے۔ تین شب و روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوی یعنی ۱ھ کو قباء بخیر و عافیت پہنچ گئے تھے۔ تقریباً ساڑھے آٹھ سال کے بعد ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار مجاہدینِ اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جحفہ، ابواء کے راستے مرالظہر ان پہنچے۔ یہاں سپہ سالار قریش ابوسفیان آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔ ابوسفیان جب آپؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو آپؐ کے ساتھ ایک مکالمہ ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ۱۷ رمضان المبارک کو مرالظہر ان سے روانہ ہوئے ذی طویٰ میں پہنچ گئے یہاں آپؐ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید کو داہنے پہلو پر رکھا ان کی کمان میں اسلم، سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور کچھ دوسرے قبائل تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں زیریں حصہ میں داخل ہوں یہاں تک کہ صفا پر آپؐ سے آ کر ملیں چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل فرمائی اور حضرت زبیر بن العوام کو بائیں پہلو پر مامور کیا انہیں مکے میں بالائی حصے یعنی کداء سے داخل ہونے کا حکم ملا اور حجون میں آپؐ کا جھنڈا گاڑ کر آپؐ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تعمیل حکم کے لے حجون میں رہے۔ حضرت ابوعبیدہ پیادہ فوج پر مقرر تھے۔ آپؐ نے انہیں بطن وادی کے راستے مکے میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ آپؐ کی ہدایات کی روشنی میں حضرت خالد بن ولید اپنے راستہ پر چل پڑے۔ دوران سفر قریش کے اوباشوں سے جھڑپ ہوئی جس میں بارہ مشرک کیفرِ کردار کو پہنچے البتہ اسلامی لشکر کے دو سپاہی لشکر سے بچھڑ جانے اور ایک دوسرے راستے پر چل پڑنے کے باعث شہید ہو گئے اور حضرت زبیر اپنے راستے پر آگے بڑھے اور حجون میں مسجد فتح کے پاس آنحضرت ﷺ کا جھنڈا اور قبہ نصب کیا پھر حسب ہدایت یہاں منتظر رہے یہاں تک کہ آپ تشریف لائے۔

پھر آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ کے درمیان چلے اور مسجد حرام کے اندر پہنچے، حجر اسود کو چوما اور اسکے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر کیا۔ اور حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف ہی پر اکتفا کیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور آپ قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرتے جاتے تھے۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (بنی اسرائیل۔۱۷۔۸۱)

اور اعلان کردو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ (سبا: ۳۴۔۴۹)

''کہو حق آ گیا اور اب باطل کے لیے کچھ نہیں ہو سکتا۔''

اور آپؐ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے۔ طواف سے فراغت کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ کو بلا کر ان سے کعبہ کی کنجی لی۔ پھر آپؐ کے حکم سے خانہ کعبہ کھولا گیا۔ اندر داخل ہوئے تو تصویریں نظر آئیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی تصویریں بھی تھیں اور ان کے ہاتھ میں فال گیری کے تیر بھی تھے۔ آپؐ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا۔ ''اللہ ان مشرکین کو ہلاک کرے۔ خدا کی قسم ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کیے''

آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری بھی دیکھی اسے اپنے دست مبارک سے توڑ دیا اور تصویریں آپؐ کے حکم سے مٹا دی گئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اندر سے دروزاہ بند کر لیا۔ حضرت اسامہ اور حضرت بلالؓ بھی اندر تھے۔ پھر دروازے کے مقابل کی دیوار کا رخ کیا۔ جب دیوار کعبہ صرف تین ہاتھ یعنی ساڑھے چار فٹ فاصلے پر رہ گئی تو وہیں ٹھہر گئے۔ دو ستون آپؐ کے بائیں جانب تھے اور ایک ستون دا ہنی جانب اور تین ستون پیچھے۔ ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر وہیں آپؐ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد بیت اللہ کے اندرونی حصے کا چکر لگایا۔ تمام گوشوں میں تکبیر و توحید کے کلمے کہے۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ قریش مکہ مسجد حرام میں بڑی تعداد میں صف بستہ موجود تھے۔ انہیں انتظار تھا کہ اب آپؐ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپؐ نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ لئے جبکہ قریش نیچے تھے آپؐ نے بھرے حرم کے اس اجتماع سے یہ خطاب فرمایا

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔ سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ یاد رکھو قتل خطا شبہ عمد میں جو کوڑے اور ڈنڈے سے ہو مغلظ دیت ہے۔ یعنی سو اونٹ جن میں سے چالیس اونٹنیوں کے شکم میں ان کے بچے ہوں۔ اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے اس کے بعد سورہ الحجرات: ۴۹ آیت نمبر ۱۳ تلاوت فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

''پھر آپؐ نے فرمایا قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنیوالا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا سلوک کریں گے آپؐ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا'' تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ اسلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ (لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ) یوسف ۱۲۔ ۹۲) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

پھر آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ کلید کعبہ حضرت علی نے بھی مانگی اور حضرت ابن عباس نے بھی مگر ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ آپؐ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور کلید کعبہ انہیں واپس لوٹا دی۔ اور فرمایا: ''عثمانؓ یہ لو اپنی چابی آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔ اور مزید فرمایا: اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے لے لو۔ تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ اے عثمانؓ! اللہ نے تم لوگوں کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ لہٰذا اس بیت اللہ سے تمہیں جو کچھ ملے اسے معروف کے ساتھ کھانا۔''

عتّاب بن اَسِید اور حارث بن ہشام کا قبول اسلام

نماز کا وقت ہو چکا تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبے پر چڑھ کر اذان کہیں۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اَسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ عتاب نے کہا اللہ نے اسید (کو فوت کر کے) اس پر یہ کرم کیا کہ وہ یہ (اذان) نہ سن سکا ورنہ اسے ایک ناگوار چیز سننی پڑتی۔ اس پر حارث بولا، سنو واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ برحق ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا، دیکھو واللہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی۔ اس کے بعد نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ابھی تم لوگوں نے جو باتیں کی ہیں وہ مجھے معلوم ہو چکی ہیں۔ پھر آپؐ نے ان کی گفتگو دہرادی۔ اس پر حارث اور عتاب بول اٹھے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم! کوئی شخص ہمارے ساتھ تھا ہی نہیں کہ ہماری اس گفتگو سے آگاہ ہوتا اور ہم کہتے کہ اس نے آپ کو خبر دی ہوگی۔

بعض اعدائے اسلام کا خون رائیگاں قرار دے دیا گیا

فتح مکہ کے دن رسول اکرمؐ نے اکابر مجرمین میں سے نو آدمیوں کا خون رائیگاں قرار دیتے ہوئے حکم صادر فرمایا۔ اگر چہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے پائے جائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عکرمہ بن ابی جہل، عبدالعزیٰ بن خطل، حارث بن نفیل بن وہب مقیس بن صبابہ، ہبار بن اسود، اور ابن خطل کی دو لونڈیاں جو نبی کریمؐ کی ہجو کے گیت گایا کرتی تھیں اور سارہ نامی ایک (بعض کے نزدیک) بنی عبدالمطلب کی لونڈی۔ ابن ابی سرح کا معاملہ یہ ہوا کہ اسے حضرت عثمانؓ بن عفان نے خدمت نبویؐ میں لے جا کر جان بخشی کی سفارش کر دی۔ اور آپؐ نے اس کی جان بخشی فرماتے ہوئے اس کا اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اس سے پہلے آپؐ کچھ دیر تک خاموش اس امید پر رہے کہ کوئی صحابی اٹھ کر اسے قتل کر دیں گے۔ کیونکہ یہ شخص اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے بھی ایک بار اسلام قبول کر چکا تھا اور ہجرت کر کے مدینہ آیا تھا لیکن پھر مرتد ہو کر بھاگ گیا تھا (تاہم اس کے بعد کا کردار ان کے حسن اسلام کا آئینہ دار ہے۔ رضی اللہ عنہ) عکرمہ بن ابی جہل نے بھاگ کر یمن کی راہ لی مگر اس کی بیوی اس کے لیے امان کی طالب ہوئی اور آپؐ نے امان دے دی۔ اس کے بعد وہ عکرمہ کے پیچھے پیچھے گئی اور ساتھ لے آئی۔ اس نے واپس آ کر اسلام قبول کیا اس کے بعد ان کے اسلام کی کیفیت بہت اچھی رہی۔ جنگ یرموک میں ۱۳ھ میں بعمر ۶۲ سال شہید ہوئے۔

باقی ان میں سے صرف ابن خطل خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر لٹکا ہوا تھا۔ ایک صحابی نے خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو حضرت نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ مقیس پہلے بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن پھر ایک انصاری کو قتل کر کے مرتد ہو گیا اور بھاگ کر مشرکین کے پاس چلا گیا تھا۔ حارث مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ ہبار بن اسود وہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ان کی ہجرت کے موقع پر ایسا کچوکا مارا تھا کہ وہ ہودج سے ایک چٹان پر جا گری تھیں اور اسکی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا یہ شخص فتح مکہ کے روز بھاگ نکلا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کے اسلام کی کیفیت اچھی رہی۔ ابن خطل کی دونوں لونڈیوں میں سے ایک قتل کر دی گئی۔

دوسری کے لیے امان طلب کی گئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ (خلاصہ یہ کہ نو میں سے چار قتل کر دیے گئے اور پانچ کی جان بخشی ہوئی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کا خون رائیگاں قرار دیا گیا ان کے ضمن میں ابو معشر نے حارث بن طلال خزاعی کا ذکر کیا ہے اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ امام حاکم نے اسی فہرست میں کعب بن زہیر کا ذکر کیا ہے۔ کعب کا واقعہ مشہور ہے۔ اس نے بعد میں آ کر اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کی مدح کی۔ اسی فہرست میں وحشی بن حرب اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ابن خطل کی لونڈی ارنب ہے جو قتل کی گئی اور ام سعد ہے۔ یہ بھی قتل کی گئی۔ جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے اس طرح مردوں کی تعداد اور عورتوں کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے دونوں لونڈیاں ارنب اور ام سعد ہوں اور اختلاف محض نام کا ہو یا کنیت اور لقب کے اعتبار سے اختلاف ہو گیا ہو۔

(فتح الباری شرح بخاری۔ ج۔ ۸۔ ص۔ ۱۱۔ ۱۲)

صفوان بن امیہ اور فضالہ بن عمیر کا قبول اسلام

صفوان کا خون اگرچہ رائیگاں نہیں قرار دیا گیا تھا مگر قریش کا ایک بڑا لیڈر ہونے کی حیثیت سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا، اس لیے وہ بھی بھاگ گیا۔ عمیر بن وہب جمحی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لیے امان طلب کی۔ آپؐ نے اسے امان دے دی اور علامت کے طور پر عمیرؓ کو اپنی وہ پگڑی بھی دے دی جو مکہ میں داخلے کے وقت آپؐ نے سر پر باندھ رکھی تھی۔ عمیرؓ صفوان کے پاس پہنچے تو وہ جدہ سے یمن جانے کے لیے سمندر پر سوار ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمیرؓ اسے واپس لے آئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا مجھے دو مہینے کا اختیار دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں چار مہینے کا اختیار ہے۔ اس کے بعد صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ آپؐ نے دونوں کو پہلے ہی نکاح پر برقرار رکھا۔ فضالہ ایک جری آدمی تھا۔ جس وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ طواف کر رہے تھے وہ قتل کی نیت سے آپؐ کے پاس آیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔

دوسرے دن رسول اللہ ﷺ کا خطبہ

فتح کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان پھر کھڑے ہوئے۔آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور شایان شان اس کی تمجید کی پھر فرمایا: ''لوگو! اللہ نے جس دن آسمان کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام (حرمت والا شہر) ٹھہرایا۔اس لیے وہ اللہ کی حرمت کے سبب قیامت تک کے لیے حرام ہے۔کوئی آدمی جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں خون بہائے یا یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔اگر کوئی شخص اس بنا پر رخصت اختیار کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے۔اور میرے لیے بھی اسے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا۔پھر آج اس کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی جس طرح کل اس کی حرمت تھی۔اب چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک بات پہنچا دے۔'' ایک روایت میں اتنا اضافہ مزید ہے کہ یہاں کا کانا نہ کاٹا جائے، شکار نہ بھگایا جائے، اور گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا تعارف کرائے اور یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے۔حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مگر اذخر (عرب کی مشہور گھاس جو موج کی ہم شکل ہوتی ہے اور چائے اور دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے) کیونکہ یہ لوہار اور گھر کی (ضروریات) کی چیز ہے۔آپ نے فرمایا: مگر اذخر۔

بنو خزاعہ نے اس روز بنو لیث کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔کیونکہ بنو لیث کے ہاتھوں ان کا ایک آدمی جاہلیت میں مارا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: خزاعہ کے لوگو! اپنا ہاتھ قتل سے روک لو، کیونکہ قتل اگر نافع ہوتا تو بہت قتل ہو چکا۔تم نے ایک ایسا آدمی قتل کیا ہے کہ میں اس کی دیت لازماً ادا کروں گا۔پھر میرے اس مقام کے بعد اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کے اولیاء کو دو باتوں کا اختیار ہو گا چاہیں تو قاتل کا خون بہائیں اور چاہیں تو دیت لیں۔ایک راویت میں ہے کہ اس کے بعد یمن کے ایک آدمی نے جس کا نام ابو شاہ تھا اٹھ کر عرض کیا! یا رسول اللہ! (اسے) میرے لیے لکھوا دیجئے۔آپؐ نے کہا ابو شاہ کے لیے لکھ دو۔

(سیرت ابن ہشام۔ج۔۳۔۱۵۳)

فتح مکہ کے بعد انصار کی سوچ

جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کی تکمیل کر چکے اور معلوم ہوا کہ یہی آپ کا شہر، آپ کی جائے پیدائش اور وطن تھا تو انصار نے آپس میں کہا کہ کیا خیال ہے کہ اب اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپؐ کی اپنی سرزمین اور آپ کا شہر فتح کر دیا ہے تو آپ یہیں قیام فرمائیں گے۔اس وقت آپؐ صفا پر ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے۔دعا سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا تم لوگوں نے کیا بات کی ہے۔انہوں نے کہا، کچھ نہیں یا رسول اللہ مگر آپؐ نے اصرار فرمایا تو لوگوں نے بتلا دیا۔آپؐ نے فرمایا: خدا کی پناہ: اب زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوہ صفا پر عام بیعت

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ کی فتح عطا فرمائی تو اہل مکہ پر حق واضح ہو گیا اور وہ جان گئے کہ اسلام کے سوا کامیابی کی کوئی راہ نہیں اس لیے وہ اسلام کے تابعدار بنتے ہوئے بیعت کے لیے جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے صفا پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ حضرت عمر بن خطابؓ آپ سے نیچے تھے اور لوگوں سے عہد و پیمان لے رہے تھے۔ لوگوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی کہ جہاں تک ہو سکے گا آپؐ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔ تفسیر مدارک میں ایک روایت مذکور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو چکے تو وہیں صفا ہی پر عورتوں سے بیعت لینی شروع کی۔ حضرت عمرؓ آپؐ سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے حکم پر عورتوں سے بیعت لے رہے تھے اور انہیں آپ کی باتیں پہنچا رہے تھے۔ اسی دوران ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھیس بدل کر آئی۔ دراصل حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ اس نے جو حرکت کی تھی اس کی وجہ سے خوفزدہ تھی کہ کہیں رسول ﷺ اسے پہچان نہ لیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے بیعت شروع کی تو فرمایا میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ کرو گی۔ حضرت عمرؓ نے (یہی بات دہراتے ہوئے) عورتوں سے اس بات کی بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور چوری نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ بول اٹھی۔ ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ اگر میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیان نے (جو وہیں موجود تھے) کہا، تم جو کچھ لے لو وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے۔ آپؐ نے ہندہ کو پہچان لیا اور فرمایا، اچھا تو تم ہو ہندہ! (وہ بولی) ہاں اے اللہ کے نبیؐ جو کچھ گزر چکا ہے اسے معاف فرما دیجئے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اور زنا نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ نے کہا بھلا کہیں حرہ (آزاد عورت) بھی زنا کرتی ہے پھر آپؐ نے فرمایا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا، ہم نے تو بچپن میں انہیں پالا پوسا لیکن بڑے ہونے پر آپؐ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔ اس لیے آپؐ اور وہی بہتر جانیں۔ یاد رہے کہ ہندہ کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان بدر کے دن قتل کیا گیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ہنستے ہنستے چت لیٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی تبسم فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اور کوئی بہتان نہ گھڑو گی ہندہ نے کہا واللہ بہتان بڑی بری بات ہے اور آپؐ ہمیں واقعی رشد اور مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اور کسی معروف بات میں رسولؐ کی نافرمانی نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا خدا کی قسم ہم اپنی اس مجلس میں اپنے دلوں کے اندر یہ بات لے کر نہیں بیٹھی ہیں کہ آپؐ کی نافرمانی بھی کریں گی۔ پھر واپس ہو کر ہندہ نے اپنا بت توڑ دیا وہ اسے توڑتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی کہ ہم تیرے متعلق دھوکے میں تھے۔ (مدارک التنزیل تفسیر آیت الفتح۔ ۴۸۔ ۱۰)

مکہ میں آپ کا قیام اور کام

مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے انیس روز قیام کیا اس دوران آپؐ شعائر اسلام کی تجدید کرتے رہے اور لوگوں کو ہدایت و تقویٰ کی تلقین فرماتے رہے۔ انہی دنوں آپؐ کے حکم سے حضرت ابو اُسید خزاعی نے نئے سرے سے حدود حرم کے کھمبے نصب کیے۔ آپؐ نے اسلام کی دعوت اور مکہ کے آس پاس بتوں کو توڑنے کے لیے متعدد سرایا بھی روانہ کیے اور اس طرح سارے بت توڑ ڈالے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ؐ کے منادی نے مکے میں اعلان کیا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ رکھے۔ بلکہ اسے توڑ ڈالے۔ مکہ مکرمہ میں کنٹرول حاصل کر لینے کے بعد آپ ؐ نے شہر سے باہر وفود اور سرایا کو روانہ فرمایا جنہوں نے کامیاب کارروائیوں کے ذریعے بت پرستی کے نظام کو منہدم کر دیا۔ ۲۵ رمضان ۸ ھ کو آپ ؐ نے خالد بن ولید ؓ کی سرکردگی میں عزیٰ کے انہدام کے لیے ایک سریہ روانہ فرمایا۔ عزیٰ نخلہ میں تھا۔ قریش اور سارے بنو کنانہ اسکی پوجا کرتے تھے اور یہ ان کا بڑا بت تھا۔ بنوشیبان اس کے مجاور تھے اور یہ ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ حضرت خالد ؓ نے تیس سواروں کی معیت میں نخلہ جا کر اسے ڈھا دیا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کچھ دیکھا بھی تھا۔ حضرت خالد ؓ نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تب تو درحقیقت تم نے اسے ڈھایا ہی نہیں پھر سے جاؤ اور ڈھا دو۔ حضرت خالد ؓ بپھرے اور تلوار سونتے ہوئے دوبارہ تشریف لے گئے۔ اب کی بار ان کی جانب ایک ننگی، کالی اور پراگندہ سر عورت نکلی۔ مجاور اسے چیخ چیخ کر پکارنے لگا لیکن اتنے میں حضرت خالد ؓ نے اسے زور کی تلوار ماری کہ اس عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آ کر خبر دی۔ آپ ؐ نے فرمایا ہاں وہی عزیٰ تھی اب وہ مایوس ہو چکی ہے۔ کہ تمہارے ملک میں کبھی بھی اسکی پوجا کی جائے گی۔

اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص ؓ کو اسی مہینے سواع نامی بت ڈھانے کے لیے روانہ کیا یہ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر رہاط میں بنو ہذیل کا ایک بت تھا۔ جب حضرت عمرو وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ نے اسے ڈھانے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمرو نے کہا کیوں؟ اس نے کہا (۔قدرۃ) روک دیے جاؤ گے۔ حضرت عمرو ؓ نے کہا تم اب تک باطل پر ہو تم پر افسوس! کیا یہ سنتا یا دیکھتا ہے؟ اس کے بعد بت کے پاس جا کر اسے توڑ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے خزانے والا مکان ڈھا دیں۔ لیکن اس میں کچھ نہ ملا۔ پھر مجاور سے فرمایا کہو کیسا رہا۔؟ اس نے کہا ''میں اللہ کے لیے اسلام لایا''۔

اسی ماہ حضرت سعد بن زید ؓ اشہلی کو بیس سوار دے کر مناۃ کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ قدید کے پاس مشلل میں اوس وخزرج اور غسان وغیرہ کا بت تھا۔ جب حضرت سعد ؓ وہاں پہنچے تو اس کے مجاور نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ''مناۃ کو ڈھانا چاہتا ہوں'' اس نے کہا ''تم جانو اور تمہارا کام جانے'' حضرت سعد مناۃ کی طرف بڑھے تو ایک کالی ننگی، پراگندہ سر عورت نکلی۔ وہ اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔ اس سے مجاور نے کہا ''مناۃ اپنے کچھ نافرمانوں کو پکڑ لے۔ لیکن اتنے میں حضرت سعد نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر لپک کر بت ڈھا دیا اور اسے توڑ پھوڑ ڈالا۔

عزیٰ کو ڈھا کر حضرت خالد بن ولید ؓ واپس آئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے اسی ماہ شعبان ۸ ھ میں بنوخزیمہ کے پاس روانہ فرمایا لیکن مقصود حملہ نہیں بلکہ اسلام کی تبلیغ تھی۔ حضرت خالد ؓ مہاجرین وانصار اور بنوسلیم کے ساڑھے تین سو افراد لے کر روانہ ہوئے۔ اور بنوخزیمہ کے پاس پہنچ کر اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلمنا (ہم اسلام لائے) کے بجائے صبانا صبانا (ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا) کہا اس پر حضرت خالد نے ان کا قتل اور ان کی گرفتاری شروع کر دی۔ اور ایک ایک قیدی اپنے ہر ہر ساتھی کے حوالے کیا۔ پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ لیکن حضرت ابن عمر ؓ اور انکے ساتھیوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دو بار فرمایا۔'' اے اللہ خالد ؓ نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف برات اختیار کرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۳۳۹)

اس موقع پر صرف بنو سلیم کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کیا تھا۔ انصار و مہاجرین نے قتل نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ؓ کو بھیج کر ان کے مقتولین کی دیت اور ان کے نقصانات کا معاوضہ ادا فرمایا اس معاملہ میں حضرت خالد ؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کے درمیان کچھ سخت کلامی اور کشیدگی ہو گئی۔ اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: خالد! ٹھہر جاؤ میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو۔ خدا کی قسم اگر احد پہاڑ سونا ہو جائے اور وہ سارا کا سارا تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی میرے رفقاء میں سے کسی ایک آدمی کی ایک صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔'' (سیرت ابن ھشام۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۵۷)

جی ہاں مکہ فتح ہو گیا اور یہی ہے وہ فیصلہ کن معرکہ اور فتح عظیم جس نے بت پرستی کی قوت مکمل طور پر توڑ کر رکھ دی اور اس کا کام اس طرح تمام کر دیا کہ جزیرۃ العرب میں اس کے باقی رہنے کی کوئی گنجائش اور وجہ جواز نہ رہ گئی، کیونکہ عام قبائل منتظر تھے مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو معرکہ آرائی چل رہی ہے دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ان قبائل کو یہ بات بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ حرم پر وہی مسلط ہو سکتا ہے جو حق پر ہو۔ ان کے اس یقین کامل میں مزید حد درجہ پختگی نصف صدی پہلے اصحاب فیل ابرہہ اور اسکے ساتھیوں کے واقعہ سے آ گئی تھی۔ کیونکہ اہل عرب نے دیکھ لیا تھا ابرہہ اور اسکے ساتھیوں نے بیت اللہ کا رخ کیا تو اللہ نے انہیں ہلاک کر کے بھس بنا دیا۔

یاد رہے کہ صلح حدیبیہ اس فتح عظیم کا پیش خیمہ اور تمہید تھی۔ اس کی وجہ سے امن وامان کا دور دورہ ہو گیا تھا لوگ کھل کر ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ اسلام کے متعلق تبادلہ خیال اور بحثیں ہوتی تھیں۔ مکہ کے جو لوگ در پردہ مسلمان تھے انہیں بھی اس صلح کے بعد اپنے دین کے اظہار و تبلیغ اور اس پر بحث ومناظرہ کا موقع ملا۔ ان حالات کے نتیجہ میں بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہاں تک کہ اسلامی لشکر کی جو تعداد گزشتہ کسی غزوے میں تین ہزار سے زیادہ نہ ہو سکی تھی۔ اس غزوہ فتح مکہ میں دس ہزار تک جا پہنچی۔ اس فیصلہ کن غزوے نے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان پر پڑا ہوا وہ آخری پردہ ہٹا دیا جو قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اس فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی افق پر مسلمانوں کا سورج چمک رہا تھا۔ اور اب دینی سربراہی اور دنیوی قیادت کی زمام ان کے ہاتھ آ چکی تھی۔

گویا صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمانوں کے حق میں مفید تغیر شروع ہوا تھا اس فتح کے ذریعے مکمل اور تمام ہو گیا اور اسکے بعد ایک دوسرا دور شروع ہوا جو پورے طور پر مسلمانوں کے حق میں تھا اور جس میں پوری صورتحال مسلمانوں کے قابو میں تھی۔ اور عرب اقوام کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ وفود کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں اور آپ ؐ کی دعوت لے کر چار دانگ عالم میں پھیل جائیں اگلے دو برسوں میں اسی کی تیاری کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تئیسواں باب

زکوۃ کی وصولی کے لیے عمال کا تقرر اور بہتر وفود کی آمد

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے آپ دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ ۱۰ رمضان المبارک کو چلے تھے اور ۲۴ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ، حنین، اوطاس اور طائف کی فتوحات کے بعد مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے۔ تقریباً اڑھائی ماہ کا طویل عرصہ سفر اور مہمات میں گزارا۔ آپؐ نے مدینہ واپس آ کر قدرے طویل قیام فرمایا اس دوران دعوت حق کے لیے آپؐ داعیان دین کو روانہ فرماتے رہے، آنے والے وفود کا استقبال کرتے رہے حکومت کی طرف سے عمال کو بھیجتے رہے اور جنہیں اللہ کے دین میں داخلے اور عرب کے اندر ابھرنے والی اسلامی تحریک کو تسلیم کرنے میں تکبر وغرور مانع تھا انہیں سرنگوں کرنے میں مشغول رہے۔ آیئے اس کام کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

زکوۃ کی وصولی کے لیے عمال کا تقرر

فتح کے بعد ایک اہم کام تو آپؐ نے یہ کیا کہ زکوۃ کی وصولی کا ایک نظام وضع فرمایا اور ۹ ھ محرم سے آپؐ نے صدقات کی وصولی کے لیے مختلف قبائل کے پاس عمال کو روانہ فرمایا اور پھر مسلسل یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں چند قبائل اور ان کے پاس عمال یعنی تحصیلداران زکوۃ کو بھیجا گیا ان کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ تا کہ یہ امر مزید واضح ہو جائے کہ اسلامی حکومت کے کیا کیا فرائض و ذمہ داریاں ہیں انہیں کیسے ادا کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	قبائل کے نام	عمال کے نام
۱	بنو تمیم	حضرت عیینہؓ بن حصن فزاری
۲	اسلم اور غفار	حضرت یزیدؓ بن الحصین
۳	سلیم اور مزینہ	حضرت عبادؓ بن بشیر اشہلیؓ
۴	جہینہ	حضرت رافعؓ بن مکیث جہنی
۵	بنو فزارہ	حضرت عمرو بن العاص
۶	بنو کلاب	حضرت ضحاکؓ بن سفیان
۷	بنو کعب	حضرت بشیر بن سفیان
۸	بنو ذبیان	حضرت ابن اللتبیہ ازدی
۹	صنعاء شہر	حضرت مہاجر بن ابی امیہ (ان کے خلاف اسود عنسی نے صنعا میں خروج کیا)
۱۰	علاقہ حضرموت	حضرت زیاد بن لبید
۱۱	طی اور بنو اسد	حضرت عدی بن حاتم
۱۲	بنو حنظلہ	حضرت مالک بن نویرہ
۱۳	بنو سعد (کی ایک شاخ کے لیے)	حضرت برقان بن بدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴	بنو سعد (کی دوسری شاخ کے لیے)	حضرت قیس بن عاصم
۱۵	علاقہ بحرین	حضرت علاء بن الحضرمی
۱۶	علاقہ نجران (زکوۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے کے لیے)	حضرت علیؓ بن ابی طالب

مزید امن وامان کے لیے فوجی مہمات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح قبائل کی طرف زکوۃ اور جزیہ وصول کرنے کے لیے عمال بھیجے۔ اسی طرح جزیرۃ العرب کے عام علاقوں میں امن وامان قائم ہو جانے کے باوجود بعض مقامات پر فوجی مہمات بھی بھیجنا پڑیں ان سرایا کے نام یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام سریہ وسنہ	نام قبیلہ وسبب
۱	سریہ عیینہؓ بن حصن فزاری محرم ۹ھ	بنو تمیم (جزیہ میں رکاوٹ پیدا کر دینے کی وجہ سے)
۲	سریہ قطبہ بن عامر صفر ۹ھ	قبیلہ خثعم کی ایک شاخ
۳	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی ربیع الاول ۹ھ	بنو کلاب (جنہوں نے دعوتی وفد کے ساتھ جنگ چھیڑ دی تھی)
۴	سریہ علی بن ابی طالب ربیع الاول ۹ھ	قبیلہ طی (ایک بت قلس کو ڈھانے کے لیے)
۵	سریہ علقمہ بن مجزر مدلجی ربیع الاول ۹ھ	حبشیوں کے ڈاکوؤں کے خلاف جو جدہ کے راستے اہل مکہ پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے تھے۔

بہتر سرکاری وفود کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوبات کے ذریعے دعوت کا آغاز تو مکی زندگی ہی میں کر دیا تھا۔ تاہم مدنی زندگی کے چھٹے سال کے اخیر میں صلح حدیبیہ کے بعد سربراہان مملکت، سلاطین وامراء اور سرداران قبائل کو جو خطوط لکھے تھے ان کے جواب میں جو وفود کا ایک سلسلہ چل نکلا اور جب مکہ فتح ہو گیا تو وفود کی آمد کا سلسلہ عروج پر پہنچ گیا۔ تاریخی ترتیب کی بجائے ان وفود کی ایک جھلک آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے جو طبقات الکبریٰ سے لی گئی ہے۔

نمبر شمار	نام وفد	تعداد شرکاء	سنہ
۱	قبیلہ مضر کا وفد مزینہ،	چار سو افراد پر مشتمل تھا	یہ وفد رجب ۵ سنہ ھ میں مدینہ منورہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔
۲	بنو اسد بن خزیمہ،	دس افراد //	۹ھ کی ابتداء میں آیا۔ ''يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا''۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری تھی۔
۳	بنو تمیم	۸۰/۱۹۰ افراد //	﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ﴾ (الحجرات) ان کے بارے میں نازل ہوئی۔
۴	بنی عبس	۱۹ افراد //	اور یہ مسلمان ہو گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵	بنی فزارہ	۱۹ افراد	//	۹ ھ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے ان کی درخواست پر دعا فرمائی، جس سے خوب بارش ہوئی۔
۶	وفد مرہ	۱۳ افراد	//	۹ ھ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے ان کی درخواست پر دعا فرمائی، جس سے خوب بارش ہوئی۔
۷	وفد ثعلبہ	۱۴ افراد	//	۸ ھ اسلام قبول کیا۔ اور حسب ہدایت ہدایا وصول کئے۔
۸	وفد محارب	۱۰ افراد	//	۱۰ ھ۔ خزیمہ بن سواء کا چہرہ آپؐ کے ہاتھ پھیرنے پر سفید و منور ہوگیا۔
۹	وفد سعد بن بکر			رجب ۵ ھ۔ ان کی پوری قوم مسلمان ہوگئی۔
۱۰	وفد کلاب	۱۳ افراد	//	۹ ھ نظام زکوۃ اور عامل ضحاک بن سفیان کے کردار کی تعریف
۱۱	وفد رؤاس بن کلاب			عمر بن مالک بن قیس بن بجید بن رؤاس بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ مسلمان ہوئے۔ قوم کو دعوت دی۔ ایک قتل کیا معافی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے بالآخر معافی مل گئی۔
۱۲	وفد عقیل بن کعب	۱۳۰ افراد	//	آپؐ نے انہیں مقام عقیق بن عقیل سرخ چمڑے پر لکھ کر عطا فرمایا جہاں چشمے، اور کھجور کے باغ تھے جب تک وہ نماز قائم رکھیں گے۔ زکوۃ دیتے رہیں گے اور طاعت کرتے رہیں گے
۱۳	وفد جعدہ			آپ نے انہیں مقام فلج میں جائیداد عطا فرمائی۔
۱۴	وفد قشیر بن کعب			جنگ حنین کے بعد اور فتح مکہ کے بعد میں اسلام لائے۔ ایک کو قطعہ زمین اور دوسرے کو چادر اوڑھائی اور زکوۃ کا تحصیلدار بنا دیا۔
۱۵	وفد بنی البکاء	۳ افراد	//	۹ ھ کو شریک وفد معاویہ نے آپؐ سے چھونے کی درخواست کی نیز بیٹے بشر بن معاویہ کے چہرے پر دست مبارک پھیرنے کی بھی درخواست کی۔ بنی البکاء پر قحط سالی آئی مگر یہ لوگ محفوظ رہے۔
۱۶	وفد بنی عبد بن عدی			چار سربرآوردہ لوگوں کی قیادت میں ایک جماعت حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا۔ چند امور پر بیعت کی۔
۱۷	وفد اشجع	۱۰۰/۷۰۰	//	صلح کی درخواست کی بعد از صلح مسلمان ہوگئے۔ ایک وفد جنگ خندق کے سال آیا اور دوسرا وفد غزوہ بنی قریظہ کے بعد
۱۸	وفد کنانہ	واثلہ بن الاسقع اللیثی		۹ ھ میں مسلمان ہوئے باپ نے بولنا بند کردیا۔ بہن مسلمان ہوگئی۔ انہوں نے تبوک میں شرکت کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹	وفد باہلہ		مطرف بن الکاہن الباہلی، نھشل بن مالک الوائلی باہلہ سے الگ الگ وفود کی صورت میں آئے قوم کے لیے امان طلب کی ایک کو فرائض الصدقات اور دوسرے کو شرائع الاسلام حضرت عثمانؓ سے لکھوا کر دیئے۔
۲۰	وفد سلیم		قیس بن نسیبہ آئے، اسلام لائے پھر ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر قدید پہنچے ۱۰۰۰ اور ۷۰۰ لوگ مسلمان ہوئے۔
۲۱	وفد ھلال بن عامر		زیاد بن عبداللہ قبیلہ رویبہ کی طرف سے آئے اور قوم کی طرف سے قرض اتارنے کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔
۲۲	وفد عامر بن صعصعہ		عامر بن الطفیل آیا مطالبات پورے نہ ہوئے واپس چلا گیا اور اللہ کے عذاب کا شکار ہوا مگر عبد اللہ الشخی ابو مطرف مسلمان ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا "تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ وفد کے ہمراہ باقی لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔
۲۳	وفد ثقیف		عروہ بن مسعود مسلمان ہوئے مگر ان کی قوم نے انہیں قتل کر دیا...... بالآخر ثقیف اسلام لائے۔
۲۴	وفود ربیعہ	عبدالقیس	سنہ ۸ھ میں بحرین کے بیس آدمی آئے جن میں عبداللہ بن عوف الاشج اور جارود بھی تھے۔ مال مانگنے نہیں آئے تھے۔ اسلام قبول کیا۔ اشج میں پیدائشی حلم اور وقار تھا جس کی آپؐ نے تعریف کی۔
۲۵	وفد بکر بن وائل		چار سے زائد افراد کا یہ وفد یمامہ سے آیا۔ اسلام کے ساتھ ہجرت کی آپؐ کے پاس کھجوریں لائے آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی۔
۲۶	وفد تغلب	۱۱۶ افراد پر مشتمل تھا	۱۶ مسلمان ہوئے اور کچھ عیسائی حاضر خدمت ہوئے۔ نصاریٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ ہم نصرانیت پر قائم رہیں گے مگر اولاد کو نصرانیت کی تعلیم نہیں دیں گے۔
۲۷	وفد بنی حنیفہ	۱۹، افراد پر مشتمل تھا	وفد کے سربراہ سلمیٰ بن حنظلہ تھے اسی وفد میں مسیلمہ تھا جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کذاب مشہور ہوا۔ وفد کو آپؐ نے ایک مشکیزہ پانی عطا فرمایا۔ ہدایت کی کہ گرجا توڑ کر اس پانی سے دھونا وہاں مسجد بنانا۔ اہل ایمان نے اس حکم کی تعمیل کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸	وفد شیبان		حریث ابن حسان الشیبانی کے ساتھ ایک عورت قیلہ آپؐ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ نے قیلہ اور دختران قیلہ کے لیے سرخ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر فرمایا کہ ان کے حق میں ظلم نہ کیا جائے اور نہ انہیں نکاح پر مجبور کیا جائے۔
۲۹	وفد طئ از یمن	۱۵ افراد ؍؍	وفد کے سردار زید خیر تھے۔ سب مسلمان ہو گئے۔ آپؐ نے انہیں جاگیریں عطا فرمائیں۔ قبیلہ طی کے بت کو ڈھانے کے لئے آپ نے حضرت علیؓ کو بھیجا جس میں حاتم کی بیٹی گرفتار اور پھر رہا ہوئیں اور بعد میں عدی بن حاتم مسلمان ہوئے۔
۳۰	وفد بنی تجیب	۱۳ رکنی وفد۔	یہ وفد صدقات واجبہ بھی ۹ ھ میں ساتھ لایا مگر لڑکے نے مغفرت کی درخواست کے ساتھ دل کے غنی ہونے کی دعا کرائی
۳۱	وفد خولان	۱۰ افراد کا وفد۔	یہ وفد شعبان ۱۰ھ میں آیا مسلمان ہوئے۔ واپس جا کر سب سے پہلے اپنے بت عم نس کو منہدم کیا۔
۳۲	وفد جعفی		جعفی قبیلے کے دو افراد قیس بن سلمہ اور سلمہ بن یزید آئے مسلمان ہوئے مگر بوجوہ بعد میں ملعون ٹھہرے۔ بعد میں یزید بن مالک بطور وفد آئے مسلمان ہوئے۔ انہیں جاگیر عطا کی گئی۔
۳۳	وفد صداء	۱۵ افرد کا وفد۔	۸ ھ میں قیس بن سعد بن عبادہ کو یمن میں یہ ہدف دے کر بھیجا کہ قبیلہ صداء کو روند ڈالے لیکن وہاں سے بطور وفد ایک شخص کی درخواست پر سریہ واپس بلا لیا پھر ۱۵ آدمیوں کا ایک وفد حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا۔ اور اپنے پسماندہ لوگوں کی طرف سے بیعت کی۔
۳۴	وفد مراد		فروہ بن مسیک المرادی شاہان کندہ کو چھوڑ کر اسلام لایا۔ آپؐ نے اسے عامل بنایا وہ آپؐ کی وفات تک اس منصب پر رہے۔
۳۵	وفد زبید	۱۰ افراد کا وفد۔	عمرو بن معدی کرب الزبیدی دس افراد کے ساتھ مدینہ آئے مسلمان ہو گئے۔ آپؐ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے پھر بعد میں مسلمان ہو گئے۔ جنگ قادسیہ میں خوب جوہر دکھائے۔
۳۶	وفد کندہ	۱۹ افراد کا وفد۔	اشعث بن قیس انیس افراد کے ساتھ بحیثیت مسلمان آئے۔ وضع قطع غیر مہذب تھی۔ جو آپؐ نے درست کرائی اور انعامات سے نوازا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۷	وفد الصدف	۱۹افراد کا وفد۔	یہ وفد آپؐ کے مکان اور منبر کے درمیان بغیر سلام کے بیٹھ گیا۔ کھڑے ہو کر سلام کیا جواب پایا۔ اوقات کار نماز دریافت کیے۔ جو بتائے گئے۔
۳۸	وفد بنی خشین		ابوثعلبہ خیبر کی تیاریوں کے موقع پر آئے اسلام لائے اور جنگ خیبر میں شرکت کی بعد میں بنی خشین کے سات افراد کا وفد آیا اور اسلام قبول کیا۔
۳۹	وفد سعد ھذیم		چند لوگ حاضر خدمت ہوئے۔ اسلام لائے۔ بیعت کی واپسی پر انہیں ہدایت فرمائی گئی کہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالو۔
۴۰	وفد بلی		ربیع الاول ۹ھ میں آیا۔ یہ قوم اسلام لے آئی۔ تین دن مدینہ قیام کیا۔ اور چند امور میں آپؐ کی رہنمائی حاصل کی۔
۴۱	وفد بھراء		تیرہ رکنی وفد یمن سے آیا۔ مسلمان ہوئے۔ فرائض اسلام سیکھے۔ چند دن قیام کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔
۴۲	وفد عذرہ		صفر ۹ھ میں آئے تعارف کرایا۔ دین حق کے بارے میں چند سوالات کیے۔ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابوزفر الکلبی بھی بطور وفد آئے۔ اسلام قبول کیا انہیں قوم کی سرداری کا جھنڈا عطا کیا گیا۔
۴۳	وفد سلامان		سات افراد کا یہ وفد مدینہ آیا خود اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے قائم مقام کی حیثیت سے بھی آئے تھے۔ شرائع اسلام کی تعلیم حاصل کی۔
۴۴	وفد جھینہ		تعارف پر آپؐ نے بنوغیان کی جگہ پر نام بنورشدان رکھا اور وادی غوی کی جگہ رشدا رکھا۔ اور فرمایا۔ ''جبل الاشعر اور جبل الاجرد جنت کے دو پہاڑ ہیں انہیں کوئی فتنہ نہ روند سکے گا۔'' مسجد کے لیے ایک قطعہ زمین عطا فرمایا۔ بت کے مجاور نے بت منہدم کر ڈالا۔
۴۵	وفد کلب		اس وفد کے دو آدمی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے پھر ایک اور وفد حاضر ہوا جس کے سربراہ حارثہ بن قطن تھے آپؐ نے ان کے لیے دومۃ الجندل اور اس کے نواح کے لیے زکوۃ وعشر کا نظام عطا فرمایا اور نماز اور اسلام کے دیگر احکامات کی تعلیمات تحریر کرا دیں۔
۴۶	وفد جرم		دو آدمیوں کا وفد حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا قرآن سیکھا۔ دینی امور کی تعلیم حاصل کی۔ واپس جا کر نماز کے لیے ایک چھوٹا لڑکا جو قرآن زیادہ جانتا تھا امام مقرر کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷	وفد الازد	۱۹ افراد کا وفد۔	صرد بن عبدالازدی انیس افراد کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ ان کو قوم کا امیر بنایا۔ مشرک قبائل سے جہاد کا حکم دیا اور انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔
۴۸	وفد غسان	۱۳ افراد کا وفد	تیرہ رکنی وفد غسان سے مدینہ آیا اسلام قبول کیا واپس جا کر دعوت دی مگر قوم نے قبول نہ کی۔
۴۹	وفد الحارث بن کعب		خالد بن ولید ۱۰ ھ میں نجران گئے ۔ یہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ان کا ایک آدمی مدینہ میں ان کے ساتھ آیا۔ بنی الحارث بن کعب کو ان پر امیر مقرر کیا
۵۰	وفد ھمدان		قیس بن مالک حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپؐ نے انہیں قوم کی طرف داعی بنا کر بھیجا انہوں نے جا کر قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوت قبول کی پھر آپؐ نے انہیں قوم کا امیر بنا دیا اور ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے ہدایات جاری فرمائیں۔
۵۱	وفد سعد العشیر ہ		سعد العشیر ہ کے ایک شخص نے فراض نامی بت کو توڑا۔ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔
۵۲	وفد عنس		قبیلے کے ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر خوف آخرت کا سن کر مسلمان ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا قبیلہ عنس کے اکثر لوگ مقرر ہیں
۵۳	وفد الدریین	۱۰ افرد کا وفد۔	دس افراد کا ایک وفد غزوہ تبوک کے بعد حاضر ہوا۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے وفد کے بعد ایک فرد تمیم نے کہا روم جب فتح ہو تو اسکے دو گاؤں جرئی اور بیت عیفون مجھے ہبہ فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا وہ تمہارے ہی ہوں گے اور باقاعدہ فرمان لکھ دیا۔
۵۴	وفد الرھاویین مذحج	۱۵ افراد کا وفد۔	۱۰ ھ میں پندرہ افراد کا ایک وفد آیا۔ اسلام لائے، فرائض سیکھے، اور ہدایا کا تبادلہ ہوا اور واپس ہوئے۔
۵۵	وفد عامد	۱۰ افراد کا وفد۔	یہ وفد رمضان المبارک ۱۰ ھ میں آیا۔ دس افراد تھے۔ سلام کر کے اسلام قبول کیا۔ قرآن سیکھا۔ آپؐ نے شرائع اسلام ان کو لکھ کر دیے۔ ایک اور وفد دوسو افراد پر مشتمل تھا محرم ۱۱ ھ میں آیا اور اسلام قبول کیا۔
۵۶	وفد النخع		قبیلہ نے دو منتخب افراد کا وفد بھیجا یہ دونوں افراد حاضر ہوئے ۔ اسلام قبول کیا قوم کی طرف سے بیعت کی ۔ آپؐ کو یہ بہت پسند آئے ۔ دعا فرمائی ۔ اور ارطاۃ کو امیر قوم بنایا۔ انہیں جھنڈا عطا کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۷	وفد بجیلہ	۱۵۰۔افراد کا وفد۔	یہ وفد ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ۱۰ ھ میں آیا۔ دوسرا وفد اڑھائی سو افراد پر مشتمل تھا پہلے وفد کے قائد جریر کے بارے میں پیش گوئی فرمائی کہ ایک بہترین بابرکت شخص نظر آئے گا۔ جس کی پیشانی پر سلطنت کا نشان ہوگا۔ دوسرے وفد کے سربراہ قیس بن عزرۃ الاحمسی کو ذوالخلصہ بت توڑنے کا ہدف دیا جو انہوں نے پورا کیا۔ انہوں نے اپنے علاقوں میں اسلام کو غالب کیا۔
۵۸	وفد خثعم		عثعث بن زحر اور انس بن مدرک قبیلے کے چند لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ ایمان لائے۔ آپؐ نے انہیں ان کی خواہش پر اسلام کے کچھ احکامات لکھ کر دیے۔
۵۹	وفد الاشعرین	۵۰ افراد کا وفد	قبیلے کے پچاس افرد بحری راستے پر جدہ اور جدہ سے مدینہ اور مدینہ سے خیبر پہنچے قدم بوس ہوئے اسلام لائے اور بیعت کی آپؐ نے فرمایا: اشعرین لوگوں میں ایسے ہیں جیسے تھیلی میں مشک ہو۔ ان میں ابوموسیٰ اشعری اور ان کے بھائی اور قبیلہ کے دو آدمی بھی تھے۔
۶۰	وفد حضرت موت		یہ وفد شاہان حضر موت کا وفد تھا۔ یہ لوگ اسلام لائے۔ پھر وائل بن حجر حضرمی شاہ حضرموت آئے اور اسلام لائے آپ نے دس میں سے نو حصے ان کے نام لکھ دیے۔ اور انہیں ان کے منصب پر برقرار رکھا۔
۶۱	وفد ازدعمان		اس قبیلے کے پاس آپؐ نے علاء بن الحضرمی کو شرائع اسلام سکھانے کے لیے بھیجا واپسی پر وفد آیا کہ ایسا آدمی بھیجیں جو ان کے معاملات کا انتظام کرے۔ آپؐ نے مخربۃ العبدی جن کا نام مدرک بن خوطہ تھا کو انکی خواہش پر عمان بھیجا۔ یہ اسلام لائے۔
۶۲	وفد غافق		جلیحہ بن شجار بن صحار الغافقی کی سربراہی میں ایک وفد آیا۔ اسلام قبول کیا۔ اور زکوٰۃ وصدقات کے بارے میں احکامات حاصل کیے۔
۶۳	وفد بارق		وفد نے آکر اسلام قبول کیا بیعت کی اور آپؐ نے انہیں فرمان لکھ کر دیا۔
۶۴	وفد دوس	۷۰ یا ۸۰ کا وفد۔	طفیل بن عمر دوسی کے ہمراہ ستر یا اسی افراد ان کے قرابت دار مدینہ اور پھر خیبر پہنچے۔ آپؐ نے طوبیٰ للغرباء کی نوید سنائی اور مزید غلبہ اسلام کا مژدہ سنایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۵	وفد ثمالۃ والحدّان	یہ دو وفد فتح مکہ کے بعد آئے اور اسلام قبول کیا اور قوم کی جانب سے بیعت کی اور آپ نے ان کو ایک ایک فرمان لکھ کر دیا۔
۶۶	وفد اسلم	ایک جماعت حاضر ہوئی دل کی گہرائیوں سے اسلام قبول کیا۔ اور آپؐ نے انہیں فرائض زکوۃ سے متعلق احکامات لکھ کر دیئے۔
۶۷	وفد جذام	رفاعہ بن زید خیبر کے موقع پر اسلام لائے قوم کو دعوت اسلام دی جو انہوں نے قبول کی فروہ بن عمر نے اسلام قبول کیا اہل روم نے پہلے انہیں گرفتار کیا بالآخر قتل کر دیا۔
۶۸	وفد مھرہ	دو الگ الگ وفد آئے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ اور دونوں کو فرمان لکھ کر دیئے گئے۔
۶۹	وفد حمیر	رمضان ۹ ھ میں مالک بن مرارہ شاہان حمیر کے خطوط اور اسلام لانے کی خبر آپ کے پاس لائے۔ آپؐ نے ان کے جوبات عطا فرمائے۔
۷۰	وفد نجران	آپؐ کے مکتوب کے جواب میں نجران سے ۱۴ سرکردہ لوگ آئے۔ نصرانیت چھوڑنے کے لیے آپؐ نے مباہلہ کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ تاہم ایک معاہدہ پر دستخط کر کے چلے گئے۔ لیکن بہت جلد واپس آ کر اسلام قبول کیا اور وفاداری پر قائم رہے۔
۷۱	وفد جیشان	قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ یمن کی مختلف قسم کی شراب کے بارے میں سوالات کیے۔ آپؐ نے فرمایا شراب یعنی نشہ آور چیز قلیل ہو یا کثیر اس کا پینا حرام ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہوئے اور وفاداری پر قائم رہے۔
۷۲	وفد السباع	آپؐ مدینے میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ایک بھیڑیا آیا آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آواز نکالنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا یہ درندوں کا قاصد ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اگر تم لوگ اس کا کوئی حصہ مقرر کر دو تو اسکے علاوہ کسی چیز پر نہ بڑھے گا۔ اور اگر تم چھوڑ دو اور اس سے بچو تو وہ جو کچھ لے لے گا اس کا رزق ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم تو اس کے لیے کسی بھی چیز پر راضی نہیں۔ آپؐ نے اس کی طرف سے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس سے جلدی چلا جا۔ وہ پلٹ گیا۔ دیکھا تو وہ بھاگ رہا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد ج۔۱۔ص۔۱۴۱ تا ۱۷۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد نے طبقات میں ان عنوانات کے تحت ۷۲ وفود کا تذکرہ کیا ہے آپ اس باب کا بغور مطالعہ کریں تو ایک وفد کے تذکرہ میں کئی مقامات پر انہوں نے اس عنوان میں دوسرے وفد کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اس حساب سے یہ تعداد ۷۲ سے کہیں زیادہ بنتی ہے۔ لیکن اگر آپ کتب احادیث، سیرت اور تاریخ کا مطالعہ کریں اور یہ فہرست ترتیب دیں تو یقیناً وفود کی تعداد کہیں زیادہ بن جائیگی۔ تاہم طبقات ابن سعد میں وفود کی تعداد بھی زیادہ نقل ہوئی ہے۔ اور اس کی ترتیب بھی عمدہ ہے۔ اس لیے یہ فہرست طبقات سے لی گئی ہے۔ اس طرح مکتوبات کی تفصیلات جو الطبقات الکبریٰ ج۔ ا۔ ص۔ ۱۱۴ تا ۱۴۱ میں درج ہے ان کی تعداد بھی ۱۰۵ ہے جو ایک عظیم کاوش ہے تاہم مکتوبات کی تعداد بھی اس سے کہیں زیادہ ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

چوبیسواں باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوہ تبوک

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

غزوہ خندق کے بعد کفر کی طاقتوں کو پسپا ہونا پڑا اور حدیبیہ کی صلح کے بعد تو عالم کفر سر اٹھا کر چلنے کے بھی قابل نہ رہا۔ تحریک اسلامی نے جو پیش رفت کی وہ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو بیرونی اسلام دشمن قوتیں اور دو اندرونی سازش کرنے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے والی طاقتیں ایک ایک کر کے ان کو کلیۃً ختم کر کے رکھ دیا گیا یعنی صلح حدیبیہ سے قریش مکہ کو دس سالہ جنگ بندی کے ذریعے سے معطل کر دیا گیا پھر دوسرے دشمن یہود کی قوت کار کو خیبر میں تباہ کیا گیا اور پھر قبائل غطفان کو جو تیسری مگر افرادی قوت کے اعتبار سے اب تک سب سے بڑی قوت تھی زیر کر لیا گیا تھا۔ اور صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی پر نہایت سرعت کے ساتھ اور نہایت ہی خاموشی کے ساتھ دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ میں قریش کے سر پر جا کھڑا ہوا تو بغیر کسی بڑی مزاحمت کے مکہ فتح کر لیا گیا۔ اور جب حنین کے میدان میں قبائل ہوازن، ثقیف، نضر، جشم اور بعض دوسرے جاہلیت پرست قبائل نے اپنی ساری طاقت لا کر جھونک دی تا کہ اس انقلاب کو روکیں جو فتح مکہ کے بعد تکمیل کے مرحلے پر پہنچ چکا ہے لیکن یہ جسارت ناکام ہوئی اور حنین کی شکست کے بعد عرب کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہو گیا کہ اب اسے دارالاسلام بن کر رہنا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ پر پورا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ عرب کا بیشتر حصہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا اور نظام جاہلیت کے صرف چند پراگندہ عناصر مکہ کے مختلف گوشوں میں باقی رہ گئے۔

اس وقت تک کے حالات نے عالمی اسلامی انقلاب کے لیے راہ ہموار کر دی۔ جو شمال میں سلطنت روم کی سرحد پر اسی زمانہ میں پیش آ رہے تھے۔ وہاں جس جرأت کے ساتھ نبی ﷺ ۳۰ ہزار کا زبردست لشکر لے کر گئے اور رومیوں نے آپ کے مقابلہ پر آنے سے پہلو تہی کر کے جو کمزوری دکھائی اس نے تمام عرب پر آپؐ کی اور آپؐ کے دین کی دھاک بٹھا دی اور اس کا ثمر اس صورت میں ظاہر ہوا کہ تبوک سے واپس آتے ہی حضورؐ کے پاس عرب کے گوشے گوشے سے وفد پر وفد آنے شروع ہو گئے اور وہ اسلام واطاعت کا اقرار کرنے لگے۔ جن کی تفصیل آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھ لی ہے جو شمال جنوب، مشرق مغرب ہر طرف سے آئے تھے۔ چنانچہ اسی کیفیت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝﴾ (النصر: ۱،۲:۱۱۰)

''جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح نصیب ہوئی اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔''

غزوہ تبوک اور اس کا پس منظر

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رومی سلطنت کے ساتھ کشمکش کی ابتداء فتح مکہ سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ نے حدیبیہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے جو وفود عرب کے مختلف گوشوں میں بھیجے تھے ان میں سے ایک وفد شمال کی طرف سرحد شام سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر عیسائی تھے اور رومی سلطنت کے زیر اثر تھے۔ ان لوگوں نے ذات اطلح (ذات اطلاح) کے مقام پر اس وفد کے ۱۵ آدمیوں کو قتل کر دیا اور صرف رئیس وفد کعب بن عمیر غفاری بچ کر واپس آئے۔ اس زمانے میں حضور نے بصری کے رئیس شرجیل بن عمرو کے نام بھی دعوت اسلام کا پیغام بھیجا تھا مگر اس نے آپ کے ایلچی حارث بن عمیر کو قتل کر دیا۔ یہ رئیس بھی عیسائی تھا اور براہ راست قیصر روم کے احکام کا تابع تھا۔ ان وجوہ سے آنحضرت ﷺ نے جمادی الاول ۸ ھ میں تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج سرحد شام کی طرف بھیجی تاکہ آئندہ کے لیے یہ علاقہ مسلمانوں کے لیے پرامن ہو جائے اور یہاں کے لوگ مسلمانوں کو بے زور سمجھ کر ان پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ یہ فوج جب "معان کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ شرجیل بن عمرو ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ پر آ رہا ہے۔ خود قیصر روم حمص کے مقام پر موجود ہے اور اس نے اپنے بھائی تھیوڈور کی قیادت میں ایک لاکھ کی مزید فوج روانہ کی ہے۔ لیکن ان خوفناک اطلاعات کے باوجود ۳ ہزار سرفروشوں کا یہ مختصر دستہ آگے بڑھتا چلا گیا اور موتہ کے مقام پر شرجیل کی ایک لاکھ فوج سے جا ٹکرایا۔ حیران کن اقدام کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ مجاہدین اسلام بالکل پس جاتے، لیکن سارا عرب اور تمام شرق اوسط یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ ایک اور ۳۳ کے اس مقابلہ پر بھی کفار مسلمانوں پر غالب نہ آسکے۔ یہی چیز تھی جس نے اسلام اور اس سے متصل رہنے والے نیم آزاد عربی قبائل کو بلکہ عراق کے قریب رہنے والے نجدی قبائل کو بھی جو کسریٰ کے زیر اثر تھے۔ اسلام کی طرف متوجہ کیا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ بنی سلیم (جن کے سردار عباس بن مرداس سلمی تھے) اور اشجع اور غطفان اور ذبیان اور فزارہ کے لوگ اسی زمانہ میں داخل اسلام ہوئے۔ اور اسی سلطنت روم کی عربی فوجوں کا ایک کمانڈر فروہ بن عمرو الجذامی مسلمان ہوا جس نے اپنے ایمان کا ایسا زبردست ثبوت دیا کہ گرد و پیش کے سارے علاقے اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ قیصر کو جب فروہ کے قبول اسلام کی اطلاع ملی تو اس نے انہیں گرفتار کرا کے اپنے دربار میں بلوایا اور ان سے کہا کہ دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کر لو۔ یا ترک اسلام جس کے نتیجہ میں تم کو نہ صرف رہا کیا جائے گا بلکہ تمہیں اپنے عہدے پر بھی بحال کر دیا جائے گا یا اسلام جس کے نتیجہ میں تمہیں موت کی سزا دی جائے گی۔ انہوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کو چن لیا اور راہ حق میں جان دے دی۔ یہی واقعات تھے جنہوں نے قیصر کو اس خطرے کی حقیقی اہمیت محسوس کرائی جو عرب سے اٹھ کر اس کی سلطنت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دوسرے ہی سال قیصر نے مسلمانوں کو غزوہ موتہ کی سزا دینے کے لیے سرحد شام پر فوجی تیاریاں شروع کر دیں اور اس کے ماتحت غسانی اور دوسرے عرب سردار فوجیں اکٹھی کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ اس سے بے خبر نہ تھے۔ آپ ہر وقت ہر اس چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی خبردار رہتے تھے جس کا اسلامی تحریک پر کچھ بھی موافق یا مخالف اثر پڑتا ہو۔ آپ نے ان تیاریوں کے معنی فوراً سمجھ لیے اور بغیر کسی تامل کے قیصر کی عظیم الشان طاقت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس موقع پر ذرہ برابر بھی کمزوری دکھائی جاتی تو سارا بنا بنایا کام بگڑ جاتا۔ ایک طرف عرب کی دم توڑتی ہوئی جاہلیت، جس پر حنین میں آخری ضرب لگائی جا چکی تھی پھر جی اٹھتی دوسری طرف مدینہ کے منافقین جو ابو عامر راہب کے واسطے سے غسان کے عیسائی بادشاہ اور خود قیصر کے ساتھ اندرونی ساز باز رکھتے تھے اور جنہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں پر دین داری کا پردہ ڈالنے کے لیے مدینہ سے متصل ہی مسجد ضرار تعمیر کر رکھی تھی۔ بغل میں چھرا گھونپ دیتے۔ سامنے سے قیصر جس کا دبدبہ ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد دور و نزدیک کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاقوں پر چھا گیا تھا حملہ آور ہو جاتا۔ اور ان تین زبردست خطروں کی متحدہ یورش میں اسلام کی جیتی ہوئی بازی یکا یک مات کھا جاتی۔ اس لیے باوجود اس کے کہ ملک میں قحط سالی تھی، گرمی کا موسم پورے شباب پر تھا۔ فصلیں پکنے کے قریب تھیں۔ سواریوں اور سروسامان کا انتظام سخت مشکل تھا، سرمایہ کی بہت کمی تھی اور دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتوں میں سے ایک کا مقابلہ درپیش تھا، اللہ کے نبی ﷺ نے یہ دیکھ کر کہ یہ دعوت حق کے لیے زندگی و موت کے فیصلہ کی گھڑی ہے اسی حال میں تیاری جنگ کا اعلان کر دیا۔ پہلے غزوہ میں تو حضور کا قاعدہ تھا کہ آخر وقت تک کسی کو نہ بتاتے تھے کہ کدھر جانا ہے اور کس سے مقابلہ درپیش ہے بلکہ مدینے سے نکلنے کے بعد منزل مقصود کی طرف سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے پھیر کی راہ سے تشریف لے جاتے تھے۔ لیکن اس موقع پر آپؐ نے یہ پردہ بھی نہ رکھا اور صاف صاف بتا دیا کہ روم سے مقابلہ ہے اور شام کی طرف جانا ہے۔ اس موقع کی نزاکت کو عرب میں سب ہی محسوس کر رہے تھے۔ جاہلیت کے بچے کھچے عاشقوں کے لیے یہ ایک آخری شعاعِ امید تھی اور روم و اسلام کے اس ٹکر کے نتیجہ میں وہ بے چینی کے ساتھ نگاہیں لگائے ہوئے تھے کیونکہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ اس کے بعد پھر کہیں سے امید کی جھلک نہیں دکھائی دینی ہے۔ منافقین نے بھی اپنی آخری بازی اسی پر لگا دی تھی اور وہ اپنی مسجد ضرار بنا کر اس انتظار میں تھے کہ شام کی جنگ میں اسلام کی قسمت کا پانسہ پلٹے اور ادھر اندرون ملک میں وہ اپنے فتنہ کا علم بلند کریں یہی نہیں بلکہ انہوں نے اس مہم کو ناکام کرنے کے لیے تمام ممکن تدبیریں بھی استعمال کر ڈالیں۔ ادھر مومنین صادقین کو بھی پورا احساس تھا کہ جس تحریک کے لیے ۲۲ سال سے وہ سربکف رہے ہیں اس وقت اس کی قسمت ترازو میں ہے اس موقع پر جرأت دکھانے کے معنی یہ ہیں کہ اس تحریک کے لے ساری دنیا پر چھا جانے کا دروازہ کھل جائے اور کمزوری دکھانے کے معنی یہ ہیں کہ عرب میں اس کی بساط الٹ جائے۔ چنانچہ اسی احساس کے ساتھ ان فدائیان حق نے انتہائی جوش و خروش سے جنگ کی تیاری کی سروسامان کی فراہمی میں ہر ایک نے اپنی بساط سے بڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی عمر بھر کی کمائی کا آدھا حصہ لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ساری پونجی نذر کر دی۔ غریب صحابہ نے محنت مزدوری کر کے جو کچھ کمایا لا کر حاضر کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار کر دے دیے۔

سرفروشوں والنٹیر وں کے لشکر کے لشکر ہر طرف سے امنڈ امنڈ کر آنے شروع ہوئے اور انہوں نے تقاضا کیا کہ اسلحہ اور سواریوں کا انتظام ہو تو ہماری جانیں قربان ہونے کو حاضر ہیں۔ جن کو سواریاں نہ مل سکیں وہ روتے تھے اور اپنے اخلاص کی بے تابیوں کا اظہار اس طرح کرتے تھے کہ رسول پاک کا دل بھر آتا تھا۔ یہ موقع عملاً ایمان اور نفاق کے امتیاز کی کسوٹی بن گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس وقت پیچھے رہ جانے کے معنی یہ تھے کہ اسلام کے ساتھ آدمی کے تعلق کی صداقت ہی مشتبہ ہو جائے۔ چنانچہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے دوران سفر میں جو جو شخص پیچھے رہ جاتا تھا صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر دیتے تھے اور جواب میں حضورؐ برجستہ فرماتے تھے کہ ''[دَعُوهُ فَإِنْ يَكُ فِيهِ خَيْرٌ فَسَيُلْحِقُهُ اللّٰهُ بِكُمْ إِنْ يَكُ غَيْرَ ذَالِكَ فَقَدْ أَرَاحَكُمُ اللّٰهُ مِنْهُ۔''] جانے دو اگر اس میں کچھ بھلائی ہے تو اللہ اسے پھر تمہارے ساتھ لا ملائے گا اور اگر کچھ دوسری حالت ہے تو شکر کرو کہ اللہ نے اس کی جھوٹی رفاقت سے تمہیں خلاصی بخشی۔

رجب ۹ ھ میں نبی ﷺ ۳۰ ہزار مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جن میں دس ہزار سوار تھے۔ اونٹوں کی اتنی کمی تھی کہ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس پر گرمی کی شدت اور پانی کی قلت مستزاد۔ مگر جس عزم صادق کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبوت اس نازک موقع پر مسلمانوں نے دیا اس کا ثمرہ تبوک پہنچ کر انہیں نقد مل گیا۔ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ قیصر اور اس کے تابعین نے مقابلہ پر آنے کے بجائے اپنی فوجیں سرحد سے ہٹالی ہیں اور اب کوئی دشمن موجود نہیں ہے کہ اس سے جنگ کی جائے۔ دراصل یہ آنحضرت ﷺ کا بروقت اور نہایت مدبرانہ فیصلہ تھا کہ قیصر نے ابھی اجتماع افواج شروع کیا ہی تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کی تیاریاں مکمل ہونے سے پہلے ہی مقابلہ پر پہنچ گئے تو اس نے سرحد سے فوجیں ہٹا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔ غزوہ موتہ میں ۳ ہزار اور ایک لاکھ کے مقابلہ کی جو شان وہ دیکھ چکا تھا اس کے بعد اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ خود نبیؐ کی قیادت میں جہاں ۳۰ ہزار فوج آ رہی ہے وہاں وہ لاکھ دو لاکھ آدمی لے کر میدان میں آ جاتا۔

قیصر کے یوں طرح دے جانے سے جو اخلاقی فتح حاصل ہوئی اس کو آنحضرت ﷺ نے اس مرحلے پر کافی سمجھا اور بجائے اس کے کہ تبوک سے آگے بڑھ کر سرحد شام میں داخل ہوتے، آپ نے اس بات کو ترجیح دی کہ اس فتح سے انتہائی ممکن سیاسی و حربی فوائد حاصل کرلیں۔ چنانچہ آپ نے تبوک میں ۲۰ دن ٹھہر کر ان بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جو سلطنت روم اور دارالاسلام کے درمیان واقع تھیں اور اب تک رومیوں کے زیر اثر رہی تھیں۔ فوجی دباؤ سے سلطنت اسلامی کا باجگذار اور تابع امر بنالیا۔ اس سلسلہ میں دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کے عیسائی رئیس اُکیدر بن عبدالملک کندی، ایلہ کے عیسائی رئیس یوحنا بن رؤبہ اور اسی طرح مَقْنَا، جرباء اور اَذرُح کے نصرانی رؤساء نے بھی جزیہ ادا کر کے مدینہ کی تابعیت قبول کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حدود اقتدار براہ راست رومی سلطنت کی سرحد تک پہنچ گئے اور جن عرب قبائل کو قیصرِ روم اب تک عرب کے خلاف استعمال کرتے رہے تھے۔ اب ان کا بیشتر حصہ رومیوں کے مقابلہ پر مسلمانوں کا محافظ بن گیا۔ پھر اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سلطنت روم کے ساتھ ایک طویل کشمکش میں الجھ جانے سے پہلے اسلام کو عرب پر اپنی گرفت مضبوط کر لینے کا پورا موقع مل گیا۔ تبوک کی اس فتح بلا جنگ نے عرب میں ان لوگوں کی کمر توڑ دی جو اب تک جاہلیت قدیمہ کے بحال ہونے کی آس لگائے بیٹھے تھے۔ خواہ وہ علانیہ مشرک ہوں یا اسلام کے پردہ میں منافق بنے ہوئے ہوں۔ اس آخری مایوسی نے ان میں سے اکثر و بیشتر کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہنے دیا کہ اسلام کے دامن میں پناہ لیں اور اگر خود نعمت ایمانی سے بہرہ ور نہ بھی ہوں تو کم از کم ان کی آئندہ نسلیں بالکل اسلام میں جذب ہو جائیں۔ اس کے بعد ایک برائے نام اقلیت شرک و جاہلیت میں ثابت قدم رہ گئی وہ اتنی بے بس ہو گئی تھی کہ اس انقلابی تحریک کی تکمیل میں کچھ بھی مانع نہ ہو سکتی تھی جس کے لیے اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا تھا۔ اس موقع پر قرآن مجید کی سورہ التوبہ کی آیات ۳۸ تا ۷۲ کا مطالعہ بھی مناسب رہے گا۔ جو رجب ۹ھ سے یا اس سے کچھ پہلے نازل ہوئی جبکہ آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ اس میں اہل ایمان کو جہاد پر اکسایا گیا ہے اور ان لوگوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی گئی ہے جو نفاق یا ضعف ایمان یا سستی و کاہلی کی وجہ سے راہ خدا میں جان و مال کا زیاں برداشت کرنے سے جی چرا رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچیسواں باب

حج بیت اللہ ۹ھ زیر امارت حضرت ابوبکرؓ

غزوۂ تبوک کے بعد آنحضرت ﷺ نے حج بیت اللہ کے لیے بحیثیت امیر الحج حضرت ابوبکرؓ کو مقرر فرمایا۔ ان کے مدینہ منورہ سے روانہ ہو جانے کے بعد سورۂ التوبہ آیات ۱ تا ۳۷ نازل ہوئیں تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو یہ آیات تلاوت کر کے سنائیں تو صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان آیات بینات کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھجوا دیں تاکہ وہ حج میں ان کو سنا دیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اس اہم معاملہ کا اعلان میری طرف سے میرے ہی گھر کے کسی آدمی کو کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس خدمت پر مامور فرمایا اور ساتھ ہی ہدایت فرما دی کہ حاجیوں کے مجمع عام میں اسے سنانے کے بعد حسب ذیل چار باتوں کا اعلان بھی فرما دیں۔

۱۔ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو گا جو دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔

۲۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے کے لیے نہ آئے۔

۳۔ بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنا منع ہے۔

۴۔ جن لوگوں کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کا معاہدہ باقی ہے یعنی جو نقض عہد کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں ان کے ساتھ مدت معاہدہ تک وفا کی جائے گی۔

حضرت علی سورۃ التوبہ کی یہ آیات اور ہدایات نبوی کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کو مقام عرج یا وادی ضجنان میں جا ملے اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا کہ امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے کہا میں مامور کی حیثیت سے آیا ہوں۔ یہ دونوں آگے بڑھے اور حضرت ابوبکرؓ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کو حج کرایا جبکہ دور دراز سے آنے والے مشرکین نے اپنے طریقے کے مطابق حج کیا۔ یہاں یہ بات بھی آپ کے علم میں رہے کہ مکہ فتح ہونے کے باوجود بھی ۸ھ کے حج کے لیے نہ تو آپ خود تشریف لے گئے اور نہ ہی کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ لہٰذا یہ حج بھی مشرکین نے اپنے طریقے پر کیا اور ۹ھ کے حج کے لیے بھی آپؐ نے حضرت ابوبکر کا انتخاب فرمایا اور بعد میں حضرت علیؓ بھی بطور مامور اور پیغام رساں شریک حج ہوئے۔ چنانچہ ۹ھ کا حج کرنے کے بعد قربانی کے دن ۱۰ ذی الحج کو جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علیؓ نے لوگوں میں وہ اعلان کیا جس کا حکم انہیں آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ اور پھر حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھیج کر یہ اعلان کرایا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔ یہ اعلان گویا کہ جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا۔

یہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ سورہ التوبہ کی ان آیات کا مطالعہ کیا جائے۔ جو حضرت علیؓ نے حجاج تک پہنچائیں۔

اعلان برأت، ایفائے عہد، قتالِ مشرکین اور قرآن سننے کا پورا موقع فراہم کرو۔

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا
فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ
فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (التوبہ ۹۔ ا تا ۶)

''اعلان برات ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کیے تھے۔ پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔ اطلاع عام ہے اللہ اور اسکے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنیوالے نہیں ہو۔ اور اے نبیؐ انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنادو، بجز ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ وہ اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کے (مامن) تک پہنچا دو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔''

اسلامی ریاست میں حقوقِ شہریت کی شرائط

﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا
عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فٰسِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾
لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾﴾ (التوبة ۔۹۔ ۷۔۱۱)

’’ان مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد آخر کیسے ہوسکتا ہے؟ بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ تو جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو کیونکہ اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے مگر انکے سوا دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو نہ تمہارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا؟ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دل ان کے انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کرلی پھر اللہ کے راستے میں سد راہ بن کر کھڑے ہو گئے۔ بہت برے کرتوت تھے جو یہ کرتے رہے۔ کسی مومن کے معاملہ میں نہ یہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کی ذمہ داری کا اور زیادتی ہمیشہ انہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام واضح کیے دیتے ہیں۔‘‘

توہین رسالت کی سزا موت ہے

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾﴾ (التوبة ۔۹۔ ۱۲)

’’اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے کرنے شروع کردیں تو پھر کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید کہ (پھر تلوار ہی کے زور سے) وہ باز آئیں گے۔‘‘

جہاد کی ترغیب اور اس کے نتیجے میں وعدے

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَیُخْزِهِمْ وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾﴾ (التوبة ۔۹۔ ۱۳ تا ۱۶)

’’کیا تم نہیں لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے رسولؐ کو ملک سے نکال دینے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصد کیا تھا اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا۔ اور انہیں ذلیل وخوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔ اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے قلوب کی جلن مٹا دے گا۔ اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دیگا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں) جان فشانی کی اور اللہ اور رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

مساجد کے حقیقی آباد کار کون ہیں

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸﴾

(التوبۃ۔۹۔۱۷۔۱۸)

''مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے مجاور و خادم بنیں۔ درآنحالیکہ اپنے اوپر خود کفر کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ اور جہنم میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ کی مسجدوں کے آباد کار (مجاور و خادم) تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ انہیں سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔''

ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ کی ثمرات

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۲﴾ (التوبۃ۔۹۔۱۹تا۲۲)

''کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھہرا لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور روز آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی لوگ کامیاب ہیں ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔"

کسی بھی صورت میں کفار کو دوست مت بناؤ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (التوبة۔۹۔۲۳،۲۴)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں، اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے۔ وہ ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اسکے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

کامیابی کا پیمانہ کثرت نہیں، نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٧﴾﴾

(التوبة۔۹۔۲۵تا۲۷)

"اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ پر اور مومنیں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرک قطعاً مسجد الحرام میں داخل نہیں ہو سکتا

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾﴾ (التوبة۔۹۔ ۲۸، ۲۹)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو مشرکین ناپاک ہیں۔ لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔ اللہ علیم و حکیم ہے۔ جنگ کرو اہل کتاب میں ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔“

یہود و نصاریٰ کو بندگی رب کا حکم دیا گیا تھا

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڮ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰــهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾﴾ (التوبة۔۹۔ ۳۰، ۳۱)

”یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا تھے۔ خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ انہوں نے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے۔ اور اس طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

بعثت نبوی کا بنیادی مقصد، عالمی سطح پر نظریاتی وسیاسی بالادستی

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾﴾ (التوبة۔۹۔ ۳۲، ۳۳)

”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

باطل طریقوں سے مال بٹورنے کی حرمت اور انفاق نہ کرنے والوں کو سزا

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (التوبة۔۹۔۳۴۔۳۵)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

قمری تقویم ہی حقیقی تقویم ہے اور قمری تقویم کی حکمت

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ؀ اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـــــُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (التوبة۔۹۔۳۶،۳۷)

"حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے، ان میں سے چار مہینے حرام ہیں، یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو، اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو۔ جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ نسی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے۔ جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں۔ تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر دیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ منکرین حق کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھبیسواں باب

حجۃ الوداع، یوم تکمیل دین اور انسانیت کے نام امن کا پیغام

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا۔ مدینہ منورہ میں آپ نے بالفعل اسلامی حکومت قائم کر دی مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ جزیرۃ العرب میں اسلام کی دعوت چہار سو پھیل گئی اور اب مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے گوشے گوشے سے وفود جانے اور آنے لگے اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کا منطقی نتیجہ یوں سامنے آنے لگا کہ روم کی سرحدات سے آگے تک بذات خود آنحضرتؐ تشریف لے گئے اور مجاہدین کو کامیابیوں کے گر سکھا کر عملاً بتا دیا کہ روئے زمین پر اسلام کو غالب کرنے کا کام اسی طرز پر منظم کرنا ہے۔ پھر آپؐ نے زندگی کا اہم کام اور ایک دینی فریضہ کی تکمیل کا فیصلہ فرمایا۔ یعنی حج بیت اللہ جسے آپ حجۃ الوداع کے نام سے جانتے ہیں۔ آیئے دیکھیں آپؐ نے یہ فریضہ کیسے انجام دیا۔

آنحضرت ﷺ نے ۱۰ ھ ماہ ذیقعدہ میں مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ کے جانے کا ارادہ کیا تو یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ پورا عرب آپؐ کے ساتھ جانے کے لیے مدینہ جمع ہو گیا۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نقش پا کو اپنے لیے نشان راہ بنائے اور آپؐ کی اقتدا کرے۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس سال مدینہ منورہ میں چیچک اور خسرہ کی وبا پھوٹ پڑی تھی اس وجہ سے لوگوں کی ایک معقول تعداد حج سے محروم رہ گئی۔ جن لوگوں کے لیے یہ بیماری حج سے مانع رہی، آپؐ نے ان کے لیے ارشاد فرمایا کہ ''ماہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔'' اب جو شخص حج پر جانا چاہتا ہے بہتر ہے اور جو رمضان میں عمرے پر اکتفا کرے وہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔ تاہم مختلف روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے ہمرکاب تھا۔

آپؐ نے سنیچر کے دن ۲۶ ذیقعدہ کو روانگی کے لیے تیاری فرمائی۔ بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہبند پہنا، چادر اوڑھی، قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور ظہر کے بعد عازم سفر ہوئے اور عصر سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ وہاں عصر کی قصر نماز دو رکعت پڑھی اور رات بھر یہاں قیام فرمایا جب صبح ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا جسے حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ ''رات میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والے نے آ کر کہا، اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو حج میں عمرہ ہے۔''

(صحیح مسلم ج۔ ۲۔ حدیث نمبر ۲۹۵۰۔ صحیح بخاری حدیث نمبر۔ ۱۵۳۴)

جمعہ کی شب آپؐ نے وادی عتیق میں گزاری۔ اس رات آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے پاس بھی گئے۔ صبح غسل کیا اور نماز فجر ادا کی۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو ''زریرہ'' خوشبو لگائی۔ یہ زرد رنگ کی ایک بوٹی جو رنگنے کے کام آتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور خوشبو بھی لگائی جس میں کستوری شامل تھی۔ پھر آپؐ نے بال لمبے ہونے کی وجہ سے چپکنے والی ایک لیس دار چیز جسے لبیدہ کہتے ہیں لگایا تاکہ سر کے بال جمے رہیں اور گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ پھر اپنے جانوروں کو جوتوں کا ہار یعنی قلادہ پہنایا اور ان کی کوہان کو داہنی جانب سے معمولی چیرا لگا دیا جس سے تھوڑا سا خون نکل آیا یہ کام آپؐ نے حسب روایات انجام دیا۔ کیونکہ حج کی قربانی کا جانور جو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈالنا قدیم زمانے سے چلا آ رہا تھا اور آنحضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عمل کو قائم رکھا اور یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ یہ جانور حرم کے لیے وقف ہے تا کہ لوگ ایسے جانور کو گزند نہ پہنچائیں اور یہ جانور گم ہو جائیں تو اسے حرم کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ اس عمل کو اصطلاحاً ''تَقْلِیْدُ الْھَدیٰ'' کہا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور میں سے اونٹوں کی یہ خصوصیت ہے کہ جوتوں کے ہار کے ساتھ ساتھ ان کی کوہان کی دائیں جانب معمولی سا چیرا لگا کر جب تھوڑا سا خون رس آئے تو وہ کوہان اور بالوں پر مل دیا جاتا ہے۔ جس کو اصطلاحاً ''اشعار'' کہا جاتا ہے۔ اس سب پر عمل کر کے آپؐ نے تا قیامت اسے مسنون قرار دیا۔

پھر آپؐ نے احرام باندھا یعنی دو صاف ستھری ان سلی چادریں سفید ہوں تو بہتر ہے ایک بطور تہبند باندھی جاتی ہے۔ اور دوسری اوپر اوڑھی جاتی ہے لیکن سر اور چہرہ ننگا رکھا جاتا ہے اور جوتا ایسا پہنا جاتا ہے جس سے ٹخنے ننگے رہیں۔ البتہ عورتوں کے لیے کوئی مخصوص احرام نہیں وہ جو بھی کپڑے پہنے ہوئے ہوں انہی کو بطور احرام اختیار کر سکتی ہیں مگر دستانے پہن سکتی ہیں اور نہ چہرے پر نقاب ڈال سکتی ہیں'' اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اس سفر میں آپ کے ساتھ اپنی قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے۔ جب آپ مسجد ذی الحلیفہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے تلبیہ پکارنا شروع کیا۔

[''لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔'']

''میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیری ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک اور ساجھی نہیں''

اس موقع پر حضرت جبریل امین تشریف لائے اور کہا (اے محمدؐ) اپنے صحابہ کرامؓ کو حکم دیں کہ وہ (یہ) تلبیہ بلند آواز سے کہیں'' اور آپؐ نے لوگوں کو بھی یہی ہدایت فرمائی کہ (جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں وہ) حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہیں اور (جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں) وہ صرف حج اور عمرہ کی الگ الگ نیت کرے اور اس کے لیے) تلبیہ پکارے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ذوالحلیفہ ہی میں تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماء کے لیے آپؐ نے فرمایا ''غسل کر کے لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے اور تلبیہ پکارے۔ آپؐ جب مقام بیداء پہنچے تو یہاں نماز ظہر ادا کی اور اسکے بعد اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب وہ کھڑی ہوئی تو آپؐ نے تلبیہ پکارا اور روانہ ہوئے۔ دوران سفر بھی آپؐ تلبیہ پکارتے رہے۔ آپؐ جب مقام سرف پہنچے تو یہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ایام شروع ہو گئے۔ جبکہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے انہیں حکم فرمایا کہ غسل کریں، اپنے بال کھولیں، اور کنگھی کریں۔ نیز فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دیں اور حج کی نیت کریں۔ حج کے تمام اعمال سرانجام دیں مگر پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف (یعنی عمرہ) نہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی سرف ہی میں تھے کہ لوگوں سے ارشاد فرمایا جس کے پاس قربانی نہیں ہے۔ وہ اس حج کو عمرے میں تبدیل کرنا چاہے تو کر لے۔ (یعنی احرام تو اس نے حج کا باندھا تھا مگر وہ عمرہ کر کے احرام کھول دے۔ پھر آٹھ ذوالحجہ کے لئے نیا احرام باندھے۔) البتہ جس نے عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا اور اس کے پاس قربانی ہے وہ اپنی نیت تبدیل نہیں کر سکتا۔ (یعنی جب تک اس کی قربانی دس ذوالحجہ کو منیٰ میں ذبح نہ ہو جائے وہ احرام نہیں کھول سکتا) چنانچہ بعض لوگوں نے اپنے حج کی نیت کو عمرے میں بدل لیا اور کچھ حج ہی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیت پر قائم رہے۔ (اسے عمرے میں نہ بدلا) البتہ جن لوگوں کے پاس قربانی ہے وہ حج اور عمرے (یعنی حج قران) کا تلبیہ پکارے پھر آپ ؐ وہاں سے چل کر وادی ذی طویٰ میں جا اترے اور رات یہاں بسر کی اور نماز فجر بھی آپ ؐ نے یہیں ادا کی۔ پھر آپ ؐ نے مکہ شہر میں داخلے کے لیے اس کی بالائی جانب کَدَاء کی طرف "ثَنِيَّةُ الْعُلْيَا والا راستہ اختیار فرمایا۔ یہ ذوالحجہ کی چار تاریخ تھی اور اتوار کا دن تھا۔ اور آپ ؐ صبح دن چڑھے مکہ شہر میں داخل ہوئے۔

طواف قدوم اور سعی بین الصفا والمروہ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد آپ ؐ نے بیت اللہ کے قریب اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ میں پہنچتے ہی آپ ؐ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور دائیں طرف چلتے ہوئے کعبے کے گرد سات چکر لگائے اور طواف مکمل فرمایا۔ پہلے تین چکروں میں رمل کیا۔ یعنی آہستہ آہستہ دوڑے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔ ہر چکر میں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھوتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔ لیکن شمال کی طرف دو ارکان (بیت اللہ کے دونوں کونوں) کو ہاتھ نہ لگایا۔ رکن یمانی بیت اللہ شریف کے جنوب مغرب میں وہ کونہ ہے جس کی طرف یمن واقع ہے۔ آپ ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے۔

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾
(البقرۃ۔۲۔۲۱)

اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں ہر طرح کی بھلائیاں عنایت فرما اور آخرت میں بھی تمام خیرات وحسنات سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

پھر آپ ؐ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی ان میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں

﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝﴾ (الکفرون۔۱۰۹۔۱تا۶)

کہہ دو کہ اے کافرو، میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو، نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی عبادت میں کرتا ہوں، اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں، تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

اور دوسری رکعت میں (قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ) تلاوت فرمائی

﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ (الاخلاص ۱۱۲۔۱تا۴)

"کہو وہ اللہ ہے، یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔"

مقام ابراہیم کی طرف آتے ہوئے آپ بلند آواز سے یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ (البقرة۔ ۲۔ ۱۲۵)

''اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔''

آپؐ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبے کے درمیان کر کے طواف کی دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر آپؐ نے آب زمزم نوش فرمایا اور اپنے سر پر بھی ڈالا۔ اور دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد ''سعی'' کے لیے آپؐ صفا پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ صفا کے قریب پہنچے تو آپؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ ''اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهٖ۔'' صفا مروہ اللہ (کے دین) کی نشانیوں میں سے ہیں، میں اسی سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی۔ آپ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ کو دیکھ لیا۔ آپؐ جب صفا پر چڑھتے تو قبلے کی طرف منہ کر کے بیت اللہ کو دیکھتے اور تین بار اللہ کی توحید و تکبیر پکارتے ہوئے یوں کہتے:

[''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ''۔]

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت بھی اس کی، تعریف بھی اس کی وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور اس اکیلے نے تمام گروہوں کو پسپا کر دیا۔''

اس کے بعد مزید دعائیں فرماتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جب کہ آپؐ اپنے اونٹ پر سوار تھے ہر چکر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشیب میں جاتے تو اس جگہ کو تیزی سے طے کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صفا و مروہ کی سعی مکمل کی تو آپؐ نے ان تمام لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانی نہیں لائے تھے حجامت کے بعد احرام کھول دینے کا حکم دیا۔ ابتدا میں ان کی نیت خواہ حج قران کی تھی یا حج افراد کی۔ احرام کھول دینے کے بعد ان کو رخصت مل گئی کہ خوشبو لگائیں۔ سلا ہوا کپڑا پہنیں یا بیویوں سے اختلاط کریں۔ اور یہ رخصت آٹھ ذوالحجہ یعنی ''یوم الترویہ'' تک ہوئی اور انہیں آٹھ ذوالحجہ کو حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنا تھا اور جن کے پاس قربانیاں تھیں ان کو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے اسی احرام کی حالت میں رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی کہ ''میں قربانی ساتھ لایا ہوں۔ حلال نہیں ہو سکتا جب تک قربانی نہ کرلوں، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ جو قربانیاں ساتھ لائے تھے وہ بھی حالتِ احرام میں رہے اور حلال نہیں ہوئے۔ البتہ امہات المومنین کے ساتھ قربانیاں نہیں تھیں چنانچہ انہوں نے احرام کھول دیا۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے بھی اس طرح کیا۔ سوائے حضرت عائشہ ؓ کے اس لئے کہ انہیں ایام شروع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی شکایت کر دی کہ انہوں نے احرام کھول دیا ہے تو آپؐ نے انہیں بتایا کہ میں نے ہی اسے یہ ہدایت کی ہے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم سے جاہلیت کا یہ دستور ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت سراقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا یہ عمل صرف اسی سال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کی رخصت ہے؟ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالتے ہوئے فرمایا نہیں بلکہ (تمتع اور قران کی صورت میں) ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔ آپؐ نے اعمال حج شروع ہونے سے پہلے کے ایام اتوار، سوموار، منگل، بدھ اور اگلی رات تک مکہ میں قیام فرمایا اور قربانی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حالت احرام میں رہے اور جو لوگ رسول اکرم ﷺ سے علیحدہ دوسرے علاقوں سے حج کے لیے آئے تھے اور انہوں نے غائبانہ طور پر تو آپؐ کے احرام کے مطابق اپنا احرام باندھا تھا تو آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے احوال پر قائم رہیں۔ چنانچہ جو لوگ قربانی اپنے ساتھ لائے تھے وہ حلال نہ ہوئے۔ حضرت علیؓ بھی یمن سے قربانی ساتھ لائے تھے اس لئے وہ بھی حلال نہ ہوئے۔ مگر ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس قربانی نہیں تھی، اس لئے وہ حلال ہو گئے۔

مناسک حج کے لیے منیٰ اور عرفات کے لیے روانگی

یوم الترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو جمعرات کی صبح آنحضرت ﷺ منی کی طرف روانہ ہوئے اور وہ صحابہ کرامؓ جو عمرہ کے بعد حلال ہو گئے تھے انہوں نے منیٰ کے قریب ''وادی بطحٰ'' سے حج کے لیے نیا احرام باندھا اور منیٰ پہنچے منی پہنچ کر آپؐ نے جمعرات کے دن (ظہر، عصر، مغرب وعشا) قصر کے ساتھ اپنے اپنے وقت پر ادا فرمائیں، رات کا قیام منیٰ میں فرمایا، اور جمعے کا دن ۹ ذوالحجہ کو فجر کی نماز بھی یہیں ادا فرمائی۔ جمعے کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہوئے اور حکم فرمایا میرے لیے وادی نمرہ میں خیمہ لگایا جائے۔ پھر آپؐ خیمے میں تشریف لے آئے۔ جب سورج ڈھل گیا تو فرمایا: میرے لیے میری (قصواء) اونٹنی تیار کی جائے۔ چنانچہ اس پر پالان کس دیا گیا اور آپؐ وادی عرنہ میں تشریف لائے اور آپؐ نے اپنی اونٹنی ہی پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی، شہادت کے کلمات بیان فرمائے۔ اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرمائی۔ پھر جو باتیں کہیں ان میں سے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

[أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ فَإِنِّیْ لَا أَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا بِهٰذَا الْمَوْقِفِ أَبَداً]

''لوگو میری بات غور سے سنو مجھے نہیں معلوم غالبا میں تم سے اس سال کے بعد اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔''

[أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا: أَلَا كُلُّ شَیْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَّدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَّإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ الرَّبِيْعَةِ بْنِ الْحَارِثِ مُسْتَرْضَعاً فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَهُ وَّرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَّأَوَّلُ رِبَا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ. وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَلَّا يُوَاطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَداً تَكْرَهُوْنَهُ. فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ. وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللهِ وَ أَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا ذَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ أَدَّيْتَ نَصَحْتَ. فَقَالَ ﷺ: بِأُصْبُعِهِ السَّبَابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَ يَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ. اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ."]

''تمہارا خون، تمہارا مال، اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے اس شہر اور مہینے میں تمہارے لیے اس دن کی حرمت ہے۔ سنو لوگو! جاہلیت کی چیزیں میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خونوں میں پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا ہے اور ہمارے سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔ ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کیساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے تم انہیں معروف طریقے سے کھلاؤ اور پہناؤ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو کیا کہو گے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا ''ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے تبلیغ (دین) کر دی، پیغام پہنچا دیا۔ اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔ یہ سن کر آپؐ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ۔ اے اللہ گواہ رہ۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو مزید خطبات مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے انہیں بلا ترتیب یہاں درج کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین کے سامنے یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے کہ آپؐ نے ایام حج میں دنیا کو کیا پیغام عطا فرمایا ہے۔ ان خطبات میں بعض باتوں کا تکرار تو ہے کیونکہ یہ خطبات متعدد مقامات پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے اور تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمائے اس لئے یہ ہمارے لئے مفید بھی ہیں اور بامقصد بھی ارشادات عالیہ ملاحظہ فرمائیے۔

[لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ]

اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی، اور اس اکیلے نے تمام گروہوں کو پسپا کر دیا۔

[أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوا قَوْلِي فَإِنِّي لَا أَرَانِي وَإِيَّاكُمْ أَنْ نَجْتَمِعَ فِي هٰذَا الْمَجْلِسِ أَبَداً بَعْدَ عَامِي هٰذَا]

لوگو میری بات غور سے سنو اس لیے کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں اور تم سب یکجا ہو سکیں اس محفل میں کبھی بھی اس سال کے بعد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللہَ یَقُوْلُ "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔" فَلَیْسَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ فَضْلٌ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَبْیَضَ وَلَا لِاَبْیَضَ عَلٰی اَسْوَدَ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰی۔]

اے لوگو! بے شک اللہ فرماتا ہے اے لوگو! بیشک ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد سے اور ایک عورت سے پھر بنا دیا ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ بلاشبہ تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (اس آیت کی روشنی میں) نہیں ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت اور نہ کسی عجمی کو عربی پر (کوئی فضیلت) اور نہ ہے کسی کالے کو گورے پر اور نہ ہے کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت مگر (فضیلت) تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

[اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اَلَا کُلُّ مَاْثَرَۃٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ یُّدَّعٰی بِہٖ فَھُوَ تَحْتَ قَدَمَیَّ ھَاتَیْنِ اِلَّا سَدَانَۃُ الْبَیْتِ وَسِقَایَۃُ الْحَاجِّ۔]

تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ خبردار تمام دعوے (فضیلت کے) وہ خون کے ہوں یا مال و دولت کے ہوں جو کئے جاتے ہیں سو وہ سب میرے قدموں تلے ہیں۔ مگر بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانا۔

[ثُمَّ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ لَا تُجِیْئُوْا بِالدُّنْیَا تَحْمِلُوْنَھَا عَلٰی رِقَابِکُمْ وَ یَجِیْءُ النَّاسُ بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا اُغْنِیْ مِنْکُمْ مِنَ اللہِ شَیْئًا]

پھر فرمایا اے گروہ قریش! نہ پہنچنا اللہ کے حضور دنیا کے سارے بوجھ کے ساتھ اٹھائے ہوں بوجھ اپنی گردنوں پر اور پہنچیں دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر اگر ایسا ہوا تو میں کام نہ آسکوں گا تمہارے اللہ کے حضور ذرا بھی۔

[یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنَّ اللہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ نَخْوَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَ تَعَظُّمَھَا بِالْاٰبَاءِ۔ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا کَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔ وَاِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ۔]

اے گروہ قریش بے شک اللہ نے یقیناً ختم کر ڈالے تمہارے جہالت کے جھوٹے غرور اور ختم کر ڈالے فخر و مباہات باپ دادا کے کارناموں پر۔ اے لوگو! بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام کردی گئیں ہیں۔ یہاں تک کہ پہنچو تم اپنے رب کے حضور ان چیزوں کی حرمت ایسی ہے کہ جیسی آج کا محترم دن اور اسکی حرمت ایسی ہے جیسی اس ماہ مبارک کی خاص کر تمہارے اس شہر میں اور یقیناً تم سب حاضر ہوگے اپنے رب کے حضور اور وہ ضرور باز پرس کرے گا تم سے تمہارے اعمال کی۔

[اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضُلَّالًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ فَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلْيُؤَدِّهَا اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهٗ عَلَيْهَا۔]

خبردار کہیں مبتلا نہ ہو جانا میرے بعد گمراہی میں کہ مارنے لگو ایک دوسرے کی گردن آپس میں۔ پھر اگر کسی کے پاس رکھوائی جائے امانت تو اسے چاہیے کہ لوٹا دے وہ اس کو اس کی طرف جس نے رکھوائی ہے اس کے پاس۔

[اَيُّهَا النَّاسُ كُلُّ مُسْلِمٍ اَخُو الْمُسْلِمِ وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ اَرِقَّاءَ كُمْ اَرِقَّاءَ كُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ۔]

اے لوگو! ہر مسلمان بھائی بھائی ہے۔ دوسرے مسلمان کا اور بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو انہیں وہی کھلاؤ جو تم خود کھاؤ انہیں وہی پہناؤ جو تم خود پہنو۔

[اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ وَّ دِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَّاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ الرَّبِيْعَةِ بْنِ حَارِثٍ مُسْتَرْضَعاً فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَقَتَلَهٗ هُذَيْلٌ وَّ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَّ اَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ۔]

خبردار سب کچھ دور جاہلیت کا میرے پاؤں تلے روندا گیا۔ اور جاہلیت کے تمام انتقام کالعدم قرار دیئے گئے۔ اور بے شک سب سے پہلا خون میں معاف کرتا ہوں اپنے خاندان کے خونوں میں سے وہ خون ہے ربیعہ بن حارث کا جو گیا ہوا تھا رضاعت کے لیے قبیلہ بنی سعد میں جس کو قتل کر دیا تھا ھذیل نے اور سود دور جاہلیت کے کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں اپنے خاندان کے سودوں میں سے وہ حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود ہے پس یقیناً وہ ختم ہو گیا تمام کا تمام۔

[اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔]

اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے یقیناً دے دیا ہے ہر ایک حقدار کو اس کا حق پس نہ کرے کوئی وصیت کسی وارث کے لیے

[اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔]

بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر میں ہوا ہو۔ اور جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے سنگسار کیا جائیگا اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

[مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔]

جو منسوب کرے گا خود کو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف یا ظاہر کرے کوئی غلام اپنا آقا کسی دوسرے کو۔ پس اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

[اَلدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَّ الْعَارِيَةُ مُرَدَّةٌ وَّالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَّالزَّعِيْمُ غَارِمٌ]

قرض قابلِ ادا ہے اور عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے اور تحفہ کا بدلہ دینا چاہیے اور ضمانت دینے والا تاوان ادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔

[وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِّنْ اَخِيْهِ اِلَّا مَا اَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ فَلَا تَظْلِمُنَّ اَنْفُسَكُمْ۔]

اور نہیں ہے جائز قرض کسی کے لیے وہ کچھ لے اپنے بھائی سے سوائے اس کے جو وہ اسے خود دے اپنی مرضی سے بخوشی اور نہ کروز یادتی ایکدوسرے پر۔

[اَلَا لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تُعْطِيَ مِنْ مَّالِ زَوْجِهَا شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔]

خبردار! نہیں جائز کسی عورت کے لیے کہ دیدے کسی کو اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ مگر اس کی اجازت سے۔

[اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ حَقًّا وَّ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا لَّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَلَّا يُوَاطِئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَدًا تَكْرَهُوْنَهٗ وَعَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ اَنْ تَهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اَنْ تَضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔]

اے لوگو! بلاشبہ تمہارے لیے تمہاری عورتوں پر کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح ان عورتوں کے بھی تم پر کچھ حقوق ہیں۔ تمہارا یہ حق ہے عورتوں پر کہ نہ بلائیں وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو جسے تم پسند نہیں کرتے ہو اور عورتوں پر لازم ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جو کھلی بے حیائی ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو بلاشبہ اللہ کی طرف سے اجازت ہے تمہیں کہ علیحدہ کر دو انہیں اپنے بستروں سے تو انہیں سزا دو معمولی جسمانی سزا پھر اگر وہ باز آ جائیں تو انہیں ان کا رزق دو اور لباس پہناؤ اچھے طریقے سے۔

[وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عَوَانٍ لَّكُمْ لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ. فَاعْقِلُوْا اَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِيْ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ۔]

اور سلوک کرو اپنی عورتوں سے اچھا کیونکہ وہ عورتیں تمہاری محتاج ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتیں اپنے لیے ذرا بھی۔ لہٰذا ڈرو اللہ سے اپنی عورتوں کے بارے میں بے شک تم نے حاصل کیا ہے انہیں اللہ کے نام پر اور حلال ہوئیں وہ عورتیں تمہارے لیے اللہ کے نام پر۔ چنانچہ سمجھو اے لوگو! میری بات، اور بے شک میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔

[وَاِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا، اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ وَ اِيَّاكُمْ وَ الْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ۔]

اور بے شک میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں ایک ایسی چیز کہ نہ گمراہ ہو گے تم اس کے بعد کبھی بھی اگر قائم رہے تم اس پر اور وہ اللہ کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو تم اور حد سے زیادہ مبالغہ نہ کرنا دینی معاملات میں بے شک ہلاک کر دیے گئے وہ تم سے پہلے بسبب غلو کے دینی معاملات میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[وَاِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ یَئِسَ مِنْ اَنْ یُّعْبَدَ فِیْ اَرْضِکُمْ هٰذِهٖ اَبَدًا وَّلٰکِنْ سَتَکُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِیْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَسَیَرْضٰی بِهٖ فَاحْذَرُوْهُ عَلٰی دِیْنِکُمْ.]

اور یقیناً شیطان کو اب کوئی توقع نہیں رہ گئی کہ کوئی عبادت کرے اس کی تمہاری اس سرزمین میں کبھی بھی لیکن اس کا امکان ہے کہ اس کی بات مان لی جائے ایسے معاملات میں جنہیں تم چھوٹا سمجھتے ہو اور اپنے اعمال میں اور وہ اس پر راضی ہے کہ اس کی بات مان لی جائے ایسے معاملات میں جنہیں تم چھوٹا سمجھتے ہو۔

[اَلَا فَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوةَ اَمْوَالِکُمْ طَیِّبَةً بِهَا اَنْفُسُکُمْ وَتَحُجُّوْا بَیْتَ رَبِّکُمْ وَاَطِیْعُوْا وُلَاةَ اَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّکُمْ.]

خبردار عبادت کرو اپنے رب کی اور نماز ادا کرو پانچ وقت کی اور روزے رکھو پورے مہینے کے اور ادا کرو زکوۃ خوش دلی کے ساتھ اور حج کرو اپنے رب کے گھر کا اور اطاعت کرو اپنے اہل امر کی تو داخل ہو جاؤ گے اپنے رب کی جنت میں۔

[اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِهٖ اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ عَلٰی وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰی وَالِدِهٖ.]

خبردار نہیں جرم کا ذمہ دار ہو گا ماسوائے مجرم کے، سنو! نہیں پکڑا جائے گا۔ کوئی باپ کے بدلے بیٹا اور نہ پکڑا جائے گا۔ بیٹے کے بدلے باپ کو۔

[اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ.]

سنو! بتا دیں یہ احکامات وہ لوگ جو حاضر ہیں، ان کو جو غیر حاضر ہیں۔ ہو سکتا ہے جس کو پہنچایا جا رہا ہے وہ زیادہ سمجھنے والا محفوظ رکھنے والا ہو سننے والے سے۔

[وَاَنْتُمْ تُسْاَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا ذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَبَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَنَصَحْتَ.]

اور لوگو تم سے سوال کیا جائے گا۔ میرے بارے میں تو کیا جواب دو گے۔ لوگوں نے کہا ہم گواہی دیں گے بے شک آپ نے پہنچا دی امانت (دین کی) اور ادا کر دیا آپ نے حقِ رسالت اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔

[فَقَالَ رسول الله ﷺ: بِاَصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ یَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَآءِ وَیَنْکُتُهَا اِلَی النَّاسِ. اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ.]

یہ سن کر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اٹھایا اپنی انگشت شہادت کو اور بلند کیا اس کو آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھ کر (فرمایا) اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔

یہ جمعہ کا دن تھا آپ اس روز ظہر کے وقت سے لے کر شام تک تلبیہ اور دعا و مناجات میں مشغول رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا جب شفق کی زردی ختم ہو گئی تو آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور عرفات سے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے اپنی سواری کی باگ بڑی سختی سے کھینچ رکھی تھی اور اسی کیفیت میں سفر جاری رہا۔ راستے میں آپؐ لوگوں کو پرسکون رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک گھاٹی کے پاس آپ سواری سے اترے، پیشاب کیا اور وضو بھی کیا، اور حضرت اسامہ سے فرمایا ''نماز کا مقام اور وقت آگے ہے'' پھر سوار ہوئے اور مزدلفہ پہنچ گئے یہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات تھی۔ مزدلفہ پہنچ کر آپؐ نے وضو کیا اور مغرب اور عشا کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ اکٹھی اور قصر کر کے پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی سنتیں یا نفل نہیں پڑھے اور نہ کوئی خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپؐ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر ہوگئی۔ تب آپؐ نے لوگوں کے ساتھ مل کر نماز فجر ادا فرمائی۔ یہ ہفتے کا دن اور ذوالحجہ کی دس تاریخ تھی۔ یہی یوم النحر اور عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ حضرت عروۃ الطائیؓ نے ایک سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا ''جس نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پالی اس نے حج پالیا۔'' امہات المومنین حضرت سودہؓ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ سے اجازت چاہی کہ رات کو ہی مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں تو آپؐ نے انہیں اور دیگر کمزور لوگوں کو رخصت مرحمت فرمائی کہ وہ چاند غروب ہونے تک مزدلفہ میں وقوف کریں پھر رات کو ہی منیٰ جا سکتے ہیں۔ البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی کی بابت انہیں حکم دیا کہ وہ طلوع آفتاب کے بعد رمی کریں۔ آپؐ نماز فجر ادا کرنے کے بعد مشعر الحرام کے پاس تشریف لے گئے اور قبلہ رخ ہو کر دعا و مناجات اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ صبح خوب سفید اور روشن ہوگئی۔

ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور اس کے ساتھ ہی تلبیہ پکارنا بند کر دیا۔ یہاں پر قبیلہ خثعم کی عورت نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہوں یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! تم اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہو۔ یہ واقعہ منیٰ میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد پیش آیا آپؐ نے اس روز ۱۰ ذوالحجہ یعنی یوم النحر ہفتے کے دن خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس میں انہیں امور کا تذکرہ تھا جو کہ عرفات میں ارشاد فرمائے تھے۔ آپؐ نے مکہ کی حرمت کا تذکرہ بھی فرمایا۔ اس موقع پر حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ کو آپؐ کی خدمت کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایک اونٹنی کی باگ تھامے ہوئے تھا تو دوسرا آپؐ کے سر پر کپڑے سے سایہ کرتا تھا تا کہ گرمی سے بچاؤ رہے۔

قربانی، طواف افاضہ، مکہ سے منیٰ واپسی اور ایام تشریق

کنکریاں مارنے کے بعد آپ قربان گاہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ایک سو اونٹ ذبح کیے۔ ان میں سے تریسٹھ تو آپ نے اپنے دست مبارک سے خود نحر (ذبح) فرمائے اور باقی کے متعلق حضرت علیؓ کو حکم فرمایا کہ وہ ذبح کریں۔ یہ قربانیاں کچھ تو آپ اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے تھے اور کچھ حضرت علیؓ یمن سے لے کر پہنچے۔ اپنی ازواج کی طرف سے آپ نے گائیوں کی قربانی دی اور مزید دو چتکبرے مینڈھے بھی آپ نے ذبح کیے۔ قربان کئے گئے اونٹوں کے بارے میں آپ نے فرمایا ان میں سے ہر ایک سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے چنانچہ اس سارے گوشت کو ایک دیگچے میں ڈال کر پکایا گیا۔ آپؐ اور حضرت علیؓ نے اس میں سے مل کر کھایا اور شوربہ نوش فرمایا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بھی ان قربانیوں میں حصے دار بنایا آپ نے حکم دیا کہ ان قربانیوں کا گوشت ان کے چمڑے اور ان کے جھول وغیرہ سب تقسیم کر دیے جائیں اور قصاب کو مزدوری ہی دیں۔ قربانیوں میں سے کچھ نہ دیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میدان عرفات سارے کا سارا مقام وقوف ہے۔ سوائے وادی عرنہ کے اسی طرح مزدلفہ سارے کا سارا مقام وقوف ہے سوائے وادی محسر کے اور منیٰ سارے کا سارا قربان گاہ ہے۔ نیز مکے کی گلیاں اور راستے بھی قربانی کا مقام ہیں۔ پھر آپ نے اپنا سر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منڈوا دیا اور بال مبارک آدھے تو ابوطلحہؓ کو عنایت فرما دیے اور باقی ایک ایک دو دو کر کے دوسرے صحابہ کرامؓ کے حصہ میں آئے۔ اصحاب کرامؓ میں سے کچھ نے اپنے سر کے بال منڈوائے اور کچھ نے کتروائے۔ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار۔ طواف افاضہ کے لیے مکہ جانے سے پہلے آپؐ نے خوشبو لگائی تھی۔ یہ خوشبو آپؐ کو حضرت عائشہؓ نے لگائی۔ اس میں کستوری بھی شامل تھی۔ پھر آپؐ اسی روز مکے کی جانب روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر آپ نے ظہر سے پہلے طواف افاضہ کیا۔ چاہ زمزم سے پانی کھینچنے والے کے ہاتھ سے ڈول لے کر آپ نے آب زمزم نوش فرمایا۔ پھر سعی کے بغیر منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ (کیونکہ حج قران' ادا کرنے والے کے لیے عمرہ کی سعی کافی ہوتی ہے۔ یہاں آ کر ظہر کی نماز پڑھی اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ظہر کی نماز آپ نے مکہ ہی میں پڑھی تھی۔ اس روز ام سلمہؓ نے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے بیت اللہ کا طواف کیا۔ وہ کچھ بیمار تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس امر کی اجازت دی تھی۔ اس روز سیدہ عائشہؓ نے بھی بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی وہ اسی روز ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ حضرت صفیہؓ نے بھی اس روز طواف افاضہ کیا مگر بعد از اں منیٰ سے کوچ کی رات انہیں ایام شروع ہو گئے چنانچہ انہیں طواف وداع کیے بغیر ہی مدینہ روانگی کی اجازت مل گئی۔ آپ دوبارہ منیٰ پہنچے تو لوگوں نے آپؐ سے مختلف سوالات کیے مثلاً یہ کہ جمرہ عقبہ کی رمی، سر منڈوانے اور قربانی کرنے میں کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی یعنی ترتیب بدل گئی ہے تو آپؐ نے ہر ایک سے یہی فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپؐ نے ہفتے کا بقیہ دن یعنی ۱۰ ذوالحجہ پھر اتوار کی رات اور اتوار کا دن یعنی ۱۱ ذوالحجہ، سوموار کی رات اور سوموار کا دن یعنی ۱۳ ذوالحجہ منیٰ ہی میں گزارے۔ انہیں ایام تشریق کہتے ہیں۔ ان دنوں میں آپؐ ہر روز زوال کے بعد تینوں جمرات پر کنکریاں مارتے ہوئے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے۔ آپ نے اتوار کے روز ۱۱ ذوالحجہ کو اور بعض روایات کے مطابق سوموار ۱۲ ذوالحجہ کو بھی خطبہ ارشاد فرمایا۔ ان خطبات میں آپؐ نے مسلمانوں کے مابین ان کی عزتوں، انکے خونوں اور ان کے اموال کی اہمیت اور حرمت کا بیان فرماتے رہے، اور یہ کہ وہ بیت اللہ کی حرمت کا بھی پاس رکھیں۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے رخصت چاہی کہ منیٰ کی راتیں مجھے مکے میں گزارنے کی اجازت دیں تا کہ حجاج کو پانی پلانے کی خدمت سرانجام دے سکوں۔ چنانچہ انہیں اجازت دے دی گئی ایسے ہی چرواہوں کو بھی منیٰ کی چراگاہوں میں رہنے کی اجازت دی گئی۔ ایام تشریق کے آخری دن ۱۳ ذوالحجہ منگل کے روز آپ منیٰ سے روانہ ہو کر وادی محصب تشریف لے آئے۔ یہ دن یوم النفر الثانی کہلاتا ہے۔ یعنی ''روانگی کا دوسرا دن (وادی محصب) میں آپ کے لیے خیمہ لگا دیا گیا۔ یہ خدمت حضرت ابورافع نے انجام دی اور یہی آپؐ کے سفر کے منتظم تھے۔ آپؐ نے اس پڑاؤ (وادی محصب) میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ ۱۴ ذوالحجہ بدھ کی رات بھی آپؐ نے یہیں بسر کی سیدہ عائشہؓ نے تمنا ظاہر کی کہ ایک عمرہ کر لیں، کیونکہ اب وہ پاک ہو گئی تھیں تو آپؐ نے ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ انہیں مقام تنعیم سے عمرے کا احرام بندھوا کر عمرہ کروا لائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

طواف وداع اور مدینہ کو واپسی

اس سے پہلے کئی لوگ منیٰ سے ہی اپنے اپنے علاقوں کو واپس روانہ ہو جاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہاں تمہارا آخری عمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف بیت اللہ ہونا چاہیے۔ سوائے اس صورت میں کہ کوئی خاتون حیض سے ہو۔ (یعنی اسے طواف وداع سے رخصت ہے) چنانچہ آپ سحر کے وقت نماز فجر سے پہلے بیت اللہ میں تشریف لائے اور طواف وداع کیا۔ اس راہ میں آپؐ کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ جب آپؐ طواف وداع کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اور وہ عمرے سے واپس آ رہی تھیں۔ طواف وداع کے بعد آپ نے قافلے کی روانگی کا حکم دیا اور مکے کی زیریں جانب (کداء ثنیہ سفلیٰ) سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کی مکہ مکرمہ سے آمد سے لے کر طواف وداع کے بعد واپس مدینہ کی طرف روانگی تک کی کل مدت دس روز ہے۔ اس طرح چلتے چلتے آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے، یہاں رات گزاری اور پھر یہاں سے روانہ ہوئے۔ مدینہ کی آبادی دیکھ کر آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور یہ دعا پڑھی۔ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَآئِحُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ صدق اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔]

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اسی کی ہے، تعریفیں بھی اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم واپس آنے والے ہیں۔ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ روزہ رکھنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور اس اکیلے نے ہی تمام گروہوں کو پسپا کر دیا۔'' پھر آپؐ دن چڑھے اپنے شہر مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستائیسواں باب

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئس سالہ زندگی میں اپنی آمد کا بنیادی مقصد پورا کر لیا۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں دعوت الی اللہ کا کام بھرپور طریقے سے انجام دیا۔ مسلمان ہونے والے لوگوں کی تربیت کی اور اسلامی نظامِ جماعت میں پرو دیا جیسے تسبیح کے دانے ہوتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی کام تھا جس کے نتیجے میں مدنی اسلامی ریاست مُنصۂ شہود پر آئی۔ مدینہ منورہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت اس بات کی شاہد ہے کہ آپؐ نے وہاں پہنچتے ہی اسلامی ریاست قائم کی 'مراکز اسلام تعمیر فرمائے' مسلمانوں کو مواخات کے نظام میں مربوط و منضبط فرمایا۔ معاہدات کئے حکومت کے لئے توسیع اور استحکام کے منصوبے بنائے مسلح سرایا ترتیب و تشکیل دیئے اور بہ نفسِ نفیس میدان جنگ میں اترے اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں بالتدریج اسلام کو غالب کر دیا اور دنیا سے رخصت ہونے سے قبل تبوک کا سفر اختیار کر کے اور وفات سے پہلے سَرِیّہ اسامہ روانہ کر کے صحابہ کرامؓ کو عالمی سطح پر اسلام کو غالب کرنے کا کام سپرد کر کے خود دارُ البقا کی طرف بلا لئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس پورے کام کا خلاصہ صرف ایک آیت میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾﴾ (الفتح ۴۸۔ ۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے انکی صفت توارۃ میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے سے جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اور جنہوں نے نیک اعمال کے ہیں۔ اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

قرآن مجید کی اس آیت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کیا ارشاد فرمایا ہے اللہ رب العٰلمین نے اس آیتِ کریمہ میں

۱۔ (مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی کوئی مانے یا نہ مانے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔ محمدٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی اور وہ ہے "أَرْسَلَ رَسُولَهُ" یعنی "هُوَ مُحَمَّدٌ" "رَسُولُ اللهِ" عطف بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں جو حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں یہاں رک کر آپ اگر اس آیت سے پہلی آیت کو دوبارہ پڑھ لیں تو بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے''۔ اس خبر کے بعد فرمایا

۲۔(وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ ''اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفّار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں''۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے مراد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کی صفت یہ بتائی جارہی ہے کہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ یعنی وہ کفار پر سخت ہیں۔ عربی لغت کا محاورہ ہے کہ ''......'' فلاں شخص اس پر شدید ہے۔ یعنی اس کو رام کرنا اور اپنے مطلب پر لانا مشکل ہے۔ شدید کی جمع ''أَشِدَّاءُ'' ہے جس کے معنی میں سختی' تندی' غلظت اور شدت پائی جاتی ہو۔ کفّار پر صحابۂ کرامؓ کے سخت ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافروں کے ساتھ درشتی اور تُند خوئی سے پیش آتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ایمان میں بہت پختہ ہیں' اصولوں کے پابند ہیں سیرت وکردار میں مثالی ہیں اور فراستِ ایمانی کی وجہ سے کفار کے مقابلے میں پتھر کی چٹان یا لوہے کے چنوں کا حکم رکھتے ہیں۔ وہ موم کی ناک نہیں ہیں کہ انہیں کافر جدھر چاہیں موڑ دیں۔ وہ نرم چارہ نہیں ہیں کہ کافر انہیں آسانی کے ساتھ چبا جائیں۔ أَشِدَّاء کا مطلب یہ بھی ہے کہ انہیں کسی خوف سے دبایا نہیں جا سکتا اور نہ انہیں کسی ترغیب سے خریدا جا سکتا ہے۔ کافروں میں یہ طاقت نہیں ہے کہ انہیں غلبۂ دین کے مقصدِ عظیم سے ہٹا دیں جس کے لئے وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے اٹھے ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر بھی اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾﴾ (المجادلہ ۵۸۔۲۲)

''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی ہوں یا انکے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک بات اصولی ہے اور دوسری امر واقعی کا بیان۔ اصولی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دین حق پر ایمان اور اعدائے دین کی محبت، دو بالکل متضاد چیزیں ہیں جن کا ایک جگہ جمع ہونا کسی طرح قابل تصور نہیں۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایمان اور دشمنان خدا اور رسول کی محبت ایک دل میں جمع ہو جائیں، بالکل اسی طرح جیسے ایک آدمی کے دل میں اپنی ذات کی محبت اور اپنے دشمن کی محبت بیک وقت جمع نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ایمان کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس نے ایسے لوگوں سے محبت کا رشتہ بھی جوڑ رکھا ہے جو اسلام کے مخالف ہیں تو یہ غلط فہمی تمہیں ہرگز لاحق نہیں ہونی چاہیے کہ شاید وہ اپنی اس روش کے باوجود ایمان کے دعوے میں سچا ہو۔ اس طرح جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتہ جوڑ رکھا ہے وہ خود بھی اپنی پوزیشن پر غور کر لیں کہ وہ فی الواقع کیا ہیں مومن ہیں یا منافق؟ اور فی الواقع کیا ہونا چاہتے ہیں، مومن بن کر رہنا چاہتے ہیں یا منافق؟ اگر ان کے اندر کچھ بھی راستبازی موجود ہے اور جو کچھ بھی یہ احساس اپنے اندر رکھتے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے منافقت انسان کے لیے ذلیل ترین رویہ ہے تو انہیں بیک وقت دو کشتیوں میں سوار ہونے کی کوشش چھوڑ دینی چاہیے۔ ایمان تو دوٹوک فیصلہ چاہتا ہے۔ مومن رہنا چاہتے ہیں تو ہر اس رشتے اور تعلق کو قربان کر دیں جو اسلام کے ساتھ متصادم ہو۔ اسلام کے رشتے سے کسی اور رشتے کو عزیز تر رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ چھوڑ دیں۔ یہ تو ہے اصولی بات مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف اصول بیان کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس امر واقعی کو بھی مدعیان ایمان کے سامنے نمونے کے طور پر پیش فرما دیا ہے کہ جو لوگ سچے مومن تھے انہوں نے فی الواقع سب کی آنکھوں کے سامنے تمام ان رشتوں کو کاٹ پھینکا جو اللہ کے دین کے ساتھ ان کے تعلق میں حائل ہوئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو بدر و اُحد کے معرکوں میں سارا عرب دیکھ چکا تھا۔ مکہ سے جو صحابہ کرام ہجرت کر کے آئے تھے وہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر خود اپنے قبیلے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے لڑ گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر اپنے بیٹے عبدالرحمن سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت علی، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارث نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسیران جنگ بدر کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے رشتہ دار کو قتل کرے۔ اسی جنگ بدر میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سگے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رہا تھا۔ حضرت مصعب نے دیکھا تو پکار کر کہا ''ذرا مضبوط باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے، اس کی رہائی کے بدلے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔ ابوعزیز نے کہا تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو۔ حضرت مصعب نے جواب دیا۔ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے۔ جو تمہیں گرفتار کر رہا ہے۔ اسی جنگ بدر میں خود نبی کریم کے داماد ابوالعاص گرفتار ہو کر آئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی دامادی کی بنا پر قطعاً کوئی امتیازی سلوک نہ کیا گیا جو دوسرے قیدیوں سے کچھ بھی مختلف ہوتا۔ اس طرح عالم واقعہ میں دنیا کو یہ دکھایا جا چکا تھا کہ مخلص مسلمان کیسے ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہوا کرتا ہے۔ دیلمی نے حضرت معاذ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا نقل کی ہے۔

[¹⁰⁰ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّفَاسِقٍ) عَلَيَّ يَدًا وَلَا نِعْمَةً فَيُوَدَّهٗ قَلْبِيْ فَإِنِّيْ وَجَدْتُ فِيْمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُوحِيَتْ إِلَيَّ لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَآدُوْنَ مَنْ حَآدَّاللهَ وَرَسُوْلَهُ۔"]

''خدایا کسی فاجر (ایک روایت میں فاسق) کا میرے اوپر کوئی احسان نہ ہونے دے کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی محبت پیدا ہو۔ کیونکہ تیری نازل کردہ وحی میں یہ بات بھی میں نے پائی ہے کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کو تم اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت کرتے نہ پاؤ گے''

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴿١٢٣﴾﴾ (التوبة ۹۔ ۱۲۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جنگ کرو ان منکرین حق سے جو تمہارے پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے''

اسلامی مرکز کا استحکام اولین فرض ہے

اسلامی مرکز سے متصل جو کفار ہیں، پہلے مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہیے۔ اسی حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ نے پہلے جزیرۃ العرب کا صفایا کیا، یہاں غلبہ پا کر مکہ، مدینہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضر موت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے کھڑا کر کے غزوہ روم کی تیاری کی۔ جو اول تو جزیرۃ العرب سے ملحق تھا، دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے۔ تبوک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا۔ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے۔ دسویں سال حجۃ الوداع میں مشغول رہے اور حج کے صرف اکاسی دن بعد آپ اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب اور دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر آئے۔ اس وقت دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا اور مسلمانوں کی ابتری کو برتری میں بدل دیا۔ دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ مرتدوں سے دنیا خالی کی۔ ان سرکشوں نے جو زکوٰۃ روک لی تھی ان سے وصول کی۔ جاہلوں پر حق واضح کیا۔ امانتِ رسول ادا کی اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمین روم کی طرف دوڑایا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں اور ایسے ہی جرار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں۔ پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین نے ہر طرف فتح عطا فرمائی۔ کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے۔ ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے، ان کے خزانے اللہ کی راہ میں کام آئے اور جو خبر اللہ کے رسول ﷺ دے گئے تھے وہ پوری ہوئی۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ آپ کے وصی اور ولی شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لیے کچل دی گئی۔ ان کے زور ڈھا دیے گئے۔ اور مشرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی۔ قریب و بعید سے بھرپور خزانے دربار فاروق میں آنے لگے۔ اور شرعی طور پر حکم الٰہی کے ماتحت مسلمانوں اور مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے۔ اس پاک نفس، پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امر خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت اسلام اپنی اصلی شان میں ظہور پذیر تھا۔ اسلام کے لمبے لمبے اور زور دار ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جمالیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکی تھیں۔ حجت ربانی ظاہر تھی، کلمہ الٰہی غالب تھا۔ شان عثمانؓ اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ آج اس کو حلقہ بگوش کیا تو کل اس کو کیے بعد دیگرے کئی ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے۔ یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو۔ پھر فرمایا کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے۔

''اے لوگ جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے۔ اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔ جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔''

اسی طرح ایک اور آیت میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی آپس میں نرم دل اور کافروں پر سخت ہیں۔

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (التحریم ٦٦۔٩)

''اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

حدیث میں ہے کہ ''ضحوک'' ہوں یعنی اپنوں میں نرمی کرنیوالا اور قتال ہوں یعنی دشمنوں سے جہاد کرنے والا۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ جان رکھو اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ یعنی کافروں سے لڑو، بھروسہ اللہ پر کرو اور یقین مانو کہ جب تک تم اس سے ڈرتے رہو گے اس کی فرمانبرداری کرتے رہو گے تو اس کی مدد و نصرت بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔ دیکھ لو خیر کے تینوں زمانوں تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی۔ دشمن تباہ حال اور مغلوب رہے۔ لیکن جب ان میں تقویٰ اور طاعت کم ہوگئی۔ فتنے فساد پڑ گئے، اختلاف اور خواہش پسندی شروع ہوگئی۔ تو وہ بات نہ رہی، دشمنوں کی للچائی ہوئی نظریں ان کی طرف اٹھیں۔ وہ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کھڑے ہوئے، ادھر کا رخ کیا لیکن پھر بھی مسلمان سلاطین آپس میں الجھے رہے وہ ادھر ادھر سے نوالے لینے لگے۔ آخر دشمن اور بڑھے، سلطنتیں نگلنی شروع کیں۔ ملک فتح کرنے شروع کئے۔ آہ! اکثر حصہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہی حکم اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد بھی ہے۔ تاہم جو بادشاہ جس قدر اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ اس قدر اللہ کی مدد نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بھی اللہ سے امید ہے اور دعا ہے کہ وہ پھر سے مسلمانوں کو غلبہ دے اور کافروں کی چوٹیاں ان کے ہاتھ میں دے دے۔ دنیا جہاں میں ان کا بول بالا ہو۔ اور پھر مشرق سے مغرب تک پرچم اسلام لہرانے لگے۔ وہ اللہ کریم وجواد ہے۔ مزید ارشاد ربانی ہے۔

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾

المائدہ ٥۔٥٥۔٥٦)

''تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں اور جو اللہ اور اسکے رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اسے معلوم ہو کہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔"

صحابہ کرام کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ

(رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) اور آپس میں رحیم ہیں۔ یعنی صحابہ کرامؓ کی سختی جو کچھ بھی ہے دشمنان دین کے لیے ہے، اہل ایمان کے لیے نہیں۔ اہل ایمان کے لیے وہ نرم ہیں، رحیم وشفیق ہیں۔ ہمدرد وغمگسار ہیں، اصول اور مقصد کے اتحاد نے ان کے اندر ایک دوسرے کے لیے ہم رنگی اور سازگاری پیدا کر دی ہے۔

رحیم کی جمع "رحماء" ہے۔ انکی باہمی تواضع اور خاطر مدارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔ مہاجرین کے لیے انصار کا جذبہ ایثار قربانی تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے جو تا قیامت پڑھا جاتا رہے گا۔ اور یہ باب مسلمانوں سے اس پر عملدرآمد کا تقاضا کرتا رہیگا۔ صحابہ کرام کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ

[تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ]

تم جب دیکھو گے انہیں رکوع وسجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں میں موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔"

صحابہ کرام کی شان یہ ہے کہ محض فرض نمازیں ہی نہیں سنن ونوافل کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور بالخصوص رات کو اٹھ اٹھ کر نماز تہجد پڑھتے ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا (تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) تم جب دیکھو گے انہیں رکوع وسجود میں مشغول پاؤ گے۔ (يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) یعنی صحابہ کرام کی یہ کیفیت اس لئے ہے کہ ان کو اللہ کا فضل اور اسکی رضا وخوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کو معاش کی تلاش بھی قرار دیا ہے اور اہل ایمان جب رزق حلال کی تلاش میں ہوتا ہے تب بھی وہ اللہ کے قرب کا متمنی ہوتا ہے اور جب ہمہ پہلو زندگی میں حد درجے کی بندگی رب اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کر رہا ہوتا ہے تو وہ بارگاہ رب العزت میں اپنا مقام ومرتبہ بڑھا رہا ہوتا ہے اور مقام رضوان تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (المائدۃ۔ ۵۔ ۵۴)

"جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔"

مقام رضوان کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

[إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ يَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ. فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا ۔] (مسلم کتاب صفة الجنة واھلھا حدیث نمبر ۷۱۴۰)

اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا۔ بہشت والو! وہ عرض کریں گے پروردگار! ہم حاضر ہیں اور آپ کے فرمان کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش اور مطمئن ہو۔ وہ عرض کریں گے کیا ہم اب بھی راضی نہ ہوں آپ نے تو ہمیں ایسی نعمتوں سے نوازا ہے جو آپ کی خلق میں سے کسی کے حصہ میں نہیں آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اس سے بہتر انعام دینا چاہتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے آقا! اس سے بہتر انعام اور کیا ہوسکتا ہے۔ اللہ فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضامندی کا تمغہ دینا چاہتا ہوں۔ میں اب کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔

یہ جو ارشاد فرمایا کہ ''سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یعنی صحابہ کرامؓ کے چہرے ایک کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ جس کے صفحات پر ''اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللہ'' کو پڑھا جاسکتا ہے۔ یعنی نمازوں کے باعث نمازیوں کے چہروں پر خدا ترسی، کریم النفسی، شرافت اور حسن اخلاق کے وہ آثار ہیں جو خدا کے آگے جھکنے کی وجہ سے فطرۃ آدمی کے چہرے پر نمایاں ہوجاتے ہیں۔ ایک متکبر انسان کا چہرہ ایک متواضع اور منسکر المزاج آدمی کے چہرے سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ ایک بداخلاق آدمی کا چہرہ اور ایک نیک نفس اور خوش اخلاق آدمی کے چہرے سے الگ پہچانا جاتا ہے۔ ایک لفنگے اور بدکار آدمی کی شکل وصورت اور ایک شریف اور پاکباز آدمی کی شکل وصورت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) کا منشا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے یہ ساتھی تو ایسے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی ایک آدمی بیک نظر یہ معلوم کرسکتا ہے کہ خیر الخلائق ہیں کیونکہ خدا پرستی کا نور ان کے چہروں سے چمک رہا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق امام مالک بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ کی فوجیں شام کی سرزمین میں داخل ہوئیں تو شام کے عیسائی کہتے تھے کہ مسیح کے حواریوں کی جو شان ہم سنتے تھے یہ تو اسی شان کے لوگ نظر آتے ہیں۔

(ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ) یہ ہے ان کی صفت توراۃ میں۔ قرآن مجید کی اس آیت کی توضیح وتشریح میں مولانا عبد الماجد دریابادی رقمطراز ہیں کہ توریت موجودہ میں صدہا تحریفات وتصرفات کے باوجود یہ الفاظ باقی رہ گئے ہیں کہ ''فاران ہی کے پہاڑ سے وہ (آنحضرتؐ) جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ (استثناء۔ ۳۳۔ ۹۲ (فاران مکہ معظمہ کی ہی پہاڑی کا ایک نام ہے فتح مکہ کے وقت ۱۰ ہزار صحابی آپؐ کے جلو میں تھے۔) اس (آنحضرتؐ) کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔

[وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ]

''اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے۔ تاکہ کفار انکے پھلنے پھولنے پر جلیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ ”قرآن مجید کے اس جملہ میں جو نوٹ عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے وہ ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ”محرف و مسخ شدہ انجیل میں بھی یہ عبارتیں مل جاتی ہیں۔“ آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کی مانند ہے، جسے کسی آدمی نے اپنے کھیت میں بو دیا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا بیج ہوتا ہے۔ مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے۔ اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ (متی ۱۳۔۳۱۔۳۲) پھر اسی نے کہا کہ ہم خدا کی بادشاہت کو کس سے تشبیہ دیں اور کس تمثیل میں اسے بیان کریں؟ وہ رائی کے دانہ کے مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب وہ بو دیا گیا تو اگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے اور ایسی بڑی ڈالیں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کے سائے میں بسیرا کر سکتے ہیں۔ (مرقس۔۴۔۳۰۔۳۲۔ نیز لوقا ۱۳۔۱۸۔۱۹)

قرآنی الفاظ نے آغاز اسلام کے ضعف اور پھر اس کے تدریجی قوت و تقویت کی کتنی خوبصورت تصویر کھینچ دی ہے۔ (يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ) کسانوں کی تخصیص اس لئے کہ کھیتی باڑی کے معاملہ میں وہی صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔ جب کھیتی انہیں بھلی لگنے لگتی تو ضرور ہے کہ واقع میں بھی بھلی ہو۔ (الفتح تفسیر آیت نمبر ۲۹۔ عبدالماجد دریا آبادی حاشیہ نمبر ۴۲)

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی مثالی جدوجہد سے برپا ہونیوالے اسلامی انقلاب کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ نے مہر تصدیق ثبت فرما دی وہ کیسے؟ جب غار حرا میں اللہ تعالیٰ کا پہلا فرمان آیا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ العلق ۹۶۔۱) پڑھو۔ (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ تو اس پیغام ربانی پر ایمان لانے والا صرف اور صرف ایک تھا اور وہ تھے آنحضرت ﷺ جو اپنی نبوت اور رسالت پر سب سے پہلے خود ایمان لائے۔ پھر گھر پہنچے تو دو ہو گئے اور دوسری مسلمان ہونے والی شخصیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تھی۔ پھر جناب ورقہ بن نوفل بطور ہمدرد سامنے آئے۔ پھر تیسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور چوتھے حضرت علیؓ اس قافلے میں شامل ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تعداد بڑھتی گئی اس طرح شجر اسلام کی کونپل زمین سے نکلی باد مخالف چلنا شروع ہو گئیں۔ جو آہستہ آہستہ مظالم کی تیز آندھیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ مگر یہ پودا مخالف ہواؤں کے باوجود اپنی جگہ پر برقرار رہا۔ پھلتا پھولتا اور بڑھتا رہا۔ مخالف ہوائیں جتنی تیز تر ہوئیں اتنا یہ پودا مضبوط جڑیں پکڑتا اور بلند ہوتا گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن یہ پودا ایک مضبوط اور تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا۔ جوں جوں یہ پودا بڑھ رہا تھا مخالف قوتیں اسے دیکھ کر جل بھن جاتی تھیں۔ مگر اس پودے کو لگانے والے اس کی آبیاری اور نگہداشت کرنے والے اسے دیکھ کر اتنا خوش ہو جاتے تھے اور پھولے نہ سماتے تھے جتنا کاشتکار اپنے کھیت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور جب یہ مضبوط درخت بن کر اپنی جڑوں پر استوار ہو گیا۔ اس وقت مخالف طاقتوں کو پوری طرح معلوم ہو گیا کہ اب وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ بلکہ اس کے سایہ تلے پناہ لینے کے بغیر اور کوئی چارہ باقی نہیں رہ گیا۔ اس درخت کی آبیاری اور نگہداشت کرنے والی صحابہ کرامؓ کی وہ مقدس جماعت تھی جو نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائے تھے، پھر عمر بھر دل و جان سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت کرتے اور اسکے اشاروں پر چلتے رہے، آج یہ درخت اپنے ثمرات سمیت میدان عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اور یہ ایک سے شروع ہو کر کہاں پہنچ گیا ایک لاکھ چوبیس ہزار لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر یا لہلہاتا باغ، یہ تعداد تو وہ ہے جو سامنے تھی لیکن پورے ملک میں یہ تعداد کہاں پہنچ گئی تھی یہ ابھی مورخ کے ذمہ قرض ہے۔ لیکن میں تو جہاں اتنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مدنی اسلامی ریاست کا دوسرا یہ عوامی اجتماع جب آپؐ کے سامنے تھا اس وقت آپ کتنے خوش ہوں گے اس کو دیکھ کر اور پھر اس کی آبیاری اور نگہداشت کرنے والی جماعت صحابہ کرامؓ کتنی شاداں وفرحاں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔(كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ)۔گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی (فَآزَرَهُ) پھر اس کو تقویت دی (فَاسْتَغْلَظَ) پھر وہ گدرائی (فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ) پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی (يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ) کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے۔(لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔آیت کے آخر میں دنیا میں اس کاشت کاری اور اس کی آبیاری ونگہداشت کرنے والوں کو آخرت کی کامیابی وکامرانی پر یوں خوشخبری عطا فرمائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا﴾

''اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

سورہ الفتح کی اس آیت میں غلبہ اسلام کے کام کی تکمیل کی خبر دی گئی ہے اور اسلام کا پودا کاشت کرنے والے نبی ﷺ اور اس کے ساتھ کاشتکاری میں معاونت اور آبیاری ونگہداشت کرنے والوں کی تحسین کی گئی ہے اور ان کی اس پر خوشی کے اظہار کو بیان فرمایا گیا ہے اور انہیں مغفرت اور اجر عظیم کا مژدہ سنا گیا ہے۔میرے خیال میں حجۃ الوداع سب سے بڑا اور اہم تر اجتماع عام تھا جس پر آنحضرت اور آپؐ کے رفقائے کار کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔اور اس پر مستزاد یہ کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ النصر نازل کر کے اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی نوید سنا کر اسی اجتماع کی اہمیت کو اور بڑھا دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائیسواں باب

جیش اسامہ، آخری عسکری مہم

آنحضرت ﷺ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے تو چند دنوں کے بعد آپؐ نے روم امپائر کی کبریائی اور غرور کو خاک میں ملانے کے لیے ایک بڑے لشکر کی تیاری کا حکم دیا کیونکہ وہ اہل اسلام کو زندہ رہنے کا حق دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ معان کے رومی گورنر حضرت فروہ بن عمر جزامی کو قتل کر چکے تھے اور انہیں اپنی قلمرو میں کوئی مسلمان قابل برداشت نہ تھا۔ اس تناظر میں آپ نے ایک بڑی یلغار کے لیے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سالار لشکر نامزد فرمایا اور ان کی قیادت میں مہاجرین و انصار کے اکابر صحابہ کرامؓ کو جانے کا حکم مرحمت فرمایا یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اولوالعزم حضرات کو بھی حضرت اسامہؓ کی قیادت میں شام جانے کا حکم دیا۔ ابن سعد کے الفاظ میں جیش اسامہ کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

آنحضرتؐ کی علالت

جمعرات آپؐ کو سخت بخار اور سر درد شروع ہو گیا تاہم آپؐ نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھ سے حضرت اسامہؓ کے لئے جھنڈا باندھا پھر فرمایا۔ اللہ کے نام کے ساتھ جہاد کرو۔ اس سے جنگ کرو جو اللہ کی راہ میں کفر کرے۔'' حضرت اسامہؓ آنحضرت ﷺ کے باندھے ہوئے جھنڈے کو لے کر نکلے جسے انہوں نے حضرت بریدہؓ بن الحصیب الاسلمی کو دے دیا تھا۔ مقام ''الجرف'' پر لشکر جمع ہوا۔ مہاجرین و انصار کے معززین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر کشی کے لیے نہ بلایا گیا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت قتادہؓ بن النعمان، حضرت سلمہ بن اسلم بن جریس جیسے اصحاب کبار لشکر میں شامل تھے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ لڑکا مہاجرین اولین پر امیر بنا دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سنا تو سخت غصے ہوئے اور باہر تشریف لائے سر پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی اور جسم پر ایک چادر تھی۔ آپ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا۔

[أَيُّهَا النَّاسُ فَمَا مَقَالَةٌ بَلَغَتْنِي عَنْ بَعْضِكُمْ فِي تَأْمِيرِي أُسَامَةَ وَلَئِنْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَتِي أُسَامَةَ لَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَتِي أَبَاهُ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لِلْإِمَارَةِ لَخَلِيقًا وَإِنَّ ابْنَهُ مِنْ بَعْدِهِ لَخَلِيقٌ لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّهُمَا لَمَخِيلَانِ لِكُلِّ خَيْرٍ وَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ ثُمَّ نَزَلَ وَدَخَلَ بَيْتَهُ] (الطبقات الکبریٰ۔ ج۔ا۔ص۔۳۴۵)

''اے لوگو! تم میں سے بعض لوگوں کی گفتگو اسامہ کو امیر بنانے کے بارے میں مجھے پہنچی ہے۔ (اس پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ) اگر تم نے اسامہؓ کے امیر بنانے پر اعتراض کیا ہے تو تم اس سے پہلے ان کے باپ کے امیر بنانے پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم، وہ امارت ہی کے لیے پیدا ہوئے تھے اور ان کا بیٹا بھی امارت ہی کے لیے پیدا ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ ان دونوں سے خیر کا گمان کیا گیا ہے۔ تم لوگ اسامہؓ کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ پھر آپ منبر سے اترے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔''

آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانے کے لیے پابند کیے گئے تھے وہ جرف کی طرف لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔ اسی دوران آنحضرت ﷺ کے مرض میں شدت آ گئی۔ آپ فرمانے لگے کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔ درد مزید شدت اختیار کر گیا۔ حضرت اسامہؓ اپنے لشکر گاہ جرف سے واپس آئے جبکہ آپؐ بے ہوش تھے۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر آپؐ کو بوسہ دیا۔ آنحضرت ﷺ کلام نہیں فرما سکتے تھے۔ آپؐ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور انہیں اسامہ کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ اسامہ کا بیان ہے کہ اس عمل سے میں یہ سمجھا کہ آپؐ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اسامہؓ لشکر جرف کی طرف واپس چلے گئے۔ اتوار کو پھر وہ واپس تشریف لائے آنحضرت ﷺ کی یہ صبح افاقہ کی حالت میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو فرمایا کہ ''صبح کو اللہ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ'' اسامہؓ لشکر کی طرف واپس چلے گئے اور لوگوں کو منزل کی طرف کوچ کا حکم دیا گیا لوگ تیار ہو گئے جس وقت وہ سوار ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ انکی والدہ حضرت ام ایمن کا قاصد ان کے پاس آیا اور کہنے لگا آنحضرت ﷺ انتقال فرماتے ہیں۔ حضرت اسامہؓ لشکر گاہ سے مدینہ واپس آئے ان کے ہمراہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ تھے یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ آپؐ انتقال فرما رہے تھے۔ بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بروز پیر جبکہ آفتاب ڈھل چکا تھا آپؐ کی وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لشکر اسلام جرف سے واپس مدینہ آ گیا۔ حضرت بریدہ بن الحصیب بھی آنحضرت ﷺ کا باندھا ہوا جھنڈا لے کو واپس آ گئے۔ جو حضرت اسامہؓ کو آپؐ نے عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے وہ جھنڈا آنحضرت ﷺ کے گھر کے دروازہ کے سامنے گاڑ دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ سے لوگوں نے بیعت کر لی اور آپ خلیفۃ المسلمین بن گئے تو انہوں نے حضرت بریدہ بن الحصیب کو حکم دیا کہ وہ یہ جھنڈا حضرت اسامہ کے گھر لے جائیں اور وہ آنحضرت ﷺ کی منشا کے مطابق شام کی طرف روانہ ہوں۔ چنانچہ حضرت بریدہؓ لوگوں سے پہلے وہ جھنڈا لشکر کی طرف لے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد عرب کے مرتد ہونے کی خبریں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آنے لگیں خلیفۃ المسلمین سے لوگوں نے کہا جیش اسامہؓ کو روک لیں۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تاہم حضرت ابو بکرؓ خلیفۃ المسلمین نے حضرت اسامہؓ سے گفتگو کی کہ وہ حضرت عمرؓ کو یہاں مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت اسامہ نے اجازت دے دی۔

جیش اسامہؓ کی جہاد کے لیے روانگی

ربیع الاول ۱۱ سنہ ھ کا چاند نظر آیا تو حضرت اسامہؓ جہاد کے لیے روانہ ہوئے وہ بیس شب و روز کا سفر طے کر کے اہل اُبنیٰ تک پہنچے۔ ان پر ایک دم حملہ کر دیا۔ ان کا شعار (علامت، واصطلاح شناخت) ''یا منصور امت'' تھا جو انکے سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور جس پر قابو پایا اسے قید کر دیا۔ ان کی کشتیوں میں آگ لگا دی۔ مکانات، کھیت اور باغات جلا دیئے۔ جس سے وہ سب دھواں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھار ہو گئے۔ حضرت اسامہؓ نے ان لوگوں کے میدانوں میں اپنے لشکر کو گشت کرایا اس روز جو کچھ انہیں مال غنیمت ملا اس کو جمع کرنے میں ٹھہرے رہے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے سبحہ پر سوار تھے۔ انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو بھی غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ جب شام ہوئی تو حضرت اسامہؓ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ اپنی رفتار تیز کر دی نورات کا سفر کر کے وادی القریٰ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بشیر (یعنی خوشخبری دینے والے) کو مدینہ بھیجا کہ وہ لوگوں کو سلامتی و فتح کی خبر دے۔ اس کے بعد انہوں نے روانگی کا قصد کیا۔ چھ رات میں مدینے پہنچ گئے۔ مسلمانوں میں کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ حضرت ابو بکرؓ بحیثیت خلیفۃ المسلمین مہاجرین و انصار اہل مدینہ کے ہمراہ جیش اسامہؓ کا استقبال کرنے اور ان کی سلامتی پر اظہار مسرت کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ان کا استقبال اس حال میں کیا گیا کہ حضرت اسامہؓ اپنے والد حضرت زیدؓ کے گھوڑے سبحہ پر سوار تھے جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو انکے آگے جھنڈا تھا جسے حضرت بریدہ بن الحصیب نے اٹھایا ہوا تھا یہاں تک کہ وہ مسجد نبوی پہنچ گئے۔ حضرت اسامہؓ مسجد میں داخل ہوئے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر گھر واپس ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ۔ ج۔ ا۔ ص۔ ۳۴۵ مطبوعہ بیروت)

آنحضرت ﷺ نے جیش اسامہؓ کو بلقاء کا علاقہ اور روم کی فلسطینی سرزمین کو سواروں کے ذریعے سے روند ڈالنے کا حکم کیوں دیا؟ اور اسکے مقاصد کیا تھے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کارروائی کا بظاہر اور فوری مقصد تو یہ تھا کہ رومیوں کو خوفزدہ کرتے ہوئے انکی حدود پر واقع عرب قبائل کے اعتماد کو بحال کیا اور رکھا جائے اور کسی کو یہ باور کر لینے کی گنجائش نہ دی جائے کہ کلیسا کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اور اسلام قبول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے۔ لیکن اس کا دوسرا بڑا اور اہم مقصد یہ بھی تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اسلامی حکومت قائم کر کے جزیرۃ العرب کو فتح کرنے کے بعد امت مسلمہ کو عطا کر دیا ہے اور اب اس مشن کو جاری رکھتے ہوئے شام و روم اور ایران کو فتح کرنا اور دنیا بھر میں علم اسلام کو بلند و بالا کرنا اور رکھنا خلافت راشدہ کا اولین فریضہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے کامیابی کا راستہ بتا اور پھر دکھا کر اس دار فانی سے دار البقا کی طرف روانہ ہوئے اور وہ کام جو آپؐ کے ذمہ تھا وہ مسلمانوں کے کندھے پر آن پڑا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس فریضہ کو کماحقہ انجام دیا جو آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

آج اسلام مغلوب ہو چکا ہے، اور مسلمانوں سے تقاضا کر رہا ہے کہ وہ سنت نبوی کی اقتداء کرتے ہوئے غلبہ اسلام کی جدو جہد منظم کریں اور خلافت راشدہ کے احیا کیلئے متحد ہو جائیں اور ڈیڑھ ارب مسلمان اقامت دین کا فریضہ بجالاتے ہوئے ستاون اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ایک عالمی اسلامی ریاست قائم کرنے پر مجبور کریں، کہ وہ صوبوں کا روپ دھار کر مدنی عالمی ریاست میں ضم ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر مسلمان اور ان کے سربراہان از خود یہ کرنے پر تیار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کا اقتدار بھی عطا کر دے گا اور آخرت میں بھی وہ سرفراز ہوں گے بصورت دیگر اللہ رب العالمین ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر ان کی جگہ مخلص مسلمانوں کو کھڑا کر دے گا جو کتاب و سنت کے علمبردار بن کر خلافت راشدہ کے احیا کا فریضہ انجام دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ہر حال میں کامیابی عطا فرمائے گا۔ کیونکہ خلافت راشدہ کا قیام اتنا یقینی ہے جتنا رات کی تاریکی کے بعد آفتاب کا طلوع ہونا یقینی ہے اگلے باب میں ہم اس اجمال کی تفصیل بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتیسواں باب

کیا دورِ حاضر میں اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہے؟

یہ بڑا اہم سوال ہے کہ کیا دورِ حاضر میں اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہے۔ اس سوال پر غور کرنے سے پہلے اس حقیقت کو جان لینا اور تسلیم کر لینا بہت ضروری ہے کہ دنیا میں اس وقت کوئی ایسی اسلامی ریاست موجود نہیں جیسی اسلامی ریاست رسول اکرم ﷺ نے قائم فرمائی تھی اور جو خلفائے راشدین مہدیین سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی تھی اور دنیا میں اس وقت ایسی حکومت بھی موجود نہیں جو خلفائے راشدین کے بعد قائم ہوئیں ہوں اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جو حکومتیں بھی قائم ہوئیں وہ خلفاء کے نام سے موسوم ہوئی ہوں یا بادشاہت کے نام سے موسوم ہوئی ہوں۔ یہ حکومتیں اپنی اپنی کم و بیش کمزوریوں کے باوجود بہت اچھی بھی گزری ہیں اور بری بھی، تاہم ان میں کوئی ایک بھی خلافت راشدہ کہلانے کی مستحق نہیں جس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے ہمارے سامنے ایک سوال ابھر کر سامنے آ جاتا ہے کہ اس وقت روئے زمین پر ستاون حکومتیں ایسی ہیں، جن میں واضح اکثریت مسلمانوں کی ہے اور ان کے حکمران بھی مسلمان ہیں تو ان کی حیثیت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ ایسی حکومتیں ہیں جنہوں نے اپنے اپنے ذاتی مفادات کی بنیاد پر ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنا رکھی ہیں، جو اسلامی نقطہ نظر سے ''مسجد ضرار'' کے ضمرے میں آتی ہیں اور یہ سب اسی طرح ڈھا دینے کے قابل ہیں جس طرح مسجد ضرار کو رسول اکرم ﷺ نے جنگ تبوک سے واپسی سے قبل ڈھا دینے کا حکم دیا تھا اور وہ ڈھا دی گئی تھی۔ جیسا کہ آپ نے مسجد ضرار کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں تفصیل سے پڑھا ہے۔ اس وقت مسلم امہ کی سب سے بڑی ضرورت ایک اسلامی ریاست ہے جس کی بنیاد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر استوار ہو۔ یہاں پہنچ کر وہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دورِ حاضر میں اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہے؟ جب ہم کتاب و سنت اور تاریخ عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سوال کا جواب یہ سامنے آتا ہے کہ یہ صرف ممکن ہی نہیں اسلامی ریاست کا قیام یقینی ہے۔ جیسے طلوع آفتاب یقینی ہے۔ ہم گزشتہ اقوام کی تاریخ اور انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد اور اسکے نتائج کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے تاکہ کتاب کی ضخامت بڑھ نہ جائے۔ یہاں صرف رسول رحمت ﷺ کی مثال ہمارا موضوع ہے۔ جب آپ کلمہ توحید کی دعوت لے کر میدان میں نکلے تو کیا دور دور تک کہیں کوئی آپ کی کامیابی کے آثار کسی کو نظر آتے تھے لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں اسلامی ریاست قائم فرمائی جس کو ہم نے اپنی اس کتاب میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کا اعتراف آج کے عالم کفر کو بھی ہے۔ کاش کوئی صاحب علم ''خلافت راشدہ'' کو بھی موضوع سخن بنائے جو درخت آپ ﷺ نے بویا تھا یا جو کھیت آپ نے کاشت فرمایا تھا اس کو خلفائے راشدین نے کیسے پانی دیا اور اس کی نگہداشت کی اور اس کا سایہ اور پھل کیسا تھا جس کی مٹھاس چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ تاکہ مسلم امہ اپنی کھوئی ہوئی میراث کو حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور وہ محبوب رب العالمین کے نقش پا پر چل کر اپنے کھوئے ہوئے مقام اور کھوئی ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میراث کو اپنی جدوجہد کے ذریعے سے حاصل کر سکیں۔

ستاون مسلم ممالک اور ڈیڑھ ارب مسلمان اتنے بے وزن کیوں؟

اس وقت دنیا میں نام کے لحاظ سے ستاون اسلامی ممالک موجود ہیں اور مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کے باوجود مسلمان اتنے بے وزن کیوں ہیں؟ جبکہ قیامت تک مسلمانوں کے لیے رہبر کتاب قرآن جو (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝) کتاب ہدایت ہے متقین کے لیے اور جو (هُدًى لِّلنَّاسِ) کتاب ہدایت ہے نوع انسانیت کے لیے اور جس میں (لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۚ) کوئی شک نہیں ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (ال عمران ۳۔ ۱۳۹)

''دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

اس آیت کریمہ میں پہلا لفظ جو نہایت قابل غور ہے وہ لفظ (وَلَا تَهِنُوْا) ہے۔ جس کے معنی الضعف کے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ جسمانی طور پر کمزور ہونے یا اخلاقی کمزوری ظاہر کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقامات پر آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کے قول کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ﴾ (مریم ۱۹۔ ۴)

''اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں۔''

اور انبیاء علیہم السلام کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرمایا

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران ۳۔ ۱۴۶)

''اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔''

''وہن'' کسے کہتے ہیں؟ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اس لفظ کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے نہایت خوبصورت بیان فرمائی ہے جس کے آئینے میں امت مسلمہ کو اپنی تصویر بغور دیکھنی چاہیے۔

[" يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ، قَالَ قَائِلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ "]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(السلسلۃ الصحیحہ للالبانی حدیث نمبر:۹۵۸ وسنن ابوداؤد حدیث نمبر:۴۲۹۷)

''رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ''میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری امتیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی کہ جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹتے ہیں، کسی کہنے والے نے کہا کہ ''جس زمانہ کا آپ حال بیان فرمارہے ہیں اس زمانے میں کیا ہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہم کو نگل لینے کے لیے قومیں متحد ہو کر ٹوٹ پڑیں گی؟ آپؐ نے فرمایا ''نہیں اس زمانہ میں تمہاری تعداد کم نہ ہوگی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہوجاؤ گے اور تمہارے دشمنوں کے سینہ سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی۔ اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کرلے گی۔'' ایک آدمی نے پوچھا کہ ''اے اللہ کے رسول! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''اس وجہ سے ہوگی کہ تم (آخرت سے محبت کرنے کے بجائے) دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور (خدا کی راہ میں جان دینے کی آرزو کے بجائے) موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگو گے۔''

اس آیت کریمہ میں دوسرا لفظ (وَلَا تَحْزَنُوْا) ہے۔ جس کے معنی غمگین کرنے اور غمگین ہونے کے ہیں۔ غم کی وجہ سے جو بے قراری اس کی طبیعت کے اندر پیدا ہوجاتی ہے اسے عربی لغت میں ''حَزن یا حُزن'' کہا جاتا ہے اس کی ضد فرح ہے۔ باب سمع سے غمزدہ ہونا اور باب نصر سے غمگین کرنا۔ یہاں قرآن مجید کے صرف ایک مقام پر غور کریں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کی والدہ کو حکم دیا کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے پس دریا اسے کنارے لا ڈالے گا اور میرا اور اس کا دشمن اسے لے لے گا اور میں نے اپنی طرف سے خاص محبت و مقبولیت تجھ پر ڈال دی ہے تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔ (یاد کر اے موسیٰ) جب تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں بتادوں جو اس کی نگہبانی کرے۔'' پھر ارشاد فرمایا:

﴿فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬﴾ (طٰہٰ ۲۰۔۴۰)

''اس طرح سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اسکی آنکھ ٹھنڈی رہے۔ اور وہ غمگین نہ ہو۔''

اور اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب فرمایا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝﴾ (حٰمٓ السجدہ ۴۱۔۳۰۔۳۱)

''جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ''نہ ڈرو نہ غم کرو، اور خوش ہوجاؤ، اس جنت کی بشارت سے جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔'' وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو گے وہ تمہاری ہو گی، یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے۔"

تیسرا اہم لفظ اس آیت میں (وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن) ہے جس کا معنی ہے کہ تم ہی غالب رہو گے (عَلاَ یَعْلُوْا) ثلاثی مجرد کے علاوہ باب تفاعل اور استفعال کی صورت میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے بلند ہونے، غالب آنے، کسی مکان پر چڑھنے، سوار ہونے، زمین میں تکبر کرنے کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت فرمایا جب جادوگروں نے فرعون کی حمایت میں اپنا جادو پیش کیا تو ارشاد ہوا:

﴿قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى﴾ (طٰہ۔۲۰۔۶۸)

"ہم نے فرمایا (اے موسیٰ) کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب اور برتر رہے گا۔"

اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبہ۔۹۔۴۰)

"تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کیا۔ اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔"

چوتھی اہم بات جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی اور جس کے ساتھ اس غلبے کو مشروط فرمایا وہ یہ ہے کہ (اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) اگر تم ایماندار رہو۔ یعنی یہ غلبہ مشروط ہے ایمان کے ساتھ اور ایمان، کامل یقین کا نام ہے ایسا یقین جس کی جڑیں دل کے اندر ایسی پیوست ہوں جن کو دل سے جدا نہ کیا جا سکے۔ انبیاء علیہم السلام کا ایمان تو مثالی ہوتا ہے لیکن ایک مثال کی صورت میں ایمان کی روح کا مشاہدہ کرنا ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان دیکھیے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ

﴿اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ (طٰہ۔۲۰۔۳۹)

"اس بچے کو صندوق میں رکھ دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے۔ دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے میرا دشمن اور اس بچے کا دشمن اٹھا لے گا۔"

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَاۗدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (القصص۔۲۸۔۷)

"ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا کہ اس کو دودھ پلا، پھر جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ خوف اور غم نہ کر، ہم اسے تیرے ہی پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔''

ان آیات کو بار بار پڑھیے اور غور کیجئے کہ ام موسیٰ کا کتنا پختہ ایمان تھا کہ انہوں نے اپنا بیٹا صندوق میں ڈال کر صندوق بند کر کے دریا میں چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے صندوق کو فرعون کے گھر پہنچانا تھا پہنچا دیا اور حسب وعدہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ماں کی گود میں واپس لوٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جس یقین محکم کا مطالبہ کیا ہے وہ یہ ایمان ہے کہ جس کا مظاہرہ ایک عورت ذات نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ایک نظر دوبارہ سورہ القصص آیت ۷ پر ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو یہ فرمایا کہ تو اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف محسوس ہو تو اسے دریا میں بہا دینا۔ دوسری طرف فرمایا (وَلَا تَحْزَنِيْ) اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں۔ چشم تصور میں لائیے وہ منظر جب اُم موسیٰ نے اپنے لخت جگر کو صندوق میں ڈالا اور اسے دریا برد کیا ہوگا۔ کیا اگر اسے اللہ کے وعدوں پر یقین نہ ہوتا تو وہ ایک بند صندوق میں لخت جگر کو بند کر کے دریا کی لہروں کے سپرد کر سکتی تھیں۔ پس اس کا نام ہے ایمان جس کا مظاہرہ ام موسیٰ نے کیا اور اس ایمان کا نقد پھل یہ ہے جو یقین کامل کے عوض اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور انہیں منصب رسالت عطا کر کے عنایت فرمایا۔ زیر مطالعہ آیت کریمہ میں یہ غلبہ مشروط ہے ایمان کے ساتھ کیسا ایمان، جیسا کہ آپ نے ام موسیٰ کے ایمان کا مشاہدہ کیا۔ اس لیے فرمایا۔ (اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) اگر تم ایماندار ہو۔

ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ۱۔ سستی اور کاہلی اور کسی بھی قسم کی اخلاقی کمزوری مومن کے اندر نہیں ہونی چاہیے۔ ۲۔ اور مشکل ترین حالات میں آزمائشوں کے طوفان میں بھی غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ مومن اگر ان دو اوصاف سے متصف ہو تو ۳۔ غلبہ اس کا مقدر ہے اور وہ ہر حال میں اس کو حاصل ہو کر رہے گا۔ گویا اس آیت میں قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا گیا ہے کہ اگر تم فی الواقع مومن ہو تو سست اور غمزدہ ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل اور صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں غلبہ عطا کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں جو مغلوب ومقہور ہیں انہیں وہ وجوہات واسباب تلاش کرنے چاہئیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود ان کی یہ صورتحال کیونکر ہے۔؟

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور پوری نوع انسانیت کے لیے کتاب ہدایت ہے اور تاقیامت مسلم امہ کے لیے ضابطۂ حیات ہے۔ اس انقلابی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ایسا ارشاد ایک بار نہیں ہزار بار نہیں، لاکھوں، کروڑوں بار ہمیں پڑھنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ مسلمانوں سے خطاب ہے اور جس سے یہ مترشح ہے کہ امت محمد یہ زوال کا شکار ہوگی اور اس زوال، پستی اور قعر مذلت سے نکلنے کا واحد راستہ ایمان اور عمل صالح ہے جب امت مسلمہ اس اسلحہ سے لیس ہو جائے گی تو دنیا کی کوئی سپر پاور یا سپر پاورز ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی اور ایسے اہل ایمان کو خلافت، ارضی تمکن واقتدار نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ انتہا درجے کی بدامنی کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ‌ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾ (النور ۲۴۔ ۵۵ تا ۵۷)

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری بندگی کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ جو لوگ کفر کر رہے ہیں۔ ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

ان آیات بینات سے سرسری طور پر نہ گزر جایئے بلکہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے کہ کیا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے، اور کیا شرائط عائد فرمائی ہیں۔ ''خلافت'' عطا کرنے کے لیے۔ ارشاد فرمایا

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ صرف زبانی کلامی ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے نہیں ہے بلکہ ایمان کے ساتھ عملِ صالح شرط ہے۔ اور یہ بات محقق ہے کہ سورہ النور ۶ ھ میں غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئی ہے جب اسلام کو اتنا عروج حاصل ہو چکا تھا کہ نبی ﷺ نے علی الاعلان فرما دیا تھا کہ (اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا)۔ ''اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔'' (صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث: 4109,4110 و مسند احمد: 4/262)

یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ اسلام غالب آ چکا ہے اور مخالف اسلام طاقتوں کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ اب عالمی اسلامی انقلاب کی جدوجہد کا مرحلہ ہے جس کا آغاز جنگِ مُوتہ اور جنگ تبوک سے ہوا اور آنحضرت ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد اس خلافت راشدہ کا آغاز ہوا جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے بایں الفاظ پیش گوئی فرمائی تھی، جسے حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہماری امامت فرمائی، بعد ازاں آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ نے ہمیں مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل خوفزدہ ہو گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے، آپ وصیت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا

[اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْداً حَبَشِيًّا، فَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافاً كَثِيْراً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ]

(مسند احمد 127-126/4، سنن ابوداؤد کتاب السنۃ حدیث نمبر 4607، جامع الترمذی کتاب العلم حدیث 2676 و صحیح ابن حبان حدیث نمبر 102 والحاکم: 96-95/1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور (امیر کی) بات سنو اور اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم میری اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو تھامے رکھنا۔ سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور سنت پر سختی سے عمل پیرا رہو اور خود کو (نئے کاموں سے) بچاؤ۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

[كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ. قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.]

(صحیح بخاری کتاب الاحادیث حدیث 3455 وصحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث 4773 وسنن ابن ماجہ 2871)

''انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے رہے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ بن جاتا، بلاشبہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ البتہ کثرت کے ساتھ خلفاء ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، آپؐ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، پہلے خلیفہ، پھر پہلے کی بیعت کا ایفا کرو یعنی ہر دور میں جس کی بیعت پہلے ہو، اس کی اطاعت کرو حقوق پورے کرو بلاشبہ اللہ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں دریافت کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا اور پھر عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں اس وعدہ الٰہی کا مسلسل ظہور ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا۔ اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج بخشا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں، وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی، اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا، پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے کو دیکھا، عنقریب میری امت کا دائرۂ اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لئے زمین سکیڑ دی گئی۔ چنانچہ حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس وشام اور مصر و افریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید ورسالت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چہار دانگ عالم میں لہرا گیا لیکن یہ وعدہ مشروط تھا، جب مسلمان ایمان میں کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت کو ذلت میں اور ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور انکے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔ لہٰذا جو وعدۂ خلافت اور تمکن فی الارض آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام سے تھا بعینہٖ وہی وعدہ خلافت اور تمکن فی الارض آج ان سب مسلمانوں کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہیں اور یہی وعدہ قیامت تک کے آنے والے ان سب مسلمانوں کے لیے ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح کا سرمایہ اپنے پاس رکھتے ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (النور ۲۴۔۵۵)

''کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور انکی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔''

خلافت کے معنی و مطلب

قرآن مجید میں لفظ خلافت اور استخلاف تین معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کے ایک معنی ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے اختیارات کا حامل ہونا اس معنی میں پوری اولاد آدم زمین میں خلیفہ ہے۔ دوسرے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر شرعی (نہ کہ محض امر تکوینی) کے تحت اختیاراتِ خلافت کو استعمال کرنا۔ اس معنی میں صرف مومن صالح ہی خلیفہ قرار پاتا ہے۔ کیونکہ وہ صحیح طور پر خلافت کا حق ادا کرتا ہے اور اسکے برعکس کافر و فاسق خلیفہ نہیں بلکہ باغی ہے کیونکہ وہ مالک کے ملک میں اسکے دیئے ہوئے اختیارات کو نافرمانی کے طریقے پر استعمال کرتا ہے۔ اس کے تیسرے معنی ہیں۔ ایک دور کی غالب قوم کے بعد دوسری قوم کا اس کی جگہ لینا۔ پہلے دونوں معنی خلافت بمعنی نیابت سے ماخوذ ہیں اور یہ آخری معنی خلافت بمعنی جانشینی سے ماخوذ ہیں اور اس لفظ کے یہ معانی لغت عرب میں معلوم و معروف ہیں اور قرآن مجید پڑھتے ہوئے ہر جگہ سیاق و سباق سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ لفظ کہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

یہاں یہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ قیامت تک ان اہل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے۔ جو صاحب عمل بھی ہوں انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسے کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو خلافت عطا کر چکا ہے۔ اور وہ ایسی خلافت فی الارض ہوگی کہ اس کے بل پر ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں پسند کیا ہے اور اس خلافت فی الارض کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انکی موجودہ حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔

خلافت فی الارض اور تمکن و اقتدار اسلام اور امن عالم صالح اہل ایمان کو ضرور نصیب ہوگا لیکن اس صورتحال میں بھی انہیں کئی امور کا اہتمام لازماً کرنا ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور ۲۴۔۵۵)

''بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اسکے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔''

یعنی نظام خلافت قائم ہونے اور دین اسلام مضبوط بنیادوں پر قائم اور خوف کے امن میں بدل جانے کے باوجود جو لوگ بندگی رب سے ہٹ جائیں اور کافرانہ نظام زندگی اپنانے کا ارتکاب کریں تو یہ باغی ہیں۔ کلمہ پڑھنے کے باوجود کافرانہ نظام زندگی اختیار کرنے کے بعد وہ خلافت راشدہ کے حکمران نہیں بلکہ فاسق ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے اور رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کی انفرادی واجتماعی ہر شعبۂ زندگی میں اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی مسلمانوں کو ہدایت بایں الفاظ فرمائی ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (النور ۲۴۔۵۶)

''نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو اور رسول ؐ کی اطاعت کرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ کے ساتھ اگر آپ سورۂ الحج کی آیت نمبر ۴۱ کا بھی مطالعہ کرلیں تو خلافت راشدہ کی خصوصیت مزید نکھر کر سامنے آجائے گی ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج ۲۲۔۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

(النور۔ ۲۴۔۵۷)

''جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

(كَفَرُوْا) سے مراد دنیا بھر کے کافر ہیں۔ انکی جو بھی اقسام ہوں وہ سب لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگالیں تب بھی یہ لوگ اسلام کی راہ نہیں روک سکتے، اللہ کا دین تو یقیناً بلند ہو کے رہے گا۔ رہے یہ معاندین اسلام تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قرآن مجید کی ان تصریحات کے بعد آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو قیامت تک کے جملہ معاملات کی طرف آپ ﷺ نے اشارات اور پیش گوئیاں کردی ہیں اور اس میں کسی معاملے کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں جگہ جگہ آپ ﷺ کے ان ارشادات اور پیش گوئیوں کو بیان کیا ہے۔ تاہم قیامت تک کے لیے امت مسلمہ کو جو رہنمائی عطا کی گئی ہے وہ آپ ﷺ کے فرمودات کو چند احادیث کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ خلافت راشدہ کے احیا کی تحریک کو مزید منظم، مربوط، اور جدید حالات کی روشنی میں موثر بنایا جاسکے۔

اُمت محمدیہ کا مقام، فرائض اور ذمہ داریاں

جب قرآن وحدیث کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے تمام امم ماضیہ میں امت محمدیہ ﷺ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَهِيدًا ﴾ (البقرہ ۲،۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔''

امت وسط کے اس منصب عظیم میں دراصل اس کی فضلیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی امامت کا اعلان کیا گیا ہے (وسط) کا لفظ یہاں بہترین اور اعلیٰ کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (قُرَيْشٌ اَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَباً) قریش نسب اور خاندان کے اعتبار سے تمام عربوں سے بہتر ہیں" رسول ﷺ بھی اپنی قوم میں نسب کے اعتبار سے وسط یعنی سب سے اشرف و افضل تھے۔اسی محاورے کے مطابق سب سے افضل نماز یعنی نماز عصر کو صلوۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔پس امت وسط کا مطلب ہے کہ ایک اعلیٰ اور اشرف گروہ، جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق و راستی کا تعلق ہو اور ناحق ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔جب اس امت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت بنایا ہے تو اسے سب سے مکمل شریعت سب سے بہتر طریقہ اور سب سے واضح اور روشن دین عطا فرمایا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ (الحج 22:78)

''قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر۔اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔پس نماز قائم کرو، زکوۃ دو، اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔''

منصب امامت پر فائز امت کا مقام احادیث کی روشنی میں:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کیا آپ نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے۔ہاں:تو پھر آپ کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا۔کیا تم کو نوح علیہ السلام نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گی کہ نہیں، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔یا کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ آپ جواب دیں گے (مُحَمَّدٌ وَ اُمَّتُهُ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت: (وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً) سے اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الوسط العدل) وسط کے معنی عدل کے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔پھر تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ واقعی سید نوح علیہ السلام نے (اللہ کے دین) کو پہنچا دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور فرمایا: پھر تمہارے بارے میں میں گواہی دوں گا۔ (مسند احمد 3/32 و صحیح بخاری 3339 و ترمذی 2961:)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا اور کسی کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے۔ پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا اس نبی نے تم تک (دین) پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے نہیں، پھر اس نبی سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے: ہاں پہنچا دیا تھا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہیں، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے: ہاں، پہنچا دیا تھا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس جب ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے (اللہ کے دین کو) پہنچا دیا تھا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ (وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا) "اور اسی طرح ہم نے تمہیں افضل امت بنایا" کے یہی معنی ہیں اور [وسط] کے معنی [عدلاً] عدل کے ہیں:

[لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ]

"تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم دنیا کے لوگوں پر گواہ بنو"

(مسند احمد: ۳/۵۸ و سنن نسائی حدیث نمبر ۶ / ۲۹۲: ۱۱۰۰۷ و سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۸۴)

اے امت وسط! آپ اپنے اس مقام کو بھی پہچانیں اور پھر اس مقام کو بھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آلِ عمران: ۳۔۱۱۰)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

اور اسی گروہ کو فلاح کا سرٹیفکیٹ یوں جاری فرمایا کہ

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران ۳۔۱۰۴)

"تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم کریں اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے"

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں فرائض بتائے ہیں وہاں اس کو سب سے افضل اور بہتر امت قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''تم لوگوں میں سب سے بہتر ہو کہ تم ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاؤ گے حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔
(صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر:۴۵۵۷)

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر مفسرین نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ ''تم لوگوں میں سے سب سے بہتر ہو''
(تفسیر ابن ابی حاتم:۳/۷۳۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں یا دیگر مفسرین کرام سب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ مفہوم بیان کیا ہے اور اس باب کی بے شمار حدیثیں ہیں جیسا کہ جناب حکیم بن معاویہ بن حیدہ قشیریؒ کی روایت ہے جسے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سترویں (۷۰) امت ہو (تم سے پہلے ۶۹ اُمتیں گزر چکی ہیں) اور تم ان سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز ہو'' (مسند احمد:۴/۴۴۷ و ترمذی:۳۰۰۱ و ابن ماجہ:۴۲۸۷، ۴۲۸۸ و طبرانی:۱۹/۴۱۹ حدیث نمبر ۱۰۱۲)

اور یہ روایت سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابو سعید خدری سے مسند احمد:۳/۱ میں بھی مطولاً اسی طرح مروی ہے۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فضیلت اور نیکی کے کاموں کی طرف سبقت کا شرف اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام رسولوں سے زیادہ مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو ایسی کامل اور عظیم شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ آپؐ سے پہلے کسی نبی یا رسول کو اس طرح کی شریعت عطا نہیں کی گئی، آپ کی سیرت و سنت ہمارے لئے آج سرمایۂ صد افتخار ہے اور ہم قرآن وسنت کی رو سے خیر الامم ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو دیگر انبیائے کرام میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے: [وَجُعِلَتْ اُمَّتِیْ خَیْرَ الْاُمَمِ] ''اور میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا ہے''۔
(مسند احمد:۱/۹۸ والموسوعۃ الحدیثیہ (مسند احمد) ۲:۱۵۶ حدیث نمبر:۷۶۳ ومصنف لابن ابی شیبہ:۶/۳۰۸ حدیث نمبر:۳۱۶۳۸)

جس طرح دوسری امتوں کے مقابلے میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں شرف وفضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح یہ مقام ومرتبہ آخرت میں بھی حاصل ہوگا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ: ''میری امت میں سے ایک جماعت، جو ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگی، جنت میں داخل ہوگی اور ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ سن کر سیدنا عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! انہیں ان میں سے بنا دے، پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے تو آپؐ نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملے میں سبقت لے گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث نمبر ۶۵۴۲ و صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر ۵۲۲)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے امید ہے کہ میری امت کے میری اتباع کرنے والے لوگ قیامت کے دن جنت میں جانے والے ایک چوتھائی ہوں گے'' تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپؐ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ وہ جنت میں جانے والوں کا ایک تہائی ہوں گے'' تو ہم نے پھر اللہ اکبر کہا تو آپؐ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ وہ نصف ہوں گے''۔ (مسند احمد: ۳/۳۴۶ و ۳/۳۸۳ علیٰ شرط مسلم)

اور سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی بن جاؤ؟'' ہم نے یہ فرمان سن کر اللہ اکبر کہا تو آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ اہل جنت میں سے ایک تہائی بن جاؤ؟'' ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپؐ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے''

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، حدیث نمبر، 6542,6642 و صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث 529 تا 531 و جامع الترمذی: 6547 و سنن ابن ماجہ 4283)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے، ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔''

(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ حدیث نمبر 1980، مزید دیکھیے 1978,1982)

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[(اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ ،مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُ الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ، مَنْ يَعْمَلُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ،فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ، مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ، مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ؟ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا: نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا ، وَاَقَلُّ عَطَاءً ! قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ ،اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ)]

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن وحدیث: 557,5021، 2268_2269_3459_7467_7533)

''تمہاری مدت حیات ان لوگوں کی مدت حیات کے مقابلے میں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اس قدر ہے جس قدر وقت عصر کی نماز سے سورج غروب ہونے تک کا ہے۔ (یعنی تمہاری عمر حیات کم ہے اور اجر و ثواب زیادہ ہے) بلا شبہ تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے کچھ مزدوروں کو کام پر لگایا، اس نے مزدوروں سے کہا کہ میرے لیے کون شخص دوپہر تک مزدوری کرے گا۔ چنانچہ یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط مزدوری پر کام

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ پھر اس نے کہا کون شخص دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط مزدوری پر کام کرے گا۔ چنانچہ نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ کون شخص عصر کی نماز سے سورج کے غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کرے گا۔ آگاہ رہو! تم ہی ہو جنہوں نے عصر کی نماز سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کام کیا۔ آگاہ رہو تمہارا ثواب دوگنا ہے۔ یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا، ہمارا کام زیادہ ہے اور ہمیں مزدوری کم ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مزدوری سے کم دیا ہے؟ انہوں نے اعتراف کیا کہ بالکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ یہ میرا انعام ہے۔ جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔''

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ۔]

(مشکوۃ حدیث نمبر ۶۲۸۴۔ بحوالہ صحیح مسلم)

''بلاشبہ میری امت میں سے میرے ساتھ شدید محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میری وفات کے بعد ہوں گے، وہ آرزو کریں گے کہ کاش! وہ اپنے اہل اور مال کو قربان کر دیں اور انہیں میری زیارت حاصل ہو جائے۔''

اور حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا

[لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ ۔ وَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ] (صحیح بخاری کتاب التوحید حدیث نمبر 7460)

''میری امت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے دین کو ہمیشہ قائم رکھے گی، جو شخص ان کی مدد کرنا چھوڑ دے گا یا ان کی مخالفت کرے گا تو وہ اس کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ ان پر موت طاری ہوگی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔''

حضرت ابن محیریز بیان کرتے ہیں کہ:

[قُلْتُ لِأَبِي جُمُعَةَ رضی اللہ عنہ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ ، حَدِّثْنَا حَدِيثًا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: نَعَمْ أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا جَيِّدًا ، تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَعَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا ؟ أَسْلَمْنَا ، وَجَاهَدْنَا مَعَكَ ، قَالَ ، نَعَمْ ، قَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي وَلَمْ يَرَوْنِي ۔] (مشکوۃ حدیث نمبر ۶۲۹۱ بحوالہ مسند احمد و سنن دارمی)

اور حضرت محیریزؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جمعہؓ نامی ایک صحابی سے کہا ہمیں ایسی حدیث بتائیں جسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے بتایا کہ تمہیں بہت عمدہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صبح کا کھانا تناول کیا، ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح بھی شریک تھے۔ انہوں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کوئی شخص ہم سے بھی بہتر ہے؟ جبکہ ہم اسلام لائے اور ہم نے جہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔آپؐ نے فرمایا ہاں! وہ لوگ بہتر ہوں گے۔ جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے جبکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔"

اور حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ، وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ] (مشکوۃ حدیث نمبر ۶۲۹۲ بحوالہ جامع الترمذی)

"جب شام کے لوگ خراب ہو جائیں گے تو تمہارا وہاں رہنا بہتر نہیں ہے اور میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی، انہیں وہ لوگ کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، جو ان کی مدد نہ کریں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔"

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا

[إِنَّكُمْ وَفَّيْتُمْ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ]

(سنن ابن ماجہ ابواب الزاہد حدیث4288)

"آپ ﷺ نے فرمایا تم ستر امتوں کی تکمیل کر رہے ہو لیکن تم ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ باعزت ہو۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۹۲)

"تم (اس وقت) کس حال میں ہو گے جب تم میں حضرت عیسیٰؑ اتریں گے اور تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۹۳)

"(اس وقت) تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اتریں گے اور تمہارے امام بنیں گے"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمْ بْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ۔ وَ إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ... قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ ﷺ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۹۵)

"(اس وقت) تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں حضرت عیسیٰؑ اتریں گے تم ہی میں سے تمہارے امام بنیں گے۔ ایک اور سند سے ہے، کہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا...... ابن ابی ذئب نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق تمہاری امامت کریں گے اور وہ اس کے مطابق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلے کریں گے۔"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا

[لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ. تَعَالَ صَلِّ لَنَا. فَيَقُولُ لَا. إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۹۵)

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا اور فرمایا کہ پھر حضرت عیسیٰؑ اتریں گے۔ لوگوں کا امیر ان سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کرے گا۔ آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو، یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔"

یہ اور اس مفہوم کی دیگر تمام احادیث اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہیں۔ (كُنْتُمْ سے بِاللهِ تک) "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو، برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

امت محمد ﷺ کی اس فضیلت اور شرف کے ساتھ جس کو ہم نے مختصراً بیان کیا ہے سامنے رکھ کر یہ دیکھیں کہ اس امت کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں وہ بھی انہی آیات میں بیان کر دی گئی ہیں۔ پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ (يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ) اور دوسری ذمہ داری (وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ) اور تیسرا فریضہ (وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) یعنی من حیث الامت پہلا کام دعوت الی الخیر ہے اور دوسرا کام امر بالمعروف ہے اور تیسرا کام نہی عن المنکر ہے۔ آیئے ان فرائض اور ذمہ داریوں کو مزید سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ کتنی اہم اور ضروری ہیں۔

داعیان الی اللہ دراصل خلیفۃ اللہ ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں آپ شب و روز داعی نظر آتے ہیں اور مدنی زندگی کو بھی پڑھا جائے تو اگر معرکہ کارزار میں اترے ہوئے ہیں تب بھی پہلا کام دعوت الی اللہ کا ہے جو زندگی کے کسی لمحے نظر انداز نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی صفات جمیلہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ (الاحزاب ۳۳۔ ۴۵)

"اے نبیؐ ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔"

اور پھر اس شخص کو اچھا اور سب سے بہتر قرار دیا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

(حم السجدۃ ۴۱۔ ۳۳)

"اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔"

یعنی اللہ کے بندوں کو اس کی بندگی و عبادت کی طرف بلانے والے کی دعوت ہی سب سے اچھی ہے۔ بشرطیکہ وہ خود بھی نیک اور صالح کام انجام دینے والا اور ہر وقت اور ہر جگہ یہ اعلان کرنے والا ہو کہ بے شک میں تو فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔ اس آیت کا عملی نمونہ تو سب سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے دعوت الی اللہ کا علم اٹھانے کے بعد کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر پوری زندگی دعوت دین اور غلبہ اسلام کے لیے کھپا دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مشن سپرد فرمایا تھا اسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے ذریعے حاصل کر لیا۔ اور پھر یہ آیت کریمہ قیامت تک کے لیے ہر مسلمان صاحب ایمان کے لیے نصب العین کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلانے والا اور عمل صالح کرنے والا اور زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا ہو۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

(حٰم السجدہ ۴۱:۳۳)

کے بارے میں کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ "یہ شخص تو اللہ کا دوست ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا منتخب شدہ ہے۔ اللہ کا پسندیدہ ہے، روئے زمین کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ اس نے اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کو قبول کیا اور اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی جس بات کو خود قبول کیا تھا لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرتے ہوئے نیک عمل کیا اور کہا میں مسلمان ہوں، یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

پس حکمت تبلیغ کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر عمل صالح کا لباس زیب تن کر کے مسلمانوں کو بھی جو نام نہاد مسلمان بن کر یہود و نصاریٰ اور ہنود و ملحدین کے راستے پر چل نکلے ہیں۔ اسلام کی طرف دعوت دینا اور اپنے ملک کے لادین ہوں یا روئے زمین کے گمراہ و مغضوب یا منکرین وحدہٗ لاشریک سب کو اللہ کی طرف دعوت دینا اور اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔ باشعور بنانا باشعور مسلمانوں کا فرض ہے۔ اور اس فرض کا ادا کرنا از حد ضروری ہے۔ اور اس سے غفلت برتنا اور اسے نظر انداز کرنا دنیا میں مزید ذلت و رسوائی اور تباہی کا سبب ہے اور آخرت میں خسارے اور نقصان کا باعث ہے۔ اور اگر مسلمان متحد ہو کر دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیں گے۔ تو اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو کر رہنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبہ ۹:۴۰)

"تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔''

فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا دینی فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے جس کو ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے بار بار حکم دیا ہے اور اس حکم کے بجالانے کے ثمرات بیان کیے ہیں اور اس فریضہ کو ترک کرنے کا انجام واضح فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران کی دو آیات (۱۰۴ و ۱۱۰) کا آپ نے مطالعہ کیا ہے جس میں کامیاب لوگ ان کو قرار دیا گیا ہے جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں ایک بار پھر اس آیت کو ذہن میں تازہ کر لیجئے ارشاد ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(ال عمران ۳۔ ۱۰۴)

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

اس آیت کو غور سے پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے نظام کو قائم کرنے کا اس میں حکم دیا گیا ہے اور اس کے سب سے پہلے مخاطب تو رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(الاعراف۔ ۷۔ ۱۵۷)

''(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر نبی امی (ﷺ) کی پیروی اختیار کریں۔ جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ نیکی کا حکم دیتا ہے۔ بدی سے روکتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس کی روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ فریضہ دراصل سابقہ کتابوں، توریت و انجیل اور زبور میں آنحضرت ﷺ کی صفت بیان ہوا ہے اور بلاشبہ آپؐ کی پوری زندگی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں گزری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہی عمدہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو!'' جب تم یہ ارشاد باری تعالیٰ سنو! (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) تو ہمہ تن گوش ہو جاؤ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کا حکم دیا ہوگا یا کسی برائی سے منع کیا ہوگا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 196 / 1 والدر المنثور: 195 / 1 عن ابن عباسؓ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کریمہ سے یہ اہم اور عظیم ترین بات بھی سامنے آ گئی کہ بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد میں سے ایک مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا کہ آپ نوع انسانیت کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیں اور اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی سے منع فرمائیں۔ چنانچہ کمال درجے سے آپ ﷺ نے یہ فریضہ انجام دیا کہ دین سارا کا سارا اللہ کا ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم فرمایا تھا۔

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ﴾ (انفال۔۸۔۳۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ فتنہ سے رک جائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔''

فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر جس طرح آپ ﷺ نے انجام دیا۔ اسی طرح تلواروں کے سائے میں یہ فریضہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ قرآن وحدیث اور فقہائے امت نے انجام دیا اور آج انہی کے نقش قدم پر یہ فریضہ دنیا بھر میں تحریکات اسلامی کے زیر سایہ مجاہدین اسلام اور علمائے حق ادا کر رہے ہیں اور اس کو مزید منظم، وسیع اور مربوط کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو دیگر امتوں کی نسبت بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لیے پیدا کی گئی ہے۔'' اور من حیث الامت اس کو جو فریضہ سونپا وہ یہ کہ (تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) ''تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو'' اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نو صفات جمیلہ اور خصائل جلیلہ کو بیان فرمایا ہے جس میں امر المعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بطور صفت حمیدہ شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ 9::112)

''اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے، (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا یہ معاملہ کرتے ہیں) اور اے نبیؐ ان مومنوں کو خوشخبری دے دو۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے معروف کا حکم دینے اور منکرات سے روکنے کا حکم عطا فرمایا ہے۔ اب کتاب وسنت کی روشنی میں یہ فریضہ اسلامی ریاست اور اس کے اہل حل وعقد کا ہے۔ جس کی تفصیلات بیان کرنا تو ہمارا اس وقت موضوع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ یہاں صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت اور ضرورت، افادیت اور نقصانات کو مختصراً بیان کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ یہ اسلامی ریاست کے ایسے ستون ہیں کہ جب سے یہ چھن گئے ہیں تب سے اسلامی ریاست دھڑام سے نیچے آن پڑی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب تک گرے پڑے ملبے کو اٹھا کر باہر نہ پھینک دیا جائے اور از سرِ نو ان کی بنیادیں کھود کر دوبارہ صحیح بنیادیں نہ بھری جائیں اور اس عمارت کو اسی نہج پر نہ تعمیر کیا جائے جن بنیادوں پر نبی ﷺ اور خلفائے راشدین نے تعمیر کیا تھا تب تک یہ عمارت اپنے حقیقی نقشے پر استوار نہیں ہو سکے گی اور اگر کمپرومائز، مفاہمت، رواداری، ایڈجسٹ منٹ کے ذریعے اسلام کا لیبل لگا کر کوئی جدید طرز کی اسلامی ریاست وجود میں لانے کی کوشش کی بھی گئی تو وہ نام کی تو اسلامی ریاست کہلائے گی لیکن بالفعل وہ بھی طاغوتی ریاست ہوگی جیسے کہ آج کہنے کو تو پاکستان ہے اور نظریاتی طور پر اسلامی ملک ہے لیکن یہاں ایک چھوٹا طاغوت بڑے طواغیت کا آلہ کار بن کر کافرانہ نظام کا علم بردار مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہے اور یہ اسلامی ریاست کا طرۂ امتیاز ہے کہ جب بھی اسلامی ریاست اپنے حقیقی نقشے کے مطابق تعمیر ہوگی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا ماٹو ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج ۲۲۔۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

یہ ہیں اسلامی ریاست کے فرائض و ذمہ داریاں کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زمینی اقتدار بخشے تو ان کا فرض ہے کہ وہ (۱) نظام صلوٰۃ قائم کریں (۲) اور نظام زکوٰۃ رائج کریں (۳) اور امر بالمعروف کا اہتمام کریں (۴) اور برائی سے لوگوں کو روکیں۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی کہ (الذین سے عن المنکر تک) ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔'' ہمیں ہمارے گھروں سے (حبشہ ہجرت کرنے پر مجبور کر کے) ناحق نکال دیا گیا، اس کے سوا ہمارا اور کوئی قصور نہیں تھا کہ ہم کہتے تھے، ہمارا رب اللہ ہے، پھر ہمیں (مدینہ طیبہ کی صورت میں اسلامی ریاست کے طور پر) زمین میں دسترس عطا کر دی گئی تو ہم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع کیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، الغرض! یہ آیت کریمہ میرے اور میرے رفقاء کے بارے میں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 8:2496_2497)

اور حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے خطبہ دیتے ہوئے اس آیت کو پڑھا: (اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ) الایۃ پھر فرمایا کہ یہ آیت صرف حاکم ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ حاکم اور رعایا سب کیلئے ہے، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حاکم اور رعایا کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ تمہارا حاکم پر یہ حق ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کروائے، تم میں سے ایک دوسرے کے حقوق دلائے اور مقدور بھر کوشش کر کے تمہاری رہنمائی اس راستے کی طرف کرے جو سب سے سچا ہے اور سیدھا راستہ ہے اور تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے حاکم کی جبر و اکراہ کے بغیر اطاعت بجالاؤ اور خفیہ و علانیہ طور پر اس کی مخالفت نہ کرو۔ (ابن کثیر تفسیر الحج: 22:41)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر اور تمکن فی الارض کے معنی:

(اَمْر) مصدر ہے جس کے معنی حکم دینا کے ہیں۔ (امر) کا لفظ جملہ اقوال و افعال کے لیے عام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

﴿وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (ال عمران ۴۔۵۹)

''اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں''

اس کے معنی میں بڑی وسعت ہے اور ایک معنی (اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ) معروف کے مطابق حکم دینے والے، اس سے عہد نبوی کے امراء بھی مراد ہیں اور آئمہ اہل بیت بھی مراد ہیں اور وہ فقہا اور اہل علم بھی مراد ہیں جو احکام الٰہی کے فرمانبردار ہوں اور یہ سب اقوال صحیح ہیں کیونکہ الامراء وہ ہیں جو لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں وہ چار قسم کے ہیں:

۱۔ انبیا جن کا حکم عوام و خواص کے ظاہر و باطن پر نافذ ہوتا ہے۔

۲۔ حکام جن کا حکم صرف لوگوں کی ظاہری حالت پر جاری ہوسکتا ہے۔ دلوں پر ان کی حکومت نہیں ہوتی۔

۳۔ حکماء و خواص لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔

۴۔ اور واعظین جن کا حکم صرف عوام کے قلب و ضمیر پر ہی جاری ہوسکتا ہے۔

(مَكَّنّٰهُمْ) ہم نے ان کو فائز کیا۔ ہم نے ان کو قوت دی، ہم نے ان کو اقتدار بخشا، باب افعال (مَكَّنْتُهٗ وَ مَكَّنْتُ لَهٗ) میں نے اسے تسلط یا قدرت دی۔ فَتَمَكَّنَ۔ چنانچہ اس نے قدرت حاصل کرلی۔ ذیل میں قرآن مجید کے چند استعمالات ملاحظہ فرمائیں جو تمکن کے معنی واضح کرتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ (الاحقاف ۴۶۔۲۶)

''ان کو ہم نے جو کچھ دیا تھا جو تم لوگوں کو نہیں دیا ہے۔''

مزید فرمایا

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ (الاعراف ۷۔۱۰)

''اور ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا۔''

اور فرمایا

﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ (القصص ۲۸۔۶)

''اور زمین میں ان (بنی اسرائیل) کو اقتدار بخشیں۔''

اور مزید ارشاد ہے۔

﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ (النور ۲۴۔۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور ان کے لیے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔"

قران مجید کے ان مقامات پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ "تمکن فی الارض" کا مطلب ہے زمین مین اقتدار، طاقت، غلبہ، حکمرانی، فرمانروائی۔ پس جب کوئی انسان جس دائرے میں اس کو اقتدار بخشا گیا ہے اگر وہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع فرمان بن کر حکمرانی کرتا ہے تو وہ خلافت علی منہاج النبوۃ ہے اور اگر خواہش نفس، ذات برادری، جماعت، پارٹی اور طاقتور کسی بھی طاغوت کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا باغی، سرکش، جابر وظالم اور طاغوت یا کسی بڑے طاغوت کا بندہ ہے اور ہرگز اللہ کا بندہ نہیں اور یہ منکر ہے ایسا منکر جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکل گیا ہے اور اب ایسے اللہ کے باغیوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اقتدار وحکمرانی حاصل کر کے انہیں معروف کا پابند بنایا جائے اور بندگی رب سے انحراف کر کے جنہوں نے منکر یا منکرات کا ارتکاب کیا ہے انہیں بزور طاقت روکا جائے۔ یہی بات ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ان احادیث میں بیان فرمائی ہے۔

فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر حدیث کی روشنی میں

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اسکی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر 177 سنن ابوداود 1140,4340 ترمذی:2172 ونسائی 5023 وسنن ابن ماجہ 1275,4013)

صحیح بخاری کی روایت جو سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی حدود میں برائی کو نہ روکنے والے اور اس کے مرتکب ہونے والے کی مثال ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے کشتی میں (بیٹھنے کی جگہ کے لیے) قرعہ اندازی کی۔ کچھ لوگ کشتی کے نچلے حصے میں اور کچھ لوگ اوپر والے حصے میں چلے گئے تو جو لوگ ان کے نچلے حصے میں تھے وہ ان لوگوں کے پاس پانی لے کر گزرتے جو کشتی کے اوپر والے حصے میں تھے۔ انہیں اس سے تکلیف ہوئی (اس لیے انہوں نے نچلے حصے والوں کو اوپر آنے سے روک دیا) چنانچہ (نچلے حصے والوں میں سے) ایک شخص نے کلہاڑا اٹھایا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا چاہا تو اوپر کے حصے والے اس کے پاس آئے اور انہوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا تم میرے (اوپر جانے) سے تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ مجھے پانی کی ضرورت ہے (فَإِنْ أَخَذُوا عَلَىٰ يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ) اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو اسے بھی نجات دلا دیں گے اور خود بھی نجات پائیں گے اور اگر اسے کچھ نہ کہیں گے تو اسے موت کے حوالے کر دیں گے اور اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں گے۔"

(صحیح بخاری، کتاب الشھادات حدیث نمبر ۲۶۸۶)

دعائیں کب قبول نہیں ہوتی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو قبل اس کے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم دعائیں مانگو اور تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔"

قدرت کے باوجود برائی سے نہ روکنے کا انجام۔

جناب قیس (بن ابی حازم) نے بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنے خطبے میں) اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "اے لوگو تم یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ہو (اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں مگر اس کے معنی و مفہوم غلط سمجھتے ہو۔"

خالد نے روایت کیا ہم نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔"بلاشبہ لوگ جب کسی کو ظلم کرتا دیکھیں اور پھر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہوتا ہے کہ ان سب کو (اللہ تعالیٰ) عذاب کی لپیٹ میں لے لے؛"

اور عمرو (بن عون) نے ہشیم سے روایت کرتے ہوئے کہا؛ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔جس قوم میں اللہ کی نافرمانی کے کام ہوں اور وہ انہیں روکنے پر قادر ہوں مگر منع نہ کرتے ہوں تو قریب ہوتا ہے اللہ اس سبب سے ان سب کو اپنے عتاب کی لپیٹ میں لے لے۔"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کو اسی طرح جسے خالد نے روایت کیا ہے ابو امامہ اور ایک اور بڑی جماعت نے بیان کیا ہے جبکہ شعبہ نے یوں بیان کیا "جس کسی قوم میں نافرمانیاں ہوتی ہوں اور معاصی سے بچنے والوں کی تو تعداد زیادہ اور دوسروں کی کم ہو اور پھر وہ نہ روکیں تو ان سب پر عذاب آنے کا اندشیہ ہوتا ہے۔"

(سنن ابوداؤد، کتاب الملاحم، حدیث نمبر 4338، وجامع الترمذی: 3057 وسنن ابن ماجہ 4005)

اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جن لوگوں میں اللہ کی نافرمانی کی جائے جب کہ وہ (گناہ کرنے والوں سے) زیادہ طاقتور اور زیادہ زور آور ہوں، اس کے باوجود (مجرموں کو گناہ سے) منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4009 ومسند احمد 366/4 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر 4339 وصحیح ابن حبان 1834 اور 1840)

اور ابوداؤد کی روایت جو سیدنا جریر بن عبداللہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا "جو کوئی ایسی قوم ہو کہ ان میں اللہ کی نافرمانی کی جارہی ہو اور وہ لوگ ان کی اصلاح اور ان کو بدلنے پر قادر ہوں، اس کے باوجود وہ ان کی اصلاح نہ کریں اور انہیں نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے مرنے سے پہلے عذاب دے گا۔" (سنن ابوداؤد 4339 وصحیح ابن حبان 1839، 1840)

جابر ظالم کے سامنے کلمہ حق

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ انسان جابر حاکم یا ظالم امیر کے سامنے حق و انصاف کا کلمہ کہہ گزرے۔" (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4344 وجامع الترمذی، 2174 وسنن ابن ماجہ 4011)

اور سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی پہلے جمرے کے قریب رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور کہا:"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ کے رسول! کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ خاموش رہے۔ جب آپ دوسرے جمرے پر پہنچے تو اس نے (پھر) سوال کیا۔ آپؐ خاموش رہے پھر جب آپ نے جمرہ عقبہ (بڑے جمرے) پر کنکریاں ماریں اور سوار ہونے کے لیے رکاب میں پاؤں رکھا تو فرمایا وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا (افضل جہاد ہے)" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4012 ومسند احمد 251/5، 256)

حق برملا کہہ دینا چاہیے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے اس میں یہ بھی فرمایا "خبردار! کسی آدمی کو لوگوں کی ہیبت حق کہنے سے روک نہ دے جبکہ اسے (حق) معلوم ہو" یہ کہہ کر سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: قسم ہے اللہ کی! ہم نے کئی (غلط) چیزیں دیکھیں لیکن (اظہار کرنے سے) ڈر گئے۔
(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4007 ومسند احمد 87/3)

گناہوں کی کثرت کے بعد ہلاکت ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: "لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہ ہوں گے جب تک انکے گناہوں اور عیبوں کی کثرت نہ ہو جائے یا ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔"
(سنن ابوداؤد کتاب الملاحم، حدیث نمبر 4347 ومسند احمد 260/4)

اتباع رسول میں اسلامی ریاست کا قیام ضروری ہے۔

دور حاضر میں سنتوں کے احیا کا خوب چرچا ہے اور اللہ تعالیٰ ان جذبوں کو مزید جلا بخشے اور فروغ عطا فرمائے۔ ہمارے ایک مفکر خالد الحسیفان نے دار طیبۃ الخضراء، مکۃ المکرمہ سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس کا نام ہے۔ "اکثر من 1000سنة فی الیوم واللیلة"۔ شب و روز میں ایک ہزار سے زائد سنتیں۔" اور واقعتاً مستند حوالوں سے انہوں نے ایک ہزار سے زائد سنتیں ایک جگہ پر نہایت باریک بینی سے جمع کر دی ہیں۔ اسی طرح ہمارے دوستوں نے پاکستان میں سنتوں بھرے اجتماعات کا بھی سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ قَالَ اللهُ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ کے متوالے سنت سے کم پر راضی نہیں ہیں: غلام ہیں غلام ہیں رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں۔ اور غلامی رسول ﷺ میں جان بھی قربان ہے۔ ختم نبوت کے پروانے ہوں یا توہین رسالت کو برداشت نہ کرنے والے دیوانے ہوں، عشق رسول ﷺ میں بسمل ہو جانے والے مستانے ہوں تعداد کے اعتبار سے لاکھوں، اور کروڑوں نہیں ڈیڑھ ارب ہیں۔ ان شیدائیان رسول ﷺ کو ہر سنت کے احیا کی فکر ہے مگر ان کی غالب اکثریت کو ایک بڑی سنت جو درحقیقت سنتوں کی ماں ہے نہ نظر آتی ہے اور نہ یاد ہے۔ وہ سنت جس کے لیے آپ ﷺ کو گالیاں دی گئیں۔ جس کے لیے آپ نے پتھر کھائے۔ شعب ابی طالب کی قید کاٹی، طائف کا سفر کیا، جسم لہولہان کرایا۔ جگہ جگہ قبائل کے ڈیروں، چوپالوں، بیٹھکوں، گھروں، واڑوں، وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر غلبہ اسلام کے لیے ٹھوکریں کھائیں، ہجرت کر کے گھر سے بے گھر ہوئے، غاروں میں چھپنے پر مجبور، میدان کارزار میں دانت تڑوائے، چہرہ مبارک زخمی ہوا، خود کی کڑیاں جسم میں پیوست ہوئیں۔ گڑھے میں گرے، خندق خود بھی کھودی، تبوک کا سفر کیا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے صحابہ کو شہید کرایا۔ مفاہمت کی پیشکشیں ہوئیں، بڑی بڑی آفر آئیں، طمع ولالچ کے تمام ہتھکنڈے استعمال ہوئے، سولہ قاتلانہ حملوں کے عملی منصوبے سامنے آئے، ان سب سنگ ہائے میل سے گزر کر آپؐ نے مدنی اسلامی ریاست کو اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت سے وجود بخشا اور اس سے کم پر راضی نہیں ہوئے۔ جس کے تناظر میں رب ذوالجلال نے یہ فرمایا۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (الاحزاب ۳۳-۲۱)

''درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔''

اس آیت کا ماسبق بھی پڑھیے اور مابعد بھی پھر غور فرمایئے کہ بہترین نمونہ کس کو کہا گیا ہے، اس جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کو جس کے ذریعے سے اسلامی ریاست کا پودا کاشت ہوا، اور پروان چڑھا جس کے سائے میں دنیا کو امن اور عدل، سکون وراحت نصیب ہوا۔ یہ بڑی سنت، عظیم سنت ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے، ایسی اوجھل کہ دور وقریب کی نظر کے چشمے لگا کر بھی دیکھا جائے تو پھر بھی نظر نہیں آتی، حالانکہ ہدف تو پوری زمین تھی، مگر یہ سنت تو مسلمان ملکوں میں بھی بیگانہ ہو کر رہ گئی ہے۔ کسی زمانے میں بیت اللہ تو موجود تھا لیکن اس پر راج تین سو ساٹھ بتوں کا تھا، آج کہنے کو تو چار درجن سے زائد مسلمان ممالک ہیں لیکن ان پر راج یہود ونصاریٰ اور ہنود کی تہذیب کا ہے، وہ اس تہذیب میں ایسے ڈوب گئے کہ عشق رسول ﷺ کے تمام دعوے مات کھا چکے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ سپر پاورز کے خوف اور محبت میں ایسے بچھ کر رہ گئے ہیں جیسے کفار مکہ بتوں کے سامنے بچھ جاتے تھے۔

اے غلامانِ رسولؐ! کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ ہمارے ملک کی سینٹ ہو یا نیشنل اسمبلی صوبائی اسمبلیز ہوں یا بلدیاتی ادارے، ملک کے عسکری ادارے ہوں یا عدلیہ کے تمام ادارے، سرکاری تعلیمی ادارے ہوں یا غیر سرکاری ادارے، پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، ہمارے بنک ہوں یا زرعی اداروں کی پالیسیاں، پولیس ہو یا انتظامیہ کونسی کل سیدھی ہے جو قرآن وحدیث کے زیر سایہ چل رہی ہوں، اور وہاں شیطان اور طاغوت کا راج نہ ہو، کیا یہ توہین رسالت نہیں کہ ملک تو ہو عشاق رسول کا لیکن اس کی اسمبلی کٹھ پتلی ہو یورپ کی، عدالتیں تو ہوں شمع رسالت کے پروانوں اور دیوانوں کی لیکن وہاں فیصلے ہوں قرآن اور سنت کے خلاف، ملک ہو مسلمانوں کا لیکن سود، رشوت چٹی دلالی، کرپشن، چوری، ڈاکے، زنا، شراب۔ جوا، عریانی وفحاشی کا ہو دور دورہ اور محبان رسول ﷺ لمبی تان کر سوئے رہیں۔ اور ان کی محبت پر ذرا برابر بھی آنچ نہ آئے۔ حیرت ہے کہ یہ عجیب ہے محبت، جس کا عملی مظاہرہ ہم کر رہے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے چند احادیث کا مطالعہ ابھی ابھی آپ نے کیا۔ اس کے معنی ومفہوم کو بھی آپ نے پڑھا۔ امر کے معنی جب حکم کے ہیں، اور نہی کے معنی جب روک دینے کے ہیں۔ اور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی زندگی امر ونہی سے عبارت ہے۔ تو معروف کا حکم دینے کے لیے اور لوگوں کو منکر سے باز رکھنے کے لیے، طاقت، قوت، تمکن، اقتدار، حکومت وسلطنت اور ایک ریاست کی ضرورت ہے۔ ایسی اسلامی ریاست جیسی مدنی اسلامی ریاست تھی، اتباع رسول ﷺ میں اسلامی ریاست کا قائم کرنا ہم مسلمانوں پر فرض ہے ... جس کا قیام احیاء سنت کے ذریعے ممکن ہی نہیں یقینی ہے۔ جس کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو بیدار ہو کر اٹھ کھڑے ہونے، آگے بڑھنے، راستے کی رکاوٹوں کا ادراک کرنے، ہدف تک پہنچنے کے لیے ترجیحات طے کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک نصرت خداوندی کا تعلق ہے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ رہی ہے اور تا قیامت رہے گی۔ جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ ہیں:

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝﴾ (محمد۔ ۳۵:۴۷)

"پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو، تم ہی غالب رہنے والے ہو، اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہ کریگا۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ (المائدہ ۵۔ ۵۴ تا ۵۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔ جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔"

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (محمد ۴۷۔ ۷ تا ۱۱)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہ تھے کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ اللہ نے ان کا سب کچھ ان پر الٹ دیا اور ایسے ہی نتائج ان کافروں کے لیے مقدر ہیں یہ اس لیے کہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی و ناصر کوئی نہیں:"

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝﴾ (الانبیاء ۲۱۔ ۱۰۵ تا ۱۰۶)

"اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ اس میں ایک بڑی خبر ہے عبادت گزار لوگوں کے لیے۔"

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝﴾ (الحج ۲۲۔ ۳۸ تا ۴۱)

"یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔ یقیناً اللہ کسی خائن کافر نعمت کو پسند نہیں کرتا۔ اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔ سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔"

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾ (النساء ۴۔ ۵۸ تا ۵۹)

"مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اے لوگوں جو ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

آٹھ خلفائے راشدین کا آنا یقینی ہے

آنحضرت ﷺ نے جو اسلامی ریاست تئیس سالہ جدو جہد کے نتیجے میں قائم کی اور جو سیاسی نظام عطا فرمایا عین اسکے مطابق پورے جلال و جمال کے ساتھ یہ نظام اسلام کے معیار مطلوب کی روشنی میں چار خلفائے راشدین تک چلتا رہا۔ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو امت مسلمہ نے منتخب کیا جنھوں نے دو سال تین مہینے اور دس دن حکومت کی۔ آپ کی وفات کے بعد بالاتفاق سیدنا عمر فاروقؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا انہوں نے دس سال چھ مہینے اور آٹھ دن حکمرانی کی۔ تیسرے خلیفہ سیدنا عثمان بن عفان منتخب ہوئے جنھوں نے گیارہ سال گیارہ مہینے اور نو دن نظام ریاست کو چلایا۔ اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے چوتھے خلیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے جن کا دور خلافت چار سال نو مہینے اور سات دن پر محیط تھا۔ یہ خلفائے راشدین ان احادیث مبارکہ کا تسلسل ہیں جس پر آپ ﷺ نے بارہ خلفاء کی پیش گوئی فرمائی تھی، جن پر پوری امت کا اتفاق ہوا تھا اور ہے اور اسلام اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ کامل طور پر نافذ رہا اور اپنی برکات ظاہر کرتا رہا۔ بارہ خلفاء میں سے چار خلفائے راشدین آچکے ہیں اور مزید آٹھ خاص خلفاء کا آنا باقی ہے۔ جو قیامت تک کی مدت میں آئیں گے۔ ان بارہ خلفاء کے بارے میں آپ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

قیامت تک قریش میں سے بارہ خلفائے راشدین ہوں گے۔

آنحضرتؐ کی اس پیش گوئی پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے جسے حضرت جابر بن سمرہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "بارہ خلفا تک اسلام کو غلبہ حاصل رہے گا، وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں (کے دین) کا معاملہ راہ صواب پر رہے گا جب تک کہ ان میں بارہ خلفا رہیں گے، وہ سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دین اسلام کا معاملہ قیامت قائم ہونے تک درست رہے گا، ان پر بارہ خلفا حکومت کریں گے وہ سب قریش سے ہوں گے۔"
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر 4708 تا 4711)

اس حدیث میں بارہ خلفا سے مراد خلفائے راشدین ہیں جن کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو گی ان میں سرفہرست حضرت ابوبکرؓ کا نام ہے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب اور پھر حضرت عثمان بن عفان اور پھر حضرت علی بن ابی طالب کا نام ہے۔ بعض اہل علم نے حضرت حسنؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے۔ بلاشبہ یہ حکمران عادل و صالح تھے تاہم امت کا اتفاق اس بات پر نہیں ہو سکا کہ ان کا دور حکومت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے عین مطابق تھا اور اگر حضرت حسنؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلفائے راشدین میں شامل کر لیا جائے تب بھی چھ خلفائے راشدین کا آنا یقینی ہے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔ اور اہل علم نے یہ بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ امام مہدی بھی ان بارہ خلفاء میں شامل ہیں جن کا دور حکومت قرب قیامت ہوگا اور ان خلفاء نے ہر حال میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ کر رہنا ہے ان کی آمد کو کوئی قوت روک نہیں سکے گی۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا خلافت قریش میں رہے گی جب تک کہ ان میں سے دو انسان (بھی) باقی ہوں گے۔
(صحیح بخاری کتاب المناقب حدیث:3501)

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔

["لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً. قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ. فَقُلْتُ لِأَبِي، مَا قَالَ؟ فَقَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ."](صحیح مسلم حدیث نمبر۔ ۴۷۰۹)

حضرت جابرؓ کی دوسری حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ) اسلام کا معاملہ بارہ خلفاء کے پورا ہونے تک غالب رہے گا۔ پھر آپؐ نے ایسی بات فرمائی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؐ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا کہ: سب خلفاء قریشی خاندان سے ہوں گے۔"

["لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً. فَقَالَ كَلِمَةً صَمَّنِيهَا النَّاسُ. فَقُلْتُ لِأَبِي، مَا قَالَ؟ فَقَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.](صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۴۷۱۰)

"یہ دین ہمیشہ بارہ خلفا کے پورا ہونے تک غالب رہے گا۔ پھر آپؐ نے کوئی کلمہ ارشاد فرمایا لیکن لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا۔ تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؐ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا کہ: سب خلفا قریشی خاندان سے ہوں گے۔"

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

["سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ جُمُعَةٍ، عَشِيَّةَ رُجِمَ الْأَسْلَمِيُّ. فَقَالَ. "لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ، وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ عُصَيْبَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَتِحُونَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ، بَيْتَ كِسْرٰى، أَوْ آلِ كِسْرٰى، وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ، وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ، إِذَا أَعْطَى اللّٰهُ تَعَالٰى أَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ أَنَا الْفَرَطُ عَلَى الْحَوْضِ.]
(صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۴۷۱۱)

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے جمعہ کی شام کو جس دن ماعز اسلمی کو رجم کیا گیا سنا" دین ہمیشہ قائم و باقی رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا تم پر بارہ خلفا حاکم ہو جائیں اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں، اور میں نے آپؐ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کسریٰ یا اولاد کسریٰ کے سفید محل کو فتح کرے گی۔ اور مزید میں نے آپؐ سے سنا کہ قیامت کے قریب کذاب ظاہر ہوں گے پس تم ان سے بچتے رہنا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید آپؐ سے سنا کہ جب اللہ تم میں سے کسی کو کوئی بھلائی عطا کرے تو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کی ابتداء کرو اور مزید یہ بھی آپؐ سے سنا کہ میں حوض پر آگے بڑھنے والا ہوں گا۔"

مزید حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ خلافت قریش میں رہے گی، جب تک کہ وہ دین اسلام (کے احکام) کو قائم کرتے رہیں گے۔، جو شخص بھی ان سے دشمنی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو چہرے کے بل گرا دے گا۔(صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث:7139)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں (اس وقت سے) بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے حق میں تین خصلتیں بیان فرماتے سنا ہے۔ آپؐ ان کے بارے میں فرما رہے تھے کہ میری امت میں سے اس قبیلے کے لوگ دجال پر سخت ترین ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کی جانب سے صدقات آئے تو آپؐ نے فرمایا، یہ ہماری قوم (کی جانب) سے صدقات ہیں اور حضرت عائشہؓ کے پاس قبیلہ بنوتمیم کی ایک قیدی عورت تھی، آپؐ نے حکم دیا، اے عائشہ! اس کو آزاد کردے، بلاشبہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔(صحیح بخاری کتاب العتق حدیث:2543,4366)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کی ایک تقریر نقل کرتے ہیں جو آپؐ نے قریش کو خطاب کرکے فرمائی تھی کہ: اے گروہ قریش تم اس کام کے اہل ہو جب تک اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ پھر اگر نافرمانی کرو گے تو اللہ تم پر کسی اور کو بھیجے گا جو تمہاری کھال اس طرح اتارے گا جیسے ٹہنی کی چھال اتار دی جائے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ائمہ قریش میں سے ہوں گے جب تک کہ وہ تین باتوں پر عمل کرتے رہیں ا۔ حکم کریں تو عدل کے ساتھ کریں۔ ۲۔ جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو رحم کریں۔ ۳۔ جب عہد کریں تو وفا کریں پھر جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو۔(مسند احمد، ابوداؤد طیاسی)

یہ روایات تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے امت نے بالاتفاق ان روایات سے یہ سمجھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے محض اپنے فوراً بعد کسی قضیہ خلافت کا فیصلہ نہیں فرمایا تھا بلکہ مستقل طور پر یہ طے فرمایا تھا کہ جب تک قریش میں چند خاص صفات موجود ہیں اس وقت تک دوسروں کی نسبت (چاہے ان دوسروں میں بھی یہ صفات موجود ہوں) خلافت پر ان کا حق فائق ہوگا۔ اس میں صرف انصار پر ترجیح کا مسئلہ نہ تھا بلکہ تمام عرب وعجم کے مسلمانوں پر اس قبیلے کی مشروط ترجیح کا فیصلہ تھا۔ چنانچہ عبد القاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الفرق بین الفرق" کی تیسری فصل میں پندرہ اصول بیان کیے ہیں۔ جن پر اہل سنت کا اتفاق ہے ان میں سے بارھواں اصول ان کے مطابق یہ ہے کہ: امامت کا قیام امت پر فرض وواجب ہے۔ اس امت میں امامت منعقد کرنے کا طریقہ اجتہاد سے کسی شخص کا انتخاب ہے اور وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ امامت کے لیے قرشی النسب ہونا شرط ہے۔(الفرق بین الفرق ص۔ ۳۴۰۔۳۴۱)

ابن حزم اپنی تحقیق یوں رقم طراز ہیں کہ فہر بن مالک کی اولاد کے لیے امامت کو خاص کرنے کا وجوب ہم رسول اللہ ﷺ کی اس نص کی بنا پر مانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے امامت قریش ہی میں رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی اور یہ روایت تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور اس روایت کی صحت پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انصار نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں اس کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔ حالانکہ مدینہ ان کا شہر تھا وہ سروسامان اور تعداد رکھتے تھے اور اسلامی خدمات کسی سے کم نہ تھیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی نص سے یہ حجت قائم نہ ہو جاتی تو اس معاملہ میں دوسروں کے مقابلے میں ان کا حق ان پر فائق تھا تو اپنے اجتہاد کے مقابلے میں دوسرے کسی کا اجتہاد ماننے پر مجبور نہ تھے۔(الفصل فی الملل والنحل ج۔۴۔ص۔۸۹)

نیز عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) رقم طراز ہیں۔ تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ امامت قریش کے سوا کسی کے لیے درست نہیں ہے۔(الملل والنحل ج۔۱۔ص۔۱۰۶)

امام نسفی (متوفی ۵۷۷ھ) لکھتے ہیں کہ ضروری ہے کہ امام قریش سے ہو اور ان کے سوا کسی دوسرے کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ تفتازانی شرح عقاید نسفی میں لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے اور بجز خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے۔

قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ امامت کے لیے قرشیت کی شرط ہونا تمام علماء کا مذہب ہے اور علماء نے اس کو اجماعی مسائل میں شمار کیا ہے۔ اور امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ "یہ احادیث اور اسی معنی کی دوسری احادیث اس بات پر کھلی دلیل ہیں کہ خلافت قریش کے لیے خاص ہے۔ اور ان کے سوا کسی اور کے لیے اس کا انعقاد جائز نہیں ہے۔ اس پر صحابہ کے زمانے میں اجماع ہو چکا ہے اور اسی طرح ان کے بعد بھی یہ اجماع قائم رہا۔(شرح مسلم للنووی کتاب الامارہ باب الخلافۃ فی قریش)

آٹھویں صدی ہجری تک تمام اہل علم کا اس پر اجماع رہا نویں صدی کے قریب پہنچ کر علامہ ابن خلدون نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے اس وقت یہ رائے ظاہر کی کہ "جب قریش کا اثر واقتدار کمزور پڑ گیا اور مسلسل عیش وعشرت میں رہتے رہتے ان کی عصبیت ایمانی ختم ہو گئی اور سلطنت کے معاملات نے ان کو تمام روئے زمین پر منتشر کر دیا تو وہ بار خلافت اٹھانے سے عاجز ہو گئے اور عجمیوں کو اتنا غلبہ حاصل ہو گیا کہ تمام حل وعقد کے وہی مالک ہو گئے اسی وجہ سے بکثرت ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا اور وہ یہ رائے قائم کرنے لگے کہ اب خلافت کے لئے قرشیت کی شرط باقی نہیں رہی ہے۔(مقدمہ ابن خلدون۔ص ۱۹۴) اسی کو بنیاد بنا کر آخر کار دسویں صدی میں علماء کے ایک بڑے گروہ نے سلاطین آل عثمان کی خلافت تسلیم کر لی۔

اس شرعی اور تاریخی حقیقت پر غور وخوض کریں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خلافت کے لئے قرشیت کا ہونا شرط ہے۔ اور اس پر امت کا آٹھ سو سال تک اتفاق رہا ہے اور علامہ ابن خلدون یا دسویں صدی ہجری کے علماء نے جو اجتہاد کیا انہوں نے نفس مسئلہ سے تو اختلاف نہیں کیا البتہ حالات کے جبر کی بنیاد پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ قریشی کے علاوہ بھی اور کوئی مسلمان خلیفۃ المسلمین ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے آل عثمان کی خلافت کو تسلیم کیا۔

اقامت دین کی جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسلام کا باقاعدہ ایک نظام جماعت ہے اور اس میں ہر مسلمان کو کسی بھی سطح کا امیر یا ذمہ دار بنایا جا سکتا ہے اور آج مسلمان حکومتوں کی جگہ "اسلامی حکومت" قائم ہو جائے تو قریشی النسل اہل تر آدمی موجود نہ ہو تو کسی اہل تر مسلمان کو خلیفہ بنایا جا سکتا ہے۔ تاہم اہل ایمان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مرکزی خلافت کے لیے کسی اہل تر قریشی مسلمان کی تلاش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھیں۔ یہ تو ہے اس معاملے کا ایک پہلو لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ وقفوں وقفوں سے بھی ممکن ہے اور تسلسل کے ساتھ بھی کہ جن بارہ قریشی خلفا کی پیش گوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ ربانی قانون قدرت کے تحت خلفا بنیں گے اور دنیا میں ان کی خلافت کے انعقاد کو کوئی طاقت روک نہیں سکے گی کیونکہ یہ مشیت ایزدی سے ہوگا اور دنیا اس کے سامنے بے بس اور مجبور ہوگی۔ تاہم آج ہم اس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے لیے راستہ ہموار کرنے کے پابند اور ذمہ دار ہیں۔

خلفاء کثرت سے ہوں گے مگر انکی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہوگی

خلافت کے نام سے بہت خلفاء دنیا میں آئے مگر متذکرہ بالا کے علاوہ کوئی خلیفہ راشد نہیں آیا۔ اس پر امت کا اتفاق ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بارہ خاص خلفاء کی قریش میں سے آمد کی پیش گوئی ایسی ہے جیسے سورج کا طلوع ہونا یقینی ہے۔ ان کے علاوہ خلفاء ہوں گے اور کثرت کے ساتھ ہوں گے۔ جیسا کہ صحیحین اور سنن ابن ماجہ کی روایت سے واضح ہے جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کی سیاست (انتظامی، معاشرتی، دینی اور دنیاوی) کے امور کی دیکھ بھال ان کے انبیائے کرام انجام دیتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوجاتا لیکن میرے بعد تمہارے اندر کوئی نبی آنے والا نہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ پھر ان معاملات کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ''(تَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوا) خلفاء ہوں گے اور بہت زیادہ ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا پہلے خلیفہ کی بیعت پر قائم رہو، پھر اسکے بعد جو (بیعت کے لحاظ سے) پہلا ہو۔ تم پر جو فرائض ہیں ادا کرو ان کے فرائض کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمائے گا۔''

(سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد، حدیث نمبر 2871 وصحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر 3455 وصحیح مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث نمبر 4773)

چنانچہ خلفاء آئے اور بہت کثرت سے آئے مگر پہلے خلفاء تو راشدین مہدیین تھے۔ جن کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی لیکن بعد کے خلفاء کے نام سے تو حکمران آئے بہت اچھے بھی اور بہت برے بھی مگر اچھوں کی خلافت میں دنیوی اغراض ومقاصد اور شاہانہ شان وشوکت در آئی الا ماشاء اللہ اور خلافت کا یہ تسلسل کم وبیش کچھ فرق کے ساتھ 12 صدیوں تک قائم رہا تا کہ 1924 میں ترکی کے مصطفیٰ کمال نے ادارہ خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

خلافت راشدہ کے بعد حکومت کیسی ہوں گے۔

خلافت راشدہ کے بعد قائم ہونے والی حکومتوں کے بارے میں بھی آپ کی پیش گوئیاں اور آپ کی احادیث مبارکہ موجود ہیں نمونۃً درج ذیل احادیث کا مطالعہ فرمایئے نیز اس کو بھی خصوصی طور پر نوٹ کیجئے کہ خیر کے بعد جہاں شر کے آنے کی پیش گوئی موجود ہے وہاں آپ ﷺ نے شر کے دور کے خاتمے اور خیر کے دور کے آنے کی بھی پیش گوئی فرمائی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

[كُنْتُ بِالْيَمَنِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَ ذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلِ ﷺ فَقَالَ لَه، ذُوْ عَمْرٍو، لَئِنْ کَانَ الَّذِیْ تَذْکُرُ مِنْ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلٰی اَجَلِهٖ مُنْذُ ثَلَاثٍ، وَاَقْبَلَا مَعِیَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا فِیْ بَعْضِ الطَّرِیْقِ رُفِعَ لَنَا رَکْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِیْنَةِ فَسَاَلْنَاهُمْ. فَقَالُوْا، قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَکْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ فَقَالَا: اَخْبِرْ صَاحِبَكَ اَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللهُ وَرَجَعَا اِلَی الْیَمَنِ فَاَخْبَرْتُ اَبَا بَکْرٍ بِحَدِیْثِهِمْ قَالَ: اَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا کَانَ بَعْدُ قَالَ لِیْ ذُوْ عَمْرٍو: یَا جَرِیْرُ اِنَّ بِكَ عَلَیَّ کَرَامَةً وَاِنِّیْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا اِنَّکُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَیْرٍ مَا کُنْتُمْ اِذَا هَلَكَ اَمِیْرٌ تَاَمَّرْتُمْ فِیْ آخَرَ فَاِذَا کَانَتْ بِالسَّیْفِ کَانُوْا مُلُوْکًا یَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَیَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوْكِ.]

(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۳۵۹)

"(یمن سے واپسی پر مدینہ آنے کے لیے) میں دریا کے راستے سے سفر کر رہا تھا۔ اس وقت یمن کے دو آدمیوں ذوکلاع اور ذوعمرو سے میری ملاقات ہوئی۔ میں ان سے حضور ﷺ کی باتیں کرنے لگا اس پر ذوعمرو نے کہا اگر تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم ﷺ) وہی ہیں جن کا ذکر تم کر رہے ہو تو ان کی وفات کو بھی تین دن گزر چکے۔ یہ دونوں میرے ساتھ ہی (مدینہ) کی طرف چل رہے تھے۔ راستے میں ہمیں مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے کچھ سوار دکھائی دیئے، ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ منتخب ہوئے ہیں اور لوگ اب بھی سب خیریت سے ہیں۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے صاحب (ابوبکرؓ) سے کہنا کہ ہم آئے تھے اور ان شاء اللہ پھر مدینہ آئیں گے یہ کہہ کر دونوں یمن کی طرف واپس چلے گئے۔ پھر میں نے ابوبکرؓ کو ان کی باتوں کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ پھر انہیں اپنے ساتھ لائے کیوں نہیں؟ بہت دنوں بعد خلافت عمر فاروق میں ذوعمرو نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے اور تمہیں ایک بات بتاؤں گا کہ تم اہل عرب اس وقت تک خیر و بھلائی کے ساتھ رہو گے جب تک تمہارا طرزِ عمل یہ ہوگا کہ جب تمہارا کوئی امیر وفات پا جائے گا تو تم اپنا کوئی دوسرا امیر منتخب کر لیا کرو گے۔ لیکن جب (امارت کے لیے) تلوار تک بات پہنچ جائے تو تمہارے امیر بادشاہ بن جائیں گے۔ بادشاہوں کی طرح غصہ ہوا کریں گے اور انہی کی طرح خوش ہوا کریں گے۔"

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ

(کَانَ النَّاسُ یَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الْخَیْرِ وَکُنْتُ اَسْاَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ یُدْرِکَنِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّا کُنَّا فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهٰذَا الْخَیْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَیْرٍ؟ قَالَ (نَعَمْ وَفِیْهِ دَخَنٌ) قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهٗ؟ قَالَ (قَوْمٌ یَهْدُوْنَ بِغَیْرِ هَدْیِیْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْکِرُ) قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ(نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا) قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا: قَالَ (هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا ، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا) قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ؟ قَالَ (تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ) قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟) قَالَ: (فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذٰلِكَ)](صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث نمبر 7084،3606)

"لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی میں ہی شر نہ پیدا ہو جائے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا تو کیا اس خیر کے بعد شر کا زمانہ ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے پوچھا کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اس خیر میں کمزوری ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے، ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی لیکن بعض میں تم برائی دیکھو گے۔ میں نے پوچھا کیا پھر دورِ خیر کے بعد دورِ شر آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا وہ اس میں انہیں جھونک دیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کی کچھ صفت بیان کیجئے۔ فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں عربی بولیں گے۔ میں نے پوچھا پھر اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو آپ مجھے ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔ میں نے کہا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا کہ پھر ان تمام لوگوں سے الگ ہو کر رہنا خواہ تمہیں جنگل میں جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں یہاں تک کہ اسی حالت میں تمہاری موت آ جائے۔"

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔]

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۱۱۷)

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قحطان کا ایک شخص (بادشاہ بن کر) نکلے گا اور لوگوں کو اپنے ڈنڈے سے ہانکے گا۔"

حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

[" أُعِيذُكَ بِاللهِ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ، قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ أُمَرَاءُ سَيَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي، مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَلَيْسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ، وَلَنْ يَرِدُوا عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَمَنْ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی ظُلْمِهِمْ فَأُولٰئِكَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ. وَاُولٰئِكَ یَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ۔"]

(مشکوۃ حدیث نمبر ۳۷۰۰۔ بحوالہ جامع الترمذی وسنن نسائی)

"میں تجھے بے وقوفوں کی امارت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس نے دریافت کیا، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، میرے بعد امراء ہوں گے جو لوگ ان کے پاس گئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو بھی سچ کہا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کی اور ان کے ظلم کے باوجود ان کی اعانت کی تو وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں ان سے نہیں ہوں اور وہ کبھی میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہیں ہوں گے اور جو لوگ ان کے پاس نہ گئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو سچا کہا اور نہ ان کے ظلم پر ان کی اعانت کی، پس ایسے لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور یہ لوگ میرے حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔"

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

["خُذُوا الْعَطَاءَ مَا دَامَ عَطَاءً فَإِذَا صَارَ رِشْوَةً عَلَى الدِّيْنِ فَلَا تَأْخُذُوْهُ، وَلَسْتُمْ بِتَارِكِيْهِ، يَمْنَعُكُمُ الْفَقْرُ وَالْحَاجَةُ، أَلَا إِنَّ رَحَا الْإِسْلَامِ دَائِرَةٌ فَدُوْرُوْا مَعَ الْكِتَابِ حَيْثُ دَارَ، أَلَا إِنَّ الْكِتَابَ وَ السُّلْطَانَ سَيَفْتَرِقَانِ فَلَا تُفَارِقُوا الْكِتَابَ، أَلَا إِنَّهُ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يَقْضُوْنَ لَكُمْ. فَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ يُضِلُّوْكُمْ وَإِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ قَتَلُوْكُمْ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ كَمَا صَنَعَ أَصْحَابُ عِيْسٰى نُشِرُوْا بِالْمَنَاشِيْرِ وَحُمِلُوْا عَلَى الْخَشَبِ، مَوْتٌ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ حَيَاةٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔"] (طبرانی)

"عطیات اور بخشش جب تک عطیات اور بخششوں کی حیثیت سے ہوں تو لے سکتے ہیں جب یہ عطیے رشوت بن جائیں اور خلاف دین کام کرنے کے لئے دیئے جائیں تو مت لینا، اور تم اس رشوت کو چھوڑو گے نہیں کیونکہ تم کو فقر و فاقہ لاحق ہوگا جو اس رشوت کے لینے پر مجبور کر سکتا ہے؟ سنو! اسلام کی چکی گھوم رہی ہے (چل رہی ہے) پس تم لوگ کتاب اللہ کے ساتھ رہو جدھر وہ جائے، سنو! اللہ کی کتاب اور اقتدار و حکومت دونوں ایک دوسرے سے عنقریب الگ ہو جائیں گے۔ تو تم کتاب اللہ کا ساتھ دینا (اس کو چھوڑ کر حکومت و اقتدار کا ساتھ مت دینا) سنو! تمہارے اوپر ایسے امراء و حکام مسلط ہوں گے جو تمہارے لئے فیصلے کریں گے (قانون بنائیں گے) تو اگر تم نے ان کی بات مانی تو تمہیں ضلالت کی راہ پر ڈال دیں گے اور اگر ان کی بات نہ مانی تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا "اے اللہ کے رسول ہمیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔" آپ نے فرمایا تمہیں وہی کرنا ہے جو عیسیٰؑ کے ساتھیوں نے کیا، وہ آرے سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے (لیکن باطل کے آگے نہیں جھکے) اللہ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ کی معصیت میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔"

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ۃً عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ يَكُوْن مُلْكاً عَاضاً فَيَكُوْنَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعُهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ.](مسند احمد و سنن بیہقی فی دلائل النبوۃ بحوالہ مشکواۃ حدیث: ۵۳۷۸)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھالے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آئے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ جب چاہے گا۔ اس کو بھی اٹھالے گا۔ پھر کاٹنے والی بادشاہی آ جائے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب وہ چاہے گا اس کو اٹھالے گا۔ اس کے بعد جبر و تشدد کرنے والی بادشاہی آئے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آ جائے گی پھر رسول اللہؐ خاموش ہو گئے۔''

خلاف راشدہ اور اقسام بادشاہت

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور بالخصوص آپ ﷺ کی پیش گوئیوں کا احاطہ کیا جائے تو ان گنت اور بے شمار ہیں لیکن یہاں صرف درج بالا حدیث پر مزید غور کریں جس میں آئندہ خلافت راشدہ کے بار بار منعقد ہونے کا تذکرہ ہے نیز اس میں مسلمانوں کی مختلف اقسام کی بادشاہتوں کا بھی تذکرہ آ گیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر، حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[''تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعُهَا'']

''تم میں نبوت اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔''

[ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعَالٰى]

''اس کے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آئے گی، جب تک اللہ چاہے گا۔ وہ رہے گی پھر وہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔''

[''ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكاً عَاضاً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعَالٰى'']

''پھر ظالمانہ کاٹنے والی بادشاہت آ جائے گی جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی پھر وہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔''

[ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعَالٰى]

''پھر جبر و قہر والی بادشاہت ہو گی جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی پھر وہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

["ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ"]

(مشکوۃ حدیث نمبر ۵۳۷۸ بحوالہ مسند احمد و بیہقی فی دلائل النبوۃ)

''اس کے بعد نبوت کے انداز پر خلافت ہوگی، بعد ازاں آپ خاموش ہو گئے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

۱۔ تمہارے دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہے اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ جل جلالہ اس کو اٹھالے گا۔

۲۔ پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا۔

۳۔ پھر بداطوار بادشاہی ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا۔

۴۔ پھر جبر کی فرمانروائی ہوگی اور وہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھالے گا۔

۵۔["ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ تَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ (ﷺ) ويلقى الاسلام بجرانِهِ فِي الْأَرْضِ يرضىٰ عَنْهَا سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ ۔ لَاتدع النَّاس من قطر إِلَّا صَبَّبَه مِدْرَارًا وَلَا تدع الارض من نباتها و بر کاتها شَيْئًا إِلَّا أَخْرَجَتْهُ۔]

''پھر وہی خلافت بطریق نبوت ہوگی جو لوگوں کے درمیان نبی (ﷺ) کی سنت کے مطابق عمل کرے گی اور اسلام زمین پر پاؤں جمائے گا۔ اس حکومت سے آسمان والے بھی خوش ہوں گے اور زمین والے بھی۔ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔''

(منصب امامت از شاہ محمد اسماعیل شہید۔ص۔۵۳، ۸۳، بحوالہ الموافقات للشاطبی ج۔ا۔ص۔۹۷)

حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ (یہ دونوں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ بَدَأَ نُبُوَّةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ مَلِكًا عَضُوضًا، ثُمَّ كَائِنٌ جَبْرِيَّةً وَعُتُوًّا وَفَسَادًا فِي الْأَرْضِ، يَسْتَحِلُّونَ الْحَرِيرَ وَالْفُرُوجَ وَالْخُمُورَ، يُرْزَقُونَ عَلَى ذٰلِكَ وَيُنْصَرُونَ حَتّٰى يَلْقَوُا اللهَ"] (مشکوۃ حدیث نمبر ۵۳۷۵ بحوالہ سنن بیہقی فی شعب الایمان)

''بے شک دین اسلام کا آغاز نبوت اور رحمت کے ساتھ ہوا بعد ازاں خلافت (نبوت کے بعد قائم ہوگی) اور (امت پر) رحمت ہوگی۔ بعد ازاں بادشاہت ہوگی (جس میں) ظلم و تشدد ہوگا، پھر قہر اور تکبر ہوگا نیز زمین میں فسادات رونما ہوں گے۔ لوگ ریشمی کپڑے، عورت کی شرمگاہوں اور حرام مشروبات کو حلال گردانیں گے۔ باوجود ان (عیوب) کے تمہیں رزق ملے گا اور ان کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اللہ سے جاملیں گے۔''

حضرت جریر سے روایت ہے وہ حضرت نضرہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس تھے انہوں نے کہا کہ قریب ہے کہ عراق والوں کے قفیز اور درہم نہیں آئیں گے۔ ہم نے کہا کہ کس سبب سے؟ انہوں نے کہا کہ عجم کے لوگ اس کو روک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں گے۔ پھر کہا کہ قریب ہے کہ شام والوں کے پاس دینار اور مدی نہ آئیں (مدی ایک پیمانہ ہے، اس طرح قفیز) ہم نے کہا کہ کس سبب سے؟ انہوں نے کہا کہ روم والے لوگ روک لیں گے۔ پھر تھوڑی دیر چپ رہے، اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["يَكُونُ فِيْ آخِرِ أُمَّتِيْ خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْياً لَا يَعُدُّهُ عَدَداً قَالَ قُلْتُ لَا بِي نَضْرَةَ وَأَبِي الْعَلَاءِ أَتَرَيَانِ أَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ؟ فَقَالَا لَا"] (مختصر صحیح مسلم حدیث نمبر 2036)

''میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپیں بھر بھر کر مال دے گا (یعنی روپیہ اور اشرفیاں لوگوں کو دے گا) اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔'' جریر نے کہا میں نے ابونضرہ اور ابوعلاء سے پوچھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ (یہ مہدی ہیں جو امت کے اخیر زمانہ میں پیدا ہوں گے، عمر بن عبدالعزیزؒ تو شروع میں تھے۔)

اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ ''زمین ظلم و جبر سے بھر جائے گی پس جب وہ ظلم و جور سے بھر جائے گی تو اللہ تعالیٰ مجھ میں سے ایک آدمی کو اٹھائے گا جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا پس وہ زمین کے اندر عدل و انصاف کی حکومت قائم کرے گا۔ جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر گئی تھی اسی طرح وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (السلسلة الصحیحہ ج۔ ۴۔ حدیث نمبر ۱۵۲۹)

پس ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی جو خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت علیؓ کی حکومتوں کی شکل میں ہمارے سامنے آئی۔ حضرت سفینہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میری امت میں نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت ۳۰ سال تک رہے گی پھر بادشاہی آ جائے گی۔'' حضرت سفینہ نے اپنے شاگرد سے کہا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر ﷺ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کا حساب لگاؤ ہم نے جب شمار کیا تو یہ زمانہ تیس سال ہی نکلا۔ حضرت سفینہؓ کے شاگرد سعید بن جمہانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ بنوامیہ بھی تو اپنے آپ کو خلفاء سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت سفینہؓ نے فرمایا: زرقاء کے بیٹے جھوٹ بولتے ہیں۔ ''بَلْ هُمْ مُلُوكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ۔'' یہ تو بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔

(ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی الخلافۃ۔ حدیث نمبر 2226) (سنن ابوداؤد۔ کتاب السنہ۔ باب فی الخلفاء۔ حدیث نمبر ۴۶۴۶ / وصحیح ابن حبان حدیث 1535_1534)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اس حدیث کے راوی حضرت خبیب بن سالم نے بیان کیا کہ ''جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے تو میں نے ان کی جانب یہ حدیث تحریر کی، میں ان کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔ نیز میں نے تحریر کیا، مجھے امید ہے کہ ظالمانہ اور جبر و قہر کی بادشاہت کے بعد آپ امیر المومنین ہیں، انہیں یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس بات سے خوشی حاصل ہوئی اور انہیں یہ بات پسند آئی۔ (مشکوۃ حدیث نمبر: ۵۳۷۸ بحوالہ مسند احمد: سنن بیہقی فی دلائل النبوۃ)

خلافت علی منہاج النبوۃ کا حقیقی اور متفق علیہ دوران چار خلفا کا دور ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کا۔ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کی حکمرانی سات ماہ کے قریب ہے جو بعد میں حضرت معاویہؓ کے حق میں خود ہی دستبردار ہو گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ بیس سال تک حکمران رہے۔ ''خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور تو تقریباً تیس سال ہے۔ تاہم خلافت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام سے یہ سلسلہ حکمرانی ۱۹۲۴ء تک جاری رہا اور ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا نے ادارہ خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ میری ناقص رائے میں خلافت راشدہ کے بعد نہایت اچھے حکمران بھی آئے اور بعض حکومتوں کی کارکردگی بھی بہت اچھی رہی اور نہایت برے حکمران بھی آئے اور انکی حکومتوں کی صورتحال بدتر تھی۔ اس لئے حضرت علیؓ کے بعد سو فیصد کوئی حکمران خلیفہ راشد نہیں آیا اور نہ کوئی دور خلافت راشدہ کا دور ہے کیونکہ امت کا اس پر اجماع نہیں ہو سکا۔ اس لئے کہ کوئی دور بھی کما حقہ منہاج نبوت کے مطابق نہیں آیا۔ ۱۹۲۴ تک کے دور کو کاٹنے والی بادشاہی کا دور بھی کہا جا سکتا ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ثُمَّ تَكُوْنُ مَلِكاً عَاضّاً۔ پھر کاٹنے والی بادشاہی آجائے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ رہے گی پھر وہ جب چاہے گا اس کو اٹھالے گا۔ ۱۹۲۴ کے بعد ادارہ خلافت کے خاتمے سے کاٹنے والی بادشاہی کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد جو دور گزر رہا ہے جبر و تشدد کرنے والی بادشاہی کا دور ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''ثُمَّ تَكُوْنُ مَلِكاً جَبْرِيَّةً''۔ اسکے بعد جبر و تشدد کرنے والی بادشاہی آئے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ وہ رہے گی پھر وہ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا۔ یہ دور کتنا طویل ہوگا کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم یہ امر بڑا واضح ہے کہ جبر و تشدد کے دور کا بالآخر خاتمہ ہونے والا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد عالیہ کے مطابق ''ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ'' اسکے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آجائے گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ یہ دور خلافت علی منہاج النبوۃ ہر حال میں آنے والا ہے۔ یہ دور کتنا طویل ہوگا اس کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم اگر بخاری و مسلم کی اس حدیث کو سامنے رکھا جائے جو حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ''بارہ خلفاء تک اسلام کو غلبہ حاصل رہے گا، وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں (کے دین) کا معاملہ راہ صواب پر رہے گا جب تک کہ ان میں بارہ خلفاء رہیں گے، وہ سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دین اسلام کا معاملہ قیامت قائم ہونے تک درست رہے گا، ان پر بارہ خلفاء حکومت کریں گے وہ سب قریش سے ہوں گے۔''

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صرف قریش میں سے بارہ خلفاء راشدین تا قیامت ضرور آئیں گے جن میں سے چار خلفاء تو گزر چکے ہیں اور باقی آٹھ خلفا قریش سے آنا باقی ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں اور یہ جبر و تشدد کے اس حالیہ دور کے بعد آئیں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ظلم و جور کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے۔ اس نقطہ نظر کی تائید میں چند احادیث کا مزید مطالعہ فرمائیے۔

روشن مستقبل کی نوید:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ، حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكَاةَ مَالِهٖ، فَلَا يَجِدُ اَحَداً يَقْبَلُهَا مِنْهُ، وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجاً وَّاَنْهَاراً"] (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ حدیث نمبر 2339)

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال کی بہتات نہ ہو جائے گی۔ مال اس قدر زیادہ ہو جائے گا کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکالے گا تو کوئی شخص نہ پائے گا کہ جو اسکی زکوۃ کا مال قبول کرے اور یہاں تک کہ عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زمین میں باغات اور پانی کی نہریں بن جائیں گی۔"

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْياً، وَلَا يَعُدُّهُ عَداً.] (صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7318)

"آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا، ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو دونوں ہاتھوں سے مال بھر بھر کر دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔"

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِي، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ. قَالَ: لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ فِيهِ رَجُلاً مِنِّي. أَوْمِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اِسْمَ أَبِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطاً وَعَدْلاً، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْراً] (جامع الترمذی کتاب الفتن حدیث نمبر 2230 وسنن ابوداؤد کتاب المھدی حدیث نمبر 4282)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص عرب کا بادشاہ نہیں بنے گا اس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی ہوا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دن ایک کامل انسان کو میرے نسب میں سے یا میرے اہل بیت میں سے متعین کرے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ زمین اس سے پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔

اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ أَوْلَادِ فَاطِمَةَ.] (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4284)

"مہدی میری اولاد (یعنی) فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔"

اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[اَلْمَهْدِيُّ مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطاً وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْراً يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ.] (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4285)

"مہدی میرے (اہل بیت) سے ہوگا جو فراخ پیشانی (اور) اونچے ناک والا ہوگا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی، وہ سات سال خلافت کرے گا۔"

"حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ النَّاسُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ. فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَ الْمَقَامِ، وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ، فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذٰلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ .... وَ عَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُبَايِعُونَهُ، ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، أَخْوَالُهُ كَلْبٌ، فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا، فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ، وَ يَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ، فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ ثُمَّ يُتَوَفَّى، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ.] (سنن ابوداؤد کتاب المھدی حدیث نمبر 4286)

"ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف رونما ہوگا۔ چنانچہ اہل مدینہ سے ایک شخص (مدینہ منورہ سے) نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ جائے گا۔ اس کے پاس اہل مکہ حاضر ہوں گے اور اسے اس کے گھر سے باہر نکالیں گے اور وہ شخص (امارت کو) پسند نہیں کرے گا۔ پس لوگ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کریں گے اور اس کے مقابلے کے لیے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ تو اس لشکر کو مکہ اور مدینہ کے درمیان "بیداء" نامی جگہ پر دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ واقعہ دیکھیں گے تو اس کے پاس شام کے ابدال اور عراق کے بہترین لوگ آئیں گے اور اس کی بیعت کریں گے۔ اس کے بعد ایک شخص قریش سے ظاہر ہوگا جس کے ماموں کلب قبیلہ سے ہوں گے تو وہ ان کے خلاف لشکر بھیجے گا تو بیعت کرنے والے اس لشکر پر غالب آجائیں گے اور یہ لشکر کلب قبیلے کا لشکر ہوگا اور وہ شخص لوگوں میں اپنے پیغمبر کے طریقہ کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام مکمل طور پر زمین پر نافذ ہو جائے گا وہ شخص سات سال تک زندہ رہے گا، اس کے بعد وفات پا جائے گا اور مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔"

حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بارے میں صرف ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

["وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ، حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا."]

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث 3448,2222 و صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث 390)

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ عنقریب عیسیٰ بن مریمؑ تم میں عادل حکمران (کی حیثیت سے آسمان سے) اتریں گے وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ مال کی بہتات ہو جائے گی کوئی شخص مال لینے کے لیے تیار نہ ہوگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ اگر تم (دلیل چاہتے ہو تو اس آیت کی تلاوت کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء ۴۔۱۵۹)

''کوئی اہل کتاب ایسا باقی نہیں رہے گا جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ایمان نہ لے آئے گا۔''

وما محمد الا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ہی انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک نبی جب رخصت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث فرمایا جاتا تاہم ہر نبی کی امت تا حکم ثانی اپنے نبی کے احکامات کی پابند ہوتی تھی۔ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کو جاری رکھتی اور اس میں کسی بھی قسم کے تساہل کا مظاہرہ نہ کرتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرد اسی طرح پابند ہے جس طرح کہ پہلی امتوں کے لوگ پابند تھے کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد غلبہ اسلام کی تکمیل اور قیام واستحکام کی جدوجہد جاری رکھیں...... یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مصطفوی مدنی اسلامی ریاست کے قیام کے فوراً بعد جنگ احد کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا کہ جنگ کے آغاز میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی اور درہ پر مامور دستہ کے ممبران کی اجتہادی غلطی سے فتح ہزیمت میں بدل گئی اور ناگہانی حملہ کی وجہ سے اسلامی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور ان نازک لمحات میں دشمن کے سپاہی ابن قمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک شدید حملہ کیا جس سے آپؐ کے چہرہ انور پر قدرے زخم آیا اور......اور شیطان نے افواہ پھیلا دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں۔ اس افواہ سے مسلمانوں کے اندر بددلی پیدا ہوگئی اور ان کے اندر بھگدڑ مچ گئی اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾
(آل عمران ۳۔۱۴۴)

''محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔''

مزید ارشاد فرمایا

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آل عمران ۳۔۱۴۶)

''اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔''

ان آیات میں مسلمانوں پر واضح کردیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے ہوئے انبیاء کی طرح ایک نبی ہیں جس طرح ان پر موت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئی تھی اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی یہ وقت آنا ہے۔(أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ) پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاقیامت یہ مستقل ہدایت عطا فرمائی ہے کہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہونا ہے وہ میدان جہاد میں قتل کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور معمول کی فطری موت کی صورت میں بھی۔ لیکن دین اسلام ایک ایسا نظام زندگی ہے جس نے قیامت تک کے لیے رہنا ہے اور پھر اقامت دین اور توسیع واستحکام حکومت کا یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنا ہے۔ ان نازک لمحات میں بھی صحابہ کرام نے جن ایمانی نوادرات کا مظاہرہ کیا وہ رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہے۔ ”ایک روایت میں ہے ایک مہاجر صحابی نے دیکھا کہ ایک انصاری صحابی جنگ احد میں زخموں سے چور زمین پر گرا پڑا ہے۔ اور خاک وخون میں لوٹ رہا ہے، اس سے کہا گیا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے ہیں اس نے کہا اگر یہ صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنا کام کر گئے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر تم سب بھی قربان ہو جاؤ۔“

اور حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر مرتد ہوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر۔ اللہ کی قسم اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل کیے جائیں تو ہم بھی اس دین پر مرمٹیں گے جس پر آپ شہید ہوئے اللہ کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں آپ کا ولی ہوں، آپ کا چچازاد بھائی ہوں اور آپ کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ حقدار کون ہوگا۔“

حضرت حجر بن عدیؓ کے بارے میں مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت (وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا) کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مرسکتا موت کا وقت تو لکھا ہے کہ: جب وہ دشمنان دین کے مقابلے کے لئے نکلے اور دریائے دجلہ پر پہنچے اور دریا پر پل نہ پاکر لشکر اسلام ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا تو حضرت حجر بن عدیؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ کوئی بھی بغیر اجل کے نہیں مرتا آؤ دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈال دو، یہ فرما کر آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ آپ کی دیکھا دیکھی میں لشکر اسلام نے بھی اپنے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن کا خون خشک ہو گیا وران پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ کہنے لگے کہ یہ دیوانے آدمی ہیں یہ تو پانی کی موجوں سے بھی نہیں ڈرتے۔ بھاگو بھاگو چنانچہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔
(تفسیر ابن کثیر سورہ آل عمران: ۳۔ تفسیر آیات ۱۴۴۔۱۴۶)

پس یہ وہ ہدایت خداوندی ہے کہ دین اسلام کے لیے جدوجہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جاری رہے گی اور تاقیامت ایک لمحے کے لیے بھی منقطع نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہر دور کے قائدین ملت اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہے کہ وہ اقامت دین اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کو منظم کریں اور تادم زندگی جاری وساری رکھیں۔

طائفہ منصورہ میدان عمل میں موجود ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور آج بھی اسلامی تحریکات منظم طریقے سے یہ کام سرانجام دے رہی ہیں۔ جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ ”طائفہ منصورہ“ تاقیامت میدان میں رہے گا۔ چنانچہ وہ دشمن کے دانت کھٹے کرنے میں مصروف ہے۔ سوویت یونین جیسی سپر پاور تحلیل ہو چکی ہے اور امریکہ کا انجام بہت جلد قریب آنے والا ہے اس طائفہ منصورہ کی پیش رفت جو ہمارے دلوں کے اطمینان کا باعث بھی ہے اور یقین کامل کا ذریعہ بھی ہے، آنے والے انقلاب کا یہ ہراول دستہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا مقدمۃ الجیش ہے۔ آیئے اس کے بارے میں بھی چند احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں۔

طائفہ منصورہ ارشادات نبوی کی روشنی میں:

اور حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا:

[لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ ـ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔] (صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث 3641,71)

''میری امت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے دین کو ہمیشہ قائم رکھے گی، جو شخص ان کی مدد کرنا چھوڑ دے گا یا ان کی مخالفت کرے گا تو وہ اس کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ ان پر موت طاری ہوگی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔''

اور حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ، وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔] (مشکوۃ حدیث نمبر ۶۲۹۲ بحوالہ جامع الترمذی)

''جب شام کے لوگ خراب ہو جائیں گے تو تمہارا وہاں رہنا بہتر نہیں ہے اور میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی، انہیں وہ لوگ کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، جو ان کی مدد نہ کریں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔''

اور حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ۔] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۰)

میری امت میں سے ایک قوم ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی ہوں گے۔''

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

[لَنْ يَزَالَ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۱)

''میری امت میں سے ایک قوم ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی ہوں گے۔''

اور حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۳)

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کے قیام کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت روز قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔''

اور حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ، ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۴)

''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قیامت تک غالب رہے گی اور جہاد کرتی رہے گی۔''

حضرت عمیر بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے منبر پر حضرت معاویہؓ (کے خطبہ) میں سنا وہ بیان کررہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا:

[لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۵)

''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کو قائم کرتی رہے گی۔ جو ان کو رسوا کرنا چاہے گا یا مخالفت کرے گا تو ان کا کچھ بھی نقصان نہ کر سکے گا اور وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔''

اور ایک حدیث حضرت یزید بن الاصم سے ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ سے منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) سنا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔"] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۶)

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی اور اپنے مخالفین پر قیامت تک غالب رہے گی۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا:

[لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ، قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ ۔ وَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ ۔] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۷)

میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتی رہے گی جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں قیامت واقع ہو جائے گی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ ۔] (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۸)

''اہل غرب ہمیشہ حق پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

["لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔"]

(مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۲۹۲۔ بحوالہ جامع الترمذی)

''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔ انہیں وہ لوگ کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے جو ان کی مدد نہ کریں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔''

ارشادات نبویؐ کا خلاصہ

درج بالا ارشادات نبویؐ کا خلاصہ یہ ہے کہ ''آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ اور تا قیامت امت مسلمہ کو تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت فرمائی، اسلامی نظام میں سمع وطاعت کی پابندی اور اختلافات کی صورت میں اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت اور طریقے کو اپنانے کی ہدایت فرمائی اور امت مسلمہ کو دوٹوک بتایا کہ انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کی اصلاح کا کام کرتے رہے جب ایک نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا نبی اسکا خلیفہ بن جاتا، بلاشبہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ البتہ کثرت کے ساتھ خلفاء ہوں گے اگر خلافت کے بارے میں کوئی اختلاف ہوجائے تو اسلامی ضابطے کے مطابق بننے والے پہلے خلیفہ کے ساتھ ایفائے عہد کرو اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت کے تمام مسلمان کسی گمراہی پر جمع نہیں ہوں گے۔ امت محمدیہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ حالت جنگ میں اور حالت نماز میں ان کی صفیں ایک جیسی ہوں گی اور یہ جنگ صرف بر (زمین پر ہی نہیں ہوگی) بلکہ بحر (سمندر) میں بھی ہوگی۔ چنانچہ آپؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ: میری امت کے کچھ لوگ مجھے (خواب میں) دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں لڑ رہے تھے وہ سمندر میں اس طرح محو سفر تھے جیسے بادشاہ اپنے تخت پر براجمان ہوتے ہیں یا آپؐ نے فرمایا بادشاہوں کی طرح تخت پر براجمان ہوں گے۔ نیز آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارا میلان دنیا کی طرف ہوجائے گا۔ اور تم (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کرو گے اس صورت میں تم تباہ ہوجاؤ گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگ تباہ وبرباد ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ایک تمثیل کے ذریعہ امت کو یہ نوید سنائی کہ آگاہ رہو! تمہی ہو جنہوں نے عصر کی نماز سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کام کیا۔ (یعنی قیامت تک) آگاہ رہو تمہارا ثواب دوگنا ہے اور دوٹوک الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے دین کو ہمیشہ قائم رکھے گی، جو شخص ان کی مدد کرنا چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے گا تو وہ اس کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ ان پر موت طاری ہوگی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ اس موضوع کی بے شمار احادیث ہیں جن کا مطالعہ اہل علم اور قائدین امت کے لئے ضروری ہے جس میں یہ تصریحات بھی موجود ہیں کہ طائفۂ منصورہ تا قیامت غلبۂ اسلام کی اس جدوجہد کو برابر جاری رکھے گا۔ احادیث میں ظاہرین اور ظاہرون کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ہیں مدد کرنا، کھلنا، ظاہر ہونا، غالب ہونا، بلند کرنا، قوی پشت ہونا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت کے الفاظ ''مستقیما'' استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ہیں۔ کھڑا ہونا، جم جانا، ظاہر ہونا، ثابت قدم ہونا، درست ہونا، معتدل ہونا یہ اور دیگر کئی الفاظ اس مفہوم کے ہم معنی احادیث میں کثرت سے استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ میری یہ امت اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی اور اسکی مدد پر کمربستہ رہے گی اور فتوحات کے بند دروازے کھولتی رہے گی، غلبہ اسلام کی جدوجہد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھے گی اور علم اسلام کو بلند کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی اور اقامت دین کے عمل کی پشتیبانی کا کردار ہمیشہ ادا کرتی رہے گی۔ اگر دین قائم و غالب نہیں ہے تو اس کی اقامت کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہو گی اور غلبہ دین کی جدوجہد میں جم جائے گی۔ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے گی، دامن اعتدال کو کبھی نہیں چھوڑے گی۔ "حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ" یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یہاں تک کہ "یَاتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ" اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ اگر ایک بار ان آیات کا ایک مرتبہ پھر مطالعہ کر لیا جائے جو غلبہ اسلام کی جدوجہد اور اہل ایمان کی نصرت و تائید کے حوالہ سے قرآن مجید میں آئی ہیں، تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔

غلبہ دین قرآن کی روشنی میں:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (المجادلہ: ۵۸۔۲۱)

"اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔ فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے۔"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (المؤمن ۴۰۔۵۱)

"یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔"

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾

(الانبیآء ۲۱۔۱۰۵)

"اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔"

مزید ارشاد فرمایا

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (القمر۔ ۵۴۔۴۴۔۴۵)

"یا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں اپنا بچاؤ کر لیں گے۔؟ عنقریب یہ جتھہ شکست کھا جائے گا۔ اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج۔ ۲۲۔۴۰۔۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔ سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

اور سورہ النور میں فرمایا

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(النور ۲۴۔۵۵)

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری بندگی کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔''

قیامت تک کے لیے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؀ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ؀﴾

(الانفال ۸۔۴۵۔۴۶)

''اے ایمان لانے والو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور پھر یہ ہدایت فرمائی

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؀﴾ (النحل ۱۶۔۹۴)

''(اور اے مسلمانو) تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائے اور تم اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا برا نتیجہ دیکھو اور سخت سزا بھگتو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (هود۔۱۱۔۱۱۳)

''ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی و سرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔

ارشاد ربانی ہے کہ

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراهيم۔۱۴۔۲۷)

''ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد۔۴۷۔۷)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔''

اور ہمیشہ اہل ایمان کی یہ دعا رہی ہے کہ

﴿وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرة۔۲۔۲۵۰)

''اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلے پر نکلے تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر۔ ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔''

مزید ارشاد فرمایا

﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آل عمران۳۔۱۴۷۔۱۴۸)

''انکی دعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اسے معاف کر دے۔ ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔ آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقبل میں کفرواسلام کی کشمکش کی ایک جھلک

انتظار کیجئے ابھی مزید فتنوں کے ادوار باقی ہیں

بلاشبہ اس وقت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام تیزی سے جاری ہے۔ منزل قریب بھی ہوسکتی ہے اور دور بھی قریب سے قریب منزل کے باوجود فتنوں کے دور باقی ہیں اور منزل اگر دور ہے تب بھی انتظار کیجئے۔ فتنوں کے دور باقی ہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس سے کہیں زیادہ ہونا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے یا جو کچھ ہورہا ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو کچھ ہونا ہے وہ سب کچھ بیان کرنا ممکن نہیں۔ تاہم کچھ اہم ترین چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ تاکہ مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوجائیں کہ مستقبل کی خلافت علی منہاج النبوۃ پھولوں کی سیج پر چل کر ملے گی یا سونے کے تھال میں رکھ کردے دی جائے گی۔ نہیں اسکے لیے مزید قربانیاں دینی پڑیں گی۔

اس وقت طائفہ منصورہ عالمی سطح پر اپنا کردار ادا کررہا ہے۔ کفر و طاغوت کے ساتھ بھی وہ جنگ کررہا ہے۔ اور منافقین و ملحدین کے ساتھ اس کی کشمکش جاری ہے۔ تحریکات اسلامی بھی اپنی اپنی جگہ پر کئی محاذوں پر اپنے اپنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے نبرد آزما ہیں۔ اور یہ طائفہ منصورہ ان کا مقدمۃ الجیش ہے۔ اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اور ہورہا ہے وہ کل کو جو کچھ ہونے والا ہے اس کا عشرعشیر بھی نہیں ہے۔ اس لیے تحریکات اسلامی اور علماء امت کو پورا پورا ادراک ہوگا اور اگر نہیں تو اس کا ادراک کرنا چاہیے اور اس کا عملی تقاضا یہ ہے کہ محاذ جنگ پر مورچہ بند مجاہدین اسلام کے حوصلے بلند کرنے اور انہیں تازہ اور گرم خون پہنچانے کے لیے قریہ قریہ، بستی بستی پہنچ کر عام مسلمانوں کو عالمی سطح پر برپا ہونے والی مہمات سے آگاہ کرکے ان کو مقابلے پر آمادہ اور تیار کیا جائے تاکہ امت محمدیہ مستقبل میں کفرواسلام کی برپا ہونے والی کشمکش کے پورے نقشے کو سمجھتی ہو اور مرحلہ وار وقت آنے پر وہ قدم سے قدم ملا کر مجاہدین اسلام کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو۔ اب کیا ہونے والا ہے۔ میں صرف اس کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں بیان کروں گا۔ جس کی مزید تفصیلات کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مقام بیداء پر ایک لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت سیدہ حفصہؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے، ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کا ارادہ کرے گا، جب وہ لشکر مقام بیداء زمین کے صاف مقام پر پہنچے گا تو لشکر کا قلب دھنس جائے گا اور مقدمہ یعنی آگے کا لشکر پیچھے والوں کو پکارے گا تو پھر سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر ایک شخص بچے گا جو ان کا حال بیان کرے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث:7240 تا 7244 وسنن نسائی 2879 وسنن ابوداؤد:4613 وجامع الترمذی:2152)

اس حوالے سے پہلے بھی آپ نے ایک حدیث کا مطالعہ کیا۔ دیگر روایات میں اس حدیث کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک پناہ لینے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا تو اسکی طرف لشکر بھیجا جائے گا۔ اس لشکر کے زمین میں دھنس جانے کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ نے جب سوال کیا کہ یارسول اللہ! جو شخص زبردستی اس لشکر کے ساتھ بھیجا گیا ہوگا تو اس کا کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی ان کے ساتھ زمین میں دھنس جائے گا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھے گا۔"

ایک اور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جس شخص کے خلاف لشکر نکلے گا وہ شخص قریش میں سے ہوگا۔ اس کے خلاف جو لشکر چڑھائی کرے گا اس کا کچھ لوگ قصداً اور کچھ لوگ جبراً اور کچھ لوگ مسافر ہوں گے۔ سب کے سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ اور پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو مختلف نیتوں پر اٹھائے گا۔"

اور ایک دوسری حدیث میں یہ ہے کہ" کچھ لوگ بیت اللہ میں پناہ لیں گے جن کے پاس دشمن کو روکنے کی طاقت نہ ہوگی اور نہ وہ زیادہ تعداد میں ہوں گے۔" (صحیح مسلم:7244)

ان احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر مسلمانوں کا ہوگا جو بیت اللہ میں پناہ لینے والے شخص یا لوگوں کے خلاف چڑھائی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہوگی اور لشکر زمین میں دھنس کر اپنے انجام کو پہنچے گا۔ بعض شارحین حدیث نے اس شخص سے مراد امام مہدی کو لیا ہے جو مستقبل کے خلیفہ راشد ہوں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے خلافت علی منہاج النبوۃ کا علم دنیا میں لہرائیں گے۔ ان شاء اللہ

کعبہ کا خزانہ نکالنے والا ایک حبشی ہوگا۔

مسلمانوں کو ایک صدمہ آخری زمانے میں یہ بھی پہنچے گا کہ کفر والحاد اور نصاریٰ کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ ایک حبشی عیسائی کعبہ کو خراب اور اس کا خزانہ لوٹنے کی کوشش کرے گا جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں میں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کعبہ کو ایک چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی (کافر) خراب کرے گا۔"
(صحیح بخاری، کتاب الحج حدیث 1591,1596)

اور سنن ابوداؤد میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا "کفار حبشہ جب تک تم سے تعرض نہ کریں تم بھی انہیں چھوڑے رہو۔ بلاشبہ کعبے کا خزانہ نکالنے والا ایک حبشی ہی ہوگا جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ (سنن ابوداؤد کتاب الملاحم حدیث:4309، ومسند احمد 371/5 والحاکم:453/4)

مدینہ منورہ کی آبادی نے بڑھنا بھی ہے اور ویران بھی ہونا ہے۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لیے فرمایا۔ "مدینہ کے لوگ اس کو چھوڑ دیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا۔ ایسا چھوڑ دیں گے کہ مدینہ درندوں اور چرندوں کا وطن بن جائے گا اور ایک دوسری روایت میں ہے "لوگ مدینہ کو چھوڑ دیں گے اور وہ (مدینہ ان کے لیے) بہتر ہوگا اور نہ رہے گا اس میں کوئی مگر درندے اور پرندے، پھر قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ کے ارادہ سے نکلیں گے اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے اور مدینہ کو ویران پائیں گے اور یہاں تک کہ جب پہنچیں گے ثنیۃ الوداع تو گر پڑیں گے منہ کے بل۔ (صحیح مسلم۔ حدیث نمبر ۳۳۶۶، ۳۳۶۷)

یہ سب پیش گوئیاں ہیں جنہوں نے بالفعل ہو کر رہنا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کب ہونا ہے اور کیوں ہونا ہے۔ ہمارا ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ ضرور ہونا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ یہ مایوس کن پہلو ضرور ہے لیکن امید افزا راستہ بھی مایوسیوں کی وادیوں سے گزرتا ہے۔ جب حق پانی کی طرح اپنا راستہ بنالیتا ہے کہ چٹانیں منہ تکتی رہ جاتی ہیں۔ یقین کیجیے کہ جس طرح کل مدینہ عالم اسلام کا مرکز تھا آج کے بعد آنے والے کل کے بارے میں بھی آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی یہی ہے کہ مستقبل میں عالم اسلام کا سب سے بڑا عالمی دفاعی مرکز بھی مدینہ طیبہ ہوگا۔

مستقبل کا عالمی ودفاعی مرکز اسلام بھی مدینہ ومکہ ہوگا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایمان مدینے کی طرف اسی طرح سمٹ آئے گا۔ جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل کی طرف آجاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المناسک حدیث نمبر 3111)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا ''اسلام کا آغاز غربت سے ہوا تھا اور پھر وہ غربت کی طرف لوٹ جائے گا جیسے شروع ہوا تھا اور سمٹ کو دونوں مسجدوں (بیت الحرام اور مسجد نبوی) کے درمیان آجائے گا۔ جیسے سانپ اپنے سوراخ کے بل میں چلا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث:373)

اگر آپ ان احادیث کے اندر غوطہ زن ہو جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ مدوجزر جب اور جیسے جیسے آئیں گے اس کے بطن سے ہی مسلمانوں کے غلبے کا راستہ ہموار ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بیت المقدس کی آبادی یثرب (مدینے) کی بے آبادی کا پیش خیمہ ہوگی اور یثرب کی بے آبادی کے نتیجے میں بڑی جنگ ہوگی اور اس جنگ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال آئے گا۔ (سنن ابوداؤد کتاب الملاحم حدیث نمبر ۴۲۹۴)

اور سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عنقریب مسلمان مدینے میں گھیر لیے جائیں گے حتیٰ کہ ان کی بعید ترین چھاؤنی اس وقت سلاح مقام پر ہوگی۔ ایک دوسری روایت جناب زہری سے مروی ہے کہ سلاح کا مقام خیبر کے قریب ہے۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۲۹۹ و ۴۲۵۰ و ۴۲۵۱ و ۴۳۰۰)

سیدابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ (ذیلی مرکز) دمشق نامی شہر کی جانب میں واقع مقام غوطہ ہوگا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں سے ہوگا۔

(سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۲۹۸ و مسند احمد: 5/197 و صحیح الحکم: 4/486)

اور سیدنا خالد بن معدان رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جناب جبیر بن نفیر رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا ''چلو ذومخمر ؓ کے پاس چلیں وہ نبی ﷺ کے مہمان تھے، چنانچہ (خالد نے کہا) میں ان (جبیر) کے ساتھ چل پڑا جبیر نے ذومخمر ؓ سے جنگ بندی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرمار ہے تھے کہ عنقریب اہل روم تم (مسلمانوں سے) ایک پرامن صلح کریں گے۔ تم اور وہ ایک مشترکہ دشمن کے خلاف جنگ کرو گے جس میں تم غالب آؤ گے تمہیں غنیمتیں ملیں گی اور تم سلامت رہو گے۔ پھر تم (مسلمان اور عیسائی) واپس لوٹو گے۔ حتیٰ کہ ایک ٹیلوں والے مرغزار میں پڑاؤ ڈالو گے اچانک صلیب والوں میں سے ایک آدمی صلیب بلند کرے گا اور نعرہ لگاتے ہوئے کہے گا کہ صلیب غالب آگئی۔ ایک مسلمان غصے ہوگا اور اٹھ کر صلیب توڑ دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت رومی عہد شکنی کریں گے۔ اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ عبدالرحمن بن ابراہیم دمشقی کے واسطے سے مروی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ تب وہ اسی (80) جھنڈوں تلے (حملے کے لیے اسی ممالک متحد ہو کر) آئیں گے۔ ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار (یعنی کل 960000 صلیبی فوجی) موجود ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4089، سنن ابو داؤد کتاب الجہاد حدیث 4293۔2767 وصحیح ابن حبان 1875۔1874 والحاکم 2/421)

اور سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق یا دابق میں اترے گا۔ (یعنی شام میں حلب کے قریب) (فیخرج الیھم من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ) پھر مدینہ سے ایک لشکر انکی طرف نکلے گا جو ان دنوں تمام زمین والوں میں سے بہتر ہوگا۔ جب دونوں لشکر صف باندھیں گے تو نصاریٰ کہیں گے کہ تم الگ ہو جاؤ ان لوگوں (مسلمانوں) سے جنھوں نے ہماری عورتوں اور لڑکوں کو پکڑا اور غلام بنایا ہے، ہم ان سے لڑیں گے، مسلمان کہیں گے، نہیں اللہ کی قسم! ہم اپنے بھائیوں سے کبھی الگ نہ ہوں گے۔ پھر لڑائی ہوگی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہ کرے گا۔ اور تہائی لشکر مارا جائے گا وہ اللہ کے ہاں شہیدوں میں افضل ہوں گے اور تہائی لشکر کو فتح ہوگی وہ عمر بھر کبھی فتنے میں مبتلا نہ ہوں گے۔ پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ (جو اس وقت نصاریٰ کے قبضے میں ہوگا۔ تو وہ لوٹ کے مالوں کو بانٹ رہے ہوں گے اور تلواروں کو زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکا دیا ہوگا۔ اتنے میں شیطان آواز لگائے گا کہ دجال تمہارے بال بچوں میں آن پڑا ہے تو مسلمان وہاں سے نکلیں گے حالانکہ یہ خبر جھوٹی ہوگی۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7278)

اور سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جنگیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ موالی (نومسلموں) کا ایک لشکر کھڑا کرے گا۔ ان کے گھوڑے عرب کے بہترین گھوڑے ہوں گے اور ان کا اسلحہ سب سے عمدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دین کی مدد کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الفتن، حدیث نمبر 4090 والحاکم علی شرط مسلم 4/848)

جہاں دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام اپنے شباب پر ہے وہاں پوری دنیا میں مسلم ممالک، اسلام اور مخلص مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ بھی اپنے عروج پر ہے۔ بنیادی حقوق، مساوی حقوق اور آزادیٔ نسواں کے نام پر ہر جگہ تحریکیں موجود ہیں۔ جن سے اخلاقی قدریں بری طرح پامال ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں اور اس کا سب سے بڑا ہدف اسلام کا خاندانی نظام ہے۔ جسم فروشی کو ایک صنعت کا درجہ دینے اور ہم جنس پرستی کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔ غرض انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بری طرح متاثر کیا جا رہا ہے۔ اور دنیا میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا جلتی پر تیل کا کام کر رہے ہیں۔ حق و باطل کی اس کشمکش میں اس بات کا پورا احتمال ہے کہ کہیں مسلمانوں کو پیش رفت نصیب ہو تو کہیں پسپائی اختیار کرنا پڑے۔ اس کشمکش میں ابتلا و آزمائش کے کئی مراحل آئیں گے۔ دنیا نے ابھی کئی مد و جزر کا مشاہدہ کرنا ہے۔ کئی تلاطم برپا ہوں گے اور کئی نشیب و فراز آئیں گے۔ مسلم امہ اور اسکے حقیقی قائدین صبر و ثبات کا مظاہرہ کریں گے۔ دنیا کے حالات کو دیکھ کر اپنی حکمت عملی وضع کرتے رہیں گے اور اہداف کے حصول تک جد و جہد جاری رکھیں گے۔ عوام اور بالخصوص غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت کو موثر انداز میں پہنچانے کا اہتمام ہوگا اور اپنے اپنے وابستگان کو کتاب وسنت کی تعلیمات سے آراستہ اور جدید تعلیمات سے پیراستہ کیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ جہالت و جاہلیت اس سے بھی عام ہو جائے اور کہنے کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف نام کے مسلمان ہوں لیکن ہم نے بار بار دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ اسلام نے غالب ہونا ہے۔اور اسلام کے جانثار مٹھی بھر رہ جائیں تو ان مجاہدین کو سٹ کر مدینہ طیبہ میں جمع ہونا ہے اور پوری دنیا میں بالعموم اور عرب وشام میں وہ معرکہ برپا ہونا ہے جس میں عیسائیت کی عسکری طاقت کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑے گا اور مسلم امہ جس کا مرکز مدینہ طیبہ ہوگا لیکن ذیلی مراکز ہر جگہ ہوں گے۔ جس کے ذریعہ مجاہدین اسلام کو اپنی کارروائیاں انجام دیتی ہیں۔اس غلبہ اسلام کی جدوجہد میں نومسلموں کا رول قابل تعریف ہوگا اور یہ سب کچھ دجال کی آمد سے قبل ہوگا۔جب دجال آئے گا پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا بڑی جنگیں ہوں گی۔ان میں یہود کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔اور سب عیسائی مسلمان ہوں گے۔اور پھر خلافت راشدہ کا کارواں چل پڑے گا۔

دجال اعظم کے خروج سے پہلے لڑی جانے والی جنگیں

سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنگ میں رسول اللہ کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ مغرب کی طرف سے آئے جو بالوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، وہ ایک ٹیلے کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، وہ لوگ کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔میرے دل میں خیال آیا کہ تو چلا جا ان لوگوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کھڑا ہو جا کیونکہ یہ لوگ کافر ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ فریب دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں۔پھر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی راز و نیاز کی باتیں ان سے کرتے ہوں۔(اور میرا جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرے اس کے باوجود بھی) پھر میں گیا اور ان لوگوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کھڑا ہو گیا۔میں نے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں یاد کیں، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ پر گنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔[تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللهُ]

''پہلے تم جزیرۃ العرب میں (کافروں سے) جہاد کرو گے، اللہ اس کو فتح کر دے گا۔''

۲۔[(ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ)]

''پھر فارس سے جہاد کرو گے، اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا''

۳۔[(ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ)]

''پھر روم (کے نصاریٰ) سے لڑو گے اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔''

۴۔[(ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللهُ)]

''پھر دجال سے لڑو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دیگا۔''

سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے جابر بن عمرو! ہم سمجھتے ہیں دجال روم کے فتح ہو جانے کے بعد نکلے گا۔

صحیح مسلم، کتاب الفتن حدیث نمبر ۷۲۸۴ وسنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، حدیث نمبر ۴۰۹۱

ترک کافروں سے مسلمانوں کی جنگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئی گی جب تک کہ مسلمانوں کی ترکوں سے جنگ نہ ہو جائے۔ یہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کے چہرے ڈھالوں کی طرح ہوں گے جن پر چمڑا وغیرہ لگایا گیا ہو اور ان کا لباس بالوں کا ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم (مسلمان) ایک قوم سے جنگ نہ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے اور اس وقت تک قیامت نہیں آئیگی جب تک تم ایک قوم سے جنگ نہ کرلو جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناکیں چپٹی ہوں گی ان کے چہرے گویا ڈھالیں ہوں گے جن پر چمڑہ وغیرہ لگا ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۰۳ و ۴۳۰۴ و صحیح مسلم کتاب لفتن: ۷۳۸۳)

مزید فتنوں اور جنگوں کے دور ابھی باقی ہیں:

''حضرت ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں سب لوگوں سے زیادہ اس فتنہ کو جانتا ہوں جو میرے درمیان اور قیامت کے درمیان ہونے والا ہے۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپا کر کوئی بات خاص مجھ سے بیان کی ہو جو دوسروں سے نہ کی ہو لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں فتنوں کا بیان کیا جس میں میں بھی تھا۔ آپ ﷺ نے ان فتنوں کا شمار کرتے ہوئے فرمایا: تین ان میں سے ایسے ہیں جو قریب قریب کچھ نہ چھوڑیں گے۔ ان میں سے بعض گرمی کی آندھیوں کی طرح ہیں۔ بعض ان میں سے چھوٹے ہیں۔ اور بعض بڑے ہیں۔ حضرت حذیفہ ؓ نے کہا (اب) میرے سوا اس مجلس کے سب لوگ فوت ہو چکے ہیں، ایک میں باقی ہوں (اس وجہ سے اب مجھ سے زیادہ کوئی فتنوں کا جاننے والا باقی نہیں رہا ہے۔
(مختصر صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۹۹۲)

''حضرت حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں (وعظ سنانے کو) کھڑے ہوئے تو کوئی بات نہ چھوڑی جو اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی ہو مگر اس کو بیان کر دیا، پھر یاد رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔ میرے ساتھی اس کو جانتے ہیں اور بعض بات ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا تھا، پھر جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو یاد آجاتی ہے۔ جیسے آدمی دوسرے آدمی کی عدم موجودگی میں اس کا چہرہ یاد رکھتا ہے۔ پھر جب اس کو دیکھے تو پہچان لیتا ہے۔'' (مختصر صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۹۹۳)

''حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک بات بتا دی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور کوئی بات ایسی نہ رہی جس کو میں نے آپ ؐ سے نہ پوچھا ہو البتہ میں نے یہ نہ پوچھا کہ مدینہ والوں کو مدینہ سے کونسی چیز نکالے گی۔''
(مختصر صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۹۹۴)

''حضرت ابو زید (یعنی عمرو ابن اخطب) کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر ہمیں وعظ سنایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر آپ ﷺ اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور ہمیں وعظ سنائی یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور ہمیں وعظ سنایا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ پس جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی ہمیں خبر دے دی۔ اور ہم میں سب سے زیادہ وہ عالم ہے جس نے سب سے زیادہ ان باتوں کو یاد رکھا ہو۔''
(مختصر صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۹۹۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنے مشرق سے اٹھیں گے

''حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ اے عراق والو! میں تم سے چھوٹے گناہ نہیں پوچھتا نہ اس کو پوچھتا ہوں جو کبھی کبیرہ گناہ کرتا ہو۔ میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرماتے تھے فتنہ ادھر سے آئے گا اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ نکلتے ہیں اور تم ایک دوسرے کی گردن مارتے ہو (حالانکہ مومن کی گردن مارنا کتنا بڑا گناہ ہے) اور موسیٰؑ فرعون کی قوم کا ایک شخص غلطی سے مار بیٹھے تھے (نہ بہ نیت قتل کیونکہ گھونسے سے آدمی نہیں مرتا) تو اس پر اللہ نے فرمایا

﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا﴾ (طٰہٰ:۲۰:۴۰)

''تو نے ایک خون کیا مگر ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھ کو آزمایا جیسا آزمایا تھا''

(مختصر صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۹۹۷)

ایسے ایسے فتنے آئیں گے کہ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا

''حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عنقریب کئی فتنے ہوں گے۔ خبردار رہو! کئی فتنے ہوں گے ان میں بیٹھنے والا چلنے والے (لوگوں) سے بہتر ہوگا۔ چلنے والا بھاگنے والے (لوگوں) سے بہتر ہوگا۔ خبردار رہو جب فتنہ اور فساد اترے (یا واقع ہو) تو جس کے اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے پاس چلا جائے اور جس کی بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کی (کھیتی کی) زمین ہو وہ اپنی زمین میں جا رہے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس کے نہ اونٹ ہوں، نہ بکریاں نہ زمین ہو (وہ کیا کرے)؟ آپؐ نے فرمایا وہ اپنی تلوار اٹھائے اور پتھر سے اس کی باڑھ کو کوٹ ڈالے (یعنی لڑنے کی کوئی چیز باقی نہ رکھے جو لڑائی کا حوصلہ ہو) پھر استطاعت کے مطابق بچاؤ اور نجات کا رستہ اختیار کرے۔ الٰہی! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟ الٰہی کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟ الٰہی! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بتلائیے کہ اگر مجھ پر زبردستی کی جائے یہاں تک کہ مجھے دو صفوں میں سے یا دو گروہوں میں سے ایک لے جائے پھر وہاں کوئی مجھے تلوار مارے یا تیر آئے اور مجھے قتل کر دے (تو مجھ سے کیا معاملہ ہوگا؟) آپؐ نے فرمایا وہ اپنا اور تیرا گناہ سمیٹ لے گا اور دوزخ میں جائے گا۔'' (مختصر صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۲۰۰۴)

مسلمانوں کی براہ راست یہودیوں سے جنگ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہود سے لڑو گے اور ان کو مارو گے، یہاں تک کے پتھر بولے گا: اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ آ اور اس کو مار ڈال'' ایک اور روایت میں ہے کہ پتھر کہے گا: یہ میری آڑ میں ایک یہودی ہے۔ آ اسے مار) اور ایک روایت میں (یہ بھی) ہے کہ: ''تمہارے ساتھ یہود لڑیں گے پھر تم ان پر غالب ہو گے'' (صحیح مسلم حدیث: 7337_7338)

ایک اور روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان یہود سے لڑیں گے، پھر مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپے گا تو وہ پتھر یا درخت بولے گا اے مسلمان اے اللہ کے بندے یہ میرے پیچھے ہے ایک یہودی ادھر آ اور اس کو مار ڈال مگر غرقد کا درخت نہ بولے گا۔ (وہ ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کے علاقہ میں بہت ہوتا ہے) وہ یہود کا درخت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، حدیث نمبر 7339)

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔ وہ سیاہ چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ (صحیح مسلم 7392)

عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کی خونریز جنگیں ہوں گی۔

ضمناً عیسائیوں کے ساتھ جنگوں کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ احادیث میں قیامت کے قریب عیسائیوں کی کثرت اور ان کے ساتھ خونریز جنگوں کا ذکر بھی تفصیلاً آیا ہے یہاں ان کا احاطہ مطلوب نہیں محض اشارات مقصود ہیں تاکہ اپنے بڑے دشمن کی معرفت اور ان کے مقابلے کی تیاری کرنے کے لیے مسلم امہ اپنا کوئی اجتماعی منصوبہ عمل بنانے کی فکر کرے۔ جو آئندہ کل جنگیں پیش آنے والی ہیں، ایک حدیث میں ایک جنگ کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ'' قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وراثت کا مال (مقتولین کی کثرت کی وجہ سے) تقسیم نہیں ہوگا۔ اور کوئی شخص غنیمت کے مال پر خوش نہیں ہوگا۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ (رومی عیسائی) دشمن، شامیوں کے ساتھ (لڑائی کے لیے) جمع ہوں گے اور مسلمان بھی رومیوں کے ساتھ لڑائی کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ (یعنی شامی مسلمان ہوں گے) پس مسلمان ایک لشکر کو موت (یعنی جنگ) کے لیے تیار کریں گے وہ غالب آنے کے بعد ہی واپس آئیں گے۔ پس وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی۔ یہ بھی اور وہ بھی (یعنی دونوں فریق) واپس آ جائیں گے کوئی بھی غالب نہیں ہوگا۔ اور منتخب دستے مارے جائیں گے۔ اسکے بعد (دوسرے) مسلمان کچھ اور لوگوں کو لڑائی کے لیے منتخب کریں گے۔ وہ غالب آنے کے بعد ہی واپس آئیں گے۔ پس وہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی پس یہ اور وہ (دونوں فریق) واپس آ جائیں گے کوئی بھی غالب نہ ہوگا اور منتخب دستے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس کے بعد (تیسرے دن) مسلمان کچھ اور لوگوں کو لڑائی کے لیے منتخب کریں گے۔ وہ غالب آنے کے بعد ہی واپس آئیں گے وہ شام تک لڑتے رہیں گے پس یہ دستہ اور وہ دستہ بھی واپس آ جائیں گے کوئی بھی غالب نہ ہوگا اور منتخب دستے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ جب چوتھا دن ہوگا تو مسلمانوں کی باقی فوج لڑائی کے لیے جائے گی پس اللہ تعالیٰ رومیوں پر شکست کو مقدر فرمائیں گے۔ لیکن اس روز ایسی لڑائی ہوگی کہ اس جیسی کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ یہاں تک پرندے ان کے اطراف سے گزریں گے اسکے آگے نہیں جائیں گے یہاں تک کہ مر مر کر گر جائیں گے۔ پس ایک باپ کے بیٹے (یعنی خاندان کے مرد) جن کی تعداد ایک سوتھی، ان کو شمار کیا جائے گا تو ان میں سے صرف ایک شخص [illegible] گا تو کس غنیمت پر خوش ہوا جائے یا کونسا ورثہ تقسیم کیا جائے۔؟ بہر حال مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک شدید جنگ کی آوازیں سنیں گے جو پہلے سے بھی بہت زیادہ ہوگی تو ان کے پاس لوگ چیختے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے آئیں گے کہ دجال ان کی موجودگی میں انکے بال بچوں میں پہنچ گیا ہے۔ وہ اس مال و اسباب کو چھوڑ دیں گے جو انکے ہاتھوں میں ہوگا؟ وہ پیش قدمی کریں گے اور دس بہادروں کو بطور جاسوس بھیجیں گے تا کہ وہ حالات کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ان کے نام، ان کے آباء کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ کو بھی پہچانتا ہوں۔ وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین شہسوار ہوں گے۔" (صحیح مسلم کتاب الفتن، حدیث 7281)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کریں گے۔ مسلمان ان کو قتل کردیں گے۔ یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کی اوٹ میں چھپتا پھرے گا وہ پتھر یا درخت کہے گا اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے تو آ کر اسے قتل کر دے لیکن غرقد کا درخت ایسا نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔" (صحیح مسلم، حدیث 7339)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فتنوں ور آزمائشوں کا ذکر فرمایا اور بہت تفصیل سے بیان فرمایا حتی کہ آپ ﷺ نے افلاس کے فتنے کا بھی ذکر کیا۔ تو کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ افلاس کا فتنہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھاگم بھاگ اور غارت گری! پھر فرحت و فراخی (مال و زر) کا فتنہ آئے گا۔ جس کا ظہور میرے اہل بیت کے ایک فرد کے پاؤں تلے سے ہوگا۔ اس کا دعویٰ ہوگا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ بلاشبہ میرے ولی اور دوست صرف متقی لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایک آدمی پر صلح کریں گے۔ جیسے کہ سرین ہو پسلی پر (یعنی نامعقول اور نااہل ہوگا جس طرح کہ سرین ایک پسلی پر نہیں ٹک سکتی) پھر ایک فتنہ اٹھے گا گھٹا ٹوپ اندھیرا اس امت میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر اسے اس کا طمانچہ پڑ کر رہے گا۔ پس جب سمجھا جائے گا کہ یہ فتنہ ختم ہو گیا وہ اور بڑھ جائیگا۔ آدمی صبح کرے گا تو مومن ہوگا اور شام ہوگی کافر ہو جائے گا۔ حتی کہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایمان کا خیمہ جس میں کوئی نفاق نہیں ہوگا اور دوسرا نفاق کا خیمہ جس میں کوئی ایمان نہ ہوگا۔ اور جب یہ احوال ہوں تو دجال کا انتظار کرنا آج آیا یا کل۔"

(سنن ابوداؤد کتاب الفتن والملاحم حدیث 4242 و مسند احمد 133/2 والحاکم 467-466/4)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بیت المقدس کی آبادی یثرت (مدینے) کی بے آبادی کا پیش خیمہ ہوگی اور یثرب کی بے آبادی کے نتیجے میں بڑی جنگ ہوگی اور اس جنگ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال آئے گا۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس حدیث بیان کرنے والے (حضرت معاذ بن جبل) کی ران یا کندھے پر مارا اور پھر فرمایا" بلاشبہ یہ واقعہ اس طرح حق ہے جیسے کہ یہاں تم بیٹھے ہوئے ہو۔" مراد حضرت معاذ بن جبلؓ تھے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الملاحم حدیث نمبر 4294 و مسند احمد 245/5)

اور نافع بن عتبہ بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا "تم لوگ جزیرۂ عرب والوں سے جنگ کرو گے اللہ تمہیں اس پر فتح عطا کر دے گا۔ پھر تم روم سے جنگ کرو گے اللہ اسے بھی فتح کر دے گا۔ پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اللہ تمہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر بھی فتح دے گا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ دجال ظاہر نہیں ہو گا جب تک روم فتح نہیں ہو گا۔''
(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث 4091 وصحیح مسلم کتاب الفتن 7284)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے احباب سے کہا کہ کیا تم نے ایسے شہر کے بارے میں سنا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی میں اور دوسرا کنارہ سمندر میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ سنا ہے۔ (یعنی قسطنطنیہ ہے) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک اسحاق علیہ اسلام کی اولاد سے ستر ہزار آدمی اس شہر کے لوگوں سے لڑائی نہ کریں گے جب وہ وہاں پہنچیں گے تو پڑاؤ ڈالیں گے تو یہ لوگ نہ ہی ان سے لڑائی کریں گے اور نہ تیراندازی کریں گے بلکہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (کا نعرہ) بلند کریں گے تو اس شہر کے دونوں کناروں میں سے ایک کنارہ گر پڑے گا۔ ثور بن یزید راوی بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے سمندر والی دیوار کے گرنے سے متعلق کہا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ دوسری مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' کا نعرہ بلند کریں گے تو ان کے لیے راستہ کھل جائے گا اور وہ اس شہر میں داخل ہو کر مال غنیمت لوٹیں گے۔ جب وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ اچانک ان کے پاس ایک چیخ کی آواز آئے گی کہ جیسے کوئی کہہ رہا ہو گا کہ دجال نکل چکا ہے۔ تو لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر (دجال سے لڑنے کے لیے) لوٹ جائیں گے۔ (صحیح مسلم حدیث 7333)

عالمی صلیبی جنگوں کے دوران ہی خلافت راشدہ قائم ہو جائے گی۔

کتاب وسنت کی تفصیلات کو بغور پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالمی صلیبی جنگوں کے دوران کسی وقت خلافت راشدہ قائم ہو جائے گی۔ اس کی ناقابل تردید ایک دلیل تو یہ ہے کہ امام مہدی جو ایک خلیفہ راشد ہیں جن کی پیش گوئی رسول رحمت ﷺ نے فرمائی ہے وہ دجال اعظم سے پہلے ہوں گے۔ اور دجال کی آمد کے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام ہو گا جو اپنے ہاتھ سے دجال کو قتل کریں گے۔ اس وقت عالمی سطح پر غلبہ اسلام کی جدوجہد جاری ہو گی اور اللہ تعالیٰ سے ہمیں پر امید ہونا چاہیے کہ امام مہدی کی آمد سے قبل دنیا کے کئی ملکوں اور علاقوں میں اسلامی انقلاب اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہا ہو گا اور دنیا میں کسی نجات دہندہ کے لیے منتظر اور اس کے لیے انقلاب کا راستہ ہموار کر چکا ہو گا۔ جیسا کہ حالات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔

نوع انسانیت باطل نظام ہائے زندگی اور اسلام

غلبہ اسلام کی جدوجہد دنیا بھر میں جاری ہے۔ اسلامی تحریکات، علماء ومشائخ اور مجاہدین وغازیان اسلام اپنے اپنے دائرے میں اپنا اپنا کام اور کردار ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ مشکل حالات میں قوم متحد ہو جاتی ہے اس طرح ستاون اسلامی ممالک دنیا میں موجود ہیں اور تمام تر خرابیوں کے باوجود مسلمان ہیں۔ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور غیر مسلموں تک جیسے جیسے اسلام کی دعوت پہنچ رہی ہے، وہ اسلام یا تو قبول کر رہے ہیں یا اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہود ونصاریٰ اور ان کے حواری مسلم ودیگر غیر مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کے تعاون سے انہوں نے فلسطین، افغانستان، کشمیر، بوسنیا اور دیگر کئی مقامات پر میدان کارزار گرم کر رکھا ہے اور اس وقت دنیا میں بالعموم اور اسلامی ممالک میں بالخصوص امریکہ اور اس کے حواریوں کے خلاف نفرت عروج پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ انقلابی مراحل کی رفتار اگر چہ دھیمی ہے مگر بنیادیں مضبوط ہیں کہ دشمن ان کو دیکھ کر لرزہ براندم ہے۔ لوگ تمام نظامہائے زندگی آزما چکے ہیں اور ہر ملک امن وسکون کا متلاشی ہے۔ اور وہ امن وسکون اسلامی نظام کے بغیر کہیں اور کسی جگہ سے نہیں مل رہا۔ اس لیے لوگ بتدریج اس کی طرف بڑھ رہے ہیں اور عین ممکن ہے کہ آج کے عرب ممالک کا ڈھیلا ڈھالا اتحاد اور اسلامی ممالک کا ڈھیلا ڈھالا باہمی تعلق کل فعال اسلامی بلاک میں ڈھل جائے اور کسی ایک حکمران کا انتخاب کر لیں اور اسکے تابع رہ کر اپنے ممالک میں اسلامی نظام رائج کرنے پر مجبور کر دیے جائیں اور عالمی سطح پر صلیبی جنگوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مسلمان حکمرانوں اور فوجیوں کے اندر حوصلہ پیدا کر دے اور آج یہود و نصاریٰ سے معاہدات کی روشنی میں کل کوئی نصرانی صلیب بلند کرے اور کامیابی کا دعویٰ کرے اور کسی مسلمان فوجی کو غیرت آجائے اور وہ صلیب توڑ دے یا اس نصرانی فوجی کو قتل کر دے یا کوئی آدمی میسر آجائے جو عالمی صلیبی جنگ کو روکنے اور ختم کرنے کا نقطۂ آغاز بن جائے حالات بتا رہے ہیں اور قرائن اس طرف واضح اشارات دے رہے ہیں کہ ہم تیزی کے ساتھ اس طرف بڑھ رہے ہیں کہ مسلم امہ دشمن کے مقابلے میں مشترکہ دفاع کے لیے مجبور ہو جائے گی۔ بتدریج اسلامی ممالک میں نسبتاً اچھے حکمران آئیں گے۔ ان مراحل میں کسی وقت امام مہدی تشریف لائیں گے۔ میدان کارزار گرم ہوگا کہ یہودیوں میں سے دجال ظہور پذیر ہوگا۔ مسلمان اس کا مقابلہ کریں گے۔ بالآخر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ظہور ہوگا وہ دجال کو قتل کریں گے یاجوج ماجوج کے لیے سدِ سکندری ٹوٹ جائے گی مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے آپ یاجوج ماجوج کا مقابلہ کرینگے اور ان کا خاتمہ کریں گے۔ پھر آپ کے بعد خلفائے راشدین کا سلسلہ جاری رہے گا اور قریش کے بقیہ خلفاء خلافت راشدہ کا نظام چلائیں گے۔

اسلامی ریاست کا قیام خوشحالی کی ضمانت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا۔ ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو دونوں ہاتھوں سے مال بھر بھر کر دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر: 7318)

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مال کی بہتات نہ ہو جائے گی۔ مال اس قدر زیادہ ہو جائے گا کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکالے گا وہ کسی شخص کو نہ پائے گا جو اس سے زکوۃ کا مال قبول کرے اور یہاں تک کہ عرب کی زمین میں باغات اور پانی کی نہریں بن جائیں گی۔ یہ مسلم کی روایت ہے اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ مدینہ منورہ کے مکانات ''اھاب یا یھاب'' مقام تک پہنچ جائیں گے۔
(صحیح مسلم حدیث نمبر 2339)

خلیفہ راشد امام مہدی کا دور مثالی ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اگر دنیا کے فنا ہونے میں ایک دن بھی باقی ہوا۔ زائدہ بن قدامہ نے اپنی روایت میں کہا کہ اللہ اس دن کو لمبا کر دے گا۔ پھر سب راوی متفق ہیں حتی کہ اللہ اس میں ایک آدمی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائے گا جو مجھ سے ہوگا یا میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا۔''

فطر بن خلیفہ کی روایت میں مزید ہے کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی ہوگی۔ سفیان ثوری کی روایت میں کہا'' یہ دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب پر حاکم نہ بن جائے۔اس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر (بن عبید) اور ابوبکر (بن عیاش) کے الفاظ سفیان کی روایت کے ہم معنی ہیں لیکن ابوبکر (العرب) کا ذکر نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد کتاب المہدی حدیث نمبر 4282 وجامع الترمذی کتاب الفتن حدیث نمبر 2230)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس زمانے سے ایک دن بھی باقی ہوا تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی اٹھائے گا جو اسے عدل سے بھر دے گا جیسے کہ ظلم سے بھری ہوگی۔

(سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4283 ومسند احمد 1/99)

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا'' مہدی میری یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

(سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4284 وسنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4086)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہم لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم کے کچھ جوان آئے جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور (چہرہ مبارک کا) رنگ متغیر ہوگیا میں نے عرض کیا ہمیں آپ ﷺ کے چہرہ پر کچھ ایسے آثار نظر آئے جو ہمیں پسند نہیں (ہم نہیں چاہتے آپ غمگین ہوں) نبی ﷺ نے فرمایا'' ہم اس گھرانے کے افراد ہیں (جن کی شان یہ ہے کہ) اللہ نے ہمارے لیے دنیا کی بجائے آخرت کو پسند کیا ہے میرے گھر والوں کو میرے بعد مصیبتوں، اور در بدری اور وطن سے اخراج کا سامنا کرنا پڑے گا حتیٰ کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے ان کے پاس سیاہ جھنڈے ہونگے پھر وہ جنگ کریں گے تو ان کی مدد کی جائے گی اور فتح حاصل ہوگی۔تب جو کچھ انہوں نے مانگا انہیں پیش کیا جائے گا لیکن وہ قبول نہیں کریں گے۔حتیٰ کہ وہ اس (حکومتی نظام) کو میرے اہل بیت کے ایک آدمی کو دیں گے، چنانچہ وہ زمین کو انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح لوگوں نے اسے ظلم سے بھر رکھا تھا تم میں جو ان حالات کو پائے اسے چاہیے کہ اس (مہدی) کے پاس آئے اگرچہ اسے برف پر پھسل کر آنا پڑے۔''

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4082 واخرجہ ابن ابی شیبہ 15/235، 236 حدیث نمبر 19573 والحاکم 4/464)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی آپس میں جنگ کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی خلیفہ کا بیٹا ہوگا وہ خزانہ ان میں سے کسی کو نہ ملے گا۔پھر مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے اور تم لوگوں کو اسطرح قتل کریں گے کہ پہلے کسی نے نہ کیا ہوگا۔پھر آپ ﷺ نے کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں، پھر فرمایا جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4082 وسنن بیہقی فی الدلائل: 6/515 وصححہ البوصیری والحاکم 464-463/1 و502 علی شرط الشیخین)

اور حضرت علیؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' مہدی ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ہے۔اللہ اسے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات میں درست فرمائے گا۔''

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4085 واخرجہ ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 1949 ومسند احمد 84/1 وسنن ابوداؤد حدیث 4290)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ام المومنین حضرت سلمہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہم نے مہدی کے بارے میں بات چیت شروع کر دی۔ ام المومنینؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ ''مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔''

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4086 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر 4284 والحاکم فی المستدرک 557/4)

اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مہدی میرے (اہل بیت) سے ہوگا جو فراخ پیشانی (اور) اونچے ناک والا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سات سال خلافت کرے گا۔'' (سنن ابوداؤد حدیث 4285 والحاکم 557/4 وصححہ علی شرط مسلم)

دجال آج آیا کہ کل آیا

عالمی صلیبی جنگ اور مسلمانوں کے چند بڑے دفاعی مرکز

جناب مسلم ابن ابوبکرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے کچھ لوگ زیریں علاقے کی زمین میں اتریں گے جسے بصرہ کہتے ہوں گے جو دریائے دجلہ کے کنارے آباد ہوگا اس پر ایک پل ہوگا۔ اس کی آبادی بہت زیادہ ہوگی اور یہ مہاجروں کا شہر ہوگا اور ابن عیسیٰ نے بیان کیا کہ ابومعمر نے کہا ''یہ مسلمانوں کا شہر ہوگا پس جب آخری زمانہ ہوگا تو بنو قنطورا (ترک، یہ ان کے جداعلیٰ کا نام ہے) آئیں گے، ان کے چہرے چوڑے اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی حتیٰ کہ وہ اس دریا کے کنارے اتریں گے تو اس شہر کے لوگ تین جماعتوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک جماعت بیلوں کی دمیں پکڑ لے گی اور جنگلوں میں نکل جائے گی اور اسطرح وہ ہلاک ہوں گے۔ دوسری جماعت اپنے لیے امان طلب کرے گی وہ کافر ہو جائیں گے اور تیسری جماعت وہ ہوگی جو اپنی اولاد (کی پروا نہ کرتے ہوئے انہیں) اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ کر ان کے ساتھ قتال کرے گی اور یہی لوگ عظیم شہید ہوں گے۔'' (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 4306 ومسند احمد 40/5)

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا ''دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا۔ اسے خراسان کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اس کا اتباع کریں گے۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہہ دار ڈھال ہوتی ہے۔'' (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4072 وجامع الترمذی 2237 والحاکم 527/4)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ''خوز'' اور ''کرماں'' کے عجمی باشندوں سے لڑائی نہ کرو گے اور اس کے چہرے سرخ ہوں گے۔ ناک چپٹے ہوں گے، آنکھیں چھوٹی ہوں گی ان کے چہرے ایسی ڈھالوں کی طرح ہوں گے جو ایک دوسرے کے اوپر رکھی گئی ہیں (اور) ان کے جوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالوں والے (چمڑے) کے ہوں گے۔'' (صحیح بخاری کتاب المناقب حدیث نمبر 3590)

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.......... (دجال کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا) وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستے پر ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اللہ کے بندو! (ثابت قدم رہنا)...... ہم نے کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ! زمین میں اس (کے سفر کرنے) کی رفتار کتنی ہوگی؟ فرمایا ''جیسے بادل، جس کے پیچھے ہوا لگی ہو (اور وہ اسے اڑائے لے جا رہی ہو۔) نبی ﷺ نے فرمایا وہ کچھ لوگوں کے پاس آئے گا انہیں (اپنی بات تسلیم کرنے کی) دعوت دے گا، وہ اس کی بات مان لیں گے۔ اور (اس کے دعوے کو سچا مان کر) اس پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برسائے تو بارش ہو جائے گی۔ زمین کو حکم دے گا کہ فصلیں اگائے تو وہ اگا دے گی۔ ان کے مویشی شام کو (چر چگ کر) واپس آئیں گے تو ان کی کوہانیں انتہائی اونچی، ان کے تھن انتہائی بڑے (دودھ سے لبریز) اور ان کی کوکھیں خوب نکلی ہوئی ہوں گی (خوب سیر ہوں گی) پھر وہ کچھ (اور) لوگوں کے پاس جائے گا۔ انہیں (اپنے دعوے پر ایمان لانے کی) دعوت دے گا، وہ اس کی بات ٹھکرا دیں گے۔ وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا۔ صبح ہوگی تو وہ لوگ قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے پاس (مال، جانور وغیرہ) کچھ نہیں رہے گا۔ پھر وہ ایک کھنڈر پر سے گزرے گا تو اسے کہے گا اپنے خزانے نکال دے (فوراً زمین میں مدفون) وہ (خزانے) شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔ پھر وہ ایک بھرپور جوانی والے آدمی کو بلائے گا اسے تلوار کے وار سے دو ٹکڑے کر دے گا۔ (ان ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے اتنی دور پھینک دے گا) جتنی دور تیر جاتا ہے۔ پھر اسے بلائے گا وہ (زندہ ہوکر) ہنستا ہوا آ جائے گا۔ اس کا چہرہ (خوشی سے) دمک رہا ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4075 وصحیح مسلم کتاب الفتن، حدیث نمبر 7373)

اور حصرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور ابومسعود رضی اللہ عنہما دونوں اکٹھے ہوئے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں دجال اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا اس سے خوب باخبر ہوں بے شک اس کے ساتھ پانی کا سمندر اور آگ کا دریا ہوگا۔ جسے تم آگ سمجھتے ہو وہ پانی ہوگا، اور جسے تم پانی سمجھ رہے ہوے وہ آگ ہوگی۔ چنانچہ تم میں سے جو یہ پائے، اور پانی پینا چاہے تو اس سے، جسے وہ آگ سمجھتا ہوگا بلاشبہ وہ اسے پانی ہی پائے گا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الملاحم حدیث نمبر 4315 وصحیح بخاری کتاب الاحادیث الانبیاء حدیث نمبر 3450 وصحیح مسلم کتاب الفتن، حدیث نمبر 7371)

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی فرماتے سنا ہے اور حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ''دجال کا خروج ہوگا تو اس کی جانب ایک ایماندار شخص روانہ ہوگا اس شخص سے دجال کے مسلح محافظین ملاقات کریں گے اور اس سے دریافت کریں گے کہ تو کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ (انہیں) بتائے گا کہ میں اس شخص کی طرف جا رہا ہوں جس نے (ابھی ابھی حق کے خلاف) خروج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ اس سے دریافت کریں گے کہ کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا؟ وہ جواب دے گا ہمارا رب تو ظاہر ہے۔ وہ (سب متفق ہوکر) کہیں گے اسے قتل کر دو۔ پھر وہ آپس میں اس خیال کا ظہار کریں گے کہ تمہارے خدا (دجال) نے تمہیں روکا نہیں کہ تم اس کے علم کے بغیر کسی کو قتل نہ کرنا؟ چنانچہ وہ اسے دجال کے پاس لے جائیں گے۔ وہ ایماندار شخص دجال کو دیکھے گا کہے گا اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا تذکرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ نے کیا ہے۔ روای بیان کرتا ہے۔ دجال اس شخص کے بارے میں حکم دے گا کہ اسے پیٹ کے بل لٹا دیا جائے اور کہے گا کہ اسے پکڑو اور اس کا سر کچل دو۔ چنانچہ اس کی کمر اور اس کا پیٹ ضربات سے متورم ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' دجال (اس شخص سے دریافت کرے گا تو مجھ پر اب بھی ایمان نہیں رکھتا۔ وہ جواب دے گا تو مسیح کذاب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بارے میں (دجال) حکم دے گا کہ اس کی ٹانگ پر آرا چلایا جائے، یہاں تک کہ اس کی دونوں ٹانگوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اس شخص کو کہے گا کہ کھڑا ہو جا۔ چنانچہ وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس سے کہے گا کہ کیا تو مجھ پر اب بھی ایمان نہیں رکھتا۔ وہ جواب دے گا کہ میری بصیرت میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ (کہ تو دجال کذاب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد وہ شخص اعلان کرے گا اے لوگو! اب میرے بعد کسی شخص کے بارے میں (یہ شعبدہ بازی) نہیں دکھا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد دجال اس شخص کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا۔ لیکن اسکی گردن سے ہنسلی تک کی جگہ تانبہ کی صورت اختیار کر جائے گی۔ وہ اسے قتل کرنے کی طاقت نہ پائے گا پھر وہ اس کو دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں سے پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگوں کا خیال ہو گا کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے جب کہ اسے جنت میں گرایا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العالمین کے نزدیک یہ شخص تمام لوگوں سے شہادت کے لحاظ سے بڑا اعظمت والا ہو گا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7377)

اور حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' دجال نکلے گا اور مدینہ کی گلیوں میں اس کا داخلہ ممنوع ہو گا۔ وہ مدینہ کے قریب شور زدہ جگہ پر اترے گا۔ اس کے پاس ایک شخص جائے گا جو بہت نیکوکار ہو گا۔ وہ اس کو (مخاطب کر کے) کہے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے۔ دجال کہے گا مجھے بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے زندہ کر لوں تو کیا تم میری خدائی کے بارے میں شک کرو گے؟ وہ نفی میں جواب دیں گے۔ (اس کے بعد) وہ اسے قتل کر دے گا پھر اس کو زندہ کرے گا۔ (زندہ ہونے کے بعد) وہ شخص کہے گا'' اللہ کی قسم! مجھے تیرے بارے میں آج کے دن سے زیادہ بصیرت پہلے کبھی نہ تھی۔ (اس کے بعد) دجال اس شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا لیکن اس کو اس پر تسلط نہیں ہو گا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7375 وصحیح بخاری حدیث نمبر 1882,7132)

اور حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مشرق (کی جانب) خروج کرے گا۔ اس کی منزل مقصود مدینہ منورہ ہو گی۔ وہ احد پہاڑ کے پیچھے اترے گا فرشتے اس کے چہرے کو شام کی جانب پھیر دیں گے۔ وہاں وہ تباہ ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث: 7133 و 7134)

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو شخص دجال کے نکلنے کے بارے میں سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! ایک شخص اس کے پاس جائے گا جو خود کو مومن سمجھتا ہو گا لیکن جن شبہات کے ساتھ وہ دجال بھیجا گیا ہو گا ان کی وجہ سے وہ اس کی تابعداری کرے گا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الملاحم حدیث نمبر 4319 ومسند احمد 431/4 وصححہ الحاکم علی شرط مسلم 531/4)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیروکار ہوں گے۔ انہوں نے'' طیلسان'' (کپڑے کا) لباس پہن رکھا ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر: ۷۳۹۲)

مسیح عیسیٰ بن مریمؑ، مقاصد نزول اور کارنامے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے بعد، آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ چار بڑے کارنامے ہیں جو آپ علیہ السلام نے انجام دینے ہیں اور یہی آپ کے نزول کے مقاصد ہیں پہلا کارنامہ تو یہ ہے کہ دجال اعظم جو امت مسلمہ پر عذاب کی صورت میں مسلط ہوگا آپ آ کر اسے قتل کر دیں گے اور دوسرا کارنامہ یہ ہوگا کہ آپ یاجوج ماجوج کا اللہ کی رحمت سے خاتمہ کر دیں گے۔ تیسرا کارنامہ یہ انجام دیں گے کہ یہودیت ونصرانیت کو تا قیامت ٹھکانے لگا دیں گے۔ اور چوتھا کارنامہ یہ انجام دیں گے کہ قرآن وسنت کا نظام پوری دنیا میں نافذ کر دیں گے۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوہ کا نظام پوری دنیا میں نافذ اور پھر سے دوبارہ بحال کر دیں گے۔ اب اسی ترتیب سے اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

ا۔ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا نزول اور دجال کا قتل

آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا کہ دنیا میں کفر و اسلام کی کشمکش جاری ہو چکی ہے۔ عالمی صلیبی جنگوں کا دفاع مسلمان امام مہدی کے جھنڈے کے تحت کرنے میں مصروف ہوں گے ۔ کئی فتوحات ہو چکی ہوں گی۔ ظلم وجبر کے مقابلے میں امام مہدی عدل وانصاف قائم کر رہے ہوں گے اور پوری قوت سے یہود ونصاریٰ کا مقابلہ کیا جا رہا ہوگا اور مسلمانوں کو قسطنطنیہ کی عظیم فتح حاصل ہو چکی ہوگی اور مال غنیمت کی تقسیم کا عمل شروع ہوگا کہ شیطان خروج دجال کی غلط خبر نشر کرے گا، مسلمان اسکے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔ بعد میں یہ خبر غلط ثابت ہوگی۔ لیکن جب مسلم افواج شام پہنچیں گی تو دجال کا خروج عمل میں آ جائے گا اور یہ اپنی شعبدہ بازیوں سے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا۔ اس باب کی چند احادیث درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' مسلمان لڑائی کے لیے صفوں کو درست کر رہے ہوں گے تب نماز کھڑی ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ ان کے امام کو امامت کا کہیں گے۔ جب اللہ کا دشمن (مسیح دجال) آپ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو وہ پگھل پگھل کر ہی ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھوں سے قتل کرائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون دکھائے گا۔''

(صحیح مسلم کتاب الفتن، حدیث نمبر 7272 و مسند احمد 30/420)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت میں سے دجال نکلے گا وہ چالیس (معلوم نہیں دن، مہینے یا سال فرمایا) تک رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا ان کی شکل و صورت گویا عروہ بن مسعود جیسی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر 7381 و مسند احمد حدیث نمبر 2/166)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا، اس کی حقارت کا ذکر فرمایا اور اس کا عظیم (بڑا فتنہ) ہونا بیان فرمایا.........اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین میں بھیج دے گا۔ وہ دمشق کے مشرق کی طرف سفید مینار کے قریب نازل ہوں گے۔ انہوں نے ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوں گے۔ دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے۔ جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے۔ جس کافر تک ان کے سانس کی مہک پہنچے گی وہ ضرور مرجائے گا۔ ان کے سانس کی مہک وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی۔ پھر وہ (دجال کے تعاقب میں) روانہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ اسے لد شہر کے دروازے پر جالیں گے اور قتل کردیں گے۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ نے (دجال کے فتنے میں مبتلا ہو کر گمراہ ہونے سے) بچالیا ہوگا۔ ان کے چہروں سے غبار صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات سے آگاہ کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4075 وصحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7373 ومسند احمد 4:181 وسنن ابوداؤد حدیث نمبر 4321 وجامع الترمذی حدیث نمبر 2240 وسنن نسائی حدیث نمبر 235/6، 10783)

۲۔ یاجوج ماجوج کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ان کا استیصال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل سے فارغ ہوئے ہوں گے تو حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت کے مطابق کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا۔ اے عیسیٰ! میں نے اپنے کچھ بندے ظاہر کیے ہیں، ان سے جنگ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں، ان (مومنوں) کو حفاظت کے لیے طور پر لے جائیے۔ تب اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو چھوڑ دے گا اور وہ جیسا کہ اللہ نے فرمایا "ہر ٹیلے سے (اتر اتر کر) بھاگے آرہے ہوں گے۔ ان کے پہلے لوگوں (ہجوم کے شروع کے حصے) کا گزر بحیرہ طبریہ سے ہوگا، وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ جب ان کے پچھلے افراد گزریں گے تو کہیں گے، کبھی اس مقام پر پانی بھی ہوتا تھا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (طور ہی پر) موجود ہوں گے۔ (یاجوج ماجوج کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکیں گے، اس لیے خوراک کی شدید قلت ہوجائے گی) حتیٰ کہ انہیں ایک بیل کا سر اس سے بہتر معلوم ہوگا جتنا انہیں آج کل سو اشرفیوں کی رقم اچھی لگتی ہے۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اللہ کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ (اور دعائیں کریں گے) تب اللہ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کردے گا۔ چنانچہ وہ سارے کے سارے ایک ہی بار مرجائیں گے۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (پہاڑ سے) اتریں گے تو دیکھیں گے کہ ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں ہوگی، جو ان کی بدبو، ان کی سڑانڈ اور ان کے خون سے آلودہ نہ ہو۔ وہ اللہ کی طرف توجہ فرمائیں گے (اور دعائیں کریں گے) تو اللہ ایسے پرندے بھیج دے گا جو بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گے۔ وہ ان (کی لاشوں) کو اٹھا اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دے گا۔ پھر اللہ ان پر ایسی بارش نازل فرمائے گا کہ جس سے نہ اینٹوں کے مکان میں بچاؤ ہوگا نہ خیمے میں۔ وہ (بارش) زمین کو دھو کر آئینے کی طرح صاف کردے گی۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4075 وصحیح مسلم حدیث نمبر 7373)

اور حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ڈھالوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان سات سال تک ایندھن کے طور پر استعمال کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4076)

اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ (الانبیاء ۲۱۔۹۶)

"ہر ٹیلے سے بھاگتے آئیں گے تو وہ ساری زمین پر پھیل جائیں گے۔"

مسلمان ان سے ایک طرف ہو جائیں گے۔ (ان کی کثرت دیکھ کر مقابلہ نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ بچے کھچے مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں چلے جائیں گے اور مویشی بھی اپنے پاس رکھیں گے۔ (چراگاہوں میں نہیں چھوڑیں گے) یاجوج ماجوج کا یہ حال ہوگا کہ کسی نہر کے پاس سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی جائیں گے کچھ نہیں چھوڑیں گے۔ ان کی فوج کا پچھلا حصہ وہاں سے گزرے گا تو ان میں سے کوئی کہنے والا کہے گا۔ (شاید) اس جگہ کبھی پانی ہوتا تھا۔ وہ زمین والوں پر غالب آ جائیں گے تو ان میں سے ایک آدمی کہے گا۔ ہم زمین والوں سے فارغ ہو چکے، اب ہم آسمان والوں کا مقابلہ کریں گے۔ ان میں سے جو کوئی آسمان کی طرف اپنا نیزہ پھینکے گا، اس کا نیزہ خون آلود ہو کر واپس آئے گا تب وہ کہیں گے: ہم نے آسمان والوں کو قتل کر دیا ہے اسی اثنا میں اللہ ان پر ایسے حشرات بھیجے گا جیسے ٹڈی دل کا لاروا (ایک قسم کا کیڑا) وہ حشرات اُن کی گردنوں پر حملہ آور ہوں گے۔ تو وہ اس طرح مر مر کر ایک دوسرے پر گریں گے جیسے ٹڈی دل یک بارگی مر جاتا ہے۔ صبح کو مسلمانوں کو ان کی حس و حرکت سنائی نہ دے گی تو وہ کہیں گے! کون بہادر آدمی اپنی جان خطرے میں ڈال کر معلوم کرے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ان میں سے ایک آدمی (قلعے سے) نکلے گا اور وہ (اپنے دل میں) ان کے ہاتھوں قتل ہونے پر تیار ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ سب (یاجوج ماجوج) ہلاک ہو چکے ہیں۔ وہ آواز دے گا۔ خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمہارے دشمنوں کو تباہ کر دیا ہے۔ تب (مسلمان) لوگ (اپنے حصار سے) نکلیں گے اور اپنے جانوروں کو چھوڑیں گے۔ جانوروں کو چرنے کیلئے ان (یاجوج ماجوج) کے گوشت کے سوا کوئی خوراک میسر نہ ہوگی۔ وہ ان کو کھا کھا کر اسطرح موٹے اور بہت دودھ والے ہو جائیں گے جیسے بہترین چارہ کھا کر خوب موٹے تازے اور دودھ والے ہو جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۷۹ و مسند احمد: ۳/۷۷ صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۱۹۰۹ والحاکم: ۲/۲۴۵ و ۴/۴۸۹، ۴۹۰، فی الدلائل علی شرط مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول ﷺ نے فرمایا "یاجوج ماجوج روزانہ (دیوار) کھودتے ہیں حتیٰ کہ جب (اتنی کم موٹی رہ جاتی ہے) انہیں سورج کی روشنی (اس کے آر پار) نظر آنے کے قریب ہوتی ہے تو ان کا افسر کہتا ہے: واپس چلو، اس (باقی دیوار) کو ہم کل کھود ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے پھر پہلے سے بھی انتہائی سخت کر دیتا ہے۔ جب ان کا مقررہ وقت آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی منشا ہوگی کہ انہیں لوگوں تک پہنچنے دے تو وہ کھودیں گے۔ جب وہ سورج کی روشنی دیکھنے کے قریب ہوں گے، تو ان کا افسر کہے گا، چلو، اس کو ہم کل کھودیں گے ان شاء اللہ۔ وہ اللہ کی مرضی کا ذکر کریں گے تو (اس کی یہ برکت ہوگی کہ) جب (صبح کو) آئیں گے تو اسے اسی حالت میں پائیں گے جیسی چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ کھود کر لوگوں کے سامنے نکل آئیں گے، اور پانی پی کر ختم کر دیں گے۔ لوگ ان سے بچاؤ کیلئے قلعہ بند ہو جائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو تیر خون سے تر بتر واپس آئیں گے۔ تب وہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو زیر کر لیا اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ تب اللہ ان کی گدیوں میں کیڑے پیدا کر دے گا جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وہ ہلاک ہو جائیں گے، رسول ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ زمین کے جانوران کا گوشت کھا کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور ان پر چربی چڑھ جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۰۸۰ و جامع الترمذی کتاب التفسیر حدیث نمبر: ۳۱۵۳ و صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۱۹۰۸ و الحاکم: ۴/۴۸۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس رات رسول ﷺ کو معراج ہوئی، آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام، سے بھی ہوئی۔ وہ آپس میں قیامت کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا لیکن انہیں اس کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، انہیں بھی اس کا علم نہ تھا۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بات کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے کی باتیں بتائی گئیں ہیں، باقی رہا انکے قائم ہونے کا وقت تو وہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر انہوں نے دجال کے ظہور کا ذکر کیا اور فرمایا میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا تب لوگ اپنے اپنے شہروں کو لوٹ جائیں گے۔ آگے سے انہیں یاجوج ماجوج ملیں گے۔ جو ہر ٹیلے سے تیزی سے اتر رہے ہوں گے۔ وہ جس پانی (چشمے وغیرہ) کے پاس سے گزریں گے، پی جائیں گے اور جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے خراب کر دیں گے۔ تب لوگ اللہ سے فریاد کریں گے۔ چنانچہ میں اللہ سے دعا کروں گا کہ ان (یاجوج ماجوج) کو تباہ کر دے تب (ساری) زمین میں ان کی سڑانڈ پھیل جائے گی۔ لوگ اللہ سے فریاد کریں گے میں بھی اللہ سے دعا کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے بارش نازل فرمائے گا۔ جو انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گی۔ پھر پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور زمین کو اس طرح کھینچ دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو کھینچ دیا جاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے جب یہ واقعہ ہوگا تو قیامت اتنی قریب ہوگی جیسے وہ حاملہ جس (کا وقت بالکل قریب ہو اور اس) کے گھر والوں کو پتہ نہ ہو کہ کب اچانک ولادت ہو جائے گی۔

(حدیث کے ایک راوی) عوام بن حوشب رحمہ اللہ نے فرمایا اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ﴾ (الانبیاء ۲۱۔۹۶)

''حتیٰ کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا وہ ہر بلندی سے بھاگتے آئیں گے'' تو وہ ساری زمین پر پھیل جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4081 و مسند احمد 1/375 والحاکم، 2/384)

۳۔ یہودیت و نصرانیت کے خاتمے کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول آسمان کے بعد دنیا کے لیے حکمنامہ جاری کر دیں گے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ؄ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ عیسی ابن مریم انصاف کرنے والے قاضی بن کر اور عادل امام بن کر نازل ہوں گے۔ ۱۔ وہ صلیب توڑ دیں گے۔ ۲۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ ۳۔ جزیہ ساقط کر دیں گے۔ ۴۔ کثرت سے مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4078 و صحیح بخاری کتاب المظالم حدیث نمبر 2476 و صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر 321 و جامع الترمذی حدیث نمبر 2233)

اور حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیے کو ختم کر دیں گے اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔" یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ (النساء ۴۔ ۱۵۹)

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث نمبر 3448 وصحیح مسلم حدیث نمبر 390)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو مٹا دیں گے آپ کے لیے نماز کو جمع کیا جائے گا اور لوگوں کو مال سے اس قدر نوازا جائے گا کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ خراج کو ختم کر دیں گے۔ مقام روحاء میں نازل ہوں گے۔ اور وہاں سے حج، یا عمرے یا دونوں ہی کا احرام باندھیں گے)) اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾﴾ (النساء ۴۔ ۱۵۹)

"اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا۔ اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دے گا۔"

حضرت حنظلہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) عیسیٰ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حصہ ہے یا یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی) (مسند احمد 2902/2 وتفسیر ابن ابی حاتم 4/1113)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہے۔ میں عیسیٰ علیہ السلام کا اور لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ قریبی ہوں کیونکہ میرے اور ان کے مابین کوئی نبی نہیں ہے اور وہ نازل ہونے والے ہیں۔ وہ صلیب توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کر دیں گے' جزیہ ختم کر دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا' اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دے گا' پھر زمین اس قدر پر امن ہو جائے گی کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ اور سانپ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے۔ پھر فوت ہو جائیں گے۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(مسند احمد 406/2 وسنن ابوداؤد کتاب الملاحم حدیث نمبر 4324)

یہ اور اس مضمون کی اور کئی احادیث موجود ہیں جس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ وہ یہودیت اور نصرانیت کا بحیثیت دین خاتمہ کر دیں گے۔ دجال کے ظہور اور اسکے یہودی لاؤ لشکر سے معرکہ کارزار اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دجال قتل نہیں ہوگا اور جب دجال قتل ہو جائے گا تو اس کے بعد تو شجر و حجر اور جہاں جہاں وہ چھپے ہوئے ہوں گے ہر چیز آواز دے رہی ہوگی کہ آ مسلم! یہ یہودی میرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیچھے چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر اور وہ جا کر اسے قتل کر دے گا اور اسی طرح یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے تو نظریہ عیسائیت بھی اپنی موت آپ مر جائے گا۔ کیونکہ عیسائیت کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے (نعوذ باللہ) اکلوتے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو صلیب پر لعنت کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا اور یہ عیسائیت کی خصوصیت ہے کہ انبیاء کی تمام امتوں کے مقابلے میں صرف عقیدے کو لے کر خدا کے پورے دین اور شریعت کو رد کر دیا حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا ہے جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو ختم کر کے ان کے دین کی دوسری بنیاد کو ڈھا دیں گے، اس طرح یہودیت کی سرپرستی کرنے والوں کا کلیۃً خاتمہ ہو جائے گا۔ پس جب مسیح ابن مریم صلیب توڑ کر یہ اعلان کر دیں گے کہ میں نے نہ صلیب پر جان دی ہے اور نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا، نہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور نہ خدائی میں شریک تو عیسائی عقیدے کے لیے کوئی بنیاد ہی باقی نہیں رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے نہ اپنے ماننے والوں کے لیے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر جب جزیہ کے خاتمہ کا اعلان کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملت واحدہ کا اعلان فرمائیں گے۔ تو اس وقت ملتوں کے موجودہ اختلافات ختم ہو جائیں اور وہ ایک ملت اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ اس وقت اسلامی قانون یہ ہے اور نزول مسیح تک یہی رہے گا کہ یہودی ہوں یا عیسائی یا دیگر غیر مسلم اسلامی حکومت میں اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں بشرطیکہ اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر لیں اور جزیہ ادا کریں۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہے اور آپ کی آمد ثانی میں اسلامی قانون یہ ہوگا جس کی منظوری سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں یہ دی ہے کہ یہودی، عیسائی یا دیگر غیر مسلم یا تو اسلام قبول کر لیں یا مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور چوتھا کام یہ کریں گے کہ کثرت سے مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ یہ اسلامی نظام کے نفاذ کی دراصل برکت ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں انصاف کرنے والے قاضی بن کر اور عادل امام بن کر نازل ہوں گے۔

۴۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور عدل و انصاف اور خوشحالی کا ضامن ہوگا۔

یہ آپ نے پڑھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام انصاف کرنے والے قاضی بن کر اور عادل امام بن کر نازل ہوں گے۔ دنیا میں جس قوم کو عدل و انصاف مل جائے وہاں ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور جہاں ظلم و ناانصافی کو جگہ میسر نہ آئے اور عدل و انصاف انسان کو گھر بیٹھے مل جائے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جس نے اس حقیقت کو جاننا ہو تو آنحضرت صلی علیہ وسلم کے دس سالہ مدنی دور حکومت اور خلفائے راشدین کے زریں عہد کا مطالعہ کر لیں۔ یقیناً اس کو عدل و انصاف کے اثرات کا بے پاں خزانہ میسر آئے گا۔ امام مہدی کا دور حکومت ہو یا نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل کسی اور کا دور حکومت جس کے بارے میں آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا کہ خلیفہ کثرت کے ساتھ مال خرچ کرے گا دائیں بائیں ہاتھ سے جس کا شمار بھی نہیں کرے گا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ہوگا اور آپ کی وفات کے بعد جو جو خلفاء آئیں گے۔ ان خلفاء راشدین کا طرۂ امتیاز بھی یہی ہوگا۔ آیئے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بشارت کیسی سنائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر زمین کو حکم ہوگا اپنے پھل اگا اور برکت دوبارہ ظاہر کر دے۔ ان دنوں ایک جماعت ایک انار کھائے گی تو سب افراد سیر ہو جائیں گے اور اس کا چھلکا ان سب کو سایہ کر سکے گا۔ اللہ دودھ والے جانوروں میں اتنی برکت دے گا کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی سے ایک بڑی جماعت کا گزارہ ہو جائے گا۔ اور ایک دودھ دینے والی گائے ایک قبیلے کے لیے کافی ہوگی۔ اور ایک دودھ دینے والی بکری ایک بڑے کنبے کو کافی ہوگی، اسی انداز سے (خوشگوار اور بابرکت زندگی گزار رہے) ہوں گے کہ اللہ تعالی ان پر ایک خوش گوار ہوا بھیج دے گا۔ وہ ان کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور باقی ایسے لوگ رہ جائیں گے جو اس طرح سر عام جماع کریں گے، جس طرح گدھے جفتی کرتے ہیں انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ صور پھونکنے پر یہی لوگ مریں گے۔)

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن حدیث نمبر 4075 وصحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 7373 ومسند احمد 406/2 وصحیح ابن حبان 233/15، 234 حدیث نمبر 6821)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے خلفاء کا دور متذکرہ حدیث کے مطابق نہایت مبارک شاندار اور مثالی ہوگا۔ بتدریج امت واحدہ میں خرابیاں پیدا ہوتی جائیں گی یہاں تک کہ بگاڑ اس حد تک بڑھ جائے گا کہ گدھوں اور انسانوں میں جو فرق ہے وہ بھی مٹ جائے گا تب اللہ صالحین کو اٹھا لیں گے اور قیامت اشرار پر قائم ہوگی۔

خلافت راشدہ کا قیام، کیوں اور کیسے؟

ہم نے کئی احادیث آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد صحابہ کرام ؓ کو موثر ترین وعظ فرمایا جس سے حاضرین کی آنکھیں آشکبار ہوئیں۔ ان کے دل خوفزدہ ہو گئے۔ مجلس میں سے ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

۱۔ [أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ]

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

۲۔ [وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْداً حَبَشِياً]

اور (امیر کی) بات سنو اور اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ ["فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافاً كَثِيراً"]

پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت سے زیادہ اختلاف دیکھے گا۔

[فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ]

پس تم میری اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو تھامے رکھنا۔ سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور سنت پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہو۔

[وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ. فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خود کو (نئے کاموں سے) بچاؤ۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب السنہ، حدیث نمبر 4607 وجامع الترمذی کتاب العلم 2676 ومسند احمد 127-126 /4 وصحیح ابن حبان حدیث:102 والحاکم 96-95 /1)

دوسری حدیث مزید دو باتیں ارشاد فرمائیں

[اَلشَّيْطَانُ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ ،يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ]

بلاشبہ شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے۔ بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو (ریوڑ) سے الگ اور دور ہوتی ہے۔ اور جو (غفلت) کی وجہ سے) ایک جانب ہو۔

ثانیاً

[وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابِ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ]

تم خود کو وادیوں سے بچاؤ اور تم جماعت کو لازم پکڑو، مسلمانوں کے ساتھ رہو۔

اور تیسری حدیث میں ارشاد فرمایا

[مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ]

جو شخص جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کے عہد کو اپنی گردن سے اتار دیا۔

(رواہ احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ 3694)

ختم نبوت کا تقاضا خلافت راشدہ ہے۔

جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک آپ کی تدفین عمل میں نہ لائی گئی جب تک خلیفۃ المسلمین کا تقرر عمل میں نہ آیا اور جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھال لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد پہلا کام وہ کیا جو آپ کی حیات میں ہونا طے ہو چکا تھا مگر بوجہ علالت نبوی رک گیا تھا یعنی جیش اسامہ کتنا مشکل مرحلہ تھا میں اسکی تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ یہاں صرف اتنا جان لینا ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ خلیفہ ہو گئے تو سب سے پہلے آپ نے جیش اسامہ روانہ فرمایا یہ منہج خلافت تھا یعنی ہر کام کی بنیاد کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی اور انہوں نے اس سے سرمو انحراف نہیں کیا اور یہی طریق کار باقی تین خلفائے راشدین مہدیین سیدنا عمر، سید عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم کا تھا اس لیے اسے ہم خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہتے ہیں اور نظام خلافت کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کئی ارشادات فرمائے مثلاً سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[كَانَتْ بَنُوْإِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْا۔]

"بنی اسرائیل کی حکومت (سیاست کا کام) انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کے بعد آ جاتا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بلکہ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے۔(صحیح بخاری، کتاب الاماحدیث نمبر 4773)

اور صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے البتہ اس کے آغاز میں بیان ہے کہ میں نے ابو حازم سے سناوہ کہتے تھے کہ میں پانچ سال تک سیدنا ابو ہریرہؓ کی خدمت میں رہا وہ (درج بالا حدیث) نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الاحادیث الانبیاء حدیث نمبر 3455)

اور سنن ابن ماجہ میں بھی سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَ

بنی اسرائیل کے (انتظامی، معاشرتی، دینی اور دنیاوی) امور کی دیکھ بھال ان کے انبیائے کرام کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا نبی اسکا جانشین ہوجاتا لیکن

[وَأَنَّهُ لَيْسَ كَائِنٌ بَعْدِيْ نَبِيٌّ فِيْكُمْ]

میرے بعد تمہارے اندر کوئی نبی آنے والانہیں

(قَالُوْا: فَمَا يَكُوْنُ يَا رَسُوْلَ اللهِ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ پھر (ان معاملات کا) کیا ہوگا۔(قَالَ تَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ) آپ ﷺ نے فرمایا خلفاء ہوں گے اور بہت زیادہ ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ ابوب الجہاد حدیث نمبر 2871)

ان تینوں احادیث میں (تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ) کا جملہ آیا ہے کہ ان کی سیاست کا کام ان کے انبیاء کرتے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے معاملات زندگی سے متعلق وہ کام انجام دیتے تھے۔ جن کے انتظام و انصرام سے ان کی اصلاح اور ان کی ضروریات کی تکمیل ہوتی تھی۔ سیاست کی اس تعریف سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم کے انفرادی اور اجتماعی معاملات کی اصلاح اور دیکھ بھال، ربانی ہدایات کے مطابق انجام دیتے تھے۔ جو اسلامی حکومت یا اسلامی ریاست یا اسلامی سلطنت کے نظام اور رعیت کی رہنمائی کرنا انبیاء علیہم السلام کے بنیادی فرائض میں تھا اور یہی فریضہ ربانی سنت انبیاء تھی۔ جس کو آپ ﷺ نے انجام دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾(الشوریٰ: ۴۲۔۱۳)

''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا، اور جسے (اے محمدؐ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہوجاؤ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمدؐ) تم ان کو دعوت دے رہے ہو، اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔''

چونکہ رسول اللہ ﷺ قرآن وحدیث کی تصریحات کے مطابق آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی اور رسول نے نہیں آنا اس لیے آپ ﷺ نے خلفاء کے کثرت کے ساتھ آنے کی نوید سنائی۔ جن میں بارہ خلفاء کے بارے میں تو خصوصیت سے پیشگی مطلع فرمایا، جو خلفائے راشدین مہدیین ہوں گے۔ اس حوالے سے سیدنا عرباض بن ساریہؓ کی ایک حدیث کا آپ نے پہلے مطالعہ کیا جسے مسند احمد وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، اگرچہ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی حدیثیں بھی انہی سے مروی ہیں۔ تاہم الفاظ کا فرق یہ ظاہر کرتا ہے کہ خلفائے راشدین کے بارے میں آپ ﷺ نے بار بار کئی مجالس میں مختلف الفاظ میں ایک بات کو دہرایا جس سے مزید تاکید کا پہلو سامنے آتا ہے وہ احادیث یہ ہیں:

جناب عبدالرحمن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کا بیان ہے کہ ہم سیدنا عرباضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے بارے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

﴿وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ (التوبه ۹۔ ۹۲)

''اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض کا موقع نہیں جنہوں نے خود آ کر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائی جائیں اور جب تم نے کہا میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کے مقدرت نہیں رکھتے۔''

ہم نے انہیں سلام کیا اور عرض کیا ہم آپ سے ملنے آئے ہیں اور یہ کہ آپ کی عیادت ہو جائے اور کوئی علمی فائدہ بھی حاصل کریں تو سیدنا عرباض بن ساریہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف منہ کر لیا اور وعظ فرمایا بڑا ہی بلیغ اور جامع وعظ ایسا کہ اس سے ہماری آنکھیں بہہ پڑیں اور دل دہل گئے۔ ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو گویا الوداعی وعظ تھا۔ تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رہنا' اور اپنے حکام کے احکام سننا اور ماننا' خواہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا' چنانچہ ان حالات میں میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا' خلفاء جو اصحاب رشد وہدایت ہیں' سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا' بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا' نئی نئی بدعات واختراعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا' بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، حدیث نمبر: ۴۶۰۷ وصحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۱۰۲ والحاکم: ۱/ ۹۵۔۹۶۔)

اور سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ایک متاثر کن وعظ فرمایا' جس سے دل (اللہ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہو گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ہمیں ایسے نصیحت فرمائی ہے جس طرح رخصت ہونے والا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیحت کیا کرتا ہے" "آپ ہم سے کوئی عہد و پیمان لے لیجیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور حکم سن کر تعمیل کرو اگر چہ (تمہارا حاکم) کوئی حبشی غلام ہو۔ اور تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے، تو میری سنّت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا، اسے ڈاڑھوں سے پکڑ کر رکھنا (اس پر مضبوطی سے قائم رہنا) اور نئے نئے کاموں سے پرہیز کرنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے)۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، حدیث نمبر: ۴۲ والطبرانی فی الکبیر: ۱۸/ ۲۴۸ حدیث نمبر: ۶۲۲ والحاکم: ۱/ ۹۷۔)

اور سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایسا) وعظ فرمایا: جس کے اثر سے آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے اور دل (اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہو گئے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو ایسا وعظ ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کی نصیحت، تو آپ ہم سے کیا وعدہ لیتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں روشن (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں۔ جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے، میرے بعد وہی کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔ تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ بہت جلد اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تمہیں میری سنّت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا جو طریقہ معلوم ہو اسی کو اختیار کرنا۔ اسے ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا اور (امیر کی) اطاعت کو لازم پکڑنا اگر چہ وہ حبشی غلام ہو" کیونکہ مومن تو نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جہاں لے جایا جائے، چلا جاتا ہے)

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، حدیث نمبر: ۴۳ وصحیح ابن حبان: ۱۰۲ الحاکم: ۱/ ۹۵۔۹۶ ومسند احمد: ۴/ ۱۲۶)

میں نے یہ احادیث جوں کی توں قارئین کے سامنے رکھ دی ہیں تا کہ اہل علم ان کا متن خود ملاحظہ کر لیں اور دیگر جدید علوم کے مالک اور عام مسلمان ان احادیث کے پیغام کو پڑھیں، سمجھیں اور عمل کے میدان میں اتر کر اس کو وہ جامہ پہنائیں جس کا نقشہ خلفائے راشد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہمارے سامنے رکھا ہے۔ تاہم ان احادیث کے مفہوم کو مختصراً میں بیان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ اس وقت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام جاری ہے اور جس تیزی سے غیر مسلموں میں اسلام کی تعلیمات پھیل رہی ہیں اور وہ اسلام قبول کر رہے ہیں، شاید موروثی مسلمان پیچھے رہ جائیں اور نو مسلم علمِ اسلام تھام کر کھڑے ہو جائیں اور دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیں اور ہم موروثی مسلمان ان کی اقتدا میں صف بستہ کھڑے ہوں اور اگر ایسا ہونے کو جا رہا ہے تو میرا اپیشگی ان کو سلام اور خوش آمدید۔

آپ ﷺ کے خطبات تو نہایت موثر اور متاثر کن ہوتے تھے لیکن الوداعی خطبات کے اثرات صحابہ کرام کے دلوں پر زیادہ اثر کرنیوالے تھے جیسا کہ ایک یہ خطبہ تھا اس وعظ و نصیحت کو سن کر لوگ اشکبار ہو گئے اور خوفزدہ ہو کر رہ گئے جس کے باعث درخواست کی کہ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں اور ہم سے جو عہد لینا ہو عہد لیں کیونکہ آپؐ کے خطاب سے ایسا لگتا ہے کہ آپ رخصت ہونے والے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں دلنشین انداز میں جو وصیت فرمائی خطرات سے آگاہ کر کے جو علاج بتایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت فرمائی کہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا التزام کرو اور اسکی ناراضی سے بچنے کے لیے برے کاموں سے پرہیز کرو تا کہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہو۔ دوسری وصیت یہ فرمائی کہ اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اسلام اپنا ایک نظام جماعت رکھتا ہے جس کے آپ سربراہ اور حکمران تھے اور جہاں بھی دو یا دو سے زائد مسلمان رہتے تھے تو ان کا ایک سربراہ اور امیر کہلاتا تھا یہاں تک کہ امیر سفر بھی مقرر کرنے کا حکم تھا اور ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت کے بغیر کوئی شخص مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہلانے کا حقدار ہی نہیں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چونکہ مسلمانوں کا ایک مرکزی سطح پر خلیفہ یا امیر المومنین وجود میں آنے والا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک جامع وصیت فرمائی کہ وہ ہر سطح کے اپنے امیر اور خلیفۃ المسلمین کی بات کو سنیں اور اس کی اطاعت کریں اگر چہ وہ حبشی یعنی سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور امت مسلمہ کو ایک بڑے خطرے سے آگاہ فرمایا کہ میرے بعد اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ وہ زیادہ بھی ہوں گے اور سخت بھی ہوں گے۔ ان اختلافات کا واحد علاج چوتھی بات کے طور پر یہ فرمایا کہ جب اختلافات کی کثرت اور شدت دیکھو تو اس کا حل یا علاج یہ ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا اور اسے ڈاڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر رکھنا اور اس پر قائم رہنا۔ پانچویں اور آخری بات یہ ارشاد فرمائی کہ زندگی کے جملہ معاملات میں ہدایت و رہنمائی قرآن و سنت سے حاصل کرنا اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقوں کو چھوڑ کر نئے طریقے خود نہ ایجاد کرنا اور جن لوگوں نے نئے طریقے ایجاد کیے ہوں ان پر بھی نہ چلنا۔

جماعتی زندگی کو اختیار کرنے کی ایک خوبصورت تمثیل

اگر آپ کتاب و سنت کا بغور مطالعہ کریں تو تمام مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾﴾ (النساء۔۴۔۵۹)

”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار اور انجام کے لیے لحاظ سے بھی بہتر ہے۔“

یہ ہر مسلمان کے لیے ضابطہ حیات ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو اختیار کرے اور اس کی نافرمانی کے قریب بھی نہ پھٹکے اور خلیفۃ المسلمین سمیت اپنے اولی الامر کی اطاعت کریں اور اگر زندگی کے کسی معاملے میں کسی سے اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں مختلف فیہ معاملے کا فیصلہ قرآن و حدیث کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ یہ اسلام کا اجتماعی نظام ہے جو ہر مسلمان کو جماعتی زندگی کا پابند بناتا ہے۔ اس نظام کو مسلمانوں کے ذہن نشین کرانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوبصورت مثال پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے۔ بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو (ریوڑ سے) الگ اور دور ہوتی ہے۔ اور جو (غفلت کی وجہ سے) ایک جانب ہو۔ پھر فرمایا تم خود کو وادیوں سے بچاؤ اور جماعت کو لازم پکڑو۔ مسلمانوں کے ساتھ رہو۔ اس حدیث میں جماعتی زندگی کو ایک خوبصورت تمثیل میں پیش کیا گیا ہے کہ بھیڑیا ریوڑ سے الگ تھلک کھڑی بکری کو اٹھاتا ہے اگر بکریاں یکجا ہوں اور ان کے سر پر چرواہا موجود ہو تو ایسی بکری کو بھیڑیا ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کرتا اسی طرح ایک انسان جماعتی اور اجتماعی زندگی اختیار نہیں کرتا اور الگ تھلک وادیوں میں رہنے بسنے کی کوشش کرتا ہے تو بھیڑیے کی طرح شیطان اس آدمی کو آسانی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکار کر لیتا ہے اور اسے راہ راست سے بھٹکا دیتا ہے اس لیے فرمایا کہ جماعتی زندگی کو لازم پکڑو اور ہمیشہ جماعت سے وابستہ ہو کر رہو اور عام مسلمانوں کی آبادیوں میں سکونت اختیار کرو۔ تیسری حدیث میں مزید تاکید فرمائی کہ جماعت سے بالشت برابر بھی جدا نہ ہو کیونکہ جو شخص بالشت برابر بھی اجتماعی نظام سے الگ ہوا تو گویا اس نے اسلام کے عہد کو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ یہ احادیث مسلمانوں کی اجتماعی نظام کی عکاس ہیں اور اس باب کی بہت احادیث ہیں جن کا احاطہ یہاں مطلوب نہیں صرف چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ بلاشبہ (سربراہ حکومت) امام ڈھال ہے اسکے حکم سے جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے خطرات سے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اسکے لیے اس کے سبب سے ثواب ہوگا اور اس کے برعکس وہ ظلم کا حکم دے تو اس سبب سے اس پر وبال ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام حدیث 7137، 2957 صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث 4794، 4722)

اور سیدہ ام الحصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم پر ناک یا کان کٹا غلام بھی امیر بنایا جائے جو اللہ کی کتاب کی روشنی میں تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 4762، 3757)

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام (امیر) مقرر ہو جائے اگرچہ اس کا سر (بوجہ چھوٹا ہونے کے) منقہ جیسا ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام حدیث 7142، 693)

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان شخص کے لیے ضروری ہے وہ سمع وطاعت کرے (خواہ اس حکم کو) وہ پسند کرے یا اسے ناگوار ظاہر کرے۔ جبکہ اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اطاعت نہ کی جائے۔

(صحیح بخاری حدیث 7144، 2955 صحیح مسلم حدیث 4763 و جامع الترمذی حدیث 1707 و سنن ابن ماجہ 2864)

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو اچھے کاموں میں ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الاخبار الاحاد حدیث: 7257، 4340، 7175 و صحیح مسلم 4765)

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے تو آپ ﷺ نے ہمیں تلقین فرمائی کہ استطاعت کے مطابق اطاعت ہوگی۔

(صحیح بخاری 7202 صحیح مسلم 4836 و جامع الترمذی 1593 و سنن نسائی 4198)

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے امیر میں اس بات کو دیکھے جسے وہ پسند نہ کرے تو صبر کرے اس لیے کہ جو شخص بھی جماعت کے نظام سے بالشت بھر الگ ہوا اور پھر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (صحیح بخاری 7143، 7053 صحیح مسلم 1593، 4791)

اور سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا ''جو حاکم مسلمانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی گروہ پر حکومت کرتا ہے اگر وہ اس حالت میں فوت ہوا کہ ان کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔"
(صحیح بخاری 7151 و صحیح مسلم 4729)

اور سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ؐ نے فرمایا "بلاشبہ بدترین حکمران وہ ہے جو رعیت پر ظلم کرنے والے ہیں۔" (صحیح مسلم 4733)

اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انصاف کرنے والے حکام اللہ کے ہاں دائیں جانب نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ جبکہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (انصاف کرنے والوں سے) مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے دائرہ اقتدار میں اور اپنے اہل و عیال میں اور رعیت کے معاملات میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔"
(صحیح مسلم 7221 و سنن نسائی 5394)

اور سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا "میں تجھے بے وقوفوں کی امارت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، میرے بعد امراء ہوں گے جو لوگ ان کے پاس گئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو بھی سچا کہا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کی اور ان کے ظلم کے باوجود انکی اعانت کی تو وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں ان میں سے نہیں ہوں اور وہ کبھی میرے حوض کوثر پر وارد نہیں ہوں گے اور جو لوگ انکے پاس نہ گئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو سچا کہا اور نہ ان کے ظلم پر انکی اعانت کی، پس ایسے لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور یہ لوگ میرے حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔" (جامع الترمذی و نسائی بحوالہ مشکوٰۃ حدیث 3700)

اور سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہتا ہے۔" (جامع الترمذی کتاب الفتن حدیث: 2174 و سنن ابن ماجہ 4011 و سنن ابوداؤد 4344)

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھ سے پہلے اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اسکی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتدا کرتے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا (درجہ) نہیں۔" (صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث: 179)

ان احادیث میں جہاں مسلم معاشرے کے ہر فرد کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ باہم مل کر ایک جماعت بن کر رہیں ورنہ الگ تھلگ بکری بھیڑیا کا جس طرح شکار ہو جاتی ہے اسی طرح تم میں سے الگ الگ ہو کر رہنے والا شیطان کے مہلک حملوں کا شکار ہو جائے گا۔ وہاں اسی طرح حکام اور سرکاری اہل کاروں کو بھی خبردار کیا گیا ہے کہ اگر حکام نے رعایا پر ظلم ڈھایا اور ملک و قوم کو دھوکا دیا تو دنیا میں بھی رسوائی کا امکان موجود ہے اور آخرت میں تو دوزخ ظالموں کا مقدر ہے اور عدل و انصاف کرنے والے حکمرانوں کو جنت کی نوید سنائی گئی ہے۔ اسلام صرف جماعت بن کر رہنے کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ وہ مسلمانوں کو یکجان بن جانے کے لیے تعلیم دیتا اور پھر انکی تربیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے اس حوالے سے چند احادیث کا بھی آپ مطالعہ کریں تا کہ وحدت امت کا اسلامی تصور اپنے ارتقائی مراحل طے کر سکے۔

مسلمان سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی مانند ہیں

مسلمان بنیادی طور پر مجاہد ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر نے اس صف بندی کی تعریف فرمائی ہے جب وہ صف بستہ ہوتا ہے بالکل برابر ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر۔ صف بندی میں نہ کوئی خلا اور نہ کوئی ٹیڑھ، تیر کی طرح جو کمان سے نکل کر سیدھا دشمن کے سینے میں جا کر لگتا ہے جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صفوں میں ایسے سیدھا کرتے تھے جیسے تیر کو (نشانہ لگانے کے لیے) سیدھا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپؐ سے یہ درس لے لیا ہے اور خوب سمجھ لیا ہے، تو ایک دن آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ ایک آدمی اپنا سینہ صف سے آگے نکالے ہوئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "(قسم اللہ کی) تم لوگ یا صفوں کو برابر کرو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے مابین مخالفت پیدا کر دے گا۔" (سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ حدیث: 663و665 صحیح مسلم کتاب الصلاۃ حدیث 979 وجامع الترمذی 227 وسنن نسائی 809 وسنن ابن ماجہ 994)

اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(تم صفیں ویسے کیوں نہیں بناتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے ہاں بناتے ہیں) ہم نے کہا کہ فرشتے اپنے رب کے ہاں کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ پہلے ابتدائی صفیں پوری کرتے ہیں اور آپس میں جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں (ان کے درمیان کوئی خلا نہیں رہتا)"

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث نمبر 663,665 صحیح مسلم حدیث نمبر 979، وجامع الترمذی 227 وسنن نسائی 809 وابن ماجہ 994)

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی صف بندی کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝﴾ (الصف: ۶۱۔۴)

"بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھے لڑتے ہیں، گویا سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں:"

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن سے صف آرا ہو کر لڑا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی یہی تعلیم دی ہے۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 661)

ارشاد باری تعالیٰ ہے (كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوص) گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ یعنی لڑائی کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر صف باندھے ہوتے ہیں، مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف ملے ہوئے ہوتے ہیں۔
(تفسیر القرطبی 18/81)

اور سیدنا ابن عباس رضی عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ثابت قدم ہوتے ہیں کہ ان کے پاؤں ڈگمگاتے نہیں اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں: (تفسیر الماوردی 5281۔5)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم ایماندار کو آپس میں رحم کرنے، محبت اور شفقت کرنے کے لحاظ سے ایک جسم کی مانند پاؤ گے جب (جسم کا) کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام جسم بیدار رہتا ہے اور بخار میں مبتلا ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب حدیث نمبر 6601 وصحیح مسلم کتاب البر والصلہ والادب حدیث نمبر 6586)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایماندار (دوسرے) ایماندار کے لیے عمارت کی مانند ہے گویا عمارت کے ایک حصے نے دوسرے حصے کو مضبوط کیا ہوا ہے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو دوسری میں داخل کیا۔''

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۰۲۶، ۶۴۸۱، ۶۰۲۶، ۲۴۴۶ و صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۵۸۵ و جامع الترمذی: ۱۹۲۸ و سنن نسائی ۲۵۵۹)

اور سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمام ایماندار ایک شخص کی مانند ہیں، اگر اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو اس کا تمام جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو تمام جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۵۸۹)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری تعظیم کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ (آج کے دن) میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں) (صحیح مسلم حدیث:6548)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی سے ملاقات کرنے کو چلا تو اللہ پاک نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا اس نے پوچھا؟ تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے جواب دیا' میں اس بستی میں اپنے بھائی سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس نے دریافت کیا' کیا تو اس کا سرپرست ہے کہ اس کی نگہداشت کے لیے جا رہا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا' ہاں! اتنی بات ہے اس سے میں اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے بتایا کہ میں تیری طرف اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تو اس سے محبت کرتا ہے اللہ پاک بھی تجھ سے محبت کرتا ہے)

(صحیح مسلم حدیث:6549)

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید' مگر قیامت کے روز اللہ کے ہاں (بلند) مراتب و منازل کی وجہ سے انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتائیں، وہ کون (سعادت مند) لوگ ہوں گے تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو کسی مالی لالچ یا نسبی تعلق کے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ ان کے چہرے نور سے (منور) ہوں گے اور وہ لوگ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین و پریشان ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی غم اور پریشانی نہ ہوگی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ﴾ (یونس: ۱۰: ۶۲)

''آگاہ رہو! بے شک اولیا اللہ پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے) (تفسیر الطبری 172-171/11)

امت مسلمہ کے ہر فرد کو ان احادیث کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے اور دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لیے اپنی وطنی، گروہی، علاقائی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لسانی عصبیتوں کو چھوڑ کر ایک امت بننے کی فکر کرنی چاہیے۔ ایسی امت جو یک جماعتی نظام کی پابندی کرتے ہوئے ایک جان اور ایک عمارت کی مانند بنیان مرصوص بن جانا چاہیے یک جان اس طرح کہ جس ملک میں ہم رہتے ہیں اس میں بھی اور دنیا بھر میں جہاں مشرق میں کسی مسلمان کو کانٹا چبھے مغرب میں رہنے والا مسلمان تڑپ اٹھے اور اس وقت تک بے قرار و بے چین رہے جب تک اس کو راحت و سکون میسر نہیں آتا اور اسی طرح جب کسی کو شمال میں تکلیف و رنج پہنچے تو جنوب میں رہنے والے مسلمان کا سکون و چین چھن جائے جب تک اس کو امن و سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اور مسلمان عمارت کی مانند ہے اس طرح جس طرح ایک اینٹ دوسری اینٹ کو طاقت فراہم کرتی ہے اور معمار کسی اینٹ کو پورا کسی کو آدھا اور کسی کو روڑا بنا کر لگا تا ہے تو وہ معمار کی منشاء میں قطعاً حائل نہیں ہوتی اور دیکھتے دیکھتے محلات سے محلات وجود میں آ کر بڑے شہر اور ملک بن جاتے ہیں اور ان محلات کو سو منزلوں سے اوپر لے جایا جا رہا ہے جس میں ہزاروں خاندان آباد ہیں، اور جب ان محلات کو سیمنٹ ریت سے جوڑ کر پلستر کر کے رنگ و روغن کر دیا گیا ہے تو ان کی خوبصورتی کو چار چاند لگ جاتے ہیں، پس اس طرح ایک دوسرے مومن کو ایک دوسرے شہر کو ایک علاقہ دوسرے علاقے کو اسلامی اخوت کے نام پر جب مدد اور تعاون فراہم کرتا ہے اور مظلوم کی چیخ و پکار پر پہنچتا اور اس کو تقویت پہنچاتا چلا جاتا ہے تو دنیا کے سامنے جاہلیت کے بت پاش پاش، سپریم طاقتیں بتدریج تحلیل اور صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جاتی ہیں اور اسلام اپنی تمام برکات سے دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور مسلمانوں کی سر بلندیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور مسلمانوں کے اختلاف نمودار ہوں تو ترقیوں کے آسمان بوس محلات پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔
اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم لڑنے جھگڑنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝﴾ (انفال ۸۔۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اے مسلمانو! کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے جب غلبہ دین کی جدوجہد کا آغاز کیا تھا تو آپ تنہا تھے۔ بیوی نے ساتھ دیا تو دو ہو گئے، دوستوں نے تعاون کیا تو الجماعہ ہو گئے اور جب اوس و خزرج اور دیگر قبائل و اقوام نے اپنے اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ دیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر اسلام کا علم تھام لیا تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی مختصر جماعت بہت ہی قلیل مدت ہی میں صرف جزیرۃ العرب کو فتح نہیں کیا بلکہ رومیوں، ایرانیوں، ترکوں، صقالیہ، بربر، حبشیوں، سوڈان کی مختلف قوموں، قبطیوں اور دیگر چھوٹی بڑی اقوام کے لشکر ہائے جرار کو شکست دے کر اللہ کے کلمے کو سر بلند کر دیا کہ اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب آ گیا اور تیس سال کے عرصے میں اسلامی ملکوں کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔
اور اسکے اثرات مغلوب ہونے کے بعد آج تک موجود ہیں کہ ہم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام میں مصروف ہیں اور اگر ہم ایک ملت بن کر اٹھیں تو بہت جلد طاغوتی طاقتوں کو تحلیل کر کے دنیا پر چھا جائیں گے۔ ان شاء اللہ

اسلام ۔ ریاست و حکومت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلسُ التحقیقِ والنّشرِ الاِسلامیؒ کی مطبوعات



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ